

نَعْمَةُ الْبَارِي
صَحْحُ النَّجَّارِي
عَلَامَةُ الْإِسْلَامِ سَعِيدِي
الجزء الثاني

وَالْعَمَّتِ الدِّمَاطُ خُصُوفُهَا
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

لَعْنَةُ الْبَارِئِ

فِي

مَشْرِحِ مِصْحَحِ الْخَارِئِ

جِلْد دوم

الاحادیث: ۹۴۱ — ۳۴۹

کتاب الصلوة، کتاب مراقبۃ الصلوة، کتاب الاذان، کتاب الجمعة

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بکس ٹال ۳۸- اردو بازار لاہور

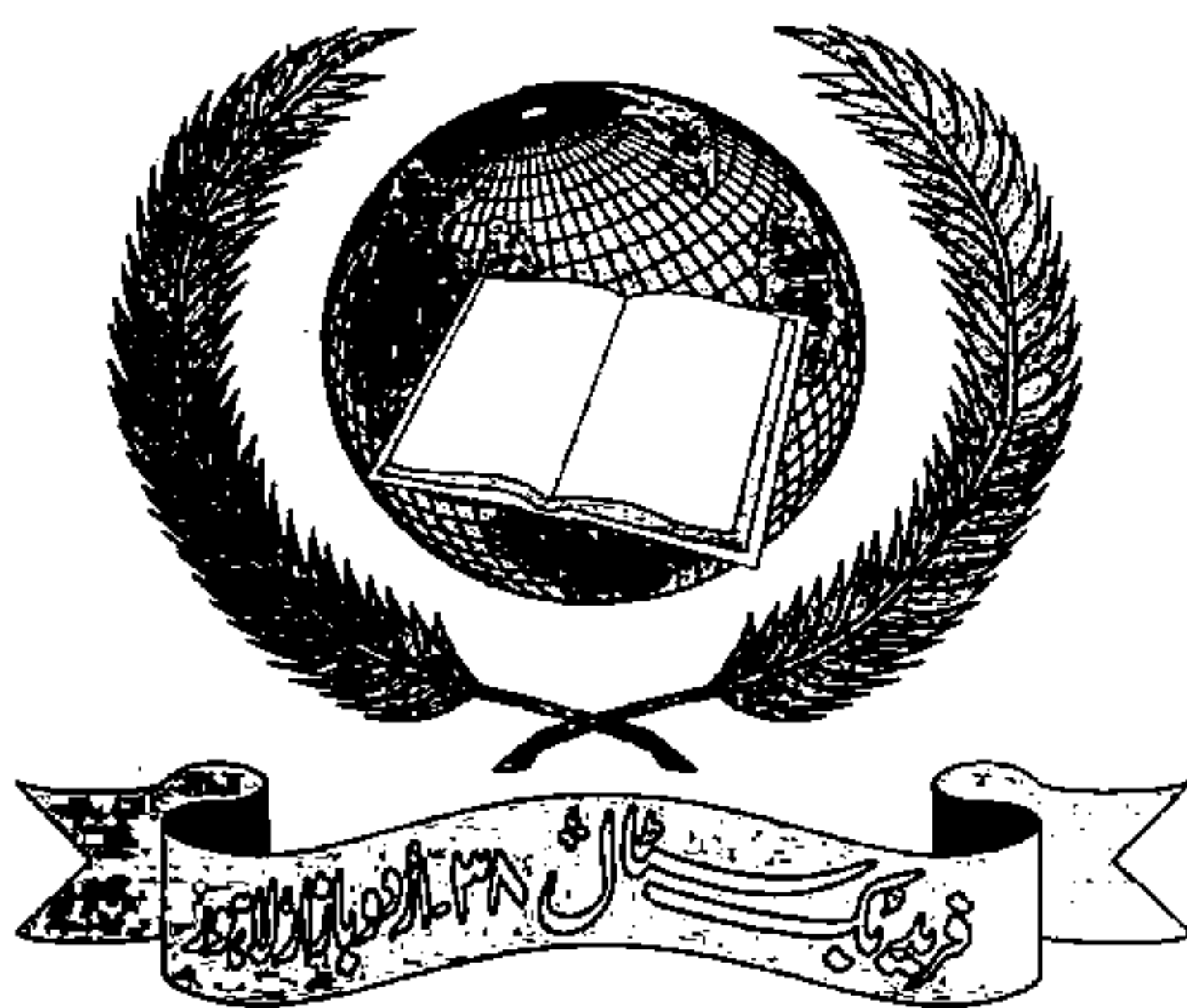
Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔



الطبع الاول : شتعبان 1429ھ / اگست 2008ء
الطبع السادس : شتعبان 1434ھ / جون 2013ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد محمد اشتیاق
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت :- 710 روپے

Farid Book Stall

Phone No: 092-42-37312173-37123435

Fax No. 092-42-37224899

Email: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۳۱۲۱۷۳۔۳۷۱۲۳۴۳۵

فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۲۲۴۸۹۹

ای۔میل : info@faridbookstall.com

ایبیمائٹ : www.faridbookstall.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد دوم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	خطبة الكتاب	51	11	پانچ نمازوں کی فرضیت اور اس سے پہلے کتنی نمازیں فرض تھیں	59
	۸ - کتاب الصلوٰۃ	53			
	باب: ۱		12	تمام نبیوں میں سے صرف حضرت موسیٰ نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی اس کی وجہ	60
1	شب معراج میں نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت	53	13	انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہیں پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟	60
2	اس کی توجیہ کہ آپ نے حضرت ام ہانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا اور اس کی حکمت کہ فرشتے دروازہ سے آنے کے بجائے چھت میں شکاف کر کے آئے	56	14	ہمارے نبی ﷺ نے آسمانوں پر جن نبیوں سے ملاقات کی ان کی وجہ ترجیح	60
3	شق صدر کی تعداد اور اس کی حکمت	57	15	رات کے وقت میں معراج کرانے کی وجوہ	61
4	سونے کے طشت کی توجیہ اور حکمت کا معنی	57	16	آپ کو معراج کرانے کی حکمت	62
5	”نسم“ کا معنی اور اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے پھر حضرت آدم نے اپنی بائیں جانب کفار کی روحوں کو کیسے دیکھا؟	57	17	سدرۃ کو مختلف رنگوں کا ڈھانپنا	62
6	ایک روایت میں ہے: حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر تھے دوسری روایت میں ہے: وہ ساتویں آسمان پر تھے اس تعارض کا جواب	58	18	نبی ﷺ کی روح کا سب سے زیادہ قوی ہونا	62
7	ابن شہاب ابن حزم اور ابوجہ کا تعارف	58	19	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	63
8	”المستوی“ اور ”صریف الاقدام“ کا معنی	58	20	علامہ ابن بطلال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے وتر کو فرض کہہ کر چھ فرائض بنا دیئے	64
9	نمازوں میں تخفیف کی تفصیل	58	21	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطلال کے اعتراض کا جواب	64
10	”السدرۃ المنتہی“ کا معنی	59	22	حافظ ابن حجر شافعی کا سفر میں نماز کے قصر کے وجوب اور عزیمت کی نفی کرنا	65
			23	سفر میں وجوب قصر پر مصنف کے پیش کردہ دلائل اور حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات	66

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
24	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	68	81	رکھنا اور حکام کے پاس رات کو جانا	81
	باب: ۲			باب: ۷	
25	کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا وجوب	68	83	جسہ شامیہ پہن کر نماز پڑھنا	42
26	شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء	68	83	کفار کے بنے ہوئے کپڑوں میں مذاہب ائمہ	43
	باب: ۳			باب: ۸	
27	نماز میں گڈی پر تہبند میں گرہ لگانا	73	84	نماز میں برہنہ ہونے کی کراہت	44
28	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	73		تعمیر کعبہ اور آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تاریخ	45
29	حدیث مذکور کے مسائل	74	85	مصنف کے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تحقیق	46
	باب: ۴			اجنبی لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت کے متعلق احادیث	47
30	ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا	74	87	شرم گاہ کو چھپانے میں فقہاء کی تصریحات	48
31	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	75	88	باب: ۹	77
32	صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق	75		قیص 'شلوار' جانگہ اور شیروانی میں نماز پڑھنے کا بیان	49
33	بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے کی توجیہ اور حضرت ام حانی کا تعارف		88	باب: ۱۰	78
34	فلان بن ہبیرہ کے مصداق کا تعین	77		جس شرم گاہ کو چھپایا جائے	50
35	حدیث مذکور کے دیگر مسائل	78	89	صمنا اور احتباء کا معنی	51
36	ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کا جواز اور ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا استحباب		90	بیع لباس کا معنی	52
	باب: ۵		90	"بیع النباذ" اور "منابذہ" کا معنی	53
37	جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کے سروں کو اپنے کندھوں پر ڈال لے		91	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	54
38	تہبند کے سروں کو کندھوں پر ڈال کر باندھنے کے حکم کی وجہ			حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کس سال میں حج کا امیر بنایا گیا تھا؟	55
	باب: ۶		91	اعلان براءت کا قرآن مجید میں ذکر	56
39	جب کپڑا تنگ ہو	80		حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلان براءت کے لیے بھیجنے کی حکمت	57
40	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	81	92	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	58
41	حدیث: ۳۶۱ کے حدیث: ۳۵۹ سے تعارض کا جواب نماز میں کسی کا ستر دیکھنے سے خود کو محفوظ		93		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
59	بغیر چادر کے نماز پڑھنا	93	76	باب: ۱۱	101
60	ران کے متعلق جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں	93	77	باب: ۱۲	102
61	تعلیقات مذکورہ ذیل سے امام بخاری کا یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ ہے	94	78	عورتوں کو نہ پہچاننے کا سبب	102
62	تعلیقات مذکورہ ذیل سے یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے	94	79	نماز میں عورت کے ضروری کپڑوں میں مذاہب فقہاء	102
63	جب ران شرم گاہ نہیں ہے تو پھر حضرت جبرہ کی حدیث میں اس کو شرم گاہ کہنے کی توجیہ	95	80	فجر کے مستحب وقت میں مذاہب فقہاء	103
64	تعلیق مذکور کو امام بخاری کا بے مقصد وارد کرنا	95	81	باب: ۱۴	103
65	علامہ اسماعیلی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب	96	82	جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی جس میں نقش و نگار تھے اور ان نقوش پر نظر ڈالی	103
66	حافظ ابن حجر کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	96	83	”خمبصۃ“ اور ”انبجانیۃ“ کا معنی اور حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	104
67	خیبر کا معنی اور اس کا محل وقوع	98	84	نماز میں کسی چیز کی طرف معمولی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں فساد کی موجب نہیں تاہم اس سے اعراض کرنا افضل ہے	104
68	حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	98	85	نقش و نگار والے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز تاہم اس کا خلاف اولیٰ ہونا	105
69	آیا آپ نے اپنی ران سے تہبند قصداً ہٹایا تھا یا سہواً؟	98	86	باب: ۱۵	106
70	درج ذیل جملہ آیا آپ کی دعا تھی یا نیک شگون؟	98	87	صلیب یا تصویر والے کپڑے پہن کر آیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی ممانعت میں احادیث	106
71	اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت وحیہ کو باندی کیسے عطا کی؟	99	88	”قوام“ کا معنی	106
72	حضرت صفیہ بنت خنی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	99	89	تصویر کے متعلق مذاہب فقہاء	106
73	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے حضرت وحیہ کو حضرت صفیہ بہہ کر کے واپس لے لیں حالانکہ کسی کو کوئی چیز بہہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے	99	90	باب: ۱۶	108
74	دوران جنگ نعرۂ تکبیر لگانا اور حضرت صفیہ کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینے کی تحقیق	100	91	جس نے ریشم کی اچکن میں نماز پڑھی پھر اس کو اتار دیا	109
75	رسول اللہ ﷺ کے ولیمہ کی خصوصیت	101	92	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	109
			93	نبی ﷺ کو ریشم کی اچکن کا ہدیہ کس نے دیا تھا؟	109
			94	متقین کا معنی	109

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
91	ریشم کی ممانعت کے متعلق احادیث	109	108	ایلاء کا لغوی اور شرعی معنی	118
	باب: ۱۷			باب: ۱۹	
92	سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا	110	109	جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر پڑ جائے	118
93	حافظ ابن حجر عسقلانی کا فقہاء احناف پر اعتراض			باب: ۲۰	
	کہ وہ سنت سے ثابت سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتے ہیں			چٹائی پر نماز پڑھنا	118
94	حافظ عینی کا حافظ ابن حجر کے اعتراض کو رد کرنا	110	110	کشتی میں نماز پڑھنے کی تحقیق	119
95	فقہاء احناف کا سرخ رنگ کے لباس پہننے کو مستحب قرار دینا	110	110	کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	119
96	سرخ لباس پہننے کے متعلق دیگر احادیث	111	111	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کی تحقیق	120
97	سرخ لباس پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	112	112	حدیث مذکور کے رجال	121
	باب: ۱۸			حدیث مذکور سے مستنبط مسائل	121
98	چھت، منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا	112	116	باب: ۲۱	
99	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	114	117	مصنئی (جانماز) پر نماز پڑھنا	121
100	”اثل الغایۃ“ کا معنی اور منبر بنانے والے کا نام	114	118	باب: ۲۲	
101	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	114	119	بستر پر نماز پڑھنا	122
102	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	115	120	عورت کتے اور گدھے کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز کے ٹوٹ جانے کی حدیث کی تحقیق	123
103	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	115	121	سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز کی تحقیق	123
104	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء احناف کا نظریہ	116	122	عورت کے جسم کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس پر فقہاء احناف کا استدلال اور اس پر حافظ ابن حجر کا رد کرنا	124
105	نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز اور دیگر مسائل	116	123	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کے جواب کو رد کرنا	124
106	اگر کسی عذر کی وجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں	117	123	باب: ۲۳	
107	چھت اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل	118	125	شدید گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا	125
				باب: ۲۴	
				جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا	126

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
124	جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث	126	141	جو شخص توحید و رسالت کا اقرار نہ کرے اور قرآن	134
125	امام غزالی اور حافظ یحییٰ کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے	127	142	جو شخص توحید و رسالت کا معتقد ہو لیکن کسی کفریہ عقیدہ کا حامل ہو یا تو بہین رسالت کا مرتکب ہو وہ بھی کافر ہے	134
126	حافظ ابن حجر کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے بجائے جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے	127	143	اکابر علماء دیوبند کا اہل سنت و جماعت کے علماء اور عوام پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے	134
127	جوتوں پر لگی ہوئی نجاست کے ازالہ میں مذاہب ائمہ	128	144	جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر و ضبط سے کام لیا جائے مولانا سلیم اللہ	135
128	ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے	128	145	لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول ہیں نہ کہ باطن پر	136
129	موزے پہن کر نماز پڑھنا	128	146	اہل مکہ پر نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور دیگر شہروالوں پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے	136
130	باب: ۲۵		129	باب: ۲۹	
131	جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے	130	130	اہل مدینہ اہل شام اور مشرق کا قبلہ اور مشرق اور مغرب میں کوئی قبلہ نہیں ہے	137
132	حدیث مذکور کے رجال	130	148	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف مطلقاً منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا ثبوت	138
133	رکوع اور سجود کو طہانیت کے ساتھ ادا کرنے میں مذاہب ائمہ	130	149	باب: ۳۰	
134	تعدیل ارکان کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہونا	130	150	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”مقام ابراہیم کو مصلیٰ بناؤ“ (البقرہ: ۱۲۵)	138
135	باب: ۲۶		151	مقام ابراہیم کا مصداق اور اس کی جگہ کا تعین	138
136	بغلون کو ظاہر کرے اور بازوؤں کو سجدہ میں پہلوؤں سے دور رکھے	131	152	عمرہ میں سعی کا واجب ہونا	139
137	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	131	153	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	140
138	ابن کے الف لکھنے اور نہ لکھنے کا قاعدہ	132	154	حطیم کعبہ میں نماز پڑھنا کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے	140
139	عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ کا فرق	132	154	دو متعارض حدیثوں میں تطبیق	140
140	باب: ۲۸				
138	قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت	132			
139	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	133			
140	”خفرا“ کا معنی	133			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
155	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	141	150	کی تعداد	150
	باب: ۳۱			غیرت کا معنی اور جواز و اج غیرت میں اکٹھی ہوئی	172
156	قبلہ کی طرف توجہ کی جائے انسان جہاں کہیں بھی ہو	142	151	تھیں ان کا بیان	151
157	بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل کا باعث اور محرک	143		اس اعتراض کا جواب کہ بخاری اور مسلم کی ان دو حدیثوں میں تعارض ہے	173
158	حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل	143	152	اس اعتراض کا جواب کہ ازواج مطہرات نے مغایر کی بوکا کہہ کر نبی ﷺ سے جھوٹ بولا	174
159	فرض نماز کو سواری پر پڑھنے کے اعذار	144		دوسرے نبیوں کی شریعت پر عمل کرنا نبی ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہے پھر حضرت عمر نے مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کی درخواست کیوں کی؟	175
160	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا اعذار مذکورہ سے بڑا اعذار ہے	144	153	ازواج مطہرات کے حجاب کی تحقیق	176
161	الحجیہ کی اصل عبارت	145	154	رسول اللہ ﷺ کی ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں پھر کیسے فرمایا: اللہ ان کے بدلہ میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا؟	177
162	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	146		حدیث مذکور کا حدیث: ۳۹۹ سے ایک تعارض کا جواب اور دیگر مسائل	178
163	آپ کا ہماری مثل بشریت میں حصر کس اعتبار سے ہے اور آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں	146	155	باب: ۳۲	157
164	آپ کے بھولنے اور ہمارے بھولنے کا فرق	146		باب: ۳۳	
165	امور تبلیغیہ میں آپ کا بھولنا ممکن نہیں اور احکام کے منسوخ ہونے کا ثبوت	147	158	بلغم کو مسجد سے ہاتھ کے ساتھ کھرچنا	179
	باب: ۳۲		158	قبلہ کا احترام کرنا اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل	180
166	قبلہ کے متعلق احادیث اور جس کا یہ نظریہ ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے	147		نبی ﷺ کی تواضع اور انکسار اور اپنے ہاتھوں سے دیوار قبلہ کو صاف کرنا	181
167	سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	147	159	باب: ۳۴	
168	نماز میں نبی ﷺ کی خصوصیات	148		باب: ۳۵	
169	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	149	160	کنکری کے ساتھ مسجد سے ریخت کو کھرچ کر صاف کرنا	182
170	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر نے یہ کیوں کہا کہ میں نے اپنے رب کی موافقت کی جب کہ ان کی موافقت میں آیات نازل نازل ہوئیں	149	161	باب: ۳۶	
171	حضرت عمر کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات	149		اپنی بائیں جانب تھو کے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے	183
			162	باب: ۳۶	184

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
185	باب: ۳۷ مسجد میں تھوکنے کا کفارہ	162	201	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	170
186	باب: ۳۸ مسجد میں بلغم کو دفن کرنا	163	202	باب: ۴۲ تقسیم کرنا اور مسجد میں خوشوں کا لٹکانا	171
187	باب: ۳۹ جب بے اختیار بلغم نکل آئے تو اس کو کپڑے کے پتوں میں رکھ لے	163	203	نبی ﷺ کی بے نفسی، مال کی تقسیم میں اصول پرستی اور اقرباء کی رعایت نہ کرنا	172
188	باب: ۴۰ مسجد کی حفاظت کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل	164	204	بحرین کا جغرافیائی محل وقوع	173
189	باب: ۴۱ امام کا لوگوں کو نماز پوری کرنے کی نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر کرنا	164	205	بحرین سے آئے ہوئے مال کی مقدار	173
190	باب: ۴۲ دیکھنے اور دکھائی دینے میں اہل سنت کا موقف اور نبی ﷺ کے پس پشت دیکھنے کی کیفیت	164	206	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	173
191	باب: ۴۳ سربراہ قوم کو چاہیے کہ وہ قوم کی عبادات کی نگرانی کرے اور ان کی خطاؤں پر متنبہ کرے	165	207	باب: ۴۳ جس نے کسی شخص کو مسجد میں کھانے کے لیے بلایا اور جس نے اس کو قبول کیا	174
192	باب: ۴۴ حدیث مذکور کے رجال	166	208	کن صورتوں میں دعوت کو قبول کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں عذر پیش کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں دعوت کو مسترد کرنا چاہیے	175
193	باب: ۴۵ آیا یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی مسجد ہے؟	166	209	باب: ۴۴ مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد میں فیصلہ کرنا اور لعان کرنا	175
194	باب: ۴۶ گھوڑ دوڑ وغیرہ میں ہارجیت کی شرط کے بغیر مقابلہ کرنے کا جواز	166	210	لعنت کا معنی اور اس کی قسمیں	175
195	باب: ۴۷ تیر اندازی وغیرہ کے مقابلہ میں مذاہب فقہاء ایک جانب اور دونوں جانبوں سے شرط کا حکم اور محلل کا بیان	167	211	لعان کا معنی	175
196	باب: ۴۸ محلل کے متعلق حدیث	167	212	حدیث مذکور میں سوال کرنے والے کا نام	177
197	باب: ۴۹ محلل کا شرعی معنی	168	213	لعان کے حکم کے نزول کی تفصیل	177
198	باب: ۵۰ اضمار شدہ گھوڑے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی	168	214	ایک مجلس میں تین طلاقیں کے وقوع کی دلیل اور مخالفین کے اعتراض کے جوابات	177
199	باب: ۵۱ ”الحفیاء“ اور ”ثنیۃ الوداع“ کا معنی	168	215	حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں	178
200	باب: ۵۲ ثنیۃ الوداع کی خصوصی تحقیق	168	216	باب: ۵۵ جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہو تو جہاں چاہے نماز پڑھے یا جہاں اسے حکم دیا جائے اور وہ تجسس نہ کرے	178

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
217	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	179		باب: ۴۸	
218	نبی ﷺ کا اپنی امت پر کرم فرمانا، مسجد بیت اور گھر میں نوافل کی جماعت	179	230	کیا زمانہ جاہلیت کی قبروں کو کھودا جائے اور ان کی جگہ مسجدیں بنادی جائیں؟	187
	باب: ۴۶		231	قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	188
219	گھروں میں مساجد	179	232	حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ کا تذکرہ	189
220	نبی ﷺ کا لوگوں کے دلوں میں ایمان اور نفاق پر مطلع ہونا اور اخلاص سے لا الہ الا اللہ پڑھنے والے پر دوزخ کا حرام ہونا	181	233	حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کا تذکرہ	189
221	ناہینا کو امام بنانے کا جواز اور عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنے کا جواز	181	234	نبیوں کی قبروں کی عبادت کی ابتداء کیسے ہوئی اور کسی ممنوع کام کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کرنا	189
222	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عثمان نے اپنے گھر میں نبی ﷺ سے نماز پڑھوائی، حالانکہ مہمان سے نماز پڑھوانے کی ممانعت ہے		235	قبروں کی عبادت اور ان پر مجسمے رکھنے کی ممانعت اور صالحین کی قبروں کے قرب اور جوار میں مسجد بنانے کا جواز	190
			236	مدینہ منورہ آنے کی تاریخ	192
223	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	182	237	نبی ﷺ کا بنو النجار سے باغ خریدنا	192
224	شیخ عبدالعزیز بن باز کا صالحین کو حصول تبرک کے لیے بلانے کو سبب شرک قرار دینا اور مصنف کا اس پر رد	182	238	ضرورت کی بناء پر مشرکین کی قبروں کو کھودنے کا جواز	192
			239	نبی ﷺ کا رجز پڑھنا، آپ سے تعلیم شعر کی نفی کے خلاف نہیں ہے	192
225	حضرت عمر کا حضرت عباس کے توسل سے دعا کرنا، شیخ ابن باز کے خلاف حجت ہے	183	240	سماع پر علامہ قرطبی کا تبصرہ	193
226	شیخ عبدالعزیز بن باز کا علماء سے استفادہ اور حصول برکت کو شرک کا سبب قرار دینا اور مصنف کا اس پر رد	184	241	شیخ عبدالعزیز بن باز کا اولیاء اللہ کے مولد کے نزدیک مسجد بنانے پر اعتراض اور مصنف کے جوابات	193
				باب: ۴۹	
227	شرک کی تعریف	185	242	بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا	194
228	نبی ﷺ کے غیر میں احادیث صحیحہ سے برکت کا ثبوت اور ان سے برکت کا حصول	185		باب: ۵۰	
			243	اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا	194
229	مسجد وغیرہ میں دخول کے لیے دائیں طرف سے داخل ہونا	185	244	حدیث مذکور کے رجال	195
			245	سواری کو سترہ بنانے کا جواز	195
				باب: ۵۱	
			246	جس نے تور یا آگ یا کسی ایسی چیز کے سامنے نماز	187

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
247	”کسوف، خسوف“ اور ”افطع“ کا معنی	196	262	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ انہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا؟	203
248	سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنے کا استحباب جنت اور دوزخ کا مخلوق ہونا نبی ﷺ کا زمین سے دوزخ کو دیکھنا اور دیگر مسائل	196	263	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے عیسائیوں پر بھی قبر پرستی کی وجہ سے لعنت کی ہے حالانکہ اس وقت حضرت عیسیٰ آسمان پر تھے اور ان کی قبر نہیں تھی	204
249	باب: ۵۲		264	قبروں پر تعمیر کرنے، چونا پھیرنے اور لکھنے کی ممانعت کی توجیہ اور صالحین کی قبروں پر گنبد بنانے کا جواز	205
250	حدیث مذکور کا باب کے مطابق نہ ہونا	197	265	باب: ۵۶	
251	قبرستان میں نماز کی ممانعت کے متعلق احادیث	197	266	باب: ۵۷	
252	باب: ۵۳		267	مذکور کے رجال کا تعارف	207
253	جس جگہ دھنسا یا گیا ہو اور عذاب کی جگہ نماز پڑھنا	198	268	”وشاح سعید“ حدیث ”خباء“ حفش ” اور ”اعاجیب“ کے معانی	208
254	بائیل کا معنی اور سترہ جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت	198	269	جس کا کوئی مسکن نہ ہو اس کے لیے مسجد میں قیام کا جواز اور تذلیل اور دینی آزمائش کے موقع پر ہجرت کرنے کا لزوم	208
255	عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت	199	270	باب: ۵۸	
256	وادئ شمود میں رو کر گزرنے کی توجیہ اور غیر مقلدین کے نظریہ کا باطل ہونا	199	271	مردوں کا مسجد میں سونا	208
257	”الحجر“ کا مصداق	200	272	مسجد میں سونے کے متعلق مذاہب فقہاء	209
258	وادئ شمود اور وادئ محسر سے جلدی جلدی گزرنے کی توجیہ	200	273	مسجد میں سونے کے متعلق مصنف کا موقف	210
259	باب: ۵۴		274	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	210
260	گر بے میں نماز پڑھنے کا حکم	201	275	حضرت علی کو حضرت فاطمہ کا عم زاد کہنے کی توجیہ	211
261	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے سورج گہن کی نماز پڑھی حالانکہ آپ کے سامنے آگ تھی اور آگ کی پرستش کی جاتی ہے	202		کنیت کا معنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت	
262	گر بے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	202		ستر اصحاب صفہ کی تعیین اور ”رداء الزار“ اور	
263	فقہاء احناف کے نزدیک گر بے میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم	202			
264	باب: ۵۵				

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	”کساء“ کا معنی	211	293	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے لشکر نے قتل کیا تھا تو پھر وہ دوزخ کی طرف بلانے والے قرار پائے	222
276	سفر سے آنے کے بعد نماز پڑھنا	212		علامہ ابن بطلال اور المہلب کے جواب پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ	222
277	باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت	212	294	حضرت عمار کے قاتلین پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کے اطلاق پر مصنف کی توجیہ	223
	باب: ۶۰			حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث	224
278	جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو (بیٹھنے سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھے	213	295	حضرت علی کے قصاص عثمان نہ لینے کی وجہ	225
279	جمہور فقہاء کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا استحباب	213	296	حضرت معاویہ کے باغی نہ ہونے پر مزید دلائل	225
280	غیر مقلدین کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا وجوب	213	297	باب: ۶۱	
281	غیر مقلدین کے دلائل کا ابطال	213	298	مسجد میں وضوء توڑنا	282
	باب: ۶۱			نماز کے بعد مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کی فضیلت اور مسجد میں وضوء توڑنے کا مکروہ ہونا	283
282	مسجد میں وضوء توڑنا	214	299	مسجد میں بغیر وضوء کے بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف	284
283	نماز کے بعد مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کی فضیلت اور مسجد میں وضوء توڑنے کا مکروہ ہونا	214	300	علامہ ابن بطلال اور علامہ عینی کی شرحوں میں محاکمہ	285
284	مسجد میں بغیر وضوء کے بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف	215	301	باب: ۶۲	
285	علامہ ابن بطلال اور علامہ عینی کی شرحوں میں محاکمہ	215	302	مسجد کو بنانا	286
	باب: ۶۲			حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	287
286	مسجد کو بنانا	216	303	سلف صالحین کے نزدیک مسجد کی تزیین کا مکروہ ہونا	288
287	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	218	304	مسجد کی تزیین کی ابتداء اور فقہاء احناف کے نزدیک مسجد کی تزیین کی گنجائش	289
288	سلف صالحین کے نزدیک مسجد کی تزیین کا مکروہ ہونا	218	305	باب: ۶۳	
289	مسجد کی تزیین کی ابتداء اور فقہاء احناف کے نزدیک مسجد کی تزیین کی گنجائش	219	306	مسجد کی تعمیر میں تعاون	290
	باب: ۶۳			حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	291
290	مسجد کی تعمیر میں تعاون	219	307	حضرت عمار کے جن قاتلین کا حدیث میں ذکر ہے وہ خوارج تھے اور اس حدیث کے دیگر مسائل اور فوائد	292
291	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	220	308		
292	حضرت عمار کے جن قاتلین کا حدیث میں ذکر ہے وہ خوارج تھے اور اس حدیث کے دیگر مسائل اور فوائد	221			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
309	باب: ۶۶ جب کوئی شخص مسجد سے گزرے تو تیر کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے	230	326	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	238
310	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ عینی سے	231	327	مسجد میں جنگی مشقوں کی توجیہ	238
311	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ ابن بطلال سے	231	328	اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا قرآن اور حدیث کے خلاف ہے	239
312	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ عسقلانی سے	231	329	باب: ۷۰ مسجد کے منبر پر خرید و فروخت کا ذکر کرنا	240
313	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	232	330	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	241
314	باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	232	331	زر کتابت یا بدل کتابت کا معنی	241
315	مسلمانوں کا تھوڑا سا بھی ناحق خون بہانا نبی ﷺ پر دشوار ہے	232	332	ولاء کا معنی	242
316	مسلمانوں کا مسجدوں میں فائرنگ اور بم دھماکے کرنا دنیا میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہے	233	333	سنت پر کتاب اللہ کا اطلاق	242
317	باب: ۶۷ مسجد میں گزرنا	233	334	مسجد میں خرید و فروخت کا ناجائز ہونا	242
318	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	234	335	اپنے غلام یا باندی کو مکاتب کرنے کا ثبوت	242
319	باب: ۶۸ مسجد میں شعر پڑھنا	234	336	جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کے لیے خیالِ عتق کا ثبوت	243
320	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	234	337	اس کی تحقیق کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو اس وقت ان کے شوہر مغیث آزاد تھے یا غلام؟	243
321	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت	234	338	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	244
322	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	235	339	باب: ۷۱ مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا	245
323	مسجد میں جن اشعار کا پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار کا پڑھنا جائز نہیں ہے	236	340	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	246
324	کسی قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے اور کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز نہیں ہے	236	341	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت	246
325	باب: ۶۹ مسجد میں جنگی مشق کرنے والے اصحاب	237	342	مسجد میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا دو فریقوں میں صلح کرانا تنگ دست کی ادائیگی میں تخفیف کرنا اور دیگر مسائل	246
			343	حافظ ابن حجر کے تتبع سے مزید فوائد	247
			236	باب: ۷۲ مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑوں کی دھجیاں	247
			237	تنگے اور لکڑیاں چننا	247

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
345	حدیث مذکور کے رجال	248	362	صوبہ نجد کا محل وقوع	256
346	مسجد کی صفائی کرنا، صالحین کی خدمت کرنا اور		363	اسلام قبول کرنے والے کے غسل کرنے میں	
	قبرستان میں نماز پڑھنا	248		مذاہب فقہاء	257
347	دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب فقہاء	248	364	کفار اور اہل کتاب کے مسجد میں داخل ہونے کے	
348	غائبانہ نماز جنازہ کا عدم جواز	249		متعلق مذاہب فقہاء	258
	باب: ۷۳		365	نبی ﷺ کا نور نبوت سے یہ جان لینا کہ ثمامہ	
349	مسجد میں خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا	250		اسلام لے آئیں گے اس لیے آپ نے اس کو	
350	حدیث مذکور کے رجال	250		کھولنے کا حکم دیا	259
351	مسجد میں سود کی آیات پڑھنے کے بعد خمر کی تجارت		366	علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور علامہ ابن جوزی کی	
-	کی تحریم بیان کرنے کی توجیہ	250		شرحوں پر اعتراض	259
352	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	251	367	مصنف کا علامہ ابن جوزی اور علامہ کرمانی کی	
	باب: ۷۴			طرف سے جواب اور تینوں شروح میں محاکمہ	260
353	مسجد کے خادمین	251	368	علامہ ابن جوزی کی تائید میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم	
	باب: ۷۵			کی مفصل روایت	261
354	قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا	252		باب: ۷۷	
355	حدیث مذکور کے رجال	252	369	بیماروں اور دوسروں کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا	262
356	”عفویت“ اور ”جن“ کا معنی	252	370	حدیث مذکور کے رجال	262
357	آیا انسان جنات کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟	253	371	مسجد سے نجاست کے زائل کرنے پر علامہ ابن	
358	مقروض وغیرہ کو ستون سے باندھنا ہمارے نبی			بطل کا انکار اور مصنف کا ان پر رد	262
	ﷺ کی جنات پر تصرف کی قدرت اور حضرت			باب: ۷۸	
	سلیمان علیہ السلام کی دعا کی رعایت	253	372	کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا	263
359	جنات کا سانپوں کی شکل میں متشکل ہونا	254	373	حدیث مذکور کے رجال	264
360	جنات کے دوسری شکلوں میں متشکل ہونے کی		374	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر	
	قدرت پر بعض علماء کا اختلاف اور ان کی رائے کا			امام مالک کے دلائل اور دیگر فوائد حدیث	264
	بے وزن ہونا	255	375	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر	
	باب: ۷۶			امام احمد کے دلائل اور دیگر مسائل	264
361	جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے نیز قیدی		376	سواری پر بیٹھ کر طواف کرنے کے متعلق مذاہب	
	کو مسجد میں باندھنا	256		فقہاء	265

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
377	باب مذکور کی حدیث کی توجیہ	265	273	رکھنے کے متعلق وارد حدیثوں میں تطبیق	
378	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر			باب: ۸۱	
	امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے مصنف کی		275	کعبہ اور مساجد کے دروازے اور ان میں قفل لگانا	393
	طرف سے جوابات		276	حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ	394
	باب: ۷۹			مسجد کے دروازوں کا ثبوت اور حضرت عثمان بن	395
379	حدیث مذکور کی احادیث سابقہ کے ساتھ بعید			ابی طلحہ حضرت بلال اور حضرت اسامہ کو کعبہ کے	
	مناسبت ہے		276	اندر لے جانے کی تخصیص کی توجیہ	267
380	حضرت اسید بن حضیر اور غباد بن بشر کی کرامت اور			باب: ۸۲	
	اس کے صدور کی توجیہ		276	مشرک کا مسجد میں دخول	396
381	اولیاء اللہ کو نور عطا کیے جانے کی دیگر احادیث اور			باب: ۸۳	
	روایات		277	مساجد میں آواز بلند کرنا	397
382	خرق عادت کی چھ قسمیں		277	حدیث مذکور کے رجال	398
	باب: ۸۰			مسجد میں آواز بلند کرنے والوں کو حضرت عمر کے	399
383	مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کی جگہ		277	سزا نہ دینے کی توجیہ	269
384	حدیث مذکور کے رجال		278	مسجد میں آواز بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	400
385	تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے			حاکم کو یہ اختیار ہے کہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے	401
	زیادہ فہم و فراست والے تھے		278	اجتہاد سے سزا دے	270
386	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ			باب: ۸۴	
	ﷺ پر احسان کا معنی		279	مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا	402
387	"خلیل" کے متعدد معانی			اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں حلقہ بنانے کی	403
388	حضرت ابوبکر کی خصوصی تکریم		280	ممانعت ہے	271
389	حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند			رات اور دن کے نوافل کی رکعات میں مذاہب	404
	کرنے کی حدیث اور اس کی سند پر بحث و نظر		280	فقہاء	271
390	حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند			رات اور دن کے نوافل میں امت پر آسانی ہے	405
	کرنے کے متعلق دیگر احادیث			چار چار رکعات کا بھی ثبوت ہے اور دو دو رکعات کا	272
391	حضرت علی کے دروازہ کو باقی رکھنے کی احادیث کی		280	بھی	
	تقویت		281	رسول اللہ ﷺ سے تین رکعت وتر کا ثبوت	406
392	حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے دروازوں کو باقی		282	صحابہ کرام سے تین رکعت وتر کا ثبوت	407

صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان
295	425	انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے میں اختلاف فقہاء	283	408	فقہاء تابعین سے تین رکعت وتر کا ثبوت
	426	مسجد کو جاتے وقت اور مسجد میں تشبیک کی ممانعت		409	وتر کی نماز کی مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت پر
296		میں احادیث اور آثار	283		ایک اعتراض کا جواب
	427	تشبیک کی مختلف اور متعارض احادیث میں تطبیق کی	283	410	ایک رکعت نماز وتر پڑھنے کی ممانعت
297		توجیہات			باب: ۸۵
297	428	تشبیک کی ممانعت کے اسباب	285	411	مسجد میں لیٹنا اور ٹانگ پھیلاتا
298	429	حدیث مذکور کے رجال		412	اس اعتراض کا جواب کہ بعض احادیث میں چپٹ
	430	تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں لہذا ایک فرد کو	285		لیٹنے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کی ممانعت ہے
		دوسرے فرد کی ایک شہر کو دوسرے شہر کی اور ایک ملک کو		413	اوندھے منہ لیٹ کر سونے کی ممانعت اور لیٹنے اور
298		دوسرے ملک کی مدد کرنی چاہیے	286		سونے کی چار اقسام
299	431	حدیث مذکور کے رجال			باب: ۸۶
300	432	”العشی“ کا معنی اور اس قصہ میں نماز کی تعمین	287	414	لوگوں کے ضرر کے بغیر راستے میں مسجد کا ہونا
300	433	حضرت ذوالیدین کا تذکرہ	288	415	بغیر ضرر کے راستہ میں مسجد بنانے کی دلیل
	434	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ			باب: ۸۷
		نماز میں تقصیر کی گئی ہے اس کلام کے صادق ہونے	289	416	بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا
300		پر ایک اشکال کا جواب		417	علامہ کرمانی، علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی
301	435	رسول اللہ ﷺ کے مجدد ہائے سہو کرنے کی توجیہات			شروح پر علامہ عینی کے اعتراضات اور مصنف کے
		باب: ۸۹	289		جوابات
	436	وہ مساجد جو مدینہ منورہ کے راستہ پر ہیں اور وہ جگہیں	291	418	چاروں شرحوں کے درمیان مصنف کا محاکمہ
302		جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی		419	جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت اور
303	437	حدیث مذکور کے رجال			ستائیس درجہ فضیلت کی احادیث میں تطبیق کی
	438	شرف الروحاء کی تعمین اور اس وادی کی فضیلت	292		توجیہات
303		میں احادیث			باب: ۸۸
	439	حدیث مذکور سے حافظ ابن حجر کا آثار صالحین سے	294	420	مسجد وغیرہ میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا
		برکت حاصل کرنے پر استدلال اور جس جگہ نبی	294	421	حدیث: ۴۸۰-۴۷۸ کے رجال کا تعارف
		ﷺ نے نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز پڑھنے کا	295	422	حدیث مذکور کا مکمل متن
303		استحباب	295	423	”حشالہ“ کا معنی
	440	شیخ عبدالعزیز بن باز کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد	295	424	”مرجعت عہودہم“ کا معنی

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
313	حصول برکت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	315	304	کرنا اور جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہے اس کے تلاش کرنے کو اور وہاں نماز پڑھنے کو غیر مشروع اور ذریعہ شرک بنانا	441
315	ابواب سترة المصلی	316	304	مصنف کی طرف سے شیخ عبدالعزیز بن باز کی عبارت کا محاسبہ اور اس کی تردید	442
316	باب: ۹۰	316	305	مساجد کے احاطہ میں صالحین کے مزار بنانے پر شیخ محمد تقی عثمانی کی شہادت	443
315	امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا سترہ ہے	316	306	صالحین کے قرب میں مسجد بنانے پر سید احمد رضا بجنوری کی شہادت	444
316	حدیث مذکور کے رجال	317	308	نبی ﷺ کی نماز کی جگہوں اور آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر شیخ گنگوہی اور شیخ کاندھلوی کی شہادت	445
316	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی وجوہ	317	308	شیخ کشمیری کا حضرت ابن عمر کے عمل کو مستحسن قرار دینا	446
316	سترہ کے متعلق دیگر احادیث اور سترہ کی تحقیق	317	309	”ذوالحلیفہ“ ”سمرة“ ”بطحاء“ ”شفیر“ ”اکمہ“ ”خلیج“ اور ”کعب“ کے معانی	447
317	امام کا سترہ مقتدیوں کا بھی سترہ ہے اس کے متعلق صریح احادیث اور آثار	318	310	”حیث“ اور ”جنب“ کا معنی ”شرف الروحاء“ کا محل وقوع ”یعلم“ اور ”حافة الطريق“ کا معنی	448
317	سترہ کے فوائد اور سترہ میں مذاہب فقہاء	319	310	”العرق“ اور ”منصرف الروحاء“ کا معنی	449
318	سترہ کی مقدار اور کن چیزوں کو سترہ بنانا جائز ہے اور کن چیزوں کو سترہ بنانا ممنوع ہے؟	320	311	”سرحہ“ ”الرویثہ“ ”وجاہ“ اور ”بطح“ کا معنی	450
319	عورت کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز منقطع ہونے کے متعلق احادیث	320	312	”تلعة“ ”العرج“ ”هضبة“ ”رضم“ ”سلمات“ اور ”ہاجرہ“ کے معانی	451
320	ان مختلف احادیث میں وجہ تطبیق	321	312	”ہوشی“ ”غلوۃ“ اور ”مسبل“ کا معنی	452
321	باب: ۹۱	321	312	”مرالظہران“ اور ”صفراوات“ کا معنی	453
321	نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار فاصلہ ہونا چاہیے	321	313	”ذی طوی“ کا معنی	454
320	حدیث مذکور کے رجال	321	469	”فرضی الجبل“ کا معنی	455
320	نمازی اور سترہ کے درمیان کی مقدار میں مذاہب فقہاء	321		نبی ﷺ اور صالحین امت کی نماز کی جگہ سے	
321	باب: ۹۲				
321	چھوٹے نیزہ کی طرف نماز پڑھنا				

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۹۳		484	نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کو علامہ	
470	نیزہ کی طرف نماز پڑھنا	322		یعنی اور حافظ ابن حجر کا کعبہ میں بھی عام قرار دینا	331
	باب: ۹۴		485	مصنف کا کعبہ میں بھی ممانعت کے شمول پر تبصرہ	331
471	مکہ وغیرہا میں سترہ	322	486	حدیث مذکور کے رجال	333
	باب: ۹۵		487	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	333
472	ستون کی طرف نماز پڑھنا	323	488	اگر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے	
473	المصنف کے ستون کا معنی	324		گزرے تو امام مالک کے نزدیک اس کو نرمی سے	
474	حدیث مذکور کے رجال	324		روکے اور اس سے ٹکنا منع ہے	333
475	ستون کو سترہ بنانے کی توجیہ	325	489	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان	
	باب: ۹۶			فرمانے کی وجہ اور اگر سترہ نہ ہو تو پھر نمازی کے	
476	بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز	325		آگے گزرنے والے کو منع نہیں کیا جائے گا	334
	باب: ۹۷		490	فقہاء احناف کے نزدیک نمازی کے آگے سے	
	باب: ۹۸			گزرنے والے کو سبحان اللہ کہہ کر منع کیا جائے گا یا	
477	سواری، اونٹ، درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا	326		اشارہ سے	334
	باب: ۹۹		491	کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز	334
478	تحت یا چارپائی پر نماز پڑھنا	327		باب: ۱۰۱	
479	علماء غیر مقلدین کا نماز میں رسول اللہ ﷺ کے		492	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ	335
	خیال کو اپنے گدھے اور نیل کے خیال سے بدتر		493	علامہ ابن بطلال کا حضرت ابو جہیم کی حدیث میں	
	قرار دینا	327		چالیس سے مراد چالیس سال لینا اور جاہل کو معذور	
480	عبارت مذکورہ کی توجیہ کا رد	328		قرار دینا	336
481	میں حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم		494	علامہ ابن بطلال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	336
	کے متعلق احادیث	328	495	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے لیے مزید	
482	جب نمازی حضور ذہن اور غور و فکر کے ساتھ نماز			وعید کی احادیث	336
	پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ نماز میں رسول اللہ			باب: ۱۰۲	
	ﷺ کا تصور نہ کرے		496	کسی شخص کا دوسرے شخص کی طرف منہ کرنا جب کہ	
	باب: ۱۰۰			وہ نماز پڑھ رہا ہو	337
483	نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دھکا		497	حضرت عمر کے بجائے حضرت عثمان کا نام ذکر	
	دے کر دور بھگانے	331		کرنے میں امام بخاری کی خطاء	337

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
498	لوگوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء		2	حدیث مذکور کے رجال	349
			3	عمر بن عبدالعزیز نے جو نماز میں تاخیر کی تھی یہ ان کا معمول نہیں تھا اور مؤخر ہونے والی نماز کی تعیین	338
499	باب: ۱۰۳ سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا		4	حضرت جبریل کا پانچ نمازوں میں نبی ﷺ کو امامت کرانا	339
500	باب: ۱۰۴ عورت کے پیچھے نفل پڑھنا		5	رسول اللہ ﷺ کا مقتدی ہونا آپ کے افضل ہونے کے منافی نہیں	339
501	باب: ۱۰۵ جس شخص نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی		6	نماز کو اول وقت میں پڑھنے کا استحباب علماء کا امراء کو غلط کام پر نوکنا اور اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کا جواب	340
502	باب: ۱۰۶ جس شخص نے نماز میں اپنی گردن پر چھوٹی بچی کو اٹھایا		7	شرح صحیح مسلم میں پانچ نمازوں کے اوقات پر دلائل اور دیگر مباحث	341
503	حدیث مذکور کے رجال				341
504	حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھانے کی کیفیت کے متعلق احادیث		8	باب: ۲ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے لوگو!) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الانعام: ۳۲)	341
505	باب: ۱۰۷ بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اس عمل کثیر کی متعدد علماء سے توجیہات اور عمل کثیر کی تعریف				342
506	باب: ۱۰۸ جب کسی شخص نے ایسے بستر کی طرف نماز پڑھی جس پر کوئی حائض عورت ہو		9	باب: ۳ اقامت نماز پر بیعت کرنا	344
507	باب: ۱۰۹ کیا کوئی شخص سجدہ کے وقت اپنی بیوی کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرے تاکہ وہ سجدہ کر لے؟		10	باب: ۴ نماز کفارہ ہے	345
508	باب: ۱۰۹ عورت نمازی سے کوئی نجاست اٹھا کر پھینک دے		11	فتنہ کے معافی اور بیوی مال اور اولاد کے فتنہ کا بیان	345
	۹- کتاب مواقیت الصلوٰۃ		12	نیک کاموں سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو کبیرہ سے کم ہوں اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے	348
1	باب: ۱ نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت		13	حضرت عمر کی ذات فتنوں کے سیلاب کے سامنے یہ منزلہ بند تھی اس بند کے ٹوٹنے کے بعد جو فتنوں کا سیلاب آیا وہ آج تک جاری ہے	348

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
363	اشکال مذکور کا جواب علامہ عینی کی طرف سے	30	356	حدیث مذکور کے رجال	14
363	علامہ عینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کا جواب	31	356	حدیث مذکور کی متعدد روایات	15
363	باب: ۷		357	ہود: ۱۱۳ کی تفسیر	16
363	نماز کو اس کے وقت سے ضائع کرنا	32	357	پانچ نمازوں کے پڑھنے سے ان کے درمیان کے گناہوں کی معافی کے متعلق احادیث	17
364	ظالم حکم رانوں کا نماز کو تاخیر سے پڑھنا	33		ہود: ۱۱۳ میں "الحسنات" سے پانچ نمازیں	18
364	حدیث مذکور کے رجال	34	358	مراد لینا رائج ہے	
	باب: ۸			باب: ۵	
365	نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے	35	358	نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی فضیلت	19
366	اعتدال سے سجدہ کرنے کی کیفیت	36	359	حدیث مذکور کے رجال	20
	باب: ۹			"بر الوالدین" اور "جہاد فی سبیل اللہ" کا معنی	21
366	سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا	37	359	مذکورہ تین اعمال کو ذکر کرنے کی خصوصیت	22
366	حدیث مذکور کے رجال	38	359	افضل اعمال کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	23
	نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حکمت اور "فیح" کا معنی	39	359	نماز کو اول وقت میں پڑھنے کی فضیلت پر دلیل اور نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت پر دلیل	24
366	ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا مستحب ہونا اور ٹھنڈے وقت کی تحدید	40	360	اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے شکر کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے کی وجوہ	25
367	مؤذن کا مصداق اور "فیئ التلوی" کا معنی اور اس پر دلیل کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے	41	360	باب: ۶	
368	جہنم کے سرد اور گرم طبقوں میں منافات کا نہ ہونا	42		پانچ نمازیں کفارہ ہیں	26
368	حضرت خباب کی حدیث ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے خلاف ہے اس کی توجیہات	43	361	حدیث مذکور کے رجال	27
369	باب: ۱۰		361	حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ بلقینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ اجتناب کبار سے صغائر کا کفارہ ہو جاتا ہے پھر پانچ نمازوں سے کون سا کفارہ ہوا؟	28
369	سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا	44		باب: ۱۱	
370	ظہر کا وقت زوال سے ہے	45	362	علامہ بلقینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	29
	ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب اربعہ زوال کے	46	362		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	وقت میں ظہر کی نماز کی فرضیت پر دلائل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراضات	371		کا جواب	382
47	علامہ ابن بطلال کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب	373	60	عصر کا وقت	382
48	حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطلال پر رد کرنا	373	61	عصر کا اول وقت دو مثل سایا ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کا ایک حدیث سے استدلال اور اس پر مصنف کا تبصرہ	383
49	علامہ عینی کا علامہ سرخسی حنفی کی عبارت سے علامہ ابن بطلال پر رد کرنا	374	62	عصر کے اول وقت کے متعلق دو مثل سائے کی احادیث پر کلام	384
50	مصنف کا مقدم ائمہ احناف کی عبارات سے علامہ ابن بطلال پر رد کرنا	374	63	حدیث مذکور کے رجال	385
51	امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطلال کے اعتراضات کا اجمالی جائزہ اور ان اعتراضات کے جوابات	376	64	بنو عمرو بن عوف کے لوگوں کا عصر کو مؤخر کر کے پڑھنا	386
52	حضرت ابوہریرہ سلمی کا تذکرہ	378	65	حدیث مذکور کے رجال	386
53	فجر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی تائید اور عصر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی توجیہ	378	66	عمر بن عبد العزیز کے تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے کی توجیہ	386
	باب: ۱۲		67	عوالی کا معنی	387
54	ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کرنا	379		باب: ۱۴	
55	دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کی کیفیت	380	68	اس کا گناہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی	387
56	علامہ ابن بطلال کا امام ابوحنیفہ پر دو مثل سائے اور ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ قرار دینے کا اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب	380	69	”وتر“ کا معنی نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی اہمیت اور عصر کی نماز کی تعظیم کی خصوصیت	388
57	بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو ہقیقہ جمع کرنے کی کیفیت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب	381	70	عصر کی نماز ترک کرنے والے کا گناہ	389
58	دو نمازوں کو ہقیقہ جمع نہ کرنے اور صورتہ جمع کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطلال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	381	71	حدیث مذکور کے رجال	390
59	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطلال کے اعتراض		72	عہد عصر کی نماز ترک کرنے والے کی مغفرت کیسے ہوگی؟	390
				باب: ۱۶	
			73	نماز عصر کی فضیلت	390
			74	حدیث مذکور کے رجال	391
			75	اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کی تحقیق	391
			76	معتزلہ وغیرہ کا اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے پر قرآن مجید	

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
	باب: ۱۸		391	سے استدلال اور ان کے جوابات	
400	مغرب کا وقت	91		اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کے متعلق قرآن مجید	77
400	حدیث مذکور کے رجال	92	392	کی آیات	
401	مغرب کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء	93	392	معتزلہ کی عقلی دلیل کا جواب	78
	حجاج کا تذکرہ اور اس کے آنے پر نمازوں کے	94	392	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	79
402	اوقات معلوم کرنے کا سبب اور "غسل" کا معنی			فرشتوں کے باری باری آنے کی کیفیت اور قرآن	80
402	نمازوں کے مستحب اوقات	95	393	مجید میں صرف فجر کے وقت کے ذکر کی توجیہ	
	باب: ۱۹		394	فرشتوں کا بنو آدم کی عبادت کا اعتراف کرنا	81
403	جس کے نزدیک مغرب کو عشاء کہنا مکروہ ہے	96		باب: ۱۷	
	باب: ۲۰			جس نے غروب (آفتاب) سے پہلے عصر کی نماز	82
	العشاء اور العتمہ کا ذکر کرنا اور جس کے نزدیک ان	97	394	کی ایک رکعت کو پالیا	
403	دونوں کے ذکر کی گنجائش ہے			جن کو عصر یا فجر کی ایک رکعت کا وقت ملا ان کی نماز	83
	باب: ۲۱		395	پوری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	
	عشاء کا وقت جب لوگ جمع ہوں یا تاخیر سے	98		فجر اور عصر کی نماز پوری کرنے کے متعلق امام اعظم	84
405	آئیں		396	کے مذہب کی تفصیل	
	باب: ۲۲			سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پوری	85
406	عشاء کی فضیلت	99	396	کرنے میں احادیث کی مخالفت ہے	
	"اعتم" کا معنی احکام اسلام کا ظہور کہاں نہیں ہوا	100		طلوع آفتاب کے بعد نماز پوری نہ کرنے اور	86
	تھا؟ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز			غروب آفتاب کے بعد نماز پوری کرنے کے فرق	
407	اور دیگر فوائد حدیث		397	کی وضاحت	
408	نصف شب تک نماز کو مؤخر کرنے کی توجیہ	101	397	باب مذکور کی حدیث کا محمل	87
	باب: ۲۳			اس اعتراض کا جواب کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ	88
408	عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے	102	398	میں اس امت کی بقاء کس طرح متصور ہو سکتی ہے؟	
	عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں	103		اس اعتراض کا جواب کہ اہل انجیل اور اہل تورات	89
408	کرنے کی کراہت کی توجیہ			کو قیراط قیراطا جردینا کس طرح صحیح ہو گا جب کہ	
	باب: ۲۴		399	انہوں نے دین میں تحریف کر لی تھی؟	
	جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے	104		رسول اللہ ﷺ کی امت کی فضیلت اور عصر کا	90
409	سونے کا جواز		399	وقت دو مثل سائے سے شروع ہونے کی دلیل	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
105	حدیث مذکور کے رجال	410		پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے	
106	جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز تہائی رات تک نماز مؤخر کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل	411		فقہاء احناف پر اعتراضات	418
	باب: ۲۵			فقہاء احناف پر اعتراضات کے مصنف کی طرف سے جوابات	420
107	عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے	411	123	باب: ۳۱	
108	حدیث مذکور کے رجال	412	124	غروب شمس سے پہلے نماز کا قصد نہ کرے	421
	باب: ۲۶		125	حدیث مذکور کے رجال	421
109	فجر کی نماز کی فضیلت	412	126	حدیث مذکور کے رجال	422
110	فجر اور عصر کی پابندی کرنے والا اگر دیگر گناہوں میں ملوث رہا تو وہ جنت میں کیسے داخل ہوگا؟	413		حضرت معاویہ کا عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمانا اور اس پر ایک حدیث سے تعارض کا جواب	422
	باب: ۲۷		127	باب: ۳۲	
111	فجر کا وقت	414		جس کے نزدیک صرف عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے	422
112	حدیث مذکور کے رجال	414		باب: ۳۳	
113	حدیث مذکور کے رجال	415	128	عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا	423
114	حدیث مذکور کے رجال	415	129	حدیث مذکور کے رجال	424
115	فجر کی نماز کا اصل وقت سفیدی پھیلنے کے بعد ہے	416	130	عصر کے بعد آپ کا ہمیشہ دو رکعت نماز پڑھنا اور اس سے منع فرمانے میں تعارض ہے اس کا جواب	425
	باب: ۲۸		131	شرح صحیح مسلم میں احادیث مذکورہ کی شرح	425
116	جس نے نماز فجر کی ایک رکعت پالی	416		باب: ۳۴	
	باب: ۲۹		132	ابرآلود دن میں جلدی نماز پڑھنا	426
117	جس نے نماز کی ایک رکعت پالی	416		باب: ۳۵	
	باب: ۳۰		133	وقت گزرنے کے بعد اذان دینا	426
118	فجر کے بعد نماز حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے	417	134	حدیث مذکور کے رجال	427
119	عصر کے بعد نوافل کی ممانعت پر ایک حدیث سے معارضہ کا جواب	417	135	روح کی تعریف اور اس کے افعال اور آثار	427
120	طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت کی توجیہ	418	136	نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نیند سے وضو نہ ٹوٹنا	427
121	طلوع شمس سے قبل اور غروب شمس سے قبل نماز		137	نیند کی حالت میں نماز کا فوت ہو جانا گناہ نہیں ہے	428

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
138	جس وادی میں نماز قضاء ہوئی تھی اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ	428	153	حدیث مذکور کے رجال	435
139	امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ اور اس پر حافظ ابن عبد البر کا اعتراض	429	154	قضاء نماز کو فوراً ادا کرنے پر ایک اعتراض کا جواب	435
140	حافظ ابن عبد البر کے اعتراض کا جواب	430	155	اس کی توجیہ کہ فوت شدہ نماز کا کفارہ صرف اس کی قضاء کرنا ہے	436
141	اس وادی میں جواز نماز کی تحقیق	430	156	جو نماز کے وقت نشہ میں تھا یا سو گیا تھا یا نماز کو بھول گیا تھا اس کا کفارہ صرف اس نماز کو ادا کرنا ہے	436
142	رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا نماز فجر کی حفاظت کا انتظام کرنا اور دیگر اہم مسائل	430	157	غیر مقلدین کے نزدیک جس نے عمد نماز کو ترک کیا وہ اس نماز کی قضاء نہیں کرے گا اس پر شیخ ابن حزم کے دلائل اور مصنف کے جوابات	436
143	قضاء نماز کے لیے اذان دینا اور اقامت کہنا اور سنت فجر کی قضاء کرنا	431	158	عمد نماز ترک کرنے پر نماز قضاء کرنے کی دلیل	438
144	قضاء نماز کو فوراً پڑھنا واجب نہیں طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کا عدم جواز اور قضاء نماز کی جماعت کا جواز	431	159	عمد نماز ترک کرنے والے کو غیر مقلدین کا کافر اور واجب القتل قرار دینا	439
145	سنت فجر کو قضاء کرنے میں مذاہب	431	160	تارک نماز کو کافر قرار دینے کے متعلق متاخرین غیر مقلدین علماء کی تصریحات	440
146	باب: ۳۶ جس نے نماز کا وقت گزرنے کے بعد جماعت سے نماز پڑھائی	432	161	بے عمل اور تارک نماز کے متعلق غیر مقلدین کا مسلک	443
147	حدیث مذکور کے رجال	432	162	بے عمل کلمہ گو کے متعلق نبی ﷺ کا ارشاد	443
148	خندق کا معنی اور اس کی تفصیل	432	163	بے عمل اور تارک نماز کے متعلق اہل سنت اور اہل حق کا مسلک	443
149	غزوہ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کی تعداد	433	164	بے نمازی کے متعلق شیخ عبد العزیز بن باز کا مفصل فتویٰ	444
150	غزوہ خندق کے موقع پر قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق	433	165	میرا دوست نماز پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے	444
151	قضاء نمازوں کی ترتیب کا وجوب اور ان کی شرائط	434	166	تارک نماز کے ساتھ سکونت	445
152	باب: ۳۷ جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا تو جب وہ اس نماز کو یاد کرے اس کو پڑھ لے اور اس وقت صرف	434	167	نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت	445
	باب: ۳۸ نمازوں کو ترتیب وار قضاء کرنا پہلے پہلی نماز پھر دوسری نماز	434	168		446

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۳۹				
169	عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا مکروہ ہونا	446	5	خوابوں سے ہوا حالانکہ وہ اسلام کا شعار ہے	455
	باب: ۴۰		6	اقامت کے کلمات کی تعداد میں مذاہب ائمہ	456
170	عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا	447	7	علامہ خطابی کی دلیل کا جواب	456
171	سوسال کی غلط تاویلیں اور سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی		8	اقامت کے کلمات دو دو بار پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	457
	باب: ۴۱		9	کھڑے ہو کر اذان دینے کا سنت ہونا	458
172	گھر والوں اور مہمان کے ساتھ عشاء کے بعد باتیں کرنا	449	10	اذان کے دیگر مباحث اور ان میں ترجیح کی بحث	459
173	حدیث مذکور کے رجال	450	11	حضرت ابو محمد زہریہ کو اذان کی تعلیم دیتے وقت ان سے شہادتین کو دہرانے کی توجیہ	459
174	”اصحاب الصفة“ غنثر ”اور“ جدع“ کے معانی اور حضرت عبدالرحمان کو ڈانٹنے کی توجیہ	450	12	ترجیح کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور امام ابو حنیفہ پر اعتراض	460
175	امیروں پر لازم کرنا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلائیں زکوٰۃ کے علاوہ مال میں حقوق اور رسول اللہ ﷺ کے عمل کا قول سے بڑھ کر ہونا		13	ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب اور امام ابو حنیفہ کے مسلک پر ٹھوس دلائل	460
176	سربراہ قوم کے پاس کھانا کھانا مہمانوں کی خدمت کسی کے سپرد کر دینا برکت والا کھانا استاذ اور شیخ کے پاس پیش کرنا	451	14	اذان کے دیگر مباحث میں ”اشہد ان محمداً رسول اللہ“ سن کر انگوٹھے چومنا	461
177	اولاد کا والد کے ڈر سے چھینا والد کا اولاد کو ڈانٹنا اور بددعا دینا اور دیگر فوائد	452	15	اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	462
178	کتاب ”مواقیت الصلوٰۃ“ کا اختتام ۱۰ - کتاب الاذان	452	16	آیا رسول اللہ ﷺ نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟	462
	باب: ۱		17	اذان کے کلمات دو دو ہیں	463
1	اذان کی ابتداء	453	18	اقامت کے کلمات ایک ایک بار ہیں سوائے ”قد قامت الصلوٰۃ“ کے	464
2	حدیث مذکور کے رجال	454		باب: ۴	
3	اذان کی ابتداء اور اذان کے کلمات کے ثبوت میں احادیث		19	اذان دینے کی فضیلت	464
4	اس اعتراض کا جواب کہ اذان کا ثبوت صحابہ کے	454	20	”ضرابط“ کا معنی اور شیطان کے گوز مارنے کی توجیہات	465

صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان
	466	باب ۸:	21	اذان کی فضیلت میں دیگر احادیث	
478	39	اذان کے بعد دعا		باب ۵:	
478	40	حدیث مذکور کے رجال	22	بلند آواز سے اذان دینا	
478	41	وسیلہ کا معنی	23	حدیث مذکور کے رجال	
478	42	دعوتِ تامہ، صلوٰۃ قائمہ اور مقام محمود کے معانی	24	قیامت کے دن اذان دینے والے کی تعظیم اور تکریم	
	43	رسول اللہ ﷺ کے لیے کس نیت سے وسیلہ کی دعا کرے	25	لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کا استحباب اور ایامِ فتنہ میں شہروں سے نکل کر جنگلوں میں رہنے کا جواز	
479	44	شفاعت کی اقسام	26	اذان کے سبب سے جانوں کا مسمخہ طرہنا	
480	45	اذان کے بعد دعا کے متعلق دیگر احادیث	27	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد اور اذان کی وجہ سے جان اور مال کا محفوظ رہنا	
		باب ۹:		باب ۷:	
480	46	اذان کے لیے قرعہ اندازی کرنا	28	موذن سے اذان سننے والا کیا کہے	
481	47	حدیث مذکور کے رجال	29	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک واجب ہے	
	48	اذان کی فضیلت حضرت سعد بن ابی وقاص کے قرعہ اندازی کرنے کا واقعہ اور قرعہ اندازی کی شرعی حیثیت	30	اذان کے کلمات کے جواب دینے کی کیفیت	
481	49	صفِ اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ اور دوپہر کو نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ	31	اذان کے کلمات کے جواب دینے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار	
482	50	عشاء اور فجر کی نماز کی فضیلت کی وجہ	32	اذان کے کلمات کا جواب دینے کے وجوب کے متعلق دیگر فقہاء احناف کی تصریحات	
		باب ۱۰:	33	جمہور فقہاء احناف کے موقف پر امام طحاوی کا معارضہ	
482	51	اذان کے درمیان بات کرنا	34	امام طحاوی کے معارضہ کا جواب علامہ عینی سے	
483	52	حدیث مذکور کے رجال	35	امام طحاوی کے معارضہ کا جواب مصنف سے	
483	53	اذان کے درمیان کلام کرنے میں مذاہب ائمہ	36	علامہ شامی کی تحقیق کا جواب	
		باب ۱۱:	37	حدیث مذکور کے رجال	
	54	ناہینا کو جب کوئی شخص وقت کی خبر دینے والا ہو تو اس کی اذان کا حکم	38	احادیث میں اذان کے جواب کی تفصیل	
484	55	ناہینا کی اذان کے متعلق مذاہب ائمہ اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد			
485	56	حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتوم کا تعارف			
486					

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
57	فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے میں مذاہب ائمہ	486	باب: ۱۸		
58	فجر کے بعد اذان	486	باب: ۱۹		
59	فجر سے پہلے اذان دینا	488	باب: ۲۰		
60	حدیث مذکور کے رجال	488	باب: ۲۱		
61	فجر سے پہلے اذان دینے کے وقت میں مختلف اقوال اور جرح و کذب اور فجر صادق کی علامت	488	باب: ۲۲		
62	اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہے اور جو لوگ نماز کی اقامت کا انتظار کریں	489	باب: ۲۳		
63	حدیث مذکور کے رجال	489	باب: ۲۴		
64	اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کے متعلق حدیث	489	باب: ۲۵		
65	اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا جواز	490	باب: ۲۶		
66	نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے میں مذاہب فقہاء	490	باب: ۲۷		
67	جو اقامت کا انتظار کریں	491	باب: ۲۸		
68	سنت فجر کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا اور گھر میں نماز کا انتظار کرنا بھی مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے	492	باب: ۲۹		
69	ہر دو اذانوں کے درمیان اس کے لیے نماز ہے جو پڑھنا چاہے	492	باب: ۳۰		
70	جس نے کہا: سفر میں بھی ایک مؤذن اذان دے	492	باب: ۳۱		
71	حدیث مذکور کے رجال	493	باب: ۳۲		
72	حضرت ابن عمر کے اثر سے امام بخاری کا اختلاف	493	باب: ۳۳		
			باب: ۳۴		
			باب: ۳۵		
			باب: ۳۶		
			باب: ۳۷		
			باب: ۳۸		
			باب: ۳۹		
			باب: ۴۰		
			باب: ۴۱		
			باب: ۴۲		
			باب: ۴۳		
			باب: ۴۴		
			باب: ۴۵		
			باب: ۴۶		
			باب: ۴۷		
			باب: ۴۸		
			باب: ۴۹		
			باب: ۵۰		
			باب: ۵۱		
			باب: ۵۲		
			باب: ۵۳		
			باب: ۵۴		
			باب: ۵۵		
			باب: ۵۶		
			باب: ۵۷		
			باب: ۵۸		
			باب: ۵۹		
			باب: ۶۰		
			باب: ۶۱		
			باب: ۶۲		
			باب: ۶۳		
			باب: ۶۴		
			باب: ۶۵		
			باب: ۶۶		
			باب: ۶۷		
			باب: ۶۸		
			باب: ۶۹		
			باب: ۷۰		
			باب: ۷۱		
			باب: ۷۲		
			باب: ۷۳		
			باب: ۷۴		
			باب: ۷۵		
			باب: ۷۶		
			باب: ۷۷		
			باب: ۷۸		
			باب: ۷۹		
			باب: ۸۰		
			باب: ۸۱		
			باب: ۸۲		
			باب: ۸۳		
			باب: ۸۴		
			باب: ۸۵		
			باب: ۸۶		
			باب: ۸۷		
			باب: ۸۸		
			باب: ۸۹		
			باب: ۹۰		
			باب: ۹۱		
			باب: ۹۲		
			باب: ۹۳		
			باب: ۹۴		
			باب: ۹۵		
			باب: ۹۶		
			باب: ۹۷		
			باب: ۹۸		
			باب: ۹۹		
			باب: ۱۰۰		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
86	امام اور نمازیوں کا مسجد میں "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی عبارات	503	99	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء کی آراء	508
			100	باجماعت نماز پڑھنے کے وجوب میں احادیث اور آثار	509
	باب: ۲۳		101	نماز باجماعت کے واجب یا مسنون ہونے کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات	510
87	جلدی میں نماز کی طرف دوڑنا ہونا نہ جائے اور اس کو چاہیے کہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو	504	102	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی عبارات	512
	باب: ۲۴		103	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی عبارات	512
88	آیا کسی ضرورت کی وجہ سے (نمازی) مسجد سے نکل سکتا ہے؟	504	104	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی عبارات	513
				باب: ۳۰	
89	اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار	504	105	نماز باجماعت کی فضیلت	513
90	حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل	505	106	امام بخاری کی تعلیق کے خلاف دیگر احادیث	513
	باب: ۲۵		107	جماعت ثانیہ کی تحقیق	514
			108	جماعت ثانیہ کے ثبوت میں دیگر احادیث و آثار	514
91	جب امام کہے کہ تم اپنی جگہوں پر ٹھہرو حتیٰ کہ میں واپس آؤں تو وہ اس کا انتظار کریں	505	109	جماعت ثانیہ کے متعلق مذاہب ائمہ	515
	باب: ۲۶		110	جماعت ثانیہ کے متعلق ملا علی قاری کا مسلک	515
92	کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی	506	111	جماعت ثانیہ کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	515
	باب: ۲۷		112	جماعت ثانیہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کی وضاحت	517
93	اقامت کے بعد امام کو کوئی ضرورت پیش آئے	506	113	جماعت ثانیہ کے متعلق احادیث و آثار اور فقہاء کی عبارات کا خلاصہ	518
94	لوگوں کے سامنے دو آدمیوں کا سرگوشیاں کرنا اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا اور دیگر مسائل			باب: ۳۱	
	باب: ۲۸		114	فجر کی نماز کو جماعت سے پڑھنے کی فضیلت	520
			115	حدیث مذکور کے رجال	521
95	اقامت نماز کے وقت کلام کرنا	507	116	زیادہ مشقت اٹھا کر نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے	521
	باب: ۲۹			باب: ۳۲	
96	نماز باجماعت کا واجب ہونا	507	117	دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت	522
97	نماز باجماعت کے وجوب پر دلائل	507	118	راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کا اجر	522
98	"عرفاً" اور "مرماتین" کے معنی	508	119	شہید کا معنی اس کی وجہ تسمیہ اور اس کا شرعی حکم	523

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
120	حکمی شہداء کی تعداد	524	531	صدقات واجبہ کو کھلے عام دینے کا جواز	136
	باب: ۳۳			اللہ کی یاد میں رونے کی اقسام اور خوف خدا سے	
121	(مسجد کو جاتے ہوئے) قدموں کا شمار	524	532	رونے کی فضیلت	
122	بنو سلمہ سے یہ کہنے کی وجہ کہ تمہارے قدموں کے			باب: ۳۷	
	نشان لکھے جائیں گے	524		دن کی ابتداء میں اور دن ڈھلے مسجد میں جانے کی	137
123	اگر قریب والی مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو تو اس کا حق		533	فضیلت	
	ہے ورنہ جس مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو اس میں نماز		533	حدیث مذکور کے رجال	138
	پڑھے	524	534	مسجد میں جانے کی ترغیب	139
	باب: ۳۴			باب: ۳۸	
124	عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت	525		جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو صرف فرض	140
	باب: ۳۵		534	نماز پڑھی جائے	
125	دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت	525	535	حدیث مذکور کے رجال	141
	باب: ۳۶			نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے	142
126	جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی		535	متعلق مذاہب فقہاء	
	فضیلت	526		نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کی	143
127	حدیث مذکور کے رجال	527	536	ممانعت میں احادیث اور آثار	
128	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	527		نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے	144
129	اللہ کے سمائے کی توجیہ	527	537	متعلق فقہاء احناف کا موقف	
130	”عدل“ کا معنی امام عادل کی تعریف امام عادل			باب: ۳۹	
	کی فضیلت اور امام غیر عادل کی مذمت میں احادیث	527	538	جماعت میں حاضر ہونے کے لیے مریض کی حد	145
131	جوانی میں عبادت کرنے کی فضیلت	528	539	حدیث مذکور کی شرح کے سابقہ عنوانات	146
132	مسجد کے ساتھ دل معلق ہونے کا معنی	529		حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو مصر کی عورتوں کے	147
133	اللہ کی وجہ سے دو محبت کرنے والوں کی فضیلت		539	ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ	
	میں احادیث	529		ایام مرض میں آپ نے مسجد میں جا کر جو نماز پڑھی	148
134	خوف خدا کی بناء پر گناہ سے باز رہنے کے متعلق		540	تھی اس میں آپ امام تھے یا حضرت ابوبکر؟	
	قرآن مجید کی آیات اور ان پر عمل کرنے کا اجر و			ایام مرض میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نبی	149
	ثواب	530	540	ﷺ کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث	
135	صدقات نفلیہ کو چھپا کر دینے کی فضیلت اور			آپ کے قول، فعل اور تقریر سے حضرت ابوبکر کی	150

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان
	باب: ۴۴	541		امامت کا ثبوت
151	جو شخص گھر کے کام کاج میں مشغول ہو پھر نماز کی اقامت کہی جائے تو وہ گھر سے نکل جائے	164	151	رخصت کے ہوتے ہوئے شدت پر عمل کرنے کا جواز اور رسول اللہ ﷺ اور دیگر صالحین کا شدت مرض میں بھی جماعت سے نماز پڑھنا
551	کام کاج کے کپڑوں میں اور آستینوں کو اڑس کر مالکیہ کے نزدیک نماز پڑھنے کا جواز	165	541	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد
551	رذی اور معمولی کپڑوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے	166	542	باب: ۴۰
552	آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے	167		بارش یا کسی اور سبب سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت
552	نبی ﷺ کی تواضع، سادگی اور محاسن اخلاق	168	543	باب: ۴۱
	باب: ۴۵			کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے اور جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے؟
	جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس کا ارادہ صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کو نبی ﷺ کی نماز اور اس کے طریقہ کی تعلیم دے	169	544	حدیث مذکور کے رجال
553	حدیث مذکور کے رجال	170	545	حدیث کی عنوان سے مطابقت کے لیے یہ کافی ہے کہ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر ہو
553	نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے لوگوں کو نماز پڑھانا	171	545	اساتذہ اور علماء کو کھانے کی دعوت دینا چٹائی پر نماز پڑھنا اور نوافل کی جماعت کا ثبوت
554	جلسہ استراحت میں مذاہب ائمہ	172	546	جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے دس اعذار
	باب: ۴۶		546	چاشت کی نماز کا مستحب ہونا اور ام المؤمنین کے انکار کا جواب
	اصحاب علم و فضل نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں	173	548	باب: ۴۲
554	باب: ۴۷			جب کھانا آجائے اور نماز کی اقامت کہی گئی ہو
	جو شخص کسی سبب کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو	174	548	کھانے کو نماز پر مقدم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء
	باب: ۴۸		549	اس حدیث کا جواب جس میں نماز کو مؤخر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے
	جو شخص لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے داخل ہوا پھر پہلا (اصل) امام آ گیا تب امام پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے نماز جائز ہے	175	549	باب: ۴۳
558	حدیث مذکور کے رجال	176		جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھارہا ہو
559	بنو عمرو بن عوف کا تعارف اور ان کی طرف جانے کا وقت اور جانے کی وجہ	177	550	
559	بنو عمرو بن عوف کی طرف جانے کے متعلق حدیث	178		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
179	نماز میں حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے اس سلسلہ میں حدیث	560	192	مذہب ائمہ	568
180	دو فریقوں کے درمیان صلح کرانا ایک نماز کو دو اماموں کا پڑھانا اور امام مسجد وقت پر موجود نہ ہو تو دوسرے کا نماز پڑھا دینا	560	193	جو لوگ امام کے پیچھے ہیں وہ کب سجدہ کریں	570
181	عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنا اور حضرت ابوبکر کا افضل امت ہونا	560	194	حدیث مذکور کے رجال	571
182	نماز میں کسی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	560	195	متابعت کا معنی	571
183	بلا ضرورت نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی ممانعت اور بہ وقت ضرورت مزکر دیکھنے کے متعلق احادیث	561	196	باب: ۵۲	
184	نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانے کے متعلق مذاہب ائمہ	561	197	اس شخص کا گناہ جس نے امام سے پہلے سر اٹھایا	571
185	امام کے لیے صفوں کے درمیان سے گزرنے کا جواز عمل قلیل کا مفید صلوٰۃ نہ ہونا اور دینی وجاہت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا	562	198	باب: ۵۳	
186	ادب کا حکم پر مقدم ہونا	562	199	اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق احادیث	571
187	باب: ۴۹		200	اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق احادیث	572
188	جب سب قراءت میں برابر ہوں تو جوان میں بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے	563	201	باب: ۵۴	
189	باب: ۵۰		202	غلام اور آزاد شدہ غلام کی امامت	572
190	باب: ۵۱		203	مصحف (قرآن مجید) سے دیکھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق	572
191	امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے	564	204	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	573
	نہی ﷺ کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا سبب	567	205	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	573
	جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے متعلق	567	206	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	573
			207	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء تابعین کے آثار	574
			207	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء تابعین کے آثار	574

صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان
583	574	کے نزدیک نہیں	574	208	کے متعلق احناف کا نظریہ
583	575	باب: ۵۶	575	209	غلام کو امام بنانے کے متعلق احادیث
583	225	”المفتون“ اور ”المبتدع“ کی امامت	575	210	غلام کی امامت کے متعلق مذاہب فقہاء
583	226	بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	576	211	غلام کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات
585	227	نواب صدیق حسن بھوپالی کا اقسام بدعت کا انکار کرنا اور مصنف کا ان پر رد	576	212	طوائف کے بیٹے کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات
585	228	نواب صدیق حسن خان کے ممدوح ابن تیمیہ اور شوکانی کا بدعت حسنہ اور بدعت سیرہ کی تقسیم کرنا	577	213	دیہاتی کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات
585	229	بدعت کی تقسیم کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات	577	214	تابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق احادیث اور آثار
586	230	حدیث مذکور کے رجال	578	215	تابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق مذاہب ائمہ
587	231	حضرت عثمان کے ایام فتنہ میں امام فتنہ کا مصداق کون تھا؟	579	216	حدیث مذکور کے رجال
587	232	آیا حضرت عثمان نے باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی یا نہیں!	580	217	حدیث مذکور کے رجال
588	233	مضطرب فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور جمعہ کو ترک نہ کرنا خواہ جمعہ عادل پڑھائے یا ظالم	580	218	غلام کے حاکم بننے کی توجیہ اور جو اپنی طاقت سے اقتدار پر قبضہ کرے اس کی اطاعت کا وجوب
588	234	حضرت عثمان کے ایام فتنہ میں نماز پڑھانے والے فاسق، فجار اور باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	581	219	باب: ۵۵
590	235	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا موقف	581	220	جب امام کی نماز مکمل نہ ہو اور مقتدی کی نماز مکمل ہو جائے
590	236	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف	582	221	حدیث مذکور کے رجال
591	237	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف	582	222	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث
591	238	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	582	223	تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے پہلے لوگ گھروں میں وقت پر اپنی نماز پڑھیں
591	239	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	582	224	تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں لوگ نماز پڑھیں اور گھروں میں اپنی نماز نہ پڑھیں
591					امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز صحت اور فساد میں امام کی نماز کے تابع ہے اور امام شافعی

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
240	شیخ تھانوی کی صحیح بخاری اور مشکوٰۃ کی معروف حدیث سے بے خبری	592	253	حضرت معاذ کی حدیث سے فقہاء شافعیہ کے موقف کا رد	600
	باب: ۵۷			باب: ۶۱	
241	جب دو نمازی ہوں تو مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو	592	254	قیام رکوع اور سجود پورا کرنے میں امام کا تخفیف کرنا	600
	باب: ۵۸			باب: ۶۲	
242	جب نمازی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی	593	255	جب کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے	601
	باب: ۵۹			باب: ۶۳	
243	جب امام نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کرے پھر نمازی آئیں تو ان کی نیت کرے	593	256	جس شخص نے اپنے امام کی لمبی نماز پڑھانے کی شکایت کی	601
	باب: ۶۰			باب: ۶۴	
244	جب امام لمبی نماز پڑھائے اور نمازی کو کوئی کام ہو تو وہ اقتداء چھوڑ کر نماز پڑھے	594	257	نماز میں اختصار اور اس کو مکمل کرنا	603
245	اوساط مفصل کی دو سورتوں کا بیان	594	258	جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کی	603
246	جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد اس سے نکلنے میں مذاہب فقہاء	595	259	حدیث مذکور کے رجال	604
247	عذر کی حالت میں جماعت سے نکلنے کا جواز اور بغیر عذر کے جماعت سے نکلنے کا عدم جواز	595	260	آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرنے میں مذاہب فقہاء	604
248	حضرت معاذ کی نماز سے نکلنے والے صحابی کے نام کے متعلق دو روایتیں	596	261	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تصریحات	604
249	نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے کے جواز میں مذاہب ائمہ	597	262	باب: ۶۶	
250	نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا عدم جواز	597	263	جب کسی شخص نے نماز پڑھی پھر اپنی قوم کو نماز پڑھائی	606
	باب: ۶۷			باب: ۶۸	
251	حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب	598	264	ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور نمازی مقتدی کی اقتداء کریں	607
252	خلاصہ بحث	599			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
265	باب: ۶۹ جب امام کو شک ہو تو کیا وہ لوگوں کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟	609	279	جماعت میں اپنا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے سے ملانا چاہیے	620
266	باب: ۷۰ جب امام نماز میں روئے	610	280	جماعت کی صف میں کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی تحقیق	621
267	باب: ۷۱ اقامت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا	611	281	باب: ۷۷ جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی	623
268	صفوں کو برابر کرنے کے متعلق مزید احادیث اور اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء	612	282	باب: ۷۸ تنہا ایک عورت کی بھی صف ہوتی ہے	623
269	صفوں کو برابر رکھنے اور چہروں کے درمیان مخالفت کرنے کا معنی	612	283	باب: ۷۹ مسجد اور امام کی دائیں جانب	624
270	نبی ﷺ کے پس پشت دیکھنے کی تحقیق	613	284	باب: ۸۰ جب امام اور نمازیوں کے درمیان دیوار یا سترہ ہو	624
271	”میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے“ اس حدیث کی تحقیق	616	285	حدیث مذکور کے رجال	625
272	باب: ۷۲ صفیں برابر کرتے ہوئے امام کا نمازیوں کی طرف متوجہ ہونا	617	286	نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنا افضل ہے	625
273	باب: ۷۳ صفِ اول (کی فضیلت)	617	287	اگر امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے دلائل	625
274	باب: ۷۴ صف کو قائم کرنا نماز کے اتمام سے ہے	618	288	فقہاء احناف کے نزدیک اگر امام اور مقتدی کے درمیان اونچی دیوار شارع عام یا دریا حائل ہو تو اقتداء جائز نہیں	626
275	باب: ۷۵ جو صفوں کو قائم نہ رکھیں ان کا گناہ	619	289	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول ہیں	627
276	نمازوں کی صفوں کو برابر رکھنے کا وجوب	619	290	فقہاء شافعیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول	627
277	باب: ۷۶ صف میں کندھے کو کندھے کے ساتھ ملانا اور قدم کو قدم سے	620			
278	صفوں کو برابر رکھنے کے متعلق دیگر احادیث	620			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
291	مسلمانوں پر رات کی نماز فرض کی جانے کی توجیہ اور دیگر مسائل	627	306	رکوع کے ساتھ ثبوت رفع یدین کی روایات کے جوابات اور ترک رفع یدین کی قیاس سے تائید	638
	باب: ۸۱			باب: ۸۴	
292	رات کی نماز	628	307	(نمازی) جب اللہ اکبر کہے جب رکوع کرے اور رکوع سے سر اٹھائے تو رفع یدین کرے	639
293	نوافل کو گھر میں پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	629		باب: ۸۵	
294	مسجد نبوی اور مسجد حرام کی بھی یہ نسبت گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت	630	308	کہاں تک ہاتھوں کو بلند کرے؟	640
295	صحیح البخاری کی "کتاب الاذان" کا اختتام ابواب صفة الصلوۃ	630		باب: ۸۶	
	باب: ۸۲		309	جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع الیدین کرنا	641
296	تکبیر پڑھنے کا وجوب اور نماز کا افتتاح	631	310	فقہاء مالکیہ کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا شرعی حکم	641
297	نماز میں اللہ اکبر سے نماز کے افتتاح میں مذاہب فقہاء	631	311	مسئلہ مذکور میں فقہاء شافعیہ کی تحقیق	641
			312	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء حنبلیہ کی تحقیق	642
298	مرض یا کمزوری کی وہ حد جس میں نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے	632	313	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تحقیق	642
299	کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم	633		باب: ۸۷	
300	امام صرف "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے اور مقتدی صرف "ربنا لك الحمد" کہے	634	314	نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا	642
301	"ربنا لك الحمد" کی جگہ "اللھم ربنا ولك الحمد" کہنا افضل ہے	635	315	نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور فریقین کے دلائل	643
	باب: ۸۳		316	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار	644
302	تکبیرہ اولیٰ میں افتتاح نماز کے ساتھ رفع یدین کرنا	635	317	ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے متعلق آثار	645
303	رفع یدین کے وقت کانوں یا کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب فقہاء	636	318	سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار	645
304	رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنے میں مذاہب فقہاء	636	319	سینہ پر اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کون سا طریقہ افضل ہے؟	645
305	ترک رفع یدین کے متعلق احادیث اور آثار	637		باب: ۸۸	
			320	نماز میں خشوع کا بیان	645
				باب: ۸۹	
			321	نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے	646

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
322	نماز میں بسم اللہ کو جہر آنہ پڑھنے کی دلیل	646	657	اس سے مراد جنت کا علم نہیں ہے	657
323	حدیث مذکور کے رجال	647	658	نبی ﷺ نے جنت اور دوزخ کو متعدد بار دیکھا تھا	658
324	خطا کا معنی اور خطاؤں سے پاک کرنے کی دعا	647	658	جنت کے خوشیوں کو توڑنے کا ارادہ بدلنے کی وجہ	658
325	حدیث میں مذکور افتتاح نماز کی دعا بعض اوقات پر محمول ہے	648	659	باب: ۹۲	659
326	نماز کے افتتاح کی وہ دعا جس پر آپ نے دوام کیا	648	659	نماز میں نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا	659
327	حدیث مذکور کے رجال	649	660	نماز میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کا مکروہ ہونا	660
328	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مناسبت	650	660	خارج از نماز آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنے کا حکم	660
329	سورج گہن کی نماز کے راویوں کی تعداد	650	660	باب: ۹۳	660
330	صلوۃ کسوف کا معنی	651	660	نماز میں التفات کرنا	660
331	سورج گہن کی نماز کے ثبوت میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل	651	660	حدیث مذکور کے رجال	660
332	سورج گہن کی نماز میں مذاہب ائمہ	651	661	نماز کے حصہ کو شیطان کے اچکنے کا معنی	661
333	فقہاء احناف کے مسلک کے موافق احادیث	652	661	نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے کا حکم	661
334	سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں ایک سے زائد رکوع کی روایات مضطرب ہیں	653	661	نماز میں التفات کے متعلق احادیث	661
335	سورج گہن کی نماز کے مسائل	654	662	باب: ۹۴	662
336	نماز میں امام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا	654	663	کیا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھے؟ کسی چیز یا قبلہ کی جانب بلغم کو دیکھے (تو کیا کرے)	663
337	حدیث مذکور کے رجال	654	664	نماز میں عمل قلیل کا جواز	664
338	نماز میں نمازی کی طرف دیکھنے میں مذاہب ائمہ	655	665	باب: ۹۵	665
339	ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت کرنے کے متعلق احادیث	655	665	امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب خواہ حضر میں ہوں یا سفر میں اور کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ آواز سے	665
340	نبی ﷺ نے اصل جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال کو؟	657	666	حدیث مذکور کے رجال	666
341	نبی ﷺ نے جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا	657		حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو اپنے مخالف کے لیے دعا ضرر کی اس کی تفصیل	666

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
357	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام ابو حنیفہ کا اپنے موقف پر استدلال	666	372	آخری دو رکعت میں قرآن پڑھنے کے وجوب پر علامہ خطابی کا استدلال	676
358	نماز کی پہلی دو رکعت میں قراءت کے وجوب اور دوسری دو رکعت میں قراءت کے استحباب کے متعلق آثار	667	373	فرض کی آخری دو رکعت میں قرآن مجید پڑھنے کا واجب نہ ہونا	677
359	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی توجیہ اور ظالم کے خلاف دعا کرنے کا جواز	667	374	اعرابی کی حدیث میں دیگر واجبات کو ذکر نہ کرنے کی توجیہ	677
360	انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کی توجیہ	668	375	ظہر کی نماز میں قرآن پڑھنا	678
361	انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز	668	376	آخری دو رکعت میں قرآن مجید نہ پڑھنے کے متعلق مزید آثار	678
362	حدیث مذکور کے رجال	669	377	حدیث مذکور کے رجال	679
363	حدیث مذکور کا باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونا	669	378	نماز کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت پڑھنے کے متعلق احادیث	679
364	امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	669	379	نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن نہ پڑھنے کے متعلق احادیث	680
365	امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر ہمارا قرآن مجید سے استدلال اور فقہاء ثلاثہ کے اعتراضات کے جوابات	670	380	اس کا خلاصہ کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں کیا پڑھا جائے	680
366	علامہ عینی کا امام ابو حنیفہ کے دفاع میں امام دارقطنی پر رد کرنا	671	381	عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا	681
367	رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کا نماز میں پوری سورہ فاتحہ نہ پڑھنا	672	382	مغرب کی نماز میں قرآن پڑھنا	681
368	امام کے پیچھے قراءت ترک کرنے کے متعلق احادیث آثار اور فتاویٰ تابعین	672	383	نبی ﷺ کی پڑھی ہوئی آخری نماز کا مصداق	682
369	حدیث مذکور کے رجال	675	384	حدیث مذکور کے رجال	682
370	سلام کا جواب دینے کی اہمیت اور اعرابی کو نماز دہرانے کے حکم کی توجیہ	675	385	مغرب کا معنی اور اس کی اقسام	683
371	نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے کی دلیل اور رکوع اور سجود میں طہانیت کے وجوب کی دلیل	676	386	مغرب کے کم وقت میں نبی ﷺ کا سورۃ الاعراف پڑھ لینا	683
			387	مغرب کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	683

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
388	باب: ۱۰۰ عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	684	404	رسول اللہ ﷺ کے پاس جنات کے وفد کے آنے کی تاریخ	692
389	سورۃ الانشقاق کے سجدہ کی تفصیل	684	405	جنات کی پیدائش ان کی موت اور ان کی جزاء اور سزا کا بیان	692
390	فجر، ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں قراءت کی مقدار اور سفر میں قراءت کم کرنا	685	406	رسول اللہ ﷺ جنات اور انسانوں کے رسول ہیں	693
391	باب: ۱۰۱ عشاء کی نماز میں آیت سجدہ کو پڑھنا	685	407	حدیث مذکور کے رجال	694
392	باب: ۱۰۲ عشاء کی نماز میں قرآن پڑھنا	686	408	اس حدیث میں مریم: ۶۴ اور الاحزاب: ۲۱ کو ذکر کرنے کی توجیہ	694
393	باب: ۱۰۳ پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو ترک کر دے	686	409	باب: ۱۰۶ نماز کی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھنا اور سورت کی آخری آیات کو پڑھنا اور ایک سورت سے پہلی سورت کو پڑھنا اور سورت کے اول حصہ کو پڑھنا	695
394	نماز فجر میں قرآن پڑھنا	686	410	مثنائی کی تعریفات	696
395	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	688	411	حدیث مذکور کے رجال	697
396	ان نمازوں کی تفصیل جن میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے اور جن میں آہستہ قرآن پڑھا جائے اور اس میں مذاہب فقہاء	688	412	مسجد قبا کے امام مذکور کے تعارف	697
397	نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے متعلق احادیث	688	413	ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	698
398	باب: ۱۰۵ نماز فجر میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا	689	414	نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے پر دلائل	698
399	حدیث مذکور کے رجال	690	415	جب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کے کرنے پر جنت کی بشارت ہے تو صاحب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کا خیر ہونا زیادہ لائق ہے	699
400	عکاظ کا لغوی اور عرفی معنی اور اس کا محل وقوع	690	416	ان دو سورتوں کی نظائر جن کو رسول اللہ ﷺ ایک رکعت میں جمع کرتے تھے	700
401	اس اعتراض کا جواب کہ فجر کی نماز تو معراج میں فرض ہوئی تھی اور یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے	691	417	مفصل کی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا	691
402	شیاطین اور جنات کے معانی اور محامل	691		آپ کا معمول تھا اور بعض اوقات آپ سورہ بقرہ اور دوسری لمبی سورتوں کو بھی جمع کرتے تھے	700
403	"شہاب ثاقب" کا معنی	691			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
418	باب: ۱۰۷ آخری دو رکعتوں میں فاتحہ الکتاب کو پڑھا جائے	701	435	اور معمول یہ ہیں	708
419	باب: ۱۰۸ جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ قرآن پڑھا	701	708	سورہ فاتحہ کو بلند آواز سے پڑھنے اور نبی ﷺ کے بلند آواز سے آمین پڑھنے کے تعارض کا جواب	708
420	باب: ۱۰۹ جب امام آیت کو سنائے	701	436	باب: ۱۱۴ جب کسی شخص نے صف میں داخل ہونے سے پہلے رکوع کر لیا	708
421	باب: ۱۱۰ پہلی رکعت کو لمبا کرے	702	437	حدیث مذکور کے رجال	709
422	باب: ۱۱۱ بلند آواز سے آمین کہنا	702	438	ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کا جواز	709
423	آمین کے معنی کی تحقیق	702	439	ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کے متعلق اختلاف فقہاء	710
424	آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں متعدد اقوال	704	440	باب: ۱۱۵ رکوع میں تکبیر کو مکمل پڑھنا	710
425	امام کے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء	704	441	حدیث مذکور کے رجال	711
426	بلند آواز سے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء	704	442	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	711
427	آہستہ آمین کہنے کے متعلق احادیث اور آثار	705	443	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	712
428	آمین کہنے کی فضیلت	706	444	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات نہ پڑھنے کے متعلق آثار	712
429	فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہنے کی فضیلت	706	445	سب سے پہلے تکبیرات کو ترک کرنے والے کا مصداق	713
430	باب: ۱۱۲ مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا	706	446	تکبیرات انتقال کو ترک کرنے کی توجیہ	713
431	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت اور آہستہ آمین کہنے کی دلیل	707	447	تکبیرات انتقال کے حکم شرعی میں مذاہب فقہاء	713
432	آمین کہنے میں یہ ظاہر دو حدیثوں کے تعارض میں تطبیق	707	448	باب: ۱۱۶ سجدہ میں تکبیر کو مکمل پڑھنا	714
433	حدیث مذکور کو عنوان کے مطابق کرنے کی علامہ ابن بطال کی سعی لا حاصل	707	449	باب: ۱۱۷ سجدہ سے اٹھ کر تکبیر پڑھنا	715
434	آمین بالجبر اور آمین بالسری دونوں حدیثیں صحیح				

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
450	باب: ۱۱۸ رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا	716	466	باب: ۱۲۴ امام اور متقدمی جب رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا کہیں؟	723
451	حدیث مذکور کے رجال	716		باب: ۱۲۵	
452	رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے میں مذاہب فقہاء	717	467	”اللہم ربنا ولك الحمد“ کی فضیلت	723
453	رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے متعلق احادیث	717		باب: ۱۲۶	724
	باب: ۱۱۹		468	حدیث مذکور کے رجال	724
454	جب کوئی نمازی پورا رکوع نہ کرے	718	469	رکوع کے بعد دعا پڑھنے میں مذاہب فقہاء	724
	باب: ۱۲۰		470	دعاء قنوت کو رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھنے	
455	رکوع میں پشت کو سیدھا رکھنا	718		میں مذاہب فقہاء	725
	باب: ۱۲۱		471	حدیث مذکور کے رجال	725
456	رکوع پورا کرنے کی حد اور رکوع میں اعتدال اور		472	فجر اور مغرب کی نمازوں میں دعاء قنوت کا منسوخ	
	طمأنیت	718		ہونا اور علامہ خطابی کے اعتراض کا جواب	726
457	حدیث مذکور کے رجال	719	473	فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھنے کے متعلق آثار	726
458	رکوع اور سجود کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مقدار		474	حدیث مذکور کے رجال	727
	اور رکوع میں اعتدال	719	475	حمد مذکور کے دیگر کلمات	727
459	رکوع میں اعتدال اور پشت کو سیدھا رکھنے کے		476	حدیث مذکور کے مسائل	727
	متعلق احادیث اور آثار	719		باب: ۱۲۷	
	باب: ۱۲۲		477	رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان سے کھڑے ہونا	728
460	جس نے رکوع صحیح نہیں کیا اس کو نبی ﷺ نے		478	قوم میں آپ کا طویل قیام	728
	نماز دہرانے کا حکم دیا	720		باب: ۱۲۸	
461	تعدیل ارکان کی فرضیت میں اختلاف فقہاء	721	479	سجدہ کے وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے جھکنا	729
	باب: ۱۲۳		480	سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر	
462	رکوع میں دعا کرنا	721		رکھے یا اپنے گھٹنوں کو؟	729
463	حدیث مذکور کے رجال	722	481	پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنے کے متعلق احادیث اور	
464	رکوع اور سجود میں دعائیں اور تسبیحات پڑھنے کے			آثار	730
	متعلق مذاہب فقہاء	722	482	جن مسلمانوں کے حق میں آپ نے دعائے خیر کی	731
465	رکوع اور سجود میں نبی ﷺ کی دعائیں	722	483	جن لوگوں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی	732

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
484	سجدہ کی فضیلت	732	501	باب: ۱۳۵	743
485	”طواغیت“ کا معنی اور اس کی تفصیل	735	502	مٹی یا کچھڑ میں ناک پر سجدہ کرنا	744
486	اللہ تعالیٰ کس صفت میں آئے گا جو مسلمان اس کو نہیں پہچانیں گے اور اس سلسلہ میں بحث و نظر	735	503	پیشانی اور ناک پر سجدہ کرنے کی دلیل	744
487	”یوبق“ اور ”یحودل“ کا معنی اور برجہ معتزلہ اور خوارج کا رد	736	504	زیادہ کچھڑ میں نماز پڑھنے کا عدم جواز	744
488	آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر اہل سنت کے دلائل اور معتزلہ کی دلیل کے جوابات	736		باب: ۱۳۶	
489	سجدہ کی فضیلت میں دیگر احادیث	737	505	جب شرم گاہ کھل جانے کا خطرہ ہو تو کپڑے کو گرہ لگانا اور باندھنا	745
490	باب: ۱۳۰		506	باب: ۱۳۷	
491	سجدہ میں بازوؤں کو کشادہ رکھے اور (پیٹ سے) دور رکھے		507	نمازی بال نہ موڑے	745
492	باب: ۱۳۱		508	باب: ۱۳۸	
493	انگلیوں کی اطراف کا منہ قبلہ کی طرف رکھے		509	نمازی نماز میں اپنے کپڑے کو نہ موڑے	745
494	باب: ۱۳۲		510	باب: ۱۳۹	
495	جب نمازی پورا سجدہ نہ کرے		511	سجدہ میں تسبیح پڑھنا اور دعا کرنا	746
496	باب: ۱۳۳		512	باب: ۱۴۰	
497	سجدہ سات ہڈیوں پر ہے		513	دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا	746
498	حدیث مذکور کے رجال		514	باب: ۱۴۱	
499	جن اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے ان میں مذاہب فقہاء		515	نمازی سجدہ میں اپنی کلائیوں نہ بچھائے	747
500	چہرے کے علاوہ باقی چھ اعضاء پر سجدہ فرض نہ ہونے کے دلائل		516	باب: ۱۴۲	
	امام ابو حنیفہ پر غلاما بن بطلال کے اعتراض کا جواب		517	باب: ۱۴۳	
	ناک پر سجدہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار		518	جو نمازی نماز کی طاق رکعت میں بیٹھ کر پھر کھڑا ہوا	749
	بالوں یا کپڑوں کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے		519	جلسہ استراحت میں مذاہب فقہاء	749
	باب: ۱۳۴		520	جلسہ استراحت کے ترک پر جمہور فقہاء کے دلائل	749
	ناک پر سجدہ کرنا		521	نماز کی طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھے بغیر دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق احادیث اور آثار	750
			522	جلسہ استراحت کے مسنون نہ ہونے پر مزید دلائل	751
			523	باب: ۱۴۳	
			524	نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے جب کسی رکعت کے لیے کھڑا ہو	751

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۱۴۴			تہجد کے الفاظ کے معانی	531
516	نمازی دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت تکبیر پڑھے	752		باب: ۱۴۹	
517	حدیث مذکور کے رجال	752		سلام سے پہلے دعا کرنا	532
	باب: ۱۴۵			فتنہ کا معنی اور حضرت مسیح ابن مریم اور مسیح الدجال کا معنوی فرق	533
518	تہجد میں بیٹھنے کا طریقہ	753		قرض لینے کے جواز اور عدم جواز کے محال	534
519	نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں مذاہب فقہاء	753		نماز کی دعا کا طریقہ	535
520	عورت کے نماز میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کے طریقہ میں فقہاء احناف کی تصریحات	754		باب: ۱۵۰	
521	عورتوں کی نماز کے طریقہ کے متعلق احادیث اور آثار	755		تہجد سے فراغت کے بعد نمازی کون سی دعا کو اختیار کرے اور یہ واجب نہیں ہے	536
522	نماز میں عورت کے سجدہ کرنے کا طریقہ	755		باب: ۱۵۱	
523	ائمہ مذاہب کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ	756		جس نے اپنی پیشانی اور ناک سے مٹی پونجھی حتیٰ کہ نماز پڑھی	537
524	حدیث مذکور کے رجال	757		باب: ۱۵۲	
525	دونوں تہجدوں میں بیٹھنے کا ایک طریقہ ہونے کا ثبوت	758		نماز کا سلام پھیرنا	538
	باب: ۱۴۶			لفظ "سلام" سے نماز ختم کرنے میں مذاہب ائمہ اور ان کی دلیل پر علامہ عینی کا اعتراض اور مصنف کا جواب	539
526	جن فقہاء کے نزدیک تہجد اول واجب نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے رجوع نہیں کیا	759		حدیث مذکور کے رجال	540
527	حدیث مذکور کے رجال	760		نماز ختم ہونے کے بعد امام اپنے مصلیٰ پر کھڑا ہے	541
528	تہجد اول کے فرض ہونے کی نفی اور نماز میں سجدہ سہو کرنے کا محل	760		باب: ۱۵۳	
	باب: ۱۴۷			نمازی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے	542
529	پہلے قعدہ میں تہجد پڑھنا	760		باب: ۱۵۴	
	باب: ۱۴۸			جو نمازی نماز کے سلام پر اکتفاء کر کے امام کو الگ سے سلام نہ کرے	543
530	آخری قعدہ میں تہجد پڑھنا	760		باب: ۱۵۵	
				نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا	544

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
545	حدیث مذکور کے رجال	771		باب: ۱۵۹	
546	نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار	771	563	نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف اور بائیں طرف مڑ کر بیٹھنا	782
547	نماز کے بعد ذکر کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	772	564	سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں جانب مڑ کر بیٹھنے کے متعلق احادیث اور آثار	783
548	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	772	565	حدیث مذکور کے رجال	784
549	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	773	566	ایک تعارض کا جواب اور احکام شرعیہ میں ترمیم کرنے کی مذمت	784
550	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	773	567	باب: ۱۶۰ کچے لہسن، پیاز اور گندنا کے متعلق جو احادیث وارد ہیں اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ جس نے بھوک یا بغیر بھوک کے لہسن یا پیاز کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے	784
551	حدیث مذکور کے رجال	775	568	بدبو کی وجہ سے لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت اور اس سلسلہ میں دیگر مسائل	786
552	فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟	775		باب: ۱۶۱	
553	حدیث مذکور کے رجال	776	569	بچوں کا وضوء کرنا اور ان پر غسل اور وضوء اور جماعت اور عیدین اور جنازوں میں حاضر ہونا کب واجب ہوتا ہے اور ان کی صفوں کا بیان	788
554	نماز کے بعد اذکار پڑھنے کا مستحب ہونا	776	570	حدیث مذکور کے رجال	789
555	باب: ۱۵۶ امام جب سلام پھیرے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے	777	571	دفن کیے جانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی مدت اور اس میں مذاہب فقہاء	789
556	نماز کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرنے کی حکمت	777	572	حدیث مذکور کے رجال	790
557	محکمہ موسمیات کا بارش کی پیشگی اطلاع دینے کا حکم	778	573	آیا جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے	790
558	باب: ۱۵۷ امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا	779		باب: ۱۶۲	
559	سلام پھیرنے کے بعد امام کا اپنی جگہ بیٹھے رہنے میں فقہاء کا اختلاف	779	574	رات کو اور اندھیرے میں خواتین کا مساجد کی طرف جانا	793
560	باب: ۱۵۸ جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر اسے کوئی کام یاد آیا تو وہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا چلا گیا	781	575	نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں جانے	
561	حدیث مذکور کے رجال	782			
562	رسول اللہ ﷺ کی مال دنیا سے بے رغبتی	782			

صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان
802	793	اور مسلمانوں کا جمعہ کو مقدس دن قرار دینا	576	کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق
		باب: ۲		فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق
803	794	جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت اور آیا بچوں اور عورتوں پر بھی جمعہ کے دن حاضر ہونا واجب ہے؟	577	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق
804	794	حدیث مذکور کے رجال	578	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق
	795	کھڑے ہو کر خطبہ دینا سربراہ ملک کا عوام کی عبادات کی تفتیش کرنا جمعہ کے دن کے غسل کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل	579	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق
804	795	باب: ۳	580	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق
805	796	جمعہ کے دن خوشبو لگانا		احادیث اور آثار	احادیث اور آثار
		باب: ۴	581	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق
806	796	جمعہ کی فضیلت		احادیث اور آثار	احادیث اور آثار
806	8	حدیث مذکور کے مسائل		باب: ۱۶۳	باب: ۱۶۳
806	797	باب: ۵	582	نمازیوں کا امام عالم کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا	نمازیوں کا امام عالم کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا
		باب: ۶	583	عورتوں کے نت نئے فیش کی وجہ سے حضرت عائشہ کا ان کو مسجد میں جانے سے منع کرنا	عورتوں کے نت نئے فیش کی وجہ سے حضرت عائشہ کا ان کو مسجد میں جانے سے منع کرنا
807	798	جمعہ کے دن تیل لگانا		باب: ۱۶۴	باب: ۱۶۴
807	10	حدیث مذکور کے رجال	584	عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو	عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو
808	798	جمعہ کے دن تیل لگانے اور خوشبو لگانے کا استحباب		باب: ۱۶۵	باب: ۱۶۵
	12	خطبہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت میں اختلاف فقہاء اور معصیت کے وقوع سے پہلے اس کی مغفرت کی تحقیق	585	صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی مڑنا اور مسجد میں کم ٹھہرنا	صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی مڑنا اور مسجد میں کم ٹھہرنا
808	799	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر ایک اعتراض کا جواب		باب: ۱۶۶	باب: ۱۶۶
809	799	باب: ۷	586	عورت کا اپنے خاوند سے مسجد کی طرف جانے کی اجازت طلب کرنا	عورت کا اپنے خاوند سے مسجد کی طرف جانے کی اجازت طلب کرنا
809	801	جمعہ کے دن سب سے اچھا دستیاب لباس پہننے		۱۱ - کتاب الجمعة	۱۱ - کتاب الجمعة
810	15	جمعہ کے دن نبی ﷺ کا عمدہ لباس پہننا		باب: ۱	باب: ۱
	801	کفار کا احکام فرعیہ کا مخاطب نہ ہونا اور جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث	1	جمعہ کی نماز کی فرضیت	جمعہ کی نماز کی فرضیت
810			2	یہود اور نصاریٰ کا ہفتہ اور اتوار کو معظم دن قرار دینا	یہود اور نصاریٰ کا ہفتہ اور اتوار کو معظم دن قرار دینا

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
	باب: ۱۲			باب: ۸	
	عورتیں اور بچے جن پر جمعہ میں حاضر ہونا فرض	35	811	جمعہ کے دن مسواک کرنا	17
824	نہیں ہے آیا ان پر غسل ہے یا نہیں؟		812	حدیث مذکور کے رجال	18
826	باب: ۱۳		812	مسواک کے متعلق احکام	19
	باب: ۱۴			باب: ۹	
827	بارش میں جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت	36	813	جس شخص نے دوسرے کی مسواک کو استعمال کیا	20
	باب: ۱۵		814	حدیث مذکور کے رجال	21
	کہاں سے جمعہ پڑھنے کے لیے آنا چاہیے اور کس	37		باب: ۱۰	
	پر جمعہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد			جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کس سورت کو پڑھا	22
	ہے: جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو		814	جائے	
827	اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ (المجمہ: ۹)		814	سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا	23
828	حدیث مذکور کے رجال	38		جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ السجدۃ اور سورۃ	24
828	”العوالی“ کا معنی	39	815	الدھر کو پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف	
	گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہونے کے متعلق مذاہب	40		باب: ۱۱	
828	فقہاء		815	بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز	25
	باب: ۱۶		816	حدیث مذکور کے رجال	26
829	زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت ہوتا ہے	41	816	”بحرین“ اور ”جوائی“ کے معانی اور مصداق	27
830	حدیث مذکور کے رجال	42		گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق	28
831	نماز جمعہ کے وقت میں مذاہب ائمہ	43	816	مذاہب فقہاء	
	زوال کے وقت جمعہ پڑھنے کے متعلق مزید احادیث	44	817	فقہاء احناف کے نزدیک شہر کی تعریفات	29
831	اور آثار			گاؤں اور دیہات میں جمعہ نہ ہونے کے متعلق	30
	باب: ۱۷		821	احادیث اور آثار	
832	جب جمعہ کے دن سخت گرمی ہو	45	822	حدیث مذکور کے رجال	31
832	زوال سے پہلے جمعہ پڑھنے کا عدم جواز	46	822	”ایلہ“ کا معنی اور مصداق	32
	باب: ۱۸		822	ہر شخص کی نگہبانی کا دائرہ کار	33
	جمعہ کی طرف چل کر جانا اور اللہ عزوجل کا ارشاد:	47		عائل اور والی خواہ سلطان کا مقرر کیا ہوا ہو یا عوام	34
833	پس دوڑ والہ اللہ کے ذکر کی طرف۔ (المجمہ: ۹)		823	نے مقرر کیا ہو وہ جمعہ پڑھ سکتا ہے	
833	المجمہ: ۹ میں سعی کے معنی کی تحقیق	48			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
49	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	834	64	عذر کی صورت میں منبر پر بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینے کا جواز	842
50	باب: ۱۹			باب: ۲۸	
51	جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان تفرقہ نہ کرے	835	65	امام جب خطبہ دے تو نمازیوں کی طرف منہ کرے اور نمازی امام کی طرف منہ کریں حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے امام کی طرف منہ کیا	843
52	باب: ۲۰		66	جمعہ کے دن دوران خطبہ امام کی طرف منہ کرنے کی حکمت	844
53	باب: ۲۱		67	باب: ۲۹	
54	جمعہ کے دن کی اذان کا حکم	836	70	جس نے خطبہ میں حمد و ثناء کے بعد اما بعد (یعنی حمد و ثناء کے بعد) کہا	844
55	حضرت عثمان کا مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کرنا	837	71	حدیث مذکور کے رجال	846
56	مصنف کے نزدیک کون سی اذان پر سعی واجب ہوتی ہے	837	72	حدیث مذکور کے رجال	848
57	باب: ۲۲		73	مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کے مسائل	848
58	باب: ۲۳		74	”اما بعد“ کا معنی اور سب سے پہلے ”اما بعد“ کا استعمال کس نے کیا اور خطبہ جمعہ میں کس قدر کلام لانا چاہیے	849
59	باب: ۲۴		75	باب: ۳۰	
60	باب: ۲۵		76	جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا	849
61	باب: ۲۶		77	جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھنے اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے متعلق احادیث	849
62	باب: ۲۷		78	جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء	850
63	منبر پر خطبہ دینا	839	79	باب: ۳۱	
64	باب: ۲۸		80	خطبہ کو پہ غور سننا	850
65	کھڑے ہو کر خطبہ دینا	841	81	حدیث مذکور کے رجال	851
66	حدیث مذکور کے رجال	841	82	خطبہ سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء	851
67	سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے	841	83	دوران خطبہ کلام کرنے یا سلام کا اور چھینک کا	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جواب دینے میں مذاہب فقہاء	852		باب: ۳۲	
79	جب امام خطبہ دینے کے دوران یہ دیکھے کہ ایک شخص آیا ہے تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دے	852	861	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت	861
80	خطبہ جمعہ کے دوران نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے موقف پر دلائل اور باب مذکور کی حدیث کا جواب	853	861	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	861
81	خطبہ جمعہ کے دوران نماز نہ پڑھنے کے متعلق امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل	854	862	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق احادیث اور آثار	862
82	جو شخص اس وقت مسجد میں داخل ہوا جب امام خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا تو وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے	856	863	جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے اس کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	863
83	خطبہ کے دوران دونوں ہاتھ بلند کرنا	856		باب: ۳۸	
84	جمعہ کے دن خطبہ میں بارش کے نزول کی دعا کرنا	856	864	جب جمعہ کی نماز میں بعض لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں اور بعض امام کے ساتھ باقی رہیں تو امام اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز جائز ہے	864
85	امام مالک کا خطبہ میں ہاتھ بلند کرنے کا انکار کرنا	857	865	حدیث مذکور کے رجال	865
86	دعا میں ہاتھ بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور بارش کی دعا کے لیے نماز استسقاء کے پڑھنے کا لازم نہ ہونا	858		باب: ۳۹	
87	جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو خاموش رہنا اور جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو کام کیا	858	866	جمعہ کے دن نبی ﷺ کو چھوڑ کر نہ جانے والے صحابہ کے اسما	866
88	خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار	859	866	خطبہ چھوڑ کر چلے جانے والے صحابہ کی طرف سے توجیہ	866
89	خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت اور رخصت کے محال	860	867	انقطاع جمعہ کے لیے کم از کم مقتدیوں کی تعداد میں مذاہب ائمہ	867
				باب: ۴۰	
			867	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جب نماز ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ (الجمعة: ۱۰)	867

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
103	نماز جمعہ پڑھنے کے بعد کاروبار کرنا واجب نہیں	868			
	مباح ہے	868			
104	اللہ کا فضل طلب کرنے کے محامل	868			
105	حدیث مذکور کے رجال	869			
106	بڑی عمر کی اجنبی عورت سے سلام اور کلام کرنے اور				
	اس کی دعوت کھانے کا جواز	869			
	باب: ۴۱				
107	جمعہ کے بعد قیلول کرنا	870			
108	اختتامی کلمات	870			
☆	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد ثانی کی ڈاڑی	871			
☆	ماخذ و مراجع	873			



خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، الذي جعلنا من المسلمين، ووصفنا بخير أمة من الأمم الماضية، وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به إلى الصراط المستقيم. والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين، الذي شرح الفرقان بأحاديثه وبيانه القويم، وكشف عن أسرارهِ وغوامضه لهداية الناس أجمعين، وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى آله الطيبين وأصحابه الطاهرين الذين قاموا بأشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم، وعلى أزواجه الطاهرات أمهات المؤمنين، وعلى جميع الأئمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين إلى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير إلى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج إلى كرم ربه السرمدى أنى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للإمام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلأ على رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله إلا بنعمته العظمى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى. (تقبله الله بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. أعوذ بالله من شرور نفسى ومن سيئات أعمالى. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له. اللهم أرنى الحق حقا وارزقنى اتباعه. اللهم أرنى الباطل باطلا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقا باسمه واحفظه من شرور الأشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعا ومستفيضا ومفيضا مرغوبا فى أطراف العالمين إلى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب إلى من المسلمين صدقة جارية إلى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبی الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الآخرة وأحبنى على الإسلام بالسلامة وامتنى على الإيمان بالكرامة. اللهم أنت ربى لا إله إلا أنت خلقتنى وأنا عبدك وأنا على عهدك ووعدك ما استطعت. أعوذ بك من شر ما صنعت أبوء لك بنعمتك على وأبوء لك بذنبي فاغفر لى فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت. رب اوزعنى أن أشكر نعمتك التى أنعمت على وعلى والدى وأن أعمل صالحا ترضه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تفرینیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں ﷺ پر درود و سلام ہو جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور با کمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوة کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندہ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہ عرض پرداز ہے کہ میں "تفسیر تبیان القرآن" سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عز و جل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسہ کرتے ہوئے "صحیح بخاری" کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قوی اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایہ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عز و جل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام "نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری" رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بد اعمالیوں سے اللہ عز و جل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ ستمی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقہ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بد اعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ



نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۸- کتاب الصَّلَاةِ نماز کا بیان

یہ کتاب نماز کے احکام کے بیان میں ہے طہارت نماز کی شرط ہے اور نماز مشروط ہے امام بخاری جب شرط کے متعلق احادیث روایت کرنے سے فارغ ہو گئے تو پھر انہوں نے مشروط کے متعلق احادیث کی روایت کا آغاز کیا۔
”صلوٰۃ“ کا غالب معنی لغت میں دعا ہے قرآن مجید میں ہے:

صَلِّ عَلَيْهِمْ. (التوبہ: ۱۰۳) آپ ان کے حق میں دعا کیجئے۔

اور ”صلوٰۃ“ کا معنی نبی ﷺ کے لیے رحمت طلب کرنا ہے یعنی آپ پر درود پڑھنا قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ. (الاحزاب: ۵۶) اے ایمان والو! نبی پر درود پڑھو۔

دعا اور درود نماز کے اجزاء میں سے ہیں سوکل کا نام اشرف اجزاء پر رکھ دیا گیا۔ عرب کا مقولہ ہے:

صلبت العود علی النار۔ میں نے ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنے کے لیے آگ پر رکھا۔

جس طرح ٹیڑھی لکڑی کو آگ کی حرارت سے سیدھا کیا جاتا ہے اسی طرح نماز میں خوف الہی کی حرارت سے نفس کی کجی کو

سیدھا کیا جاتا ہے۔

شبِ معراج میں نمازوں کو فرض
کیے جانے کی کیفیت

۱- بَابُ كَيْفَ فُرِضَتِ
الصَّلَوَاتُ فِي الْأَسْرَاءِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شبِ معراج میں نمازوں کو کس کیفیت سے فرض کیا گیا۔

جمہور سلف صالحین اس پر متفق ہیں کہ آپ کو آپ کے بدن اور آپ کی روح کے ساتھ معراج ہوئی ہے مکہ سے بیت المقدس تک معراج نص قرآن سے ثابت ہے اور بیت المقدس سے پہلے آسمان تک اور پہلے آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک احادیث مشہورہ سے ثابت ہے معراج کب ہوئی اس میں بھی اختلاف ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی سُدی سے روایت ہے کہ ہجرت سے سولہ ماہ پہلے معراج ہوئی سُدی کے قول کے مطابق ذوالقعدة میں معراج ہوئی اور زہری کے قول کے مطابق ربیع الاول میں معراج ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب میں معراج ہوئی حافظ عبد الغنی بن سرور المقدسی کا یہی مختار ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۵۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وقال ابن عباس حدثني أبو سفيان في حديث هرقل فقال يأمرنا يعني النبي صلى الله عليه وسلم بالصلوة والصدق والعفاف.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہرقل کی حدیث میں بیان کیا: نبی ﷺ ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۷ کی مفصل روایت ہے، امام بخاری نے اس تعلق کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت کی معرفت سے پہلے نفس نماز کی معرفت ہو جائے۔

۳۴۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءٍ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَبَسٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِيٍّ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ قَالَ مَنْ هَذَا؟ قَالَ جِبْرِيلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أُرْسِلْ إِلَيْهِ؟ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوَدَةٌ وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوَدَةٌ إِذَا نَظَرَ قَبْلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ يَسَارِهِ بَكَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجِبْرِيلَ مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا آدَمُ وَهَذِهِ الْأَسْوَدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوَدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ شِمَالِهِ بَكَى حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ فَفَتَحَ قَالَ أَنَسُ فَلَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَوَاتِ آدَمَ وَإِذْ رِيسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا پھر حضرت جبریل نازل ہوئے پس میرے سینہ کو شق کیا پھر انہوں نے اس کو زمزم کے پانی سے دھویا پھر وہ سونے کا طشت لے کر آئے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا پس اس کو میرے سینہ میں اندیل دیا پھر اس کو بند کر دیا پھر مجھے آسمان دنیا کی طرف چڑھایا پس جب میں آسمان دنیا کی طرف آیا تو حضرت جبریل نے آسمان کے محافظ سے کہا: کھولو! اس نے کہا: کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے اس نے کہا: کیا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میرے ساتھ (سیدنا) محمد ﷺ ہیں اس نے کہا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس جب اس نے آسمان کو کھولا تو ہم آسمان دنیا کے اوپر گئے وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اس کی دائیں طرف بھی کچھ لوگ تھے اور بائیں طرف بھی کچھ لوگ تھے جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو ہنستے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے پس انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو میں نے حضرت جبریل سے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آدم (علیہ السلام) ہیں اور یہ لوگ جو ان کی دائیں طرف اور بائیں طرف ہیں یہ ان کی اولاد کی رو میں ہیں سوان میں سے جو دائیں طرف والے ہیں وہ اہل جنت ہیں اور جو لوگ بائیں طرف والے ہیں وہ

وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ وَإِبْرَاهِيمَ ۖ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ ۖ وَلَمْ يَثْبُتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ ۖ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا ۖ وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ ۖ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَذْرَيسَ ۖ قَالَ مَرَحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْآخِ الصَّالِحِ ۖ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا إِذْرَيسُ ۖ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَىٰ ۖ فَقَالَ مَرَحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْآخِ الصَّالِحِ ۖ قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا مُوسَىٰ ۖ ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيسَىٰ ۖ فَقَالَ مَرَحَبًا بِالْآخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ۖ قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا عِيسَىٰ ۖ ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ ۖ فَقَالَ مَرَحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْآخِ الصَّالِحِ ۖ قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۖ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوَى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ ۖ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَضَ اللَّهُ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَوةً ۖ فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ ۖ حَتَّى مَرَرْتُ عَلَى مُوسَىٰ ۖ فَقَالَ مَا قَرَضَ اللَّهُ لَكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ قَرَضَ خَمْسِينَ صَلَوةً ۖ قَالَ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ ۖ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ ۖ فَرَاَجَعَنِي فَوَضَعَ شَطْرَهَا ۖ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَىٰ ۖ قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا ۖ فَقَالَ رَاجِعْ رَبِّكَ ۖ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ۖ فَرَاَجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا ۖ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ ۖ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ ۖ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ ۖ فَرَاَجَعْتُهُ ۖ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ ۖ وَهِيَ خَمْسُونَ ۖ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ ۖ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَىٰ ۖ فَقَالَ رَاجِعْ رَبِّكَ ۖ فَقُلْتُ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي ۖ ثُمَّ انْطَلَقَ بِي حَتَّى انْتَهَى بِي إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ۖ وَغَشِيَهَا الْوَانُ لَا أَذْرِي مَا

اہل دوزخ ہیں پس جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب وہ بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں حتیٰ کہ حضرت جبریل نے مجھے دوسرے آسمان کی طرف چڑھایا پھر اس کے محافظ سے کہا: کھولو اس کے محافظ نے ان سے اسی طرح کلام کیا جس طرح پہلے آسمان کے محافظ نے کلام کیا تھا پھر اس نے (آسمان کا دروازہ) کھول دیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: آپ نے آسمانوں میں حضرت آدمؑ حضرت ادریسؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ صلوات اللہ علیہم سے ملاقات کی اور یہ نہیں بیان کیا کہ وہ کون آسمانوں میں تھے البتہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ آپ نے آسمان دنیا میں حضرت آدمؑ علیہ السلام سے ملاقات کی اور حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام سے چھٹے آسمان میں ملاقات کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت جبریل نبی ﷺ کے ساتھ حضرت ادریسؑ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریسؑ علیہ السلام ہیں پھر میں حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام ہیں پھر میں حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام ہیں پھر میں حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب الزہری نے کہا: مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابو حبیہ انصاری دونوں یہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے اور اوپر چڑھایا گیا حتیٰ کہ میں مقام استوی پر چڑھا جہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی ابن حزم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: نبی ﷺ نے فرمایا: پس اللہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کر دیں میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا حتیٰ کہ میں حضرت

ہی، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَائِلُ اللَّوْلُؤِ، وَإِذَا تَرَابُهَا الْمِسْكُ۔ [اطراف الحدیث: ۱۶۳۶-۱۶۳۷]

(صحیح مسلم: ۱۶۳-۱۶۴، رقم المسلسل: ۴۰۸، سنن التبری للنسائی: ۳۱۳، سنن نسائی: ۱۳۹۹-۱۴۰۸، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۲، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۲۸۵، مکتبۃ الرشید: ۱۳۲۶ھ)

موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے کہا: آپ کے لیے آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ نے کیا فرض کیا؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں فرض کی ہیں، انہوں نے کہا: آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں کیونکہ آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی، انہوں نے مجھے واپس کر دیا، پس اللہ نے آدھی نمازیں کم کر دیں، میں حضرت موسیٰ کی طرف گیا اور میں نے کہا: اللہ نے آدھی نمازیں کم کر دیں، انہوں نے پھر کہا: آپ اپنے رب کے پاس جائیں، کیونکہ آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی، میں پھر اللہ تعالیٰ کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (فرض) پانچ نمازیں ہیں اور (اجر میں) پچاس ہیں، میرا قول میرے نزدیک تبدیل نہیں کیا جاتا، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا، انہوں نے کہا: آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیں، میں نے کہا: (اب) مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے، پھر حضرت جبریل مجھے لے گئے، حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اس کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا، میں از خود نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں، پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا، اچانک میں نے جنت میں موتی کی لڑیاں دیکھیں اور جنت کی مٹی مشک تھی۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نماز فرض کیے جانے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

اس حدیث کے چہر جال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے کیا جا چکا ہے۔
اس کی توجیہ کہ آپ نے حضرت ام ہانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا اور اس کی حکمت کہ فرشتے دروازہ سے آنے کے بجائے چھت میں شگاف کر کے آئے

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا۔
اس پر یہ اعتراض ہے کہ شب معراج آپ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تھے تو آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی مناسبت کی وجہ سے بھی اپنی طرف اضافت کر دی جاتی ہے، حضرت ام ہانی آپ کی چچا زاد بہن تھیں، اس لیے آپ نے ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ اس رات حطیم کعبہ میں تھے تو اس سے مطابقت کس طرح ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمزم سے سینہ دھونے کے بعد آپ حضرت ام ہانی کے گھر چلے گئے تھے، پھر وہاں سے آپ کو معراج کرائی گئی، فرشتے گھر کے دروازہ سے نہیں آئے، بلکہ چھت میں شگاف کر کے چھت کے وسط سے آئے، اس میں یہ حکمت تھی کہ فرشتوں نے آنے کے لیے معمول کے خلاف راستہ اختیار کیا، تاکہ یہ اس پر دلیل ہو کہ واقعہ معراج خلاف معمول اور خلاف عادت امور پر مشتمل ہے، نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس سفر میں بالآخر اوپر کی طرف جانا ہے۔

شق صدر کی تعداد اور اس کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرے سینہ کو شق کیا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسند احمد میں روایت ہے کہ آپ کا سینہ اس وقت چاک کیا گیا تھا جب آپ بچپن میں بنو سعد میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا سینہ دوبار چاک کیا گیا اور شق صدر میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے سینہ سے خون کا وہ لوتھڑا نکال دیا جائے جس کے متعلق فرشتوں نے کہا تھا: یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا اور دوسری بار شق صدر اس لیے کیا گیا کہ شب معراج میں جن حقائق کو آپ نے دیکھنا تھا ان کی صلاحیت آپ کے سینہ میں رکھ دی جائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک بار اور آپ کا شق صدر ہوا تھا جب غار حراء میں حضرت جبریل آپ کے پاس وحی لے کر آئے تھے اور اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے سینہ میں وحی قبول کرنے کی صلاحیت رکھ دی جائے۔

سونے کے طشت کی توجیہ اور حکمت کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر انہوں نے اس قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا پھر وہ سونے کا طشت لے کر آئے جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔

زمزم کے پانی سے دھونے کی حکمت یہ ہے کہ زمزم کو آپ کے قلب کے ساتھ مس ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اور طشت کا معنی تھاں ہے سونے کے طشت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سونے کا استعمال مردوں پر حرام ہے پھر آپ کے قلب کو سونے کے طشت میں کیوں رکھا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سونے کے برتنوں کا استعمال کرنا ہم پر حرام ہے فرشتوں پر حرام نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت سے پہلے کا ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے اور ان کے استعمال کی ممانعت مدینہ میں ہجرت کے بعد ہوئی تھی اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اور سونے کے طشت کی حکمت یہ ہے کہ سونے کے برتن جنت میں ہوں گے اور سونا سب سے قیمتی دھات ہے اور سونے کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس کو آگ نہیں کھاتی نہ اس کو مٹی کھاتی ہے نہ اس کو مٹی متغیر کرتی ہے اور سونا ہر دھات سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔

اس حدیث میں حکمت کا ذکر ہے حکمت کا معنی علم ہے اس کی تعریف ہے: وہ علم جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی معرفت اور احکام شرعیہ کے ساتھ ہو اور اس کا حامل خواہش نفس کی اتباع سے مجتنب ہو اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کا شرح صدر لیلۃ المعراج میں ہوا تھا تا کہ اس رات آپ کو جو عظیم نشانیاں دکھائی جانی تھیں آپ کے دل میں ان کی طمانیت حاصل ہو۔

”نسم“ کا معنی اور اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے پھر حضرت آدم نے اپنی بائیں جانب کفار کی روحوں کو کیسے دیکھا؟

اس حدیث میں ”نسم بنیہ“ کے الفاظ ہیں۔ ”التسم“ کی جمع ہے ”نسمۃ“ کا معنی روح ہے اور اس سے مراد اولاد آدم کی ارواح ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہل نار کی روہیں بھی آسمان میں ہیں اور احادیث میں یہ وارد ہے کہ کفار کی روہیں تجہنم میں ہیں اور مؤمنین کی روہیں جنت کی نعمتوں میں ہیں پھر آسمان میں یہ روہیں کیسے جمع ہو گئیں پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ روہیں بعض اوقات حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی جاتی ہیں سو جس وقت ہمارے نبی ﷺ کا وہاں سے گزر ہوتا تھا اس وقت بھی روہیں حضرت آدم کے سامنے پیش کی گئیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے پھر حضرت

آدم علیہ السلام کی باتیں جانب کفار کی روہیں کیسے آگئیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے جنت حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ہو اور دوزخ حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب ہو اور جنت میں مؤمنین کی روہوں اور دوزخ میں کفار کی روہوں کو آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان روہوں سے مراد وہ روہیں ہوں جو ابھی تک اجسام میں داخل نہیں ہوئی تھیں اور روہیں اجسام سے پہلے پیدا کی گئی ہیں اور جن روہوں نے اجسام میں داخل ہونے کے بعد ایمان سے متصف ہونا تھا وہ حضرت آدم کی دائیں طرف رکھی گئی ہوں اور جن روہوں نے کفر کے ساتھ متصف ہونا تھا ان کو حضرت آدم کی بائیں طرف رکھا گیا ہو۔

ایک روایت میں ہے: حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر تھے دوسری روایت میں ہے: وہ ساتویں آسمان پر تھے اس تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور دوسری روایت میں ہے: آپ نے حضرت ابراہیم کو ساتویں آسمان میں دیکھا اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم چھٹے آسمان میں تھے بعد میں جب رسول اللہ ﷺ اوپر ساتویں آسمان پر گئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ ساتویں آسمان پر چلے گئے۔

ابن شہاب، ابن حزم اور ابو حبیہ کا تعارف

اس حدیث میں ابن شہاب، ابن حزم اور ابو حبیہ کا ذکر ہے ابن شہاب سے مراد محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں اور ابن حزم ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم الانصاری البخاری المدنی ہیں ان کے والد کا نام محمد تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں پیدا ہوئے وہ فقیہ اور فاضل تھے ان کو یوم حرہ میں قتل کر دیا گیا اس وقت ان کی عمر تریپن سال تھی وہ تابعی تھے لیکن علامہ ابن الاثیر نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے الزہری نے ان سے سماع نہیں کیا کیونکہ وہ ان سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔

ابو حبیہ کے نام میں اختلاف ہے ابو زرعد نے کہا: ان کا نام عامر ہے ایک قول ہے کہ عمر ہے دوسرا قول ہے: ثابت ہے الواقدی نے کہا: مالک ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۶۱)

”المستوی“ اور ”صریف الاقلام“ کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ میں مستوی پر چڑھا جہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔

”مستوی“ کا معنی ہے: چڑھنے کی جگہ عزت والی جگہ۔

”صریف الاقلام“ کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور اس کی وحی کو فرشتے قلموں سے جو لکھتے ہیں اس کی آواز اور لوح محفوظ سے دیکھ کر جو لکھتے ہیں اور جو کچھ اللہ چاہتا ہے اس کو لکھنے کی آواز اور وہ جو احکام نافذ کرتا ہے اور مخلوق کی جو تدبیر کرتا ہے فرشتے اس کو لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ کسی چیز کو لکھنے یا لکھانے سے مستغنی ہے اس نے اپنی کسی حکمت سے فرشتوں کے لکھنے کا انتظام کیا ہوا ہے۔

نمازوں میں تخفیف کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے: پس اللہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کر دیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش سے ان میں سے آدھی کم کر دیں اور مالک بن صعصعہ کی روایت میں ہے: ان میں سے دس کم کر دیں اور ثابت کی روایت میں ہے: پانچ کم کر دیں اس باب کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے پہلی مرتبہ آدھی نمازیں کم کیں دوسری مرتبہ تیرہ

نمازیں کم کیں تیسری مرتبہ سات نمازیں کم کیں اور چوتھی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں اور ان کا اجر پچاس نمازیں کر دیا۔

”السدرۃ المنتہی“ کا معنی

”السدرۃ“ کا معنی ہے: بیر کا درخت، یہ درخت ساتویں آسمان پر ہے اور اس کا سایا ساتویں آسمانوں پر ہے ایک روایت میں ہے: یہ درخت چھٹے آسمان پر ہے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کا تنا ساتویں آسمان میں ہے۔ اس کو منتہی اس لیے کہتے ہیں کہ ہر مقرب فرشتے اور ہر نبی مرسل کے علم کی اس پر انتہاء ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ درخت عرش کے نیچے ہے کوئی فرشتہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا نہ کوئی نبی اس سے تجاوز کر سکتا ہے زمین سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں اس درخت پر ان کی انتہاء ہو جاتی ہے ایک قول ہے: شہداء کی روحوں کی اس پر انتہاء ہو جاتی ہے ایک قول ہے: مومن کی روح کی اس پر انتہاء ہو جاتی ہے اور ملائکہ مقربین اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

پانچ نمازوں کی فرضیت اور اس سے پہلے کتنی نمازیں فرض تھیں

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ پانچ نمازیں شب معراج میں فرض کی گئیں ہیں امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ پھر جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے وادی کی ایک جانب میں ایڑی ماری تو وہاں پر پانی کا چشمہ جاری ہو گیا پھر حضرت جبریل نے اس چشمہ سے وضوء کیا اور سیدنا محمد ﷺ اس کو دیکھ رہے تھے پھر رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں آئے اور آپ نے اس چشمہ سے اسی طرح وضوء کیا جس طرح حضرت جبریل نے وضوء کیا تھا پھر آپ نے اور حضرت خدیجہ نے دو رکعت نماز پڑھی جس طرح حضرت جبریل نے دو رکعت نماز پڑھی تھی ایک جماعت نے کہا ہے: اس سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی سو اس کے کہ آپ کو رات میں قیام کا حکم دیا گیا تھا جس میں رکعات کی کوئی تحدید نہیں تھی اور نبی ﷺ رات کے دو تہائی حصہ میں یا ایک تہائی حصہ میں قیام فرماتے تھے آپ کے ساتھ صحابہ بھی قیام کرتے تھے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحسکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اہل سیر کا اس پر اجماع ہے کہ وضوء اور غسل مکہ میں نماز کے ساتھ جبریل علیہ السلام کی تعلیم سے فرض ہوئے ہیں اور نبی ﷺ نے کوئی نماز بغیر وضوء کے نہیں پڑھی۔

علامہ سید محمد امین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آیت وضوء مدنی ہے اور نبی ﷺ پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے بھی نماز پڑھتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے فجر اور عصر کی نمازیں فرض تھیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا. (طہ: ۱۳۰)

اور آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے طُلُوعِ آفتاب سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے۔

(در مختار و رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۱-۱۸۰ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور سورۃ المزمل سے ثابت ہے کہ رات کی نماز بھی فرض تھی۔

تمام نبیوں میں سے صرف حضرت موسیٰ نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی اس کی وجہ

ایک سوال یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام نبیوں میں سے صرف سیدنا محمد ﷺ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ آپ کی امت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مکرم ہے اور آپ نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے سیدنا محمد ﷺ کی امت میں سے بنادے۔ (کتاب السنن ج ۱ ص ۲۰۵ تاریخ دمشق ج ۲۳ ص ۹۰ درمنثور ج ۳ ص ۳۸۸) اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی اور چونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی یہ دعا منقول نہیں ہے اس لیے انہوں نے یہ سفارش نہیں کی۔

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہیں پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟

ایک سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر کیسے دیکھا جب کہ انبیاء علیہم السلام زمین پر اپنی اپنی قبر میں آرام فرما رہے ہیں علامہ ابن عقیل اور علامہ ابن التین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو ان کے جسموں کی صورتوں میں متشکل کر دیا تھا اور انہوں نے کہا: حشر کے دن جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا اس دن ان کی روحوں ان کے جسموں میں لوٹائی جائیں گی، ماسوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کیونکہ وہ زندہ ہیں اور وہ زمین کی طرف نازل ہوں گے۔ علامہ یعنی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ہمارے نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو حقیقتہً دیکھا ہے اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور پھر آپ نے حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان میں بھی دیکھا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسم مثالی کے ساتھ آسمانوں پر گئے ہوں۔

ہمارے نبی ﷺ نے آسمانوں پر جن نبیوں سے ملاقات کی ان کی وجہ ترجیح

ہمارے نبی ﷺ نے جن انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھا ان کی آپ کے ساتھ خاص مناسبت تھی حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آپ کی یہ مناسبت تھی کہ جس طرح حضرت آدم کا دشمن ابلیس تھا اور اس کی دشمنی کی وجہ سے ان کو جنت چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کا دشمن ابوجہل تھا اور دیگر ضائد قریش تھے جن کی وجہ سے آپ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ مناسبت یہ تھی کہ وہ پہلے نبی ہیں جنہوں نے قلم کے ساتھ لکھا پھر قلم سے لکھنے کا طریقہ تمام دنیا میں رائج ہو گیا اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے دنیا کے اہم بادشاہوں کی طرف تبلیغی مکاتیب بھیجے جس کی وجہ سے تمام دنیا میں اسلام پھیل گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمارے نبی ﷺ نے اس حال میں دیکھا کہ انہوں نے البیت المعمور کی طرف اپنی کمر کی ٹیک لگائی ہوئی تھی اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے آخری عمر میں بیت اللہ کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ظالم اور جابر بادشاہ کے قہر کی وجہ سے اپنی سرزمین چھوڑ کر مدینہ جانا پڑا اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کو بھی مکہ سے مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔

رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہود نے ان کو قتل کرنے کا قصد کیا تھا اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کو بھی یہود نے قتل کرنے کا قصد کیا تھا جب انہوں نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو کھلایا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یہود کے بہت مظالم برداشت کیے حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ذبح کر دیا اسی طرح ہمارے نبی ﷺ

نے قریش سے بہت صدمات اٹھائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔

رہے حضرت یوسف علیہ السلام تو انہوں نے اپنے بھائیوں کے کیے ہوئے مظالم کو معاف فرما دیا اور فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ. (یوسف: ۹۲)

میں آج تمہیں کوئی ملامت نہیں کرتا۔

اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن قریش کے تمام مظالم کو معاف فرما دیا اور فرمایا: میں تمہیں ملامت نہیں کرتا۔

رہے حضرت ہارون علیہ السلام تو وہ بنی اسرائیل کے نزدیک محبوب تھے حتیٰ کہ وہ ان کو حضرت موسیٰ پر ترجیح دیتے تھے اسی طرح

ہمارے نبی ﷺ امت کے نزدیک محبوب ہیں حتیٰ کہ وہ آپ کو اپنی جان اپنے والدین اپنی اولاد اور اپنے مال پر ترجیح دیتے ہیں۔

رات کے وقت میں معراج کرانے کی وجوہ

نبی ﷺ کو معراج رات میں کرائی گئی ہے نہ کہ دن میں جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے اس کی حسب ذیل وجوہ

ہیں:

(۱) رات کے وقت میں خلوت ہوتی ہے اور یہ وقت بادشاہوں کے ساتھ مجالست کا اور ان سے مناجات کا ہوتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت میں کرامات سے نوازا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا. (الانعام: ۷۶)

جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ

دیکھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ. (حود: ۸۱)

آپ اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے ایک حصہ میں نکل

جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

إِذْ رَأَىٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا.

(ط: ۱۰) آگ دیکھی ہے۔

اور جب ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور مزید دس

(الاعراف: ۱۳۲) راتوں کا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رات کے ذکر کو دن پر مقدم فرمایا ہے:

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ. (بنی اسرائیل: ۱۲)

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا۔

وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ. (یس: ۴۰)

اور نہ رات دن پر سبقت کرنے والی ہے۔

(۴) رات اصل ہے اور چاند کی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔

(۵) ہر رات کے ساتھ دن ہوتا ہے اور کبھی صرف دن ہوگا اور رات نہیں ہوگی جیسے قیامت کا دن۔

(۶) رات کے وقت میں دعا قبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور عطا کا نزول ہوتا ہے۔

(۷) نبی ﷺ اکثر رات میں سفر کرتے تھے۔

(۸) رات کا وقت عبادت میں کوشش کرنے کا ہے نبی ﷺ رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوچ جاتے

تھے۔

(۹) آپ رات میں بہت زیادہ عبادت کرتے تھے اللہ عزوجل نے خود اس میں کمی کرنے کا حکم دیا فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝
اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کیجئے مگر تھوڑا

(المزمل: ۱-۲)

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ. (بنی اسرائیل: ۷۹)
رات کے ایک حصہ میں آپ تہجد پڑھیے۔

سو جب آپ کی زیادہ عبادت رات میں ہوتی تھی تو آپ کو معراج بھی رات میں کرائی گئی۔

(۱۰) جب معراج رات میں ہوئی تو یہ واقعہ لوگوں کی نظر سے غائب تھا پھر جنہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی ان کا اجر بہت زیادہ ہو گیا۔

آپ کو معراج کرانے کی حکمت

ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے لیے معراج کرائی گئی اسی وجہ سے یہ معراج اچانک کرائی گئی اور یہ بہت عظیم اور دل میں جاگزیں ہونے والی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہم کلامی کا وعدہ کیا گیا تھا پھر آپ کو شرف کلام سے نوازا اور دونوں میں بہت فرق ہے وہ چالیس راتوں تک اس کا انتظار کرتے رہے اور آپ کو بغیر انتظار کی مشقت میں ڈالے بلایا گیا اور ان دونوں کے مقام میں بہت فرق ہے ایک کو پہاڑ طور پر بلایا گیا اور دوسرے کو البیت المعمور کے اوپر بلایا گیا حضرت سلیمان کی ایک ماہ کی مسافت کے لیے ہوا کو مسخر کیا گیا اور آپ کو ایک ساعت میں فرش سے عرش پر لے جایا گیا اور سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ آپ کو اپنے رب کا دیدار کرایا گیا سب نبیوں نے اللہ کی بن دیکھے گواہی دی تنہا آپ نے اللہ کو دیکھ کر اس کے واحد ہونے کی گواہی دی۔

سدرۃ کو مختلف رنگوں کا ڈھانپنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سدرۃ کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا میں از خود نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں۔

ایک قول ہے کہ وہ سونے کے پروانے تھے دوسرا قول ہے: وہ متعدد انوار تھے جو سدرہ سے نکل رہے تھے اور اس سے اس طرح

گر رہے تھے جس طرح پروانے گرتے ہیں وہ پروانے سونے کے تھے کیونکہ سونا بہت صاف اور چمک دار ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی روح کا سب سے زیادہ قوی ہونا

سوال ہوتا ہے کہ آسمانوں اور اس کے اوپر چڑھنا جسم انسانی کے لیے کس طرح متصور ہو سکتا ہے جب کہ انسانی جسم بہت کثیف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ارواح چار قسم کی ہیں: (۱) وہ ارواح جو صفات بشریہ سے مکدر ہیں یہ عوام کی ارواح ہیں جن پر قوت حیوانیہ کا غلبہ ہوتا ہے وہ عروج کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتیں (۲) وہ ارواح جن میں کامل قوت نظریہ ہوتی ہے اور وہ علوم کو حاصل کر لیتی ہیں یہ علماء کی ارواح ہیں (۳) وہ ارواح جو اخلاق حمیدہ کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے کامل قوت مدبرہ کی حامل ہوتی ہیں یہ ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں کی ارواح ہیں (۴) وہ ارواح جن کو قوت نظریہ اور قوت عملیہ دونوں میں کمال حاصل ہوتا ہے اور یہ انبیاء اور صدیقین کی ارواح ہیں جیسے جیسے ان کی ارواح کی قوت زیادہ ہوتی ہے ان میں زمین سے اوپر اٹھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اور جب انبیاء علیہم السلام کی ارواح بہت قوی ہوتی ہیں تو وہ آسمان کی طرف عروج کر سکتی ہیں اور چونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی روحانی قوت سب سے زیادہ تھی اس لیے آپ نے ”قاب قوسین او ادنیٰ“ کی طرف عروج کیا۔

(معراج کے یہ تمام اسرار اور نکات عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۷-۷۸ سے ماخوذ ہیں)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

حدیث مذکور شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۷۵، نمبر ۳۲۳ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① معراج کا لغوی معنی ② معراج کا اصطلاحی معنی ③ شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کا بیان ④ سورۃ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات ⑤ لفظ ”سبحان“ کے اسرار ⑥ لفظ ”عبدہ“ کے اسرار ⑦ لفظ ”اسروی“ کے اسرار ⑧ معراج کے متعلق سورہ والنجم کی آیات ⑨ ”والنجم اذا هوى“ کے اسرار ⑩ ”ثم دنا فتدلى“ کے اسرار ⑪ ”فكان قاب قوسين“ کے اسرار ⑫ حضرت جبریل کا دو مرتبہ حضور کو اپنی صورت دکھانا ⑬ رسول اللہ ﷺ کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبریل کا قرب اور ان کا دیدار ⑭ شب معراج دیدار الہی کے بیان میں احادیث اور آثار ⑮ شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ ⑯ شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ ⑰ شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ ⑱ شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ ⑲ واقعہ معراج کی تاریخ ⑳ واقعہ معراج کی ابتداء کی جگہ ㉑ معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ ㉒ کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعہ معراج کا مربوط بیان ㉓ رات میں معراج کرانے کے اسرار ㉔ معراج کی ابتداء کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق ㉕ حضرت ام ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتے کے آنے کے اسرار ㉖ نبی ﷺ کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار ㉗ شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق ㉘ تین بار شق صدر کرنے کے اسرار ㉙ ”هَذَا حِطُّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ“ کے اسرار ㉚ اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار ㉛ شق صدر کے اسرار کا تمہ ㉜ براق پر سواری کے اسرار ㉝ قبر میں حضرت موسیٰ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار ㉞ رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق ㉟ رسول اللہ ﷺ کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا ㊱ رسول اللہ ﷺ کے پاس قبر انور میں درود پیش کیا جانا ㊲ رسول اللہ ﷺ کا قبر انور میں نماز پڑھنا ㊳ رسول اللہ ﷺ کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا ㊴ رسول اللہ ﷺ کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا ㊵ صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنا ㊶ اجساد مثالیہ کا تعدد ㊷ انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا ㊸ شب معراج عالم برزخ دکھائے جانے کے اسرار ㊹ مسجد قصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار ㊺ آسمانوں پر جانے کے اسرار ㊻ سدرۃ المنتہی سے آگے جانے کے اسرار ㊼ ”قف يا محمد فان ربك يصلي“ کے اسرار ㊽ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار ㊾ ”الصلوة معراج المؤمنين“ کے اسرار ㊿ کفار قریش کو دیئے ہوئے جوابات کے اسرار ⑤ شب معراج دیدار الہی کے اسرار۔

معراج کی یہ تفصیل شرح صحیح مسلم میں ص ۷۷۲-۷۷۱ تک پھیلی ہوئی ہے اور اس قدر جامع تفصیل قارئین کو اور کسی کتاب میں نہیں ملے گی۔ وذاك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

* اور تبیان القرآن سورۃ بنی اسرائیل: ۱ ج ۱ ص ۶۳۳-۶۱۷ میں بھی معراج کا تفصیلی بیان ہے۔

۳۵۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ حِينَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از صالح بن کیسان از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ نے نماز فرض کی جب نماز کو فرض کیا تو دو دو

فَاقْرَأَتْ صَلَوةَ السَّفَرِ، وَزَيْدَ فِي صَلَوةِ الْحَضَرِ. رکعت فرض کیسے حضرت میں اور سفر میں پھر سفر کی نماز برقرار رہی اور
[اطراف الحدیث: ۱۰۹۰-۳۹۳۵] حضرت میں نماز زیادہ کر دی گئی۔

(صحیح مسلم: ۶۸۵، الرقم المسلسل: ۱۵۴۲، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۸، سنن نسائی: ۴۵۳، موطاً امام مالک: کتاب قصر الصلوٰۃ: ۸، شرح معانی الآثار: ۲۳۳۸، صحیح ابن حبان: ۲۴۳۶، المعجم الاوسط: ۷۸۹۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱، سنن دارمی: ۱۵۰۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۳، سنن کبریٰ للنسائی: ۳۱۷، مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲، طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۳۳۸، ج ۳ ص ۳۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نماز کو فرض کیا گیا۔

علامہ ابن بطل مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے وتر کو فرض کہہ کر چھ فرائض بنا دیئے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فرض نماز کے عدد پر امت کا اجماع ہے کہ وہ پانچ نمازیں ہیں اور نمازوں کے رکوع اور سجود کے عدد پر بھی امت کا اجماع ہے سوائے امام ابوحنیفہ کے ان کا شاذ قول ہے انہوں نے فرائض میں وتر کو زیادہ کیا ہے اور معراج کی حدیث میں وتر کا ذکر نہیں ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطل کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے وتر کو فرض نہیں کہا بلکہ وتر کو واجب کہا اور وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے وتر فوت ہونے کی صورت میں اس کی قضا کرنے کا حکم دیا ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص وتر سے سو گیا یا اس کو بھول گیا تو اس کو جب

یاد آئے تو وتر پڑھ لے یا جب بیدار ہو تو پڑھ لے۔ (سنن ترمذی: ۴۶۵، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱)

ائمہ ثلاثہ وتر کو سنت یا نفل کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ سنت یا نفل فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں ہوتی اور فرائض میں وتر داخل نہیں ہے جیسا کہ حدیث معراج میں تصریح ہے کہ فرض صرف پانچ نمازیں ہیں پس لامحالہ وتر کو واجب قرار دینا ہوگا۔

رہا یہ کہ علامہ ابن بطل نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے وتر کو فرض قرار دیا ہے تو یہ ظاہر یہ امام ابوحنیفہ پر افتراء ہے فقہاء احناف کی تمام کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر واجب ہے اور علامہ ابن بطل نے جو اس کو فرض سے تعبیر کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے اور اسی طرح حرام اور مکروہ تحریمی میں فرق نہیں کرتے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان میں فرق ہے فرض وہ ہے جس کے فعل کا لزوم ایسی دلیل سے ثابت ہو جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو اور اگر ان میں سے کوئی ایک چیز ظنی ہو تو پھر وہ واجب ہوگا مثلاً نماز پڑھنے کا قرآن مجید میں حکم ہے اس کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے لہذا نماز فرض ہے اور وتر کی قضا کرنے کا نبی ﷺ نے حکم دیا ہے اس کی لزوم پر دلالت تو قطعی ہے لیکن اس کا ثبوت قطعی نہیں کیونکہ اس کا ثبوت خبر واحد سے ہے اور وہ ظنی ہے اس لیے وتر واجب ہے فرض نہیں ہے اور چونکہ ائمہ ثلاثہ اور ان کے تبعین فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے اس لیے علامہ ابن بطل نے لکھ دیا کہ امام ابوحنیفہ وتر کو فرض کہتے ہیں حالانکہ امام ابوحنیفہ وتر کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ کی دقت نظر ہے جس سے یہ ظاہر بین لوگ عاری

ہیں اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ حیرت ہے کہ علامہ عینی نے ابن بطال کا یہ اعتراض دیکھا نہیں، ورنہ وہ اس کا جواب ضرور لکھتے۔

حافظ ابن حجر شافعی کا سفر میں نماز کے قصر کے وجوب اور عزیمت کی نفی کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضر (شہر) کی نمازوں میں دو رکعت کا اضافہ مدینہ منورہ میں کیا گیا ہے جیسا کہ حسب ذیل حدیث میں اس کی تصریح ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں دو دو رکعت نماز فرض کی گئی، پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو آپ نے ہر دو رکعت نماز کے ساتھ دو رکعت بڑھادیں، ماسوا مغرب کے کیونکہ وہ دن کے وتر ہیں اور ماسوا فجر کی نماز کے کیونکہ اس میں طویل قراءت ہوتی ہے (اور جب آپ سفر کرتے تو پہلے طریقہ سے نماز پڑھتے)۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۴-۳۰۵، صحیح ابن حبان: ۳۸۸، مختلف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۲، مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۱، طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۰۴۲-ج ۲ ص ۱۶۷، مؤسسۃ الرسالۃ: بیروت)

اس حدیث کے ظاہر سے فقہاء احناف نے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا عزیمت ہے (یعنی واجب ہے) رخصت نہیں ہے اور ان کے مخالفین (ائمہ ثلاثہ) نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا (النساء: ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم کو یہ خوف ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے (یعنی تم پر حملہ کریں گے)۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ قصر کرنے سے تم کو گناہ نہیں ہوگا، سو یہ آیت قصر کی عزیمت اور وجوب پر دلالت نہیں کرتی بلکہ قصر کی رخصت پر دلالت کرتی ہے اور قصر کے رخصت ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے:

حضرت یحییٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ یہ بتائیں کہ لوگ نماز قصر کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کو کفار کے حملہ کا خوف ہو تو نماز قصر کرو اور اب کفار کے حملہ کا خوف نہیں ہے حضرت عمر نے فرمایا: جس طرح تم کو اس پر تعجب ہوا مجھے بھی اس پر تعجب ہوا تھا تو میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدق ہے اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔

(صحیح مسلم: ۶۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹، سنن ترمذی: ۳۰۳۳، سنن نسائی: ۱۳۳۲، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵)

صحیح بخاری: ۳۵۰ میں یہ دلیل ہے کہ سفر کی نماز دو رکعت ہی ہے اس کا ائمہ ثلاثہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے اور حضرت عائشہ نے وہ زمانہ نہیں پایا جب نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ ائمہ ثلاثہ کی طرف سے جواب دو وجہ سے کمزور ہے اولاً اس لیے کہ یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی اس لیے حضرت عائشہ کا قول حکماً مرفوع ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ اگر حضرت عائشہ اس وقت موجود نہیں تھیں تو انہوں نے یہ بات نبی ﷺ سے یا کسی اور صحابی سے سنی ہوگی سو یہ حدیث مرسل صحابی ہے امام الحرمین نے یہ کہا ہے کہ اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو اس کو تواتر سے منقول ہونا چاہیے تھا یہ جواب بھی کمزور ہے کیونکہ اس کی مثل میں تواتر لازم نہیں ہے ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث کے یہ حدیث معارض ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان سے حضر (شہر) میں چار رکعت نماز فرض کی ہیں اور سفر میں دو رکعت اور خوف کی حالت میں ایک رکعت۔ (صحیح مسلم: ۶۸۷، رقم المسلسل: ۱۵۴۶، سنن ابوداؤد: ۱۲۴، سنن نسائی: ۳۵۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث کا یہ محمل ہے کہ اضافہ کے بعد حضر میں نماز چار رکعت ہو گئی لہذا یہ حضرت عائشہ کی حدیث کے معارض نہیں ہے۔ انہوں نے ایک دلیل یہ قائم کی ہے کہ فقہاء احناف کا قاعدہ ہے کہ جب راوی کی روایت اور اس کی رائے میں تعارض ہو تو اس کی رائے کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ اس کی روایت کا اور حضرت عائشہ کی روایت اگرچہ یہ ہے کہ سفر میں دو رکعت نماز ہے لیکن حضرت عائشہ کی رائے یہ ہے کہ سفر میں پوری نماز پڑھنی چاہیے اس لیے ان کی روایت غیر ثابت ہے اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا کہ سفر میں پوری نماز کیوں پڑھتی ہیں؟ تو انہوں نے وہی تاویل کی جو حضرت عثمان نے تاویل کی تھی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۹۰ سنن ابوداؤد: ۱۲۰۰) (کہ انہوں نے مکہ میں بھی اپنا گھر بنا لیا تھا) لہذا حضرت عائشہ کی روایت اور ان کی رائے میں کوئی تعارض نہیں ہے پس ان کی روایت صحیح ہے اور ان کی رائے ان کی تاویل پر مبنی ہے۔

جو چیز مجھ پر منکشف ہوئی ہے وہ اس کے مطابق ہے جو اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں دو دو رکعت نماز فرض کی گئی پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو آپ نے ہر دو رکعت نماز کے ساتھ دو رکعت بڑھا دیں ماسوا مغرب کے کیونکہ وہ دن کے وتر ہیں اور ماسوا فجر کی نماز کے کیونکہ اس میں طویل قراءت ہوتی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۴-۳۰۵ صحیح ابن حبان: ۲۷۳۸ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۳۴ مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۱)

پھر جب فرض کی چار رکعت نماز مستحکم ہو گئی تو النساء: ۱۰۱ کے نازل ہونے کے بعد سفر کے اندر نماز میں تخفیف کر دی گئی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ابن الاثیر نے شرح المسند میں ذکر کیا ہے کہ ۴ھ میں نماز قصر کی گئی ہے اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا ہے کہ ۴ھ میں نماز قصر کی گئی ہے البتہ الدولابی نے یہ ذکر کیا ہے کہ ۲ھ میں نماز کو قصر کیا گیا ہے اور سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ ہجرت کے ایک سال بعد نماز کو قصر کیا گیا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہجرت کے چالیس دن بعد نماز کو قصر کیا گیا ہے اس لحاظ سے حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے کہ سفر میں نماز دو رکعت برقرار رکھی گئی اس کا معنی ہے: سفر میں تخفیف کی وجہ سے دو رکعت نماز کر دی گئی اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ شروع سے دو رکعت پر برقرار رہی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قصر عزیمت ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

سفر میں وجوب قصر پر مصنف کے پیش کردہ دلائل اور حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا عزیمت نہیں ہے رخصت ہے بلکہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے کیونکہ خود حافظ ابن حجر نے سنن ابوداؤد اور دیگر کتب حدیث کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب حضرت عمر نے نبی ﷺ سے یہ عرض کیا کہ سفر میں نماز کو اس وقت قصر کیا جائے جب کفار کے حملہ کا خوف ہو اور اب ان کے حملہ کا خوف نہیں ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (صحیح مسلم: ۶۸۶)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے قصر کرنے کا امر کیا ہے اور امر پر عمل کرنا واجب ہے لہذا سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے النساء: ۱۰۱ میں فرمایا ہے: جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا مباح ہے نہ کہ نماز کو قصر کرنا واجب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قصر کرنا مباح تب ہوتا جب اس آیت میں یوں فرمایا جاتا: جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر نہ کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب یوں فرمایا ہے کہ نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے تو یہ قصر کے وجوب کے منافی نہیں ہے اس کی نظیر یہ حدیث

ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا کہ یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّ الصَّغَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ
أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا. (البقرہ: ۱۵۸)

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عروہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے (یعنی ان کی سعی واجب نہیں ہے) حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تم نے بڑی بات کہی ہے اگر ایسا ہوتا جس طرح تم نے اس آیت کی تاویل کی ہے تو اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا: جو شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت انصار کے لیے نازل فرمائی ہے وہ اسلام لانے سے پہلے مناة کے لیے احرام باندھتے تھے اور مُثَلَّل کے پاس اس کی عبادت کرتے تھے اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم پہلے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۵۸)

حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی سنت سے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنا ثابت ہے پس کسی شخص کے لیے ان کے درمیان طواف کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۳۳، صحیح مسلم: ۱۲۷۷، سنن ترمذی: ۲۹۷۶، سنن نسائی: ۲۹۶۵، سنن ابن ماجہ: ۲۹۸۶، مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۴، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۶، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب پر ہم کہتے ہیں کہ النساء: ۱۰۱ میں فرمایا ہے: ”جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔“ یہ آیت قصر کے وجوب کے منافی نہیں ہے یہ آیت قصر کے وجوب کے اس وقت منافی ہوتی جب اس آیت میں اس طرح ہوتا: ”جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر نماز کو قصر نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔“ باقی رہا یہ کہ اس اسلوب سے کیوں فرمایا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان و ائمہ حاضر میں چار رکعت نماز پڑھتے تھے جب انہیں سفر میں دو رکعت نماز پڑھنے کے لیے کہا گیا تو ان کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ چار رکعت کی بجائے دو رکعت نماز پڑھنے کی وجہ سے ان کی عبادت میں کوئی کمی ہو گئی ہے یا شاید اس میں کوئی گناہ یا حرج ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (النساء: ۱۰۱)

النساء: ۱۰۱ سے جو ائمہ ثلاثہ کا استدلال تھا اس کا ایک جواب ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب سے دیا ہے اور اس استدلال کا دوسرا جواب ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے پیش کر رہے ہیں:

امیہ بن عبداللہ بن خالد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ہم قرآن مجید میں صلوٰۃ الحضر اور صلوٰۃ الخوف کا ذکر پڑھتے ہیں اور ہمیں اس میں صلوٰۃ السفر کا ذکر نہیں ملا حضرت عبداللہ بن عمر نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے ہماری لطف سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہم اور کچھ نہیں جانتے ہم صرف وہی کرتے ہیں جو ہم نے سیدنا محمد ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے (یعنی آپ سفر میں قصر کرتے تھے سو ہم سفر میں قصر کرتے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۶، سنن نسائی: ۴۵۴)

قصر کے وجوب پر اس حدیث سے بھی اعتراض کیا جاتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ سفر میں نماز کو قصر بھی کرتے تھے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے اور روزہ چھوڑتے بھی تھے اور روزہ رکھتے بھی تھے۔ امام دارقطنی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن دارقطنی: ۲۲۶۶، دار المعرفۃ بیروت: ۱۴۲۲ھ، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱، ملتان)

اس حدیث کی سند متعدد وجوہ سے ضعیف ہے، جن وجوہ کو ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹ میں بیان کیا ہے، برہیل تنزل اس کا جواب یہ ہے کہ قوی حدیث اس حدیث کے معارض ہے:

عیسیٰ بن حفص بن عاصم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں مکہ کے راستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، انہوں نے ہمیں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھائی، پھر وہ آگے چلے، ہم بھی ان کے ساتھ تھے، وہ اپنی قیام گاہ پر آئے اور بیٹھ گئے، ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے، پھر ان کی لوگوں پر نظر پڑی، جو نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے پوچھا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: یہ لوگ نفل پڑھ رہے ہیں، حضرت ابن عمر نے کہا: اگر میں نفل نماز پڑھوں تو میں فرض نماز پوری نہ پڑھ لوں! اے میرے بھتیجے! میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں رہا ہوں، آپ نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا، اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، انہوں نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی، حتیٰ کہ اللہ نے ان کی روح کو قبض کر لیا، اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، انہوں نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کر لیا اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ میں حسین نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

(صحیح البخاری: ۱۱۰۲-۱۱۰۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۲۲، سنن نسائی: ۱۲۵۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۱)

اس حدیث سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے واضح ہو گیا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۴۶۷- ج ۲ ص ۵۴ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① وجوب قصر میں مذاہب ② ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات ③ منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ ④ دیگر دلائل کا جواب ⑤ وطن کی اقسام اور احکام ⑥ سفر معصیت کے احکام ⑦ سنن کا حکم ⑧ کیا ہوائی جہاز سے کم وقت میں بغیر مشقت کے سفر کرنا رخصت قصر کے منافی ہے؟

۲۔ بَابُ وَجُوبِ الصَّلَاةِ فِي الثِّيَابِ

کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا وجوب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے، واضح رہے کہ مرد کی شرم گاہ ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے اور عورت کی شرم گاہ اس کا پورا جسم ہے، ماسوا اس کے چہرے اس کے ہاتھ اور اس کے پیروں کے۔

شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء

امام مالک کے نزدیک نماز میں شرم گاہ کو چھپانا نماز کی صحت کی شرط نہیں ہے، بلکہ یہ نماز کی سنت ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایسے پانی کے پاس رہتے تھے جو لوگوں کے گزرنے کی جگہ پر تھا، ہمارے پاس

سے سوار گزرتے تھے ہم ان سے پوچھتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ اور یہ شخص کون ہے؟ وہ کہتے تھے: اس شخص کا یہ زعم ہے کہ اللہ نے اس کو رسول بنایا ہے اور اس کی طرف وحی نازل کی ہے یا اللہ نے اس کی طرف یہ وحی کی ہے پس میں اس کلام کو حفظ کر لیتا تھا اور گویا کہ وہ کلام میرے سینہ میں محفوظ تھا اور لوگ فتح مکہ تک لوگوں کو اسلام لانے پر ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے: ابھی اس شخص کو اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھو اگر وہ ان پر غالب آ گیا تو وہ سچا نبی ہوگا پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو تمام لوگوں نے اسلام لانے میں سبقت کی اور میرے والد نے بھی اپنی قوم کے ساتھ اسلام لانے میں سبقت کی پھر جب میرے والد واپس آئے تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں برحق نبی ﷺ کے پاس سے آیا ہوں اور انہوں نے فرمایا ہے: تم فلاں فلاں وقت میں نماز پڑھو اور تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں سے جس شخص کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہو وہ نماز پڑھائے پھر انہوں نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہیں تھا کیونکہ میں سواروں سے قرآن سنتا رہتا تھا پس انہوں نے مجھے آگے بڑھا کر امام بنادیا اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی اور میرا صرف ایک تہ بند تھا جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ سمٹ کر یا سکلڑ کر اوپر اٹھ جاتا تھا تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: تم اپنے قاری کی مقعد کو ہم سے چھپاتے کیوں نہیں! پھر لوگوں نے میرے لیے قمیص خریدی سو مجھے کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس قمیص سے خوشی ہوئی تھی۔ (صحیح البخاری: ۲۳۰۲ سنن ابوداؤد: ۵۸۵ سنن نسائی: ۷۸۸-۷۶۶-۶۳۵ مسند احمد ج ۵ ص ۳۰ صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۱۲ المعجم الکبیر: ۶۳۵۱ المستفی: ۳۰۹ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۲ المسند رک ج ۳ ص ۷۲ سنن بیہقی ج ۳ ص ۹۱)

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا نماز کی سنتوں میں سے ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا نماز کے فرائض میں سے ہے اس اختلاف کی وجہ درج ذیل آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے:

يَبْنِيْ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ اے اولادِ آدم! تم مسجد میں ہر بار حاضر ہونے کے وقت

(الاعراف: ۳۱) لباس پہن لیا کرو۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے ہے پس جو کہتے ہیں: اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے وہ کہتے ہیں کہ نماز میں شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ پہلے عورتیں بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتی تھیں تب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا اور جن فقہاء نے یہ کہا کہ اس آیت میں لباس پہننے کا حکم استحباب کے لیے ہے وہ کہتے ہیں کہ شرم گاہ کو چھپانا سنت ہے اور لباس سے مراد چادر اور تہبند وغیرہ ہے۔ (بدایہ المجتہد ج ۱ ص ۸۳-۸۲ مکتبہ علمیہ لاہور ۱۳۹۶ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

مردوں پر واجب ہے کہ وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک اپنے جسم کو چھپائیں اور یہ نماز کی صحت کے لیے شرط ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے امام مالک کے نزدیک یہ نماز کی صحت کی شرط نہیں ہے ہماری دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بالغہ (لڑکی) کی نماز بغیر دوپٹے کے قبول نہیں فرماتا۔ (سنن

ابوداؤد: ۶۳۱ سنن ترمذی: ۷۷۷ سنن ابن ماجہ: ۶۵۵ مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۰)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں گرمیوں میں ہوتا ہوں تو آیا میں صرف ایک قمیص میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور کانٹے سے اس (کے گرمیوں) کو بند کرلو۔

(سنن ابوداؤد: ۶۳۲، سنن ترمذی: ۳۳۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۳۹)

مرد کی شرم گاہ کی حد ناف سے گھٹنے تک ہے، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے، امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ صرف ذکر اور دربر شرم گاہ ہیں، امام احمد سے پوچھا گیا: شرم گاہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: فرج اور دربر، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن نبی ﷺ نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۱، صحیح مسلم: ۱۳۶۵) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ گھر میں اپنی ران سے کپڑا ہٹائے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو آنے کی اجازت دی اور آپ اسی حال پر رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی اور آپ اسی حال پر رہے۔ (صحیح مسلم الرقم السلسل: ۱۳۲۶، مسند احمد ج ۱ ص ۷۱)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے۔

اور امام احمد نے جرحہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی ران کھلی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: اپنی ران کو چھپاؤ کیونکہ ران شرم گاہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۱۳، سنن ترمذی: ۲۷۹۸، مسند احمد ج ۳ ص ۷۹-۷۸، سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۲۳)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: اپنی ران کو نہ کھولنا اور کسی زندہ یا مردہ کی ران کو نہ دیکھنا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۱۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۰، سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۲۵، دارقطنی کی سند ضعیف ہے)

اس حدیث میں صریح دلالت ہے کہ مرد کی ران بھی شرم گاہ ہے اور اس کو چھپانا واجب ہے۔

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ناف کے نیچے اور گھٹنوں کے اوپر کا حصہ شرم گاہ

ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۷) (المغنی ج ۲ ص ۱۳۲، ملخصاً دارالحدیث قاہرہ ۱۳۲۵ھ)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر آزاد عورت کا چہرے کے سوا کوئی عضو کھلا ہوا ہو تو وہ نماز دہرائے گی اس پر اتفاق ہے کہ عورت کے لیے نماز میں اپنے چہرہ کو کھولنا جائز ہے اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اور کسی عضو کو کھولنا جائز نہیں ہے اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت نماز میں اپنے پورے سر کو ڈھانپے گی، امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ عورت کے دونوں قدم عورت نہیں ہیں، کیونکہ وہ بالعموم ظاہر ہوتے ہیں اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ عورت مجسم واجب الستر ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت (مجسم) شرم گاہ ہے جب وہ نکلتی ہے تو

شیطان اس کو تاڑتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور ان کے اوپر باریک

کپڑے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان سے اعراض فرمایا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغہ ہو جاتی ہے تو اس کا صرف یہ اور یہ

دکھائی دینا جائز ہے اور آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۱۰۴)

نماز میں عورت کے پیروں کو ڈھانپنے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا: کیا عورت قمیص اور دوپٹے کے ساتھ نماز پڑھ سکتی

ہے اس کے اوپر تہبند نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: جب کہ اس کی قمیص اتنی لمبی ہو جو اس کے پیروں کی پشت کو چھپالے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۴۰-۶۳۹)

اور نماز میں عورت کے سر ڈھانپنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ بالغہ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے قبول نہیں فرماتا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۴۱، سنن ترمذی: ۷۷۷، سنن ابن ماجہ: ۶۵۵)

اور ہتھیلیوں کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ ان کا ستر واجب نہیں ہے کیونکہ چیز لینے دینے کے لیے ہاتھوں کو کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسری روایت ہے کہ ان کا ستر واجب ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورت مجسم واجب الستر ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۱۵۶-۱۵۵، دار الحدیث قاہرہ: ۱۴۲۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے عموم سے چہرہ اور ہتھیلیاں خارج ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود ان دونوں کا استثناء فرمایا ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد: ۴۱۰۴ میں تصریح ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الاعراف: ۳۱) فَنَزَلَتْ ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ﴾ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم مسجد میں ہر بار حاضر ہونے کے وقت لباس پہن لیا کرو۔ (الاعراف: ۳۱)

اس آیت میں ”زینت“ کا لفظ ہے اس سے مراد وہ لباس ہے جو شرم گاہ کو چھپائے اور اس آیت میں مسجد سے مراد نماز ہے یعنی نماز پڑھتے وقت اتنا لباس پہننا ضروری ہے جس سے تمہاری شرم گاہ چھپ جائے۔ اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں: وَيَذْكُرُ عَنْ سَلَمَةَ بِنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزُرُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ فِي إِسْنَادِهِ اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا: اور کانٹے سے اس کو بند کر لو۔ اس کی سند پر اعتراض نظر ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن ابوداؤد: ۶۳۲ میں ہے ہم اس حدیث کو مفصل حوالہ جات کے ساتھ ”شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء“ کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کی سند پر اعتراض ہے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ بن ابراہیم ہے۔ ابن القطان نے کہا: وہ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے اور چونکہ اس کی سند پر اعتراض ہے اس لیے امام بخاری نے اس تعلیق کا صیغہ ترمیض کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: لیکن امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں موسیٰ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت سلمہ سے سنا ہے کہ میں نے صرف ایک قمیص پہنی ہوئی تھی یا صرف ایک جبہ پہنا ہوا تھا تو میں نے پوچھا: میں اس کو بند کر لوں تو آپ نے فرمایا: ہاں! خواہ ایک کانٹے سے اس کو امام ابن حبان نے بھی اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں شکار میں ہوتا ہوں اور میں نے صرف ایک قمیص پہنی ہوئی ہوتی ہے آپ نے فرمایا: اس کو بند کر لو خواہ ایک کانٹے سے۔ اس کو امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مدنی صحیح ہے ان احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ ان احادیث کی سندوں میں جس موسیٰ کا ذکر ہے یہ وہ نہیں ہے جس کو ابن القطان نے گمان کیا ہے اور اس میں ضعف بھی ہے۔ جس راوی میں ضعف ہے وہ موسیٰ بن ابراہیم التیمی ہے اور جس راوی کی حدیث صحیح ہے وہ

موسیٰ بن ابراہیم الحارومی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۸۲-۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلق ذکر کی ہے:

وَمَنْ صَلَّى فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيهِ مَا لَمْ يَرَفِيهِ أَذَى.
اور جس شخص نے اس کپڑے میں نماز پڑھی جس میں اس نے جماع کیا تھا۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ سے دریافت کیا: آیا رسول اللہ ﷺ ایسے کپڑے میں نماز پڑھتے تھے جس میں آپ جماع کرتے تھے انہوں نے کہا: ہاں! جب آپ اس میں نجاست نہیں دیکھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۶، سنن نسائی: ۲۹۳، سنن ابن ماجہ: ۵۴۰)

اس کے بعد امام بخاری نے درج ذیل تعلق ذکر کی ہے:

وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.
اور نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حج میں یوم نحر کو منیٰ میں اعلان کرنے والوں میں بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۶۹)

۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نَخْرُجَ الْحَيْضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَيَشْهَدَنَ جَمَاعَةُ الْمُسْلِمِينَ وَدَعَوَتَهُمْ، وَيَعْتَزِلُ الْحَيْضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ، قَالَتْ أَمْرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جَلْبَابٌ؟ قَالَ لَتَلْبَسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جَلْبَابِهَا. وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ حَدَّثَنَا أُمُّ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو اور پردہ دار عورتوں کو عیدین کے دن گھروں سے نکالیں پس وہ مسلمانوں کی جماعت میں اور ان کی دعا میں حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں ان کی نماز کی جگہوں سے الگ بیٹھیں ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی سہلی کی چادر پہن لے اور عبد اللہ بن رجاء نے کہا: ہمیں عمران نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ میں نے نبی ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا تھا: ”حائض کا عیدین میں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہونا اور نماز کی جگہ سے الگ بیٹھنا“ اور یہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے: ”نماز میں کپڑے پہننے کا وجوب“ اور اس حدیث میں حائض کے عیدین میں جانے کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ اگر اس کے

پاس چادر نہ ہو تو وہ اپنی سہلی سے چادر لے کر جائے اس طرح یہ حدیث دونوں بابوں کے موافق ہے۔

نماز میں گدی پر تہبند

میں گرہ لگانا

۳ - بَابُ عَقْدِ الْإِزَارِ عَلَى

الْقَفَا فِي الصَّلَاةِ

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو شخص نماز میں داخل ہو وہ اپنی گدی پر تہبند میں گرہ لگائے اس باب کی اور اس سے پہلے والے باب کی اور اس کے بعد کے پندرہ ابواب کی باہمی مناسبت یہ ہے کہ ان سب کا تعلق کپڑوں کے ساتھ ہے البتہ درمیان میں پانچ ابواب ایسے ہیں جن کا تعلق کپڑوں کے ساتھ نہیں ہے وہ یہ ہیں: (۱) ان کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے (۲) منبر چھت اور لکڑی پر نماز (۳) چٹائی پر نماز (۴) مصلیٰ پر نماز (۵) بستر پر نماز۔ ان کی مناسبت ان ابواب میں بیان کی جائے گی۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ اِزْرِهِمْ عَلَى عَوَاتِقِهِمْ۔
اور ابو حازم نے حضرت سہل سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے نبی ﷺ کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھی کہ انہوں نے اپنے کندھوں پر اپنی چادروں میں گرہ لگائی ہوئی تھی۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی ﷺ کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے اپنی چادریں اپنے کندھوں پر اس طرح باندھی ہوئی تھی جیسے بچوں کی چادریں باندھی ہوتی ہیں اور آپ نے عورتوں سے فرمایا: تم اپنے سروں کو اس وقت تک نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔ (صحیح البخاری: ۳۶۲)

۳۵۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلَّى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قَبْلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمَشْجَبِ قَالَ لَهُ قَائِلٌ تَصَلَّى فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِتَوَانِي أَحْمَقُ مِثْلَكَ وَإِنَّا كَانَتْ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے واقد بن محمد نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر نے تہبند پہنے ہوئے نماز پڑھی جس کی گرہ انہوں نے اپنی گدی کی طرف سے لگائی ہوئی تھی اور ان کے (دیگر) کپڑے کھوٹی پرٹنگے ہوئے تھے کسی کہنے والے نے ان سے کہا: آپ ایک تہبند پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں انہوں نے کہا: میں صرف اس لیے یہ کر رہا ہوں تاکہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ لے نبی ﷺ کے عہد میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے؟

[اطراف الحدیث: ۳۵۳-۳۶۱-۳۷۰] (جامع المسانید لابن

الجوزی: ۸۶۸ مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن یونس ان کا پورا نام احمد بن عبد اللہ بن یونس التمیمی الیربوعی الکوفی ہے یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں یہ ۹۴ سال کی عمر میں کوفہ میں ربیع الاول ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عاصم بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب ہیں (۳) واقد بن محمد القریشی العدوی العمری المدنی یہ عاصم بن محمد کے بھائی ہیں (۴) محمد بن المنکدر یہ مشہور تابعی ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے

(۵) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما یہ مشہور صحابی ہیں ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۵)

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت جابر نے فرمایا: میں نے یہ اس لیے کیا ہے تاکہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ لے حضرت جابر نے اس کو اس لیے سختی سے ڈانٹا کہ اس نے حضرت جابر کے فعل پر اعتراض کیا تھا اور احمق کا معنی جاہل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے پاس زیادہ کپڑے ہوں پھر بھی وہ ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے تاکہ عام لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز ہو جاتی ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم اپنے شاگرد کو کسی غلطی پر احمق اور جاہل وغیرہ کہہ کر ڈانٹ سکتا ہے۔

۳۵۳۔ حَدَّثَنَا مُطَرِّفُ أَبُو مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطرف ابو مصعب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۲ میں کر دی گئی ہے اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ نبی ﷺ نے بھی صرف ایک تہبند کے ساتھ نماز پڑھی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ صرف ایک تہبند باندھ کر بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور کبھی آپ کے کسی امتی کو صرف ایک کپڑا میسر ہو تو وہ بھی آپ کی سنت کو پالے اور صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھ لے غیر مقلدین ٹوپی اتار کر ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت جابر نے جب صرف ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی تو ان کے سر پر ٹوپی یا عمامہ نہیں تھا لیکن جب وہ لوگ قیص شلوار اور بنیان وغیرہ پہنے ہوئے ہوتے ہیں تو صرف ٹوپی یا عمامہ اتارنے سے حضرت جابر کی سنت کیسے ادا ہو جاتی ہے اس کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔

ایک کپڑے کو اپنے گرد

لپیٹ کر نماز پڑھنا

۴۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ

الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِهِ

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے امام بخاری فرماتے ہیں:

قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ الْمُلْتَحِفُ الْمَتَوَشَّحُ وَهُوَ الْمُخَالَفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ وَهُوَ الْإِشْتِمَالُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ. قَالَ قَالَتْ أُمُّ هَانِيٍّ الْتَحَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ. (جامع المسانيد لابن الجوزي: ۷۵۷۸)

الزہری نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ "ملتحف" کا معنی "متوشح" ہے اور "متوشح" وہ شخص ہے جو چادر کے دونوں سروں کے پلے اپنے کندھوں پر ڈال کر (گرہ لگا دے) اور یہی کندھوں پر چادر لپیٹنے کا معنی ہے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی ﷺ نے چادر کے دو مخالف سروں کو اپنے کندھوں پر

ڈال لیا۔

۳۵۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی اس کے دونوں سرے مخالف رکھے (اطراف الحدیث: ۳۵۵-۳۵۶) (دایاں سر بائیں کندھے پر ڈال لیا اور بائیں سر دائیں کندھے پر ڈال دیا اور باہم گرہ لگا دی)۔

(صحیح مسلم: ۵۱۷، الرقم المسلسل: ۱۱۳۲، سنن ترمذی: ۳۳۹، سنن نسائی: ۷۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۹، صحیح ابن خزیمہ: ۷۱، المعجم الکبیر: ۸۲۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۳، صحیح ابن حبان: ۲۲۹۲، مصنف عبد الرزاق: ۱۳۶۵، الاحاد والمثنائی: ۶۸۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۷، مسند احمد ج ۴ ص ۲۶، طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۳۲۹- ج ۲ ص ۲۶۹، مؤسستہ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبید اللہ بن موسیٰ بن بازام العبسی الکوفی، امام بخاری نے کہا: یہ ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ہشام بن عروہ (۳) عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) حضرت عمر بن ابی سلمہ ابو سلمہ کا نام ہے: عبد اللہ الحزومی ابو حفص، حضرت عمر بن ابی سلمہ رسول اللہ ﷺ کے لے پالک ہیں یہ ۲ھ میں حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اور ۸۳ھ میں عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۸۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ نے ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی اور اس کے دونوں سرے مخالف رکھے۔

صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ۳۵۳-۳۵۲ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب دیگر کپڑے موجود ہوں پھر بھی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس کی مذمت کی ہے حضرت ابن عمر نے نافع کو ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کے لیے مزین کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے روایت کی: تم میں سے کوئی شخص نماز میں اپنے گرد اس طرح کپڑا نہ لپیٹے جس طرح یہود کپڑا لپیٹتے ہیں اور جس کے پاس دو کپڑے ہوں وہ ایک کپڑے کو اوپر پہن لے اور دوسرے کپڑے کا تہبند باندھ لے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ نے از نافع از حضرت ابن عمر از رسول اللہ ﷺ بغیر کسی شک کے روایت کیا ہے۔

امام طحاوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نافع کو دو کپڑے پہنائے پھر نافع ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت ابن عمر نے ان کی مذمت کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس کے لیے زینت اختیار کرو اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا قول ذکر کیا ہے نہ حضرت عمر کا۔

نبی ﷺ سے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق صحابہ کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں ان کے اسماء یہ ہیں: حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمر بن ابی سلمہ اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہما اور یہ احادیث حضرت ابن عمر کے اس

قول کے خلاف ہیں جس میں انہوں نے صرف ایک تہبند باندھ کر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور فقہاء نے دیگر صحابہ کے قول پر عمل کیا ہے اور حضرت ابن عمر کے قول پر کسی نے عمل نہیں کیا۔ اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق ان شاء اللہ صحیح البخاری: ۳۵۸ میں آئے گی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲-۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن اسمٰعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اس کپڑے کے دونوں مخالف سرے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے (دایاں سرابائیں کندھے پر ڈال لیا اور بائیں سرادائیں کندھے پر ڈال لیا پھر ان میں گرہ لگادی)۔

۳۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ قَدْ أَلْقَى طَرَفِيهِ عَلَى عَاتِقِيهِ.

(جامع المسانید ابن الجوزی: ۵۸۰۷ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۳۵۴ کے تحت کر دی گئی ہے البتہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ اس میں جگہ کی تعیین ہے کہ آپ نے ایک کپڑا پہن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں نماز پڑھی تھی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود کہ ان کو حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جس کو آپ نے اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا اور اس کپڑے کے دونوں سروں کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈالا ہوا تھا۔

۳۵۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفِيهِ عَلَى عَاتِقِيهِ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۵۴ میں کر دی گئی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ کہ ابومرہ مولیٰ ام ہانی بنت ابی طالب نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب سے سنا کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اس وقت آپ غسل کر رہے تھے اور آپ کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ پر پردہ کر رہی تھیں وہ بیان کرتی ہیں

۳۵۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبَا مَرْثَةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِيٍّ وَبِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِيٍّ وَبِنْتِ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ زَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ؟ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ

ہانی بنت ابی طالب، فقال مرحباً بام ہانی، فلما فرغ من غسلہ، قام فصلى ثمانی رکعات، ملتجئاً فی ثوب واحد، فلما انصرف، قلت یا رسول اللہ، زعم ابن امی انہ قاتل رجلاً قد اجرته، فلان بن ہبیرة، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اجرنا من اجریت یا ام ہانی، قالت ام ہانی، وذاك ضحیٰ.

کہ میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ام ہانی بنت ابی طالب ہوں، آپ نے فرمایا: خوش آمدید! ام ہانی جب آپ غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹ کر آٹھ رکعات نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں کا یہ یہ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرے گا جس کو میں پناہ دے چکی ہوں وہ فلاں بن ہبیرہ ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ہانی، جس کو تم نے پناہ دی ہے، اس کو ہم نے پناہ دی، حضرت ام ہانی نے کہا: وہ چاشت کا وقت تھا۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۷۸، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کی مفصل تخریج صحیح البخاری: ۲۸۰ میں کر دی گئی ہے۔

نے کہا: وہ چاشت کا وقت تھا۔

بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے کی توجیہ اور حضرت ام ہانی کا تعارف

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے کہا: میری ماں کا بیٹا یہ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرے گا، جس کو میں پناہ دے چکی ہوں۔

حضرت ام ہانی کی اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے اپنے بھائی کو ”میری ماں کا بیٹا“ اس طرح کہا جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

يَبْنُوهُ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي. (طہ: ۹۳)

اے میری ماں کے بیٹے! میری ڈاڑھی نہ پکڑیے۔

بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے میں ان کی شفقت کو زیادہ متوجہ کرنا ہے۔

حضرت ام ہانی کا نام فاختہ ہے، ہانی ان کے بیٹے کا نام ہے، وہ اس کنیت سے مشہور ہو گئیں۔ حضرت ام ہانی فتح مکہ کے سال اسلام لائی تھیں۔

فلاں بن ہبیرہ کے مصداق کا تعین

اس حدیث میں مذکور ہے: فلاں بن ہبیرہ۔ حضرت ام ہانی کے خاوند کا نام ہبیرہ بن ابی وہب بن عمر الجزومی ہے، حضرت ام ہانی سے ہبیرہ کی یہ اولاد تھی: عمر ہانی، یوسف اور جعدہ اور فلاں ابن ہبیرہ کی تفسیر میں کافی اختلاف ہے۔ امام طبرانی متوفی ۳۲۰ھ نے حضرت ام ہانی سے روایت کیا ہے: فتح مکہ کے دن میرے پاس میرے دو مشرک دیور آئے، میں نے ان کو پناہ دے دی، پھر حضرت علی آئے، وہ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے، پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اس وقت آپ مکہ کے بالائی حصہ میں ایک خیمہ میں تھے، الحدیث۔ اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نے اس کو پناہ دے دی، جس کو تم نے پناہ دے دی، اور ہم نے اس کو امن میں رکھا جس کو تم نے امن میں رکھا۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۱۳-ج ۲۳، اراحياء التراث العربی، بیروت)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ام ہانی کی مراد ان کا ہبیرہ سے ایک بیٹا اور ایک لے پالک تھا، علامہ عینی نے کہا ہے: حضرت ام ہانی کی اس سے مراد ہبیرہ کا وہ بیٹا ہے جو حضرت ام ہانی کے علاوہ اس کی دوسری بیوی سے تھا، راوی اس کا نام بھول گیا اور اس کو فلاں بن ہبیرہ سے تعبیر کیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ معجم طبرانی میں ام ہانی کے دو دیوروں کو پناہ دینے کا ذکر ہے اور امام

بخاری نے جو ابوالنضر کی روایت ذکر کی ہے اس میں ایک بیٹے کا ذکر ہے؟ علامہ یعنی فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں ابوالنضر دوسرے کا ذکر کرنا بھول گیا جیسا کہ وہ اس ایک کا نام بھول گیا اور فلان سے تعبیر کیا۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل

اس حدیث میں ذکر ہے: رسول اللہ ﷺ غسل فرما رہے تھے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا پردہ کر رہی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ مردوں پر عورتوں کا پردہ کرنا جائز ہے پھر آپ نے حضرت ام حانیٰ کو مرحبا کہا اس سے معلوم ہوا جو شخص زیارت اور ملاقات کے لیے آئے اس کو مرحبا اور خوش آمدید کہنا چاہیے نیز اس حدیث میں چاشت کی آٹھ رکعات پڑھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آزاد مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت کسی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے خواہ مشرک ایک ہو یا متعدد ہوں پھر جس کو اس نے پناہ دے دی ہو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو قتل نہ کرنے میں کوئی خرابی ہو۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۹۵-۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۵۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَئِكَ كُمْ ثَوْبَانِ؟ [طرف الحدیث: ۳۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟

(صحیح مسلم: ۵۱۵، الرقم المسلسل: ۱۱۲۸، سنن ابوداؤد: ۶۸۵، سنن نسائی: ۶۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۴، سنن الحمیدی: ۹۳، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۸۳، المستقیل: ۱۷۰، صحیح ابن خزیمہ: ۷۵۸، صحیح ابن حبان: ۲۲۹۶، شرح السنۃ: ۵۱۱، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۳۷-۳۳۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۵۱، ج ۱۲ ص ۱۹۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید: ۴۷۶۵، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اس کا مفاد یہ ہے کہ ایک کپڑے میں بھی نماز ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کا جواز اور ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اس میں

اختلاف ہے۔

امام عبد الرزاق نے از ابن عیینہ از عمرو از حسن بصری روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس میں اختلاف ہوا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے نبی ﷺ نے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھی ہے لہذا آج بھی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے حضرت ابن مسعود نے کہا: یہ اس وقت جائز تھا جب لوگوں کے پاس زیادہ کپڑے نہیں تھے لیکن اب جب کہ لوگوں کو زیادہ کپڑے میسر ہیں تو دو کپڑوں میں نماز پڑھی جائے گی پھر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: صحیح بات وہ ہے جو حضرت ابی بن کعب نے کہی ہے اور حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے اجتہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

امام طحاوی نے کہا: احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھی ہے جب کہ دوسرا کپڑا بھی موجود تھا کیونکہ جب کسی شخص نے سوال کیا کہ آیا ایک کپڑے کے ساتھ نماز ہو جاتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اور یہ جواب اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے پاس دو کپڑے ہوں اس کا بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جس کو صرف ایک کپڑا میسر ہو۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحیح تو وہ ہے جو حضرت ابی بن کعب نے کہا ہے لیکن حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے اجتہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور حضرت عمر کا یہ قول حضرت ابن عمر کے اس قول سے اولیٰ ہے جو ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۵۔ بَابُ إِذَا صَلَّى فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلَى عَاتِقِهِ سُرُوءَ) کو اپنے کندھوں پر ڈال لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھے تو وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر مخالف جانب سے ڈال لے دایاں سر بائیں کندھے پر اور بایاں سر دائیں کندھے پر پھر ان میں گرہ لگالے جیسا کہ ابواب سابقہ میں گزر چکا ہے۔

۳۵۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ شَيْءٌ۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از عبد الرحمن الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے [طرف الحدیث: ۳۶۰] کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۵۱۵، الرقم المسلسل: ۵۱۵، سنن ابوداؤد: ۶۲۶، سنن ترمذی: ۳۳۹، سنن نسائی: ۷۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۵۶، مسند الحمیدی: ۹۶۳، سنن دارمی: ۸۷۸، صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۵، مصنف عبد الرزاق: ۷۵، مسند ابویعلیٰ: ۶۲۶۲، شرح السنن: ۵۱۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ طبع قدیم مسند احمد: ۷۳۰۲، ج ۱۲ ص ۲۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۷۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔

تہبند کے سروں کو کندھوں پر ڈال کر باندھنے کے حکم کی وجہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے والے کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر ڈال لے اس کی

وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر مخالف جانبوں سے نہیں باندھے گا تو یہ خطرہ ہوگا کہ اس کو نماز میں اپنی شرم گاہ دکھائی دے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے متعلق تمام احادیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۶۲-۱۰۵۰۔ ج ۱ ص ۱۳۳۳-۱۳۳۱ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کا یہ عنوان ہے: عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل

۳۶۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ أَوْ كُنْتُ سَأَلْتُهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا یا یحییٰ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی وہ اس کے دونوں سروں کو ایک دوسرے کی مخالف جانب رکھے (یعنی دایاں سر بائیں کندھے پر اور بایاں سر دائیں کندھے پر رکھ کر ان میں گرہ لگا دے)۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۸۷، مکتبۃ الرشید ۱۳۲۶ھ جامع

المسانید لابن الجوزی: ۶۵۷، ریاض)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۹ میں کر دی گئی ہے۔

۶۔ بَابُ إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا

جب کپڑا تنگ ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کے پاس صرف ایک کپڑا ہو اور وہ تنگ ہو یعنی کھلا نہ ہو تو وہ اس کپڑے کو کس طرح پہن کر نماز پڑھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں کسی سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ گیا پھر میں اپنے کسی کام سے رات کے وقت آپ کے پاس آیا تو میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا اور مجھ پر اس وقت (صرف) ایک کپڑا تھا میں نے اس کو اپنے گرد لپیٹ لیا اور آپ کی ایک جانب نماز پڑھنے لگا جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے جابر! رات کو کس لیے آئے ہو؟ تو میں نے آپ کو اپنی حاجت کی خبر دی پس جب میں فارغ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمہارے اوپر یہ کیسا کپڑا لپیٹا ہوا دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: یہ کپڑا تنگ تھا آپ نے فرمایا: اگر کپڑا وسیع ہو تو اس کو لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لیا کرو۔

۳۶۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَجِئْتُ لَيْلَةً لِبَعْضِ أَمْرٍ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّيُ وَعَلَى ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَاسْتَمَلْتُ بِهِ وَصَلَّيْتُ إِلَى جَانِبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرَى يَا جَابِرُ؟ فَأَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِي فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا هَذَا إِلَّا شَيْمَالُ الَّذِي رَأَيْتُ؟ قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا يَعْنِي ضَاقَ قَالَ فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهِ وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهِ.

(صحیح مسلم: ۵۱۸، رقم المسلسل: ۱۱۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱

ص ۳۱۳، صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۲، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰، طبع قدیم مسند

احمد: ۱۳۲۰۳۔ ج ۲۲ ص ۱۱۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن

الجوزی: ۸۶۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اگر کپڑا وسیع ہو تو اس کو پلیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لیا کرو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن صالح ابوزکریا الوحاظی الحمصی، یہ حافظ اور فقیہ ہیں ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فلیح بن سلیمان ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) سعید بن الحارث، یہ مدینہ کے قاضی تھے (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(نعمۃ القاری ج ۲ ص ۱۰۰)

حدیث: ۳۶۱ کے حدیث: ۳۵۹ سے تعارض کا جواب نماز میں کسی کا ستر دیکھنے سے خود کو محفوظ رکھنا اور حکام کے پاس رات کو جانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث (۳۶۱) حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے جس میں آپ کا ارشاد ہے: ”تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو“ (حدیث: ۳۵۹) آپ نے اس ایک کپڑے سے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اتنا وسیع کپڑا ہو کہ اس کو پلینا ممکن ہو اور اگر وہ اتنا وسیع کپڑا نہ ہو جس کو پلینا جاسکے تو اس کا تہبند باندھ لیا جائے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ ظاہر اس باب کی حدیث (۳۶۱) کے وہ حدیث معارض ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: ”تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو“ (حدیث: ۳۵۹) اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ اس کے دو سروں کو وہ اپنے کندھوں پر نہ ڈال سکے تو اس کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے وہ اس کپڑے کو تہبند کی طرح باندھ لے اس طرح ان دونوں حدیثوں کا تعارض دور ہو جائے گا اور ان میں تطبیق ہو جائے گی۔

علامہ ابن بطل فرماتے ہیں: امام طحاوی کے قول کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی چادروں کی اپنے کندھوں پر گرہ لگاتے تھے جن کے پاس ایک کے سوا دوسری چادر نہیں ہوتی تھی کیونکہ اگر ان کے پاس دوسری چادر بھی ہوتی تو وہ اس کو ضرور نماز میں پہنتے اور پھر عورتوں سے یہ فرمانے کی ضرورت نہ پیش آتی کہ تم اس وقت تک سجدہ سے اپنے سروں کو نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور ان کا تہبند چھونا تھا اور سجدہ میں وہ سمٹ کر ان کی پشت پر آ جاتا تھا جس سے ان کی مقعد برہنہ ہو جاتی تھی پھر جب ان کو بڑی قمیص لا کر دی گئی تو انہوں نے کہا: مجھے جتنی خوشی اس قمیص سے ہوئی اتنی خوشی کسی اور چیز سے نہیں ہوئی اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ تہبند چھونا ہونے کی وجہ سے یا ہوا کے اڑانے کی وجہ سے امام کا ستر کھل جائے اور وہ فوراً اس کو درست کر لے تو اس سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور جب اس صورت میں امام کی نماز نہیں ٹوٹتی تو مقتدی کی نماز بھی نہیں ٹوٹے گی اور کسی کی شرم گاہ پر اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹالی جائے اس میں کوئی گناہ نہیں گناہ کبیرہ یہ ہے کہ کسی اجنبی کی شرم گاہ کو قصد دیکھا جائے اس پر تو بہ کرنا لازم ہے اسی وجہ سے نماز میں عورتوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس وقت تک سجدہ سے اپنے سروں کو نہ اٹھائیں حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں مبادا کسی مرد کا سجدہ میں ستر کھل جائے اور

اس پر عورت کی نظر پڑ جائے۔

نبی ﷺ نے حضرت جابر سے پوچھا: تم رات کو کیسے آئے؟ کیونکہ بغیر کسی ضرورت کے رات کو آپ کے پاس کوئی نہیں آتا تھا اور جب آپ نے سوال کیا تو حضرت جابر نے اپنی ضرورت بتائی اور آپ نے ان کی ضرورت پوری کی اس سے معلوم ہوا کہ اپنی ضرورت کی وجہ سے رات کو حکام کے پاس جانا جائز ہے کیونکہ وہ تخلیہ کا وقت ہوتا ہے اور وہ تسلی سے اپنی بات سنا سکتے ہیں۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۲۰-۱۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۳۶۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِي أَرْهَمَ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ كَهَيْئَةِ الصَّبِيَّانِ وَقَالَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا. [اطراف الحديث: ۸۱۳-۱۲۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے ساتھ مرد اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ ان کا تہبند بچوں کی طرح ان کی گردنوں پر بندھا ہوتا تھا اور نبی ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: تم اپنے سروں کو سجدہ سے اس وقت تک نہ اٹھاؤ حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

(صحیح مسلم: ۴۴۱، الرقم المسلسل: ۹۷۰، سنن ابوداؤد: ۶۳۰، سنن نسائی: ۶۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۴-۵۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲، صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۳، صحیح ابن حبان: ۲۳۰۱، المعجم الکبیر: ۵۹۶۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۱، مسند ابویعلیٰ: ۷۵۴۲-۷۵۴۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۵۶۲-ج ۲ ص ۲۴۴، مؤسسة الرسالة بیروت)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب چادر اتنی بڑی ہو کہ اس کو اپنے کندھوں پر لپیٹا جاسکتا ہو تو وہ اس کا تہبند باندھنے سے افضل ہے اس حدیث میں عورتوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ مردوں کے سیدھا بیٹھنے سے پہلے سجدہ سے سر نہ اٹھائیں مبادا ان کی نظر مردوں کے ستر پر پڑ جائے، ”مسند احمد“ اور ”سنن ابوداؤد“ میں حضرت اسماء بنت ابی بکر سے صراحت یہ حدیث مروی ہے کہ عورت اپنے سر کو نہ اٹھائے حتیٰ کہ مرد اپنے سروں کو اٹھالیں اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ عورتوں کی نظر مردوں کی شرم گاہ پر پڑ جائے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۹، دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس حدیث کو نقل کیا ہے اس کا مکمل متن اس طرح ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو عورتیں اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں وہ (سجدے سے) اپنے سروں کو نہ اٹھائیں حتیٰ کہ ہم اپنے سروں کو نہ اٹھالیں اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ مردوں کے تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے عورتوں کی نظر مردوں کی شرم گاہ پر پڑ جائے اس زمانہ میں مرد چھوٹے تہبند باندھا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۵۱، مصنف عبد الرزاق: ۵۱۰۹، المعجم الکبیر: ۲۶۰-ج ۲ ص ۲۴۱، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۱، مسند الحمیدی: ۳۲۷، تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۱۷)

مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۸ طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۹۳-ج ۲ ص ۲۴۴، مؤسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث کے شواہد حسب ذیل ہیں یعنی یہ حدیث درج ذیل صحابہ سے بھی مروی ہے:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، مسند احمد: ۱۰۹۹۴، مؤسسة الرسالة بیروت

(۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، مسند احمد: ۱۴۱۲۳، مؤسسة الرسالة بیروت

(۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما، مسند احمد: ۱۵۵۶۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو اختصار اور روایت بالمعنی کے اعتبار سے نقل کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۹۰۔ ج ۱ ص ۳۳۳ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷- بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ

جُبَّة شامیہ پہن کر نماز پڑھنا

جُبَّة کا معنی ہے: لمبا کوٹ، یہ کندھوں سے لے کر ٹخنوں تک کا لباس ہے، یہ درمیان سے کوٹ اور شیروانی کی طرح کھلا ہوا ہوتا ہے اور اس میں بٹن لگے ہوئے ہوتے ہیں، شامیہ کا معنی ہے: شام کا بنا ہوا۔ علامہ عینی نے لکھا ہے: اس سے مراد وہ جبہ ہے جس کو کفار نے بنا ہوا، یہ جبہ غزوہ تبوک میں حاصل ہوا تھا اور شام میں اس وقت کفار کی حکومت تھی اور یہ اس وقت تک فتح نہیں ہوا تھا۔ اس تاویل سے ہمارا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ امام بخاری نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے جب تک کہ اس کے اوپر کوئی نجاست دکھائی نہ دے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسُجُهَا الْمَجُوسُ لَمْ يَرَبَهَا بَاسًا. حسن (بصری) نے کہا: جن کپڑوں کو مجوس نے بنا ہوا ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کو نعیم بن حماد نے از معتمر از ہشام روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: اس کپڑے کو دھونے سے پہلے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کو مجوس نے بنا ہوا۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۰۳) اس کے بعد دوسری تعلیق ہے:

وَقَالَ مَعْمَرٌ رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ. اور معمر نے کہا: میں نے زہری کو دیکھا وہ یمن کے ان کپڑوں کو پہنتے تھے جن کو پیشاب سے رنگا جاتا تھا۔

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق: ۱۲۹۸ میں مذکور ہے۔

وَصَلَّى عَلِيٌّ فِي ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْصُورٍ. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بغیر دھلے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی۔

اس حدیث کو امام ابن سعد نے از عطاء بن محمد روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ بغیر دھلی ہوئی سوتی قمیص پہن کر نماز پڑھ رہے تھے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: ان تینوں آثار میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کے بنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اور دھونے کے بعد ان کپڑوں کو بھی پہننا جائز ہے جن کو پیشاب سے رنگا جاتا ہے اور نئے کپڑوں کو دھونے سے پہلے پہننا جائز ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۰۳)

کفار کے بنے ہوئے کپڑوں میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ کفار کے بنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم امام مالک نے ان کے بنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے انہوں نے کہا: جس شخص نے ان کے بنے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھی ہے وہ نماز کو اس کے وقت میں پورا کرے اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کے بنائے ہوئے لباس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ ان کو نہ دھویا

جائے جب تک کہ اس میں نجاست ظاہر نہ ہو مگر امام ابو حنیفہ نے کہا ہے: میں کہتا ہوں کہ مسلمان ان کی بنائی ہوئی شلوار اور تہبند کو بغیر دھوئے ہوئے پہنے تو میرے نزدیک وہ مکروہ ہے اور اسحاق نے کہا: ان کے تمام کپڑوں کو پاک کیا جائے گا اور جبہ شامیہ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے پہننے سے پہلے اس کو دھویا تھا یا نہیں اس لیے اس حدیث میں کسی کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے اور الزہری نے جو پیشاب سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھی تو یہ معلوم ہے کہ انہوں نے اس کپڑے کو دھوئے بغیر اس میں نماز نہیں پڑھی اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان کے بنے ہوئے کپڑے کو دھوئے تاکہ اس کپڑے کی طہارت کا یقین ہو جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا آپ نے فرمایا: اے مغیرہ! (پانی کا) برتن اٹھا لو میں نے برتن لے لیا پھر رسول اللہ ﷺ چلے گئے حتیٰ کہ مجھ سے چھپ گئے پھر آپ نے قضاء حاجت کی اور آپ کے اوپر شامی جبہ تھا آپ اس آستین سے اپنا ہاتھ نکالنے لگے وہ تنگ تھی پس آپ نے اپنا ہاتھ آستین کے نیچے سے نکال لیا میں نے آپ کے اوپر پانی ڈالا تو آپ نے نماز کا وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا پھر آپ نے نماز پڑھی۔

۳۶۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ مُغِيرَةَ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ يَا مُغِيرَةُ خُذِ الْإِدَاوَةَ فَاخْذُثْهَا فَإِنِ طَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فَقَضَى حَاجَتَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَةٌ فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَصَاقَتْ فَاخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَّ عَلَى قَتَوَصًا وَضُوءًا لِلصَّلَاةِ وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ ثُمَّ صَلَّى.

(جامع المسانيد ابن الجوزي: ۶۴۰۲، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: ایک شخص اپنے صاحب کو وضوء کرائے اور یہاں

اس کا عنوان ہے: شامی جبہ پہن کر نماز پڑھنا۔

اس حدیث کے اہم فوائد اور مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) سفر میں عالم اور استاذ کی خدمت کرنا اور اگر ضرورت ہو تو آستین کے نیچے سے ہاتھ نکالنا

(۲) تنگ آستین والے جبہ کو پہننے کا جواز

(۳) کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز (اس کی تفصیل تعلیقات کی شرح میں گزر چکی ہے۔)

نماز میں برہنہ ہونے

کی کراہت

۸ - بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّعَرِّيِ

فِي الصَّلَاةِ

یہ باب اس امر کے بیان میں ہے کہ نماز یا غیر نماز میں برہنہ ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطرب بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں

۳۶۴ - حَدَّثَنَا مَطْرِبُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمْ

الْحِجَارَةُ لِلْكَعْبَةِ، وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ
عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي، لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ، فَجَعَلْتَ عَلَى
مَنْكِيكَ دُونَ الْحِجَارَةِ، قَالَ فَحَلَلَهُ فَجَعَلَهُ عَلَى
مَنْكِيِّهِ، فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، فَمَا رَوَى بَعْدَ ذَلِكَ
عُرْيَانًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. | اطراف الحديث: ۱۵۸۲۔
[۳۸۲۹] (صحیح مسلم: ۳۴۰، رقم المسلسل: ۷۵۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۶۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵، طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۰۳، ج ۲۲ ص ۳۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) ۱۳۱۴۔
نے سنا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ
رسول اللہ ﷺ کعبہ کی تعمیر کے لیے لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا
رہے تھے اور آپ نے تہبند باندھا ہوا تھا آپ سے آپ کے چچا
عباس نے کہا: اے میرے بھتیجے! اگر تم اپنے تہبند کو اتار دو اور اس کو
اپنے کندھوں کے اوپر پتھر کے نیچے رکھ دو حضرت جابر نے کہا: پھر
انہوں نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھوں پر رکھ دیا سو آپ
بے ہوش ہو کر گر گئے اس کے بعد آپ ﷺ کو کبھی برہنہ نہیں
دیکھا گیا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں: (۱) مطہر بن الفضل المروزی (۲) روح بن عبادہ التمیمی (۳) زکریاء بن اسحاق المکی (۴) عمرو
بن دینار الحمّی (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔
اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا گیا یہ نبوت سے پہلے
اور نبوت کے بعد کے احوال کو شامل ہے اور عام ازیں کہ نماز ہو یا غیر نماز۔

تعمیر کعبہ اور آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تاریخ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعثت سے کافی پہلے کعبہ کی تعمیر ہوئی اس وقت نبی ﷺ نابالغ تھے اور آپ کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو
رسول بنا کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور آپ پر قرآن نازل کیا جس
نے آپ کو اس پر براہیختہ کیا کہ آپ یہ حکم دیں کہ بیت اللہ میں کوئی برہنہ طواف نہیں کرے گا اور آپ کے اس حکم نے جاہلیت کی ان
عادات کو منسوخ کر دیا کہ وہ ایک دوسرے کی شرم گاہوں کو دیکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاکیزہ اخلاق اور شریفانہ خصال پر پیدا کیا
تھا کیا تم نے نہیں دیکھا جب آپ کے چچا عباس نے آپ کا تہبند اتار تو آپ بے ہوش ہو کر گر گئے اور اس کے بعد کسی نے آپ کو
برہنہ نہیں دیکھا۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۲۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کم عمری میں آپ کو قبیح کاموں سے محفوظ رکھا اور اخلاق جاہلیت سے آپ کی
حفاظت کی اس پر پہلے کلام گزر چکا ہے کہ آپ اعلان نبوت سے پہلے کفر اور گناہوں سے معصوم تھے اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے
کہ آپ کی شرم گاہ لوگوں پر منکشف ہو گئی تھی کیونکہ تہبند اتارتے ہی آپ زمین پر بے ہوش ہو کر گر گئے تھے اور یہ کسی کی آپ پر نظر
پڑنے سے پہلے ہوا اور اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ ایک اور حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری
تکریم یہ ہے کہ میں ختنہ کیا ہوا پیدا ہوا اور کوئی شخص میری شرم گاہ پر مطلع نہیں ہوا۔ (تحفۃ المودود فی احکام المولود ص ۱۵۹)

بعض روایات میں مذکور ہے کہ ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے میرا تہبند باندھ دیا۔

(اکمال المعلم بشواہد مسلم ج ۲ ص ۱۹۱-۱۹۰، دارالافتاء ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

جب نبی ﷺ کا تہبند آپ کے کندھے پر رکھا گیا تو آپ زمین پر گر گئے اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بچپن میں آپ کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو ادب سکھایا اور کسی اور کو آپ کی تادیب پر مامور نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی نگرانی کرتا رہا حتیٰ کہ افعال جاہلیت کو آپ کے نزدیک مکروہ بنا دیا اور آپ کو ان افعال سے محفوظ رکھا حتیٰ کہ ان میں سے کوئی چیز آپ پر جاری نہیں ہوئی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا آپ پر لطف و کرم تھا اور آپ میں محاسن کو جمع کرنا تھا۔

(المفہم ج ۶ ص ۱۱۸ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مرسل الصحابی ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس قصہ کے وقت موجود نہیں تھے ہو سکتا ہے انہوں نے اس قصہ کو نبی ﷺ سے سنا ہو یا کسی اور صحابی سے سنا ہو جو اس قصہ کے وقت موجود تھے اور امام طبرانی نے اور ابو نعیم نے ”دلائل النبوة“ میں از ابن لہیعہ از ابوالزبیر روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا کوئی شخص برہنہ کھڑا ہو سکتا ہے انہوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ جب کعبہ منہدم ہو گیا تو اس کی تعمیر نو کے لیے قریش کا ہر خاندان پتھر لارہا تھا اور نبی ﷺ عباس کے ساتھ پتھر لارہے تھے اور انہوں نے اپنے کپڑے اپنے کندھوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے اور اس سے پتھر اٹھانے کی طاقت حاصل کر رہے تھے پس نبی ﷺ نے فرمایا: پس میرا پیر مڑ گیا اور میں گر پڑا اور میرا کپڑا گر گیا میں نے عباس سے کہا: میرا کپڑا لائیں اس کے بعد میں کبھی برہنہ نہیں ہوا ماسوا غسل کرنے کے لیکن ابن لہیعہ ضعیف راوی ہے البتہ عبدالعزیز بن سلیمان نے اس کی ابوالزبیر سے متابعت کی ہے جس کا ابو نعیم نے ذکر کیا ہے پس اگر یہ روایت محفوظ ہے تو فہما ور نہ اس موقع پر صحابہ میں سے حضرت عباس موجود تھے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے پس ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر نے ان سے اس حدیث کو سنا ہو۔

ابو نعیم نے ”المعرفة“ میں اور ”دلائل“ میں از سماک بن حرب از حکمہ از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد عباس بن عبدالمطلب نے یہ حدیث بیان کی کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو دودو آدمی پتھر اٹھا کر لارہے تھے پس میں نے اور میرے بھتیجے نے اپنے اپنے تہبند اپنے کندھوں کے نیچے رکھ لیے اور ہم ان پر پتھر رکھ رہے تھے پس جب ہم لوگوں کے قریب پہنچتے تو ہم اپنے تہبند باندھ لیتے پس جس وقت وہ میرے آگے چل رہے تھے تو وہ گر گئے میں دوڑا تو ان کی نظر آسمان کی طرف تھی میں نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا: مجھے برہنہ چلنے سے منع کیا گیا ہے حضرت عباس نے کہا: میں نے اس بات کو چھپا لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نبوت کو ظاہر کر دیا اس حدیث کی سند میں بھی ضعیف راوی ہیں۔

اسی طرح امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ تھا اور ہم نے اپنے اپنے تہبند اپنے کندھوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے کیونکہ ہم پتھروں کو اٹھا کر لارہے تھے کہ اچانک کسی نے زور سے مجھے مکا مارا پھر کہا: اپنا تہبند باندھ لو یہ ایک اور قصہ ہے۔ از رقی نے اس سے دھوکا کھایا ہے اور کہا ہے: جب کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو نبی ﷺ نو عمر لڑکے تھے۔ (میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

امام عبدالرزاق اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ اجیاد سے پتھر اٹھا کر لارہے تھے تو آپ پر ایک چادر تھی وہ چادر تنگ ہو گئی تو آپ نے اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اس چادر کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپ کی شرم گاہ ظاہر ہو گئی پس نداء کی گئی: اے محمد! اپنی شرم گاہ ڈھانپئے پھر اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا گیا اس واقعہ اور آپ کی بعثت کے درمیان پانچ سال کا عرصہ تھا اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۱-۱۵۰ ملخصاً دار المعرفة بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الزہری نے کہا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اس وقت نبی ﷺ بالغ نہیں ہوئے تھے ابن بطلال اور ابن التین نے کہا ہے: اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی اور ہشام نے کہا ہے کہ کعبہ کی تعمیر اور آپ کی بعثت میں پانچ سال کا عرصہ تھا ایک قول یہ ہے کہ کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی جب آپ کی عمر چھتیس سال تھی امام بیہقی نے یہ ذکر کیا ہے کہ کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی جب ابھی آپ نے حضرت خدیجہ سے نکاح نہیں کیا تھا اور مشہور یہ ہے کہ قریش نے کعبہ کی تعمیر اس وقت کی جب حضرت خدیجہ سے آپ کے نکاح پر دس سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور یہی وہ قول ہے جس کی تصریح امام محمد بن اسحاق نے کی ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ کعبہ کی تعمیر بعثت سے پندرہ سال پہلے ہوئی یعنی اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی امام ابن اسحاق کی سیرت میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں آپ کو کس طرح محفوظ رکھا آپ نے بتایا کہ میں قریش کے لڑکوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لارہا تھا جن سے لڑکے کھیل رہے تھے ہم سب نے اپنا اپنا تہبند اپنے اپنے کندھے پر رکھا ہوا تھا ہم اس پر پتھر رکھ رہے تھے ہم سب برہنہ ہو گئے تھے میں اسی طرح آگے جارہا تھا کہ کسی نے مجھے زور سے مکا مارا پھر کہا: اپنا تہبند باندھو پھر میں نے اپنا تہبند باندھ لیا پھر میں تہبند باندھے ہوئے اپنے کندھے پر پتھر رکھ کر لارہا تھا سہیلی نے کہا ہے: اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر آپ کی بزرگی کا واقعہ دوبار ہوا ہے آپ کے بچپن میں اور تعمیر کعبہ کے وقت۔ (میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) (عمدة القاری ج ۴ ص ۱۰۷-۱۰۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ کعبہ کی تعمیر کے وقت میں کافی اضطراب ہے الزہری نے کہا ہے: کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی جب آپ بالغ نہیں ہوئے تھے۔ قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ کسی نابالغ لڑکے سے تو اس کا چچا شفقت سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لو تا کہ تمہیں پتھر نہ چبھیں اور مشہور قول کے مطابق کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور پینتیس سال کے مرد سے یہ کہنا متصور نہیں ہے کہ آپ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لیں اور نہ ہی اس مرد کا تہبند اتارنا متصور ہو سکتا ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ حضرت جابر سے روایت کیا گیا ہے اگر یہ آپ کے بچپن کا واقعہ ہو تو پھر اس روایت کے صحیح ہونے کی ایک وجہ ہے جیسا کہ امام ابن شہاب زہری، قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے کہا ہے اور اگر کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی جیسا کہ مشہور قول ہے تو پھر ہمارے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ درانیہ صحیح نہیں ہے۔ ہم نے بیان القرآن سورۃ الاعراف: ۲۸ کی تفسیر میں ج ۴ ص ۱۰۴-۱۰۳ میں اس کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

اجنبی لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا جب میں اس کو اٹھا کر چل رہا تھا تو میرا تہبند گر گیا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنا کپڑا اٹھاؤ اور برہنہ نہ چلو۔ (صحیح مسلم: ۳۴۱ سنن ابوداؤد: ۴۰۱۶)

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم اپنی شرم گاہیں کس کے سامنے ظاہر کریں اور کس سے چھپائیں؟ آپ نے فرمایا: اپنی بیوی اور اپنی باندی کے سوا سب سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو میں نے کہا: جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط ہوں؟ آپ نے فرمایا: جب تم اس کی طاقت رکھتے ہو کہ تمہاری شرم

گاہ کو کوئی نہ دیکھے تو کوئی نہ دیکھے میں نے کہا: یا رسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اکیلا ہو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۱۷، سنن ترمذی: ۲۷۹۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کی برہنگی نہ دیکھے اور کوئی عورت دوسری عورت کی برہنگی نہ دیکھے۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۱۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۴۰۱۸، سنن ترمذی: ۲۷۹۳، سنن ابن ماجہ: ۶۶۱)

شرم گاہ کو چھپانے میں فقہاء کی تصریحات

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کا اس طرح برہنہ ہونا جائز نہیں ہے کہ دیکھنے والے کو اس کی شرم گاہ نظر آئے اور نہ اس کا برہنہ ہو کر چلنا جائز ہے کہ اس کی شرم گاہ اجنبی لوگوں سے محفوظ نہ ہو اور اس کا خلوت میں بھی برہنہ ہونا جائز نہیں ہے ماسوا اس کے غسل کے وقت یا اس کی بیوی کے سامنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کوئی شخص اپنی شرم گاہ کو کھولتا ہے تو فرشتہ اس سے اعراض کرتا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا: میں اندھیری جگہ بیٹھ کر غسل کرتا ہوں اور اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے سیدھا کھڑا نہیں ہوتا، لیکن یہ استحباب پر محمول ہے وجوب پر نہیں، توضیح میں مذکور ہے کہ جب ہم نے خلوت میں بھی ستر کو واجب کیا ہے تو آیا دریا اور چشمہ میں بغیر تہبند کے غسل کرنے کے لیے اترنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ نہیں، دوسرا یہ کہ ہاں، کیونکہ دریا اور چشمہ کا پانی شرم گاہ کو چھپانے میں تہبند کے قائم مقام ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۰۷، دارالکتب العربیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۸۰۔ ج ۱ ص ۱۰۳۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی مفصل شرح نہیں کی گئی، صرف ایک فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

قمیص، شلوار، جانگہ اور شیروانی

میں نماز پڑھنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کپڑوں میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے، قمیص، شلوار، جانگہ اور شیروانی یا اچکن لباس کے معروف نام ہیں۔

۹۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْقَمِيصِ

وَالسَّرَاوِيلِ وَالتَّبَانِ وَالْقَبَاءِ

۳۶۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَسَأَلَهُ عَنْ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ؟ فَقَالَ أَوْ كَلَّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟ ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ فَقَالَ إِذَا وَسَّعَ اللَّهُ فَأَوْسَعُوا، جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابُهُ، صَلَّى رَجُلٌ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ، فِي إِزَارٍ وَقَبَاءٍ، فِي سَرَاوِيلٍ وَرِدَاءٍ، فِي سَرَاوِيلٍ وَقَبَاءٍ، فِي تَبَانٍ وَقَبَاءٍ، فِي تَبَانٍ وَقَبَاءٍ، قَالَ وَآخِصْبُهُ قَالَ فِي تَبَانٍ وَرِدَاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی طرف کھڑا ہوا اور اس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں، پھر ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو تم وسعت کو اختیار کرو، ایک شخص نے اپنے اوپر اپنے کپڑے جمع کیے اور نماز پڑھی اور ایک شخص نے تہبند اور چادر میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۶۲۶، مکتبۃ الرشید ۱۴۲۶ھ)
 شیروانی اور چادر میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے شلوار اور قمیص میں
 نماز پڑھی اور ایک شخص نے شلوار اور شیروانی میں نماز پڑھی اور ایک
 شخص نے جانیگہ اور قمیص میں نماز پڑھی اور میرا گمان ہے انہوں
 نے کہا: جانیگہ اور چادر میں نماز پڑھی۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن جب کسی شخص کے پاس زیادہ کپڑے ہوں تو ایک
 سے زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے صحیح البخاری: ۳۵۸ کا مطالعہ کیجئے۔

۳۶۶- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي
 ذُئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ
 سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
 مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ، وَلَا
 السَّرَاوِيلَ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ،
 وَلَا وَرْسٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدِ التَّعْلِينَ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَيْنِ،
 وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَعَنْ
 نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مِثْلُهُ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۵۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)
 امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث
 بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از
 الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نے رسول اللہ
 ﷺ سے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ
 پہنے اور شلوار نہ پہنے اور ٹوپی نہ پہنے اور زعفران اور خوشبودار گھاس
 سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور جس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موز سے پہن
 لے اور موزوں کو نیچے سے کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو
 جائیں اور از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ اس حدیث
 کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴ میں کردی گئی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: ”جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جوابات
 دیئے“ اور یہاں متعدد کپڑوں میں نماز پڑھنے کے بیان میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں دونوں باتیں ہیں۔

جس شرم گاہ کو چھپایا جائے

۱۰- بَابُ مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے شرم گاہ سے مراد وہ اعضاء ہیں جن کو دکھانے سے انسان کو حیا
 آتی ہے اور جن کو ظاہر کرنا عرف میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔

۳۶۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ
 ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ
 أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ
 الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ.
 (اطراف الحدیث: ۱۹۹۱-۲۱۳۳-۲۱۳۷-۵۸۲۰-۵۸۲۲-۶۲۸۳)
 امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے
 حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از
 ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابوسعید الخدری
 رضی اللہ عنہما کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اشتمال صماء
 سے اور ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنے سے منع فرمایا کہ شرم گاہ پر
 کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۲، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ سنن نسائی: ۵۳۵۵، مسند احمد ج ۳ ص ۶-۷، ۴۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس کی شرم گاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

صمائم اور احتباء کا معنی

صمائم لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان تہبند باندھے اور آگے سے یا پیچھے سے تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لے جس سے اس کی انگلی یا پچھلی شرم گاہ کھل جائے۔

اور احتباء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان نے صرف تہبند باندھا ہوا ہو اور وہ اپنی مقعد زمین پر ٹکا کر دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھ جائے اس طرح بیٹھنے میں یہ خطرہ ہے کہ اس کی شرم گاہ کھل جائے گی اور دکھائی دے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۲)

۳۶۸ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللَّيْمَاسِ وَالنَّبَازِ ، وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَاءُ ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ . [اطراف الحديث: ۵۸۳-۵۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیسہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے دو قسم کی بیع سے منع کیا: الیماس اور النباز اور اشتمال الصماء سے منع کیا اور ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنے سے۔

[۱۹۹۲-۲۱۳۵-۲۱۳۶-۵۸۱۹-۵۸۲۱]

(صحیح مسلم: ۱۵۱۲، سنن ابوداؤد: ۳۳۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۷-۳۵۵۹، سنن ترمذی: ۱۳۱۰، مسند احمد ج ۲ ص ۷۹، جامع المسانید ابن الجوزی: ۳۳۵۰)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت صمائم اور احتباء کی ممانعت میں ہے کیونکہ لباس کی اس قسم سے شرم گاہ کھل جاتی ہے اور باب کا عنوان ہے: شرم گاہ کو چھپانا۔

بیع لیماس کا معنی

”لیماس“ اور ”ملا مسہ“ کا معنی ہے: ایک دوسرے کو چھونا اور اس کی حسب ذیل تین تاویلات ہیں:

(۱) بائع (بیچنے والا) ایک پیکٹ میں خریدار کو کپڑا دے یا اندھیرے میں دے اور اس سے کہے: میں نے اتنے روپے میں تم کو یہ کپڑا فروخت کیا ہے شرطیکہ تم اس کو چھو کر دیکھ لو اور تمہارا چھونا تمہارے دیکھنے کے قائم مقام ہوگا اور پھر دیکھنے کے بعد تم کو اسے واپس کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

(۲) بائع صرف چھونے کو بیع قرار دے کہ جس نے اس چیز کو چھولیا اس کی بیع ہوگئی اور اسے وہ چیز خریدنی ہوگی۔

(۳) بائع یہ کہے کہ جب تم نے اس چیز کو چھولیا تو بیع ہوگئی اور پھر تمہارے لیے خیار مجلس نہیں ہوگا۔

”بیع النباز“ اور ”منابذہ“ کا معنی

”منابذہ“ کا معنی ہے: کسی چیز کو پھینکنا اور اس کی بھی حسب ذیل تاویلات ہیں:

(۱) بائع صرف پھینکنے کو بیع قرار دے اور یہ کہے کہ جب میں نے تمہاری طرف اس چیز کو پھینک دیا تو تمہیں رو کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔

(۲) یا اس سے مراد ہے: کنکری پھینکنا اور اس کی بھی تین تاویلات ہیں:

(۱) بائع یہ کہے کہ میں جس کپڑے یا جس چیز پر کنکری پھینک دوں گا اس چیز کا خریدنا تم پر واجب ہوگا اور تمہارا اختیار منقطع ہو جائے گا۔

(۲) بالغ یہ کہے کہ جب تک میں کنکری پھینکتا ہوں، تمہیں اختیار ہے اور جب میں نے کنکری پھینک دی تو تمہارا اختیار نہیں رہے گا۔

(۳) وہ صرف کنکری پھینکنے کو بیع قرار دے اور کہے کہ میں نے جس چیز پر کنکر پھینک دیا، اس کی اتنے روپے کے عوض بیع ہو گئی۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۱۱۳-۱۱۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۶۹- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِينَ يَوْمَ النَّحْرِ نُوذِّنُ بِمَنِيَّ أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ثُمَّ أَرَدَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِرَاءَةً. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مَنِيَّ يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. | اطراف الحديث: ۱۶۲۲-۳۱۷۷-۳۳۶۳-۳۶۵۵-۳۶۵۶-۳۶۵۷

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث بیان کی ازعم خود انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبد الرحمان بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس حج میں یوم النحر کو اعلان کرنے والوں میں بھیجا کہ ہم منیٰ میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔ حمید بن عبد الرحمان نے کہا: پھر ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ براءت کا اعلان کریں، حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہمارے ساتھ حضرت علی نے یوم النحر (قربانی کے دن) کو اہل منیٰ میں یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۷، الرقم المسلسل: ۳۲۲۹، سنن نسائی: ۲۹۵۷)

سنن ابوداؤد: ۱۹۳۶، صحیح ابن خزيمة: ۲۷۰۲

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن ابراہیم صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں صرف اسحاق کا ذکر ہے اور نسبت کا ذکر نہیں ہے، اسی وجہ سے حفاظ نے اس میں تردید کیا ہے، بعض نے کہا: یہ اسحاق بن منصور ہے، بعض نے کہا: اسحاق بن ابراہیم ہے اور مشہور اسحاق بن راہویہ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک یعقوب بن ابراہیم سے روایت کرتا ہے اور جس نسخہ میں اسحاق بن ابراہیم ہے وہ زیادہ صحیح ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعدیہ عبد الرحمان بن عوف کے نواسے ہیں (۳) ابن شہاب کے بھتیجے وہ محمد بن عبد اللہ الزہری کے بھتیجے ہیں اور الزہری محمد بن مسلم بن شہاب ہیں (۴) ان کے چچا اور وہ الزہری ہیں (۵) حمید بن عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۱۱۵-۱۱۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ”کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے“۔ یہ جملہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کس سال میں حج کا امیر بنایا گیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: ”اس حج میں“۔ اس سے مراد وہ حج ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنایا تھا، یہ حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے تھا اور یہ نو ہجری کا سال تھا۔

اعلان براءت کا قرآن مجید میں ذکر

اس حدیث میں مذکور ہے: ”اعلان کرنے والوں میں“ وہ جماعت جو قربانی کے دن منیٰ میں اعلان کر رہی تھی کہ اس سال کے بعد کوئی شرک حج نہیں کرے گا اور کوئی شخص کعبہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا قرآن مجید میں ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِٖ اِلٰی النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ
الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِئٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُولُهُۥ (التوبہ: ۳) اعلان عام ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔ سنن ابوداؤد میں ہے: ”یوم الحج الاکبر“ قربانی کا دن ہے مشہور یہ ہے کہ ”الحج الاکبر“ حج ہے اور ”حج اصغر“ عمرہ ہے اور بعض روایات سے ثابت ہے کہ جو حج جمعہ کے دن ہو وہ حج اکبر ہے اور اس حج میں ستر حج کا ثواب ہوتا ہے۔ شرح صحیح مسلم (ج ۳ ص ۶۹۲-۶۸۸) میں اس کی کافی تحقیق کی ہے۔ ۱۹۹۳ء میں جب میں نے حج کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی حج اکبر عطا کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلان براءت کے لیے بھیجنے کی حکمت

پھر حضرت ابوبکر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو بھیجا یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی کو بھیجا حضرت ابوبکر کے روانہ ہونے کے بعد سورہ توبہ کا ابتدائی حصہ نازل ہوا پس کہا گیا: یا رسول اللہ! اگر آپ حضرت ابوبکر کو بھیج دیتے کہ وہ لوگوں کے سامنے حج کے موقع پر مشرکین سے براءت کی آیات پڑھتے تو آپ نے فرمایا: مشرکین سے براءت کی آیات کو وہی شخص پڑھ سکتا ہے جو میرا قریبی رشتہ دار ہو پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: تم جاؤ اور قربانی کے دن منیٰ میں لوگوں کے سامنے سورہ توبہ کی ابتدائی آیات پڑھنا جن میں مشرکین سے براءت کا اعلان کیا گیا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اونٹنی اعضباء پر سوار ہوئے حتیٰ کہ ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت ابوبکر سے مل گئے حضرت ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی آواز سنی دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حج کا امیر بنادیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! لیکن مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کے سامنے اعلان براءت میں کروں حضرت ابوبکر نے پھر پوچھا کہ آپ امیر ہیں یا مامور ہیں؟ حضرت علی نے کہا: بلکہ میں مامور ہوں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشرکین سے اعلان براءت صرف وہ شخص کر سکتا ہے جو آپ کے اہل بیت سے ہو۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکر واپس گئے اور پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میرے متعلق کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور انہوں نے کہا: آپ کی طرف سے یا آپ خود معاہدہ فسخ کریں گے یا آپ کا قریبی رشتہ دار اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اعلان براءت کرانے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعلان براءت معاہدہ توڑنے کے اعلان کو متضمن ہے اور عرب میں یہ دستور تھا کہ معاہدہ باقی رکھنے یا توڑنے کا اعلان یا تو صاحب معاہدہ خود کرتا تھا یا اس کا قریبی رشتہ دار اس لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ چاہا کہ مشرکین کے ساتھ صلح کا جو حدیبیہ میں معاہدہ کیا گیا تھا اس کو توڑنے کا اعلان آپ کا قریبی رشتہ دار کرے تاکہ اس میں کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں برہنہ طواف کو باطل کر دیا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ شرم گاہ کو

چھپانا واجب ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۱۱۶-۱۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۸۳۔ ج ۳ ص ۶۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① معاہدہ حدیبیہ کو توڑنے کا سبب ② ۹ھ کو رسول اللہ ﷺ کے حج کے التواء کا سبب ③ حضرت ابوبکر کی امارت کے باوجود حضرت علی سے اعلان براءت کرانے کا سبب ④ حضرت ابوبکر کو احکام حج کا امیر بنانے اور حضرت علی سے اعلان براءت کرانے میں حکمت ⑤ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ ⑥ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ ⑦ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں شوافع کا نظریہ ⑧ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں احناف کا نظریہ ⑨ موقف احناف پر احادیث سے دلائل ⑩ ائمہ ثلاثہ کی دلیل کے جوابات ⑪ حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال ⑫ یوم حج اکبر کے متعلق احادیث ⑬ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کی تحقیق ⑭ حج اکبر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق ⑮ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کے ثبوت میں روایات ⑯ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کا ثبوت از روئے درایت۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم میں ص ۶۷ سے ۶۹۲ تک پھیلی ہوئی ہے۔

بغیر چادر کے نماز پڑھنا

۱۱ - بَابُ الصَّلَاةِ بِغَيْرِ رِدَاءٍ

۳۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي الْمَوَالِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ مُلْتَحِفًا بِهِ 'وَرِدَاؤُهُ مَوْضُوعٌ' فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ 'تُصَلِّي وَرِدَاؤُكَ مَوْضُوعٌ؟' قَالَ نَعَمْ أَحَبُّتُ أَنْ يَرَانِي الْجُهَالُ مِثْلَكُمْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي هَكَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اس وقت وہ ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی چادر رکھی ہوئی تھی جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم نے کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کی چادر رکھی ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے یہ پسند کیا کہ تم ایسے جاہل مجھ کو دیکھ لیں میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸ مکتبۃ الرشیدیہ ریاض ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۲ میں کردی گئی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: ”نماز میں تہبند کو گدی پر باندھنا“ اور یہاں اس کا عنوان ہے: ”بغیر چادر کے نماز پڑھنا“ اور یہ دونوں امر اس حدیث میں موجود ہیں۔

ران کے متعلق جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں

۱۲ - بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي الْفَحْذِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا ران شرم گاہ ہے یا نہیں؟ اور اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ سابقہ ابواب میں نماز میں کندھوں پر کپڑا باندھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا ران کو کپڑے سے ڈھانپنا چاہیے یا نہیں۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلق ذکر کی ہے:

امام ابو عبد اللہ نے کہا از حضرت ابن عباس و حضرت جرحد و

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَيُرْوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہم از نبی ﷺ روایت کی گئی ہے کہ ران

وَجَرَحِدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

شرم گاہ ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَيْحُ عَوْرَةً.

تعلیقات مذکورہ ذیل سے امام بخاری کا یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ ہے

اس تعلیق کی اصل یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۷۹۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۵)

حضرت جرہد بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مسجد میں جرہد کے پاس سے گزرے اس وقت حضرت جرہد کی ران کھلی ہوئی تھی

تو آپ نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۷۹۵، مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۸)

عبداللہ بن جرہد اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۷۹۷)

امام ترمذی نے کہا: اس باب میں عبداللہ بن جحش سے بھی روایت کی گئی ہے (وہ حسب ذیل ہے):

حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ کا معمر پر گزر ہوا اس وقت ان کی رانیں کھلی ہوئی تھیں تو آپ نے فرمایا: اے معمر! اپنی رانوں کو ڈھکو کیونکہ ران شرم گاہ ہے۔

(المعجم الکبیر: ۵۵۵-۵۵۴-۵۵۳-۵۵۲-۵۵۱-ج ۱۹ ص ۲۳۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

تعلیقات مذکورہ ذیل سے یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے

وَقَالَ أَنَسُ حَسَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنْ فَيْحِهِ. اور امام بخاری نے کہا: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔

اس تعلیق کو خود امام بخاری حدیث: ۳۷۱ میں سند موصول سے روایت کر رہے ہیں۔

وَحَدِيثُ أَنَسٍ أَسْنَدٌ وَحَدِيثُ جَرَّهْدٍ أَحْوَضٌ

حضرت انس کی حدیث کی سند زیادہ قوی ہے اور حضرت جرہد کی حدیث میں احتیاط ہے حتیٰ کہ ہم ان کے اختلاف سے

نکل جائیں۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ران کے شرم گاہ ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ ران کو شرم گاہ قرار

دیا جائے۔

وَقَالَ أَبُو مُوسَى غَطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت عثمان داخل ہوئے تو نبی ﷺ نے اپنے گھٹنوں کو ڈھانپ لیا۔

وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِينَ دَخَلَ عُثْمَانُ.

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے میں لیٹے ہوئے تھے آپ نے اپنی رانوں یا پنڈلیوں کو

کھولا ہوا تھا پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں تھے پس ان

سے باتیں کرتے رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی آپ نے ان کو اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں تھے پس

ان سے باتیں کرتے رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر

لیے پھر حضرت عثمان داخل ہوئے پس آپ نے ان سے باتیں کیں جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت ابو بکر

آئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی پھر حضرت عمر آئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی اور کوئی اہتمام نہیں کیا پھر جب

حضرت عثمان آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے کپڑے درست کر لیے؟ آپ نے فرمایا: میں اس شخص سے حیا کیوں نہ کروں جس سے فرشتے (بھی) حیا کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۴۰۱، الموم السلسل: ۶۰۹۲)

حضرت ابو موسیٰ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے گھٹنوں کو کھولا ہوا تھا اور حضرت عثمان کے آنے پر گھٹنوں کو ڈھانپ لیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: آپ نے رانوں کو کھولا ہوا تھا اور حضرت عثمان کے آنے پر ان کو ڈھانپ لیا ان تعلیقوں سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ رانوں کے شرم گاہ ہونے یا نہ ہونے میں احادیث مختلف ہیں اور حضرت جرہد رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

جب ران شرم گاہ نہیں ہے تو پھر حضرت جرہد کی حدیث میں اس کو شرم گاہ کہنے کی وجہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے ورنہ حضرت ابوبکر اور عمر کے آنے پر ران کو کھلا نہ رکھتے اس سے معلوم ہوا کہ ران کا شرم گاہ ہونا اس قدر قوی نہیں ہے جتنا کسی چیز کے شرم گاہ ہونے کے لیے قوی الثبوت ہونا چاہیے اس کے باوجود ران کو ڈھانپنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن بطل فرماتے ہیں: ران کو ڈھانپنے کا اس لیے حکم دیا جاتا ہے کہ ران کا کھلا ہونا کہیں اصل شرم گاہ کے کھلے ہونے کا ذریعہ نہ بن جائے اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے چونکہ ران شرم گاہ کے قریب اور اس کے جوار میں ہے اس لیے اس کو بھی شرم گاہ فرمایا اس لیے اس پر اجماع ہے کہ جس نے اس طرح نماز پڑھی کہ اس کا آلہ اور اس کی مقعد کھلی ہوئی تھی تو اس پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے اور جس نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی ران کھلی ہوئی تھی تو اس نماز کا اعادہ کرنے میں اختلاف ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب ران کا شرم گاہ ہونا قطعی اور حتمی نہیں ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کے آنے پر اپنی رانوں کو کیوں ڈھانپ لیا؟ اس کا جواب نبی ﷺ نے خود دیا ہے کہ میں اس سے حیا کیوں نہ کروں جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اور نبی ﷺ اپنے اصحاب میں سے ہر ایک کی خصوصی فضیلت بیان فرماتے تھے اگرچہ نفس حیا تمام اصحاب میں تھی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں حیا کا عنصر بہت غالب تھا۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۶-۳۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابو موسیٰ کی تعلیق میں گھٹنے کا ذکر ہے گھٹنا شرم گاہ نہیں ہے اور حضرت عثمان کے آنے پر نبی ﷺ کا گھٹنے کو ڈھانپنا بہ طور استحباب تھا اور ان کے ادب اور احترام کی وجہ سے تھا۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس باب کی آخری تعلیق ذکر کی:

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَنَزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَجَذَهُ عَلَى فِخْدِي، فَتَقَلَّتْ عَلَيَّ، حَتَّى خِفْتُ أَنْ تَرُضَ فِخْدِي. اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر قرآن نازل کیا اور آپ کی ران میری ران کے اوپر تھی وہ مجھ پر اتنی وزنی اور بھاری ہو گئی کہ مجھے خطرہ تھا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو النساء: ۹۵ کی تفسیر میں موصولاً روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۵۹۲، سنن ترمذی: ۳۰۳۳، سنن نسائی: ۳۰۹۷، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۴)

تعلیق مذکور کو امام بخاری کا بے مقصد وارد کرنا

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ران شرم گاہ ہے اور نہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اگر رسول اللہ ﷺ

اور حضرت زید بن ثابتؓ دونوں کی رانوں پر کپڑا نہ ہوتا اور دونوں کی رانیں برہنہ ہوتیں اور آپ کی ران حضرت زید بن ثابتؓ کی ران پر ہوتی، پھر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے، لیکن اس حدیث میں اس طرح مذکور نہیں ہے، پھر امام بخاری نے اس تعلیق کو کس مقصد سے ذکر کیا ہے یہ واضح نہیں ہے۔

علامہ اسماعیلی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ اسماعیلی نے اس تعلیق پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور یہ اس وقت ثابت ہوتا جب رسول اللہ ﷺ کی ران اور حضرت زید بن ثابتؓ کی ران کے درمیان کپڑا حائل نہ ہوتا اور اس حدیث میں اس طرح مذکور نہیں ہے بلکہ معروف یہ ہے کہ دونوں کی رانوں پر کپڑا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اصل سے استدلال کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۴۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ جواب بالکل درست نہیں ہے، حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اصل سے استدلال کیا ہے کیا اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ اصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت زید بن ثابتؓ دونوں کی رانیں برہنہ تھیں، العیاذ باللہ تب ہی یہ ثابت ہوگا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور یہ معنی بدھتہ باطل ہے اور اگر اصل سے یہ مراد ہے کہ دونوں کی رانوں پر کپڑا تھا تو اس سے امام بخاری کا مقصود ثابت نہیں ہوتا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور علامہ اسماعیلی کا اعتراض لوٹ آتا ہے سو حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی طرف سے جواب نہ بن سکا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صبیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں جہاد کیا، ہم نے خیبر کے پاس منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھی، پس نبی ﷺ سوار ہوئے اور حضرت ابو طلحہ سوار ہوئے اور میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا، پس نبی ﷺ نے خیبر کی گلیوں میں گھوڑے کو دوڑایا اور بے شک میرا گھٹنا نبی ﷺ کی ران کو چھو رہا تھا، پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند بٹایا حتیٰ کہ میں نبی ﷺ کی ران کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا، پس جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر ویران ہو گیا، بے شک ہم جن لوگوں کی بستی میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح کیسی بُری ہوتی ہے جن کو ڈرایا گیا ہے، آپ نے یہ کلمات تین

۳۷۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ، فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغُلَسٍ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ، فَاجْرَى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زَقَاقٍ خَيْرٍ، وَإِنْ رُكِبْتِي لَتَمَسَّ فَيَحْذِ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ، حَتَّى إِنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ، فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ، قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ، فَقَالُوا

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا حتیٰ کہ میں نے نبی ﷺ کی ران کی سفیدی دیکھی۔

خیبر کا معنی اور اس کا محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں جہاد کیا یعنی آپ نے اس شہر میں جہاد کیا جس کا نام خیبر ہے یہود کی لغت میں خیبر کا معنی ہے: قلعہ سب سے پہلے بنی اسرائیل کا جو شخص اس قلعہ میں رہا تھا اس کا نام خیبر تھا اسی کے نام پر اس قلعہ کا نام خیبر رکھ دیا گیا یہ شہر مدینہ منورہ سے شمال مشرق میں چھ مرحلہ کی مسافت پر ہے یہاں پر کھجور کے باغات بہ کثرت ہیں اسلام کی ابتداء میں یہاں بنو قریظہ اور بنو نضیر رہتے تھے امام ابن سعد نے کہا: غزوہ خیبر جمادی الاولیٰ ۷ھ میں ہوا تھا امام ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد ذوالحجہ محرم اور باقی عرصہ مدینہ میں رہے پھر خیبر کے لیے روانہ ہوئے اور ۶ھ میں ایک ماہ اور چند ایام باقی رہتے تھے۔ مشہور قول امام ابن سعد کا ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ابو طلحہ کے سوار ہونے کا ذکر ہے حضرت ابو طلحہ کا نام زید بن سہل انصاری ہے یہ عقبہ میں اور تمام مشاہد میں حاضر رہے ہیں یہ نقباء میں سے ایک ہیں ان سے ۹۲ احادیث مروی ہیں امام بخاری نے ان کی تین حدیثوں کو روایت کیا ہے یہ مدینہ میں یا شام میں ۳۲ھ یا ۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے لے پالک تھے۔

آیا آپ نے اپنی ران سے تہبند قصداً ہٹایا تھا یا سہواً؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس جملہ کی شرح میں لکھا ہے: نبی ﷺ نے قصداً اپنا تہبند ران سے نہیں ہٹایا تھا جس سے یہ استدلال ہو کہ ران شرم گاہ نہیں ہے کیونکہ اگر ران شرم گاہ ہوتی تو آپ اس کی برہنگی پر برقرار نہ رہتے کیونکہ آپ اس سے معصوم ہیں اگر یہ فرض کیا جائے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے پھر بھی مختار اس کو ڈھانپنا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لیے غیر مختار پر عمل کیا ہو لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ پھر آپ پر لازم تھا کہ آپ بیان کر دیتے کہ یہ سہواً ہوا ہے جیسے جب آپ سے نماز میں سہواً ہوا تو آپ نے بعد میں بیان فرما دیا کہ میں نماز میں بھول گیا تھا اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کیفیت پر برقرار رہے تھے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی ران کھلی ہوئی دیکھی تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ران خود کھولی ہے اس لیے انہوں نے کہا: آپ نے ران سے کپڑا ہٹایا حالانکہ واقعہ میں اس طرح نہیں تھا ریش کی وجہ سے یا گھوڑا دوڑانے کی وجہ سے آپ کی ران سے کپڑا ہٹ گیا تھا اور آپ کے حال کریم کے یہی مناسب ہے کہ آپ نے قصداً ران سے کپڑا نہیں ہٹایا تھا جب کہ آپ فرما چکے ہیں کہ ران شرم گاہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۲۵)

درج ذیل جملہ آیا آپ کی دعا تھی یا نیک شگون؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: بے شک ہم جن لوگوں کی بستی میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح کیسی خراب ہوتی ہے جن کو ذرا یا گیا ہے۔

یہ یہودیوں کے خلاف نبی ﷺ کا دعائیہ جملہ ہے یا آپ نے نیک شگون کے طور پر ایسا فرمایا یا آپ نے یہودیوں کی شکست کی پیشگی خبر دی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت دحیہ کو باندی کیسے عطا کی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ! کوئی باندی لے لو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے نبی ﷺ کے لیے حضرت دحیہ کو باندی عطا کرنا کیسے جائز ہو گیا۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو اس لیے اجازت دی تھی کہ بعد میں آپ کے حصہ کا جو خمس ہوگا اس میں سے اس باندی کو محسوب کر لیا جائے گا۔

(۲) نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ کے بدلے میں سات نفوس عطا کیے تھے اور انہوں نے خوشی سے حضرت صفیہ کو واپس کیا تھا اس لیے اس میں کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت دحیہ کو اس لیے اجازت دی ہو کہ بعد میں اس باندی کی قیمت لگا کر اس قیمت کو حضرت دحیہ کے حصہ سے وضع کر لیا جائے۔

(۴) اگرچہ یہ ظاہر تقسیم سے پہلے اس مال غنیمت میں تمام مسلمانوں کا حق تھا لیکن حقیقت میں نبی ﷺ تمام مسلمانوں کی جانوں اور مالوں پر خود ان مسلمانوں سے زیادہ تصرف کرنے کے مالک ہیں قرآن مجید میں ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ (الاحزاب: ۶)

نبی مومنین کی جانوں پر تصرف کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت صفیہ بنت حسی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

ان کا پورا نام ہے: صفیہ بنت حسی بن اخطب بن سعید یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہیں ان کی والدہ کا نام بڑہ بنت سمؤل ہے الواقعہ میں نے کہا ہے: یہ حضرت معاویہ کی خلافت میں ۵۰ھ میں فوت ہو گئی تھیں اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا تھا پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں جو جنگ خیبر میں قتل کر دیا گیا تھا۔

صحیح مسلم: ۱۳۶۵ کی ایک روایت میں ہے: نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت دحیہ سے سات باندیوں کے عوض خرید لیا تھا لیکن اس پر خریدنے کا اطلاق مجازاً ہے نبی ﷺ نے ان کی تکریم اور ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے ان کے بدلہ میں ان کو سات باندیاں یا سات غلام عطا کیے تھے اور آپ نے ان کو اس لیے لیا تھا کہ وہ خاندان نبوت سے تھیں کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: وہ میرے بھائی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ایک سردار کی صاحبزادی ہیں علاوہ ازیں وہ بہت حسین و جمیل تھیں جو ان سے کثرت نکاح کی خواہش کا باعث تھا تاکہ ان سے جو اولاد ہو وہ بھی حسین و جمیل ہو سو ان وجوہ سے نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا تھا کہ شہوت نفسانیہ کی وجہ سے کیونکہ نبی ﷺ اس سے معصوم ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ بہہ کر کے واپس لے لیں حالانکہ کسی کو کوئی چیز بہہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو خصوصیت کے ساتھ حضرت صفیہ بہہ نہیں کی تھیں بلکہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ باندیوں میں سے کوئی

باندی لے لو آپ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان باندیوں میں سے جو سب سے اعلیٰ اور افضل باندی ہو اس کو لے لو۔

(۲) اگر بیہ برقرار رکھنے میں خطرہ ہو تو اس بیہ سے رجوع کرنا بلا کراہت جائز ہے اور یہاں ایسا ہی تھا کیونکہ مسلمانوں کو یہ گوارا نہیں تھا کہ حضرت وحیہ کے پاس حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو صرف نبی ﷺ کے شایان شان تھیں۔

(۳) نبی ﷺ حضرت وحیہ کے بہ منزلہ والد ہیں اور والد اپنی اولاد کو بیہ کر کے بلا کراہت واپس لے سکتا ہے۔

(۴) جس کو بیہ کیا ہے اس کی رضا سے بیہ کی ہوئی چیز واپس لی جائے تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے اور نبی ﷺ نے حضرت وحیہ کی رضا سے حضرت صفیہ کو واپس لیا تھا۔

(۵) جس کو بیہ کیا گیا ہے اگر اس کو بیہ کی ہوئی چیز کا کوئی عوض یا بدلہ دے دیا جائے تو پھر اس سے بیہ شدہ چیز کو واپس لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت وحیہ کو کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی بہن عطا کر دی تھی اور انہوں نے خوش دلی سے حضرت صفیہ کو واپس کر دیا تھا۔

(۶) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ میرے نزدیک حضرت صفیہ اموال فنی میں سے تھیں کیونکہ وہ کنانہ بن ربیع کی بیوی تھیں اور وہ اور ان کے اہل بنوا الحقیق میں سے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ وہ کوئی خزانہ نہیں چھپائیں گے اور اگر انہوں نے کچھ چھپایا تو پھر ان کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور آپ نے ان سے حبشی بن اخطب کے خزانے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کو چھپا لیا پھر آپ ان کے پاس اس خزانے پر مطلع ہو گئے تو انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا پھر آپ نے ان کو قید کر لیا اور حضرت صفیہ بھی ان قیدیوں میں سے تھیں پس وہ مال فنی میں سے تھیں نہ کہ خمس میں سے تھیں اور مال فنی میں امام جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ علامہ مینی فرماتے ہیں: قاضی عیاض نے یہ جواب اپنے مذہب کے مطابق دیا ہے کہ فنی میں سے خمس نہیں نکالا جاسکتا اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ مال فنی میں سے بھی خمس نکالا جاسکتا ہے۔ (نعمۃ القاری ج ۲ ص ۱۲۸-۱۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

(۷) میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ نے حضرت وحیہ سے حضرت صفیہ کو جو دے کر واپس لیا تھا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ آپ تمام مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کے مالک ہیں اور ان کی جانوں اور مالوں پر تصرف کرنے کے ان سے زیادہ مستحق ہیں۔

دوران جنگ نعرہ تکبیر لگانا اور حضرت صفیہ کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے جنگ کے دوران تین بار فرمایا: اللہ اکبر۔ اس سے معلوم ہوا کہ میدان جنگ میں اللہ اکبر کہنا چاہیے اور دوسرے اذکار بھی کرنے چاہئیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا امام شافعی، امام احمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک آزاد کرنے کو مہر قرار دیا جاسکتا ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے مہر کے لیے مال مقنوم ہونا ضروری ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ صرف رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ آپ بغیر مہر کے نکاح کر لیں تو آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ اپنی کنیز کو آزاد کر کے اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دیں آپ کی خصوصیت کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَأَمْرًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ

اور کوئی مسلمان عورت اپنے آپ کو نبی پر بیہ کر دے اگر نبی اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کریں تو یہ صرف آپ کے لیے حلال

عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرْجٌ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الاحزاب: ۵۰)

ہے نہ کہ عام مسلمانوں کے لیے ہمیں معلوم ہے ہم نے مسلمانوں کی بیویوں اور ان کی کینروں کے متعلق جو کچھ فرض کیا ہے (آپ کے لیے بغیر مہر کے نکاح اس لیے حلال کیا ہے) تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ بے حد بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے O

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ آپ بغیر مہر کے تقرر کے نکاح کر سکتے ہیں لہذا آپ کا حضرت صفیہ سے نکاح بغیر مہر کے تھا اور آپ کا انہیں آزاد کرنا محض آپ کا ان پر فضل اور احسان تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے ولیمہ کی خصوصیت

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شب زفاف کے بعد ولیمہ کرنا سنت ہے اور مسلمانوں نے اپنے کھانے پینے کی چیزیں جمع کر کے آپ کا ولیمہ کیا۔ اس حدیث میں مذکور ہے آپ نے فرمایا: جس کے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے وہ لے کر آئے اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ آپ مسلمانوں کے اموال کے مالک ہیں آپ نے ان کے کھانے کی چیزوں سے اپنا ولیمہ کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کی کسی بھی چیز سے ولیمہ کیا جاسکتا ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۵۵۰- ج ۵ ص ۵۸۵-۵۸۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① خیبر کا لغوی معنی 'جغرافیائی محل وقوع' تاریخ اور غزوہ خیبر کے اہم واقعات ② ران کے شرم گاہ ہونے کی تحقیق ③ خیبر کا تمام علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا یا بعض ④ اللہ تعالیٰ کے لیے "میں فدا ہوں" کہنے کی توجیہ۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ صحیح مسلم کی کتاب النکاح میں اور باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۳۹۳- ج ۳ ص ۸۴۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① ران کے شرم گاہ ہونے میں مذاہب ② رسول اللہ ﷺ نے حضرت وحیہ کو باندی بہہ کر کے کیوں واپس لی تھی ③ لونڈی کو آزاد کرنے کو مہر قرار دینے میں مذاہب۔

عورت کتنے کپڑے پہن کر

نماز پڑھ سکتی ہے؟

۱۳ - بَابُ فِيْ كَمْ تُصَلِّي

الْمَرْأَةُ مِنَ الثِّيَابِ؟

امام بخاری اس تعلیق کو ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَوْ وَاَرَتْ جَسَدَهَا فِيْ ثَوْبٍ لَّا جَزَتْهُ۔ اور عکرمہ نے کہا: اگر عورت اپنے پورے جسم کو ایک کپڑے میں چھپالے تو یہ اس کے لیے کافی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عکرمہ کا اثر اور دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عکرمہ سے روایت کیا: اگر عورت ایک کپڑے کو سر پر اوڑھ لے حتیٰ کہ اس کا کوئی بال دکھائی نہ دے تو یہ اس کے لیے دوپٹہ سے کافی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴- ج ۳ ص ۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محمد بن ابی بکر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے؟ انہوں نے فرمایا: دوپٹہ میں اور اتنی لمبی قمیص میں جو اس کے پیروں کی پشت کو چھپالے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۲- ج ۳ ص ۴۴)

مکحول بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے؟ انہوں نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کرو پھر مجھے آ کر بتاؤ انہوں نے کیا جواب دیا ہے پھر انہوں نے حضرت علی سے سوال کیا انہوں نے فرمایا: دوپٹے میں اور لمبی قمیص میں پھر انہوں نے حضرت عائشہ کو آ کر بتایا تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۳)

عطاء نے کہا: عورت قمیص میں اور دوپٹہ میں اور تہبند میں نماز پڑھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۵۰)

۳۷۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْفَجْرَ، فَيَشْهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ، مُتَلَفَعَاتٍ فِي مِرْوَطِهِنَّ، ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ، مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ. [اطراف الحديث: ۵۷۸-۸۶۷-۸۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھاتے آپ کے ساتھ مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتیں جو اپنی چادروں میں لپی ہوئی ہوتی تھیں پھر وہ اپنے گھروں کو لوٹتیں ان کو کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۵، الرقم المسلسل: ۱۳۳۰، سنن نسائی: ۵۳۶، سنن ابن ماجہ: ۶۶۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۳۳۳، مسند الحمیدی: ۱۷۳، سنن دارمی: ۱۲۱۹، صحیح ابن خزیمرہ: ۳۵۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۰، مسند ابویعلیٰ: ۳۴۱۵، صحیح ابن حبان: ۱۳۹۹-۱۵۰۰، المعجم الاوسط: ۸۷۵۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۵۴، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۵۱۰۵۱-۲۲۰، ج ۶ ص ۵۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتیں جو اپنی چادروں میں لپی ہوئی ہوتی تھیں اور یہ صرف ایک چادر ہوتی تھی لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ چادر قمیص اور دوپٹہ کے اوپر اوڑھتی تھیں اور یہ چادر برقع کے قائم مقام ہوتی تھی۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

”متلفعات“ اور ”مروط“ کا معنی اور ان عورتوں کو نہ پہچاننے کا سبب

اس حدیث میں ”متلفعات“ کا لفظ ہے ”التلفع“ کا معنی یہ ہے کہ سر پر کپڑا ڈالا جائے پھر اس کو اپنے جسم پر لپیٹ لیا جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ موٹی چادر ہوتی تھی۔

”مروط“ یہ ”مرط“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: اون کی یا سوت کی موٹی چادر جس کو بہ طور تہبند باندھ لیا جائے سیاہ یا سبز چادر کو بھی ”مرط“ کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا ان کو نہ پہچاننا یا تو چادر میں لپی ہونے کی وجہ سے تھا یا اندھیرے کی وجہ سے دور سے ان کا صرف جسم دکھائی دیتا تھا اور یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ یہ کون ہیں۔ صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے: اندھیرے کی وجہ سے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت اگر ایک کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھے تو جائز ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس چادر کے نیچے عورتوں نے دوپٹہ قمیص اور تہبند باندھا ہوا ہوتا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ باب کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

نماز میں عورت کے ضروری کپڑوں میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے نماز میں کتنے کپڑے پہننا ضروری ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، حضرت ابن عباس، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ لمبی قمیص پہن کر اور دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما عبیدہ اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ وہ قمیص، دوپٹہ اور تہبند کے ساتھ نماز پڑھے، مجاہد اور ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ وہ چار کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھے، قمیص، دوپٹہ، تہبند اور اس کے اوپر ایک بڑی چادر ہو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا: عورت پر لازم ہے کہ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اپنے تمام بدن کو چھپائے، خواہ ایک کپڑے کے ساتھ چھپائے یا زیادہ کپڑوں کے ساتھ، متقدمین نے تین یا چار کپڑوں کا جو حکم دیا ہے وہ صرف استحباب کے طور پر ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: عورت کا پورا جسم واجب الستر ہے حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی امام مالک اور امام شافعی نے کہا: عورت کے قدم بھی واجب الستر ہیں، اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے قدم کھلے ہوئے تھے وہ وقت میں نماز دہرائے گی اسی طرح اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے بال کھلے ہوئے تھے تب بھی وہ نماز وقت میں دہرائے گی اور امام شافعی کے نزدیک وہ ہمیشہ نماز دہرائے گی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورت کے قدم واجب الستر نہیں ہیں، اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے قدم کھلے ہوئے تھے تو اس کی نماز درست ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۳۸-۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب آزاد عورت کا چہرے کے سوا نماز میں کوئی عضو کھلا ہوا ہو تو وہ نماز دہرائے گی اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورت نماز میں اپنا چہرہ کھول سکتی ہے اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اور کسی عضو کا کھولنا جائز نہیں ہے اور ہتھیلیوں کے متعلق دو قول ہیں اور مستحب یہ ہے کہ عورت اتنی لمبی قمیص میں نماز پڑھے جو اس کے پیروں کو ڈھانپ لے اور دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے جو اس کے سر اور گردن کو ڈھانپ لے اور قمیص کے اوپر ایک بڑی چادر اوڑھے، حضرت عمر، حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی قول ہے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، امام احمد فرماتے ہیں: اس کے لیے دوپٹہ اوڑھنا اور اتنی لمبی قمیص پہننا ضروری ہے جو اس کے قدموں کو چھپا لے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۵۷-۱۵۵ ملتقطاً و ملخصاً دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

فجر کے مستحب وقت میں مذاہب فقہاء

ہم نے بیان کیا ہے کہ صحیح مسلم: ۶۴۵ میں مذکور ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے عورتوں کو کوئی نہیں پہچانتا تھا اس وجہ سے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی نماز بالکل اول وقت میں پڑھی جائے جب اندھیرا پھیلا ہوا ہو اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی نماز ذرا تاخیر سے پڑھی جائے جب روشنی ہو جائے ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صبح کی نماز روشن وقت میں پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵۳، سنن ابوداؤد: ۴۲۴، سنن ابن ماجہ: ۶۷۲، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۵-۲۶۴ ج ۳ ص ۱۴۰)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۷-ج ۲ ص ۲۷۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔

۱۴۔ بَابُ إِذَا صَلَّى فِي ثَوْبٍ لَهُ أَعْلَامٌ، جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی جس میں نقش و نگار تھے اور ان نقوش پر نظر ڈالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی جس میں نقش و نگار تھے اور اس نے نماز میں ان

نقوش کی طرف دیکھا تو آیا اس کی نماز مکروہ ہے یا نہیں۔

۳۷۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا
إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ
عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي
خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ، فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا
انْصَرَفَ قَالَ أَذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ
وَأَتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةٍ أَبِي جَهْمٍ، فَإِنَّهَا الْهَتْبَى أَنْفًا عَنْ
صَلَوَتِي. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ أَنْظُرُ
إِلَى عِلْمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ، فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِي.

[اطراف الحدیث: ۷۵۲-۵۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے ایسی چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش و نگار تھے آپ نے اس کے نقش و نگار کی طرف نظر ڈالی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: میری اس چادر کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے ابو جہم کی سادہ چادر لا دو کیونکہ اس چادر نے ابھی مجھے نماز میں غافل کر دیا تھا اور ہشام بن عروہ نے کہا از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نماز میں اس کے نقش و نگار کی طرف دیکھ رہا تھا پس مجھے خوف ہوا کہ یہ چادر مجھے آزمائش میں ڈال دے گی۔

(صحیح مسلم: ۵۵۶، الرقم المسلسل: ۱۲۱۶، سنن ابوداؤد: ۹۱۳-۲۰۵۳، سنن نسائی: ۷۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۵۵، مسند الحمیدی: ۱۷۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۲۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴، صحیح ابن خزیمہ: ۹۲۸، مسند ابویعلیٰ: ۴۴۱۳، صحیح ابن حبان: ۲۳۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳، شرح السنن ج ۱ ص ۵۲۳، مسند احمد ج ۶ ص ۲۷، طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۰۸-ج ۲ ص ۲۰۵، مؤسسۃ الرسالہ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۰۳، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

”خَمِيصَةٌ“ اور ”أَنْبِجَانِيَّةٌ“ کا معنی اور حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

”خَمِيصَةٌ“ سیاہ رنگ کی اولی یا سوتی موٹی چادر جس پر نقش و نگار بنے ہوئے ہوں۔

”أَنْبِجَانِيَّةٌ“ موٹی اور سادہ چادر جس پر نقش و نگار نہ ہوں۔

اس حدیث میں حضرت ابو جہم کا ذکر ہے ان کا نام عامر بن حذیفہ العدوی ہے یہ قرشی مدنی صحابی ہیں کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبید ہے یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے یہ قریش کے نزدیک بہت عظیم تھے اور نسب کے عالم تھے یہ دو مرتبہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر حاضر تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۳۸-۱۳۷)

نماز میں کسی چیز کی طرف معمولی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں فساد کی موجب نہیں تاہم اس سے اعراض کرنا افضل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز میں کسی چیز کو دیکھنے سے اگر نماز کے رکوع اور سجود میں خلل نہ ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی تاہم جس چیز کو دیکھنے سے نمازی اپنی نماز سے یا اس کے خشوع سے غافل ہو جائے تو وہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے اسی لیے جب اس چادر کے نقش و نگار نے نبی ﷺ کی نماز کے خشوع میں کچھ خلل ڈالا تو آپ نے اس چادر کو ناپسند کیا اور اس کو واپس کر دیا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے وہ چادر حضرت ابو جہم کی طرف اس لیے واپس کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے

غافل کرنے کا سبب تھی جیسا کہ جب لیلۃ التعریس کے موقع پر ایک وادی میں آپ کی اور مسلمانوں کی نماز فجر فوت ہو گئی تو آپ نے فرمایا: اس وادی سے نکلو اس میں شیطان کا اثر ہے (موطا امام مالک: ۲۶، تنویر الحواکک ص ۳۵، صحیح مسلم: ۳۰۹) اور نبی ﷺ وسوسوں کو دفع کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ قوی ہیں لیکن آپ نے اس چادر کو اس لیے ناپسند کیا کہ وہ بہر حال نماز کے خشوع سے توجہ ہٹانے کی موجب ہے اسی وجہ سے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: تم اپنا پردہ ہمارے سامنے سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں مجھے دکھائی دیتی رہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۷۴)

نبی ﷺ نے حضرت ابو جہم کو نقش و نگار والی چادر جو واپس کی تھی اس میں ان کو یہ تنبیہ تھی کہ وہ اس چادر کو نماز کے وقت استعمال نہ کریں کیونکہ نبی ﷺ کی بہ نسبت حضرت ابو جہم اس کے زیادہ لائق تھے کہ وہ اس چیز سے اجتناب کریں جو نماز کے خشوع سے غافل کرنے کی سبب ہے اور آپ کی یہ مراد نہیں تھی کہ وہ اس چادر کو نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی استعمال نہ کریں اور اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیراء (ایک قسم کا ریشم) کا ایک حلقہ مسجد کے دروازے پر فروخت ہوتے ہوئے دیکھا، حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ اس حلقہ کو خرید لیں اور جمعہ کے دن اس کو پہنا کریں اور اس دن جب آپ کے پاس کوئی وفد آئے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو وہ شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس سیراء کے کچھ حلقے آئے آپ نے ان میں سے ایک حلقہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بھی دیا تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے یہ حلقہ پہنایا ہے حالانکہ آپ نے عطار دے حلقے کے متعلق وہ فرمایا جو فرمایا تھا آپ نے فرمایا: میں نے تم کو یہ حلقہ اس لیے نہیں دیا کہ تم خود اس کو پہنو۔ (صحیح البخاری: ۸۸۶، صحیح مسلم: ۲۰۶۸، سنن ابوداؤد: ۶۷۱، سنن نسائی: ۱۳۹۱)

زیر بحث حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس کو کوئی چیز بہہ کی جائے جب وہ از خود بہہ کرنے والے کو وہ چیز واپس کر دے تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت ابو جہم سے دوسری سادہ چادر اس لیے منگائی تھی کہ حضرت ابو جہم کی دل شکنی نہ ہو اور وہ یہ جان لیں کہ ان کی چادر ان کے ہدیہ کو ناپسند کرنے کی وجہ سے اور ان کے استخفاف کی وجہ سے واپس نہیں کی بلکہ شرعی عذر کی وجہ سے واپس کی ہے اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ استاد اپنے شاگرد کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کر سکتا ہے جس طرح آپ نے حضرت ابو جہم کے نام کے بجائے ان کی کنیت کو ذکر کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۰، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۳ھ)

نقش و نگار والے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز تاہم اس کا خلاف اولیٰ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ نبی ﷺ نے نقش و نگار والی چادر کو قبول کیا اور اس کو پہن کر نماز پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ نقش و نگار والی چادر کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے پھر چونکہ اس کے نقش و نگار سے آپ کی نماز کے خشوع میں فرق آیا اور آپ نے اس چادر کو واپس کر دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز میں کسی چیز کی طرف تھوڑی سی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں موجب طعن نہیں ہے اور یہ کہ جو چیز نماز میں غفلت کا سبب ہو اس سے اعراض کرنا چاہیے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۱۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۳۰۔ ج ۲ ص ۱۲۵ پر ہے اس کی شرح کے عنوان ہیں: (۱) اشیاء زینت کا حکم (۲) ایک

اشکال کا جواب۔

۱۵ - بَابُ اِنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ مُّصَلَّبٍ
اَوْ تَصَاوِيرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلَوَتُهُ؟
وَمَا يُنْهَى مِنْ ذَلِكَ

صلیب یا تصویر والے کپڑے پہن کر
آیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟
اور اس کی ممانعت میں احادیث

امام بخاری نے اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں لگایا کہ ایسے کپڑے کو پہن کر آیا نماز پڑھنا حرام ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں اختلاف ہے کہ ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا حرام ہے یا مکروہ ہے اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ایسے کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے کا ذکر تھا جس میں نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے اور اس باب میں اس کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جس کے ساتھ نماز پڑھنا حرام یا مکروہ ہے۔

۳۷۴ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ كَانَ قِرَامٌ لِّعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِيطِي عَنَّا قِرَامَكَ هَذَا فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ فِي صَلَوَتِي. | طرف الحدیث: ۵۹۵۹ | (مسند احمد ج ۲ ص ۵۱ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۵۳۱ - ج ۲ ص ۱۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۸۳۰ مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ) امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر عبد اللہ بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پردہ تھا جس کو انہوں نے گھر کی ایک جانب میں لٹکایا ہوا تھا نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے اس پردہ کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں سامنے رہی ہیں۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔
باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے تصویر والے پردہ کے متعلق فرمایا: اس کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو۔

”قِرَام“ کا معنی

اس حدیث میں ”قِرَام“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: اون کا باریک پردہ اس کی جمع ”قِرَوم“ ہے۔

تصویر کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر قسم کی تصاویر ممنوع ہیں خواہ مجسم ہوں یا غیر مجسم خواہ وہ کسی پردہ میں ہو چادر پر ہو یا دیوار پر ہو۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ نے کہا ہے کہ جس لباس میں تصاویر ہوں ان میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی یا نماز میں تصویر کی طرف دیکھا تو علماء کے نزدیک اس کی نماز جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے نماز نہیں دہرائی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۰)

مصنف کے نزدیک علامہ ابن بطلال کا اس حدیث سے تصویر والے کپڑے کو پہن کر نماز کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی البتہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نماز میں آپ کے سامنے تصویریں تھیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ نماز میں تصویروں کو سامنے رکھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس سے نماز کے خشوع میں کمی آتی ہے اور آپ نماز بے غفلت کے اسباب کو منقطع کرنا چاہتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر نمازی کے سامنے پردہ میں تصاویر نہ ہوں تو پھر پردہ میں تصاویر کا منقوش یا مطبوع ہونا جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث سنائی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، یس نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی عیادت کی وہ جس گھر میں تھے اس میں ایک پردہ میں تصاویر تھیں تو میں نے عبید اللہ الخولانی سے کہا: کیا حضرت زید بن خالد نے ہمیں تصاویر (کی ممانعت) کے متعلق حدیث نہیں بیان کی تھی؟ عبید اللہ خولانی نے کہا: ہاں! حضرت زید نے کہا تھا: مگر وہ تصویر جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہو کیا تم نے حضرت زید سے یہ نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے اس کا ذکر کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۲۲۶)

سنن نسائی: ۵۳۶۳ میں یہ اضافہ ہے: عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! یہ میرے لیے زیادہ خوش گوار ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ صورتیں جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہوں اور ان کو باقرش پر بچھا دیا جائے اور ابانت سے رکھا جائے وہ اس باب کی ممانعت سے مستثنیٰ ہیں سفیان ثوری، ابراہیم نخعی، امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا: ابو القاسم نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک مجسمے مکروہ ہیں اور چادروں، تکیوں اور کپڑوں پر تصویروں میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان کے نزدیک مجسمے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب گھروں میں مجسموں کے رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور جن کپڑوں میں تصویریں ہوں اور ان کو بچھایا جائے تو وہ ان کو مکروہ نہیں کہتے اور اس میں ان کا اختلاف نہیں ہے کہ جو پردے لٹکے ہوئے ہوں ان کی تصاویر مکروہ ہیں اور رہے فقہاء شافعیہ تو انہوں نے تصاویر کو مطلقاً مکروہ کہا ہے خواہ وہ کپڑوں میں چھپی ہوئی ہوں یا بستر پر چھپی ہوئی ہوں اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں تصاویر کی ممانعت ہے اور انہوں نے کپڑے میں چھپی ہوئی اور مجسم تصویر میں کوئی فرق نہیں کیا۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ زین الدین عبد الرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جو تصاویر نصب ہوں ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں نصاریٰ اور بت پرستوں کی مشابہت ہے اور جس کپڑے میں تصاویر چھپی ہوئی ہوں اس میں علماء کے دو قول ہیں آیا ان کپڑوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں! ایک روایت کے مطابق امام احمد نے ان کے پہننے کی اجازت دی ہے اور انہوں نے حضرت زید بن خالد کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے: مگر وہ تصویر جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہو۔

(صحیح البخاری: ۳۲۲۶-۵۹۵۸، سنن ترمذی: ۵۰۰، سنن نسائی: ۵۳۶۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۶)

اور بہت سے متقدمین ایسی انگلی پنتے تھے جس کے ٹکینہ میں کسی حیوان کی تصویر ہوتی تھی اور امام مالک ثوری اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

اس باب کی حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی تصاویر میری نماز میں مسلسل میرے سامنے رہیں۔ (حدیث: ۳۷۳) اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ گھر میں تصاویر ایسی جگہ پر ہوں جہاں نماز میں نظر نہ پڑے اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ انگلی نہ پہنی جائے جس میں مجسم تصویر ہو اور نہ اس میں نماز پڑھی جائے اور وہ کپڑا پہنا جاسکتا ہے جس میں تصاویر ہوں اور جس چادر میں تصاویر ہوں اس پر نماز پڑھنے کی اکثر علماء نے اجازت دی ہے اور کم علماء نے اس سے منع کیا ہے۔

امام ابن ابی عاصم نے کتاب اللباس میں ایک عنوان قائم کیا ہے: جس نے کہا کہ جب چادر میں تصویریں ہوں تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس میں اپنی سند کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ ایسے مصلیٰ پر نماز پڑھتے تھے جس میں تصاویر تھیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۱۲-۲۱۰ دار ابن الجوزیہ ریاض ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن رجب حنبلی نے یہ نہیں لکھا کہ ابن ابی عاصم کی کس کتاب میں یہ حدیث ہے اور بر تقدیر ثبوت یہ حدیث ہے جان چیزوں کی تصاویر پر محمول ہے۔

ہمارے نزدیک دینی اور معاشی ضرورت کے لیے پاسپورٹ سائز کی تصویر کھنچوانا جائز ہے دینی ضرورت مثلاً حج اور عمرہ کے لیے اور معاشی ضرورت مثلاً غیر ممالک میں ملازمت کے حصول کے لیے یا ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرنے کے لیے اس کے علاوہ شوقیہ تصاویر کھنچوانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

جس نے ریشم کی اچکن میں نماز پڑھی
پھر اس کو اتار دیا

۱۶ - بَابُ مَنْ صَلَّى فِي فَرْجٍ
حَرِيرٍ ثُمَّ نَزَعَهُ

اس باب کے عنوان میں ”فروج“ کا لفظ ہے ”فروج“ اس اچکن کو کہتے ہیں جس کے بیچ میں شکاف ہو پرانے زمانے میں اس قسم کی اچکن بنائی جاتی تھی علامہ قرطبی نے کہا ہے: قباء اور فروج دونوں کی آستینیں تنگ ہوتی تھیں اور اس کے پیچھے درمیان میں شکاف ہوتا تھا جنگ اور سفر میں ان کو استعمال کیا جاتا تھا اور اس عنوان میں ”حریر“ کا لفظ ہے اس کا معنی ریشم ہے۔

۳۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا
اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ
قَالَ أَهْدَى إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْجُ
حَرِيرٍ فَلَبَسَهُ فَصَلَّى فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا
شَدِيدًا كَالْكَارِهِ لَهُ وَقَالَ لَا يَنْبَغِي هَذَا لِلْمُتَّقِينَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو ایک ریشم کی اچکن ہدیہ کی گئی آپ نے اس کو پہن کر نماز پڑھی پھر جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے اس کو بہت سختی سے اتارا جیسے اس سے نفرت کرنے والے ہوں اور آپ نے فرمایا: یہ متقین کے لائق نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۵، رقم المسلسل: ۵۲۲۸، سنن نسائی: ۷۷۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۷۵، معنی ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۲۸، المعجم الکبیر:

۷۶۰- ج ۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۳ طبع قدیم مسند احمد ج ۲۸ ص ۵۲۵، مؤسسة الرسالة بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۳۳۸، مکتبۃ الرشید ریاض:

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے ریشمی اچکن کو اتار دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن یوسف التمیمیؒ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) اللیث بن سعد علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ منصور نے ان کو مصر کی ولایت کی پیش کش کی تھی انہوں نے مسترد کر دی علامہ عینی نے کہا: یہ تھوڑی سی مدت کے لیے حاکم رہے تھے اور یہ امام ابو حنیفہ کے مدمب پر تھے (۳) یزید بن حبیبؒ ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ابو جعفر مرثد (۵) حضرت عقبہ بن عامرؒ اپنی بیعت اللہ ان سے ۵۵ احادیث مروی ہیں امام بخاری نے ان میں سے آٹھ روایت کی ہیں یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر کے حاکم تھے۔ ۵۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۴)

نبی ﷺ کو ریشم کی اچکن کا ہدیہ کس نے دیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ کو ریشم کی ایک اچکن ہدیہ کی گئی۔ یہ اچکن نبی ﷺ کو دومۃ الجندل کے امیر اکید بن عبد الملک نے ہدیہ کی تھی امام ابو نعیم نے لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے نبی ﷺ کو سیراء کا حلقہ ہدیہ کیا اور علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے: اس نے رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کیا اور آپ سے صلح کی اور مسلمان نہیں ہوا یہ اہل سیرت کے درمیان اختلاف ہے اور جس نے کہا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اس نے ظاہر اخطا کی وہ نصرانی تھا اور جب اس نے نبی ﷺ سے صلح کی تو وہ اپنے قلعہ کی طرف لوٹ گیا اور وہیں رہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل کا محاصرہ کیا تو اس کو قتل کر دیا اس وقت وہ شرک نصرانی تھا اور دومۃ الجندل قلعہ کا نام ہے اصحاب لغت اس لفظ کو "دومۃ" پڑھتے ہیں اور اصحاب الحدیث اس کو "دومۃ" پڑھتے ہیں یہ جگہ شام اور عراق کے درمیان حد فاصل ہے دمشق سے یہ سات مراحل کے فاصلہ پر ہے اور مدینہ سے تیرہ مراحل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۴)

متقین کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ متقین کے لائق نہیں ہے متقین سے مراد ہیں: مومنین صالحین اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ متقی عورتیں بھی متقین میں داخل ہیں حالانکہ ان کے لیے ریشم حلال ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جمع مذکر سالم میں عورتیں داخل نہیں ہوتیں دوسرا جواب یہ ہے کہ عورتوں کے لیے ریشم کے حلال ہونے کے اور دلائل ہیں۔

ریشم کی ممانعت کے متعلق احادیث

مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے اور جنگ اور خارش کی حالت میں مردوں کے لیے ریشم پہننا جائز ہے اور اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۷۲۰ مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں خطبہ دیا اور فرمایا: نبی ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرما دیا ہے مگر دو یا تین یا چار انگلی کی مقدار۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲۸ صحیح مسلم: ۲۰۶۹ سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲ سنن نسائی: ۵۳۱۰ سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۳ سنن ترمذی: ۱۷۲۱ مسند احمد ج ۱ ص ۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کسی غزوہ میں جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ان دونوں کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی اور میں نے ان دونوں پر

وہ قیص دیکھی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۲۰، صحیح مسلم: ۲۰۷۶، سنن ابوداؤد: ۴۰۵۶، سنن ترمذی: ۱۷۲۲، سنن نسائی: ۵۳۱۰، سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۲)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے ریشم مردوں پر بھی حلال تھا جب ہی نبی ﷺ نے ریشمی اچکن میں نماز پڑھی تھی بعد میں مردوں کے لیے اس کی حلت منسوخ ہو گئی۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۳۱۳۔ ج ۶ ص ۳۳۶ پر مذکور ہے اس کی شرح میں حسب ذیل مسائل ہیں:

① مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل ② سونے چاندی کے بن اور گھڑی کے چین کا حکم

۱۷۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْأَحْمَرِ

سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا

اس باب میں سرخ لباس پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا فقہاء احناف پر اعتراض کہ وہ سنت سے ثابت سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتے ہیں

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے سرخ لباس پہننے کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں احناف کے ساتھ اختلاف ہے

انہوں نے کہا ہے: سرخ لباس پہننا مکروہ ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ نبی ﷺ نے جن چادروں کا حلہ پہنا ہوا تھا وہ سرخ دھاری دار چادریں تھیں احناف نے سرخ لباس کی کراہت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے دو آدمی سرخ لباس پہنے ہوئے گزرے انہوں نے

آپ کو سلام کیا آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۹)

اور یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے اگرچہ سنن ترمذی کے بعض نسخوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اگر یہ حدیث حسن

بھی ہو تو اس کے معارض اس سے زیادہ قوی صحیح بخاری کی حدیث موجود ہے اور ہو سکتا ہے کہ آپ کے سلام کا جواب نہ دینے کا کوئی اور سبب ہو اور امام بیہقی نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس کپڑے کو بننے کے بعد سرخ رنگ میں رنگا گیا تھا اور جس کپڑے کو

پہننے سے پہلے سرخ رنگ میں رنگا گیا ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۹، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ عینی کا حافظ ابن حجر کے اعتراض کو رد کرنا

علامہ بدرالدین عینی حنفی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سرخ لباس پہننے کے جواز میں فقہاء احناف کا کوئی اختلاف نہیں اگر یہ قائل مذہب احناف کو جانتا ہوتا تو یہ بات نہ کہتا اور اس

نے جو احناف کی طرف سے اس باب کی حدیث کی تاویل ذکر کی ہے وہ بھی بے فائدہ ہے کیونکہ جب فقہاء احناف سرخ لباس پہننے سے منع ہی نہیں کرتے تو انہیں اس حدیث کی تاویل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۷-۱۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

فقہاء احناف کا سرخ رنگ کے لباس پہننے کو مستحب قرار دینا

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی نجس چیز کو ملا کر کپڑے کو سرخ رنگ دیا جائے تو وہ مکروہ ہے اور اگر کسی

نجس چیز کی آمیزش کے بغیر کپڑے کو سرخ رنگ دیا جائے تو پھر جائز ہے بلکہ وہ سرخ لباس پہننے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نے سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے جواز میں ایک رسالہ لکھا ہے اس میں مذکور ہے: ہم نے

سرخ رنگ کی حرمت میں کوئی نص قطعی نہیں پائی اگر کوئی شخص عورتوں کی مشابہت یا عجیوں کی مشابہت کے قصد سے یا تکبر کی نیت سے سرخ رنگ کے کپڑے پہنے تو پھر مکروہ ہے ورنہ نہیں اگر کسی نجس چیز کے ساتھ کپڑے کو سرخ رنگ میں رنگا جائے پھر بھی مکروہ ہے اور کپڑے کو دھونے سے یہ کراہت زائل ہو جاتی ہے اور سرخ رنگ کے جواز میں ہمیں امام اعظم کی نص صریح اور اباہت پر دلیل قطعی ملی ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے لباس کو مزین کرنے کا مطلقاً حکم دیا ہے اور صحیح البخاری: ۳۵۵۱ اور صحیح مسلم: ۲۳۳ میں حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو سرخ رنگ کے حلتے میں دیکھا یہ حدیث سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے جواز کا تقاضا کرتی ہے اور اس حدیث سے حرمت اور کراہت کی نفی ہو جاتی ہے بلکہ اس حدیث سے سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کا استحباب ثابت ہوتا ہے تاکہ نبی ﷺ کی اقتداء کی جائے اور جو شخص اس موضوع پر زیادہ دلائل چاہتا ہو وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔ (رد المحتار ج ۹ ص ۳۳۶ مفصلاً و مخرجا و اراحیا، التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

۳۷۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرَفَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةِ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمَ وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَتَدَرُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَّزَهَا وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمَّرًا صَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالذَّوَابَّ يَمْرُقُونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنَزَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عمرو نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: مجھے عمر بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود نبی اللہ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بچے ہوئے پانی کو لیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی پر جھپٹ رہے تھے جس کو اس پانی میں سے کچھ پانی مل جاتا وہ اس کو اپنے بدن پر لگاتا اور جس کو اس پانی میں سے کچھ بھی نہ ملتا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری کو لے لیتا پھر میں نے حضرت بلال کو دیکھا انہوں نے ایک نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا اور نبی ﷺ سرخ حلتہ پہنے ہوئے نکلے آپ نے اپنے تہبند کو پنڈلیوں سے اونچا کیا ہوا تھا آپ نے نیزہ کے سامنے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے دیکھا لوگ اور مولیٰ شی نیزے کے پار سے گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کے باب کا عنوان تھا: وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا سو اس حدیث میں اس کا ذکر ہے البتہ حدیث: ۱۸ میں یہ ذکر نہیں تھا کہ نبی ﷺ نے سرخ رنگ کا حلتہ پہنا ہوا تھا۔ حلتہ کا معنی ہے: ایک رنگ اور ایک قسم کے کپڑے کی دو چادریں ایک چادر اوپر اوڑھ لی جائے اور ایک چادر کو تہبند بنا لیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے سرخ رنگ کی دو چادریں پہنی ہوئی تھیں اور نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھا ہوا تھا۔

سرخ لباس پہننے کے متعلق دیگر احادیث

نبی ﷺ نے سرخ حلتہ پہنا ہوا تھا اس کا ذکر باب مذکور کی حدیث میں ہے اس کے علاوہ یہ حدیث بھی ہے: حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ درمیانی قامت کے تھے میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حلتے میں دیکھا اور میں نے آپ سے زیادہ حسین شخص کوئی نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۳۸-۵۵۱ صحیح مسلم: ۲۳۳۷ سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳-۴۰۷۲ سنن ترمذی: ۲۸۱۱ سنن نسائی: ۵۳۲۳-۵۲۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن رسول اللہ ﷺ سرخ چادر پہنتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۷۰۹)

سرخ لباس پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سرخ لباس پہننا جائز ہے اور اس شخص کا رد ہے جو سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتا ہے اور یہ کہ دیندار اور زاہد سردار کے لیے رنگ دار لباس پہننا جائز ہے اور سب سے مشہور رنگ سرخ ہے اور دنیا کی سب سے حسین زینت بھی سرخ رنگ میں ہے قرآن مجید میں ہے:

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ. (التقصص: ۷۹)

پس قارون اپنے زینت والے لباس میں اپنی قوم کے پاس

آیا۔

قارون سرخ لباس پہن کر آیا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے زینت قرار دیا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ. (الاعراف: ۳۲)

آپ کہیے کہ اللہ کی زینت کو کس نے حرام قرار دیا ہے۔

لہذا اس آیت میں ہر زینت داخل ہے اور سرخ لباس بھی زینت ہے۔ (شرح ابن بطل مال ج ۲ ص ۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ زین الدین عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے جو سرخ حلہ پہنا تھا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مکمل سرخ نہیں تھا حضرت البراء بن عازب نے جو آپ کو سرخ حلہ میں دیکھا تھا اس سے مراد بھی یہی ہے کہ وہ سرخ دھاری دار حلہ تھا۔

طاؤس مجاہد اور عطاء نے سرخ کپڑوں کے پہننے کو مکروہ کہا ہے حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: یہ آل قارون کی زینت ہے امام احمد بن حنبل نے اسی کی تصریح کی ہے وہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سرخ لباس کو مکروہ کہتے ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۲۰-۲۱۸ ملتقطاً دار ابن الجعدی ریاض ۱۴۱۷ھ)

یہ دراصل فقہاء حنبلیہ کا مسلک ہے جس کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فقہاء احناف کی طرف منسوب کر کے انہیں حدیث اور سنت کی مخالفت کا مرتکب قرار دیا ہے حالانکہ فقہاء احناف اس الزام سے بری ہیں جیسا کہ ہم نے فقہاء احناف کے حوالہ جات سے واضح کر دیا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سرخ لباس پہننے اور سرخ لباس پہن کر نماز پڑھنے کا جواز ہے اور اس میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا جواز ہے اور اس میں صحراء میں نمازی کے آگے نیزہ سے سترہ قائم کرنے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں سفر میں نماز قائم کرنے کا ثبوت ہے اور ہمارے نزدیک سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ سترہ کے پار نمازیوں کے آگے سے لوگ گزر سکتے ہیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وضوء کا مستعمل پانی پاک ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو صحابہ اپنے جسم پر مل رہے تھے اور آپ کے وضوء کا بچا ہوا پانی تو ہر طاہر سے بڑھ کر طاہر اور طیب ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

چھت منبر اور لکڑی

پر نماز پڑھنا

۱۸ - بَابُ الصَّلَاةِ فِي السُّطُوحِ

وَالْمِنْبَرِ وَالْخَشَبِ

جب مقتدی نماز میں امام سے بلند جگہ پر ہو تو اس کی نماز کے جواز میں اختلاف ہے بعض تابعین اور فقہاء مالکیہ اس کی نماز کو ناجائز کہتے ہیں اس لیے امام بخاری نے اس مسئلہ میں اپنے موقف کے اظہار کے لیے یہ عنوان قائم کیا 'امام بخاری لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنَ بَاسًا أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِرِ وَإِنْ جَرَى تَحْتَهَا بَوْلٌ أَوْ قَوْقَهَا أَوْ أَمَامَهَا إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُرَّةٌ.
ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ برف پر نماز پڑھی جائے یا پل پر خواہ اس کے نیچے سے پیشاب بہہ رہا ہو یا اس کے اوپر یا اس کے سامنے بہ شریک نمازی اور پیشاب کے درمیان سترہ اور حجاب ہو۔

امام بخاری نے یہ معین نہیں کیا کہ نمازی اور نجاست کے درمیان کتنا فاصلہ ہو بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو نجاست سے زیادہ فاصلہ پر ہونا چاہیے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

وَصَلَّى أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ بِصَلَاةِ الْإِمَامِ
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی چھت پر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیثیں ہیں:
صالح مولی التواءمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کے اوپر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی اور امام نیچے تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۵۸۔ ج ۲ ص ۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

سعید بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر کو دیکھا انہوں نے ایک شخص کے ساتھ مسجد کی چھت پر مغرب کی نماز پڑھی اور وہ امام کی اقتداء کر رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۶۰)
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے برف پر نماز پڑھی۔

۳۷۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ قَالَ سَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ مِنْ أَيْ شَيْءٍ الْمَنْبَرُ فَقَالَ مَا بَقِيَ بِالنَّاسِ أَعْلَمُ مِنِّي هُوَ مِنْ أَثْلِ الْغَابَةِ عَمِلَهُ فُلَانٌ مَوْلَى فُلَانَةٍ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عَمِلَ وَوُضِعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَثُرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ فَقَرَأَ وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فَسَجَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ عَادَ إِلَى الْمَنْبَرِ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى حَتَّى سَجَدَ بِالْأَرْضِ فَهَذَا شَأْنُهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سَأَلَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فَإِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: لوگوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ منبر کس چیز سے بنا تھا؟ انہوں نے کہا: اب لوگوں میں اس کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں ہے یہ مقام غابہ میں جھاؤ کے درخت کی لکڑی سے بنا ہوا ہے فلاں عورت کا جو آزاد کردہ فلاں غلام تھا اس نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے لیے بنایا تھا جب یہ بنا کر رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ اس پر کھڑے ہوئے پس آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہا اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے آپ نے قراءت کی اور رکوع کیا اور لوگوں نے آپ کے پیچھے رکوع کیا پھر آپ نے سر اٹھایا پھر آپ اٹھے پیچہ واپس مڑے پھر آپ نے زمین پر سجدہ کیا پھر آپ منبر کی طرف لوٹے پھر آپ نے قراءت

وَسَلَّمَ كَانَ أَعْلَىٰ مِنَ النَّاسِ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَكُونَ
الْإِمَامُ أَعْلَىٰ مِنَ النَّاسِ بِهَذَا الْحَدِيثِ. قَالَ فَقُلْتُ إِنَّ
سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ، كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هَذَا كَثِيرًا، فَلَمْ
تَسْمَعْهُ مِنْهُ؟ قَالَ لَا.

کی پھر رکوع کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پھر آپ الٹے پیر
واپس مڑے حتیٰ کہ آپ نے زمین پر سجدہ کیا پس یہی آپ کا
طریقہ تھا۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: علی بن عبد اللہ نے کہا:
مجھ سے امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کے متعلق سوال کیا انہوں
نے کہا: میں نے صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ نبی ﷺ لوگوں سے بلند
[اطراف الحدیث: ۳۳۸-۹۱۷-۲۰۹۳-۲۵۶۹]

تھے پس اس حدیث کی بناء پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ امام
لوگوں سے بلند ہو علی بن عبد اللہ نے امام احمد بن حنبل سے کہا: سفیان
بن عیینہ سے اس حدیث کے متعلق بہت سوال کیا جاتا تھا آپ نے
اس حدیث کو ان سے نہیں سنا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۳۳، رقم المسلسل: ۱۱۹۶، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۶، مسند الحمیدی: ۹۲۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۲۲، سنن دارمی: ۱۲۵۸، المستدرک: ۳۱۲، المعجم
الکبیر: ۵۸۸۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۸، دلائل النبوة ج ۲ ص ۵۵۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۸۷۱، ج ۲ ص ۵۱۲، مؤسسۃ
الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۱۹، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ)۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبد اللہ ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ابو حازم سلمۃ بن دینار (۴) حضرت اہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہما
آخری صحابی ہیں جو مدینہ میں فوت ہوئے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۵۲)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر
نماز پڑھائی آپ اونچی جگہ پر کھڑے تھے اور مقتدی آپ سے نیچے تھے۔

”اثل الغابة“ کا معنی اور منبر بنانے والے کا نام

اس حدیث میں ”اثل الغابة“ کا ذکر ہے ”اثل“ ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں ہوتے اس میں پھلیاں ہوتی ہیں جن
میں دانے ہوتے ہیں یہ اثنان کے درخت کی مثل ہوتا ہے اردو میں اس کو جھاؤ کا درخت کہتے ہیں اور ”الغابة“ مدینہ منورہ سے نو میل
دور ایک جگہ ہے جہاں نبی ﷺ کی اونٹنیوں کو چرانے کے لیے رکھا جاتا تھا۔

جس شخص نے اس منبر کو بنایا تھا اس کا نام قبیصہ الخزومی تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام میمون یا صلاح تھا اور وہ حضرت عباس
بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا ایک قول یہ ہے کہ وہ انصار کی ایک عورت کا آزاد کردہ غلام تھا۔

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام مقتدیوں سے بلند ہو تو اس کا کیا حکم ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور اس حدیث
سے استدلال کیا ہے نیز امام شافعی نے کہا ہے کہ امام اپنے پیچھے مقتدیوں کو تعلیم دینے کا ارادہ کرے اور زمین پر سجدہ کرے اور اس
حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ اس لیے کیا تھا
کہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کے طریقہ کو جان لو۔ امام بخاری نے اس کو نماز جمعہ میں ذکر کیا ہے امام ابو حنیفہ نے ایسا کرنے کو

مکروہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان کی نماز مکمل ہے۔

جس منبر پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی اس کی تین سیڑھیاں تھیں یہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ امام مسجد کی چھت پر نماز پڑھائے اور لوگ اس سے نیچے ہوں یا اپنے نمازیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھائے اگر امام نے ایسا کیا تو مقتدی ہمیشہ نماز کا اعادہ کریں گے کیونکہ وہ عبث کام کر رہے ہیں سو اس صورت کے کہ امام کا بلند ہونا معمولی سا ہو تو پھر ان کی نماز جائز ہے۔

ابن عباد نے کہا کہ امام مالک نے اس کو اس لیے مکروہ کہا ہے کہ بنو امیہ تکبر کی وجہ سے بلند جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے تھے اس وجہ سے امام مالک نے اس فعل کو عبث اور موجب فساد نماز قرار دیا اور یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب امام لوگوں کو نماز کی تعلیم دینے کا قصد کرے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے علقمہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عتبہ بن مسعود کی عیادت کرنے گئے انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک لکڑی پر نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے اس لکڑی کو پھینک دیا اور کہا: یہ شیطانی کام ہے اپنا چہرہ زمین پر رکھو اور اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو اشارہ سے نماز پڑھو حسن بصری اور ابن سیرین نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ائمہ فتویٰ ایسی نماز کو جائز کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مچان پر نماز پڑھی اور منبر پر بھی۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۳۸-۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے تحت تین مسائل ہیں پہلا مسئلہ درج ذیل ہے:

جو چیز زمین سے دامن بلند ہو یا عارضی طور پر بلند ہو اکثر علماء کے نزدیک اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابو طالب نے کہا: میں نے امام احمد سے تخت پر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا خواہ فرض ہو یا نفل انہوں نے کہا: اگر اس پر سطح زمین کی طرح نماز پڑھنا ممکن ہو تو پھر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے مگر شاذ اختلاف قدیم ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو چیز زمین پر بنائی گئی ہو جیسے مسجد کی گیلری یا مسجد کی چھت کے اوپر تو اس کی ہر صورت جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

اگر مقتدی امام کی نماز کے ساتھ چھت پر نماز پڑھے اور امام مسجد کے نیچے ہو تو یہ جائز ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور سفیان نے از یونس بن عبید از عبد ربہ روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے بصرہ میں جمعہ کی نماز مچان (گیلری) میں امام کے پیچھے پڑھی امام احمد نے اس اثر سے استدلال کیا ہے۔ تیسرا مسئلہ ایسی چیز پر نماز پڑھنے کا ہے جو اپنے حال پر باقی نہ رہے حسن بصری نے اس پر نماز کو جائز کہا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اگر دریا میں پانی جم جائے تو اس کے اوپر نماز پڑھنا جائز ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۳۱-۲۲۵، ملقط دار ابن الجوزیہ ریاض ۱۴۱۷ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جو شخص بلند جگہ پر نماز پڑھائے اور اس کا قصد نماز کی تعلیم دینا نہ ہو تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس

حدیث میں یہ صورت شامل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء احناف کا نظریہ

اس حدیث میں امام کے بلند جگہ پر نماز پڑھانے کی دلیل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بلند جگہ پر نماز پڑھائی اور نبی ﷺ نے اس کی یہ دلیل بیان فرمائی ہے تاکہ لوگوں کو نماز پڑھنے کے طریقہ کی تعلیم دی جائے پس اگر امام کسی سبب سے بلند جگہ پر نماز پڑھائے جیسے اس حدیث میں ہے تو یہ مستحب ہے ورنہ مکروہ ہے امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی اور امام احمد نے ایک قول میں منع بھی کیا ہے اور ابن حزم نے امام ابو حنیفہ سے بھی ایک منع کا قول نقل کیا ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ کراہت (تذریبی) کے ساتھ جائز ہے اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے جب کہ امام ایک آدمی کی قامت کے برابر بلند ہو اور امام مالک کے نزدیک اگر تھوڑا سا بلند ہو تو پھر جائز ہے۔

نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر نمازی نماز میں تھوڑا سا چلے تو یہ جائز ہے محیط میں مذکور ہے: ایک قدم چلنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور دو قدم یا زیادہ چلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اس قول کی بناء پر چاہیے تھا کہ یہ نماز فاسد ہو جاتی، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مصلحت کی بناء پر دو قدم یا زیادہ چلے تو پھر نماز کو فاسد نہیں ہونا چاہیے اور مکروہ بھی نہیں ہونا چاہیے جیسے جو آدمی اکیلا صف کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اگلی صف سے ایک آدمی کو اپنی طرف کھینچ لے اور دو صفیں بن جائیں اور جس کو کھینچا گیا ہے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ وہ ایک یا دو قدم چلے علامہ خطابی نے کہا ہے کہ تھوڑا سا کام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ منبر کی تین سیڑھیاں تھیں آپ دوسری سیڑھی پر کھڑے تھے اور دوسری سیڑھی سے زمین پر آنے میں دو قدم کے برابر چلنا پڑتا ہے۔

اس حدیث میں منبر بنانے کا جواز ہے اور یہ کہ خطیب کو بلند جگہ پر بیٹھنا چاہیے۔

اس حدیث میں نماز میں نمازیوں کو نماز کی تعلیم دینے کا ثبوت ہے اور یہ عبادت میں شرک کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ نمازیوں کو سنانے کے لیے بلند آواز کے ساتھ تکبیر کہی جاتی ہے۔

اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب عالم کسی چیز کے علم کے ساتھ منفرد ہو تو وہ یہ بتائے کہ اس چیز کا صرف مجھے علم ہے اور کسی کو اس کا علم نہیں ہے جیسے حضرت سہل بن سعد نے کہا: صرف مجھے یہ علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا منبر کس چیز سے بنا تھا وہ مقام غابہ کی جھاؤ کی لکڑی سے بنا تھا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۱۸ - ج ۲ ص ۱۱۴ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: استن حنانہ۔

۳۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا
يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ
بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ فَجَحِشَتْ سَاقُهُ أَوْ كَتِفُهُ وَالْأُخْرَى
مِنْ تَسَانِهِ شَهْرًا فَجَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ دَرَجَتُهَا مِنْ
جُدُوعٍ فَأَتَاهُ أَصْحَابُهُ يَعُودُونَ فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا
وَهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس
بن مالک رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ اپنی گھوڑی سے گر گئے پس
آپ کی پنڈلی یا آپ کا کندھا زخمی ہو گیا اور آپ نے اپنی ازواج
کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی پس آپ اپنے چچان
(گیلری) میں بیٹھ گئے جس کی سیڑھیاں کھجور کے درخت کی بنی

بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَنَزَلَ لِسِتْعَ وَعِشْرِينَ، فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ الْبَتَّ شَهْرًا؟ فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ.

[اطراف الحدیث: ۶۸۹-۴۳۲-۴۳۳-۸۰۵-۱۱۱۳-۱۹۱۱]

[۲۶۸۳-۵۲۸۹-۵۲۰۱-۲۴۶۹]

ہوئی تھیں پس آپ کے اصحاب آپ کی عیادت کرنے کے لیے آئے آپ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے ہوئے تھے جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور آپ انیس دن بعد مچان (گیلری) سے اتر آئے صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی؟ آپ نے فرمایا: مہینہ انیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱۳، الرقہ المسلسل: ۸۹۶، سنن ابوداؤد: ۶۰۱، سنن ترمذی: ۶۶۱، سنن نسائی: ۸۳۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۵، مسند الحمیدی: ۱۱۸۹، مسند ابویعلیٰ: ۳۵۵۸، المنشی: ۲۲۹، صحیح ابن خزیمہ: ۹۷۷، صحیح ابن حبان: ۲۱۰۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۸، شرح السنن: ۸۵۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰، طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۰۷، ج ۱۹ ص ۱۲۹، موسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۱۹، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان تھا: چھت منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا، اور اس حدیث میں مچان (گیلری) پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ مچان بھی لکڑی کا تھا۔

اگر کسی عذر کی وجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام احمد، ابن حزم اور غیر مقلدین کا یہی موقف ہے کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں، خواہ ان کو کوئی عذر نہ ہو اور امام مالک نے کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو وہ بیٹھنے والے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے، کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور جمہور سلف نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو وہ بیٹھنے والے امام کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے گا، اس میں فرض اور نفل دونوں برابر ہیں، کیونکہ قیام فرض ہے امام سے یہ فرض اس کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو گیا اور مقتدی کے لیے بغیر عذر کے فرض کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور باب مذکور کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ:

یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی ناخ وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے مرض الموت میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نبی ﷺ کی نماز کے افعال کی خبر دے رہے تھے امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے پس آپ اس گھوڑے سے گر گئے اور آپ کا دایاں پہلو پھیل گیا، پھر نبی ﷺ نے کئی نمازیں بیٹھ کر پڑھیں، سو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم

کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: الحمیدی نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو یہ آپ نے اپنے پہلے مرض میں فرمایا تھا پھر اس کے بعد نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور جو آخری بات ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور آخری بات نبی ﷺ کا یہ فعل ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۹، جامع المسانید: ۴۵۹، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

چھت اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے چنان میں نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ حدیث کے اس جملہ میں چھت پر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ چنان اپنی نچلی جگہ کے اعتبار سے چھت کے حکم میں ہے اور اس پر نماز پڑھنا چھت پر نماز پڑھنے کی مثل ہے اور چونکہ چنان لکڑی کا بنا ہوا تھا اس لیے یہ لکڑی پر نماز پڑھنے کی بھی دلیل ہے۔

ایلاء کا لغوی اور شرعی معنی

اس حدیث میں ایلاء کا ذکر ہے ایلاء کا لغوی معنی ہے: قسم کھانا، یعنی اپنی بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا، اصطلاحی ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا پھر اگر اس نے قسم پوری کر لی تو اس کی بیوی اس سے بائن ہو جائے گی اور اگر وہ چار ماہ سے پہلے اپنی بیوی کے قریب چلا گیا تو اس کو قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر اس نے چار ماہ سے کم کی قسم کھائی، جیسے رسول اللہ ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جائیں گے تو یہ لغوی ایلاء ہے قسم پوری کرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۱۹ - بَابُ إِذَا أَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّي

جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں

اس کی بیوی پر پڑ جائے

امْرَأَتُهُ إِذَا سَجَدَ

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر لگ جائے تو آیا اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۳۷۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَهُ وَأَنَا حَائِضٌ وَرَبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ قَالَتْ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از خالد انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن شیبانی نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن شداد از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے بالمقابل تھی اس وقت میں حائض تھی بعض مرتبہ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا مجھ پر پڑ جاتا اور آپ مصلیٰ (جانماز) پر نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا تھا۔

چٹائی پر نماز پڑھنا

۲۰ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

کشتی میں نماز پڑھنے کی تحقیق

وَصَلَّى جَابِرٌ وَأَبُو سَعِيدٍ فِي السَّفِينَةِ قَائِمًا۔ اور حضرت جابر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت انس کے آزاد کردہ غلام عبد اللہ بن ابی عتبہ نے بیان کیا وہ اس وقت ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدریٰ حضرت ابو الدرداء اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا حمید نے کہا: انہوں نے اور بھی کچھ لوگوں کے اسماء ذکر کیے پس ہمارے امام کشتی میں کھڑے ہوئے ہم کو نماز پڑھا رہے تھے اور ہم ان کے پیچھے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اگر ہم چاہتے تو کشتی کو ساحل پر لگا کر کشتی سے باہر آ سکتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

اس اثر کو چٹائی پر نماز پڑھنے کے باب میں ذکر کیا ہے کیونکہ دونوں میں یہ مناسبت ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھنے والا بھی زمین سے منفصل ہے اور کشتی پر نماز پڑھنے والا بھی زمین سے منفصل ہے۔

کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس اثر سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کشتی پر نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے جب نماز کی کھڑا ہوا ہو۔

امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کشتی میں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح نماز پڑھنا جائز ہے خواہ عذر ہو یا نہ ہو حسن بن مالک ابو قلابہ اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے اور کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق حسب ذیل آثار ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہم جنادہ بن ابی امیہ کے ساتھ سمندر کے راستہ جہاد کرتے تھے اور کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۵۹ ج ۲ ص ۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں: ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بنی سیرین کی طرف بڑے جہاز میں بیٹھ کر گئے انہوں نے ہماری امامت کی اور بیٹھ کر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر ہمیں دو رکعت اور پڑھائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۰)

خالد بیان کرتے ہیں کہ ابو قلابہ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۱)

اور اس لیے کہ کشتی میں سفر کرنے سے عموماً سر چکراتا ہے اور گویا کہ یہ عذر محقق ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اگر کشتی سے باہر آ کر نماز پڑھ سکتا ہے تو باہر آ کر نماز پڑھ لے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ کشتی میں بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ قیام نماز کا رکن ہے اور اس کو بغیر عذر کے ترک کرنا جائز نہیں ہے اور یہ اختلاف اس کشتی میں ہے جو کنارے پر بندھی ہوئی نہ ہو اور اگر کشتی کنارے پر بندھی ہو تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جماعاً جائز نہیں ہے ایک قول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک کشتی خواہ چل رہی ہو خواہ لنگر انداز ہو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر لازم ہے کہ نماز شروع کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ اس کے لیے کشتی گھر کے حکم میں ہے حتیٰ کہ جب وہ رکوع اور سجود کرنے پر قادر ہو تو وہ اس میں اشاروں سے نماز نہیں پڑھے گا۔ یہ خلاف اس شخص کے جو سواری پر سوار ہو امام بخاری دوسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ يُصَلِّي قَائِمًا مَا لَمْ تَشُقَّ عَلَى أَصْحَابِكَ تَدُورُ مَعَهَا وَإِلَّا فَقَاعِدًا۔
اور حسن بصری نے کہا: کھڑے ہو کر نماز پڑھے جب تک کہ تمہارے اصحاب پر دشوار نہ ہو تم کشتی کے ساتھ گھومتے رہو ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

عاصم بیان کرتے ہیں کہ شعبی، حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو، حسن بصری نے کہا: تمہارے اصحاب پر دشوار نہ ہو تو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۵)
ابن سیرین نے کہا: تم چاہو تو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور تم چاہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور کھڑے ہونا افضل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۶)

حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھو اور جب کشتی قبلہ سے گھوم جائے تو تم بھی اس کے ساتھ گھوم جاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۷۷)
علامہ عینی نے کہا ہے کہ اگر تم پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا دشوار ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو کیونکہ حرج کو دور کیا گیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کی تحقیق

اگر کوئی ٹرین ڈیڑھ دو گھنٹہ تک مسلسل تیز رفتاری سے دوڑتی رہے اور درمیان میں بالکل نہ رکے اور اس دوران نماز کا وقت آنکھل جائے تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس حالت میں زمین پر اتر کر نماز پڑھنا ممکن نہیں ہے اگر اس نے زمین پر اتر کر نماز پڑھنے کی کوشش کی تو اس کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرہ: ۱۹۵)
وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ. (النساء: ۲۹)
اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔
اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

اور جب میدان جہاد میں دشمن سے قتال کے دوران نماز کا وقت آجائے اور معمول کے مطابق سواری سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنے میں جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ چلتے ہوئے نماز پڑھ لی جائے یا سواری پر نماز پڑھ لی جائے قرآن مجید میں ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ: ۲۳۹)

اور اگر سفر کے دوران ٹرین اتنے وقت کے لیے ٹھہرتی ہے کہ اس میں نماز پڑھی جاسکتی ہے پس جب ٹرین رک جائے تو اس میں نماز پڑھئے بہر حال کسی صورت میں نماز کو ترک نہ کرے اس مسئلہ کو زیادہ دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ ہم شرح صحیح مسلم میں لکھ چکے ہیں دیکھئے شرح صحیح مسلم: ۱۵۱۸۔ ج ۲ ص ۴۰۷۔ ۳۹۷۔

۳۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مَلِيكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَطْنِهَا صَنْعَتَهُ لَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو اس کھانے کی دعوت دی

قَوْمُوا فَلَا صَلَی لَكُمْ. قَالَ أَنَسٌ فَقُمْتُ إِلَى حَصْبٍ لَنَا، قَدْ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لَبَسَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَفَّتْ وَالْتَبَتِمْ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ.

[اطراف الحدیث: ۷۲۷-۸۶۰-۸۷۱-۸۷۳-۱۱۶۳]

جو انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا آپ نے اس کو کھایا پھر فرمایا: کھڑے ہو میں تم کو نماز پڑھاؤں حضرت انس نے کہا: میں اس چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو لمبے عرصہ سے استعمال کی وجہ سے میلی ہو چکی تھی میں نے اس کو پانی سے دھویا پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی پس رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ چلے گئے۔

(صحیح مسلم: ۶۵۸، الرقم السلسل: ۱۳۷۱، سنن ابوداؤد: ۶۱۲، سنن ترمذی: ۳۵۳-۲۳۳، سنن نسائی: ۸۰۱، سنن ابن ماجہ: ۷۵۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۲۷، صحیح ابن حبان: ۲۲۰۵، شرح السنہ: ۸۲۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۳۴۰، ج ۱۹ ص ۳۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۶، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف القتیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ، ان کو اسحاق بن ابی طلحہ بھی کہا جاتا ہے (۴) زید بن بہل الانصاری البخاری امام مالک حدیث میں اسحاق کے اوپر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے یہ ۱۳۲ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۶) ان کی دادی حضرت ملیکہ۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۶۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں چٹائی پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

- ☆ اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت انس کی دادی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے اس کو قبول فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو کھانے کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیے۔
- ☆ کھانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو نماز پڑھائی اس میں گھر میں نوافل کی جماعت کا ثبوت ہے۔
- ☆ افضل یہ ہے کہ نوافل گھر میں پڑھے جائیں کیونکہ مساجد کو فرائض کی ادائیگی کے لیے بنایا گیا ہے۔
- ☆ دعوت دینے والے کے گھر کو برکت پہنچانے کے لیے کھانے کے بعد وہاں نفل نماز پڑھنی چاہیے۔
- ☆ ہو سکتا ہے کہ آپ کا قصد یہ ہو کہ عورت کو نماز کی تعلیم دی جائے کیونکہ عورتیں نماز میں کم حاضر ہوتی تھیں۔
- ☆ جانماز کو میل کچیل سے صاف رکھنا چاہیے اور مہمان کی تکریم کے لیے جانماز کو دھو کر صاف کرنا چاہیے۔
- ☆ بچہ کو مرد کے ساتھ ایک صف میں کھڑا کرنا چاہیے اور عورتوں کو مردوں سے مؤخر کھڑا کرنا چاہیے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۶۶-۱۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، فتح الباری ج ۲ ص ۵۲، دار المعرفۃ، بیروت)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۳۹۸، ج ۲ ص ۲۹۳ پر مذکور ہے وہاں کسی عنوان کے بغیر اس کی شرح کی گئی ہے۔

۲۱- بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

۳۸۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ

عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ.
 کہا: ہمیں سلیمان الشیبانی نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن شداد
 از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ خمرہ (جانماز)
 پر نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا کوئی عنوان نہیں تھا۔

۲۲۔ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْفِرَاشِ

بستر پر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بستر پر نماز پڑھنا جائز ہے اور دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھی جائے یا
 بستر پر دونوں زمین سے منفصل ہیں۔ امام بخاری لکھتے ہیں:

وَصَلَّى أَنَسٌ عَلَى فِرَاشِهِ.

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بستر پر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۰۔ ج ۱ ص ۲۴۴)

وَقَالَ أَنَسٌ كُنَّا نَصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَيَسْجُدُ أَحَدُنَا عَلَى ثَوْبِهِ.
 اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز
 پڑھتے تھے تو ہم میں سے ایک شخص اپنے کپڑے پر سجدہ کرتا تھا۔

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۳۸۵ میں عنقریب آرہی ہے۔

اس اثر کی مناسبت باب کے عنوان سے اس طرح ہے کہ کپڑے پر سجدہ اس وقت ہوگا جب وہ بچھایا ہوا ہو اور بستر بھی بچھایا ہوا
 ہوتا ہے۔

۳۸۲۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ
 أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ
 ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَايَ فِي قِبْلَتِهِ، فَإِذَا
 سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيْ، فَإِذَا قَامَ بَسَطَتْهُمَا،
 قَالَتْ وَالْبَيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ.
 امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث
 بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی
 النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از ابی سلمہ بن
 عبد الرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ وہ بیان کرتی
 ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سوتی تھی اور میرے دونوں
 پیر آپ کے قبلہ کی جانب ہوتے تھے سو جب آپ سجدہ کرتے تو
 مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے تو میں اپنے پیر کھینچ لیتی پھر جب آپ
 کھڑے ہوتے تو میں اپنے پیروں کو پھر پھیلا لیتی اور گھروں میں
 ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

[اطراف الحديث: ۳۸۳-۳۸۴-۵۰۸-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳]

[۵۱۳-۵۱۵-۵۱۹-۹۹۷-۱۲۰۹-۶۲۷۶]

(صحیح مسلم: ۵۱۳، الرقم المسلسل: ۱۱۲۵، سنن ابوداؤد: ۷۱۳، سنن نسائی: ۱۶۶، سنن ابن ماجہ: ۹۵۶، مسند الحمیدی: ۱۷۱، صحیح ابن خزمہ: ۸۲۲، صحیح ابن

حبان: ۲۳۳۳، مسند احمد ج ۶ ص ۴۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۱۶۹۔ ج ۴ ص ۴۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سوتی تھی کیونکہ عموماً سونا
 بستر پر ہوتا تھا اور عنوان میں بستر کا ذکر ہے تاہم اس حدیث میں یہ ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کے بستر پر نماز پڑھی تھی۔

عورت کتے اور گدھے کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز کے ٹوٹ جانے کی حدیث کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نبی ﷺ کے سامنے سوتی تھی۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور عورت کے سامنے ہونے سے مرد کی نماز نہیں ٹوٹتی، بعض فقہاء نے نبی ﷺ کے علاوہ دیگر کے لیے اس کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ اس کی طرف دیکھے گا اور دل اس میں مشغول رہے گا اور اس میں فتنہ کا خوف ہے اور رہے نبی ﷺ تو آپ ان تمام چیزوں سے منزہ ہیں علاوہ ازیں یہ رات کا وقت تھا اور گھر میں چراغ نہیں تھا۔

جو شخص عورت کے سامنے نماز پڑھنے اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ اس کی جس کے سامنے سے عورت گزرے یہ متقدمین اور متاخرین جمہور فقہاء کا موقف ہے امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی ان میں شامل ہیں اور یہ معلوم ہے کہ عورت کا نماز کے سامنے لیٹے ہوئے ہونا اس کے سامنے گزرنے سے زیادہ شدید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورت گدھے اور کتے کے سامنے سے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹ طبع قدیم مسند احمد: ۷۹۸۳۔ ج ۳ ص ۳۶۱ سنن ابن ماجہ: ۱۹۵، المعجم الکبیر: ۳۱۶۱)

امام احمد نے کہا ہے کہ سیاہ کتا نماز توڑ دیتا ہے اور میرے دل میں گدھے اور کتے کے متعلق بھی کچھ ہے اور جس حدیث میں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز منقطع ہو جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز ناقص ہو جاتی ہے کیونکہ دل ان چیزوں کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے اور اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ عورت کو دیکھنے سے دھو سے آتے ہیں اور گدھا مکروہ آواز نکالتا ہے اور کتا فتنہ میں ڈالتا ہے اور مضطرب کرتا ہے اور چونکہ یہ چیزیں نماز منقطع کرنے کا سبب بنتی ہیں اس لیے ان پر نماز قطع کرنے کا اطلاق کر دیا گیا۔

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مذکور ذیل حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی (اور نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو) تم اپنی پوری طاقت سے دفع کر دو وہ شیطان ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۱۹)

اور شارع علیہ السلام کے اور قبلہ کے درمیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں نیز حدیث میں ہے کہ گدھی نمازیوں کے آگے چر رہی تھی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۳۹۳، صحیح مسلم: ۵۰۴، سنن ابوداؤد: ۷۱۵، سنن ترمذی: ۳۳۷، سنن نسائی: ۷۵۱، سنن ابن ماجہ: ۷۵۳)

حضرت ابن عباس اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ جو عورت نماز منقطع کرتی ہے اس سے مراد حائض عورت ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۲، صحیح ابن حبان: ۳۱۲) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں یہ تصریح ہے کہ شعبہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ جس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ آپ کے سامنے لیٹی ہوئی تھیں حضرت عائشہ نے فرمایا: میں اس وقت حائض تھی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں ہے کہ کتا خنزیر یہودی اور نصرانی نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۵۳-۲۳۵۲) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ

حدیث ضعیف ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۷۰-۱۶۹، مفصلًا وخرجا دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز کی تحقیق

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص سویا ہوا ہو اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور بعض علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ان کا استدلال حسب ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص سویا ہوا ہو یا باتیں کر رہا ہو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۶۹۳، سنن ابن ماجہ: ۹۵۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث محمد بن کعب سے مروی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

باب مذکور کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں عمل قلیل کرنا جائز ہے۔

عورت کے جسم کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس پر فقہاء احناف کا استدلال اور اس پر حافظ ابن حجر کا رد کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز ٹوٹتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا

ہاتھ حضرت عائشہ کے پیروں کو لگایا تھا لیکن یہ استدلال اس لیے مردود ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ کے پیروں پر کپڑا ہو یا یہ آپ

کی خصوصیت ہو سو یہ ثابت نہ ہوا کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۵، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کے جواب کو رد کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس جواب کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ اصل یہ ہے کہ پیر کے اوپر عرفا کوئی کپڑا نہیں ہوتا نہ ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور یہ بہت بعید ہے کہ

آپ نے ان کے کپڑے کے اوپر سے ان کو ہاتھ لگا کر اشارہ کیا تھا جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۵۱)

حافظ ابن حجر نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہو یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ اس مقام پر مقام تشریع میں تھے یہ آپ کی خصوصیت کا مقام نہیں تھا کیونکہ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے

تمام اقوال اور افعال کو معصوم رکھا ہے اور بغیر دلیل کے خصوصیت کا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ہمارے لیے کسی حدیث

میں یہ دلیل قائم کرتے کہ آپ کے حق میں عورت کے جسم کو چھونا وضو ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے جیسا کہ آپ نے نیند کے متعلق فرمادیا

کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا رہتا ہے اور نیند سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا اور اس کا انکار کرنا عناد اور مکابرہ ہے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۱۷۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۴۷ ج ۱ ص ۳۲۳ پر مذکور ہے اس کی شرح میں ص ۱۳۳۰ پر صراط مستقیم (مصفہ: شیخ اسماعیل

دہلوی) کی ایک توہین آمیز عبارت پر بحث کی گئی ہے۔

۳۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ

عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ يُصَلِّيُ وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ

أَهْلِهَا، اغْتَرَاضَ الْجَنَازَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از

ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور

حضرت عائشہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان آپ کے اہل کے بستر

کے اوپر جنازہ کی طرح لیٹی ہوئی تھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از عراق از عروہ کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر لیٹی ہوئی تھیں جس پر وہ دونوں سوتے تھے۔

۳۸۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عِرَاقٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيُ وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِي يَنَامَانِ عَلَيْهِ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

شدید گرمی میں کپڑے
پر سجدہ کرنا

۲۳- بَابُ السُّجُودِ عَلَى
الثَّوْبِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ شدید گرمی میں نمازی اپنے کپڑے کی مثلاً آستین یا دامن پر سجدہ کر سکتا ہے۔ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں بستر پر نماز پڑھنے کا ذکر تھا اور اس میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے اور دونوں بابوں میں یہ بات مشترک ہے زمین پر سجدہ نہیں کیا گیا بلکہ زمین اور سجدہ کے درمیان بستر یا کپڑا حائل تھا۔

وقال الحسنُ كانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمِهِ. اس تعلق کی اصل یہ حدیثیں ہیں:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی کپڑے پر سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۷۵)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سخت سردی میں لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی پھر اپنے کپڑے کے ایک پلو کو زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کیا پھر فرمایا: اے لوگو! جب تم میں سے کسی کو شدید گرمی یا سردی لگے تو وہ کپڑے کے پلو پر سجدہ کر لیا کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۶۷- ج ۱ ص ۲۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ شدید گرمی میں نماز پڑھتے تھے اور جب ہم میں سے کسی شخص کے لیے زمین پر چہرہ رکھنا ممکن نہ ہوتا تو وہ زمین پر کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۶۹)

۳۸۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هَاشِمُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنِي غَالِبُ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَضَعَ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِي مَكَانِ السُّجُودِ. اطراف الحدیث: ۵۴۲- ۱۲۰۸

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے بشر بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے غالب القطان نے حدیث بیان کی از بکر بن عبد اللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر ہم میں سے کوئی شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کا پلو سجدہ کی جگہ پر رکھتا۔

(صحیح مسلم: ۶۲۰، رقم السلسل: ۱۳۸۱، سنن ابوداؤد: ۶۶۰، سنن ترمذی: ۵۸۳، سنن نسائی: ۱۱۱۶، سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱)

ص ۲۶۹ سنن دارمی: ۱۳۳۷ مسند ابویعلیٰ: ۴۱۵۲ صحیح ابن خزیمہ: ۶۷۵ صحیح ابن حبان: ۲۳۵۴ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۵ شرح السنہ: ۳۵۷ مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۹۷۰ ج ۱۹ ص ۳۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۳۱ مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف ہو چکا ہے اس کی سند کے دوسرے راوی ہیں: بشر بن المفصل الرقاشی العثماني یہ ہر روز چار سو رکعت نماز پڑھتے تھے اور تیسرے راوی غالب القطان ہیں ان کا نام ہے: غالب بن خطاف۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر ہم میں سے کوئی شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کا پلو سجدہ کی جگہ پر رکھتا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز میں تھوڑا سا عمل معاف ہے کیونکہ سجدہ کی جگہ پر کپڑا رکھنا بھی ایک عمل ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۰۷ ج ۲ ص ۲۴۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: نمازی کا اپنے فاضل کپڑے پر سجدہ کرنا۔

۲۴۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي النَّعَالِ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے باب سابق میں چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا تھا اور اس باب میں پیروں کو جوتوں سے ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا ہے۔

۳۸۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُسْلِمَةَ سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ الْأَزْدِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحدیث: ۵۸۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ابو مسلمہ سعید بن یزید الازدی نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی ﷺ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۵۵۵ الرقم لمسلسل: ۱۲۱۳ سنن ترمذی: ۴۰۰ سنن نسائی: ۵۷۵ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۱۶ سنن دارمی: ۱۳۷۷ السنن: ۱۷۴ مسند

ابویعلیٰ: ۴۳۲۲۔ ۳۶۶۷ صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۱۰ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۴۱ شرح السنہ: ۵۳۲ مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۹۷۰ ج ۱۹ ص ۳۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چار راوی ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب حضرت انس سے پوچھا گیا کہ کیا نبی ﷺ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا: ہاں! یعنی آپ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے تو اچانک آپ نے اپنے جوتے اتار دیئے اور ان کو بائیں طرف رکھ دیا جب صحابہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو آپ نے پوچھا: تمہیں اپنے جوتے اتارنے پر کس چیز نے براہیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتے اتار دیئے آپ نے فرمایا: بے شک مجھے جبریل نے آ کر خبر دی تھی کہ آپ کے جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہے تو میں نے ان جوتوں کو اتار دیا پس جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دیکھ لے پس اگر اس کے

جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کر لے پھر ان کو پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۰، سنن ابی عاصم ج ۲ ص ۹۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۲، مشکوٰۃ: ۷۶۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو وہ جوتے اور موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۵۲)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ننگے پیر اور جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے جوتے اتارے تو ان جوتوں سے کسی کو ایذا نہ پہنچائے اور ان جوتوں کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھے یا جوتے پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۵)

امام غزالی اور حافظ عینی کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے

نبی ﷺ نے ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے اس لیے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کے قصد سے ننگے پیر نماز پڑھنی چاہیے علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے جوتے پہن کر نماز پڑھنے اور یہود کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے یہود کی مخالفت کے قصد سے جوتے پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور یہ سنت مقصودہ بالذات نہیں ہے اور آپ نے چونکہ ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے اس لیے ننگے پیر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۷۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے بجائے جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی رخصت ہے یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا نماز کی سنت مقصودہ نہیں ہے قرآن مجید میں ہے: تم ہر نماز میں اپنی زینت پہنو (الاعراف: ۳۱) ہر چند کہ جوتے پہننا لباس کی زینت میں داخل ہے لیکن اس کے خلاف یہ ہے کہ انسان جوتے پہن کر زمین پر چلتا ہے اور زمین پر اکثر نجاستیں پڑی ہوتی ہیں (ہمارے شہروں میں کثر سے ابلا ہوا نجس پانی سڑکوں پر پڑا ہوتا ہے جن کی نجاست سے جوتے آلودہ ہو جاتے ہیں۔ سعیدی) اس وجہ سے نماز میں جوتوں کی زینت ساقط ہو جاتی ہے اور جن جوتوں کی زینت اور ازالہ نجاست میں تعارض ہو تو ازالہ نجاست کو ترجیح دی جائے گی اور جوتوں کو اتار کر نماز پڑھنا رائج ہوگا کیونکہ وہ نجاست سے آلودہ ہوتے ہیں اور جوتوں کی زینت مرجوح ہوگی اور جب مفاسد کو دفع کرنے اور مصالح کے حصول میں تعارض ہو تو مفاسد کے دفع کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے لہذا نماز میں جوتے پہننے کی زینت اور جوتے اتار کر ان کی نجاست کے ازالہ میں جب تعارض ہوگا تو جوتے اتار کر نماز پڑھنے کو ترجیح دی جائے گی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷، موضعاً ومفصلاً، دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو اصولی بحث کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے جب کہ جوتے اتار کر

نماز پڑھنا بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے لہذا آپ کی سنت کے قصد سے جوتے اتار کر نماز پڑھنی چاہیے۔

جوتوں پر لگی ہوئی نجاست کے ازالہ میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب جوتوں میں نجاست نہ ہو تو جوتے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر جوتوں میں نجاست ہو تو ان کو رگڑ کر صاف کر لیا جائے پھر ان کو پہن کر نماز پڑھی جائے۔

اوزاعی اور ابو ثور وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ جب جوتوں پر تر نجاست ہو تو ان کو مٹی میں رگڑ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتے ہیں اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تر نجاست سے اس وقت تک جوتے پاک نہیں ہوں گے جب تک کہ ان کو پانی سے دھویا نہ جائے اور اگر خشک نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کرنے سے جوتے پاک ہو جائیں گے اور امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نجاست تر ہو یا خشک جب تک جوتوں کو پانی سے دھویا نہیں جائے گا وہ پاک نہیں ہوں گے۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۵۵-۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۰ھ)

ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ نے کہا ہے کہ جس چیز پر ایسی نجاست لگی ہو جو دکھائی دیتی ہو اس کو زائل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اتنی بار دھویا جائے کہ دھونے والے کو ظن غالب ہو کہ وہ نجاست زائل ہو گئی ہے اور جو نجاست دکھائی نہ دیتی ہو (جیسے جانوروں کا پیشاب اور گٹر کا پانی) اس کو پاک کرنے کے لیے اس کو تین مرتبہ دھونا ضروری ہے اور تین مرتبہ دھونے کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو پانی میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ ڈالے جب تک کہ اس کو تین مرتبہ دھونے کی وجہ سے وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ (سنن نسائی: ۱۶۱- ج ۱ ص ۱۰۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۱۲ھ)

اور ظاہر الروایۃ میں ہے کہ تین دفعہ دھونے میں ہر بار نچوڑنا ضروری ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۷۸، مکتبہ شریک علیہ السلام) اور جس چیز کو نچوڑا نہ جاسکے جیسے چمڑا، رینگین اور پلاسٹک وغیرہ اس کو ہر بار دھونے کے بعد خشک کیا جائے اور یہ خشک کرنا نچوڑنے کے قائم مقام ہے ہمارے شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں بالعموم گھوڑوں، گدھوں، کتوں اور بلیوں کا پیشاب اور ابلے ہوئے گٹروں کا پانی پڑا ہوا ہوتا ہے جس سے جوتوں کے تلے نجس ہو جاتے ہیں اور اس نجاست کو زائل کرنے کے لیے ان کو اس طرح تین بار دھونا ضروری ہے کہ ان کو ہر بار دھو کر خشک کیا جائے کیونکہ ان کو نچوڑا نہیں جاسکتا اس کے بغیر جوتے پاک نہیں ہوں گے اور ناپاک جوتوں کے ساتھ کسی کے نزدیک بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اس پر مشقت عمل میں اتنا وقت صرف ہوگا کہ نماز کا وقت نکل جائے گا اس لیے ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ جوتے اتار کر ننگے پیر نماز پڑھی جائے اور چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے اس لیے اس میں حصول سنت کا قصد کر لیا جائے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۳۸- ج ۲ ص ۱۲۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① جوتوں کے ساتھ نماز پڑھنا ② جوتوں کی طہارت ③ چمڑے اور پلاسٹک کی طہارت

موزے پہن کر نماز پڑھنا

۲۵ - بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْخِفَافِ

اس سے پہلے باب میں جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں موزے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور جوتوں اور موزوں میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں پیروں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔

۳۸۷- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَأَيْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خَفَيْهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فُسِّلَ فَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هَذَا. قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ لِأَنَّ جَرِيرًا كَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ أَسْلَمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الأعمش انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم سے سنا وہ ہمام بن الحارث سے حدیث بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا انہوں نے پیشاب کیا پھر وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا پھر انہوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی پس ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا نبی ﷺ نے اسی طرح کیا تھا ابراہیم نے کہا: محدثین کو یہ حدیث اس لیے پسند تھی کہ حضرت جریر آخر میں اسلام لائے تھے۔

۳۸۸- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّأَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ عَلَى خَفَيْهِ وَصَلَّى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از الأعمش از مسلم از مسروق از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا میں نے نبی ﷺ کو وضوء کرایا پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۰۲ مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ)

ان دونوں حدیثوں کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ایک شخص اپنے صاحب وضوء کرائے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت المغیرہ نے نبی ﷺ کو وضوء کرایا اور آپ نے موزوں پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کرنے کی پوری تفصیل وہاں بیان کی جا چکی ہے۔

جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے

۲۶- بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُودَ

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے تو اس پر وعید شدید ہے اس باب کی اس سے پہلے مذکور اس باب کے ساتھ مناسبت ہے جس میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا جواز بیان کیا گیا تھا ان دونوں بابوں سے سجدہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۳۸۹- أَخْبَرَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا مَهْدِيُّ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ فَلَمَّا قَضَى صَلَوَتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَاحِسْبُهُ قَالَ لَوْ مِتُّ مِثَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [أطراف الحديث: ۷۹۱-۸۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے خبر دی از واصل از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ پورا رکوع اور پورا سجدہ نہیں کر رہا تھا جب اس شخص نے نماز پڑھ لی تو حضرت حذیفہ نے اس سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور میرا گمان ہے انہوں نے کہا: اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مر گئے تو سیدنا محمد ﷺ کی سنت کے غیر پر مرد گئے۔

(سنن نسائی: ۱۳۱۱، مصنف عبد الرزاق: ۳۷۳۲-۳۷۳۳، مسند الزہری: ۲۸۱۹، صحیح ابن حبان: ۱۸۹۳، شرح السنہ: ۶۱۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۸۶، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۲۳۵-۶۰۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۳، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۲۵۸-ج ۳۸ ص ۲۹۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جو شخص جلدی جلدی نماز پڑھے اور کامل سجدہ نہ کرے اس کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ وعید سنائی ہے کہ اگر وہ اسی طرح نماز پڑھتا رہا تو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر نہیں مرے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں: (۱) الصلت بن محمد بن عبد الرحمن الخاری البصری، ان کی نسبت الخازن کی طرف ہے یہ جلد بصرہ کے سواحل میں سے ہے (۲) مہدی بن میمون ابویحییٰ الازدی، یہ ۱۷۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) واصل بن حبان، یہ کبڑے تھے (۴) ابوالشقیق بن سلمہ (۵) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۸۱)

رکوع اور سجود کو طمانیت کے ساتھ ادا کرنے میں مذاہب ائمہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے کامل نماز نہیں پڑھی، کیونکہ نفس رکوع اور نفس سجدہ نماز میں فرض ہے اور رکوع اور سجدہ میں طمانیت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک سنت ہے اور امام شافعی اور امام ابویوسف کے نزدیک رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے، ان کے نزدیک ایسی نماز ہیئتہ نہیں ہوتی اور اس نماز کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

تعدیل ارکان کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہونا

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قاضی الصدر نے اپنی شرح میں تعدیل ارکان میں بہت تشدید کی ہے، انہوں نے کہا: امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر رکن کو مکمل کرنا واجب ہے اور امام ابویوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے، لہذا رکوع، سجود اور قومہ کے درمیان اتنی دیر ٹھہرے کہ ہر عضو مطمئن ہو جائے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک واجب ہے، حتیٰ کہ اس کو ترک کیا یا اس میں سے کچھ کو ترک کیا تو اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہے اور اگر عمدہ ترک کیا تو بہت شدید مکروہ ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے اور یہ ترتیب کے ساقط ہونے میں بھی معتبر ہے (یعنی جس نے پانچ نمازیں ایسی پڑھیں وہ صاحب ترتیب نہیں رہے گا) جیسے کسی شخص نے حالت جنابت میں طواف کیا تو اس پر اس طواف کا اعادہ لازم ہے اور معتبر پہلا قول ہے۔ (یعنی تخریج جرجانی کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک تعدیل ارکان سنت ہے اور تخریج کرنی کے اعتبار سے واجب ہے، حتیٰ کہ تعدیل کو ترک کرنے سے سہو کے دو سجدے لازم آئیں گے اسی طرح ہدایہ میں ہے اور دوسرے قول پر کنز الوقایہ اور ملتفتی میں جزم کیا ہے اور دلائل کا تقاضا بھی یہی ہے البحر الرائق میں مذکور ہے کہ اس سے جرجانی کا قول ضعیف ہو جاتا ہے اسی طرح قومہ یعنی رکوع سے اٹھنے میں اور جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں بھی تعدیل یعنی طمانیت واجب ہے، یہی علامہ ابن ہمام کا مختار ہے البحر الرائق میں کہا ہے کہ چاروں میں طمانیت واجب ہے یعنی رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ میں کیونکہ نبی ﷺ نے اس پر مواظبت (دوام) کی ہے اور جس اعرابی نے جلدی جلدی نماز پڑھی تھی آپ نے اسے نماز دہانے کا حکم دیا تھا اور اس لیے کہ قاضی خان نے کہا ہے کہ جس نے سہو قومہ کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور اسی طرح محیط میں ہے اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ سب میں کلام واحد ہے اور ان سب میں طمانیت کو واجب قرار دینا یہ محقق ابن ہمام کا قول ہے اور ان کے شاگرد ابن امیر حاج کا قول ہے، حتیٰ کہ انہوں نے کہا: یہی قول صحیح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ روایت اور درایت کے اعتبار سے زیادہ صحیح تعدیل ارکان کا وجوب ہے اور باقومہ اور جلسہ تو مشہور یہ ہے کہ ان میں تعدیل سنت ہے اور وجوب کی بھی روایت ہے اور یہی دلائل کے موافق ہے اور یہی علامہ ابن ہمام اور ان کے بعد متاخرین کا قول ہے اور تم جان چکے ہو کہ ان کے شاگرد نے کہا: یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسف نے ان تمام میں تعدیل کو فرض کہا ہے اور الجمع میں اور یعنی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام طحاوی نے ہمارے تینوں اماموں سے اسی کو روایت کیا ہے اور الفیض میں مذکور ہے کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے اور علامہ البرکلی نے ایک رسالہ لکھا ہے: ”معدّل الصلاة“ اس میں اس مسئلہ کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں وجوب کے دلائل بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں اور ذکر کیا ہے کہ اس کو ترک کرنے سے تمیں آفات لازم آتی ہیں اور ایک دن اور ایک رات کی نمازوں میں جو اس کے ترک سے مکروہات لازم آتے ہیں ان کی تعداد تین سو پچاس ہے اس رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

مصنف کے نزدیک بھی رائج یہی ہے کہ رکوع، سجود، قنوت اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے، اول اس لیے کہ نبی ﷺ نے ان کو ہمیشہ اطمینان سے ادا کیا ہے اور مواظبت اور دوام دلیل وجوب ہے اور ثانی اس لیے کہ جس اعرابی نے ان میں طمانیت کو ترک کیا تھا، آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا: نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۷۹۳) اور ثالث اس لیے کہ اس طرح نماز پڑھنے والے کو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے وعید سنائی کہ اگر تم اسی طرح نماز پڑھتے ہو، گئے تو تم رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے خلاف پروردگے۔

۲۷ - بَابُ يَدِي ضَبْعِيهِ

وَيُجَافِي فِي السُّجُودِ

بغلوں کو ظاہر کرے اور بازوؤں کو متحدہ

میں پہلوؤں سے دور تھے

اس سے پہلے باب میں طمانیت سے سجدہ کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں سجدہ میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور ان دونوں چیزوں کا تعلق سجدہ کے احکام سے ہے۔

٣٩٠ - أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ ابْنِ هُرْمَزٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَالِكٍ بْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں 'ہمیں یحییٰ بن کبیر نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر از ابن ہرمر از عبد اللہ بن مالک ابن نحسین رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نماز پڑھتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) ظاہر ہوتی اور ایٹ نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

۱۱ اطراف الحديث: ۸۰۷-۳۵۶۳

(صحیح مسلم: ۴۹۵، الزیلعی: ۱۰۸۵، سنن نسائی: ۱۱۰۲، المستدرک: ۸۶۷، مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۵ طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۹۲۳-ج ۳۸)

ص ۱۱ مؤسسه الرساله بیروت

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن کبیر (۲) بکر بن مضر ابو عبید نے کہا: مضر کا نام مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے (۳) جعفر کا نام جعفر بن ربیعہ بن شرجیل المصری ہے یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابن ہرمزان کا نام عبد الرحمان الاعرج ہے یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (۵) عبد اللہ بن مالک ابن تحسین رضی اللہ عنہ عبد اللہ کی ماں کا نام ہے یہ اپنے والدین کی طرف منسوب ہیں یہ

قدیم الاسلام ہیں اور نبی ﷺ کے صحابی ہیں یہ بہت عبادت گزار اور فاضل تھے ہمیشہ روزے سے رہتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۱۸۲)

ابن کے الف لکھنے اور نہ لکھنے کا قاعدہ

علامہ نووی نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن مالک میں مالک پر تنوین پڑھی جائے اور ابن تحسینہ میں ابن کو الف کے ساتھ لکھا جائے کیونکہ ابن تحسینہ مالک کی صفت نہیں ہے بلکہ عبد اللہ کی صفت ہے ان کے والد کا نام مالک ہے اور ان کی ماں کا نام تحسینہ ہے پس تحسینہ مالک کی بیوی ہیں اور عبد اللہ کی ماں ہیں پس یہ ابن دو متناسل علموں (ناموں) کے درمیان واقع نہیں ہے ابن کا الف اس وقت نہیں لکھا جاتا جب وہ دو متناسل علموں کے درمیان واقع ہو جیسے عبد اللہ بن عمر بن الخطاب اور جب ایسا نہ ہو تو دوسرے ابن سے پہلے الف کو لکھا جاتا ہے جیسے عبد اللہ بن مالک ابن تحسینہ یا عبد اللہ بن ابی ابن سلول سلول عبد اللہ کی ماں کا نام ہے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۱۸۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ عنوان میں سجدہ میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں نماز میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں نماز سے مراد سجدہ ہے اور کل کا اطلاق جز پر ہے۔

عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے: جب آپ نماز پڑھتے تو دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھتے یہ مردوں کے نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور عورتیں اور بچے اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے ملا کر رکھیں کیونکہ ان کے حق میں ستر مطلوب ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ان کے حق میں سنت چارزا نو بیٹھنا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو بازو کھلے رکھنے اور بازو ملا کر رکھنے کا اختیار ہے۔

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھا کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے لگایا کرو کیونکہ اس میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں ہیں۔

(مراسل ابوداؤد ص ۸، مطبع مجتہبی، پاکستان لاہور ۱۳۰۵ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھ لے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چمٹائے یہ اس کے لیے زیادہ ستر کی مثل ہے۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۵۴۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۰۷۔ ج ۱ ص ۱۳۰۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۸ - بَابُ فَضْلِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ

قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت

پہلے امام بخاری نے ستر عورت (شرم گاہ چھپانے) اور اس سے متعلق ابواب بیان کیے اور یہ نماز کی پہلی شرط ہے اس کے بعد انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کرنے کے ابواب کو شروع کیا اور یہ نماز کی دوسری شرط ہے۔ سو امام بخاری نے کہا:

يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رَجُلَيْهِ، قَالَ أَبُو حَمِيدٍ: حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (سجدہ میں) پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف رکھتے تھے۔

امام بخاری نے ”باب يستقبل القبلة باطراف رجله“ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور صحیح البخاری: ۸۲۸ میں اس مکمل

حدیث کو پوری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت ابو حمید کا نام عبدالرحمن بن سعد الساعدی الانصاری المدنی ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام المنذر ہے ان پر ان کی کنیت کا غلبہ تھا یہ حضرت معاویہ کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے ان سے ۲۶ احادیث مروی ہیں تین احادیث کی روایت پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ان میں سے ہر ایک ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہے۔

(خلاصۃ تہذیب الکمال ج ۳ ص ۳۳۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حدیث کے اس قطعہ کی باب کے عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت یہ ہے کہ پورے جسم کو قبلہ کی طرف متوجہ کیا جائے حتیٰ کہ جب سجدہ کرے تب بھی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور یہ عمل سنت یا مستحب ہے درمختار میں زاہدی معتزلی کی اتباع میں اس کو فرض لکھا ہوا ہے یہ صحیح نہیں ہے فرض وہ ہوتا ہے جس کے کرنے کا لزوم ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی الثبوت بھی ہو اور قطعی الدلالة بھی ہو اور فرض صرف سجدہ ہے اور سجدہ کی تعریف ہے: پیشانی کو زمین پر رکھنا اور جن اعضاء پر سجدہ موقوف ہے وہ ہاتھ اور گھٹنے ہیں پیروں پر سجدہ کرنا موقوف نہیں ہے لہذا پیروں کا زمین پر رکھنا بھی فرض نہیں ہے چہ جائیکہ پیروں کی انگلیوں کے سروں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا فرض ہو درمختار کے علاوہ اور فقہاء احناف کی کسی کتاب میں اس کو فرض نہیں لکھا سب نے اس کو سنت یا مستحب لکھا ہے اس کی پوری تفصیل اور مکمل تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم: ۹۹۸- ج ۱ ص ۱۲۹۹-۱۲۹۱ میں کر دی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۹۱- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمَهْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ سِيَاهٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَبِذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَلَا تُخْفَرُوا اللَّهَ فِي ذِمَّتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن سعد نے حدیث بیان کی از ميمون بن سياه از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہماری (طرح) نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا پس یہ وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ کا ذمہ ہے اور اس کے رسول کا ذمہ ہے پس تم اللہ کے ذمہ کو پامال نہ کرو۔

[اطراف الحدیث: ۳۹۲-۳۹۳] (سنن نسائی: ۵۰۱۳-۳۹۷۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمرو بن عباس الاحوازی البصری یہ ۲۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالرحمان بن مہدی بن حسان ابو سعید البصری اللؤلؤی (۳) منصور بن سعد یہ اللؤلؤی البصری کے صاحب تھے (۴) ميمون بن سياه سياه فارسی کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کالا اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۸۵)

”خفر“ کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: ”فلا تخفروا“ ”خفر“ کا معنی ہے: عہد شکنی کرنا۔

جو شخص توحید و رسالت کا اقرار نہ کرے اور فرائض اسلام میں سے کسی فرض کا انکار کرے وہ کافر حربی ہے علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ عبارت ہے: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (سنن نسائی: ۵۰۱۳) اور اس باب کی حدیث نبی ﷺ نے اس وقت فرمائی تھی جب بت پرست اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا: ”لا الہ الا اللہ“ کہو تو وہ تکبر کرتے تھے تو نبی ﷺ نے ان کو وحدانیت کا اقرار کرنے اور بت پرستی کو ترک کرنے کی دعوت دی پس ان میں سے جس نے اس کا اقرار کر لیا وہ اسلام کے رنگ میں داخل ہو گیا اور آپ نے دوسرے ان کافروں سے قتال کیا جو اللہ کی توحید کو مانتے تھے اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور تب آپ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور جس نے توحید اور رسالت کا اقرار کیا اور فرائض میں سے کسی چیز کا بھی انکار کیا اس کا خون حلال ہے اور وہ حربی کافر ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶۰-۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

جو شخص توحید و رسالت کا معتقد ہو لیکن کسی کفریہ عقیدہ کا حامل ہو یا توہین رسالت کا مرتکب ہو وہ بھی کافر ہے

جو لوگ توحید اور رسالت کا اقرار کرتے ہوں لیکن نبی ﷺ کے بعد کسی اور شخص کو بھی نبی مانتے ہوں تو وہ بھی کافر ہیں کیونکہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں اسی طرح جو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کریں یا یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد صرف چھ مسلمان رہ گئے تھے باقی سب مرتد ہو گئے تھے یا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائیں یا جو قرآن مجید میں تحریف کا عقیدہ رکھیں وہ سب کافر ہیں اسی طرح جس نے آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی اور نبی کے مبعوث ہونے کو جائز قرار دیا یا جس نے آپ کے علم کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم کہا یا جس نے آپ کے علم غیب کو بچوں یا گلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دی یا جس نے نماز میں آپ کے خیال کو گدھے اور بیل کے تصور میں ڈوب جانے سے زیادہ بُرا کہا یہ سب لوگ کافر ہیں اور جو شخص ان کی کفریہ عبارات پر مطلع ہو کر اور وجہ کفر کو سمجھ کر ان کو مسلمان سمجھے اور ان کی تعظیم بجالائے وہ بھی کافر ہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کو مانتا ہو اور ہماری طرح نماز پڑھتا ہو اور نماز میں ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہو یہ اجمالی عبارت ہے۔ اس کی تفصیل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کی ان کتابوں میں ہے:

(۱) قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۲) الجزاز الدیانی علی المرتد القادیانی (۳) رد الرفضۃ (۴) تمہید ایمان (۵) حسام الحرمین (۶) الکوکب

الشبابیہ۔

واضح رہے کہ ان لوگوں کے رد میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی یہ کتابیں سال با سال سے چھپ رہی ہیں اور ان کی تبلیغ تمام ہو چکی ہے اور ان لوگوں پر حجت تمام ہو چکی ہے اور جو لوگ ان کفریہ عبارات کے قائل اور معتقد نہیں ہیں ان پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے خواہ وہ اپنے آپ کو شیعہ دیوبندی یا وہابی کہتے ہوں۔

اکابر علماء دیوبند کا اہل سنت و جماعت کے علماء اور عوام پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے

بارہ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ/ گیارہ اپریل ۲۰۰۶ء کو عید میلاد النبی کے دن نشر پارک میں بم دھماکا کیا گیا جس کے نتیجے میں سٹیج پر بیٹھے ہوئے تقریباً ساٹھ سے زیادہ علماء اہل سنت شہید ہو گئے اس الم ناک موقع پر ممتاز دیوبندی عالم شیخ سلیم اللہ خان کا درج ذیل بیان روزنامہ جنگ میں شائع ہوا جس سے اس موضوع پر روشنی پڑتی ہے:

جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر و ضبط سے کام لیا جائے، مولانا سلیم اللہ

کراچی (اسٹاف رپورٹر) صدر اتحاد تنظیمات المدارس دینیہ پاکستان، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی مولانا سلیم اللہ خان نے ۱۲ ربیع الاول کو نشتر پارک میں دہشت گردی کے واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے امت مسلمہ کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ سانحہ نشتر پارک میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرنے والے ۶۰ سے زائد شہید اور بہت سے زخمی ہوئے یہ صرف بنیاد پرست کلمہ گو نمازی چہروں پر ڈاڑھی سروں پر عمامے اور شرعی لباس میں ملبوس تھے ان کا قصور اسلام و ایمان پر جسے رہنا اسلام کو اپنی شناخت بنا لینا، خاتم النبیین ﷺ کی محبت و عقیدت کے اظہار میں جذباتی انداز اختیار کرنا تھا۔ وہ مسلمان تھے ان کے نقطہ نظر کے بعض حصوں سے اختلاف رکھنے کے باوجود ہمیں ان کے اس بربریت اور ظلم کے ساتھ شہید اور زخمی کیے جانے کا بے حد افسوس ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کی بہترین کفالت فرمائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر و ضبط سے کام لیا جائے اور اتحاد کی فضاء قائم رکھی جائے۔ مولانا سلیم اللہ نے کہا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ اکابرین و علماء دیوبند کا بریلوی مکتب فکر سے اختلاف کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں لیکن انہوں نے کبھی ان کی تکفیر نہیں کی ان کے بعض نظریات و اعمال سے اختلاف کیا ہے اور ایسا اختلاف ایمان و کفر کا اختلاف نہیں ہوتا بلکہ علماء محققین کے نزدیک تو جتنے فرقے اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے ہیں خواہ قدریہ ہوں یا جبریہ معتزلہ ہوں یا خوارج، مرجئہ ہوں یا جمہیہ وغیرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں ان کا مسلک یقیناً غلط ہے اور ان سے استدلال میں غلطی ہوئی ہے۔ انہوں نے اسلام ہی کو اپنا دین سمجھا ہے اس سے بیزاری کا اظہار کبھی نہیں کیا لہذا جب تاویل کی گنجائش رہتی ہے تو ان کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مسلم شریف کتاب الایمان میں صفحہ ۱۰۳-۱۰۲ میں بخاری شریف کی کتاب التوحید والرد علی الجہمیہ ج ۲ ص ۱۱۰۸-۱۱۰۷ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مفصل روایت ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی، جمعرات ۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ / ۱۳ اپریل ۲۰۰۶ء)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی ازحمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ پس جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں اور ہماری (طرح) نماز پڑھیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہماری طرح ذبح کریں تو ان کی جانیں اور ان کے اموال ہم پر حرام ہو جائیں گے ماسوا اس جان اور مال کے جس پر کسی کا حق ہو

۳۹۲ - حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوهَا صَلُّوا صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبِلُوا قِبْلَتَنَا وَذَبَحُوا ذَبِیحَتَنَا فَقَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۲، مکتبہ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

اس حدیث کی اہم شرح اور تخریج صحیح البخاری: ۳۹۱ میں کردی گئی ہے دیگر زائد شرح یہاں بیان کی جا رہی ہے۔

لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول ہیں نہ کہ باطن پر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول کیے جاتے ہیں نہ کہ باطن پر، سو جس شخص نے شعائر دین پر عمل کیا، اس پر اسلام کے احکام نافذ کیے جائیں گے، جب تک اس کے خلاف کوئی چیز ظاہر نہ ہو، لہذا جب کوئی اجنبی شخص مسلمانوں کے شہر میں داخل ہو اور اس کی ظاہری وضع قطع مسلمانوں جیسی ہو تو اس کو مسلمان ہی قرار دیا جائے، خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو، جب تک کہ اس شخص سے اسلام کے خلاف کوئی چیز ظاہر نہ ہو۔

اس حدیث میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس سے مراد پورا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور یہ اسلام کی پہلی علامت ہے، اس کے بعد ہماری طرح نماز پڑھنے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نماز اہم ترین عبادت ہے، حتیٰ کہ جس نے عدا نماز کو ترک کیا، اس نے کافروں کا سا کام کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تارک نماز کو قتل کر دیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ نمازی بن جائے اور جس نے قبلہ کو عدا ترک کیا، اس کی نماز نہیں ہوگی اور جو نماز نہ پڑھے وہ دین دار نہیں ہے اور کلمہ پڑھنا، پانچ وقت کی نماز پڑھنا اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرنا یہ وہ ظاہری امور ہیں جن پر کسی شخص کا مسلمان ہونا موقوف ہے۔

اہل مکہ پر نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور دیگر شہروالوں پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے

جو شخص مکہ مکرمہ میں رہتا ہو اس پر عین کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے، خواہ اس کے اور کعبہ کے درمیان کوئی دیوار یا مکان حائل ہو یا نہ ہو، اگر اس نے غور و فکر کر کے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے خطا ہوئی ہے تو اس پر اس نماز کا لوٹنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس شخص پر جو فرض تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔ ابوالبقاء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد نبوی کی محراب کعبہ کی سمت پر قائم کی اور رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور اسی سمت پر مسجد نبوی کا قبلہ ہے اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو اس پر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں ہے بلکہ اس پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے، یہ کرنی ابو بکر رازی اور عامۃ مشائخ احنفہ کا قول ہے اور ابو عبد اللہ الجرجانی کا قول ہے کہ حاضر اور غائب سب پر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ امام بیہقی نے معرفۃ الآثار میں لکھا ہے کہ حدیث مرفوعہ میں ہے: جو لوگ مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہیں ان کا قبلہ عین کعبہ ہے اور اہل مکہ کا قبلہ مسجد حرام ہے اور دیگر شہروں کا قبلہ مکہ مکرمہ ہے، لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

کسی شخص کے مسلمان ہونے کے جملہ قرائن اور شواہد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہو، کیونکہ دیگر مذاہب کے لوگ اور بت پرست مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے میں تنگی محسوس کرتے ہیں۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ اس کی شرح صحیح البخاری: ۲۵ میں کر دی گئی ہے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۱۸۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام بخاری نے حسب ذیل تعلق ذکر کی ہے:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلَ مَيْمُونُ بْنُ
اور علی بن عبد اللہ نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے

سِیَاحِ اَنَسَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ يَا اَبَا حَمَزَةَ، مَا يُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهُ؟ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَصَلَّى صَلَاتَنَا، وَاکَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَهُوَ الْمُسْلِمُ، لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ، وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ.

کہا: میمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور کہا: اے ابو حمزہ! بندہ کی جان اور مال کو کیا چیز حرام کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس نے لا الہ الا اللہ کی شہادت دی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری (طرح) نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا پس وہ مسلمان ہے اس کے وہ حقوق ہیں جو مسلمان کے حقوق ہیں اور اس پر وہ احکام فرض ہیں جو مسلمان پر فرض ہیں۔

اس تعلق کی سند میں علی بن عبد اللہ سے مراد علی بن المدینی ہیں اور ابو حمزہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے اس تعلق کے بعد امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ ایک اور حدیث روایت کی ہے:

۳۹۳- قَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ۔

یہ حدیث بھی معلق ہے اور یہ وہی حدیث ہے جس کی میمون بن سیاہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی تھی اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۱ میں کر دی گئی ہے۔

اہل مدینہ اہل شام اور مشرق کا قبلہ
اور مشرق اور مغرب میں
کوئی قبلہ نہیں ہے

۲۹- بَابُ قِبْلَةِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَأَهْلِ الشَّامِ، وَالْمَشْرِقِ لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

اہل مدینہ اور اہل شام کے بعد اہل مشرق کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اہل اسلام کے اکثر شہر مشرق میں ہیں عنوان میں جو کہا ہے کہ اہل مدینہ اہل شام اور مشرق کا قبلہ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر یہ ہے: مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں ہے اور مشرق اور مغرب میں قبلہ نہ ہونا یہ تمام شہروں کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ صرف مدینہ منورہ اور ان شہروں کے اعتبار سے ہے جن کا قبلہ مدینہ منورہ کے موافق ہے اور مدینہ منورہ کا قبلہ مدینہ منورہ کے شمال میں ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلق ذکر کی:

بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا.

کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرو لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت تم نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ قبلہ کی طرف پیچہ کرو لیکن مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

(سنن نسائی: ۲۱، صحیح البخاری: ۱۳۴، صحیح مسلم: ۲۶۴، سنن ابوداؤد: ۹، سنن ترمذی: ۸، سنن ابن ماجہ: ۱۸، مسند احمد: ۵ ص ۲۲۱)

اس حدیث کی مکمل شرح صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی

انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم قضاء حاجت کے لیے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرو لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ حضرت ابویوب نے کہا: پس ہم شام میں گئے وہاں ہم نے دیکھا بیت الخلاء قبلہ کی جانب بنے ہوئے تھے تو ہم قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے اور الزہری از عطاء انہوں نے کہا: میں نے اس حدیث کی مثل ابویوب سے سنی از نبی ﷺ۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف مطلقاً منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا ثبوت

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے مگر جب کسی عمارت میں قضاء حاجت کی جائے۔ مگر وہاں اس حدیث کے آخر میں حضرت ابویوب انصاری کے اس قول کا اضافہ نہیں تھا کہ جب ہم شام میں گئے تو وہاں جو بیت الخلاء بنے ہوئے تھے وہ قبلہ کی جانب تھے ہم قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور کسی تقصیر پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔ حضرت ابویوب انصاری کے اس قول سے امام شافعی اور امام بخاری کے اس نظریہ کا رد ہو جاتا ہے کہ جب بیت الخلاء یاد یوار کی آڑ میں قضاء حاجت کی جائے تو پھر قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کی جاسکتی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ کھلے میدان میں قضاء حاجت کی جائے یا بیت الخلاء میں اور یہی نظریہ صریح حدیث کے بھی مطابق ہے اور قبلہ کی تعظیم کے بھی مناسب ہے اور اس باب کی حدیث اس باب کے عنوان کے بھی مطابق ہے کہ اہل مدینہ اور اہل شام کے مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”مقام ابراہیم کو

۳۰۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ

مُصَلًّى بَنَاءً﴾ (البقرہ: ۱۲۵)

مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ: ۱۲۵)

مقام ابراہیم کا مصداق اور اس کی جگہ کا تعین

السُّدِّي نے کہا ہے: مقام سے مراد وہ پتھر ہے جس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نیچے رکھا تھا پھر انہوں نے آپ کا سر دھویا اس قول کی علامہ قرطبی نے روایت کی ہے اور اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے اور دوسروں نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مقام ابراہیم سے مراد پورا حرم ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ نے اپنے حج میں طواف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں حضرت عمر نے کہا: ہم اس کو مصلیٰ نہ بنالیں؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تم مقام ابراہیم کو مصلیٰ (نماز پڑھنے کی جگہ) بنالو۔ (البقرہ: ۱۲۵)

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ازرقی نے اخبار مکہ میں اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ مقام ابراہیم وہی ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا

نشان ہے اور نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں یہ پتھر اسی جگہ رکھا ہوا تھا جس جگہ اب رکھا ہوا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سیلاب آیا جو اس پتھر کو بہا کر لے گیا حتیٰ کہ یہ مکہ کے نشیب میں پہنچ گیا پھر اس کو وہاں سے اٹھا کر لایا گیا اور پہلے کی جگہ پر رکھ دیا گیا جہاں پر وہ اب موجود ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳۹۵۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعُمْرَةِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ آيَاتِي امْرَأَتُهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكَعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَهُلَّكَ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو شخص عمرہ کے لیے بیت اللہ کا طواف کرے اور الصفا اور المروہ کے درمیان سعی نہ کرے کیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: نبی ﷺ آئے اور آپ نے بیت اللہ کے گرد سات طواف کیے پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور الصفا اور المروہ کے درمیان سعی کی اور تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے (الاحزاب: ۲۱)۔

[اطراف الحدیث: ۱۶۲۳-۱۶۲۷-۱۶۳۵-۱۶۳۷-۱۷۹۳]

(صحیح مسلم: ۱۲۳۳ سنن نسائی: ۲۹۶۶-۲۹۶۷-۲۹۷۰ سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۹ السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۹۵۲-۳۹۱۱ مسند الحمیدی: ۶۶۸ مسند

ابو یعلیٰ: ۵۲۳۴ صحیح ابن خزمہ: ۲۷۶۰ سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۷ مسند احمد ج ۲ ص ۱۵ طبع قدیم مسند احمد: ۳۶۳۱ ج ۸ ص ۲۶۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

۳۹۶۔ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبْنَهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

اور ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: (عمرہ کرنے والا) اس وقت تک اپنی بیوی سے

مقاربت نہ کرے جب تک کہ الصفا اور المروہ کے درمیان سعی نہ کرے۔

[اطراف الحدیث: ۱۶۲۳-۱۶۳۶-۱۷۹۳] (صحیح مسلم: ۱۲۳۳)

(الرقم المسلسل: ۲۹۳۷ اس کی تخریج بھی مذکور الصدر ہے)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے مقام ابراہیم میں نماز پڑھی۔

عمرہ میں سعی کا واجب ہونا

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عمرہ میں الصفا اور المروہ کے درمیان سعی کرنا (دوڑنا) واجب ہے یہ تمام فقہاء کا مذہب ہے تاہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کر لیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے خواہ اس نے سعی نہ کی ہو لیکن یہ قول ضعیف ہے اور سنت کے مخالف ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طواف میں سات چکر لگانا ضروری ہیں اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر طواف سنت ہو تو یہ نماز سنت ہے اور اگر طواف واجب ہو تو یہ نماز واجب ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۱۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۹۵ ج ۳ ص ۴۶۳ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۹۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سَيْفِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكُعْبَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَأَجْدُ بِأَلَا فَإِنَّمَا بَيْنَ الْبَابَيْنِ فَسَأَلْتُ بِأَلَا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكُعْبَةِ؟ قَالَ نَعَمْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتُ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى فِي وَجْهِ الْكُعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ.

[اطراف الحديث: ۴۶۸-۵۰۳-۵۰۵-۵۰۶-۵۱۶-۱۵۹۸]

[۱۵۹۹-۲۹۸۸-۴۲۸۹-۴۴۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سیف انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آئے ان سے کہا گیا: یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو کعبہ میں داخل ہو گئے تو حضرت ابن عمر نے کہا: میں آیا اور نبی ﷺ کعبہ سے باہر نکل آئے میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ دو دروازوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے میں نے حضرت بلال سے سوال کیا اور کہا: کیا نبی ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: جب آپ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ کی بائیں جانب جو دو ستون ہیں ان کے درمیان آپ نے دو رکعت نماز پڑھی ہے پھر آپ باہر نکلے اور کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۲۹، الرقم المسلسل: ۳۱۷۲، سنن ابوداؤد: ۲۰۲۵-۲۰۲۳، سنن نسائی: ۲۹۰۳-۲۹۰۲، مسند الحمیدی: ۶۹۲-۱۴۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۳۹-۱۱۱۵، المعجم الکبیر: ۱۳۵۱۰، صحیح ابن حبان: ۳۲۰۳-۳۲۰۲، شرح السنہ: ۴۴۷، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳، طبع قدیم مسند احمد: ۴۴۶۴، ج ۸ ص ۳۵، مؤسسة الرسالة بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۵۸، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرہد (۲) یحییٰ القطان (۳) سیف بن سلیمان الخزومی الہکلی یہ بہت زیادہ سچے تھے ۱۵۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) امام مجاہد (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۹۵)

حطیم کعبہ میں نماز پڑھنا کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ کعبہ کے اندر داخل ہو گئے اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کعبہ کے اندر داخل ہونا نہ صرف جائز ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

آج کل کعبہ کا دروازہ بند رہتا ہے اور مسلم ممالک کے سربراہوں کے لیے کھولا جاتا ہے اور صرف وہی رسول اللہ ﷺ کی اس سنت پر عمل کر سکتے ہیں تاہم حطیم بھی کعبہ میں داخل ہے اور اس کا جز ہے اور یہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور عام مسلمان اس میں داخل ہو کر اس میں نماز پڑھتے ہیں اس طرح عام مسلمانوں کو بھی کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنے کا شرف اور سعادت حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ حطیم میں داخل ہوں تو ننگے پیر داخل ہوں اور احترام سے داخل ہوں اور اس میں دو رکعت نماز پڑھیں کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ تمام ائمہ حدیث کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے کیونکہ یہ روایت مثبت ہے اور اس میں زیادہ علم کا ثبوت ہے اس لیے اس کی ترجیح واجب ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۰) اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

نے بھی کہا ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۱) یہ دونوں حدیثیں کعبہ میں آپ کے نماز پڑھنے کی نفی کرتی ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث آپ کے نماز پڑھنے کو ثابت کرتی ہیں اور جب نفی اور اثبات کی خبروں میں تعارض آ جائے تو اثبات کی خبر کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت راجح ہے جس میں یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت بلال، حضرت اسامہ اور حضرت عثمان بن طلحہ کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کا دروازہ بند کر دیا اور وہ سب دعا میں مشغول ہو گئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی ﷺ دعا میں مشغول ہیں تو وہ بھی دعا میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ دوسری جانب تھے اور حضرت بلال آپ کے قریب تھے پھر رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی جس کو حضرت بلال نے آپ کے قریب ہونے کی وجہ سے دیکھ لیا اور آپ نے بہت تخفیف سے نماز پڑھی تھی اور حضرت اسامہ آپ سے دور تھے اور یہ دستور دعا میں مشغول تھے اس لیے وہ نہیں دیکھ سکے اس لیے انہوں نے اپنے گمان کے مطابق آپ کے کعبہ میں نماز پڑھنے کی نفی کر دی۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۶ ص ۳۵۸۸-۳۵۸۷ مکتبہ نزار مصطفیٰ مدکرمة ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے کہ مہلب نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ دو مرتبہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے ہوں ایک مرتبہ آپ نے اس میں نماز پڑھی ہو جیسے حضرت بلال کی روایت ہے اور ایک مرتبہ آپ نے نماز پڑھی ہو جیسے حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایت ہے پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۲۶- ج ۳ ص ۵۸۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① کعبہ میں نماز پڑھنے کے متعلق حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایات میں تطبیق ② کعبہ میں نماز پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ۔

۳۹۸- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكَعَتَيْنِ فِي قَبْلِ الْكُعْبَةِ وَقَالَ هَذِهِ الْقِبْلَةُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عطاء انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا: جب نبی ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کی تمام اطراف میں دعا کی اور نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ اس سے باہر نکل آئے پھر جب آپ باہر آئے تو آپ نے کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: یہ قبلہ ہے۔

اطراف الحدیث: ۱۶۰۱-۳۳۵۱-۳۳۵۲-۳۲۸۸

(صحیح مسلم: ۱۳۳۰ الرقم المسلسل: ۳۱۷۹ سنن نسائی: ۲۹۱۶ سنن الکبریٰ للنسائی: ۳۸۹۲ مصنف عبد الرزاق: ۹۰۵۶ صحیح ابن خزیمرہ: ۴۳۲)

شرح السنن: ۴۴۸ صحیح ابن حبان: ۳۲۰۸ المستدرک ج ۱ ص ۴۷۹ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۸ مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۱ طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۷۵۳- ج ۲ ص ۸۷ مؤسستہ الرسالہ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن نصر اسماء رجال المحققین میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان کا نام اسحاق بن ابراہیم بن نصر ابراہیم السعدي ہے یہ مدینہ

میں رہتے تھے امام بخاری نے اپنی کتاب میں ان سے متعدد روایات کی ہیں کہیں کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی کہیں کہا: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی اور ان کے دادا کی طرف نسبت کی (۲) امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ (۳) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(مدۃ القاری ج ۲ ص ۱۹۹)

یہ حدیث اس سے پہلی حدیث سے متعارض ہے اور صحیح البخاری: ۳۹۷ کی شرح میں ان کی تطبیق بیان کر دی گئی ہے۔

۳۱- بَابُ التَّوَجُّهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ قِبْلَهُ كِي طَرْفِ تَوْجِهٍ كِي جَائِے اِنْسَانِ جِهَانِ كِهِيں بَهِي ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان خواہ سفر میں ہو یا حضر میں فرض پڑھ رہا ہو یا نفل اس پر لازم ہے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ.

اور تم جہاں کہیں بھی ہو تو اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیرا کرو۔

(البقرہ: ۱۴۴)

باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنا لو اور اس باب میں یہ بیان فرمایا ہے: قبلہ کی طرف توجہ کی جائے اور دونوں بابوں کا تعلق بیت اللہ سے ہے۔ اس کے بعد درج ذیل تعلق ہے:

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ. اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قبلہ کی طرف منہ کرو اور تکبیر پڑھو۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۶۲۵۱ کا ایک قطعہ ہے۔

۳۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يُوجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾ (البقرہ: ۱۴۴) فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ. وَقَالَ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ وَهُمْ الْيَهُودُ ﴿مَا وَلَاهُمْ عَنْ قِبَلَتِهِمْ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (البقرہ: ۱۴۲) فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلَّى فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ یا سترہ مہینے نماز پڑھی اور رسول اللہ ﷺ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا جائے تب اللہ عز و جل نے یہ آیت نازل فرمائی: ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) پھر آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا گیا اور لوگوں میں سے جبلاء نے کہا اور وہ یہود تھے: ان کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے؟ آپ کہیے: مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے (البقرہ: ۱۴۲) پھر نبی ﷺ کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی وہ نماز پڑھنے کے بعد باہر نکلا اور انصار کے لوگوں کے پاس سے گزرا وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز عصر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'وَأَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ' پڑھ رہے تھے پس اس نے کہا: وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے (ابھی) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ کعبہ کی طرف منہ کیے ہوئے تھے پھر وہ لوگ مڑ گئے اور انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۴، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: نماز امور ایمان سے ہے اور یہاں اس کا عنوان ہے: قبلہ کی طرف توجہ کی جائے انسان جہاں کہیں بھی ہو اور اس حدیث میں دونوں چیزوں کا ذکر ہے۔

بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل کا باعث اور محرک

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں کے رہنے والے اکثر یہود تھے جو اپنی نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا پس یہود اس سے خوش ہوئے نبی ﷺ ستر و مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور نبی ﷺ یہ چاہتے تھے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف منہ کریں پس آپ اس کی دعا کرتے تھے اور آسمان کی طرف دیکھتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی: ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) اور امام طبری نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دیا جائے کیونکہ یہود یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے ہی قبلہ کی پیروی کرتے ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۷-۲۸) حضرت ابن عباس کی اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا ہجرت کے بعد واقع ہوا ہے لیکن ایک اور سند سے حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے: نبی ﷺ مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور کعبہ آپ کے سامنے ہوتا تھا اور ان دونوں حدیثوں کو جمع کرنا ممکن ہے بایں طور کہ جب آپ نے ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں اور امام طبرانی نے ابن جریر کی سند سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے سب سے پہلے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی پھر آپ کو بیت المقدس کی طرف پھیر دیا گیا اور اس وقت آپ مکہ میں ہی تھے سو آپ نے تین سال تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی پھر آپ نے ہجرت کی اور مدینہ آنے کے بعد سولہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی پھر اللہ نے آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا۔

حضرت ابن عباس کی پہلی حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا اس سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۳ دار المعرفۃ بیروت: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احکام میں نسخ ہوتا رہتا ہے اور جمہور کے نزدیک اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو حکم سنت سے ثابت ہو وہ قرآن سے منسوخ ہو جاتا ہے امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور اس حدیث میں خبر واحد کے قبول کرنے پر دلیل ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا واجب ہے اور یہ کہ اب قبلہ کعبہ ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک

نماز دو جہتوں کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی۔

۴۰۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ فَإِذَا
أَرَادَ الْفَرِيضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از محمد بن عبد الرحمن از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری کا منہ ہو پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ کی طرف

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۳-۱۰۹۹-۱۱۳۰]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۵۰، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۳۲۶ھ) منہ کرتے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

فرض نماز کو سواری پر پڑھنے کے اعدار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ فرض نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کو ترک نہیں کیا جائے گا اور اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے لیکن شدید خوف میں اس کو ترک کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ عذر کی حالت میں سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے ان اعدار میں سے ایک عذر بارش ہے امام محمد سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص سفر میں ہو اور بارش ہو جائے اور اس کو سواری سے اتر کر نماز پڑھنے کے لیے کوئی خشک جگہ نہ ملے تو وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے سواری پر بیٹھا رہے اور اشاروں سے نماز پڑھے اور اگر اس کے لیے یہ ممکن نہ ہو تو وہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بھی نماز پڑھ سکتا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ وہاں اتنی کچھڑ ہو جس میں اس کا منہ چھپ جائے لیکن اگر وہاں اتنی کچھڑ نہ ہو لیکن زمین گیلی ہو تو وہ گیلی زمین پر نماز پڑھ لے۔

دیگر اعدار میں سے یہ ہے کہ وہ سواری سرکش ہو اگر وہ سواری سے اتر جائے تو اس کے لیے خود سوار ہونا ممکن نہ ہو اور ان اعدار میں سے چور اور بیماری کا خطرہ ہے اور اس کا بہت بوڑھا ہونا ہے اور وہاں کوئی ایسا شخص میسر نہ ہو جو اس کو سواری پر سوار کرا سکے اسی طرح درندے کا خطرہ بھی ہے۔ المحیط میں مذکور ہے کہ ان صورتوں میں وہ سواری پر فرض نماز پڑھ سکتا ہے اور عذر زائل ہونے کے بعد اس پر اس نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ شہر سے باہر ہو۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۲۰۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا اعدار مذکورہ سے بڑا عذر ہے

فقہاء احناف نے ان صورتوں میں سواری پر فرض نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے جب راستہ میں کچھڑ ہو جب سواری سرکش ہو جب سواری سے اتر کر نماز پڑھنے میں مرض کا یا سامان چوری ہونے کا خطرہ ہو جب بارش ہو جب سوار بہت بوڑھا ہو اور ان سب سے بڑا خطرہ چلتی ہوئی تیز رفتار ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنے میں ہے کیونکہ اس میں اس کی جان یا اس کے اعضاء کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے تو جب ان کم خطرات میں سواری پر فرض پڑھنا جائز ہے تو اس سے زیادہ خطرہ میں یہ طریق اولیٰ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز ہوتا ہے۔

چاہیے اور بعد میں اس کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔

المحیط کی اصل عبارت

علامہ عینی نے اپنی عبارت میں المحيط کا حوالہ دیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ المحيط کی اصل عبارت پیش کر دیں۔

علامہ برہان الدین ابوالمعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

مسافر بغیر ضرورت کے سواری پر فرض نماز نہ پڑھے اور ضرورت کے وقت اس کے لیے سواری پر فرض نماز اور وتر پڑھنا جائز ہے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تھے کہ بارش ہو گئی، آپ نے منادی کو حکم دیا کہ وہ نداء کرے کہ تم اپنی سواریوں پر نماز پڑھو۔ (سنن نسائی: ۶۳۷، مسند احمد: ۱۳۸۸۶، مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۶)

ان اعذار میں سے یہ ہیں کہ اگر وہ سواری سے اتر اتو اس کو اپنی جان پر یا اپنی سواری پر چور یا درندہ کا خطرہ ہو یا راستہ میں کیچڑ ہو اور اس کو زمین پر خشک جگہ نہ ملے یا اس کی سواری سرکش ہو اگر وہ اس سے اتر گیا تو وہ بغیر کسی کی مدد کے اس پر سوار نہیں ہو سکے گا یا وہ بہت بوڑھا ہو اور بغیر کسی کی مدد کے وہ از خود سواری پر سوار نہیں ہو سکے گا اور اس کو سوار کرنے والا میسر نہ ہو ان تمام حالتوں میں سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ: ۲۳۹)

اگر تم کو جان کا خطرہ ہو تو تم پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

اور ہم نے جو اعذار بیان کیے ہیں ان ہی پر یہ قیاس ہے کہ جو شخص جنگل میں یا قافلہ میں سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اگر وہ سواری سے اتر اتو اس کو اپنی جان اور اپنے سامان کا خطرہ ہوگا کیونکہ قافلہ اس کا انتظار نہیں کرے گا۔

اور حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فجر کی دو سنتوں کو بھی فرض کے ساتھ لاحق کیا ہے اور عذر کی حالت میں ان سنتوں کو بھی سواری پر پڑھے۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۲۲۶، إدارة القرآن کراچی ۱۴۲۶ھ)

۴۰۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا أَدْرِي زَادَ أَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذْتَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ؟ قَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَقُنِيَ رَجُلِيهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّاهُ قَالَ إِنَّهُ لَوْ حَدَّثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ لَبَيَّاتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنَسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَتَحَرَّى الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از علقمہ انہوں نے کہا: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی ابراہیم نے کہا: مجھے پتا نہیں اس نماز میں آپ نے کچھ زیادتی کی یا کچھ کمی کی پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہ نے کہا: آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے آپ نے اپنے پیرموڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تمہیں اس کی خبر دیتا لیکن میں صرف تمہاری

يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ.

مثل بشر ہوں میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو
پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور جب تم میں
سے کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اسے غور کر کے صحیح بات معلوم
کرنی چاہیے پھر اپنی نماز پوری کرنی چاہیے پھر سلام پھیر کر دو
سجدے کرنے چاہئیں۔

(صحیح مسلم: ۵۷۲، الرقم المسلسل: ۱۲۵۱، سنن ابوداؤد: ۱۰۲۰، سنن نسائی: ۱۲۳۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶، السنن
الکبریٰ: ۶۲۰، المستدرک: ۱۹۶، صحیح ابن خزیمہ: ۵۹۵، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۹، مسند احمد ج ۱ ص ۴۲۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۴۱۷۶، جامع المسانید لابن
الجوزی: ۲۱۹۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عثمان بن ابی شیبہ (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) منصور بن المعتمر (۴) ابراہیم بن یزید النخعی (۵) علقمہ بن قیس النخعی (۶) حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۰۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے دونوں پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا، کیونکہ آپ
نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے تھے۔

آپ کا ہماری مثل بشریت میں حصر کس اعتبار سے ہے اور آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں

اس حدیث میں مذکور ہے: لیکن میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں۔ "انما" کا کلمہ حصر کے لیے ہے لیکن کبھی یہ حصر مطلق کے
لیے ہوتا ہے اور کبھی حصر مخصوص کے لیے ہوتا ہے جو قرآن اور سیاق کلام سے سمجھ میں آتا ہے اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اور
کچھ نہیں ہوں صرف بشر ہوں کیونکہ آپ کی بہت صفات ہیں آپ نبی اور رسول ہیں بلکہ قائد المرسلین ہیں سید آدم و بنی آدم ہیں
رحمۃ للعالمین ہیں شفیع المذنبین ہیں اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں اس لیے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں
فرشتہ نہیں ہوں یا خدا نہیں ہوں کہ میرے لیے بھولنا محال ہو۔

ایک غور طلب چیز یہ ہے کہ آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں؟ آپ کی کوئی صفت ہماری کسی صفت کی مثل نہیں ہے آپ کا دیکھنا
ہمارے دیکھنے کی مثل نہیں ہے آپ آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے یکساں دیکھتے تھے آپ کے لیے شش جہات ایک جہت کے حکم
میں تھیں آپ جنات اور فرشتوں کو دیکھتے تھے حتیٰ کہ آپ نے اللہ عزوجل کو دیکھا اسی طرح آپ حیوانات کی باتیں سنتے تھے جنات
اور فرشتوں کی باتیں سنتے تھے خود اللہ عزوجل کا کلام سنتے تھے اس لیے آپ کا سننا آپ کا دیکھنا آپ کا کسی چیز کو چکھنا اور چھونا کوئی
وصف ہمارے کسی وصف کی مثل نہیں ہے بعض لوگوں نے کہا: آپ نفس بشریت میں ہماری مثل ہیں میں کہتا ہوں: مجرد نفس بشریت
خارج میں متحقق نہیں ہے خارج میں جو بشریت ہے وہ بشریت مخصوصہ ہے اور آپ کسی مخصوص بشر کی مثل نہیں ہیں پھر آپ کس چیز میں
ہماری مثل ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ خدا نہ ہونے میں ہماری مثل ہیں جس طرح ہم خدا نہیں ہیں آپ بھی خدا نہیں ہیں کسی
وجودی صفت میں آپ ہماری مثل نہیں ہیں بلکہ عدمی صفت میں ہماری مثل ہیں یعنی عدم الوہیت میں آپ ہماری مثل ہیں۔

آپ کے بھولنے اور ہمارے بھولنے کا فرق

اس حدیث میں ہے: میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ لغت میں "نسیان" حفظ اور یاد رکھنے کی ضد ہے اور

اصطلاح میں ”نسیان“ کا معنی ہے: دل کا کسی چیز سے غافل ہونا، یعنی دل کا ایک چیز سے غافل ہو کر دوسری چیز میں مشغول ہونا بلکہ ایک چیز میں شدت اشتغال کی وجہ سے دوسری چیز سے غافل ہو جانا۔ ہمارا نماز میں بھولنا یہ ہے کہ ہم دنیا کی کسی چیز میں شدت اشتغال کی وجہ سے نماز کے کسی رکن کو بھول جاتے ہیں اور آپ کا بھولنا یہ ہے کہ حسن الوہیت کے جلووں میں شدت اشتغال کی وجہ سے نماز کے کسی رکن کو بھول جاتے ہیں سو ہمارا بھولنا نقص ہے اور آپ کا بھولنا عین کمال ہے۔

آپ نے فرمایا: پس تم مجھے یاد دلادیا کرو، یعنی میں جب سلام پھیرنے کے قریب پہنچ جاؤں تو مجھے سبحان اللہ کہہ کر یاد دلادیا کرو۔

امور تبلیغیہ میں آپ کا بھولنا ممکن نہیں اور احکام کے منسوخ ہونے کا ثبوت

آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ اس میں یہ دلیل ہے کہ اسلام میں احکام منسوخ بھی ہوتے رہتے تھے کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تم کو اس کی خبر دیتا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ آپ کے بعض افعال میں سہو اور نسیان واقع ہو جاتا تھا لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے تھے لیکن امور تبلیغیہ میں اور کبھی چیز کی خبر دینے میں آپ سے سہو اور نسیان نہیں ہوتا تھا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی چیز کی واقع کے خلاف خبر دیں عداۃ سہو، صحت میں نہ مرض میں رضا میں نہ غضب میں۔ (امال المعلمین ج ۲ ص ۵۱۴ ملخصاً دارالوفا: ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۷۶- ج ۲ ص ۱۴۱ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) خصائص مصطفیٰ (۲) بشریت (۳) مثلیت (۴) آپ کا نسیان (۵) پانچ رکعات کی تصحیح۔

۳۲- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ، وَمَنْ لَا

يَرَى الْإِعَادَةَ عَلَى مَنْ سَهَا، فَصَلَّى

إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ

اس باب میں اور باب سابق میں یہ فرق ہے کہ باب سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ قبلہ کی طرف توجہ کی جائے اور اس باب میں یہ

بیان کیا ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس پر اعادہ نہیں ہے۔

سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابو حنیفہ ان کے اصحاب امام مالک اور امام بخاری کا یہ مسلک ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس پر نماز کا اعادہ کرنا لازم نہیں ہے تاہم اگر اس نے وقت کے اندر نماز کو دہرایا تو یہ مستحسن ہے ابن المنذر حسن بصری اور الزہری نے کہا ہے: وہ ہمیشہ نماز کو دہرائے گا اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر نماز پڑھنے کے بعد اس پر یہ منکشف ہوا کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو وہ نماز دوبارہ پڑھے اور اگر بغیر غور و فکر کے اس پر یہ منکشف نہ ہو تو اس پر اعادہ نہیں ہے اور التوضیح میں مذکور ہے: امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کو خطا کا یقین نہ ہو تو اس پر اعادہ نہیں ہے ورنہ اس پر اعادہ لازم ہے امام ابو حنیفہ کے مسلک پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں اندھیری رات میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے ہم کو بتائیں چلا کہ قبلہ کس طرف ہے پس ہم میں سے ہر شخص نے اپنے اجتہاد سے نماز پڑھ لی پس جب صبح ہوئی تو ہم نے اس بات کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

فَإَيْنَمَا تَوَلَّوْا فَعَمَّ وَجْهُ اللَّهِ. (البقرہ: ۱۱۵)

پس تم جس طرف بھی منہ کرو وہیں اللہ کی ذات ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۴۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۰)

اس حدیث کے بعد بیان مذاہب میں امام ترمذی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے انہوں نے کہا: جب کوئی شخص ابراؤد موسم میں غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے پھر نماز پڑھنے کے بعد اس پر منکشف ہو کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو اس کی نماز جائز ہے سفیان ثوری ابن المبارک امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ترمذی ص ۱۷۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن امام ترمذی نے امام اعظم سے تعصب کی وجہ سے ان کے مذہب کا ذکر نہیں کیا۔

وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَي الظُّهْرِ، وَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، ثُمَّ أَتَمَّ مَا بَقِيَ. اور بے شک نبی ﷺ نے ظہر کی دو رکعت میں سلام پھیر دیا اور لوگوں کی طرف اپنا چہرہ کر لیا پھر آپ نے باقی نماز کو پورا کیا۔

یہ تعلق حدیث مذکور ذیل کا ایک قطعہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی پھر دو رکعت میں سلام پھیر دیا پھر مسجد کے قبلہ کی جانب ایک لکڑی کے ستون سے ٹیک لگا کر بہ انداز غضب کھڑے ہو گئے اور لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے وہ آپ سے بات کرنے سے ڈرے اور لوگ جلدی سے باہر نکلنے لگے حضرت ذوالبیدین نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! آیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ پھر نبی ﷺ نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا: ذوالبیدین کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ذوالبیدین سچ کہہ رہے ہیں آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھائی ہے پس آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی اور سلام پھیر دیا پھر اللہ اکبر پڑھا اور سجدہ (سہو) کیا پھر اللہ اکبر پڑھا پھر اٹھے پھر اللہ اکبر پڑھا اور (دوسرا) سجدہ (سہو) کیا پھر اللہ اکبر پڑھا اور (سجدہ سے) اٹھے۔ (صحیح مسلم: ۵۷۳)

نماز میں نبی ﷺ کی خصوصیات

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو علم تھا کہ احکام شرعیہ میں نسخ واقع ہوتا رہتا ہے تبھی حضرت ذوالبیدین نے پوچھا: آیا نماز کم کر دی گئی ہے؟ نبی ﷺ قبلہ سے پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو گئے حضرت ذوالبیدین نے آپ سے بات کی آپ نے ان سے بات کی اور دوسرے صحابہ سے بات کی پھر آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز اور پڑھا دی اور سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ قبلہ سے پیٹھ پھیر لیں آپ کسی سے بات کر لیں کوئی آپ سے بات کر لے آپ کی نماز قائم رہتی ہے اور آپ جس سے بات کریں اور جو آپ سے بات کرے اس کی نماز بھی قائم رہتی ہے اس کے برخلاف کوئی اور مسلمان قبلہ سے عدا پیٹھ پھیر لے یا کسی اور شخص سے بات کر لے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور یہ حدیث امام بخاری کے مقصد پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ نے سہو قبلہ سے پیٹھ پھیری تھی تاہم ان کے مقصود پر مکمل دلالت نہیں کرنی کیونکہ ان کا مقصود تھا کہ جو شخص سہو غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھے اس کی نماز جائز ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے سہو غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔

۴۰۲۔ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى، فَنَزَلَتْ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ: ۱۲۵) وَآيَةُ الْحِجَابِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَمَرْتَ نِسَاءَكَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ، فَإِنَّهُ يَكَلِّمُهُنَّ الْبُرُّ وَالْفَاجِرُ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُنَّ ﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ﴾ (التحریم: ۵). فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش! ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیں تو یہ آیت نازل ہوگئی: اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔ (البقرہ: ۱۲۵) اور پردہ کی آیت میں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش! آپ اپنی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم دیں کیونکہ ان سے نیکوکار اور بدکار (ہر طرح کا آدمی) بات کرتا ہے تو پردہ کی آیت نازل ہوگئی اور نبی ﷺ کی ازواج آپ کے خلاف غیرت میں اکٹھی ہو گئیں تو میں نے آپ کی ازواج سے کہا: اگر آپ نے تم سب کو طلاق دے دی تو عنقریب آپ کا رب آپ کو (تمہارے) بدلے میں تم سے بہتر ازواج عطا کر دے گا۔ (التحریم: ۵) تو یہی آیت نازل ہوگئی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا بِهَذَا.

امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۸۳-۳۷۹۰-۳۹۱۶]

(سنن ترمذی: ۲۹۶۰، سنن ابن ماجہ: ۱۰۰۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۱۱، سنن دارمی: ۱۸۳۹، مسند ابی حنبلہ: ۲۲۰، صحیح ابن حبان: ۶۸۹۶، المعجم الصغیر: ۸۶۸، شرح السنہ: ۳۸۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۳۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۷، ج ۱ ص ۲۹۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمرو بن میمون ابو عثمان الواسطی البزاز یہ بصرہ میں رہتے تھے اور ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ہشیم بن بشیر (۳) حمید الطویل (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۲۱۳)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر نے یہ کیوں کہا کہ میں نے اپنے رب کی موافقت کی جب کہ ان کی موافقت میں آیات نازل ہوئیں

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے رب کی موافقت کی یہ باب مفاعلہ سے ہے جس کا خاصہ ہے: مشارکت یعنی ہر ایک

نے دوسرے کی موافقت کی واقع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی موافقت کی تھی کیونکہ جس طرح حضرت عمر نے کہا اسی طرح آیت نازل ہوگئی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ادباً کہا: میں نے اپنے رب کی موافقت کی۔
حضرت عمر کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات کی تعداد

اس حدیث میں تین چیزوں میں موافقت کا ذکر ہے حالانکہ حضرت عمر نے تین سے زیادہ چیزوں میں موافقت کی ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کے متعلق حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے بلکہ ان کو قتل کر دیا جائے اس کے موافق یہ آیت نازل ہوگئی:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ. (الأنفال: ۶۷)
نبی کے لیے قیدی بنانا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ ان کا زمین میں اچھی طرح خون بہا دے۔

نبی ﷺ نے ستر کافروں کو قتل کرنے کے بعد کافروں کو قید کیا تھا اس لیے آپ کا عمل اس آیت کے خلاف نہیں۔
(۲) حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ آپ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اسی کے موافق یہ آیت نازل ہوئی:
وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَابَ أَبَدًا. (التوبہ: ۸۴)
اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ کبھی بھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھا دی اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اس لیے آپ کے نماز پڑھانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور آپ کے نماز پڑھانے کی یہ حکمت تھی کہ جب اس کی قوم نے آپ کا حسن خلق دیکھا کہ آپ نے اپنے کٹر مخالف کی درخواست کو رد نہیں کیا تو اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے۔

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے روایت کی ہے ہمیں یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری قیص یا میری نماز جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ اس سبب سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔ (جامع البیان ج ۱۰ ص ۲۳۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

(۳) شراب کی تحریم کی آیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں۔
(۴) جب یہ آیات نازل ہوئیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۖ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ (المؤمنون: ۱۳-۱۲)
اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا ۝ پھر اس کو نطفہ بنا کر مضبوط جگہ میں رکھا ۝
تو حضرت عمر نے بے ساختہ کہا:

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ (المؤمنون: ۱۴)
پس اللہ بہت برکتوں والا ہے جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے ۝

تو یہ آیت اسی طرح نازل ہوگئی۔

(۵) جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو حضرت عمر نے پوچھا: یا رسول اللہ! ان سے آپ کا نکاح کس نے کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: اللہ نے حضرت عمر نے کہا: کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ اللہ نے آپ سے ان کا عیب چھپا لیا تھا!

اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے O

سُبْحٰنَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ O (النور: ۱۶)

پھر یہ آیت اسی طرح نازل ہو گئی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور دل میں رکھ دیا ہے اور حضرت ابن عمر نے کہا: جب بھی لوگوں پر کوئی امر پیش آیا پس لوگوں نے اس کے متعلق کوئی بات کہی اور حضرت عمر نے بھی اس کے متعلق کوئی بات کہی تو قرآن حضرت عمر کی کہی ہوئی بات کے مطابق نازل ہو جاتا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۲، مسند احمد ج ۲ ص ۵۳)

ہم نے مقالات سعیدی ص ۵۷ میں سولہ ایسی آیات کا باحوالہ ذکر کیا ہے جو حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر حضرت عمر نے یہ کیوں کہا ہے کہ میں نے اپنے رب کی تین آیات میں موافقت کی ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ کسی عدد کے ساتھ تخصیص اس کے ماسوا کی نفی نہیں کرتی، دوسرا جواب یہ ہے کہ ان آیات کی شہرت کی وجہ سے حضرت عمر نے ان تین آیات کا ذکر کیا۔

اس حدیث میں آیت حجاب کا ذکر ہے وہ یہ آیت ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ. (الحجاب: ۵۹)

اے نبی! اپنی ازواج سے کہیے اور اپنی بیٹیوں اور مومنین کی بیویوں سے کہ اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں۔

غیرت کا معنی اور جواز واج غیرت میں اکٹھی ہوئی تھیں ان کا بیان

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج غیرت میں اکٹھی ہو گئیں۔

غیرت کا معنی ہے: اپنے محبوب سے شدید محبت کی وجہ سے محبوب میں کسی کی شرکت کا ناگوار ہونا، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ سے شدید محبت تھی رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پینے کی وجہ سے زیادہ ٹھہرتے تھے تو یہ ان کو ناگوار ہوتا اور انہوں نے آپ کو ان کے پاس ٹھہرنے سے روکنے کے لیے یہ حیلہ کیا کہ نبی ﷺ سے کہا: آپ نے مغایر کھایا ہے عرفط نام کے ایک درخت پر گوند لگتا تھا جس کی بوسل رسول اللہ ﷺ کو ناپسند تھی اس گوند کو مغایر کہتے ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل درج ذیل حدیثوں میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرتے تھے اور ان کے پاس شہد پیتے تھے پس میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی ﷺ آئیں وہ آپ سے یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغایر کی بو آ رہی ہے کیا آپ نے مغایر کھایا ہے؟ پھر ان میں سے کسی ایک کے پاس آپ گئے تو اس نے یہ کہا: آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور اب میں اس کو کبھی نہیں پیوں گا تب یہ آیتیں نازل ہوئیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ. (التحریم: ۱)

اے نبی! آپ اپنے آپ کو اس چیز سے کیوں روکتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے۔

وَإِذْ أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا. (التحریم: ۳)

اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی کو راز کی بات بتائی۔

(صحیح بخاری: ۵۲۶۷، صحیح مسلم: ۱۳۷۳، رقم المسلسل: ۳۶۱۳، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۳، سنن نسائی: ۳۷۹۵، سنن ابی داؤد: ۳۷۱۳، سنن ابی نعیم: ۵۶۱۳)

مسند احمد ج ۶ ص ۶۰-۵۹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہد اور مٹھاس کو پسند کرتے تھے اور آپ جب عصر کی نماز سے فارغ

ہوتے تو اپنی ازواج کے پاس جاتے پس ان میں سے کسی ایک کے قریب جاتے پس آپ حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس گئے اور ان کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے پس مجھے ان پر غیرت آئی (یعنی ان کے پاس زیادہ ٹھہرنا مجھے ناگوار گزرا) میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ کے خاندان کی ایک عورت نے آپ کو شہد کا ڈبا پیش کیا پھر نبی ﷺ کو اس سے شہد پیش کیا تب میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور اس کے لیے کوئی حیلہ کر لیں گے پس میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا: عنقریب آپ کے پاس نبی ﷺ آئیں گے جب وہ آپ کے قریب آئیں تو آپ ان سے کہیں: آپ نے مغایر کھایا ہے؟ وہ آپ سے کہیں گے: نہیں پھر آپ ان سے کہیں: تب یہ آپ کے پاس سے بوکیسی آرہی ہے؟ آپ کہیں گے: مجھے حفصہ نے شہد پلایا تھا تو آپ ان سے کہیں: شہد کی مکھی نے عرفط درخت کی پتیوں کو چوس لیا ہوگا اور عنقریب میں بھی یہی کہوں گی اور اے صفیہ! تم بھی یہی کہنا حضرت سودہ کہتی ہیں کہ جب نبی ﷺ دروازے پر کھڑے ہوئے تو میں نے تمہارے ڈر سے ارادہ کیا کہ میں وہی کہوں جو تم نے کہا تھا پھر جب آپ حضرت سودہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مغایر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں حضرت سودہ نے کہا: پھر آپ سے یہ بوکیسی آرہی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے حضرت سودہ نے کہا: شہد کی مکھی نے عرفط درخت کی پتیوں کو چوس لیا ہوگا پھر جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا پھر جب آپ حضرت صفیہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا پھر جب آپ حضرت حفصہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس سے شہد پلاؤں آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے حضرت سودہ کہتی تھیں: اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو شہد سے روک دیا تو میں نے ان سے کہا: چپ رہو۔ (صحیح البخاری: ۵۲۶۸، صحیح مسلم: ۴۷۳۷، الرقم المسلسل: ۳۶۱۵)

اس اعتراض کا جواب کہ بخاری اور مسلم کی ان دو حدیثوں میں تعارض ہے

ان حدیثوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عبید بن عمیر کی روایت میں ہے: حضرت زینب بنت جحش نے رسول اللہ ﷺ کو شہد پلایا تھا اور ہشام بن عروہ کی روایت میں حضرت حفصہ نے آپ کو شہد پلایا تھا یہ ظاہر یہ تعارض ہے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس تعارض کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔ پہلے حضرت حفصہ کے شہد پلانے کا واقعہ ہے اور پھر حضرت زینب بنت جحش کے شہد پلانے کا واقعہ ہے اس لیے ان میں تعارض نہیں ہے۔ اور ترجیح کے طریقہ سے عبید بن عمیر کی حدیث راجح ہے کیونکہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ نبی ﷺ پر شہد کو روکنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہشام بن عروہ کی روایت درایہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس روایت کے مطابق نبی ﷺ کے خلاف ایک دوسری کی مدد کرنے والی تین ازواج تھیں: حضرت عائشہ حضرت سودہ اور حضرت صفیہ اور قرآن مجید میں تصریح ہے کہ یہ دو بیویاں تھیں کیونکہ قرآن مجید میں تشبیہ کا صیغہ ہے: ”وَإِنْ تَظْهَرَا عَلَيْهِ“ (التحریم: ۴) اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ دو بیویاں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اس لیے عبید بن عمیر کی روایت صحیح ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت زینب بنت جحش نبی ﷺ کو شہد پلاتی تھیں اور اس کے خلاف حیلہ کرنے کا حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے مشورہ کیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ ازواج مطہرات نے مغایر کی بوکا کہہ کر نبی ﷺ سے جھوٹ بولا

اگر اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر لازم آئے گا کہ ازواج مطہرات نے نبی ﷺ سے جھوٹ بولا اس کا جواب یہ

ہے کہ جھوٹ تب ہوتا جب وہ آپ کو یہ خبر دیتیں کہ آپ نے مغایر کھایا ہے جب کہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا: کیا آپ نے مغایر کھایا ہے؟ یہ آپ کے منہ سے کیسی بو آرہی ہے؟ انہوں نے یہ بات سوالیہ انداز میں کہی اور حرف استفہام کو ذکر نہیں کیا اور اس کو انہوں نے حیلہ سے تعبیر کیا یعنی یہ آپ کو شہد پینے سے یا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ ٹھہرنے سے روکنے کی خفیہ تدبیر تھی اور حیلہ کرنا جائز ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کے لیے حیلہ کیا تھا اسی طرح حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے یہ تدبیر اس لیے اختیار کی تاکہ وہ نبی ﷺ کو زیادہ دیر اپنے پاس ٹھہرا سکیں۔

یہ بحث مصنف کے خصائص میں سے ہے اور کسی شرح میں یہ تفصیل نہیں ہے۔

دوسرے نبیوں کی شریعت پر عمل کرنا نبی ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہے پھر حضرت عمر نے مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کی درخواست کیوں کی؟

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کا ذکر ہے کہ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالیا جائے اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر کو یہ علم تھا کہ دوسری ملت کی پیروی کرنے سے نبی ﷺ ناراض ہوتے ہیں کیونکہ جب حضرت عمر نبی ﷺ کے سامنے تورات پڑھ رہے تھے تو نبی ﷺ ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں (سیدنا) محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر تمہارے سامنے حضرت موسیٰ ظاہر ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو تم سیدھے راستے سے گم راہ ہو جاتے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پالیتے تو میری پیروی کرتے۔ (سنن داری: ۴۳۵) تو پھر حضرت عمر نے یہ سوال کیوں کیا کہ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر حضرت عمر کو علم ہوا کہ ہماری شریعت میں حضرت ابراہیم کی ملت کی پیروی کرنا پسندیدہ ہے اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا اور وہ آیات یہ ہیں جن میں حضرت ابراہیم کے متعلق فرمایا ہے:

إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا. (البقرہ: ۱۲۳)

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا.

(النحل: ۱۲۳) پیروی کیجئے جو ادیان باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں۔

فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا. (آل عمران: ۹۵)

سو (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو ادیان باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں۔

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمُكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا. (الحج: ۷۸)

(یہ) تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس (قرآن) میں (بھی)۔

اور رسول اللہ ﷺ سے بھی ان کا ذکر سنا:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲، مسند احمد ج ۳ ص ۶۸)

اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے افعال کی حج میں اتباع کی جاتی ہے اور ان کی سنت کے مطابق ختنہ کیا جاتا ہے اور بیت اللہ کے بنانے کی بھی ان کی طرف نسبت ہے اور مقام میں ان کے قدم کا نقش قائم ہے جیسے کسی عمارت کے بنانے والے کا نام اس عمارت پر کندہ ہوتا ہے جس طرح آج کل بھی سنگ بنیاد رکھنے کا رواج ہے جس سے بنانے والے کی یادگار قائم رہتی ہے تو

حضرت عمرؓ نے سوچا کہ کعبہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کے طور پر اس پتھر کو مصلیٰ بنالیا جائے جس پر ان کے پیر کا نقش اب تک قائم ہے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد قائم رہے اور کعبہ میں نماز پڑھتے وقت اور حج کرتے وقت یہ ذہنوں میں رہے کہ ہمارے پہلے مقتدی اور ہمارے نبی ﷺ کے جد امجد اور اس کعبہ کے بانی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ”مقام“ کا معنی ہے: کھڑے ہونے کی جگہ یعنی یہ پتھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ تھا جس پر آپ کے پیر کا نشان ثبت تھا اس کی حضرت عمرؓ کے نزدیک یہ عظمت تھی کہ انہوں نے درخواست کی کہ اس کو مصلیٰ بنالیا جائے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کی کسی نبی کی طرف نسبت ہو اس کو یادگار بنانا حضرت عمرؓ کے نزدیک جائز تھا اور رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک اور آپ کے دیگر تبرکات کو جو بہ طور یادگار محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ان کی زیارت کی جاتی ہے اور آپ کا میلاد منایا جاتا ہے اس کی اصل بھی یہی آیت اور یہی حدیث ہے نیز مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے مقبول ہونے کا اظہار ہے:

وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ O (الشعراء: ۸۴) اور میرا ذکر خیر بعد کے لوگوں میں باقی رکھنا O

ازواج مطہرات کے حجاب کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور میں نے پردہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی۔ پہلے نبی ﷺ عرب کے رواج کے مطابق ازواج مطہرات کو پردہ میں نہیں رکھتے تھے اور آپ پر یہ مخفی نہیں تھا کہ آپ کی ازواج کا پردہ میں رہنا بہتر ہے لیکن آپ اس معاملہ میں وحی کا انتظار فرما رہے تھے ازواج مطہرات کے حجاب کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ. (النساء: ۵۳) اور جب تم نبی کی ازواج سے کسی چیز کا سوال کرو تو ان سے پردہ کی اوٹ سے سوال کرو۔

یہ آیت سورۃ الاحزاب کی ہے اور جمہور ارباب سیر و مغازی کا اتفاق ہے کہ غزوۃ الاحزاب ۵ ہجری میں ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۹۳ ۱۱۲ ہجری ۱۳۲۶ھ)

ازواج مطہرات کے حجاب کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ حجاب کے متعلق جاننے والا ہوں اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی مجھ سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے حضرت انس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کے ساتھ شب زفاف کی صبح کی آپ نے ان کے ساتھ مدینہ میں نکاح کیا تھا پھر آپ نے دن چڑھنے کے بعد لوگوں کو ولیمہ کے لیے بلایا پس رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور لوگوں کے اٹھنے کے بعد کچھ لوگ آپ کے ساتھ بیٹھے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے پھر آپ چلے گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلا گیا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازہ پر پہنچ گئے پھر آپ نے گمان کیا کہ شاید اب وہ لوگ حجرہ سے باہر نکل گئے ہوں گے سو آپ لوٹ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ آیا جب کہ وہ لوگ اپنی جگہوں پر اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے آپ پھر لوٹ کر گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ گیا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ کے حجرہ تک پہنچے پھر آپ لوٹ آئے اور میں بھی لوٹ آیا اس وقت وہ لوگ کھڑے ہو گئے پھر آپ نے میرے اور اپنے گھر کے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل کر دی۔

(صحیح البخاری: ۵۳۶۶، صحیح مسلم: ۱۳۲۸، رقم السلسل: ۳۳۳۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۶۱۶)

اور وہ یہ آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَظِيرٍ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں داخل نہ ہو سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے کھانا پکے کا انتظار نہ کرتے رہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے سو وہ تم سے حیا کرتے ہیں اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے: نبی ﷺ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ غزوہ بنو قریظہ کے بعد ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا اور اسی تاریخ کو حجاب کے احکام نازل ہوئے۔

(الہدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۲۰۵ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کی ازواج مطہرات پر جو حجاب فرض ہے وہ عام مسلم خواتین کی بہ نسبت زیادہ سخت اور مؤکد ہے عام مسلم خواتین تو گواہی یا علاج کی ضرورت کی وجہ سے اجنبی مردوں کے سامنے چہرے اور ہاتھوں کو کھول سکتی ہیں اور ازواج مطہرات کو اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۱۹ ص ۱۷۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ ﷺ کی ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں پھر کیسے فرمایا: اللہ ان کے بدلہ میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا؟

اس حدیث کے آخر میں التحريم: ۵ کی آیت ذکر کی گئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آپ نے تم سب کو طلاق دے دی تو عنقریب آپ کا رب آپ کو (تمہارے) بدلے میں تم سے بہتر ازواج عطا کر دے گا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ نبی ﷺ اپنی ازواج کو طلاق نہیں دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے کہ اگر بالفرض نبی ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ آپ کے نکاح میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ نے ازواج کے متعلق اس لیے فرمایا ہے تاکہ وہ نبی ﷺ کی نافرمانی کرنے اور آپ کو ناراض کرنے کے خلاف مدد کرنے سے ڈرتی رہیں۔ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جن عورتوں کو ازواج کے بدلہ میں لایا جائے گا وہ ازواج سے بہتر کیسے ہو سکتی ہیں جب کہ روئے زمین پر کوئی عورت امہات المؤمنین سے بہتر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب رسول اللہ ﷺ ان کی نافرمانی اور آپ کو ایذا پہنچانے کی وجہ سے ان کو طلاق دے دیتے پھر ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر ہونے کی صفت پر باقی نہیں رہتیں اور دوسری عورتیں جو آپ کی اطاعت گزار ہوتیں وہ ان سے بہتر ہوتیں لیکن جب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق توبہ کر لی تو پھر وہی سب سے اعلیٰ اور افضل رہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۷۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۵ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

یہ ہو سکتا ہے کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے اعتبار سے تو آپ کی ازواج سے بہتر نہ ہوتیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے حق میں ازواج مطہرات سے بہتر ہوتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مُسْلِمَاتٌ مُّؤْمِنَاتٌ قَانِتَاتٌ تَائِبَاتٌ عَابِدَاتٌ سَاجِدَاتٌ مَخِضَاتٌ خَائِفَاتٌ ذَاتَاتُ بُحْرَانٍ (التحریم: ۵)

اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج بھی اس صفت پر تھیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے کہا: آپ حضرت حفصہ سے رجوع کر لیجئے کیونکہ وہ بہت روزے رکھنے والی اور بہت قیام کرنے والی ہیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عورتیں اپنے حسن و جمال اور اپنے نسب کے اعتبار سے ازواج مطہرات سے بہتر ہوتیں۔

حضرت حفصہ نے رسول اللہ ﷺ کا راز فاش کر دیا تھا، آپ نے حضرت حفصہ کی دل جوئی کے لیے ان سے فرمایا تھا: میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا یا فرمایا تھا: میرے بعد ابو بکر اور عمر خلیفہ ہوں گے لیکن تم یہ کسی کو بتانا نہیں، حضرت حفصہ نے یہ بات حضرت عائشہ کو بتادی تھی، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے نبی کی دونوں بیویاں!) اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو بہتر ہے، پس بے شک تم دونوں کے دل (نبی ﷺ کی شدت محبت میں) بہت جھک گئے ہیں، اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً ان کا کارساز اللہ ہے، اور جبریل ہیں اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی ان کی مدد کرنے والے ہیں۔ (التحریم: ۳) اور احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی تھی، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ سے کہا کہ آپ حضرت حفصہ سے رجوع کر لیں، وہ بہت روزے رکھنے والی اور بہت قیام کرنے والی ہیں اور یہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔ (تأویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۸۲)

امام ماتریدی مزید لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ عورتیں ازواج مطہرات سے اس لحاظ سے بہتر ہوتیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہ کرتیں اور آپ کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرتیں اور اگر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ توبہ نہ کرتیں اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہیں تو پھر وہ عورتیں ان ازواج سے بہتر ہوتیں، لیکن جب انہوں نے آپ کی نافرمانی سے توبہ کر لی اور آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد نہیں کی تو وہ اپنے مرتبہ پر برقرار رہیں اور وہی تمام دنیا کی عورتوں سے افضل رہیں۔ (تأویلات اہل السنۃ ج ۱۰ ص ۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۴۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَوةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ ابْنُ فَقَّالٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَنْزَلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنًا وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكُعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوهَا وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكُعْبَةِ. [اطراف الحديث: ۳۴۸۸-۳۴۹۰-۳۴۹۱-۳۴۹۲-۴۵۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن انس نے خبر دی از عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ صبح کی نماز میں قباء میں تھے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ قبلہ کی طرف منہ کریں، پس تم بھی قبلہ کی طرف منہ کر لو اس وقت نمازیوں کے چہرے شام کی طرف تھے وہ فوراً کعبہ کی طرف پھر گئے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۶، رقم المسلسل: ۱۱۵۸، سنن نسائی: ۷۴۵، سنن ترمذی: ۳۳۱-۲۹۶۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۴۵، سنن دارمی: ۱۲۳، صحیح ابن خزمیرہ: ۳۳۵، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۵، المعجم الکبیر: ۵۳۰، ج ۲ ص ۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۴۶۴۲، ج ۸ ص ۲۶۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۹۱، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ قبلہ کی طرف منہ کریں۔

حدیث مذکور کا حدیث: ۳۹۹ سے ایک تعارض کا جواب اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا اس کا نام عبّاد بن بشر تھا، اس حدیث میں صبح کی نماز میں آنے کا ذکر ہے اس سے پہلے حدیث: ۳۹۹ میں حضرت البراء کی روایت میں عصر کی نماز کا ذکر تھا، ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ جو مدینہ میں داخل تھے ان کے پاس عصر کے وقت خبر پہنچی اور جو مدینہ سے خارج تھے ان کے پاس صبح کے وقت خبر پہنچی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آج رات آپ پر قرآن نازل ہوا اس سے مراد قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ. (البقرہ: ۱۴۴)

بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔

اس حدیث کے اکثر مسائل اور فوائد حضرت البراء کی حدیث: ۳۹۹ میں بیان کیے جا چکے ہیں، مزید فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی ﷺ کو جو حکم دیا جائے اس کا کرنا آپ کی امت پر بھی لازم ہوتا ہے کیونکہ آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کریں، پھر یہ آپ کی امت پر بھی لازم ہو گیا، حتیٰ کہ انہوں نے نماز میں اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیا، جو لوگ قباء میں نماز پڑھ رہے تھے ان سے ایک شخص نے کہا: اب قبلہ بدل گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے نماز میں کعبہ کی طرف منہ کر لیا ہے، وہ شخص ان کی نماز سے خارج تھا، پھر بھی انہوں نے اس کے قول پر عمل کیا حالانکہ جو شخص خارج از نماز ہو اس کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ خارج از نماز کے قول پر عمل کرنا مقصد صلوٰۃ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث خلاف قیاس ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ جب مسافر امام نماز پڑھا رہا ہو اور اس کی اقتداء میں مقیم بھی نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ سلام پھیرنے کے بعد نمازیوں سے کہتا ہے: تم لوگ اپنی نماز پوری کرو کیونکہ میں مسافر ہوں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقیم نمازی اس کے قول پر عمل کر کے اپنی نماز پوری کرتے ہیں، حالانکہ وہ مسافر امام سلام پھیرنے کے بعد ان کی نماز سے خارج ہو چکا ہوتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۰۸۰، ج ۲ ص ۶۷ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① نسخ کی بحث ② نسخ کی تعریفات ③ نسخ کی اقسام ④ نسخ القرآن بالقرآن ⑤ نسخ القرآن بالحدیث ⑥ نسخ الحدیث بالحدیث ⑦ نسخ الحدیث بالقرآن ⑧ تحویل قبلہ کی تاریخ ⑨ کعبہ کی طرف پہلی نماز ⑩ روایات میں تطبیق ⑪ خبر واحد پر عمل ⑫ ورود شرع سے قبل تکلیف کا حکم ⑬ دیگر فوائد ⑭ مکہ میں قبلہ کا رخ۔

یہ ابحاث ص ۶۸ سے ص ۷۳ تک ہیں۔

۴۰۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقَالُوا أَرَيْدُ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ وَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از الحکم از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعت نماز پڑھائی تو لوگوں نے کہا: کیا

ذَٰلِكَ؟ قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا! فَتَنِي رَجُلِيهِ، وَسَجَدَ. نماز زیادہ کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے؟ سجدتین۔

(جامع السانید لابن الجوزی: ۴۱۹۰، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۳۲۶ھ) پیر (قبلہ کی طرف) موڑے اور (سہو کے) دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۰۱ کا مطالعہ کریں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: کعبہ کی طرف منہ کرنا جہاں کہیں بھی ہو اور اس حدیث کا عنوان ہے: ”قبلہ کے متعلق احادیث اور جس نے سہو قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔“ اور اس حدیث میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ آپ نے کعبہ سے پیٹھ پھیرنے کے بعد کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور اس نماز کا اعادہ نہیں کیا۔

۳۳۔ بَابُ حَلِّ الْبَزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ

بلغم کو مسجد سے ہاتھ کے ساتھ کھرچنا

اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ اس سے پہلے قبلہ کے متعلق ابواب کا ذکر ہو رہا تھا اور اب ابواب مسجد کا ذکر ہو رہا ہے اور قبلہ اور مسجد میں مناسبت ظاہر ہے۔

۴۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ، حَتَّى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ، فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَوَتِهِ، فَإِنَّهُ يَنَاجِي رَبَّهُ، أَوْ إِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَزُقُّ أَحَدُكُمْ قَبْلَ قِبْلَتِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ، ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِذَائِهِ، فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، فَقَالَ أَوْ يَفْعَلْ هَكَذَا. (سنن ابوداؤد: ۳۸۹، مسند الحمیدی: ۱۲۱۹، سنن دارمی: ۱۳۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۹-۱۸۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے قبلہ (کی جانب) بلغم کو دیکھا آپ کو یہ ناگوار گزرا حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر اس کے اثرات ظاہر ہوئے آپ نے اس بلغم کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے کلام کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان (متوجہ) ہوتا ہے سو تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی جانب نہ تھوکے لیکن اپنی بائیں جانب یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک دے پھر آپ نے اپنی چادر کے ایک پلو کو پکڑ کر اس میں تھوکا پھر تھوک کے بعض حصہ کو بعض پر مل دیا پھر فرمایا: یا اس طرح کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۱ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: بلغم اور ریخت وغیرہ کو کپڑے میں ملنا۔

قبلہ کا احترام کرنا اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قبلہ کی تکریم اور اس کی تزیہ کا ثبوت ہے کیونکہ نمازی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے اس لیے اس پر واجب ہے کہ جب وہ دنیا کے لوگوں کے چہروں کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو جن چیزوں سے ان لوگوں کی تکریم کرتا ہے قبلہ کی بھی ان چیزوں سے تکریم کرے بلکہ ان سے زیادہ تکریم کرے اور جب وہ مخلوق کے منہ کے سامنے تھوکتا ان کے ادب و احترام کے خلاف سمجھتا ہے تو خالق کے سامنے تھوکتا اس سے زیادہ خلاف ادب سمجھے۔

طاؤس رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ کے قبلہ کی تکریم کرو اور قبلہ کی جانب نہ تھوکو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تھوک اور بلغم پاک ہوتا ہے اسی وجہ سے نبی ﷺ نے اس کو کپڑے میں ملنے کا حکم دیا ہے۔
 چاہم طبعاً یہ مکروہ ہے اور اس سے گھن آتی ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت حاصل ہے اسی لیے آپ نے بائیں جانب یا قدموں کے نیچے تھوکنے کا حکم دیا ہے یعنی اگر شدید کھانسی کے ساتھ بلغم آئے اور اس کو تھوک کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو دائیں جانب کے بجائے بائیں جانب تھوکے یہ حکم اس وقت تھا جب مسجد کا کچا فرش ہوتا تھا نمازی اپنی بائیں جانب تھوک کر اس کو مٹی کے نیچے دبا دے لیکن اب جب کہ مسجد میں دریاں اور قالین بچھے ہوئے ہوتے ہیں تو نمازی در یوں یا قالین کے اوپر تھوک کر در یوں اور قالینوں کو خراب نہ کرے بلکہ اگر مجبوراً اس کو تھوکنا پڑے تو اپنے کپڑے کے پلو میں تھوک لے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا تو آپ کو ناگوار گزرا اور آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ امت کے ناشائستہ کاموں سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے۔

نبی ﷺ کی تواضع اور انکسار اور اپنے ہاتھوں سے دیوار قبلہ کو صاف کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کسی کے جسے ہوئے بلغم کو نبی ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کھرچ کر صاف کیا اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے دل میں مسجد کی کتنی عزت اور قبلہ کا کتنا احترام تھا۔ آج اگر ہماری مساجد میں سے کسی مسجد کے قبلہ میں یا دیوار قبلہ میں کسی کا بلغم یا رینٹ ہو تو کسی نمازی کو اسے خود صاف کرنے کا خیال نہیں آئے گا بلکہ وہ خادم یا مؤذن کو بلا کر ڈانٹے گا اور اسے صاف کرنے کے لیے کہے گا اور اسے خود کسی کا بلغم صاف کرتے ہوئے عار آئے گا یا گھن آئے گی اور وہ اس کو اپنے وقار اور مرتبہ کے خلاف سمجھے گا۔

سوچیے! ہم کیا ہیں اور ہمارا مقام کیا ہے! یہ دو عالم کے سردار عرش کے شہسوار اور محبوب کردگار ہیں ان کو دیوار قبلہ سے کسی کا بلغم یا رینٹ صاف کرتے ہوئے کوئی کراہت نہیں آرہی کوئی گھن نہیں آرہی یہ اپنے ہاتھ سے بلغم صاف کر رہے ہیں یہ وہ ہاتھ ہیں جو اپنے ہاتھوں سے کفار کی طرف کنکریاں ماریں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ. (الأنفال: ۱۷)
 (اے رسول معظم!) تم نے کنکریاں نہیں ماریں جب تم نے کنکریاں ماری تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں۔

جب ان کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ. (الفتح: ۱۰)

جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرے تو اللہ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ.

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ یقیناً اللہ

(الفتح: ۱۰) سے بیعت کر رہے ہیں۔

یہ وہ ہاتھ ہیں کہ وہ ان سے اشارہ کریں تو چاند شق ہو جائے سورج پلٹ جائے یہ وہ ہاتھ ہیں کہ دعا کے لیے انھیں تو اجابت آگے بڑھ کر استقبال کرے۔

وہ ان ہاتھوں سے کسی کے بلغم اور رینٹ کی گندگی کھرچ رہے ہیں اور دیوار قبلہ کو صاف کر رہے ہیں۔

۴۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى بُصَاقًا فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَّهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي، فَلَا يَبْصُقْ قَبْلَ وَجْهِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ قَبْلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلَّى. [أطراف الحديث: ۷۵۳-۱۲۱۳-۶۱۱]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے دیوار قبلہ میں تھوک دیکھا تو آپ نے اس کو کھرچ دیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۷، رقم السلسل: ۱۲۰۱، سنن نسائی: ۷۲۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۲، مسند الحمیدی: ۷۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۶۳، مسند ابویعلیٰ: ۹۷۵، صحیح ابن خزیمہ: ۸۷۵، شرح النہ: ۴۹۳، مسند احمد ج ۳ ص ۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۰۲۵، ج ۱ ص ۷۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۱۹، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے دیوار قبلہ سے بلغم کھرچ کر صاف کر دیا۔

۴۰۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا أَوْ بُصَاقًا أَوْ نُخَامَةً فَحَكَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دیوار قبلہ میں رینٹ (ناک کی رطوبت) یا تھوک یا بلغم دیکھا تو آپ نے اس کو کھرچ کر صاف کر دیا۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں (۴۰۷-۴۰۶) کی شرح وہی ہے جو صحیح البخاری: ۴۰۵ میں کر دی گئی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۲۵، ج ۲ ص ۱۱۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) تھوکنے کے احکام (۲) مسجد کی صفائی (۳) علوم نبوت۔

کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ

کو کھرچ کر صاف کرنا

۳۴ - بَابُ حَلِّ الْمُخَاطِ

بِالْحَصَى مِنَ الْمَسْجِدِ

یہ باب کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو صاف کرنے کے بیان میں ہے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں ہاتھ سے بلغم یا رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنے کا بیان تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِنَّ وَطْئَتَ عَلَى قَدَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ وَإِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم تر نجاست پر چلے ہو تو اس کو دھو لو اور خشک نجاست پر چلے ہو تو پھر نہیں۔

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

یحییٰ بن وثاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نماز کے لیے نکلا اور وہ نجاست پر چلتا ہوا گیا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر وہ نجاست تر ہے تو جس جگہ وہ نجاست لگی ہے اس کو دھو لے اور اگر وہ نجاست خشک ہے تو پھر اس کو کوئی نقصان نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۸، ج ۱ ص ۵۸، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی ازحمید بن عبد الرحمن کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی دیوار میں بلغم کو دیکھا تو آپ نے ایک کنکری پکڑ کر اس کو کھرچ دیا پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بلغم تھو کے تو وہ اپنے سامنے تھو کے نہ اپنی دائیں اسے چاہیے کہ وہ اس کو اپنی بائیں جانب تھو کے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھو کے۔

۴۰۸، ۴۰۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاولَ حَصَاةً فَحَكَّهَا فَقَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قَبْلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى. [اطراف الحديث: ۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲]

(جامع المسانید ابن الجوزی: ۲۰۴۴، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ میں گزر چکی ہے وہاں ہاتھ سے بلغم صاف کرنے کا ذکر تھا اور یہاں کنکری کے ساتھ بلغم صاف کرنے کا ذکر ہے۔

نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھو کے

۳۵۔ بَابُ لَا يَبْصُقُ عَنْ يَمِينِهِ فِي الصَّلَاةِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھو کے اور باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمن کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی دیوار میں بلغم کو دیکھا تو آپ نے کنکری پکڑ کر اس کو کھرچ دیا پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بلغم تھو کے تو اپنے چہرے کے سامنے تھو کے نہ اپنی دائیں طرف بلکہ بائیں طرف تھو کے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے۔

۴۱۰، ۴۱۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي حَائِطِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاولَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصَاةً فَحَكَّهَا ثُمَّ قَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قَبْلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى.

(صحیح مسلم: ۵۳۸، الرقم المسلسل: ۱۲۰۳، سنن نسائی: ۷۳۵، سنن ابن ماجہ: ۷۶۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۲، مسند الحمیدی: ۷۲۸، مصنف ابن

ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۶۳، مسند ابویعلیٰ: ۹۷۵، صحیح ابن خزیمہ: ۸۷۵، شرح السنن: ۳۹۳، مسند احمد ج ۳ ص ۶، طبع قدیم مسند احمد ۱۱۰۲۵، ج ۱ ص ۱۷۱،

مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید ابن الجوزی: ۲۰۴۴، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس

۴۱۲۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَفَلَّنَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ

وَلَا عَنْ يَمِينِهِ ' وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ ' أَوْ تَحْتَ رِجْلِهِ .
 ﷺ سے سنا ہے انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف بلکہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے پیر کے نیچے۔

اس کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۶۔ بَابُ لِيَبْزُقَ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى

اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک جب مومن نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے سو وہ اپنے سامنے تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں تھوکے یا اپنے قدم کے نیچے۔

۴۱۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَتَجَوَّعُ رَبَّهُ ' فَلَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ ' وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ ' أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ .
 (جامع المسانيد ۱۱ بن الجوزي: ۵۰۲، مكتبة الرشد رiaz ۱۴۲۶ھ)

اس کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ کریں۔

۴۱۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ' عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ' عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصَرَ نُحَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ' فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ' ثُمَّ نَهَى أَنْ يَبْزُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ ' أَوْ عَنْ يَمِينِهِ ' وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ ' أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى . وَعَنِ الزُّهْرِيِّ ' سَمِعَ حُمَيْدًا ' عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نَحْوَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از حمید بن عبد الرحمن از حضرت ابوسعید کہ نبی ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا آپ نے کنکری کے ساتھ اس کو کھرچ دیا پھر آپ نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص اپنے سامنے تھوکے یا اپنی دائیں جانب لیکن اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے اٹنے قدم کے نیچے۔ اور زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے حمید سے سنا از ابوسعید اس کی مثل۔

(جامع المسانيد ۱۱ بن الجوزي: ۲۰۴، مكتبة الرشد رiaz ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ کریں۔

۳۷۔ بَابُ كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں تھوکنے کا کفارہ

اس باب میں مسجد میں تھوکنے کا کفارہ بیان کیا گیا ہے کفارہ اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کو مٹا دے یا چھپا دے اس کا مادہ کفر ہے اور اس کا معنی ستر اور چھپانا ہے اسی وجہ سے کسان کو عربی میں کافر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی بیچ کو زمین میں چھپاتا ہے اور دین اسلام کے مخالف کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دین حق کو چھپاتا ہے اور اسے مٹانے کے درپے ہوتا ہے۔

۴۱۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا۔
ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنہ گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۵۲، الرقم المسلسل: ۱۲۱۰، سنن ابوداؤد: ۴۷۵، سنن ترمذی: ۵۷۲، سنن نسائی: ۷۲۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۹۸۸، سنن الدارمی: ۱۳۹۵، مسند ابویعلیٰ: ۳۲۲۲، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۰۹، شرح السنۃ: ۳۸۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۱، صحیح ابن حبان: ۳۵۷۹، مسند احمد ج ۳ ص ۷۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۷۷۵-ج ۲۰ ص ۱۷۵-۱۷۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اگر مسجد کے فرش کی ہو جیسے کسی چھوٹے گاؤں میں ہوتی ہیں اور وہاں بلغم کو مٹی کے نیچے دبا دیا جائے تو وہ اس حدیث کے مطابق ہے اور جہاں مسجد کا پختہ سیمنٹ یا مزارک یا ٹائلز کا فرش ہو اور اس پر دریاں اور قالین بچھے ہوئے ہوں تو وہاں پر اگر بے اختیار بلغم آجائے تو اس کو رومال یا کپڑے کے پلو میں لپیٹ کر رکھ لے اور بعد میں اس کپڑے کو صاف کر کے دھو لے۔

۳۸- بَابُ دَفْنِ النَّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ

ان دونوں بابوں کی مناسبت ظاہر ہے۔

۴۱۶- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ، فَلَا يَبْصُقُ أَمَامَهُ، فَإِنَّمَا يَنَاجِي اللَّهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ، فَيَدْفِنُهَا۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کی طرف کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھو کے کیونکہ جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہے اللہ سے مناجات کر رہا ہے اور نہ اپنی دائیں طرف تھو کے کیونکہ اس کی دائیں طرف فرشتہ ہے اس کو بائیں طرف تھو کنا چاہیے یا اپنے قدم کے نیچے پھر اس کو دفن کر دے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی بائیں طرف بھی تو فرشتہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دائیں طرف والے فرشتے کو فضیلت حاصل ہے کیونکہ وہ نیکیاں لکھتا ہے۔ اس حدیث کے باقی مضمون کی شرح حدیث: ۴۱۵ میں دیکھیں۔

۳۹- بَابُ إِذَا بَدَرَهُ الْبَزَاقُ

فَلْيَأْخُذْ بَطَرَفِ ثَوْبِهِ

یعنی جب بے اختیار کھانسی اٹھے اور بلغم نکل آئے جس کو روکنے پر وہ قادر نہ ہو تو اس کو کپڑے میں لپیٹ لے۔

۴۱۷- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَحَكَّهَا بِيَدِهِ، وَرَنَى مِنْهُ كَرَاهِيَةً، أَوْ رَنَى كَرَاهِيَتَهُ لِذَلِكَ، وَشَدَّتْهُ عَلَيْهِ، وَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حُمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی جانب میں بلغم دیکھا آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا اور آپ پر کراہیت دیکھی گئی یا

فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ، أَوْ رَبُّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ، فَلَا يَزُقُّ فِي قِبْلَتِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ. ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ، فَبَزَقَ فِيهِ، وَرَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، قَالَ (أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا).

(جامع السانید لابن الجوزی: ۵۰۲، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۴۲۶ھ)

اس وجہ سے آپ پر شدید کراہیت دیکھی گئی اور آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے رب سے مناجات کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان ہوتا ہے پس وہ اپنے قبلہ کی جانب نہ تھو کے لیکن بائیں جانب تھو کے یا اپنے قدم کے نیچے پھر آپ نے اپنی چادر کا پلو پکڑا اور اس میں تھوک کر اس کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا اور فرمایا: (یا اس طرح کرے)۔

مسجد کی حفاظت کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ گندگی کو زائل کرنا اور مسجد کو اس سے پاک رکھنا مستحب ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ امام اور سربراہ کو مسجد کے احوال کی دیکھ بھال کرنی چاہیے اور مسجد کی تکریم اور اس کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اگر نمازی کو بے اختیار بلغم آ جائے تو وہ اس کو اپنے رومال یا کپڑے میں تھوک لے اور نماز کو فاسد نہ کرے اور اس میں ثبوت ہے کہ تھوک، بلغم اور رینٹ پاک ہیں اگر وہ کپڑے پر لگے ہوں تو نماز جائز ہے لیکن ان سے گھن آتی ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر شرف حاصل ہے باقی مضمون کی شرح حدیث: ۴۰۵ میں دیکھیں۔

۴۰۔ بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النَّاسِ فِي إِتْمَامِ الصَّلَاةِ وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ

امام کا لوگوں کو نماز پوری کرنے کی نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر کرنا

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ ان میں مسجد کے قبلہ کی جانب تھوکنے سے منع فرمایا ہے جو کہ ایک نصیحت ہے اور اس باب میں بھی نصیحت کا ذکر ہے۔

۴۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا؟ فَوَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا رُكُوعُكُمْ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي.

(طرف اللہ: ۷۴، صحیح مسلم: ۴۲۳، رقم المسلسل: ۹۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میری توجہ صرف قبلہ کی طرف ہوتی ہے (اور میں کسی اور طرف نہیں دیکھتا) پس اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع مخفی ہے اور نہ تمہارا رکوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

دیکھنے اور دکھائی دینے میں اہل سنت کا موقف اور نبی ﷺ کے پس پشت دیکھنے کی کیفیت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع مخفی ہے اور نہ تمہارا رکوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

آپ کی اس روایت کے مسئلہ میں جمہور کا موقف یہ ہے اور وہی صحیح ہے کہ یہ ”روایت“ نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے اور آپ کا دیکھنا اور اک حقیقی ہے اور یہ خلاف عادت ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو علامات نبوت میں بھی ذکر کیا ہے اور

اس حدیث میں اشاعرہ کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ دیکھنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ کوئی چیز انسان کے سامنے ہو اور بالمقابل ہو وہ کہتے ہیں کہ چین میں اندھا شخص اندلس کے شہر کو دیکھ لے تو یہ ممکن ہے اور اہل سنت کے نزدیک یہی برحق ہے کہ دیکھنے کے لیے کوئی عضو مخصوص شرط ہے اور نہ کسی چیز کا بالمقابل اور قریب ہونا شرط ہے اسی وجہ سے انہوں نے یہ کہا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہے اور معتزلہ کرامیہ اور مشبہہ وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اہل سنت معقول اور منقول دونوں طرح سے اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کو ثابت کرتے ہیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ نبی ﷺ کے پیچھے کس طرح دیکھتے ہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی پیٹھ میں ایک آنکھ تھی جس سے آپ ہمیشہ دیکھتے تھے دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے دو کندھوں میں سوئی کے ناکے کے برابر دو آنکھیں تھیں جس سے آپ دیکھتے تھے اور کوئی چیز آپ کے دیکھنے میں حاجب نہیں ہوتی تھی تیسرا قول یہ ہے کہ دیوار قبلہ میں آپ کے لیے پیچھے کی تمام اشیاء کی صورتیں اس طرح منقش ہو جاتی تھیں جس طرح آئینہ میں صورتیں منعکس ہو جاتی ہیں اور آپ اس میں لوگوں کے افعال کا مشاہدہ کرتے تھے۔

سربراہ قوم کو چاہیے کہ وہ قوم کی عبادات کی نگرانی کرے اور ان کی خطاؤں پر متنبہ کرے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھ پر تمہارا رکوع مخفی ہے نہ خشوع یعنی تمہارا ظاہر اور باطن میرے سامنے عیاں اور بیاں ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ قوم جب قوم کے کسی کام میں کوئی نقص دیکھے تو ان کو متنبہ کرے اور ان کو صحیح کرنے پر ابھارے اور نصیحت کرے۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۲۳۳-۲۳۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۶۲۔ ج ۱ ص ۱۲۱۹ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

رسول اللہ ﷺ کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کی یہ صفت وقتی اور عارضی تھی دائمی نہیں تھی۔ شرح صحیح مسلم میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کی یہ صفت دائمی تھی اور رسول اللہ ﷺ کے شاہد اور اعمال امت پر گواہ ہونے سے استدلال کیا ہے اور آپ کے فضائل میں بہت نکات بیان کیے ہیں اور خلیل احمد سہارنپوری نے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے اس کا دلائل سے رد کیا ہے۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۲۶-۱۲۲۰ پر چھ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے صحیح البخاری: ۱۸۷ میں کی ہے۔

۴۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هَلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةٌ ثُمَّ رَفِيَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ فِي الصَّلَوةِ وَفِي الرُّكُوعِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَائِي كَمَا أَرَاكُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ منبر پر چڑھے پھر آپ نے نماز اور رکوع کے متعلق فرمایا: بے شک میں تم کو اپنے پیچھے بھی ضرور اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے دیکھتا ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن صالح الوحاظی (۲) فلیح (۳) حلال بن علی ان کو حلال بن ابی حلال بن علی بھی کہا جاتا ہے اور ابن اسامہ القہری المدنی بھی کہا جاتا ہے یہ ہشام بن عبد الملک کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۲۳۴)

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۱۸ کو دیکھیں۔

۴۱۔ بَابُ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدٌ بَيْنِي وَبَيْنَ فُلَانٍ؟ آیا یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی مسجد ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا مسجد کی کسی قبیلہ یا کسی فرد یا اس کے بنانے والے کی طرف نسبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ابراہیم نخعی یہ کہتے تھے کہ مسجد کی کسی شخص کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

”أَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ“ (البجن: ۱۸) یعنی مساجد صرف اللہ کی ہیں۔ اس باب کی احادیث ان کا رد کرتی ہیں اور آیت کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف مساجد کی اضافت حقیقی ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف مساجد کی اضافت عرفی ہے جو ایک مسجد کو دوسری مسجد سے ممتاز کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس باب کی سابق ابواب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ ابواب سابقہ کا تعلق بھی مساجد کے ساتھ تھا اور اس باب کا تعلق بھی مسجد کے ساتھ ہے۔

۴۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفَیَاءِ وَأَمَدَهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ وَسَاقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيمَنْ سَاقَ بِهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے اضمار شدہ گھوڑوں کا الحفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک مقابلہ کرایا اور جو گھوڑے غیر اضمار شدہ تھے ان کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنو زریق تک کرایا اور حضرت عبد اللہ بن عمر ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اس مقابلہ میں حصہ لیا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۲۸۶۸-۲۸۶۹-۲۸۷۰-۲۸۷۱-۲۸۷۲]

(صحیح مسلم: ۱۸۷۰، الرقم المسلسل: ۴۷۶۰، سنن ابوداؤد: ۲۵۷۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۴۲۳، سنن ترمذی: ۱۶۹۹، مصنف عبد الرزاق: ۹۶۹۵، المعجم الکبیر: ۱۳۴۵۹، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۹، شرح السنہ: ۲۶۵۰، مسند احمد ج ۲ ص ۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۴۴۸۷، ج ۸ ص ۶۹-۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید ابن الجوزی: ۳۳۸۶، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنو زریق تک کرایا۔ اس جملہ میں مسجد کی نسبت بنو زریق کی طرف کی گئی ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

گھوڑ دوڑ وغیرہ میں ہارجیت کی شرط کے بغیر مقابلہ کرنے کا جواز

گھوڑوں میں دوڑ کا مقابلہ اگر شرط اور ہارجیت کے بغیر ہو تو یہ جائز ہے اور اگر شرط اور ہارجیت کے ساتھ ہو تو پھر یہ جواز ہے اور ناجائز اور حرام ہے۔ جوئے کی صورت یہ ہے کہ مقابلہ کرنے والے یہ شرط رکھیں کہ ہارنے والا جیتنے والے کو مثلاً ایک ہزار روپے دے گا اور ہارنے والا جیتنے والے کو لازمی طور پر یہ رقم دے تو یہ حرام ہے اور جس کھیل میں بھی اس قسم کی شرط رکھی جائے وہ حرام ہے خواہ وہ تاش ہو کرکٹ ہو یا والی بال ہو اور اگر تیسرا شخص جیتنے والے کو انعام دے یا مقابلہ میں اول دوم سوم اور چہارم آنے والوں کو

اپنے غالب ہونے کا یقین نہیں تھا تو کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے (اپنا) گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کو اپنے غالب ہونے کا یقین تھا تو پھر یہ قمار (جواء) ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۹۹، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۷۵، شرح السنہ: ۲۶۵۳، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۰، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۶۳، المستدرک ج ۲ ص ۱۱۳، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۰۸، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۵، طبع قدیم مسند احمد: ۱۰۵۵۷-ج ۱۶ ص ۳۲۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

محلل کا شرعی معنی

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

جس تیسرے گھوڑے کو دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا جاتا ہے اس کو محلل کہتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ غالب آنے والے کے لیے اس رقم کو حلال کر دیتا ہے جس کو وہ غالب آنے پر وصول کرتا ہے اور اس محلل کی وجہ سے یہ عقد قمار سے نکل جاتا ہے یعنی دو آدمیوں کے درمیان ایک مال دائر تھا اور ان میں سے ہر ایک وہ مال لے سکتا تھا اور محلل کا معنی یہ ہے کہ وہ دو مقابلہ کرنے والوں کے درمیان اپنا گھوڑا داخل کرتا ہے تاکہ اس کا گھوڑا اس بات کی علامت ہو کہ وہ دونوں محض مشق اور ورزش کے لیے گھوڑے دوڑا رہے تھے نہ کہ حصول مال کے لیے پس وہ ان کو قمار سے نکال دیتا ہے اور جب اس کا گھوڑا ان کے گھوڑوں کی مثل ہوگا تو ان دونوں کو یہ خطرہ ہوگا کہ وہ ان دونوں پر غالب آجائے گا اور مقرر رقم حاصل کر لے گا تو وہ دونوں گھوڑا دوڑانے کی خوب کوشش اور جدوجہد کریں گے اور اگر وہ محلل کم عقل ہوگا اور اس کو غالب ہونے کا یقین ہوگا تو اس سے ان دونوں کو یہ خطرہ نہیں ہوگا کہ وہ ان سے آگے بڑھ کر مقرر رقم حاصل کرے گا اور اس سے تحلیل کا معنی حاصل نہیں ہوگا اور اس کا اپنے گھوڑے کو ان کے گھوڑوں کے درمیان داخل کرنا لغو ہوگا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور ایسا ہوگا کہ دو آدمیوں نے گھوڑا دوڑانے میں شرط رکھ کر مقابلہ کیا اور ان کے درمیان کوئی محلل نہیں تھا اور یہ عین قمار ہے جو حرام ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المندری ج ۳ ص ۴۰۱-۴۰۰، دارالمعرفۃ بیروت)

اضمار شدہ گھوڑے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی

اس حدیث میں اضمار شدہ گھوڑوں اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا ذکر ہے۔

اضمار اور تضمیر کا یہ معنی ہے کہ چالیس دن تک گھوڑے کو بہترین زیادہ کھلایا اور پلایا جائے حتیٰ کہ وہ بہت فریبہ ہو جائے پھر بہترین اس کی خوراک کم کی جائے تاکہ گھوڑے کا وزن کم ہو جائے ایک قول یہ ہے کہ گھوڑے پر زین اور جل کا وزن ڈالا جائے اور اس سے مشقت کرائی جائے حتیٰ کہ اس کو خوب پسینہ آئے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی یہ ہے کہ اس گھوڑے کے ساتھ اضمار کا عمل نہ کیا جائے۔

”الحفیاء“ اور ”ثنیۃ الوداع“ کا معنی

”الحفیاء“، ”ثنیۃ الوداع“ سے پانچ سے سات میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور ”ثنیۃ“ کا معنی گھائی ہے اور ”الوداع“ کا معنی ہے: رخصت کرنا یہ وہ گھائی ہے جہاں مدینہ سے مکہ جانے والے لوگوں کو رخصت کرتے ہیں یہ گھائی مدینہ سے مکہ کی جانب ہے یا یہ وہ گھائی ہے جہاں مدینہ سے تبوک جانے والوں کو رخصت کرتے ہیں مورخین اور شارحین نے ثنیۃ الوداع کی تفسیر میں ان دونوں گھائیوں کا ذکر کیا ہے۔

ثنیۃ الوداع کی خصوصی تحقیق

حافظ احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

ابو عمرو الادیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو عورتیں اور بچے یہ پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع وجب الشكر علينا ما دعا لله داع

”ثنيات الوداع سے ہم پر چودھویں شب کا چاند طلوع ہوا جب تک کوئی اللہ کے لیے دعوت دیتا ہے ہم پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔“

(دلائل النبوة ج ۲ ص ۵۰۷-۵۰۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ السائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں:

جب نبی ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آئے تو میں نے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر آپ کا استقبال کیا (صحیح البخاری: ۳۰۸۳) اور ابن عائشہ نے کہا ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ آئے تو عورتیں بچے اور باندیاں یہ پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع وجب الشكر علينا ما دعا لله داع

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء اس کا ذکر اس موقع کے عنوان سے کرتے ہیں جب آپ مکہ سے مدینہ آئے تھے اور ہم نے اس کا وہاں بھی ذکر کیا ہے نہ کہ جب آپ تبوک سے مدینہ آئے تھے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے سو ہم نے اس کا یہاں بھی (یعنی تبوک سے آتے وقت بھی) ذکر کیا ہے۔ (دلائل النبوة ج ۵ ص ۲۶۶-۲۶۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ شہاب الدین ابو عبد اللہ یعقوب بن عبد اللہ الحموی الرومی البغدادی المتوفی ۶۲۶ھ لکھتے ہیں:

”ثنیۃ الوداع“ (واو پر زبر ہے) ”الوداع“ کا معنی ہے: کسی کے کوچ کے وقت اس کو رخصت کرنا۔ ”ثنیۃ الوداع“ ایک بلند گھاٹی ہے جہاں سے مدینہ دکھائی دیتا ہے جو شخص مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کرتا ہے وہ اس گھاٹی پر چڑھتا ہے نبی ﷺ نے جن کو آخر میں مدینہ پر خلیفہ بنایا تھا آپ نے اس وادی پر ان کو رخصت کیا تھا۔ (معجم البلدان ج ۲ ص ۸۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۹ھ) حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں لڑکوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع کی طرف گیا ہم رسول اللہ ﷺ سے مل رہے تھے ایک مرتبہ راوی سفیان نے لڑکوں کی بجائے ”بچوں کے ساتھ“ کہا۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۶)

حضرت السائب سے روایت ہے: مجھے یاد ہے میں بچوں کے ساتھ نبی ﷺ سے ملنے کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف نکلا جب آپ غزوہ تبوک سے آرہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۷)

اس روایت میں جو تبوک سے آنے کا اضافہ ہے اس کا الداؤدی نے انکار کیا ہے اور ابن قیم نے بھی اس کی اتباع کی ہے اور کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کی جہت میں ہے نہ کہ تبوک کی جہت میں بلکہ یہ مشرق اور مغرب کی طرح ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور کہا: ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ وہاں اس جہت میں کوئی اور گھاٹی ہو۔ (علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ وہ گھاٹی جہت حجاز میں ہو اور اس گھاٹی سے مسافر شام کی طرف نکلتے ہوں اور یہ واضح ہے جیسے وہ ایک گھاٹی سے مکہ میں داخل ہوں اور دوسری گھاٹی سے مکہ سے نکل جائیں۔ (میرے نزدیک عبارت یوں ہونی چاہیے کہ وہ ایک گھاٹی سے مدینہ میں داخل ہوں اور دوسری گھاٹی سے مدینہ سے نکل جائیں پہلی گھاٹی مکہ کی جہت میں ہو اور دوسری گھاٹی تبوک کی جہت میں ہو اور اگر حافظ ابن حجر کے بقول دونوں گھاٹیاں مکہ مکرمہ میں ہوں تو پھر یہ بالمقابل کیسے ہوں گی! سعیدی غفرلہ) اور یہ دونوں گھاٹیاں ایک راستہ پر ختم ہو رہی ہوں اور ہم نے ”الخلیات“ میں سند منقطع سے روایت کی ہے: جب نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو عورتوں نے پڑھا: ”طلع البدر علينا من

ثنیات الوداع "ایک قول یہ ہے کہ جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے آرہے تھے اس وقت پڑھا 'دوسرا قول ہے: جب آپ تبوک سے آرہے تھے اس وقت پڑھا۔ (میں کہتا ہوں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں دفعہ پڑھا ہو۔ سعیدی غفرلہ)

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۶ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ ثنیۃ الوداع نام کی دو گھائیاں ہیں ایک مکہ کی جہت میں ہے اور دوسری تبوک کی جہت میں ہے البتہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ابن قیم نے یہ کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کے راستہ میں ہے نہ تبوک کے راستہ میں یہ حافظ ابن حجر نے غلط لکھا ہے کیونکہ ابن قیم نے اس کے برعکس لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں: علامہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپسی میں مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو لوگ نکل کر آپ سے ملاقات کرنے لگے اور عورتیں بچے اور باندیاں پڑھ رہی تھیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

بعض راوی ان اشعار میں وہم کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ یہ اشعار اس وقت پڑھ رہے تھے جب آپ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آرہے تھے اور یہ وہم ظاہر ہے کیونکہ ثنیات الوداع صرف شام کی سمت پر ہے اور مکہ سے مدینہ آنے والا ان کو نہیں دیکھ سکتا اور آدمی ان کے پاس سے اسی وقت گزرتا ہے جب وہ شام کی طرف متوجہ ہو۔ (زاد المعاد ج ۳ ص ۳۶۹ دارالفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

ہر چند کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن قیم کی عبارت غلط نقل کی ہے لیکن ان کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ ثنیات الوداع نام کی دو گھائیاں ہیں ایک مکہ سے مدینہ کے راستہ میں ہے اور دوسری تبوک سے مدینہ کے راستہ میں ہے اور جب آپ مکہ سے مدینہ آئے جب بھی آپ کے استقبال کے وقت یہ اشعار پڑھے گئے اور جب آپ غزوہ تبوک سے مدینہ واپس آئے اس وقت بھی آپ کے استقبال کے وقت یہ اشعار پڑھے گئے۔

اس باب کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کی اضافت اس کے بنانے والے اور اس کے نمازیوں کی طرف کرنا جائز ہے اسی طرح نیک اعمال کی نسبت نیک کام کرنے والوں کی طرف کرنا جائز ہے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۷۴-ج ۵ ص ۸۳۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

- ① گھروڑ میں مقابلہ اور اس کی تیاری کا بیان ② دوڑ کا مقابلہ (ریس) منعقد کرانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ ③ فقہاء مالکیہ کا نظریہ ④ فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ⑤ فقہاء احناف کا نظریہ ⑥ جوئے کی تعریف ⑦ جوئے کے متعلق قرآن مجید کی آیات ⑧ جوئے کے متعلق احادیث ⑨ جوئے کے حکم میں فقہاء احناف کی رائے ⑩ فقہاء شافعیہ کی رائے ⑪ فقہاء مالکیہ کی رائے ⑫ فقہاء حنبلیہ کی رائے ⑬ معمر لاثری اور سہ کا حکم ⑭ بیمہ کیا چیز ہے ⑮ بیمہ کی تاریخ اور ارتقاء ⑯ مجوزین بیمہ کے عقلی اور شرعی دلائل ⑰ مجوزین بیمہ کی طرف سے بیمہ میں عنصر قمار اور سود کی وضاحت ⑱ انشورنس اور سود ⑲ انشورنس کے سلسلہ میں دوسری خرابیوں کا احتمال ⑳ بیمہ کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی کی رائے ㉑ بیمہ زندگی کے متعلق علماء مصر کا نظریہ ㉒ آتش زدگی اور ناگہانی آفات سے تحفظ کی خاطر بیمہ کرانے کے متعلق علماء مصر کا نظریہ ㉓ بیمہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ ㉔ سید مودودی کا نظریہ ㉕ علماء شیعہ کا نظریہ ㉖ مصنف کی تحقیق اور بحث و نظر ㉗ بیمہ کے موجودہ نظام کے شرعی مفاسد ㉘ کیا بیمہ قمار کو مستلزم ہے ㉙ بیمہ کے موجودہ نظام کے

لیے قابل عمل اصلاحی ترمیم (۴۰) مسلمانوں کی فلاح کے لیے حکومت کسی امر مباح کو واجب کر سکتی ہے (۴۱) باہمی تعاون اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی ہدایت سے بیمہ پر استدلال (۴۲) قتل خطا کی دیت سے بیمہ پر استدلال (۴۳) دیت کی مقدار (۴۴) عاقلہ کا مصداق (۴۵) عاقلہ پر دیت مقرر کرنے کی حکمت (۴۶) بیمہ کے مسئلہ میں حرف آخر۔

بیمہ کی یہ بحث شرح صحیح مسلم: ۲۷۲۸ ج ۵ ص ۸۷۵-۸۷۷ میں ۳۸ صفحات پر محیط ہے۔

تقسیم کرنا اور مسجد میں

خوشوں کا لٹکانا

۴۲- بَابُ الْقِسْمَةِ وَتَعْلِيْقِ

الْقَنُو فِي الْمَسْجِدِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں چیزوں کی تقسیم کرنا اور خوشوں کو لٹکانا جائز ہے اور اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ ان احکام کا مسجد کے ساتھ تعلق ہے اس کے بعد امام بخاری نے ایک تعلق ذکر کی ہے:

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: ”القنو“ کا معنی خوشا ہے اور اس کا تشبیہ کا صیغہ ”قنوان“ ہے اور جمع کا صیغہ بھی ”قنوان“ ہے جیسے ”صنو“ اور ”صنوان“ ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ اللَّهِ الْقَنُو الْعِدْقُ وَالْإِثْنَانِ قِنَوَانٌ وَالْجَمَاعَةُ أَيُّضًا قِنَوَانٌ مِثْلَ صِنُو وَصِنَوَانٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابراہیم نے کہا یعنی ابن طہمان نے از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا اور یہ سب سے زیادہ مال تھا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو مسجد میں پھیلا دو رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے چلے گئے اور آپ نے اس مال کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جب آپ نے نماز پڑھ لی تو آپ اس مال کے پاس آ کر بیٹھ گئے آپ جس شخص کو بھی دیکھتے آپ اس کو اس مال سے عطا کرتے اچانک آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے دیجئے کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: آپ لے لیں انہوں نے اپنا کپڑا بچھایا اور اس میں مال ڈالا حتیٰ کی اس کی چوٹی (بڑا ڈھیر) بن گئی پھر وہ اس کو اٹھانہ سکے انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کسی سے کہیے کہ وہ اس کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے کہا: پھر آپ اس کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیں آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے اس سے مال کم کیا پھر بھی اس کی چوٹی بن گئی پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کسی سے کہیے یہ مال اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے آپ نے فرمایا:

۴۲۱- وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ انْشُرُوهُ فِي الْمَسْجِدِ. وَكَانَ أَكْثَرُ مَالٍ أَتَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ فَمَا كَانَ يَرَى أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَعْطِنِي فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ فَحَنَّا فِي قَرْبِهِ ثُمَّ ذَهَبَ يَقْلُهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْمُرْ بَعْضَهُمْ بِرَفْعِهِ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعُهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَشَرَّ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يَقْلُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْمُرْ بَعْضَهُمْ بِرَفْعِهِ عَلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعُهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَشَرَّ مِنْهُ ثُمَّ اخْتَمَلَهُ فَالْقَاهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُهُ بَصْرَةً حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِنْ جَرِّهِ

فَمَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا
 دِرْهَمٌ. [اطراف الحديث: ۳۰۴۹-۳۱۶۵]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۳، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۳۲۶ھ)

اس کو اپنے کندھے کے اوپر رکھ لیا، پھر چلے گئے اور ان کی حرص پر تعجب کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی نظر مسلسل ان کا پیچھا کرتی رہی، حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئے اور جب تک وہاں ایک درہم بھی باقی تھا، رسول اللہ ﷺ وہاں سے نہیں اٹھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ مسجد میں مال تقسیم کے لیے رکھا گیا تھا اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو مال دنیا کے ساتھ کوئی دل چسپی نہ تھی، آپ کے پاس جو مال بھی آتا، آپ اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔

نبی ﷺ کی بے نفسی، مال کی تقسیم میں اصول پرستی اور اقرباء کی رعایت نہ کرنا

آپ نے ہر ایک سے یہ کہا تھا کہ وہ اتنا مال لے جس کو وہ خود اٹھا کر لے جاسکے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ ان کی قربت کی وجہ سے ان کو خصوصی رعایت دیں گے اور زیادہ مال کسی کو اٹھا کر ان کے کندھے پر رکھنے کے لیے فرمائیں گے یا خود اٹھا کر رکھ دیں گے، لیکن نبی ﷺ نے اس کا انکار کر دیا اور یہ ظاہر فرمایا کہ جس طرح سب کو مال دیا گیا ہے، اسی طرح آپ کو بھی دیا جائے گا اور آپ کی قربت کی وجہ سے آپ کو رعایت نہیں دی جائے گی یا آپ کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں ہوگا، آپ نے اپنے عم محترم کی درخواست کو مسترد کر دیا، مگر مساوات کے اصول کا جھنڈا بلند کر دیا، آج اگر ہماری انتظامیہ کے کسی امیر کے پاس لوگوں میں تقسیم کے لیے کہیں سے مال آتا ہے تو پہلے وہ اپنا گھر بھرتا ہے، پھر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا پھر کہیں بعد میں عام لوگوں کا نمبر آتا ہے، جس کا نمونہ ہم نے ابھی ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلہ زدگان میں بیرون ممالک سے آئی ہوئی امدادی تقسیم میں دیکھا ہے اور غیر ملکی میڈیا سے سنا اور اخباروں میں پڑھا ہے، اس بندر بانٹ کو دیکھ کر کون یقین کرے گا کہ یہ لوگ اس نبی کی امت ہیں، جس نے بحرین سے آئے ہوئے مال کو سب لوگوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے عم محترم کی درخواست پر زیادہ مال اٹھانے میں ان سے تعاون نہیں کیا اور اپنے لیے اس مال میں سے کچھ نہیں رکھا۔

اس کی ایک اور نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نبی ﷺ کے پاس مجھے لے گئیں، وہ ان سے یہ شکایت کرنے لگیں تھیں کہ چکی پیسنے سے ان کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں اور ان کو یہ خبر پہنچی تھی کہ آپ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں، لیکن حضرت سیدہ کی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی، پھر جب رسول اللہ ﷺ گھر آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ فاطمہ کے آنے کی آپ کو خبر دی، پھر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے، اس وقت ہم اپنے بستر میں جا چکے تھے، ہم آپ کو دیکھ کر اٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا: اپنی جگہ پر رہو، آپ آ کر میرے اور حضرت سیدہ کے درمیان بیٹھ گئے، حتیٰ کہ آپ کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے پیٹ پر محسوس کی، پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کو وہ چیز نہ بتاؤں جو تم دونوں کے سوال سے بہتر ہے، جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھو، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر پڑھو، پس یہ پڑھنا تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۶۱، صحیح مسلم: ۲۷۷۲، سنن ابوداؤد: ۵۰۶۲)

غور کیجئے! نبی ﷺ کے پاس مال غنیمت میں غلام اور باندیاں آئیں، آپ نے ان میں سے سب لوگوں کو حصہ دیا، نہیں دیا

تو اپنی اس سگی بنی کو جس کے ہاتھ میں چکی پیتے چھالے پڑ گئے تھے آج ہماری انتظامیہ کے افسروں کی لوٹ مار اور اقرباء پروری دیکھتے ہوئے کون مانے گا کہ یہ اس نبی کی امت ہیں۔

بحرین کا جغرافیائی محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا۔

”بحرین“، ”بحر“ کا تشبیہ ہے اور یہ بصرہ اور عمان کے درمیان مشہور شہر ہے قاضی عیاض نے کہا: بصرہ اور بحرین کے درمیان چوراسی (۸۴) فرسخ کا فاصلہ ہے (ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہے ایک شرعی میل ایک انگریزی میل سے زیادہ ہے یعنی دو ہزار گز کا ہے۔ سعیدی) ابو عبیدہ البکری نے کہا ہے: جب رسول اللہ ﷺ نے وہاں کے رہنے والوں سے صلح کی تو آپ نے وہاں پر حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو عامل (گورنر) بنا دیا امام محمد بن سعد نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب الجعرانہ سے واپس آئے یعنی حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کرنے کے بعد تو آپ نے حضرت العلاء بن الحضرمی کو المندرب بن ساوی العبیدی کی طرف بھیجا جو بحرین کا حکم ران تھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے آپ کی نبوت کی تصدیق کر دی۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: بحرین خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کا رقبہ اندازاً اڑھائی سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی تقریباً دو لاکھ تھی۔ (معجم البلدان (اردو) ص ۶۱ شیخ غلام علی ایبذ سنز پبلشرز لاہور)

بحرین سے آئے ہوئے مال کی مقدار

حافظ شباب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے حمید بن حلال سے مرسل روایت کی ہے یہ مال ایک لاکھ تھا اور اس مال کو حضرت العلاء بن الحضرمی نے البحرین کے خراج سے بھیجا تھا اور یہ پہلا خراج تھا جو نبی ﷺ کے پاس بھیجا گیا تھا۔

امام بخاری نے کتاب المغازی میں حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے اہل بحرین سے صلح کی اور ان پر حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور ان کی طرف حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بھیجا کہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں جسے حضرت ابو عبیدہ وہاں سے مال لے کر آئے اور جب انصار کو ان کے آنے کی خبر پہنچی۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۳۰۱۵-۳۱۵۸، صحیح مسلم: ۲۹۶۱، سنن ترمذی: ۲۳۶۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۷)

اس سے متعین ہو گیا کہ یہ مال خراج کا تھا یا جزیہ کا تھا جو سال بہ سال آتا تھا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۷۵ دار المعرفۃ بیروت، عمدة القاری ج ۳ ص ۲۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ وغیرہ کا مال مسجد میں رکھنا جائز ہے اور اس میں سب لوگ مشترک ہیں کیونکہ ضرورت مند لوگوں کو مسجد میں آنے سے منع نہیں کیا جاتا نیز لکھا ہے: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زکوٰۃ کے جو لاکھ مصارف بیان فرمائے ہیں ان میں سے کسی ایک مصرف میں بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے کیونکہ حضرت عباس نے شکایت کی تھی کہ وہ محروم ہو گئے ہیں اس لیے آپ نے اس مال سے ان کو لینے کی اجازت دی۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۸۸-۸۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن بطلال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ صدقہ اور زکوٰۃ کا مال تھا کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ تصریح ہے کہ یہ خراج کا مال تھا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تصریح ہے کہ یہ جزیہ کا مال تھا لہذا اس مال کو زکوٰۃ اور صدقہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب سربراہ ملک کو یہ معلوم ہو کہ لوگوں کو مال کی ضرورت ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مال میں سے کوئی چیز اپنے پاس رکھے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی سخاوت ہے کہ آپ نے وہ سب مال تقسیم کر دیا اور کسی کو لینے سے منع نہیں کیا اور آپ کا زہد ہے کہ آپ نے اس مال میں سے کچھ نہیں لیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یہ مال اٹھا کر ان کے کندھے پر رکھ دیں تو آپ نے نہیں رکھا اس سے معلوم ہوا کہ سربراہ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کے کہنے سے اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہ کرے پھر حضرت ابن عباس نے کہا: آپ کسی کو حکم دیں کہ وہ یہ مال میرے کندھے پر رکھ دے تو آپ نے فرمایا: نہیں اس سے معلوم ہوا کہ سربراہ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کے ذاتی مفاد کے لیے کسی شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم نہ دے جب کہ اس کام کی وجہ سے عام لوگوں کا نقصان ہو کیونکہ اگر حضرت عباس زیادہ مال لے جاتے تو اور لوگوں کے لیے مال کم بچتا۔

نبی ﷺ نے حضرت عباس کے کہنے سے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ مال ان کے کندھے پر رکھ دے اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ آپ حضرت عباس کو زیادہ مال اکٹھا کرنے سے روکنا چاہتے تھے کہ وہ اپنی ضروریات سے زیادہ دنیا کا مال نہ لیں اور جتنا مال آسانی سے اٹھا کر لے جاسکتے ہیں اسی پر قناعت کریں اسی لیے آپ نے خود ان کے کندھے پر مال اٹھا کر نہ رکھانا کہ اس کام میں آپ کی اعانت شامل نہ ہو جو آپ کی مرضی کے خلاف ہے اور جس سے آپ منع فرماتے ہیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۸۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۴۳۔ بَابُ مَنْ دَعَا لِطَعَامٍ فِي الْمَسْجِدِ وَمَنْ أَجَابَ مِنْهُ
بلا یا اور جس نے اس کو قبول کیا

اس باب سے امام بخاری کا یہ مقصود ہے کہ مسجد میں کسی کو کھانے کی دعوت دینا اور کسی کا اس دعوت کو قبول کرنا ان کاموں میں سے ہے جو مسجد میں مباح ہیں اور ان لغو کاموں سے نہیں ہے جو مسجد میں ممنوع ہیں باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں کا تعلق مسجد کے احکام سے ہے۔

۴۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ وَجَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ نَاسٍ فَقُمْتُ فَقَالَ لِي أَرْسَلَكْ أَبُو طَلْحَةَ؟ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَطَعَامٌ؟ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ مَعَهُ قَوْمُوا فَأَنْطَلَقَ وَأَنْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از انس بن عبد اللہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو مسجد میں پایا آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے میں نے کہا: جی ہاں آپ نے مجھ سے فرمایا: تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے میں نے کہا: جی ہاں آپ نے فرمایا: کھانے کے لیے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ کے ساتھ جو لوگ تھے آپ نے ان سے فرمایا: لاں پس آپ چل پڑے اور میں بھی ان کے آگے چل پڑا۔

[اطراف الحدیث: ۵۳۸۱-۵۳۵۰-۶۶۸۸]

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو مسجد میں کھانے کی دعوت دی اور آپ نے اس کو قبول فرمایا۔

کن صورتوں میں دعوت کو قبول کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں عذر پیش کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں دعوت کو مسترد کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مسجد میں کھانے کی دعوت دینا اور اس کو قبول کرنا جائز ہے اگر آدمی کو کوئی عذر نہ ہو تو اس کو دعوت قبول کر لینی چاہیے اگر وہ آدمی بیمار ہو اور پرہیزی کھانا کھاتا ہو اور دعوت میں پرہیزی کھانا میسر نہ ہو بلکہ مرغین اور چپٹ پٹا کھانا ہو تو اس کو اس دعوت میں جانے سے عذر کر لینا چاہیے اور اگر اس دعوت میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہو اور رقص اور موسیقی وغیرہ کا پروگرام ہو جیسا کہ آج کل نکاح اور ولیمہ کی تقاریب میں ہوتا ہے تو ایسی دعوت کو مسترد کرنا واجب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان اور سربراہ کو کھانے کی دعوت دینی چاہیے اور اگر کوئی شرعی یا طبعی مانع نہ ہو تو ان کو دعوت قبول کر لینی چاہیے۔

جب کسی بڑی شخصیت کو دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ حاضرین مجلس کو بھی اپنے ساتھ لے جائے۔
اس دعوت طعام میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا کم مقدار میں تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کی برکت سے وہ کھانا سب کے لیے کافی ہو گیا اور یہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔

مردوں اور عورتوں کے درمیان

۴۴۔ بَابُ الْقَضَاءِ وَاللَّعَانِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں فیصلہ کرنا اور لعان کرنا

بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

اس باب میں مسجد میں فیصلہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور لعان کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے فیصلہ کرنا عام ہے خواہ وہ لعان کا فیصلہ ہو یا کسی اور چیز کا اور لعان خاص ہے اور عنوان کی عبارت میں خاص کا عطف عام پر ہے۔

لعان کا معنی اور اس کی قسمیں

لعان لعن کا مصدر ہے اور "لعن" کا معنی ہے: دھتکارنا اور دور کرنا اور اس کی دو قسمیں ہیں: کلیۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا اور یہ دائمی عذاب ہے لعنت کی یہ قسم کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور اس معنی میں شخصی طور پر صرف اسی پر لعنت کی جا سکتی ہے جس کی کفر پر موت معلوم ہو جیسے ابو جہل اور ابولہب وغیرہ اور صفات پر بالعموم لعنت کرنا جائز ہے جیسے جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور لعنت کی دوسری قسم ہے: اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب خاص سے دور کرنا یہ لعنت فاسق مسلمان پر کرنا بھی جائز ہے جیسے قرآن مجید میں مسلمان شخص کے خود اپنے اوپر لعنت کرنے کا ذکر ہے:

وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ

اور پانچویں بار وہ یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ

الْكَذِبِينَ (النور: ۷)

لعان کا معنی

لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور اس کا خاصہ ہر فریق کا ماخذ میں اشتراک ہے سو اس کا معنی ہے: ہر فریق کا ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے اور اس کے پاس چار

گواہ نہ ہوں تو وہ قاضی کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے اور قاضی اسے کہے کہ تم چار بار قسم کھاؤ کہ تم اپنی تہمت میں سچے ہو اور پانچویں بار کہو: مجھ پر لعنت ہو اگر میں جھوٹوں میں سے ہوں قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ (النور: ۶-۷)

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو تو وہ چار بار اللہ کی قسم کھائیں کہ وہ سچوں میں سے ہے ۝ اور پانچویں بار وہ یہ کہیں کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو ۝

اور قاضی عورت سے کہے کہ اگر بالفرض تم نے زنا کیا ہے تو تم اعتراف کر لو تم پر حد زنا جاری ہوگی ورنہ تم چار بار یہ قسم کھاؤ کہ اس کا خاوند اس پر جھوٹی تہمت لگا رہا ہے اور پانچویں بار یہ کہو کہ اگر اس کا خاوند سچا ہے تو اس پر اللہ کا غضب (لعنت) نازل ہو قرآن مجید میں ہے:

وَيَذَرُوهَا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ (النور: ۸-۹)

اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہوگی کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند جھوٹوں میں سے ہے ۝ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو ۝

اس آیت میں غضب بھی لعنت کے معنی میں ہے اور چونکہ اس صورت میں خاوند اور بیوی دونوں ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں اس لیے اس کو لعان کہا جاتا ہے اور چونکہ وہ دونوں مسلمان ہوتے ہیں اس لیے یہاں لعنت کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور کرنا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور ہونے کا معنی آخرت میں دائمی عذاب ہے اور وہ صرف کفار کے ساتھ مخصوص ہے مسلمانوں کو دائمی عذاب نہیں ہوگا جو مسلمان فاسق ہو اور اس کو عذاب ہو تو وہ عارضی عذاب ہوگا پھر اس کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ جنت میں چلا جائے گا تو اس صورت میں جو اپنی بیوی پر تہمت لگانے والا کہتا ہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب خاص سے دور ہو جائے۔

ہم نے جو لعنت کی یہ دو قسمیں بیان کی ہیں یہ ہماری شرح کے خصائص میں سے ہیں اور کسی شرح میں یہ مذکور نہیں ہیں نیز جن علماء اکابر سے یہ منقول ہے کہ وہ یزید پر لعنت کرتے ہیں ہمارے نزدیک یہ وہ لعنت نہیں ہے جس کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور کرنا اور دائمی عذاب ہے بلکہ یہ وہ لعنت ہے جس کا معنی اللہ کی رضا اور اس کے قرب خاص سے دور کرنا ہے۔

۴۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيْقَلُّهُ؟ فَتَلَا عَنَّا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا (ایک دوسرے پر لعنت کی) اور میں اس کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

اطراف الحدیث: ۵۳۰۸-۵۲۵۹-۴۷۳۶-۴۷۳۵-۵۳۰۹

۶۸۵۳-۶۱۶۵-۶۱۶۶-۷۳۰۳

(صحیح مسلم: ۱۳۹۲، الرقم المسلسل: ۳۶۷۳، سنن ابوداؤد: ۲۲۳۵، سنن نسائی: ۳۳۹۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، المعجم الکبیر: ۵۶۸۲-۵۶۹۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۹۹، شرح السنہ: ۲۳۶۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۴۴-۱۲۴۶، سنن دارمی: ۲۲۳۰، المستثنیٰ: ۷۵۶، صحیح ابن حبان: ۴۲۸۳-۴۲۸۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۸۳۲-ج ۷ ص ۳۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور باب کا عنوان ہے:

مسجد میں لعان کرنا۔

حدیث مذکور میں سوال کرنے والے کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پائے۔ سوال کرنے والے شخص کے نام میں اختلاف ہے صحیح مسلم: ۱۳۹۲ میں ہے: وہ شخص حضرت عویمر العجلانی الانصاری رضی اللہ عنہ تھے صحیح مسلم: ۱۳۹۷ میں ہے: وہ شخص حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ تھے اور صحیح مسلم: ۱۳۹۹ میں ہے: وہ شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔

لعان کے حکم کے نزول کی تفصیل

صحیح البخاری کی اس روایت میں یہ واقعہ اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے صحیح مسلم: ۱۳۹۲ میں اس کی تفصیل اس طرح ہے: حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی، حضرت عاصم بن عدی انصاری کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے عاصم! یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے تو کیا اس کو قتل کر دے؟ پھر تم اس کو قتل کر دو گے یا پھر وہ کیا کرے؟ اے عاصم! تم رسول اللہ ﷺ سے میرے لیے اس مسئلہ کا حل معلوم کر دو پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا رسول اللہ ﷺ نے اس سوال کو ناپسند کیا اور اس کی مذمت کی حتیٰ کہ حضرت عاصم پر رسول اللہ ﷺ کی یہ بات شاق گزری پھر حضرت عاصم حضرت عویمر کے پاس گئے انہوں نے پوچھا: اے عاصم! تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا: حضرت عاصم نے حضرت عویمر سے کہا: میں تمہارے پاس کوئی اچھی خبر نہیں لایا، تم نے جو سوال کیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ پر ناگوار گزرا ہے حضرت عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس سوال سے ہرگز نہیں رکوں گا حتیٰ کہ میں خود رسول اللہ ﷺ سے سوال کر لوں پھر حضرت عویمر نے لوگوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا اور کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی (اجنبی) مرد کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے! یا پھر وہ کیا کرے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق حکم نازل ہو گیا ہے تم جاؤ اس کو لے کر آؤ سہل نے کہا: پھر ان دونوں نے لعان کیا یعنی ایک دوسرے پر لعنت کی اور میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا: یا رسول اللہ! اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دیں ابن شہاب نے کہا: یہ لعان کا طریقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۲، الرقم المسلسل: ۳۶۷۳، سنن ابوداؤد: ۲۲۳۵، سنن نسائی: ۳۳۹۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴)

ایک مجلس میں تین طلاقیں کے وقوع کی دلیل اور مخالفین کے اعتراض کے جوابات

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہ حدیث غیر مقلدین

کے خلاف قوی حجت ہے، مخالفین اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت عویمیر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دی تھیں اور لعان سے عورت بائنا ہو جاتی ہے اور بائنا ہونے کے بعد وہ طلاق کا محل نہیں رہتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عورت قاضی کی تفریق اور اس کے فیصلہ کے بعد بائنا ہوتی ہے اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت عویمیر نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دی تھیں، لہذا جب انہوں نے تین طلاقیں دیں تو ان کی بیوی بائنا نہیں ہوئی تھی اور طلاق کا محل تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عویمیر نے یہ کہہ کر اس کو تین طلاقیں دی تھیں کہ یا رسول اللہ! اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عویمیر کے نزدیک وہ ان کے نکاح میں تھی اور اس کو اپنے پاس رکھنا ممکن تھا اور وہ طلاق دینے کا محل تھی۔

اس حدیث کے باقی مسائل ان شاء اللہ لعان کے باب میں بیان کیے جائیں گے۔

حدیث مذکور کی شرح، شرح صحیح مسلم میں

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۶۳۳۔ ج ۳ ص ۱۱۳۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

۱) لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء (۳) لعان کی وجہ تسمیہ (۴) بلا ضرورت سوالات کو ناپسند کرنا (۵) زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم (۶) لعان کے بعد تفریق میں مذاہب (۷) فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل (۸) علامہ نووی کے اعتراض کے جوابات (۹) لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء۔

۴۵۔ بَابُ إِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّي

حَيْثُ شَاءَ، أَوْ حَيْثُ أَمَرَ،

وَلَا يَتَجَسَّسُ

جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہو تو جہاں

چاہے نماز پڑھے یا جہاں اسے حکم دیا جائے

اور وہ تجسس نہ کرے

۴۲۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ

الرَّبِيعِ عَنْ عَتَبَانَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ آتَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ آيَنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ لَكَ

مِنْ بَيْتِكَ؟ قَالَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى مَكَانٍ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَصَلَّى

رَكَعَتَيْنِ. (طواف الحدیث: ۳۲۵۔ ۶۶۷۔ ۶۸۶۔ ۸۳۸۔ ۸۴۰۔

۱۱۸۶۔ ۳۰۰۹۔ ۳۰۱۰۔ ۵۳۰۱۔ ۶۴۲۳۔ ۶۹۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے

حدیث بیان کی از ابن شہاب از محمود بن الربیع از حضرت عتبان

بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ان کے گھر میں

آئے پس آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ

میں وہاں تمہارے لیے نماز پڑھاؤں؟ حضرت عتبان نے کہا: پس

میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو نبی ﷺ نے تکبیر پڑھی

پس ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی سو آپ نے دو رکعت نماز

پڑھائی۔

(صحیح مسلم: ۳۳/۱ رقم السلسل: ۱۳۸، سنن نسائی: ۷۸۳، سنن ترمذی: ۲۶۳، سنن ابن ماجہ: ۵۳، ۱۱۱۱ حاد والمثنائی: ۱۹۳۲، عمل اليوم واللیلۃ

للنسائی: ۱۱۰۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۱-۱۸۲، صحیح ابن حبان: ۱۶۱۴، المعجم الکبیر: ۴۹، ج ۱۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۳۱، صحیح ابن حبان: ۲۲۳، مسند احمد

ج ۴ ص ۴۴ طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۳۸۲، ج ۲ ص ۱۰، مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعقلی (۲) ابراہیم بن سعید یہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) محمود بن الربیع الخزرجی الانصاری الصحابی (۵) حضرت عتبان بن مالک انصاری السالمی المدنی رضی اللہ عنہ یہ نابینا تھے اور رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اپنی قوم کے امام تھے ان سے ۱۰ احادیث مروی ہیں صحیح البخاری میں ان کی ایک حدیث ہے یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۲۴۴)

نبی ﷺ کا اپنی امت پر کرم فرمانا مسجد بیت اور گھر میں نوافل کی جماعت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ حضرت عتبان بن مالک کے گھر آئے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ ان کے پاس ہفتہ کے دن آئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن حضرت عتبان کی نبی ﷺ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ سے کہا: میں چاہتا ہوں آپ میرے گھر تشریف لائیں اور امام ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ پیغام بھیجا: آپ تشریف لائیں اور میرے گھر میں مسجد کے لیے ایک جگہ مقرر کر دیں جس میں میں نماز پڑھا کروں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نہ جاسکے تو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ مقرر کر لے اس کو مسجد بیت کہتے ہیں۔

نبی ﷺ نے ان کے گھر میں دو رکعت نماز جماعت سے پڑھائی اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے۔ نبی ﷺ ان کے گھر آئے اس سے معلوم ہوا کہ استاذ امام اور رئیس کو اپنے متبعین کے گھر (بلائے پر) جانا چاہیے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کے حسن اخلاق آپ کی تواضع اور آپ کی جلالت قدر کی دلیل ہے۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۲۴۵)

۴۶ - بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوتِ گھروں میں مساجد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گھروں میں مساجد کا بنانا جائز ہے اس سلسلہ میں یہ تعلق ہے:

وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِي مَسْجِدِهِ فِي دَارِهِ جَمَاعَةً اور حضرت البراء بن عازب نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت کرائی۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث معنی موجود ہے۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۲۴۶)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھے تو اپنے گھر میں بھی نماز کا حصہ رکھے بے شک اللہ اس کے گھر کی نماز میں خیر رکھے والا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۸۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۲۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے محمود

وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بن الربیع الانصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت عتبان بن مالک

مِمَّنْ شَهِدَ بَدْءَ الْإِنصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ انصاری رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں اور وہ ان انصار

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، قَدْ
 اَنْكَرْتُ بَصْرِيْ ، وَاَنَا اُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ ، فَاِذَا كَانَتْ
 الْاَمْطَارُ ، سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ ، لَمْ اَسْتَطِعْ
 اَنْ اَتِيَّ مَسْجِدَهُمْ فَاصَلِّيَ بِهِمْ ، وَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ
 اللّٰهِ ، اَنْكَ تَاْتِيْنِيْ فَتُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ ، فَاتَّخِذْهُ مُصَلِّيْ ،
 قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَا فَعَلْتَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، قَالَ عِتْبَانُ فَعَدَا رَسُولُ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُو بَكْرٍ حِيْنَ اَرْتَفَعَ النَّهَارُ ،
 فَاسْتَاذَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْنَتْ لَهُ ،
 فَلَمْ يَجْلِسْ حِيْنَ دَخَلَ الْبَيْتُ ، ثُمَّ قَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ
 اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ ؟ قَالَ فَاَشْرَفْتُ لَهُ اِلَى نَاحِيَةِ مَنْ
 الْبَيْتِ ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَكَبَّرَ ، فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا ، فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ، قَالَ
 وَحَسَنَاهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهُ ، قَالَ فَثَابَ فِي
 الْبَيْتِ رَجَالٌ مِنْ اَهْلِ الدَّارِ ذُرُوءٌ عَدَدٌ ، فَاجْتَمَعُوا ،
 فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ اَيُّنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِ اَوْ ابْنُ
 الدُّخَيْشِ ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ
 وَرَسُولَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَا تَقُلْ ذَلِكَ ، اَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ، يُرِيدُ
 بِذَلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ ؟ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ ، قَالَ
 فَاِنَا نَرٰى وَجْهَهُ وَنَصِيْحَتَهُ اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ ، قَالَ
 رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰهُ قَدْ حَرَّمَ
 عَلٰى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ، يَتَّبِعِيْ بِذَلِكَ وَجْهَ
 اللّٰهِ ، قَالَ ابْنُ شَهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ
 الْاَنْصَارِيْ ، وَهُوَ اَخُو بَنِيْ سَالِمٍ ، وَهُوَ مِنْ سَوَاتِيْهِمْ
 عَنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدٍ بْنِ الرَّبِيعِ ، فَصَدَّقَهُ بِذَلِكَ .

(جامع المسانيد ابن الجوزي: ۵۲۴۰ مکتبۃ الرشید ریاض ۱۳۲۶ھ)

میں سے ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میری بصارت بہت کم زور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں اور جب بارش ہوتی ہے تو میرے اور ان کے درمیان جو وادی ہے وہ بہنے لگتی ہے اور میں ان کی مسجد میں جانے کی اور انہیں نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھتا، اور یا رسول اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں پس میں اس جگہ کو مصلی بنالوں انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ان شاء اللہ عنقریب ایسا کروں گا حضرت عتبہ نے بیان کیا: پس دوسرے روز دن چڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگئے رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی گھر میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ بیٹھے نہیں اور فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ پسند کرتے ہو جہاں میں نماز پڑھوں؟ انہوں نے کہا: میں نے گھر کی ایک جانب آپ کو اشارہ کیا پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ نے تکبیر پڑھی پھر ہم بھی کھڑے ہو گئے اور ہم نے صف بنائی آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیر دیا ہم نے آپ کو گوشت کا کھانا کھلانے کے لیے روک لیا جس کو ہم نے تیار کیا تھا پھر گھر میں حویلی کے رہنے والے کافی لوگ آگئے وہ سب جمع تھے ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: مالک بن دخیش یا ابن الدخیش کہاں ہے؟ تو کسی نے کہا: وہ منافق ہے اللہ سے محبت کرتا ہے نہ اس کے رسول سے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے؟ اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے پس بے شک ہم اس کا ملنا جلنا اور اس کی خیر خواہی منافقوں کے ساتھ دیکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے اس شخص کو دوزخ کے اوپر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا۔ ابن شہاب نے کہا: الحصین بن محمد الانصاری جو بنو سالم کے ایک فرد تھے اور ان کے سرداروں میں سے تھے میں نے ان

سے محمود بن الربیع کی حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

نبی ﷺ کا لوگوں کے دلوں میں ایمان اور نفاق پر مطلع ہونا اور اخلاص سے لا الہ الا اللہ پڑھنے والے پر دوزخ کا حرام ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ مالک بن دحس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے؟

اس ارشاد سے رسول اللہ ﷺ نے اس کے باطن میں ایمان کی اور نفاق سے بری ہونے کی شہادت دی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے دلوں کے حال پر اور ایمان اور نفاق کی کیفیات پر مطلع ہوتے ہیں اور جب مناسب سمجھتے ہیں اس کا اظہار فرمادیتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے حالانکہ نجات کے لیے توحید اور رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم اور نام ہے اس لیے اس سے توحید اور رسالت دونوں کی گواہی مراد ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ نے اس شخص کو دوزخ کے اوپر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا اس ارشاد میں آپ نے فرائض اور واجبات پر عمل کرنے اور حرام اور مکروہ کاموں سے اجتناب کرنے کا ذکر نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص محض اللہ کی رضا کے لیے اخلاص سے کلمہ پڑھتا ہے وہ اس کی برکت سے تمام فرائض اور واجبات پر عمل کرتا ہے اور تمام حرام اور مکروہ کاموں سے باز رہتا ہے اور بالفرض اگر وہ کسی گناہ میں ملوث ہو جائے تو مرنے سے پہلے توبہ کر لیتا ہے ورنہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر پھر جنت میں چلا جائے گا اور دوزخ کا دائمی عذاب اس پر بہر حال حرام ہوگا۔

نابینا کو امام بنانے کا جواز اور عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنے کا جواز

اس حدیث میں ذکر ہے: حضرت عثمان بن مالک نے آپ سے درخواست کی کہ ان کی نظر بہت کم زور ہو گئی ہے وہ بارش کے ایام میں اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے نہیں جاسکتے آپ ان کے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں تاکہ وہ اس جگہ کو اپنا مصلیٰ بنالیں اور بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ وہ نابینا ہو گئے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نابینا شخص کو امام بنانا جائز ہے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم بھی نابینا تھے اور جب نبی ﷺ غزوہ تبوک میں گئے تھے تو ان کو امام بنا کر گئے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بارش اندھیرے جان کے خطرہ یا اور کسی عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کرنا جائز ہے۔ حضرت عثمان بن مالک نے کہا: آپ جس جگہ نماز پڑھائیں گے اس کو میں مصلیٰ بنالوں گا اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کرنا جائز ہے اور جس جگہ نبی ﷺ نماز پڑھائیں یا پڑھیں صحابہ کے نزدیک اس جگہ کی خاص اہمیت ہوتی ہے حضرت عثمان چاہتے تھے: اس جگہ نماز پڑھیں جہاں آپ نے نماز پڑھی ہے تاکہ آپ کے نماز پڑھنے کی وجہ سے اس جگہ جو برکات اور تجلیات نازل ہوئی ہیں وہ ان پر بھی سایا آگن رہیں جیسے حضرت عمر نے یہ چاہا تھا کہ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالیا جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عتبہؓ نے اپنے گھر میں نبی ﷺ سے نماز پڑھوائی حالانکہ مہمان سے نماز پڑھوانے کی ممانعت ہے

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر اس کی زیارت یا ملاقات کے لیے جائے تو خود نماز نہ پڑھائے بلکہ وہ گھر والا ہی نماز پڑھائے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

بدیل بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے آزاد شدہ غلام ابو عطیہ نے روایت کیا کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ہماری نماز کی جگہ میں آتے تھے اور ہم سے باتیں کرتے تھے ایک دن اس دوران نماز کا وقت آ گیا پس ہم نے ان سے کہا: آپ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں انہوں نے کہا: تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھا دے حتیٰ کہ میں اپنے نماز نہ پڑھانے کا سبب بیان کر دوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی قوم سے ملاقات کے لیے جائے وہ ان کو نماز نہ پڑھائے اور چاہیے کہ ان ہی میں سے کوئی شخص ان کو نماز پڑھائے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۶، سنن ابوداؤد: ۵۹۶، سنن نسائی: ۷۸۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی ﷺ کے صحابہ اور تابعین میں سے اکثر کا اس پر عمل ہے انہوں نے کہا ہے کہ مہمان کی بہ نسبت گھر والا نماز پڑھانے کا زیادہ حق دار ہے اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب گھر والا اجازت دے دے تو پھر مہمان کے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسحاق اس حدیث کی وجہ سے بہت سختی کے ساتھ کہتے تھے: خواہ گھر والے نے اجازت دی ہو پھر بھی گھر والے کے سوا اور کوئی نماز نہ پڑھائے اور مسجد میں بھی یہی حکم ہے جب کوئی مہمان آئے تو وہ کہے کہ تم ہی میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے۔ (سنن ترمذی ص ۱۷۳، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

بہ ظاہر حضرت عتبہؓ بن مالک کی حدیث اس حدیث کے مخالف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عام اصول اور قاعدہ تو یہی ہے کہ مہمان کی بجائے میزبان نماز پڑھائے جس طرح نبی ﷺ کا ارشاد ہے لیکن نبی ﷺ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں جہاں آپ ہوں وہاں آپ کے سوا اور کون امام ہو سکتا ہے حتیٰ کہ شب معراج تمام نبیوں کے ہوتے ہوئے آپ کو نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا گیا نیز نبی ﷺ کو تو حضرت عتبہؓ نے اپنے گھر بلایا ہی اس لیے تھا کہ آپ ان کے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جب گھر میں میزبان سے افضل کوئی شخص ہو تو اسے نماز پڑھانے کے لیے کہا جائے اور حدیث میں ہے:

حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو وہ نماز پڑھائے اگر سب قراءت میں برابر ہوں تو جوان میں سنت کا سب سے زیادہ عالم ہو وہ نماز پڑھائے اور اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جو سب سے پہلے ہجرت کرنے والا ہو وہ نماز پڑھائے اگر ہجرت کرنے میں سب برابر ہوں تو جوان میں سب سے پہلے اسلام لایا ہو وہ نماز پڑھائے اور کوئی شخص کسی کی سلطنت میں نماز نہ پڑھائے اور نہ کوئی شخص کسی کی اجازت کے بغیر اس کی عزت والی جگہ پر بیٹھے ایک روایت میں اسلام کی جگہ عمر کا ذکر ہے یعنی جس کی زیادہ عمر ہو وہ نماز پڑھائے۔

(صحیح مسلم: ۶۷۳، سنن ابوداؤد: ۵۸۲، سنن ترمذی: ۲۳۵، سنن نسائی: ۷۷۹، سنن ابن ماجہ: ۹۸۰، مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۸)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

☆ اگر صاحبین میں سے کسی شخص کو نماز پڑھانے کے لیے کہا جائے تو اسے نماز پڑھا دینی چاہیے بشرطیکہ اس کو اس سے اپنی بڑائی کا خیال نہ آئے۔

☆ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: میں ان شاء اللہ عنقریب ایسا کروں گا اور آپ دوسرے دن آگئے 'لہذا انسان کو اپنا وعدہ جلد پورا کرنا چاہیے۔

☆ نبی ﷺ نے آنے کے بعد نماز پڑھائی اس سے معلوم ہوا کہ دن میں نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے۔

☆ حضرت عتبہ بن مالک نے نبی ﷺ کو کھانا کھلانے کے لیے روک لیا اس سے معلوم ہوا کہ علماء اور صالحین کی دعوت کر کے ان کی تکریم کرنی چاہیے۔

☆ جب نبی ﷺ حضرت عتبہ کے گھر گئے تو حویلی کے تمام لوگ آپ کی زیارت کے لیے آگئے اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کے گھر کوئی عالم، استاذ یا مرد صالح آئے تو اس کے علاقے اور محلہ کے سب لوگوں کو اس کی زیارت اور ملاقات کے لیے آنا چاہیے۔

☆ حاضرین میں سے کسی نے کہا: مالک بن دشن نہیں آیا تو بتایا گیا وہ منافق ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت میں سے کوئی شخص غیر حاضر ہو تو اس کی تحقیق کرنی چاہیے اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس وجہ سے حاضر نہیں ہوا۔

☆ جب حاضرین میں سے کسی نے کہا: مالک بن دشن منافق ہے تو نبی ﷺ نے اس کا دفاع کیا اور فرمایا: اس نے اللہ کی رضا کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان پر منافق ہونے کی تہمت لگائی جائے تو اس کا دفاع کرنا چاہیے بلکہ جس مسلمان کا پس پشت کوئی بھی عیب بیان کیا جائے اس مسلمان کی اس عیب سے براءت کرنی چاہیے اور غیبت کرنے سے منع کرنا چاہیے۔

☆ حضرت عتبہ بن نبی ﷺ کو بلایا تھا پھر بھی آپ ان سے اجازت لے کر ان کے گھر گئے اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر میں اس سے اجازت طلب کر کے جانا چاہیے خواہ اس نے خود بلایا ہو۔

☆ نبی ﷺ اپنے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی لے کر گئے اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی استاذ عالم یا صالح کو کسی جگہ بلایا جائے تو وہ اپنے مقرب شاگرد کو بھی اپنے ساتھ لے جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ ﷺ کو بہت عزیز اور محبوب تھے اور ہر موقع اور ہر مجلس میں ان کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۶-۹۵ عمدة القاری ج ۳ ص ۲۵۲-۲۵۱)

شیخ عبدالعزیز بن باز کا صالحین کو حصول تبرک کے لیے بلانے کو سبب شرک قرار دینا اور مصنف کا اس پر ردّ اس حدیث کی شرح میں یہ تمام مسائل اور فوائد حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھے ہیں اور انہوں نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو یا جس جگہ نبی ﷺ چلے ہوں اس جگہ سے تبرک حاصل کرنا چاہیے اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صالحین میں سے اگر کسی کو اس جگہ سے تبرک حاصل کرنے کے لیے دعوت دی جائے تو اس کو دعوت قبول کرنی چاہیے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۰۶ھ فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۲ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۰ھ)

اس جگہ شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز نے حاشیہ میں اس پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے: صحیح یہ ہے کہ حصول برکت کے لیے بلانا صرف نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور کسی دوسرے کو نبی ﷺ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور اس چیز کا دروازہ کھولنا غلو اور شرک کی طرف لے جاتا ہے جیسا کہ بعض لوگوں سے ایسا واقع ہوا ہے ہم اللہ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔ (حاشیہ فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۲ مطبوعہ لاہور ۱۴۰۰ھ)

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ کوئی دوسرا مرد صالح نبی ﷺ کے برابر نہیں ہو سکتا اور دونوں میں فرق عظیم ہے، لیکن شیخ بن باز کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ حصول برکت کے لیے بلانا نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ خصوصیت تب ثابت ہوتی ہے جب نبی ﷺ نے دوسروں کو حصول برکت کے لیے بلانے سے منع کیا ہوتا اور جب آپ نے اس سے منع نہیں کیا تو شیخ بن باز کا از خود اس سے منع کر کے شریعت سازی کرنے کا کیا جواز ہے! نیز شیخ نے لکھا ہے کہ اس چیز کا دروازہ کھولنا غلو اور شرک کی طرف لے جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور کو حصول برکت کے لیے بلانا غلو اور شرک ہوگا۔ شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو چیز شرک ہو وہ سب کے ساتھ شرک ہوتی ہے، اگر کسی کو حصول برکت کے لیے گھر بلانا اور اس سے نماز پڑھوانا شرک ہو تو پھر نبی ﷺ کو گھر بلانا اور آپ سے نماز پڑھوانا بھی شرک قرار پائے گا، اور کیا شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو اس کو غیر کے لیے کیا جائے تب وہ شرک ہوتا ہے جیسے سجدہ عبودیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، سو اگر سجدہ عبودیت غیر اللہ کے لیے کیا جائے تو یہ شرک ہوگا، شیخ بن باز کسی مرد صالح کو گھر بلانے اور اس سے نماز پڑھوانے کو شرک قرار دے رہے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ گھر بلانا اور نماز پڑھوانا اللہ کے ساتھ خاص ہے تبھی تو غیر اللہ کے لیے یہ کام شرک ہوگا، افسوس! ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی قدر و منزلت نہ کی!

یہ درست ہے کہ جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو اس سے جو برکت حاصل ہوگی وہ بے مثل ہوگی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے صالحین کسی جگہ نماز پڑھیں گے تو اس سے بالکل برکت حاصل نہیں ہوگی، لاریب ان کے نماز پڑھنے سے بھی اس جگہ برکت حاصل ہوگی، اگرچہ نبی ﷺ سے حاصل شدہ برکت سے کم ہوگی، اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عمر کا حضرت عباس کے توسل سے دعا کرنا، شیخ ابن باز کے خلاف حجت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قحط پڑنے پر حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی اور کہا: ہم (پہلے) اپنے نبی (ﷺ) سے تیری طرف توسل کرتے تھے، پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب بے شک ہم اپنے نبی کے محترم چچا سے تیری طرف توسل کر رہے ہیں، سو تو ہم پر بارش نازل فرما، پس ان پر بارش ہو جاتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۱۰)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس دعا کے بعد حضرت عمر نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ، حضرت عباس کا اس طرح لحاظ کرتے تھے، جس طرح اولاد اپنے والد کا لحاظ کرتی ہے، پس اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کے عم محترم کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ، اس کے تھوڑی دیر بعد بارش ہو گئی۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اہل خیر و صلاح (یعنی صالحین) اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنی چاہیے۔ (یعنی ان کے وسیلہ سے دعا کرنی چاہیے۔ سعیدی غفرلہ) (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۰ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم نبی ﷺ کے توسل سے بارش کی دعا کرتے تھے، اب ہم نبی ﷺ کے عم محترم حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو کام نبی ﷺ کی عظمت کی وجہ سے آپ کے ساتھ کیا جاتا ہے، وہ دیگر صالحین کے ساتھ بھی کیا جاسکتا ہے حالانکہ آپ میں اور دیگر صالحین میں بہت فرق ہے اور اس حدیث کی شرح میں بھی حافظ عسقلانی نے یہی لکھا ہے کہ صالحین اور اہل بیت نبوت کے توسل سے دعا کرنی چاہیے، بلکہ انہوں نے تو یہ لکھا ہے کہ صالحین اور اہل

بیت نبوت سے استشفاع کرنا چاہیے اور استشفاع کا معنی ہے: شفاعت طلب کرنا یعنی ان سے شفاعت طلب کرنی چاہیے اور یہ عبارت تو شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب لوگوں پر زیادہ باعث قہر اور ان کے لیے زہرہ گداز ہے اس کے باوجود یہاں فتح الباری کے حاشیہ میں شیخ ابن باز نے حافظ عسقلانی پر کوئی اعتراض نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ عبارت صحیح ہے اور اس سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر اسی اسلوب پر دیگر صالحین سے حصول برکت کے لیے ان کو گھر بلانے اور ان سے نماز پڑھوانے میں شرک کا خطرہ کیوں ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز کا علماء سے استفادہ اور حصول برکت کو شرک کا سبب قرار دینا اور مصنف کا اس پر رد

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب امام یا عالم کسی کے گھر میں آئے تو اس محلہ کے لوگوں کو اس سے استفادہ کرنے کے لیے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس مجتمع ہونا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۳ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۰ھ فتح الباری ج ۲ ص ۸۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس عبارت پر شیخ عبدالعزیز بن باز نے فتح الباری کے حاشیہ پر یہ اعتراض لکھا ہے:

یہ عبارت غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ نبی ﷺ کے غیر کے لیے اس سے منع کیا جائے گا تا کہ شرک تک پہنچانے کا ذریعہ بند ہو جائے جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

شرک کی تعریف

یہ عبارت بھی ان ہی دلائل سے مردود ہے جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں جب نبی ﷺ سے استفادہ کرنا اور آپ سے برکت حاصل کرنا شرک نہیں تو علماء اور ائمہ سے استفادہ کرنا اور ان سے برکت حاصل کرنا شرک کیوں کر ہوگا شرک تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مانا جائے یا اس کو عبادت کا مستحق قرار دیا جائے اس کے سوا کوئی قول اور فعل شرک نہیں ہے ان لوگوں نے شرک کو اس قدر عام اور ارزاں بنا دیا ہے کہ علماء اور ائمہ سے استفادہ کو بھی شرک قرار دے دیا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب اصحاب نے دوران تعلیم اپنے اساتذہ اور اپنے امام شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے سلسلہ کے علماء سے استفادہ نہیں کیا! ضرور انہوں نے اس سے استفادہ کیا ہے تو اپنی اس عبارت کے مطابق وہ خود مشرک ہو گئے اور کیا کبھی وہ اپنے اکابر علماء اور اساتذہ سے پڑھنے کے لیے نہیں گئے اور ضرور گئے ہیں تو وہ اپنے قاعدہ سے ضرور مشرک ہو گئے اور یہ ان پر دوسری کاری ضرب ہے۔

شیخ ابن باز نے اپنے دونوں اعتراضوں میں نبی ﷺ کے غیر سے برکت کے حصول کو شرک قرار دیا ہے۔ آئیے اب دیکھتے ہیں کہ آیا احادیث میں نبی ﷺ کے غیر سے برکت کے حصول کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

نبی ﷺ کے غیر میں احادیث صحیحہ سے برکت کا ثبوت اور ان سے برکت کا حصول

جب آیت تیم نازل ہوئی تو حضرت اسید بن الحفیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

ماہی باول برکتکم یا آل ابی بکر۔ اے آل ابوبکر! یہ آپ کی کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۳، صحیح مسلم: ۳۶۷)

قیامت تک کے مسلمانوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی اور ان کو تیمم کی سہولت مل گئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ان من الشجر لما برکتہ کبرکۃ المسلم۔
بعض درخت ایسے ہیں کہ ان کی برکت ضرور مسلمان کی
(صحیح البخاری: ۵۴۳۴) برکت کی مثل ہے۔

اس سے مراد کھجور کا درخت تھا اور اس حدیث میں کھجور کے درخت اور عام مسلمان دونوں میں برکت کا ثبوت ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”صلوا فیہا فانہا برکۃ“ اس میں نماز پڑھو کیونکہ اس میں نماز پڑھنا برکت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۸۴، سنن ترمذی: ۸۱، سنن ابن ماجہ: ۴۹۴)

یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ کر برکت حاصل کرو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

البرکۃ فی نواصی الخیل۔
گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۵۱، صحیح مسلم: ۱۸۷۴)

یعنی گھوڑوں کو پال کر اور ان سے جہاد کر کے ان کی برکت حاصل کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا کی:

اللہم اجعل بالمدينۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ
اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں رکھی ہیں اس سے دو چند
من البرکۃ۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۳۶۹)
برکتیں مدینہ میں رکھ دے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

انما اخشى علیکم من بعدی ما یفتح علیکم
مجھے تم پر صرف یہ خوف ہے کہ میرے بعد تم پر زمین کی برکتیں
من برکات الارض۔ (صحیح البخاری: ۲۸۴۲)
کھول دی جائیں گی۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن پردہ دار عورتوں کو اور حیض والی عورتوں کو گھروں

سے نکالیں اور لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر پڑھیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کریں ”ویرجون برکۃ ذالک
الیوم“ اور اس دن کی برکت کی امید رکھیں۔ (صحیح البخاری: ۹۷۱)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعده۔
کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا

(سنن ابوداؤد: ۳۷۶۱-۱۸۴۶) کھانے کی برکت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

تسحروا فان فی السحور برکۃ۔
سحری کیا کرو کیونکہ سحری کرنے میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۰۹۵)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی، کھجور کے درخت میں برکت ہے، عام مسلمانوں میں

برکت ہے، بکریوں کے باڑے میں برکت ہے، گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے، مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ سے دگنی برکتیں ہیں، زمین میں

میں برکتیں ہیں عید کے دن میں برکت ہے کھانے کے اول و آخر ہاتھ دھونے میں برکت ہے سحری کھانے میں برکت ہے اور اگر کسی میں برکت نہیں ہے تو شیخ عبدالعزیز بن باز کے نزدیک صالحین میں برکت نہیں ہے اور ان سے برکت کے حصول کے لیے جانا یا ان کو بلانا شرک کی طرف لے جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے بڑھ کر اولیاء اللہ سے عداوت اور کیا ہوگی! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

من عادى لي وليا فقد اذنته بالحرب۔ جو میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۲، صحیح ابن حبان: ۳۴۷، صفوۃ الصفوۃ لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۵، مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۷۔ ج ۱ ص ۴۰۶ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح میں ۲۵ مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔

۴۷ - بَابُ التَّيْمَنِ فِي دُخُولِ
الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انسان مسجد میں یا گھر میں داخل ہو تو دائیں طرف سے دخول کی ابتداء کرے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنَى، فَإِذَا خَرَجَ
كَرَّتْ أَوْ خَرَجَ الْيُسْرَى۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دخول کے وقت دائیں پیر سے ابتداء کرتے اور خروج کے وقت بائیں پیر سے ابتداء کرتے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سنت سے یہ ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو دائیں پیر سے ابتداء کرو اور جب تم مسجد سے نکلو تو بائیں پیر سے ابتداء کرو۔ (المستدرک: ۷۹۱، جدید المستدرک ج ۱ ص ۲۱۸ قدیم)

۴۲۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ، عَنْ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ
مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيْمَنَ مَا اسْتَطَاعَ، فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ،
فِي طَهْوَرِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث بن سلیم از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جہاں تک ہو سکے اپنے ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کو پسند کرتے تھے وضو کرنے میں کنگھی

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۵، مکتبۃ الرشیدیہ ض ۱۳۲۶ھ) کرنے میں اور جوتی پہننے میں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۶۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: وضوء اور غسل میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: مسجد میں دائیں طرف سے داخل ہونا۔

کیا زمانہ جاہلیت کی قبروں کو کھودا جائے
اور ان کی جگہ مسجدیں بنا دی جائیں؟

۴۸ - بَابُ هَلْ تَنْبِشُ قُبُورَ مُشْرِكِي
الْجَاهِلِيَّةِ، وَيَتَّخِذُ مَكَانَهَا مَسَاجِدَ؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو مشرکین زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے ان کی قبروں کو کھود کر اس جگہ مسجدوں کو بنانا جائز ہے۔

بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللَّهُ
الْيَهُودَ، إِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے اس مرض میں فرمایا جس سے آپ صحت یاب نہیں ہوئے کہ اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو مساجد بنا لیا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰)

اس کے بعد یہ تعلق ہے:

وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْقُبُورِ۔

اس تعلق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ (صحیح مسلم: ۹۷۲، سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹، سنن ترمذی: ۱۰۵۰، سنن نسائی: ۷۶۰)

وَرَأَى عُمَرُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّي عِنْدَ قَبْرِ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے کہا: قبر سے بچو قبر سے بچو اور ان کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں ایک قبر کی طرف نماز پڑھ رہا تھا انہوں نے مجھ سے منع کیا اور فرمایا: تمہارے آگے قبر ہے۔ (مصنف و کعب بن جراح)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ قبر کی طرف نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی قبر سے بچو قبر سے بچو۔ اس حدیث کو امام بخاری کے شیخ ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۵۵)

قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد کے نزدیک قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے خواہ قبر کھودی ہو یا نہ ہو خواہ اس کی نجاست ڈھکی ہوئی ہو یا نہ ہو خواہ وہ قبر دوسری قبروں کے درمیان ہو یا وہ قبر منفرد ہو مثلاً کسی کمرے میں ہو انہوں نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے کہ تمام روئے زمین مسجد ہے سوائے مقبرہ اور حمام کے۔ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ (تجزیہ) ہے اور امام شافعی نے کھودی ہوئی قبر اور اس کے غیر میں فرق کیا ہے انہوں نے کہا: جب مردے کے گوشت اور اس سے نکلنے والی پیپ مٹی کے ساتھ مخلوط ہو تو پھر نجاست کی وجہ سے اس قبر کے پاس نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے قبرستان میں پاک جگہ پر نماز پڑھی ہے تو اس کی نماز جائز ہے ابو مصعب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جیسے جمہور کا قول ہے اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے خواہ مسلمانوں کا قبرستان ہو یا کافروں کا ابن حزم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت نقل کی ہے اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی، نافع بن جبیر بن مطعم، طاؤس، عمرو بن دینار اور غیثمہ سے ممانعت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ ہمارے علم میں اس میں صحابہ اور فقہاء تابعین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۵۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے

يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ
عَنِ امِّ حَبِيبَةَ وَامِّ سَلَمَةَ ذَكَرْنَا كُنُيْسَةَ رَأَيْتَهَا
بِالْحَبَشَةِ فِيهَا تَصَاوِيرُ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُولَئِكَ إِذَا كَانَ
فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ
مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَ فَأُولَئِكَ
يَرَارُ الْخَلْقُ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از
ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ
نے ذکر کیا کہ انہوں نے حبشہ میں ایک گرجا دیکھا جس میں تصاویر
تھیں انہوں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا: یہ
وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی مرد صالح فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس
کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں اور وہاں پر یہ مجسمے رکھ دیتے ہیں سو یہ
لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں۔

اطراف الحدیث: ۴۳۴-۱۳۴۱

(صحیح مسلم: ۵۲۸، الرقم المسلسل: ۱۱۶۱، سنن نسائی: ۷۰۳، صحیح ابن حبان: ۳۱۸۱، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۸۰، شرح السنہ: ۵۰۹، مسند احمد ج ۶ ص ۵۱،
طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۲۵۲، ج ۴ ص ۲۰۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۶، ۷۷، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی مرد صالح فوت ہو جاتا
ہے تو یہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں اور وہاں پر یہ مجسمے رکھ دیتے ہیں اس حدیث میں نصاریٰ کی مذمت کی گئی ہے۔

حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان صحرا الامویہ ہے انہوں نے اپنے خاوند حضرت
عبد اللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ وہاں پر فوت ہو گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے ۶ھ میں نکاح کر لیا
اور نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان کا مہر مقرر کیا تھا پھر ان کو آپ کے پاس روانہ کر دیا تھا یہ ان خواتین میں سے ہیں
جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی یہ ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئی تھیں۔

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھی ذکر ہے یہ بھی ام المؤمنین ہیں اور ان کا نام ہند بنت ابی امیہ المخزومیہ ہے ان کے
خاوند حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جب یہ دونوں مدینہ لوٹ آئے تو ان کے خاوند فوت ہو گئے
پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔

نبیوں کی قبروں کی عبادت کی ابتداء کیسے ہوئی اور کسی ممنوع کام کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

معتقدین نصاریٰ اپنے مرد صالح کی قبر پر اس کا مجسمہ بنا کر اس لیے رکھتے تھے تاکہ اس مرد صالح کی صورت دیکھ کر وہ مانوس ہوں
اور اس کے نیک اعمال کو یاد کریں اور اس کی عبادت کی طرح خود بھی عبادت کرنے کی کوشش کریں اور ایسے نیک بندوں کی قبروں کے
پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں پھر جب کافی زمانہ گزر گیا اور ان کے بعد متاخرین آئے تو وہ قبروں پر ان مجسموں کی اغراض سے
مواقف تھے اور شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان کے آباء و اجداد ان مجسموں کی عبادت کرتے تھے تو انہوں نے ان

مجسموں کی تعظیم کی اور ان کی عبادت کرنی شروع کر دی، نبی ﷺ نے ایسے کاموں سے ڈرایا اور ان کاموں کو سختی سے منع کیا اور ان کاموں پر عذاب کی وعید سنائی اور غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کر دیا اور فرمایا: اس قوم پر اللہ کا شدید غضب نازل ہو رہا ہے جو اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتی ہے، پس تم قبروں کو مساجد نہ بناؤ۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب السفر: ۸۵) یعنی میں تم کو اس کام سے منع کرتا ہوں اور فرمایا: اللہ (عز وجل) یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا لیا (صحیح مسلم: ۵۳۲) اور فرمایا: اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا، جس کی عبادت کی جائے۔ (تویر الحوالک ص ۱۸۹، موطأ امام مالک، کتاب السفر: ۸۵) اسی وجہ سے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر آپ کی عبادت کا ذریعہ قطع کرنے میں بہت مبالغہ کیا اور آپ کی قبر کی دیواروں کو بہت اونچا کر دیا اور ان میں داخلہ کو مسدود کر دیا، پھر ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ کی قبر کو قبلہ نہ بنا لیا جائے تو انہوں نے قبر کے دور کنوں پر دو دیواریں بنا دیں، حتیٰ کہ کسی شخص کے لیے نماز میں عین قبر کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہو، اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کو ظاہر کر دیا جاتا۔ (المجموع ج ۲ ص ۱۲۸، دار ابن کثیر بیروت: ۱۴۲۰ھ)

قبروں کی عبادت اور ان پر مجسمے رکھنے کی ممانعت اور صالحین کی قبروں کے قرب

اور جوار میں مسجد بنانے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں قبروں پر مساجد بنانے اور ان کے مجسمے رکھنے کی ممانعت ہے اور اس سے اس لیے منع کیا گیا ہے تاکہ قبروں کو اور مجسموں کو معبود نہ بنا لیا جائے۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس سے اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ غیر اللہ کی عبادت کرنے کا ذریعہ ختم ہو جائے کیونکہ ان لوگوں کا زمانہ بت پرستی کے زمانے کے قریب تھا اور وہ لوگ مجسموں کو معبود بناتے تھے اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھنے سے منع کیا تھا۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۹۹)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جان دار کی تصویر بنانا حرام ہے خصوصاً نیک آدمی کی اور قبر پر عبادت کرنا منع ہے۔

علامہ البیہقی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ قبر کو برابر کر کے اس کے اوپر مسجد بنادی جائے اور اس کے اوپر نماز پڑھی جائے اور انہوں نے کہا: یہ مکروہ ہے کہ اس کے پاس مسجد بنائی جائے اور اس میں قبر کی طرف نماز پڑھی جائے، لیکن وہ مقبرہ جس کا

نشان مٹ چکا ہو جب اس میں مسجد بنائی جائے تاکہ اس میں نماز پڑھی جائے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کیونکہ مقابر وقف ہیں اسی طرح مسجد بھی وقف ہے اور ان کا معنی واحد ہے۔ (یہ فقہاء مالکیہ کا مذہب ہے، فقہاء احناف کے نزدیک مسلمانوں کا قبرستان خواہ پرانا ہو اور اس کے آثار مٹ چکے ہوں، اس پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے اور نہ ایک وقف کو دوسرے وقف سے تبدیل کرنا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ) علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ چونکہ یہود اور نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو ان کی تعظیم کی وجہ سے سجدہ کرتے تھے اور ان کی قبروں کو اپنی نمازوں کا قبلہ بناتے تھے اور ان قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان قبروں کو بت بنا لیا تھا اس لیے نبی ﷺ نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کیا۔

رہا وہ جس نے کسی نیک شخص کے قرب میں مسجد بنائی اور اس کے قرب سے حصول برکت کا قصد کیا نہ کہ اس کی تعظیم کا اور نہ اس کی طرف توجہ کا ارادہ کیا تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۵۸-۲۵۷، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

رہا وہ جس نے کسی نیک شخص کے قرب میں مسجد بنائی اور اس کے قرب سے حصول برکت کا قصد کیا نہ کہ اس کی تعظیم کا اور نہ اس کی طرف توجہ کا ارادہ کیا تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۵۸-۲۵۷، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۰۸۳۔ ج ۲ ص ۷۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) تصاویر کا حکم (۲) وڈیوئی۔ وی اور سینما (۳) جوار قبر میں مسجد (۴) ایک اشکال کا جواب۔

* صالحین کی قبروں کے قرب میں مسجد بنانے پر مفصل بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۷-۸۲ میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۲۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِينَةِ فِي حَيِّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاوَرُوا مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَبُو بَكْرٍ رَدْفُهُ وَمَلَأَ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى بِفَنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتُهُ الصَّلَاةُ وَيُصَلِّيَ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَأَنَّهُ أَمَرَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فَأَرْسَلَ إِلَى مَلِكٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ تَأْمِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هَذَا قَالُوا لَا وَاللَّهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ فَقَالَ أَنَسٌ فَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ وَفِيهِ خَرِبٌ وَفِيهِ نَخْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسَوِيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوا عِصَادَتِيهِ الْحِجَارَةَ وَجَعَلُوا يَنْقُلُونَ الصَّخَرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُولُ :

اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ

فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

[اطراف اللہ: ۱۸۶۸-۲۱۰۶-۲۷۷۱-۲۷۷۹-۳۹۳۲]

(صحیح مسلم: ۵۲۳۳، الرقم المسلسل: ۱۱۵۳، سنن ابوداؤد: ۴۵۳، سنن

ترمذی: ۳۵۰، سنن نسائی: ۷۰۱، سنن ابن ماجہ: ۷۴۲، مسند ابوداؤد الطیالسی:

۲۰۸۵، مسند ابویعلیٰ: ۳۱۸۰، صحیح ابن خزيمة: ۷۸۸، صحیح ابن حبان: ۲۳۲۸،

طیة: ۱۱، ولایا: ج ۳ ص ۸۳-۸۴، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۳۸، شرح النبی:

۳۷۶۵، جامع المسانید: ابن الجوزی: ۳۰۳، منقبة الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ مدینہ میں آئے اور مدینہ کی بلند جگہ میں ایک قبیلہ میں ٹھہرے جن کو بنو عمرو بن عوف کہا جاتا تھا نبی ﷺ نے وہاں چودہ راتیں قیام کیا پھر آپ نے بنو النجار کو بلایا پس وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبی ﷺ اپنی سواری پر سوار ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بنو النجار کی جماعت آپ کے ارد گرد ہے حتیٰ کہ آپ کی سواری حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے صحن میں ٹھہر گئی اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جس جگہ نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لیں اور آپ بکریوں کے بازوے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے اور بے شک آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا پھر آپ نے بنو النجار کی جماعت کی طرف پیغام بھیجا پس آپ نے فرمایا: اے بنو النجار! مجھے اپنا یہ باغ قیمت دے دو انہوں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے لیں گے حضرت انس نے کہا: اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تم کو بتاتا ہوں اس میں مشرکین کی قبریں تھیں اور اس میں کھنڈرات تھے اور اس میں کھجور کے درخت تھے پس نبی ﷺ نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبروں کو کھودا جائے سوان کو کھودا گیا پھر آپ نے حکم دیا کہ کھنڈرات کو ہموار کیا جائے سوان کو ہموار کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا گیا سوان کو کاٹ دیا گیا اور مسجد کے قبلہ کی طرف ان درختوں کی قطار لگا دی گئی اور اس کے دو ستون پتھروں کے بنادیئے وہ پتھروں کو اٹھا کر لا رہے تھے اور رجز پڑھ رہے تھے اور نبی ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے اور آپ فرما رہے تھے:

اے اللہ! آخرت کی بھلائی کے سوا اور کوئی بھلائی نہیں ہے

پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے

اس حدیث کے چار رجال ہیں: (۱) مسدد بن مسرہد (۲) عبدالوارث بن سعید التمیمی (۳) ابوالتیاح یزید بن حمید الفصیحی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۲۵۸)

مدینہ منورہ آنے کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے لکھا ہے کہ تو اتر سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ قبا میں ۸ ربیع الاول کو پیر کے دن آئے تھے اور الخوارزمی نے لکھا ہے: اس وقت آپ کی عمر تیرہین (۵۳) سال تھی۔ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۴ ربیع الاول کو پیر کی شب غار سے نکلے تھے اور ایک قول ہے کہ بارہ ربیع الاول کو غار سے نکلے تھے اور حضرت کلثوم بن ہدم کے پاس ٹھہرے تھے اور ہمارے نزدیک یہی ثابت ہے اور حضرت جابر سے منقول ہے کہ جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے ایک اونٹ ذبح کیا۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۲۶۲)

نبی ﷺ کا بنو النجار سے باغ خریدنا

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے بنو النجار سے فرمایا: مجھے اپنا یہ باغ قیمت دے دو انہوں نے کہا: نہیں! ہم اس باغ کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے اس کا معنی یہ ہے کہ ہم آپ سے اس کی قیمت طلب نہیں کریں گے بلکہ ہم آپ کو یہ باغ بلا معاوضہ دیں گے اور اس کی قیمت یعنی اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں گے امام محمد بن سعد نے الواقدی سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے یہ باغ دس دینار میں خرید لیا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی قیمت ادا کی تھی۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

یہ باغ سہل اور سہیل نام کے دو یتیم لڑکوں کا تھا۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۲۳) اور اس کی قیمت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ ص ۲۳۰-۲۳۹) اگر یہ روایت صحیح ہے تو نبی ﷺ نے اس باغ کو بغیر قیمت کے قبول نہیں فرمایا تھا کیونکہ یہ باغ دو یتیم لڑکوں کا تھا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس دیہات یا بستی میں رہائش ہو وہاں جمعہ قائم کرنے کے لیے شعائر اسلام کے اظہار کے لیے مسجد بنانا جائز ہے۔ (فقہاء احناف کے نزدیک یہ ابتداء کا واقعہ ہے بعد میں جمعہ کے لیے شہر کا ہونا شرط قرار دیا گیا جیسا کہ اپنے مقام پر یہ بحث آئے گی۔ سعیدی غفرلہ)

ضرورت کی بناء پر مشرکین کی قبروں کو کھودنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مشرکین کی قبروں کو کھودا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان قبروں کو کھودنا اور ان کے مردوں کو قبروں سے نکالنا کس طرح جائز تھا اور قبر مردے کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور اس میں مردہ کو محفوظ کیا جاتا ہے اسی وجہ سے قبر کو بیچنا اور اس قبر سے مردہ کو منتقل کرنا ناجائز ہوتا ہے تو اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ جس زمین میں ان مشرکین کو دفن کیا گیا تھا وہ ان کی ملکیت نہ تھی بلکہ وہ زمین غصب شدہ تھی دوسرا جواب یہ ہے کہ قبر میں مردہ کا محفوظ ہونا وغیرہ یہ مسلمان کی قبر کے احکام میں سے ہے کیونکہ مسلمانوں کو قبروں میں دفن کرنا عبادت کے قبیل سے ہے اور کفار اور مشرکین کا قبروں میں مدفون ہونا از قبیل عبادت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ضرورت کی وجہ سے ان کی قبروں کو کھودنا جائز ہے کیونکہ جب نبی ﷺ نے یہ بتایا کہ ابورغال کی قبر میں اس کے ساتھ سونا مدفون ہے تو صحابہ نے اس کی قبر کو کھود کر وہ سونا نکال لیا تھا۔

نبی ﷺ کا رجز پڑھنا آپ سے تعلیم شعر کی نفی کے خلاف نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ رجز پڑھ رہے تھے اور نبی ﷺ بھی ان کے ساتھ رجز پڑھ رہے تھے۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا رجز بھی شعر کی اقسام سے ہے یا نہیں؟ اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی شعر کی قسم سے ہے کیونکہ شعر اس کلام موزون کو کہتے ہیں جس میں قافیہ کی رعایت کی جائے اور رجز بھی اسی طرح سے ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ رجز اس لیے شعر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے رجز پڑھا ہے اگر رجز شعر ہو تو لازم آئے گا کہ نبی ﷺ کو شعر کا علم تھا حالانکہ قرآن مجید میں ہے: "وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ" (یس: ۱۹) ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا۔ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ جو ایک یاد شعر پڑھ لے اس پر شاعر کا اطلاق کیا جاتا ہے نہ ہی یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو شعر کا علم ہے۔

مصنف کے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اہل عرب اس کلام کو شعر کہتے تھے جس میں خیال آرائی اور مبالغہ اور جھوٹ ہو اسی وجہ سے وہ قرآن مجید کو شعر اور نبی ﷺ کو شاعر کہتے تھے کہ جنت دوزخ حور اور غلمان وغیرہ یہ سب خیال آفرینی اور مبالغہ آرائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ ہم نے اپنے نبی کو شعر نہیں سکھایا یعنی خیال آفرینی اور جھوٹ کی تعلیم نہیں دی ورنہ کلام موزون کے اعتبار سے تو قرآن مجید کی بہت سورتوں میں کلام موزون اور کلام منظوم ہے (مثلاً سورۃ الکوثر کو دیکھ لیں) تو اگر کلام موزون پر شعر ہونے کا مدار ہے تو قرآن مجید کی بہت سی سورتیں شعر قرار پائیں گی۔

سماع پر علامہ قرطبی کا تبصرہ

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں: نبی ﷺ نے جو رجز یہ کلام پڑھا ہے اس سے صوفیہ نے سماع کی اباحت پر استدلال کیا ہے لیکن انہوں نے اس میں افراط کیا ہے اور حد جواز سے تجاوز کیا ہے اور آلات موسیقی جو حرام ہیں ان کو مباح کہا ہے اور رقص کرنے کو بھی جائز کہا ہے اور یہ مجنونوں، باطل پرستوں اور فساق کے افعال ہیں اور یہ لوگ شریعت میں ان چیزوں کو داخل کر دیتے ہیں جو شریعت میں داخل نہیں ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور احسان سے ہمیں ان کاموں سے محفوظ اور مامون رکھے۔ (آمین)

(المفہم ج ۲ ص ۱۲۴-۱۲۱ ملخصاً دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

شیخ عبد العزیز بن باز کا اولیاء اللہ کے مولد کے نزدیک مسجد بنانے پر اعتراض اور مصنف کے جوابات

اس حدیث کی شرح میں حافظ شباب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ نے بھی لکھا ہے:

البیضاوی نے کہا ہے کہ جب یسوع اور نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی قبروں کو اپنی نمازوں کا قبلہ قرار دیتے تھے اور ان کی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان کی قبروں کو بت بنالیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا لیکن جن لوگوں نے صالحین کی قبر کے جوار اور قرب میں مسجد بنائی اور ان کے قرب سے حصول برکت کا قصد کیا نہ کہ ان کی تعظیم کا اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۰ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۸۲، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۸۹ھ)

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

اس عبارت کا غلط ہونا واضح ہے صحیح یہ ہے کہ یہ حرام ہے اور یہ بھی ان احادیث کے تحت داخل ہے جن میں قبروں کو مسجد بنانے

سے منع فرمایا ہے۔ (حاشیہ عبد العزیز بن باز فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵، مطبوعہ لاہور)

میں کہتا ہوں کہ شیخ عبد العزیز بن باز نے جو لکھا ہے وہ صراحۃً اور بدلتہً غلط ہے قبر پر مسجد بنانے کا معنی یہ ہے جیسا کہ علامہ مینی نے علامہ البیہقی سے نقل کیا ہے کہ قبر کو ہموار کر کے اس کے اوپر مسجد بنائی جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۵۷، دار الکتب العلمیہ بیروت) اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس کو جائز کہا ہے وہ یہ ہے کہ کسی

مرد صالح اور ولی اللہ کے قرب میں مسجد بنائی جائے اور نماز میں اس کی تعظیم کا قصد کیا جائے نہ اس کی طرف منہ کیا جائے اور حدیث میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ حدیث میں اس بات کی ممانعت ہے کہ قبر کی طرف منہ کر کے صاحب قبر کی تعظیم کے قصد سے نماز پڑھی جائے اور اس کی ممانعت نہیں ہے کہ نہ صاحب قبر کی طرف منہ کیا جائے اور نہ اس کی تعظیم کے قصد سے نماز پڑھی جائے۔ کیا شیخ عبدالعزیز بن باز کے نزدیک ان دونوں باتوں میں فرق نہیں ہے! قبر کی طرف منہ کرنے اور نہ کرنے یعنی اثبات اور نفی میں کوئی فرق نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے صرف قبر والے کی تعظیم کے قصد سے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور قبر والے کی تعظیم کے قصد کے بغیر اس کی قبر کی طرف منہ کیے بغیر اس کے نزدیک بنی ہوئی مسجد میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا پھر شیخ عبدالعزیز بن باز نے اس کی ممانعت کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کیوں کی ہے اور جو بات رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمائی اس بات کی آپ کی طرف نسبت کرتے وقت انہیں درج ذیل حدیثوں کی وعید میں داخل ہونے کا کوئی خوف اور خطرہ نہیں تھا کہ حضرت سلمہ بنی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ (صحیح البخاری: ۵۰۲، مسند احمد: ۱۰۵۲۰ ج ۲ ص ۵۰۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ نہ باندھو! پس جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں داخل ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۶۱، مقدمہ صحیح مسلم: ۲، سنن ترمذی: ۳۱۷۵، سنن ابن ماجہ: ۳۱، مسند احمد ج ۱ ص ۸۳)

* باب مذکور کی حدیث کی شرح، شرح صحیح مسلم: ۱۰۷۵ ج ۲ ص ۶۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

۱۔ مساجد بنانے کی ذمہ داری پہلے دار درختوں کا کاٹنا (۲) قبور مشرکین پر مسجد بنانا (۳) رجز کی تعریف (۴) حضور کی شعر گوئی۔

۴۹ - بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ

بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا

اس باب کے عنوان میں اور حدیث میں "مرابض" کا لفظ ہے اس کا مادہ "رَبَضَ" ہے اس کا معنی ہے: کسی جگہ ٹھہرنا اور "مرابض" بکریوں کے باڑے کو کہتے ہیں۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ اس باب کی حدیث میں بھی یہ ذکر تھا کہ جس جگہ نماز کا وقت آتا تھا آپ وہیں نماز پڑھ لیتے تھے حتیٰ کہ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ مسجد بنانے سے پہلے آپ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

۴۲۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَبْلَ أَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے پھر میں نے ان سے یہ سنا کہ آپ مسجد بنانے سے پہلے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: اونٹوں، جانوروں اور بکریوں کے پیشاب اور ان کے باڑے کا حکم۔

۵۰ - بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الْإِبِلِ

اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا

اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور بعض منع کرتے ہیں۔ مانعین

کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز نہ پڑھو۔ (سنن ترمذی: ۲۴۸، مسند احمد ج ۲ ص ۵۱)

صحیح البخاری: ۲۳۳ کی شرح میں ہم نے اس کی زیادہ تفصیل لکھی ہے۔

جواز کے متعلق امام بخاری کی درج ذیل روایت ہے:

۴۳۰- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيرِهِ وَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. [طرف الحدیث: ۵۰۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن حیوان نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۰۲، الرقم لمسلم: ۱۰۹۷، سنن ابوداؤد: ۶۹۲، سنن ترمذی: ۳۵۲، المعجم الکبیر: ۱۳۲۰۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۹، مسند ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳، طبع قدیم مسند احمد: ۴۴۶۸، ج ۸ ص ۲۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الفضل ابوالفضل المروزی یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) سلیمان بن حیوان ابو خالد الاحمر الازدی الجعفری الکوفی الامام ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب یہ فضل اور عبادت میں اہل مدینہ کے اکابر میں سے تھے ۱۳۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) نافع حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۲۶۹)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: اونٹوں کی جگہ پر نماز پڑھنا اور حدیث میں ہے: سواری کی طرف نماز پڑھنا۔

سواری کو سترہ بنانے کا جواز

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے علامہ ابن التین نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ گھوڑوں اور گدھوں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ ان کا پیشاب نجس ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اونٹ کے قریب نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر آدمی نماز میں اونٹ اور سواری کو سترہ بنائے تو یہ جائز ہے اور امام ترمذی نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور علامہ ابن عبد البر نے الاستذکار میں لکھا ہے کہ سواری کو سترہ بنانے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے: جس نے اونٹ کی طرف نماز پڑھنے سے منع کیا وہ باطل ہے۔

۵۱- بَابُ مَنْ صَلَّى وَقَدَّامَهُ تَنُورٌ أَوْ نَارٌ أَوْ شَيْءٌ مِّمَّا يُعْبَدُ فَأَرَادَ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى

جس نے تنور یا آگ یا کسی ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھی جس کی عبادت کی جاتی تھی اور اس کا ارادہ اخلاص سے اللہ کی عبادت کرنا تھا

امام بخاری نے اس عنوان کو مبہم رکھا ہے اور یہ واضح نہیں کیا کہ آیا اس کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ لیکن اس باب کے تحت انہوں نے جو احادیث وارد کی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کی نماز مکروہ نہیں ہے پھر امام بخاری نے یہ تعلق ذکر کی ہے:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَى النَّارِ وَأَنَا أَصْلَىٰ

اور الزہری نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ پر آگ پیش کی گئی اور میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلق کو صحیح البخاری: ۵۴۰ میں موصولاً روایت کیا ہے اور اس باب کا عنوان ہے: زوال کے نزدیک ظہر کا وقت۔

۴۳۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: أَرَيْتُمُ النَّارَ، فَلَمْ أَرْ مِنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْطَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہ سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی پھر آپ نے فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی اور میں نے آج کی طرح قتیح منظر ہرگز نہیں دیکھا۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۲۵۱، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

”کسوف، خسوف“ اور ”افطع“ کا معنی

اس حدیث میں ”انخسفت“ کا لفظ ہے اس کا مادہ ”خسوف“ ہے اس کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا اور ”کسوف“ کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے۔ سورج اور چاند گہن کی نمازوں کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے باب میں آئے گی۔

اس حدیث میں ”افطع“ کا لفظ ہے۔ ”فطیع“ کا معنی ہے: شنیع اور قبیح۔

سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنے کا استحباب جنت اور دوزخ کا مخلوق ہونا، نبی ﷺ کا زمین سے دوزخ کو دیکھنا اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ کو پیدا کیا جا چکا ہے معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ابھی جنت اور دوزخ کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب جزاء اور سزا کا مرحلہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو قوراً پیدا کر دے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن اور حدیث سے ان کا وجود ثابت ہے اس لیے ان کے مخلوق ہونے پر ہمارا ایمان ہے اور ان کی تخلیق کی بہت حکمتیں ہیں ان میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ شب معراج نبی ﷺ کو یہ دونوں دکھائی گئیں۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کے معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے دوزخ کا مشاہدہ کیا، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور دوزخ کے درمیان حجابات کو اٹھا دیا اور آپ نے اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ لیا جس طرح آپ کے اور مسجد اقصیٰ کے درمیان حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا اور آپ نے مکہ میں رہتے ہوئے مسجد اقصیٰ کو دیکھ لیا تھا۔

اور اس حدیث میں امام بخاری کے قائم کردہ عنوان پر دلیل ہے کہ جب نمازی کے سامنے آگ ہو اور وہ اخلاص سے اللہ کے لیے نماز پڑھ رہا ہو تو اس کی نماز میں کوئی حرج نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۱۹- ج ۱ ص ۱۳۱۵ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۲- بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي الْمَقَابِرِ

قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت نفی اور اثبات میں ہے۔ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ آگ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۴۳۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا قُبُورًا. [طرف الحدیث: ۱۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی اپنی نمازوں کا حصہ رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

(صحیح مسلم: ۷۷۷، الرقم المسلسل: ۱۷۸۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۸-۱۰۳۳، سنن نسائی: ۱۵۹۷، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۵، مسند احمد ج ۲ ص ۶، طبع قدیم مسند احمد: ۴۵۱۱- ج ۸ ص ۱۰۵، مؤسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کا باب کے مطابق نہ ہونا

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت اور اس عنوان کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے وہ اس عنوان کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے گھروں میں اس طرح نہ رہو جس طرح مردے قبروں میں رہتے ہیں کیونکہ مردوں کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ مکلف نہیں رہتے اسی لیے آپ نے فرمایا ہے: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یعنی یوں نہ کرو کہ جس طرح مردے قبروں میں نماز نہیں پڑھتے تم بھی اپنے گھروں میں نماز نہ پڑھو اور اس حدیث میں اس کا بیان نہیں ہے کہ تم قبرستان میں نماز پڑھو یا نہ پڑھو۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ گھروں میں مردوں کو دفن نہ کرو کیونکہ اگر ہمیشہ مردوں کو گھروں میں دفن کیا جائے گا تو گھر قبرستان بن جائیں گے اور پھر گھروں میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی صراحت ہے آپ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ گھروں میں مردوں کو دفن نہ کرو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۶، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر لفظ اس معنی پر دلالت نہیں کرتے بلکہ جس معنی پر اس حدیث کے ظاہر لفظ دلالت کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ تم اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح نماز سے نہالی نہ رکھو کیونکہ قبرستان عبادت کی جگہ نہیں ہے اسی وجہ سے بعض فقہاء نے قبرستان میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قبرستان میں نماز کی ممانعت کے متعلق احادیث

قبرستان میں نماز کی کراہت پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) بیت الخلاء (۲) کیلا (ذبح خانہ) (۳) مقبرہ (۴) عام راستہ (۵) حمام (۶) اونٹوں کا اصطبل (۷) بیت اللہ کی چھت کے اوپر۔

(سنن ترمذی: ۳۴۶، سنن ابن ماجہ: ۴۷-۴۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حمام اور مقبرہ کے سوا تمام روئے زمین مسجد ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۳، سنن ترمذی: ۳۱۷، سنن ابن ماجہ: ۷۵، مسند احمد ج ۳ ص ۸۳)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۱-ج ۲ ص ۵۳۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: گھر میں نوافل کی فضیلت۔

۵۳۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ

النَّحْسِفِ وَالْعَذَابِ

کی جگہ نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جس جگہ دھنسیا گیا ہو یا عذاب دیا گیا ہو وہاں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا کہ آیا اس جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے یا ناجائز ہے لیکن جو احادیث ذکر کی ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس عنوان میں اور اس باب کی حدیث میں ”نحسف“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: زمین میں دھنسا۔

وَيَذْكُرُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَرِهَ الصَّلَاةَ
بِخَسْفِ بَابِلَ۔ اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بابل کی دھنسی
ہوئی جگہ میں نماز کو مکروہ قرار دیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث ہیں۔

حجر بن عنبس الحضرمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ النہروان کی طرف نکلے حتیٰ کہ جب ہم بابل پر پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت آ گیا ہم نے کہا: ”الصلاة“ (نماز پڑھیے) آپ خاموش رہے ہم نے پھر کہا: ”الصلاة“ آپ خاموش رہے جب آپ اس جگہ سے نکل گئے تو آپ نے نماز پڑھی پھر آپ نے فرمایا: میں اس جگہ نماز نہیں پڑھ سکتا تھا جس کو تین بار زمین میں دھنسیا گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵-ج ۲ ص ۱۵۴، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

عبداللہ بن ابی المحمل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ کہتے تھے جسے دھنسیا گیا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۶)

ابن ابی المحمل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بابل کی جانب سے نزرے تو آپ نے وہاں نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۷)

بَابِلَ کا معنی اور سترہ جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت

ابو عبیدہ البکری نے کہا ہے کہ بابل عراق کا شہر ہے جہاں جادو مشہور تھا۔

الجوہری نے کہا ہے کہ بابل عراق کی ایک جگہ کا نام ہے جہاں جادو اور خمر (شراب) کو منسوب کیا جاتا ہے۔

بعض مقامات پر احادیث میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) بیت الخلاء

(۲) مذبح (۳) مقبرہ (۴) شارع عام (۵) حمام (۶) اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ (۷) بیت اللہ کی چھت پر۔ (سنن ترمذی: ۳۱۷)

قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے کہ جن جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے وہ تیرہ جگہیں ہیں سات یہ ہیں اور چھ اور ہیں:

(۱) تمہارے سامنے بیت الخلاء کی دیوار ہو جس پر نجاست ہو (۲) گر جا (۳) یہودیوں کی عبادت گاہ (۴) تمہارے سامنے قبلہ کی جانب مجسمے یا تصویریں ہوں (۵) دار العذاب (۶) غضب شدہ زمین۔ بعض دیگر فقہاء نے ان جگہوں کا بھی اضافہ کیا ہے:

(۱) سوئے ہوئے شخص کی طرف منہ کر کے (۲) باتیں کرنے والے کی طرف منہ کر کے (۳) مسجد ضرار میں نماز پڑھنا (۴) جن پر کفر کا فتویٰ ہے ان کی مسجد میں نماز پڑھنا پس سب ملا کر سترہ جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۲۸۰-۲۸۹ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۳۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الْمُعَذِّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ لَا يُصِيْبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان عذاب شدہ لوگوں کے پاس سے صرف روتے ہوئے گزرنا پس اگر تم روتے ہوئے نہ گزر سکو تو ان کے پاس داخل نہ ہونا کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا۔

[اطراف الحديث: ۳۳۸۰-۳۳۸۱-۳۳۱۹-۳۳۲۰-۳۴۰۲]

(صحیح مسلم: ۲۹۸۰، رقم المسلسل: ۴۳۵۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۷۴، مسند الحمیدی: ۶۵۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۱، صحیح ابن حبان: ۶۲۰۱، ۶۲۰۰، شرح السنن: ۴۱۶۶، المعجم الکبیر: ۱۳۶۵۳، مسند احمد ج ۲ ص ۹ طبع قدیم مسند احمد: ۳۵۶۱، ج ۸ ص ۱۶۸-۱۶۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت

یہ حدیث حضرت علی کے اثر کے مطابق ہے کیونکہ جب نبی ﷺ تبوک کی طرف جاتے ہوئے مقام حجر سے گزرے جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے تو آپ اس جگہ نہیں ٹھہرے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بابل کی دھنسی ہوئی جگہ پر پہنچے تو وہاں نہیں ٹھہرے اس اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر بھی باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

وادی ثمود میں رو کر گزرنے کی توجیہ اور غیر مقلدین کے نظریہ کا باطل ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المبلب نے کہا ہے کہ اس جگہ سے روئے بغیر گزرنے کی ممانعت بدشگونی کی وجہ سے ہے کیونکہ اس جگہ کے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَسَكَنْتُمْ فِي مَسْكِينَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمْ الْأَمْثَالَ O (ابراہیم: ۳۵)

اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب واضح ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہیں سمجھانے کے لیے کئی مثالیں

بیان کر دی تھیں O

پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر غضب نازل فرمایا اسی طرح نبی ﷺ نے اس جگہ سے بھی بدشگونی لی جس جگہ آپ اور آپ کے صحابہ سوتے رہ گئے تھے اور سورج طلوع ہو گیا تھا آپ نے اس جگہ قضاء نماز نہیں پڑھائی اور اس سے آگے جا کر قضاء نماز پڑھائی

اور فرمایا: اس جگہ شیطان کا اثر ہے سو جس جگہ کسی قوم پر عذاب نازل کر کے اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا ہو وہاں نماز نہ پڑھنا زیادہ لائق ہے مگر اس جگہ سے روتے ہوئے گزرنے کو آپ نے مباح کر دیا ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ نماز میں رونا، گڑگڑانا اور اللہ سے ڈرنا مطلوب ہوتا ہے اور اگر یہاں بغیر روتے ہوئے نماز پڑھی تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ جس نے شمود کے شہر مقام حجر میں سہواً بغیر روئے نماز پڑھی، اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور جس نے عمد ایسا کیا تو اس کی نماز باطل ہے اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جس نے مسجد ضرار میں نماز پڑھی، ان لوگوں کا یہ قول ساقط الاعتبار ہے اگر ان کے نزدیک عمد اروئے کو ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو پھر سہو اروئے کو ترک کرنے سے سجدہ سہو سے نماز کیسے مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ فقہاء کے نزدیک فرائض کے ترک کی سجدہ سہو سے تلاقی نہیں ہوتی۔

عذاب کی جگہوں سے بغیر روئے گزرنے سے عذاب کی وجہ خود نبی ﷺ نے بیان فرمادی ہے آپ نے فرمایا: کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر آیا تھا اور اس حدیث میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں ہے کہ جو وہاں بغیر روئے نماز پڑھے گا اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس حدیث میں صرف نزول عذاب کے خوف کا ذکر ہے اور ان لوگوں نے مسجد ضرار میں نماز پڑھنے کو بھی مواضع عذاب کے ساتھ الحق کر دیا ہے اور اس کا اس حدیث میں ذکر نہیں ہے یہ صرف ان لوگوں کا قیاس فاسد ہے حالانکہ یہ لوگ قیاس کے قائل نہیں ہیں اور یہ بھی تناقض ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۰۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

”الحجر“ کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان عذاب شدہ لوگوں کے پاس سے صرف روتے ہوئے گزرنا۔ یعنی اصحاب الحجر کے گھروں کے پاس سے یہ قوم شمود کے گھر تھے اور یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھے الحجر شام اور حجاز کے درمیان ایک شہر ہے قتادہ نے کہا: الحجر اس وادی کا نام ہے جہاں یہ رہتے تھے اڑہری نے کہا: یہ ان کے شہر کا نام ہے۔

وادی شمود اور وادی محسر سے جلدی جلدی گزرنے کی توجیہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان لوگوں کے گھروں میں ان کے بعد کوئی نہیں رہتا تھا کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص وہاں ساری عمر روتا رہے اور رسول اللہ ﷺ نے بغیر روئے ان کے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمادیا ہے اور اس حدیث میں وہاں ٹھہرنے اور اس جگہ کو وطن بنانے سے آپ نے منع فرمادیا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان عذاب یافتہ لوگوں کے شہر سے جلد از جلد گزرنا چاہیے جس طرح رسول اللہ ﷺ وادی محسر سے جلدی جلدی گزرے تھے کیونکہ اس جگہ اصحاب الفیل کو ہلاک کیا گیا تھا آپ نے اس جگہ سے روتے ہوئے گزرنے کا حکم اس لیے دیا تھا تاکہ لوگ ان پر عذاب نازل ہونے کی وجہ پر غور و فکر کریں۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے: ایسے مقام پر غور و فکر کرنے کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اس پر غور و فکر کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا تھا۔

(۲) یہ لوگ اپنے کفر اور فساد پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ڈٹ گئے اور اپنے زعم میں انہوں نے دلیری کا مظاہرہ کیا۔

(۳) اس جگہ سے گزرنے والوں کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان اور اعمال صالحہ کی توفیق دی اور ایسی گم راہی میں

بتلا ہونے سے بچالیا۔

اور اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جس جگہ زمین میں دھنسا دیا گیا ہو یا عذاب نازل کیا گیا ہو وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور

یہی اس باب کا عنوان ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۸۳-۲۸۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۴۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْبَيْعَةِ

گر جے میں نماز پڑھنے کا حکم

اس حدیث میں عیسائیوں کے معبد میں نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کے لیے عنوان میں "البیعة" کا لفظ ہے اور مشہور یہ ہے کہ "البیعة" یہودیوں کا معبد ہے اور "الکنیسة" عیسائیوں کا معبد ہے اس وجہ سے امام بخاری پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے "البیعة" سے عیسائیوں کا معبد مراد لیا ہے حالانکہ "البیعة" یہودیوں کے معبد کو کہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کے نزدیک "البیعة" کا لفظ یہود اور نصاریٰ دونوں کے معبد کے لیے عام ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ
كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ التَّمَاثِيلِ الَّتِي فِيهَا الصُّورُ.
وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّي فِي الْبَيْعَةِ إِلَّا بَيْعَةً فِيهَا
تَمَاثِيلُ.
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان صورتوں کے مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہر گرجے میں نماز پڑھتے تھے سوا اس گرجے کے جس میں مجسمے ہوتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت عمر کے آزاد شدہ غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے تو عیسائیوں کے سرداروں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان صورتوں کے مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۱۲-ج ۱ ص ۳۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں گئے تو نصاریٰ میں سے ایک شخص نے آپ کو کھانے کی دعوت دی اور حضرت عمر سے کہا: میری خواہش ہے کہ آپ اور آپ کے اصحاب میرے پاس آ کر میری عزت افزائی کریں وہ شخص نصاریٰ کے سرداروں میں سے تھا حضرت عمر نے فرمایا: ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۵۵-۱۶۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں ایک گرجا دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا انہوں نے اس کا ذکر کیا اور ان صورتوں کے مجسموں کا ذکر جو انہوں نے اس میں دیکھے تھے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک شخص فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں اور اس کی قبر پر ان صورتوں کے مجسمے بنا دیتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

۴۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَّةٌ فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنَ الصُّورِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوْ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَ أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۳۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: آیا مشرکین جاہلیت کی قبروں کو کھودا

جائے گا اور اس جگہ مسجد بنائی جائے گی؟ اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: گر بے میں نماز پڑھنا۔

اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے سورج گہن کی نماز پڑھی حالانکہ آپ کے سامنے آگ تھی۔۔۔ اور آگ کی پرستش کی جاتی ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں غیر مسلموں کے معبد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ صحیح البخاری: ۴۳۱ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے سورج گہن کی نماز پڑھی اور فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی حالانکہ آگ کی آتش پرست بھی عبادت کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں غیر اختیاری طور پر آپ کے سامنے آگ تھی اور یہاں اپنے اختیار سے غیر مسلموں کے معبد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

گر بے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہود اور نصاریٰ کے معبد میں نماز پڑھنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وہاں صورتوں اور مجسموں کی وجہ سے نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس معبد کو بیری کے پتوں کے پانی سے دھوؤ اور اس میں نماز پڑھو اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: امام مالک نے فرمایا: میں گر بے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں، کیونکہ وہ لوگ خنزیر کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں اور نجاست سے بہت کم احتیاط کرتے ہیں، ہاں! اگر کوئی شخص کچھڑ اور بارش کی شدت سے وہاں نماز پڑھنے پر مجبور ہو جائے جب کہ اسے یقین ہو کہ اس کو نجاست نہیں لگے گی تو اس کے وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور حسن بصری نے گر بے میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے، اور ابراہیم نخعی، شعبی، عطاء اور ابن سیرین نے اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے شام میں یوحنا کے گر بے میں نماز پڑھی۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک گر بے میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

تصاویر پر سجدہ نہ کرے کیونکہ یہ تصویر کی عبادت کے مشابہ ہے، امام محمد نے مبسوط میں اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ اس کے سر کے اوپر چھت میں یا اس کے سامنے یا اس کے متوازی تصاویر ہوں یا کوئی تصویر لٹکی ہوئی ہو۔

(ہدایہ اولین ص ۱۴۲، مکتبہ شرکت علیہ لبنان)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے، جس میں کتا ہو نہ اس گھر میں جس میں تصاویر ہوں۔

(صحیح البخاری: ۵۹۳۹، صحیح مسلم: ۲۱۰۶، سنن ابوداؤد: ۴۱۵۵، سنن ترمذی: ۲۸۰۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۳۹، مسند احمد ج ۴ ص ۲۹-۲۸)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے:

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ تصاویر کے ساتھ صلیب بھی لاحق ہے، اگرچہ وہ جاندار کی تصویر نہیں ہے اور اس لیے کہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہے اور مذموم چیز کے ساتھ تشبہ مکروہ ہے خواہ اس میں ان کے ساتھ تشبہ کا قصد نہ کیا گیا ہو۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۰، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اور چونکہ گرجے میں صلیب، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کے مجسمے بہ کثرت رکھے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے فقہاء احناف کے نزدیک بھی گرجے میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا، خصوصاً تصاویر کے مجسموں کے سامنے۔

باب

۵۵ - بَابُ

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا لہذا یہ باب بھی باب سابق کے ساتھ لاحق ہے۔

۴۳۵، ۴۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خِمِصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. يُحَدِّثُ مَا صَنَعُوا. [اطراف الحديث: ۱۳۲۰-۱۳۹۰-۳۲۵۳-۳۲۵۴-۳۲۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ پر مرض الموت نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے چہرے پر سیاہ منقش چادر ڈالی پھر جب آپ کو اس چادر سے تنگی ہوئی تو آپ نے اس چادر کو چہرے سے ہٹایا پھر اسی حالت میں آپ نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا دیا آپ ان کے کیے ہوئے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۱، الرقم للسلسل: ۱۱۶۸، سنن نسائی: ۷۰۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۰۹۰، مصنف عبد الرزاق: ۱۵۹۱، ۹۷۵۴-۱۵۸۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۰، دائل المنہج ج ۷ ص ۲۰۳، شرح النہج: ۳۸۲۵، خلق افعال العباد: ۳۶۹، کتاب الاسماء والصفات: ۲۰۳-۲۰۴، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۳۳، مستدرک احمد ج ۱ ص ۲۱۸، طبع قدیم مستدرک احمد: ۱۸۸۴، ج ۳ ص ۳۷۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید ابن الجوزی: ۷۴۱۸، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے، پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ انہوں نے اپنے

نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہود کے تو انبیاء تھے جب کہ عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور حضرت عیسیٰ اور ہبلہ کے نبی علیہم السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی قبر ہے تو پھر نصاریٰ کا اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانے سے کیا مراد ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں انبیاء اور ان کے صالحین پیروکار مراد ہیں کیونکہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور اپنے صالحین کی قبروں کو مساجد بنا لیتے تھے۔ اسی وجہ سے اس سے پہلی حدیث (۳۳۳) میں ارشاد ہے کہ: یہ وہ قوم ہے جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے تھے اور اس پر بت بنا کر رکھ دیتے تھے اور یہ اللہ کی بدترین مخلوق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہود تو اپنے انبیاء کی قبروں پر ان کے بت بناتے تھے اور نصاریٰ اپنے صالحین کی قبروں پر ان کے بت بنا لیتے تھے۔ اس بدعت کو یہود نے شروع کیا تھا اور نصاریٰ نے ان کی پیروی کی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نصاریٰ بھی ان کثیر انبیاء کی تعظیم کرتے تھے جن کی یہود تعظیم کرتے تھے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۸، دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۲۶ھ)

اور ان تین رسولوں کے نام صادق، صدوق اور شلوم تھے قنادہ سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھیجا تھا اس قول کی بناء پر وہ نبی نہیں تھے چہ جائیکہ وہ رسول ہوتے اور حضرت مریم کے متعلق ابن حزم اور علامہ قرطبی کا قول یہ ہے کہ وہ نبی تھیں اسی طرح حضرت سارہ ام اسحاق اور ام موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی ایک قول ہے کہ وہ وہ نبی تھیں لیکن جمہور اہل سنت و جماعت کے نزدیک نبوت مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اور کوئی عورت نبیہ نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۸۷)

قبروں پر تعمیر کرنے، چونا پھیرنے اور لکھنے کی ممانعت کی توجیہ اور صالحین کی قبروں پر گنبد بنانے کا جواز

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کے اوپر کوئی عمارت بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ نے قبر کے اوپر مسجد بنانے والوں پر لعنت کی ہے اسی وجہ سے امام ابو داؤد نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: قبر پر تعمیر کرنا۔

نیز امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور قبر پر چونا پھیرنے سے اور قبر پر تعمیر کرنے سے۔

(صحیح مسلم: ۹۷۰، سنن ابو داؤد: ۳۲۲۶-۳۲۲۵، صحیح ابن حبان: ۲۱۶۳، مصنف عبد الرزاق: ۶۳۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۱۳۸-ج ۲۲ ص ۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ترمذی کی روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر چونا پھیرنے اور قبروں پر لکھنے اور قبروں پر تعمیر کرنے سے اور قبروں کو پیروں سے روندنے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۲)

سنن نسائی میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر تعمیر کرنے سے یا قبر پر اضافہ سے یا قبر کو زیادہ کرنے سے یا قبر پر چونا پھیرنے سے یا قبر پر لکھنے سے منع فرمایا۔

(سنن نسائی: ۲۰۲۳، سنن ابو داؤد: ۳۲۲۶، صحیح مسلم: ۹۷۰، سنن ترمذی: ۱۰۵۲، سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۳)

ان احادیث میں جو قبر پر تعمیر کرنے کی ممانعت ہے اس کا محمل یہ ہے کہ عین قبر کے اوپر اس کو ہموار کر کے تعمیر کی جائے یا عین قبر کے اوپر چونا پھیرا جائے یا عین قبر کے اوپر لکھا جائے اگر قبر کے گرد چار دیواری بنا دی جائے یا اس کے سر ہانے کتبہ لگا دیا جائے یا زائرین کی سہولت کے لیے چار دیواری پر چھت ڈال دی جائے یا اولیاء اللہ کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں پر گنبد بنا دیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اولیاء اللہ اور عباد صالحین بھی شعائر اللہ میں سے ہیں قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ○ اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ (الحج: ۳۲) کے سبب سے ہے ○

اس آیت میں قربانی کے جانوروں کو ”شعائر اللہ“ فرمایا ہے اور البقرہ ۱۵۸ میں صفا اور مردہ کو ”شعائر اللہ“ فرمایا ہے اور المائدہ: ۲ میں حرمت والے مہینوں (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) کو ”شعائر اللہ“ فرمایا ہے نیز فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَجْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ. (المائدہ: ۲) اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔

مفسرین نے اس آیت میں ”شعائر اللہ“ کو عام قرار دیا ہے یعنی جو چیز بھی اللہ کی نشانی اور اللہ کی طرف منسوب ہے اس کی بے حرمتی نہ کرو اور اس کی تعظیم کرو اور جب قربانی کے اونٹ، صفا اور مردہ کی پہاڑیاں اور حج اور عمرہ کے مہینے شعائر اللہ میں سے ہیں تو اولیاء اللہ بہ طریق اولیٰ شعائر اللہ میں داخل ہیں اور ان کی تعظیم بھی مطلوب ہے اس لیے اولیاء اللہ کی قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے اس کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ کتاب الجنائز میں آئے گی۔

۵۶- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا

نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جن سترہ جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے مثلاً اونٹوں کا باڑہ مقابر اور شارع عام وغیرہ وہاں کراہت تحریم کے لیے نہیں ہے کیونکہ تمام روئے زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے علامہ عینی نے ان جگہوں میں بیت الخلاء کو بھی شامل کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۲۸۷)

لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جس جگہ نجاست ہو مثلاً بول و براز اور خون وغیرہ وہاں نماز پڑھنا حرام ہے کیونکہ نماز کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

۴۳۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ هُوَ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِي أَدْرَكْتَهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ وَأَحَلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَكَانَ النَّبِيُّ يَبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَيَبْعَثُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ (جامع السانيد لابن الجوزي: ۹۲۴ مكتبة الرشد رiaz ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے حدیث بیان کی وہ ابو الحکم ہیں انہوں نے کہا: ہمیں یزید الفقیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئیں ایک ماہ کی مسافت سے میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے اور میری امت میں سے جو شخص کہیں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا اور (پہلے) نبی اپنی مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۵ میں گزر چکی ہے وہاں اس کو کتاب التعمیم میں ذکر کیا گیا تھا اور اس حدیث میں تختم کا بھی ذکر ہے اور تمام روئے زمین کے مسجد ہونے کا بھی ذکر ہے۔

۵۷- بَابُ نَوْمِ الْمَرْأَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں عورت کا سونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کا مسجد میں سونا جائز ہے یعنی جب اس کا اور کوئی ٹھکانہ نہ ہو اور مسجد میں اس کی عزت اور ناموس کو خطرہ نہ ہو۔

۴۳۹- حَدَّثَنَا عُيَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ وَلِيدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِّنَ الْعَرَبِ فَأَعْتَقَهَا فَكَانَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ عرب کے ایک قبیلہ

قَالَتْ فَخَرَجْتُ صَبِيَّةً لَهُمْ، عَلَيْهَا وَشَاحُ
أَحْمَرُ مِنْ سُورٍ، قَالَتْ فَوَضَعَتْهُ، أَوْ وَقَعَ مِنْهَا،
فَمَرَّتْ بِهِ حُدَيَّةٌ وَهُوَ مُلْقَى، فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا
لَخَطَفَتْهُ، قَالَتْ فَاتَّمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ، قَالَتْ
فَاتَّهَمُونِي بِهِ، قَالَتْ فَطَفِقُوا يَفْتَشُونَ، حَتَّى فَتَّشُوا
فِيهَا، قَالَتْ وَاللَّهِ إِنِّي لَقَائِمَةٌ مَعَهُمْ، إِذْ مَرَّتِ
الْحُدَيَّةُ فَالْقَتَتْ، قَالَتْ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ، قَالَتْ فَقُلْتُ هَذَا
الَّذِي اتَّهَمْتُمُونِي بِهِ، زَعَمْتُمْ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيئَةٌ، وَهُوَ ذَا
شَوْءٍ، قَالَتْ فَجَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَأَسْلَمَ فَأَسْلَمَتْ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَكَانَ
لَهَا حِجَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ أَوْ حِفْشٌ، قَالَتْ فَكَانَتْ
تَحَاتِيَنِي فَتَحَدَّثْتُ عِنْدِي، قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِي
الْمَجْلِسَ، إِلَّا قَالَتْ:

وَيَوْمَ الْوُشَاحِ مِنْ أَعَاجِيبِ رَبِّنَا
إِلَّا إِنَّهُ مِنْ بَلَدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِي

کی ایک سیاہ فام باندی تھی، پس انہوں نے اس کو آزاد کر دیا، وہ ان
کے ساتھ رہتی تھی، ایک دن ان لوگوں کی ایک بچی باہر نکلی، اس کے
اوپر سرخ چمڑے کا بار تھا (جس میں موتی جڑے ہوئے تھے) اس
بچی نے اس بار کو رکھ دیا یا اس سے کہیں گر گیا، وہاں سے ایک چیل
گری اور اس جگہ وہ بار گرا ہوا تھا، اس چیل نے گمان کیا کہ وہ
گوشت ہے، وہ اس کو جھپٹ کر لے گئی، اس باندی نے کہا: ان
لوگوں نے اس بار کو تلاش کیا وہ ان کو نہیں ملا، اس باندی نے کہا: پھر
انہوں نے مجھ پر اس بار کی تہمت لگائی، انہوں نے اس کی تلاشی لی
حتیٰ کہ اس کے اندام نہانی کی بھی تلاشی لی، اس باندی نے کہا: پس
اللہ کی قسم! میں ان کے پاس کھڑی ہوئی تھی کہ اچانک وہ چیل گری
اور اس نے وہ بار پھینک دیا اور وہ بار ان لوگوں کے درمیان گرا، اس
باندی نے کہا: یہ ہے وہ بار جس کی تم نے اپنے گمان سے مجھ پر
تہمت لگائی تھی اور میں اس سے بری تھی اور وہ یہ پڑا ہے، حضرت
عائشہ نے بیان کیا: پھر وہ باندی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور
اسلام لے آئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اس کے لیے ایک
مسجد میں ایک خیمہ تھایا کنیا تھی، حضرت عائشہ نے کہا: وہ میرے
پاس آ کر باتیں کرتی تھی، وہ جب بھی میرے پاس بیٹھتی تھی تو یہ شعر
پڑھتی تھی:

ہار کا دن ہمارے رب کی عجیب و غریب چیزوں سے ہے

سنو! اس نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دے دی

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے اس سے کہا: کیا وجہ
ہے کہ جب بھی تم میرے ساتھ بیٹھتی ہو تو تم یہ شعر ضرور پڑھتی ہو؟
تب اس نے مجھے یہ واقعہ سنایا۔

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَأْنُكَ، لَا تَقْعِدِينَ
مَعِيَ مَقْعَدًا إِلَّا قُلْتَ هَذَا؟ قَالَتْ فَحَدَّثْتَنِي بِهَذَا
الْحَدِيثِ. [طرف الحديث: ۳۸۳۵]

تحدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں:

(۱) عبید بن اسماعیل، بعض روایات میں عبید اللہ ہے، (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن

العوام (۵) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۸۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس باندی کے لیے مسجد میں خیمہ تھا۔

”وشاح، سعید، حَدِیَّۃ، خِباء، حفش“ اور ”اعاجیب“ کے معانی

اس حدیث میں ”وشاح“ اور ”سیور“ کے الفاظ ہیں ان دونوں لفظوں کا معنی ہے: چڑا۔ سرخ چڑے میں سفید موتی لگے ہوئے تھے تو چیل نے سمجھایہ فر بہ گوشت ہے۔

نیز اس حدیث میں ”حَدِیَّۃ“ کا لفظ ہے یہ ”حَدِیَّۃ“ کی تصغیر ہے اس کا معنی ہے: چیل یعنی وہ چھوٹی چیل تھی۔

اس میں ”خِباء“ اور ”حفش“ کے الفاظ ہیں ”خِباء“ کا معنی ہے: خیمہ اور ”حفش“ کا معنی ہے: چھوٹا سا گھر جھونپڑی یا کٹیا۔

نیز اس میں ”اعاجیب“ کا لفظ ہے یہ ”اعجوبة“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: نہایت عجیب۔

جس کا کوئی مسکن نہ ہو اس کے لیے مسجد میں قیام کا جواز اور تذلیل اور دینی آزمائش کے موقع پر ہجرت

کرنے کا لزوم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جس شخص کا کوئی مسکن نہ ہو یا جس کے پاس رات گزارنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو اس کے لیے مسجد میں رات گزارنا مباح ہے اور ایسا خیمہ لگانا جائز ہے جو مسکن کے مشابہ ہو خواہ وہ عورت ہو یا مرد ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ انسان کسی فتنہ یا دینی مصیبت میں مبتلا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس جگہ سے ہجرت کر کے کسی پر امن اور محفوظ جگہ میں چلا جائے جیسے وہ باندی اسلام لاکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مسجد کی پناہ میں چلی گئی۔

قرآن مجید میں اس کی دلیل ہے:

أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا.

(النساء: ۹۷)

پس ہر شخص پر لازم ہے کہ جب اسے لوگوں کی طرف سے تذلیل یا آزمائش کا سامنا ہو تو وہ وہاں سے ہجرت کر کے کسی محفوظ اور مامن جگہ چلا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے۔

چڑے میں موتی جڑ کر اس کو دھاگے میں پرو کر ہار بنا دیا جائے تو عرب اس کو ”وشاح“ کہتے ہیں اور ”سیور“ ”سیر“ کی

جمع ہے اس کا معنی ہے: چڑے کا تسمہ۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۱۲-۱۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مردوں کا مسجد میں سونا

۵۸۔ بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ

باب سابق میں امام بخاری نے عورت کے مسجد میں سونے کے متعلق واحد کا صیغہ ذکر کیا تھا کیونکہ حدیث میں صرف ایک عورت کے مسجد میں سونے کا ذکر ہے اور اس باب میں مردوں کے مسجد میں سونے کے متعلق جمع کے صیغہ کا ذکر کیا ہے کیونکہ احادیث میں مسجد کے اندر متعدد مردوں کے سونے کا ذکر ہے۔ دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں مسجد کے اندر عورت کے سونے کا ذکر تھا اور اس باب میں مسجد کے اندر مردوں کے سونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد درج ذیل تعلیق ہے:

وقال أبو قلابہ: عن أنسٍ قديمٍ رَهِطٍ مِنْ عَمَلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوا فِي الصُّفَّةِ

اور ابو قلابہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عَمَلٍ کی ایک جماعت نبی ﷺ کے پاس آئی تو وہ مسجد کے چوترے میں ٹھہری۔

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ كَانَ

أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ.

الصفہ کے فقراء میں تھے۔

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۶۰۲ میں ہے اور اس میں ایک طویل قصہ کا بیان ہے۔

ان دونوں تعلیقوں سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ قبیلہ عسک کے لوگ مسجد نبوی کے چبوترے میں ٹھہرے اور اصحاب صفہ بھی

مسجد نبوی کے چبوترے میں ٹھہرے پس مردوں کا مسجد میں رہنا ثابت ہو گیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

۴۴۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ

اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ

انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے

أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ، وَهُوَ شَابٌ أَغْرَبُ لَا أَهْلَ لَهُ، فِي

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ وہ نوجوان اور

مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کتوارے تھے ان کی بیوی نہیں تھی اور وہ نبی ﷺ کی مسجد میں

[اطراف الحدیث: ۱۱۴۱-۱۱۵۶-۳۷۳۸-۳۷۴۰-۳۷۱۵-۷۰۱۶]

سوتے تھے۔

[۷۰۱۶-۷۰۲۹-۷۰۳۰-۷۰۳۱]

مسجد میں سونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ فقراء کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور غیر فقراء کے لیے مسجد میں سونا جائز

ہے۔ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے جنہوں نے مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد میں رات کو سوتے تھے اور دن کو بھی سوتے تھے اور سعید بن المسیب، الحسن البصری، عطاء اور ابن

سیرین سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس میں اختلاف ہے انہوں نے فرمایا: مسجد کو سونے کی جگہ نہ بناؤ

اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تم نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں سو جاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: مسجد میں رات کو سونے کی جگہ بناؤ نہ دن کو۔ (سنن ترمذی ص ۱۵۹، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام مالک نے کہا: جس آدمی کا گھر ہو اس کے لیے مسجد میں نہ سونا مستحب ہے اور جو آدمی ضعیف ہو اور جس کا گھر نہ ہو اس کے

لیے انہوں نے اجازت دی ہے امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان مسجد میں

رہتے تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما طاؤس مجاہد اور اوزاعی نے مسجد میں سونے کو مکروہ کہا ہے۔

جن فقہاء نے مسافروں کو مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے ان کا قول اس باب کی احادیث کی وجہ سے اولیٰ ہے سعید بن

مسیب اور سلیمان بن یبار سے مسجد میں سونے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: تم کس وجہ سے یہ سوال کر رہے ہو حالانکہ اہل

الصفہ مسجد میں سوتے تھے اور مسجد ہی ان لوگوں کا مسکن تھی اور طبری نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن

عفان رضی اللہ عنہ کو مسجد میں سوتے ہوئے دیکھا اور ان کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور وہ اس وقت امیر المؤمنین تھے اور حسن بصری نے کہا:

حقہ میں کی ایک جماعت مسجد میں سوتی تھی طبری نے کہا: مسجد میں حلال چیزوں سے نفع اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً کھانے

پینے میں بیٹھنے میں اور سونے میں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے۔

حضرت علی کو حضرت فاطمہ کا عم زاد کہنے کی توجیہ کنیت کا معنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: تمہارے عم زاد کہاں ہیں؟ اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ حقیقت میں نبی ﷺ کے عم زاد تھے آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے خاوند کہاں ہیں؟ یا علی کہاں ہیں؟ کیونکہ آپ نے جان لیا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی مناقشہ ہے تو آپ نے ازراہ شفقت ان کے اور حضرت علی کے درمیان نسبی قرابت کا ذکر فرمایا نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ والد اپنی بیٹی کے گھر میں اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا: اے ابوتراب! انھوں اس میں یہ دلیل ہے کہ کنیت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ بیٹے یا بیٹی کی طرف نسبت ہو بلکہ جس چیز کے ساتھ بھی کسی کا اشتغال ہو اس کی طرف نسبت کی جاسکتی ہے۔ کنیت میں جو ”اب“ کا لفظ ذکر ہوتا ہے اس کا معنی ہے: صاحب یا والد ”ابوتراب“ کا معنی ہے: صاحب تراب یا مٹی والا ابوہریرہ کا معنی ہے: مٹی والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بہت پسند تھا کہ ان کو ابوتراب کہہ کر پکارا جائے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے تھے اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں بلانے اور اٹھانے مسجد میں گئے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۱۰۷۔ ج ۶ ص ۹۶۰۔ ۹۵۵ پر مذکور ہے وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے فضائل مذکور ہیں مگر اس حدیث کی شرح نہیں ہے۔

۴۴۲۔ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصَّفَةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ أَوْ إِزَارٌ وَلَا مَكْسَاءٌ قَدْ رَبَطُوا فِي أَغْنَائِهِمْ فَمِنْهَا مَا يَلْبُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَلْبُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةً أَنْ تَرَى عَوْرَتَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی ازوالدہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے پاس اوپر کے بدن کو ڈھانپنے والی چادر ہو یا تہبند ہوتا تھا یا پورے بدن پر اوڑھنے والی چادر ہوتی تھی وہ اس چادر کو اپنی گردن میں باندھ لیتے تھے پس بعض کی چادر نصف پتلیوں تک پہنچتی تھی اور بعض کی کٹنوں تک پس وہ اس چادر کو اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتے تھے تاکہ ان کا ستر نہ کھل جائے۔

ستر اصحاب صفہ کی تعین اور ”رداء“ ازار“ اور ”کساء“ کا معنی

یہ ستر اصحاب صفہ جن کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا ان ستر اصحاب صفہ کے علاوہ تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے فرمودہ بیہ معونہ میں بھیجا تھا یہ بھی اصحاب صفہ میں سے تھے لیکن یہ اصحاب صفہ حضرت ابوہریرہ کے صفہ میں آنے سے پہلے اس چہرہ میں موجودہ تھے۔

اس حدیث میں ”رداء“ ازار“ اور ”کساء“ کے الفاظ ہیں ”رداء“ کا معنی ہے: وہ چادر جس سے بدن کے اوپر کے نصف اور گردن کو ڈھانپا جائے ”ازار“ کا معنی ہے: جس سے نچلے نصف بدن کو ڈھانپا جائے یعنی تہبند اور کساء کا معنی ہے: جسم پر اوڑھنے والی

چادر۔

اس باب کا عنوان ہے: مردوں کا مسجد میں سونا ہر چند کہ اس حدیث میں صراحۃً مردوں کے سونے کا ذکر نہیں ہے لیکن اس حدیث میں اصحاب صفہ کا ذکر ہے اور وہ مسجد میں سوتے تھے یوں یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے۔

۵۹- بَابُ الصَّلَاةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ

سفر سے آنے کے بعد نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص سفر سے آئے تو اسے مسجد میں آ کر نماز پڑھنی چاہیے اور اب اکثر ابواب مسجد سے متعلق ہیں اس لیے ان کی باہمی مناسبت بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ تعلیق مذکور ہے:

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى

اور کعب بن مالک نے کہا: جب نبی ﷺ کسی سفر سے

واپس آتے تو آپ مسجد سے ابتداء کرتے اور اس میں نماز پڑھتے۔

فِيهِ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۴۴۱۸ ہے یہ غزوہ تبوک کے بیان میں بہت طویل حدیث ہے جس کو ان شاء اللہ اپنے موقع پر ذکر کیا جائے گا۔

۴۴۳- حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دَثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ مِسْعَرُ أَرَاهُ قَالَ ضُحَى فَقَالَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی انہوں نے

کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن

عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ

مسجد میں تھے انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ چاشت کا وقت تھا

آپ نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو اور میرا آپ پر قرض تھا آپ

نے وہ قرض ادا کیا اور مجھے زیادہ دیا۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۰۱-۲۳۰۹-۲۳۸۵-۲۳۹۳-۲۴۷۰]

[۲۶۰۳-۲۶۰۴-۲۷۱۸-۳۰۸۷-۳۰۹۰]

(صحیح مسلم: ۷۱۳ سنن ابوداؤد: ۳۶۷ سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۳ سنن ترمذی: ۳۱۶ سنن ابن ماجہ: ۷۲۹ السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۹ صحیح ابن حبان:

۲۳۹۷ طلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۸ شرح السنۃ: ۳۸۰ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۱۸ مصنف عبدالرزاق: ۱۶۷۳ المعجم الکبیر: ۳۲۸۰ المعجم الاوسط: ۳۳۲۱-

۸۹۵۳-۹۱۷۱ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۳ مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۵۲۳ ج ۳ ص ۲۰۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید

لابن الجوزی: ۱۰۱۳ مکتبۃ الرشدریاض ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ صحیح البخاری: ۲۰۹۷ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا آپ نے مجھ سے چند اوقیہ کے عوض ایک اونٹ خرید لیا پھر رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے مدینہ میں آ گئے میں صبح کو پہنچا اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا: تم اب آئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں آپ نے فرمایا: پس مسجد میں داخل ہو اور دو رکعت نماز پڑھو اور یہ اس باب کے عنوان کے مطابق حدیث ہے امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو مختصر بیان کیا ہے اور پوری حدیث ذکر نہیں کی بہر حال امام بخاری نے جتنی حدیث روایت کی ہے وہ اس باب کے عنوان کے

مطابق نہیں ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح ہم اپنے مقام پر ان شاء اللہ کتاب البیوع میں بیان کریں گے۔

۶۰۔ بَابُ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ
فَلْيَرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ (قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ)

(سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

۴۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا
مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو
بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرْقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ
الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عامر
بن عبد اللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی از حضرت ابوقنادہ سلمی
رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد
میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

[طرف الحدیث: ۱۱۶۳] (صحیح مسلم: ۷۱۳، الرقم المسلسل: ۱۶۲۳، سنن ابوداؤد: ۳۶۸-۳۶۷، سنن ترمذی: ۳۱۶، سنن نسائی: ۷۴۹، سنن ابن
ماجہ: ۱۰۱۳، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۵۲۳، ج ۷ ص ۳۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید ابن الجوزی: ۱۳۷، مکتبۃ
الرشد ریاض ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ جو اس باب کا عنوان ہے وہ بعینہ اس حدیث میں مذکور ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اہل فتویٰ کی جماعت اس پر متفق ہے کہ یہ حدیث استحباب پر محمول ہے ہر وہ شخص جو مسجد میں با وضوء داخل ہو اور اس وقت نفل نماز
پڑھنا جائز ہو تو اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے امام مالک نے کہا: یہ مستحسن ہے واجب نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا وجوب

اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ شخص جو اس وقت مسجد میں داخل ہو جب نماز پڑھنا جائز ہو تو اس پر یہ نماز پڑھنا
فرض ہے اور بعض اہل ظاہر نے کہا: یہ ہر وقت فرض ہے کیونکہ کسی نیک کام سے اس وقت تک منع نہیں کیا جاتا جب تک اس کے خلاف
اس کے معارض کوئی دلیل نہ ہو۔

غیر مقلدین کے دلائل کا ابطال

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ کے دن حضرت سلیم اس وقت آئے جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو
آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا (صحیح البخاری: ۹۳۰، صحیح مسلم: ۸۷۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۱۵، سنن ترمذی: ۵۱۰) اور ایک مرتبہ آپ
نے دیکھا کہ ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آ کر بیٹھ گیا تو آپ نے اس کو یہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور حضرت عبد اللہ بن بسر
رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ تم نے
لوگوں کو ایذا دی اور تم دیر سے آئے پس یہ حدیثیں حضرت سلیم کی حدیث کے خلاف ہیں اور ان میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ
حضرت سلیم کی حدیث کو استحباب پر محمول کیا جائے جس طرح جمہور نے کہا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان اہل ظاہر کا قول غلط ہے جنہوں نے کہا ہے کہ جب بھی کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ نماز پڑھے

کیونکہ نبی ﷺ نے طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اسی طرح جب سورج سر پر ہو اس وقت بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے پس جو شخص ان اوقات میں مسجد میں داخل ہوگا تو اس کے لیے آپ کا یہ حکم نہیں ہے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے آپ کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو ان اوقات سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۸۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور متقدمین کی ایک جماعت سے یہ مروی ہے کہ وہ مسجد سے گزرتے تھے اور نماز نہیں پڑھتے تھے زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب مسجد میں داخل ہوتے تھے پھر باہر آتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۹)

زید بن اسلم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا، امام مالک نے اس کو حضرت زید بن ثابت اور سالم بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے اور قاسم بن عبد اللہ مسجد میں داخل ہوتے پھر مسجد میں بیٹھ جاتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۹) شعبی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور جابر بن زید نے کہا: تم جب مسجد میں داخل ہو تو اس میں نماز پڑھو پس اگر تم نماز نہیں پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو پھر گویا کہ تم نے نماز پڑھ لی۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۶۱ - بَابُ الْحَدِيثِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں وضوء توڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسجد میں وضوء توڑنے کا کیا حکم ہے ہر چند کہ وضوء توڑنا عام ہے مگر یہاں اس سے مراد ہوا خارج کرنا ہے۔

۴۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَصْلِي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَصَلَاةٍ الَّتِي صَلَّى فِيهِ مَا لَمْ يُحَدِّثْ تَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ آدمی اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے جب تک وہ اپنا وضوء نہیں توڑتا فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اے اللہ! اس پر رحم فرما۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۱۷۶۱ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جس کے نزدیک وضوء صرف بول و براز کے راستوں سے کسی چیز کے نکلنے سے ٹوٹتا ہے۔ اس حدیث کے مزید مسائل اور فوائد درج ذیل ہیں:

نماز کے بعد مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کی فضیلت اور مسجد میں وضوء توڑنے کا مکروہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

السفاقی نے کہا ہے کہ مسجد میں وضوء توڑنا گناہ ہے اس کی وجہ سے وضوء توڑنے والا فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے اور جب کہ اس گناہ کا کوئی کفارہ نہیں ہے اس وجہ سے وہ فرشتوں کے استغفار سے محروم ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن بطلال مالکی نے کہا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ بغیر کسی مشقت کے اس کے گناہ معاف ہو جائیں اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ میں بیٹھنے کو لازم کر لینا چاہیے تاکہ فرشتے اس کے لیے زیادہ دعائیں اور استغفار کریں کیونکہ فرشتوں کی دعا کے مقبول ہونے کی بہت امید ہے قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ. (الانبياء: ۲۸)
اور وہ صرف ان ہی کی شفاعت کرتے ہیں جن کی شفاعت سے اللہ راضی ہو۔

مصنف کے نزدیک فرشتوں کی دعا کا مقبول ہونا دو وجہ سے ہے ایک اس وجہ سے کہ جب کوئی شخص دوسروں کے لیے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو اس کی معصیت نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔

علامہ ابن بطلال فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس شخص کی آئین فرشتوں کی آئین کے موافق ہو جائے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جب امام آئین کہتا ہے تو فرشتے صرف ایک دفعہ آئین کہتے ہیں اور جو نمازی نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ میں جتنی دیر تک بیٹھا رہے اتنی دیر تک فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں لہذا اس موقع کی دعا قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے نیز نبی ﷺ نے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لیے انتظار کرنے کو سرحد پر پہرہ دینے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس کو رباط (سرحد پر پہرہ دینا) فرمایا ہے اور اس کو تاکید کے ساتھ دو مرتبہ رباط فرمایا ہے پس ہر عقل والے مومن پر لازم ہے کہ جب اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ پر بیٹھنے کے فضائل معلوم ہوں تو وہ نماز کی جگہ پر بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ فرشتوں کے استغفار کے حصول کی کوشش کرے۔ سعید ابن المسیب اور حسن بصری نے کہا ہے کہ مسجد میں عدا بغیر وضوء کے بیٹھنا مکروہ ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۴۱-۱۴۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اس شخص کی فضیلت ہے جو مطلقاً نماز کا انتظار کرتا ہے خواہ وہ مسجد میں اس جگہ بیٹھا ہو یا کسی دوسری جگہ چلا گیا ہو اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص مسجد میں اپنا وضوء توڑ دے اس کی یہ فضیلت باطل ہو جاتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں وضوء توڑنا مسجد میں تھوکنے سے زیادہ مکروہ ہے۔

مسجد میں بغیر وضوء کے بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف

(علامہ عینی مزید لکھتے ہیں:) علامہ مازری نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے ان لوگوں پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے جو بے وضوء شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں یا مسجد میں بیٹھنے سے منع کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں حقدمین کا اختلاف ہے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے پھر انہوں نے پیشاب کیا پھر مسجد میں داخل ہو گئے اور وضوء نہیں کیا اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور یہ عطاء الخسی اور ابن جبیر سے بھی مروی ہے اور ابن المسیب اور حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ مسجد میں بغیر وضوء کے عدا بیٹھنا مکروہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطلال اور علامہ عینی کی شرحوں میں محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے دو چیزوں میں علامہ ابن بطلال سے اختلاف کیا ہے ایک یہ ہے کہ علامہ ابن بطلال نے فرشتوں کی دعا کے حصول کے لیے مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کو لازم قرار دیا ہے اور علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ جب تک نماز کے بعد وضوء نہ نونے اور انسان نماز کا انتظار کرتا رہے اس کو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے خواہ وہ مسجد میں ہو یا نہ ہو دوسری چیز یہ ہے کہ علامہ ابن بطلال نے حتماً کہا ہے کہ بے وضوء شخص مسجد میں نہ بیٹھے اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ پہلے مسئلہ میں بے ظاہر حدیث کے الفاظ سے علامہ ابن بطلال کی تائید ہوتی ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے غالباً علامہ عینی نے

ان الفاظ سے عموم مراد لیا ہے کہ جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے اور وہ نماز کا منتظر رہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ فرشتوں سے مراد عام ہے خواہ وہ کرنا کاتبین ہوں، سیارگان ہوں یا کوئی اور فرشتے ہوں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۹۳، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۶ھ)

۶۲۔ بَابُ بَنِيَانِ الْمَسْجِدِ

مسجد کو بنانا

اس باب میں مسجد نبوی کو بنانے کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اس میں درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ۔ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: مسجد (نبوی) کی چھت کھجور کی شاخوں سے ہموار کی گئی تھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بادل آئے پس بارش ہوئی حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور وہ چھت کھجور کی شاخوں سے ہموار کی گئی تھی، پھر نماز قائم کی گئی، پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے حتیٰ کہ میں نے مٹی کا اثر آپ کی پیشانی میں دیکھا۔

(صحیح البخاری: ۶۶۹، صحیح مسلم: ۱۱۶۷، سنن ابوداؤد: ۱۳۸۲، سنن ابن ماجہ: ۱۷۶۶، السنن الکبریٰ: ۳۳۴۲)

وَأَمَرَ عُمَرُ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ، وَقَالَ اِكْنِ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ، وَإِيَّاكَ أَنْ تُحَمِّرَ أَوْ تُصْفِرَ، فَتَفْتِنَ النَّاسَ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد (نبوی) کو بنانے کا حکم دیا اور فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو اور سرخ رنگ یا زرد رنگ لگانے سے اجتناب کرو کہ لوگ فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

اس تعلیق کی اصل اس باب کی حدیث: ۴۴۶ میں آرہی ہے، فتنہ میں مبتلا ہونے کا معنی یہ ہے کہ لوگ مسجد کے رنگ و روغن دیکھنے میں مشغول اور منہمک ہوں گے اور ان کے خضوع اور خشوع میں فرق آئے گا۔

وَقَالَ أَنَسٌ يَتَبَاهَوْنَ بِهَا، ثُمَّ لَا يَعْمُرُونَهَا إِلَّا قَلِيلًا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ مساجد بنا کر فخر کریں گے اور اس کو (نمازوں سے) بہت کم آباد کریں گے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

ابو قلابہ الجری بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ الزاویۃ میں جانے کا ارادہ کرتے تھے، ہم ایک مسجد کے پاس سے گزرے اور صبح کی نماز کا وقت آگیا، حضرت انس نے فرمایا: اگر ہم اس مسجد میں نماز پڑھ لیں! کیونکہ بعض لوگ دوسری مسجد میں گئے ہیں، لوگوں نے پوچھا: کون سی مسجد میں؟ پس ہم نے ایک مسجد کا ذکر کیا تو حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجدوں پر فخر کریں گے اور ان کو (نمازوں سے) بہت کم آباد کریں گے یا فرمایا: ان کو کم آباد کریں گے۔

امام ابوبکر (محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری متوفی ۳۱۱ھ) نے کہا: الزاویۃ بصرہ کا ایک محل ہے جو تقریباً دو فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۱)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ لوگ بڑھ چڑھ کر مساجد کو نقش و نگار سے مزین کریں گے، اس میں بیٹھ کر بحث کریں گے اور مساجد پر فخر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور نماز پڑھنے میں مشغول نہیں ہوں گے یا بہت کم مشغول ہوں گے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخَرِفَتْهَا كَمَا زَخَرِفَتْ
الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم ضرور مساجد کو
مزین کرو گے جس طرح یہود اور نصاریٰ نے مزین کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مساجد پر چونے کا پلستر لگانے کا حکم نہیں دیا گیا
حضرت ابن عباس نے کہا: تم مساجد کو ضرور مزین کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے مزین کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۸)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ان احادیث کی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانا اور ان کو مزین کرنا مکروہ
ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے یا خلاف
اولیٰ ہے اور وقف کے مال سے مساجد کو مزین کرنا جائز نہیں ہے اور جس نے مال وقف سے مساجد کو مزین کیا اسے اس مال کا تاوان
دینا ہوگا اور تاوان دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے وقف کے مال کو اس کے جائز مصرف میں خرچ نہیں کیا۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۰۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس زمانہ میں لوگ اپنے گھروں اور بنگلوں کو بہت خوب صورت اور حسین و جمیل بناتے ہیں تو اللہ کا گھر
اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کا گھر لوگوں کے اپنے گھروں سے زیادہ خوبصورت بنایا جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب
مساجد کو مزین کرنے سے منع کیا تھا اس وقت لوگوں کے گھر بہت سادہ ہوتے تھے۔

۴۴۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا
يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ
صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ أَخْبَرَهُ
أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنًى بِاللَّيْنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيدُ وَعُمْدَةُ
خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيهِ
عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْنِ وَالْجَرِيدِ وَأَعَادَ عُمْدَةَ
خَشَبًا ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً وَبَنَى
جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَبِ وَجَعَلَ
عُمْدَةَ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَسَقْفَهُ بِالسَّاجِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد
نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث
بیان کی از صالح بن کیسان انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث
بیان کی حضرت عبد اللہ (بن عمر رضی اللہ عنہما) نے ان کو خبر دی کہ مسجد
(نبوی) رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی
اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے
تنوں کے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ
کے عہد کی بناء پر تعمیر کیا کچی اینٹوں اور شاخوں سے بنایا اور اس
کے ستون دوبارہ لکڑی کے بنا دیئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
اس میں تبدیلی کی اور اس میں بہت اضافہ کیا اس کی دیواریں نقش و
نگار والے پتھروں اور چونے کی بنائیں اور اس کے ستون بھی منقش
پتھروں کے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی کی بنائی۔

(سنن ابوداؤد: ۴۵۱ صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۳ صحیح ابن حبان:

۱۶۰۱ دلائل النبوة للبیہقی ج ۲ ص ۵۴۱ مصنف عبد الرزاق: ۵۱۲۹ مسند

احمد ج ۲ ص ۱۳۰ طبع قدیم مسند احمد: ۶۱۳۹ ج ۱۰ ص ۲۸۷ مؤسسۃ

الرسالة بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۶۲۲ مکتبۃ الرشید ریاض

(۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر بن نجیح ابو الحسن ان کو ابن المدنی البصری بھی کہا جاتا ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف الزہری ان کی اصل مدنی ہے اور یہ عراق میں تھے (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد (۴) صالح بن کیسان ابو محمد مودب عمر بن عبد العزیز کے بیٹے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۰۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر ہے۔

سلف صالحین کے نزدیک مسجد کی تزیین کا مکروہ ہونا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی متعدد احادیث اور سلف صالحین سے متعدد آثار میں منقول ہیں کہ مساجد کو منقش اور مزین بنانا مکروہ ہے حبیب بن الشہید نے الحسن سے روایت کی ہے کہ جب مسجد بنائی گئی تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اس کو کیسے بنائیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں اپنے بھائی موسیٰ سے اعراض نہیں کرتا اس کی چھت حضرت موسیٰ کی چھت کی طرح بناؤ اور یزید بن الاصم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مساجد کو مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم اپنی مساجد کو مزین کرو گے اور اپنے مصاحف (قرآن مجید) کو زیور پہناؤ گے تو تم پر ہلاکت آ جائے گی۔

یہ آثار اور امام بخاری کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد کی تعمیر میں معتدل طریقہ اختیار کرنا چاہیے اور فتنہ انگیزی اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے خوف سے اس کی تزیین میں غلو کو ترک کر دینا چاہیے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے حضرت عمر سے مسجد کی تعمیر کے لیے کہا تو انہوں نے اس سے فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو اور سرخ اور زرد رنگ سے اجتناب کرو تا کہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس چیز کو اس سے سمجھا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوجہم کی نقش و نگاروں والی چادر واپس کر دی تھی جب نماز میں آپ کی نظر اس کے نقش پر پڑی اور آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ یہ مجھے فتنہ میں ڈال دے گی یعنی اس پر نظر پڑنے سے میرے خضوع اور خشوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف انہماک اور استغراق میں فرق آئے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۳، صحیح مسلم: ۵۵۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بہت سے ممالک پر فتح عطا فرمائی تھی اور ان کو بہت مال عطا فرمایا تھا اس کے باوجود انہوں نے مسجد نبوی کو اس طرح سادہ رکھا جس طرح وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سادہ تھی پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے صرف اتنی تبدیلی کی کہ کچی اینٹوں کی جگہ (منقش) پتھر اور چونا لگایا اور کھجور کی شاخوں کے بجائے ساگوں کی لکڑی کی چھت بنائی پس حضرت عثمان اور حضرت عمر نے مسجد نبوی کو بہت زیادہ مزین نہیں کیا کیونکہ ان کو یہ علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک یہ کام مکروہ ہے اور تا کہ دنیاوی زیب و زینت کے حصول میں میانہ روی اور زہد میں ان کی اقتداء کی جائے۔

القاسم بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ انصار نے مال جمع کیا پس کہا: یا رسول اللہ! اس مسجد کو بنائیں تو آپ نے فرمایا: اس سے منافق خوش ہوں گے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومنین کو چاہیے کہ وہ منافقین کو خوش نہ کریں۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مسجد کی تزئین کی ابتداء اور فقہاء احناف کے نزدیک مسجد کی تزئین کی گنجائش

علامہ بدرالدین محمود بن یحییٰ حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جس نے سب سے پہلے مسجد کو مزین کیا ہے وہ الولید بن عبد الملک بن مروان تھا اور یہ کام صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے اخیر میں ہوا اور اکثر اہل علم نے فتنہ کے خوف سے اس پر سکوت کیا ابن المنیر نے کہا: جب لوگوں نے اپنے گھروں کو خوب صورت بنایا اور مزین کیا تو پھر یہ مستحب ہو گیا کہ مساجد کو بھی اسی طرح خوب صورت بنایا جائے اور مزین کیا جائے تاکہ مساجد کی بے وقعتی نہ ہو اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ جب مساجد کی تعظیم کے لیے ان کو مزین کیا جائے تو پھر یہ جائز ہے اور اس تزئین پر بیت المال سے خرچ نہ کیا جائے میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ مساجد کی تزئین مکروہ (تزیینی) ہے اور ہمارے بعض اصحاب کا قول یہ ہے کہ مساجد کو منقش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ یہ خلاف اولیٰ ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۰۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں زیادہ تر علامہ ابن بطلال کی عبارت نقل کی ہے اور علامہ یحییٰ نے جو شرح کی ہے وہ بھی ان کی کتاب میں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مسجد کی تعمیر میں تعاون

۶۳ - بَابُ التَّعَاوُنِ فِي بِنَاءِ الْمَسْجِدِ

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور جو شخص جتنا زیادہ تعاون کرے گا اتنا زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِم بِالْكَفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ﴾ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾ (التوبہ: ۱۸-۱۷)۔

كَذًا فِي رِوَايَةِ الْأَكْثَرِينَ، وَفِي رِوَايَةِ أَبِي ذَرٍّ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِم بِالْكَفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ﴾ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾ (التوبہ: ۱۸-۱۷) وَلَمْ يَقَعْ فِي رِوَايَتِهِ لَفْظُ وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد تعمیر کریں جب کہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے ○ (التوبہ: ۱۸-۱۷)

اسی طرح اکثرین کی روایت میں ہے اور ابو ذر کی روایت میں ہے: مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد تعمیر کریں اس حال میں کہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے ہوں اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے ○ (التوبہ: ۱۸-۱۷) اور

ایک روایت میں اللہ عزوجل کے قول کا لفظ نہیں ہے۔

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ پوری دو آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔

اس آیت میں مساجد سے مراد جنس مساجد ہے، یعنی مشرکین کے لیے کسی بھی مسجد کی تعمیر کرنا جائز نہیں ہے اور جب وہ کوئی مسجد بھی تعمیر نہیں کر سکتے تو مسجد حرام کو بہ طریق اولیٰ تعمیر نہیں کر سکتے، نیز مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور مشرکین کا کوئی عمل باعث اجر و ثواب نہیں ہے اس وجہ سے ان کے لیے مساجد کی تعمیر کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مختار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اور اپنے بیٹے علی سے کہا: تم دونوں حضرت ابوسعید کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث کا سماع کرو پس ہم دونوں گئے، اس وقت حضرت ابوسعید اپنے باغ کی اصلاح کر رہے تھے، انہوں نے اپنی چادر لے کر اوڑھ لی، پھر ہمیں حدیث سنانے لگے حتیٰ کہ مسجد کی تعمیر کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا: ہم ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے تو نبی ﷺ نے انہیں اس حال میں دیکھ لیا، آپ نے ان سے مٹی جھاڑی اور فرمایا: عمار پر افسوس ہے! اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: حضرت عمار کہتے تھے: میں فتنوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

۴۴۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا بُنْبَنِي عَلَيَّ أَنْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ، فَاَنْطَلَقْنَا، فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصَلِّحُهُ، فَآخَذَ رِذَاءَهُ فَاحْتَبَى، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا، حَتَّى أَتَى ذِكْرَ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبْنَةً لَبْنَةً، وَعَمَّارٌ لَبْتَيْنِ لَبْتَيْنِ، فَرَأَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَقَفَ التُّرَابَ عَنْهُ، وَقَالَ وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الْفِتْنَةُ الْبَاغِيَّةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُوهُمْ إِلَى النَّارِ. قَالَ يَقُولُ عَمَّارٌ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ.

[طرف الحدیث: ۲۸۱۲]

(صحیح مسلم: ۲۹۱۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۰۳، دلائل النبوة للبیہقی)

ج ۲ ص ۵۳۹-۵۳۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۳۸، مسند احمد ج ۳

ص ۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۰۱۱-ج ۱ ص ۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ صحابہ کرام مسجد کی تعمیر میں تعاون کے لیے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن سرحد (۲) عبد العزیز بن مختار ابواسحاق الدباغ البصری الانصاری (۳) خالد بن مہران الحذاء (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام عکرمہ (۵) علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب القرشی الهاشمی ابوالحسن، ان کو ابو محمد بھی کہا جاتا ہے جس رات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، اسی رات ان کی ولادت ہوئی، اس لیے حضرت علی کے نام پر ان کا نام علی رکھا گیا، اور ان کی کنیت پر ان کی کنیت ابوالحسن رکھی گئی، یہ عبادت زہد، علم، عمل اور فقہ میں بہت فائق تھے اور بہت حسین و جمیل تھے، ہر روز ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے، یہ السفاح اور المنصور دونوں خلیفوں کے دادا تھے، ان کے پاس پانچ سوزتوں کے درخت تھے اور یہ ہر درخت کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے تھے، ۱۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی (۶) حضرت

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۲۰۶)

حضرت عمار کے جن قاتلین کا حدیث میں ذکر ہے وہ خوارج تھے اور اس حدیث کے دیگر مسائل اور فوائد اس حدیث میں مذکور ہے: عمار پر افسوس ہے اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس چیز کا بیان ہے جس کا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قصہ میں اختلاف ہے اور یہ جو ارشاد ہے: یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے یہ ان خوارج کے متعلق ہے جن کی طرف حضرت عمار کو بھیجا گیا تھا تا کہ وہ ان کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف آنے کی دعوت دیں اور صحابہ میں سے کسی ایک کو بھیجی اس ارشاد کا مصداق بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں وہ صحابہ کرام کے متعلق سب سے عمدہ تاویل کے علاوہ کچھ اور کہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف اور تحسین فرمائی اور ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے سو فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (آل عمران: ۱۱۰) تم سب سے بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے لیے ظاہر کیا گیا ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کے اولین مصداق رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں اور یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت عمار کو خوارج کی طرف بھیجا گیا تھا وہ ان کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف بلا رہے تھے جس جماعت کی عصمت کی رسول اللہ ﷺ نے شہادت دی ہے اور فرمایا ہے: میری امت گم راہی پر جمع نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مذکور سے حضرت عمار نے یہ سمجھا تھا کہ یہی (خوارج) دین میں وہ فتنہ ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور اس فتنہ سے انہوں نے اس لیے پناہ طلب کی کہ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس فتنہ میں اس کو اجر ملے گا یا اس سے مواخذہ ہوگا ماسوا غلبہ ظن کے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عکرمہ نے کہا: حضرت ابوسعید نے اپنی چادر لی اور اوڑھ کر بیٹھ گئے اور ہمیں حدیث سنائی شروع کر دی اس میں یہ دلیل ہے کہ محدث کو حدیث بیان کرنے کے لیے اہتمام سے بیٹھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے علی کو اور اپنے شاگرد عکرمہ کو حضرت ابوسعید خدری کے پاس حدیث کے سماع کے لیے بھیجا اس میں یہ دلیل ہے کہ ایک عالم کو اپنے بیٹے اور اپنے شاگرد کو دوسرے عالم کے پاس استفادہ کے لیے بھیجنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص پورے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عمار و دو ایشیئیں اٹھا کر لارہے تھے اس میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو نیکی کے کام میں زیادہ مشقت اٹھانی چاہیے تا کہ زیادہ اجر ملے اسی وجہ سے ان کو یہ کرامت اور فضیلت حاصل ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے مٹی جھاڑی اور ان کی اس فضیلت کا ذکر فرمایا جو ان کو بعد میں حاصل ہوگی۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور ایسا ہی ہوا اس میں آپ کی نبوت کی علامت ہے اور علم غیب کا ثبوت ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۲۵-۱۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے لشکر نے قتل کیا تھا تو پھر وہ دوزخ کی طرف بلانے والے قرار پائے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور جن لوگوں نے ان کو قتل کیا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت معاویہ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت تھی؟ علامہ ابن بطلال نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار کو خوارج نے شہید کیا تھا اور وہی اس حدیث کا صحیح مصداق ہیں کہ حضرت عمار ان کو جنت کی طرف بلارہے تھے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلارہے تھے اور صحابہ کرام کے متعلق صرف وہی تاویل کرنی چاہیے جو سب سے عمدہ ہو علامہ ابن بطلال نے اس جواب میں المہلب کی اتباع کی ہے اور ایک جماعت نے ان کی اتباع کی ہے۔

علامہ یعنی فرماتے ہیں: لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمار کی شہادت کے بعد خوارج نے حضرت علی کے خلاف خروج کیا تھا اور اس کی ابتداء اس وقت ہوئی تھی جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان حکم بنایا گیا تھا اور حکم بنانے کا واقعہ صفین میں قتال کے بعد ہوا تھا اور قطعی طور پر حضرت عمار کو اس سے پہلے شہید کر دیا گیا تھا۔

بعض علماء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ جو لوگ حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دے رہے تھے وہ کفار قریش تھے اور یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن السکن اور کریمہ وغیرہما کی روایت میں زیادہ وضاحت ہے کہ جو لوگ حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دے رہے تھے وہ حضرت عمار کے قاتلین تھے اور وہ اہل شام تھے الحمیدی نے کہا ہے کہ شاید یہ اضافہ امام بخاری کے سامنے نہیں آیا یا یہ اضافہ ان کے سامنے آیا تھا لیکن انہوں نے اس کو عدا حذف کر دیا اور اس کو اپنی تصحیح میں ذکر نہیں کیا۔ اسماعیلی اور برقانی نے اس اضافہ کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔

اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ دونوں طرف کے صحابہ مجتہدین تھے اور وہ اپنے گمان میں دوسرے فریق کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اگرچہ واقع میں اس کے خلاف تھا اور جو اپنے گمان کی اتباع کر رہا ہو اس پر کوئی ملامت نہیں ہوتی اگر تم یہ کہو کہ جب مجتہد صحیح نتیجہ پر پہنچے تو اس کو دواجر ملتے ہیں اور جب وہ خطا کرے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے تو یہاں معاملہ کیسے ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ یہ جواب امتناعی ہے اور صحابہ کے حق میں اس کے خلاف کوئی بات کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کی شہادت دی اور فرمایا ہے: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے (آل عمران: ۱۱۰) اور مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کے مصداق سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب ہیں۔

اس تقریر کے بعد علامہ یعنی نے اس حدیث کے وہی فوائد ذرا تفصیل سے بیان کیے ہیں جن کو پہلے علامہ ابن بطلال بیان کر چکے

ہیں۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطلال اور المہلب کے جواب پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطلال کا جواب اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ جن لوگوں کی طرف حضرت علی نے حضرت عمار کو بھیجا تھا وہ اہل کوفہ تھے وہ واقعہ جمل سے پہلے حضرت عائشہ اور ان کے حامیوں کے خلاف لوگوں کو تیار کر رہے تھے اور ان میں بھی صحابہ کی جماعت تھی جیسے حضرت معاویہ کے ساتھ صحابہ تھے بلکہ ان سے افضل تھے لہذا جس اعتراض سے بچنے کی المہلب نے کوشش کی تھی وہ پھر ان پر لوٹ

آیا۔ اس کے علاوہ خرابی یہ ہے کہ ان صحابہ کرام پر خوارج کا اطلاق لازم آئے گا۔

مہلب پر ایک اور اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے اس ناقص روایت کی شرح کی ہے، کیونکہ مکمل روایت میں یہ ضمیمہ حضرت عمار کے قاتلین کی طرف راجع ہے یعنی حضرت عمار اپنے قاتلین کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلا رہے تھے اور حضرت عمار کے قاتلین اہل شام تھے الحمیدی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس اضافہ کو عمداً حذف کر دیا۔

علامہ عسقلانی فرماتے ہیں: امام بخاری نے اس اضافہ کو ایک نکتہ خفیہ کی بناء پر حذف کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اس اضافہ کو نبی ﷺ سے نہیں سنا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ اضافہ اس روایت میں مدرج ہے اور جو روایت اس اضافہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے لہذا امام بخاری نے اس حدیث کے اتنے حصہ پر اقتصار کیا ہے جتنا حصہ حضرت ابوسعید نے نبی ﷺ سے سنا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۶-۹۷، ملخصاً دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حضرت عمار کے قاتلین پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کے اطلاق پر مصنف کی توجیہ

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں مذکور ہے: عمار پر افسوس ہے! اس کو باغی جماعت قتل کرے گی، وہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے اور حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا اور ان پر اس حدیث میں باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والا فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کا اطلاق بہ اعتبار ظاہر ہے، حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے، کیونکہ حقیقت میں ان کے گمان کے اعتبار سے ان کا اقدام برحق تھا، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے طالب تھے حالانکہ واقع میں ان کا یہ اجتہاد مبنی برخطا تھا کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کر رہے تھے اور وہ امیر برحق اور خلیفہ مسلمین تھے اور امیر برحق کے ساتھ جنگ کرنا بغاوت ہے اور دوزخ میں دخول کا سبب ہے اس لیے ظاہر کے اعتبار سے وہ باغی تھے اور دوزخ کی طرف بلانے والے لیکن حقیقت میں باغی نہیں تھے کیونکہ ان کا یہ اقدام اپنے اجتہاد کی وجہ سے تھا۔

اس حدیث کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ. (طہ: ۱۲۱)

اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی، پس وہ بے راہ ہوئے۔

اس آیت میں شجر ممنوعہ سے کھانے پر حضرت آدم علیہ السلام پر معصیت اور غواہیت کا اطلاق بہ اعتبار ظاہر ہے، حقیقت میں وہ نبی معصوم ہیں اور ان کا شجر ممنوعہ سے کھانا معصیت نہ تھا، ان کے اجتہاد سے تھا، انہوں نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے تزیہا منع فرمایا ہے اور وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تحریم منع فرمایا ہے اور معصیت تب ہوتی، جب وہ قصداً ممنوع کام کا ارتکاب کرتے اور انہوں نے بھولے سے یہ کام کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (طہ: ۱۱۵)

پس آدم بھول گئے اور ہم نے (ان کی معصیت کا) کوئی عزم

نہ پایا

لہذا قرآن مجید میں حضرت آدم کے فعل پر معصیت کا اطلاق ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے اور حقیقت کے اعتبار سے وہ معصیت نہیں ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں حضرت معاویہ کے گروہ پر باغی ہونے اور دوزخ کی طرف بلانے والے ہونے کا اطلاق ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے، حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت معاویہ اور

ان کے لشکر کے متعلق بہت دعائیں کی ہیں اور ان کی فضیلت میں بہت احادیث وارد ہیں:
حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث

حادث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! حضرت معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کے پھل کی طرح گرنے لگیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۴۳، کنز العمال: ۳۱۷۰۳، تاریخ دمشق ج ۶۲ ص ۱۰۶-۱۰۵)

عبداللہ بن عروہ نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو جنگ صفین میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے آپ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما، پھر حضرت عمار لائے گئے تو آپ نے ان کے لیے بھی یہی دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۵۳)

یزید بن اسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ کی طرف سوئپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۶۹، کنز العمال: ۳۱۷۰۰، تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷، بیروت)

نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی، ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی، پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے۔ جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ کی رضا اور آخرت کے لیے لڑتا ہوا قتل کیا گیا وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۲۹۶۸، ج ۲ ص ۳۴۵-۳۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کنز العمال: ۳۱۷۰۷)

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عسا کر متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت عائشہ اور حضرت اسماء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے: اے اللہ! معاویہ کے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے، اے اللہ! دوزخ کی آگ کو معاویہ پر حرام کر دے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۳۴۸۴، ج ۶۲ ص ۶۶-۶۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابھی تمہارے سامنے اہل جنت سے ایک شخص آئے گا، پھر حضرت معاویہ آئے۔ (تاریخ دمشق: ۱۳۳۹۹، ج ۶۲ ص ۷۰)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور برادر نسبتی ہیں اور وحی کے کاتب اور اس پر امین ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: میرے لیے میرے اصحاب اور میرے سرال والوں کو چھوڑ دو (ان کو بُرا نہ کہو) پس جس نے ان کو بُرا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۳، ج ۶۲ ص ۱۴۳)

حضرت رویم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھ سے کشتی لڑیے، حضرت معاویہ نے کھڑے ہو کر کہا: میں تم سے کشتی لڑوں گا، نبی ﷺ نے فرمایا: معاویہ ہرگز کبھی مغلوب نہیں ہوگا، پھر حضرت معاویہ نے اس

اعرابی کو پچھاڑ دیا، جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھ سے اس حدیث کا پہلے ذکر کیا جاتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ (تاریخ دمشق: ۱۳۴۶۵- ج ۶۲ ص ۶۱)

نبی ﷺ نے اس حدیث میں حضرت معاویہ کے لیے جو دعا فرمائی، اُسی کا اثر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسد اللہ الغالب ہونے کے باوجود حضرت معاویہ کو مغلوب نہ کر سکے۔

حضرت علی کے قصاص عثمان نہ لینے کی وجوہ

حضرت معاویہ کا حضرت علی سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں اور حضرت علی اخیر وقت تک قاتلین عثمان سے قصاص نہیں لے سکے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کا شرعی ثبوت ہو اور شرعی ثبوت یہ ہے کہ کوئی شخص حضرت عثمان کے قتل کا اعتراف کرتا یا اس پر دو گواہ قائم ہوتے کہ فلاں شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے، لیکن حضرت علی کی شہادت تک یہ ثبوت مہیا نہیں ہو سکا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے قصاص لیتے؟ اول تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل مجہول اور نامعلوم تھے، ثانیاً: حضرت علی فرماتے تھے: مجھے سانس تو لینے دو، فتنے ختم ہو جائیں اور امن و امان قائم ہو جائے پھر میں تفتیش اور تحقیق کروں کہ قاتل فی الواقع کون ہے، کیونکہ اندھا قصاص تو نہیں لیا جاسکتا اور فی الفور قصاص لینا واجب نہیں ہے اور قصاص لینے میں تاخیر جائز ہے، لیکن ان پر پے درپے ایسی جنگیں مسلط کر دی گئیں کہ ان کو امن اور سکون کے ساتھ تفتیش اور تحقیق کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

حضرت معاویہ کے باغی نہ ہونے پر مزید دلائل

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ کی جماعت صراحۃً باغی ہوتی تو وہ ان سے جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی حکیم کو قبول نہ کرتے۔

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشق متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

سفیان بن اللیل بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ آئے تو میں نے ان سے کہا: اے مؤمنین کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسن نے فرمایا: اس طرح مت کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: دن اور رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بن جائیں گے، پس میں نے جان لیا کہ اللہ کا حکم نافذ ہونے والا ہے، پس میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۰۲- ج ۶۲ ص ۷۱، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴، کنز العمال: ۳۱۷۰۸)

حارث اعور بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے، جس طرح حنظل کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔ (کنز العمال: ۳۱۷۱۲، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴، دار الفکر بیروت: ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن کثیر، امام بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

صفوان بن عمرو نے بیان کیا ہے کہ اہل شام کا لشکر ساٹھ ہزار تھا، ان میں سے بیس ہزار قتل کیے گئے اور اہل عراق کا لشکر ایک لاکھ بیس ہزار تھا، ان میں سے چالیس ہزار شہید کیے گئے اور امام بیہقی نے اس واقعہ کو ”صحیح بخاری“ اور ”صحیح مسلم“ کی اس حدیث پر منطبق کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو عظیم جماعتیں باہم عظیم جنگ نہیں کریں گی، حالانکہ ان دونوں جماعتوں کا دین واحد ہوگا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۷۱۲۱، صحیح مسلم: ۱۵۷۰) امام بیہقی نے کہا ہے کہ وہ جماعتیں اسلام کا دعویٰ کریں گی اور رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی جنگ صفین پر منطبق ہوتی ہے۔ (دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۱۹-۳۱۸، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۷۷-۳۷۶)

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے دو گروہ ہوں گے، ایک گروہ ان دونوں سے خارج ہو جائے گا (یعنی خوارج) اور دونوں گروہوں میں سے جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ ان خوارج کو قتل کرے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۷۹، سنن سعید بن منصور: ۲۹۷۲)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یہ حدیث نبی ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے، کیونکہ جس طرح نبی ﷺ نے خبر دی ہے اسی طرح واقع ہوا اور اس حدیث میں آپ نے اہل شام اور اہل عراق کے دونوں گروہوں کے اوپر اسلام کا حکم لگایا ہے۔ اس طرح نہیں جس طرح رافضی فرقہ کا زعم باطل ہے اور وہ اہل شام کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب حق کے زیادہ قریب تھے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ مجتہد تھے اور ان کو اجتہاد میں خطا لاحق ہوئی اور ان کو بھی ان شاء اللہ اجر ملے گا اور حضرت علی امام برحق ہیں اور ان کو دواجر ملیں گے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کی رائے درست ہو تو اس کو دواجر ملتے ہیں اور جب اس کے اجتہاد میں خطا ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۵۲، صحیح مسلم: ۱۷۱۶، سنن ابوداؤد: ۳۵۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۳، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۸۲-۳۸۱، دار الفکر بیروت: ۱۴۱۸ھ) یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۱۹۳، ج ۷ ص ۷۷۸-۷۷۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت عمار بن یاسر کی شہادت اس کی بہت مختصر شرح ہے چند سطروں میں۔

۶۴ - بَابُ الْإِسْتِعَانَةِ بِالنَّجَارِ وَالصَّنَاعِ
فِي أَعْوَادِ الْمَنْبَرِ وَالْمَسْجِدِ

منبر کی سیڑھیوں اور مسجد میں بڑھی (ترکھان)
اور مستری (کاری گر) سے مدد حاصل کرنا

”صناع“ کا لفظ عام ہے اور ”النجار“ کا لفظ خاص ہے اور اس عبارت میں عام کا عطف خاص پر ہے۔

۴۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى امْرَأَةٍ أَنْ مَرَى غُلَامَكَ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِيْ أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ تم اپنے بیٹے کو حکم دو جو بڑھی

ہے کہ وہ میرے لیے (منبر کی) سیڑھیاں بنا دے جن پر میں بیٹھوں گا۔ (جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۱۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۷۷۳ میں کر دی گئی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: چھت، منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا۔

۴۴۹ - حَدَّثَنَا خَلَادٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد نے حدیث بیان

اَیْمَنَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ؟ فَإِنِّ لِي غُلَامًا نَجَارًا قَالَ إِنِّ شِئْتُ، فَعَمِلْتُ الْمَنْبِرَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۹۵-۳۵۸۳-۳۵۸۵]

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایسی چیز نہ بنا دوں جس پر آپ بیٹھیں؟ کیونکہ میرا لڑکا بڑھتی ہے آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو پس اس عورت نے منبر بنادیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) خلاد بن یحییٰ (۲) عبدالواحد بن ایمن الحسبشی المکی القرشی الحزومی (۳) ان کے والد ایمن جو حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۱۰)

منبر بنانے کے متعلق دو حدیثوں کے تعارض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حضرت سہل کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے خود اس عورت سے فرمایا تھا کہ وہ اپنے بیٹے سے کہے کہ وہ میرے لیے منبر بنادے اور حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ اس عورت نے اپنے بیٹے سے منبر بنوانے کی پیش کش کی تھی پھر اس نے منبر بنادیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے اس عورت نے منبر بنوا کر دینے کی پیش کش کی ہو اور آپ کی اس میں رغبت نہ ہو پھر جب اس لڑکے نے بنا کر دینے میں تاخیر کر دی اور آپ کو پتا تھا کہ وہ خوشی سے منبر بنا کر دے رہی ہے اور آپ چاہتے تھے جلدی بن جائے تو آپ نے اس عورت سے تقاضا کیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے عورت کے پاس اس لیے پیغام بھیجا ہو کہ یہ معلوم کریں کہ وہ لڑکا کس قسم کی سیڑھیاں بنا رہا ہے اور یہ چاہا کہ وہ سیڑھیاں منبر میں ہونی چاہئیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کام کے کرنے کا وعدہ کرے اور اس کی مدت معین نہ کرے اس سے اس کام کا تقاضا کرنا چاہیے اور اس کام کو مکمل کرنے کے لیے کہنا چاہیے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اسی شرح کو معمولی تغیر سے نقل کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۱۱-۳۱۰ دارالکتب العلمیہ بیروت فتح الباری ج ۲ ص ۹۷ دارالمعرفۃ بیروت)

جس نے مسجد بنائی

۶۵ - بَابُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا

اس باب میں مسجد بنانے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۵۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ

وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ

عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللَّهِ الْخَوْلَانِيَّ

أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ، عِنْدَ

قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ حِينَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ أَكْثَرْتُمْ، وَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی

انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ بے شک بکیر نے ان کو حدیث

بیان کی کہ بے شک عاصم بن عمر بن قتادہ نے ان کو حدیث بیان کی

انہوں نے عید اللہ الخولانی سے سنا انہوں نے حضرت عثمان بن

عفان رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے رسول

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا. قَالَ بَكَيْرٌ
 حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ يَتَّبِعُنِي بِهِ رَجُلٌ مِنَ اللَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ
 مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ. (صحیح مسلم: ۵۳۳، رقم المسلسل: ۱۱۶۹، سنن
 ترمذی: ۳۱۸، سنن ابن ماجہ: ۴۳۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۹۱، مصنف ابن
 ابی شیبہ: ج ۱ ص ۳۱۰، مسند احمد ج ۱ ص ۶۱، طبع قدیم مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۹،
 مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۲۷، مکتبۃ الرشید، دہلی۔
 ریاض ۱۴۲۶ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں مسجد بنانے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن سلیمان الجعفی (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) عمرو بن الحارث ان کا لقب تھا درة القواص (۴) بکیر بن عبد اللہ الانشاسی
 المدنی، یہ بہت پہلے مدینہ سے مصر چلے گئے تھے (۵) عاصم بن عمر الاوصی الانصاری، یہ ۱۲۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عبید
 اللہ بن الاسود الخولانی، یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے لے پالک تھے (۷) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۱۱)

مسجد بنانے کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مساجد کی اپنی طرف اضافت کی ہے قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
 الْآخِرِ. (التوبہ: ۱۸)
 آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے مساجد پر گھروں کا اطلاق فرمایا ہے:

فِي بُيُوتٍ أُذِنَ لِلَّهِ أَنْ تَرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ.
 جن گھروں کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس
 کے نام کے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ (النور: ۳۶)

پس مسجد دنیا میں سب سے افضل گھر ہے اور زمین کا سب سے عمدہ قطعہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسجد بنانے والے کو یہ فضیلت عطا
 کی ہے کہ وہ اس کے لیے جنت میں محل بنا دے گا اور جب تک مسجد میں اللہ کا ذکر کیا جاتا رہے گا اور اس کے لیے نماز پڑھی جاتی رہے
 گی اس کا اجر اور ثواب مسجد بنانے والے کے لیے اس کی زندگی میں بھی لکھا جاتا رہے گا اور اس کی موت کے بعد بھی لکھا جاتا رہے
 گا اور مسجد بنانے کا وہ اجر ہے جو اس کے عمل کی جنس سے دیا جاتا رہے گا۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر پر لوگوں کے اعتراضات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمود بن لبید انصاری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو
 ناپسند کیا ان کی خواہش تھی کہ مسجد کو اس کی حالت پر رہنے دیا جائے (صحیح مسلم: ۵۳۳، رقم المسلسل: ۱۱۷۰) یعنی جس طرح نبی ﷺ کے

عہد میں مسجد تھی اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے امام بغوی نے شرح السنۃ میں کہا ہے: شاید صحابہ نے اس لیے ناپسند کیا تھا کہ حضرت عثمان نقش و نگار والے پتھروں سے مسجد بنا رہے تھے انہوں نے محض مسجد کی توسیع کرنے کو ناپسند نہیں کیا تھا اور حضرت عثمان نے مسجد کی توسیع نقش و نگار والے پتھروں سے کی تھی اور اس کو مزین بھی کیا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۸ دار المعرفۃ بیروت)

مسجد بنانے کی فضیلت میں دیگر احادیث

نبی ﷺ سے روایت ہے: جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۱۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خواہ وہ پرندے کے گڑھے جتنی ہو یا اس سے چھوٹی ہو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۳۸)

اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث میں مسجد بنانے والے کو جنت میں ایک مثل ملنے کا ذکر ہے حالانکہ

قرآن مجید میں دس مثلوں کا بیان ہے

اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مثل بنادے گا اس پر یہ اعتراض ہے کہ مثل کے دو استعمال ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد مطلقاً مفرد ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے:

فَقَالُوا أَنْوْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا. (المؤمنون: ۴۷)

پس انہوں نے کہا: کیا ہم اپنی مثل دو بشروں پر ایمان لے آئیں۔

اس آیت میں ”بشرین“ تثنیہ ہے اس کے باوجود اس کی صفت مفرد کے صیغہ کے ساتھ لائی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مثل کا لفظ صرف مفرد مستعمل ہوتا ہے اور دوسرا استعمال یہ ہے کہ اس کو موصوف کے مطابق لایا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے:

أَمْثَلُكُمْ. (الانعام: ۳۸)

تمہاری مثل گروہ ہیں۔

اب اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث کی بشارت کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کو جنت میں اس کی ایک مثل گھر دیا جائے حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا. (الانعام: ۱۶۰)

جو شخص ایک نیکی لائے گا اس کو اس نیکی کی دس مثلیں ملیں گی۔

(۱) اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسجد بنانے والے کو اس مسجد کی مثل دس گھر عطا فرمائے گا۔

(۲) یہ طور عدل اس کو مسجد کی مثل ایک گھر ملے گا اور یہ طور فضل اللہ تعالیٰ اس کی مثل دس گھر عطا فرمائے گا۔

(۳) نبی ﷺ کا یہ ارشاد اس آیت (الانعام: ۱۶۰) کے نزول سے پہلے تھا مگر یہ جواب بعید ہے۔

(۴) نبی ﷺ نے جو ایک مثل فرمایا ہے اس سے زیادہ کی نفی نہیں ہوتی۔

(۵) یہ زیادتی کیفیت کے اعتبار سے ہے کئی چیزیں عدد میں کم ہوتی ہیں اور کیفیت میں زیادہ ہوتی ہیں مثلاً کسی کا ایک گھر دوسروں

کے دس گھروں بلکہ سو گھروں سے افضل ہوتا ہے اور یہ فرق دنیا کی تنگی اور جنت کی وسعت کے اعتبار سے ہے کیونکہ صحیح حدیث

میں ہے: جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۵۰) امام احمد نے حضرت واثلہ سے روایت

کیا ہے: اللہ اس کے لیے جنت میں اس سے افضل گھر بنادے گا اور امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے: اللہ

اس کے لیے اس سے زیادہ وسیع گھر بنادے گا اس سے معلوم ہوا کہ مثل ہونے سے من کل الوجوہ مساوات کا قصد نہیں کیا جاتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۹۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ عسقلانی کے جوابات پر حافظ عینی کا تبصرہ

تیسرے جواب کے بعید ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد الانعام: ۱۶۰ کے نزول سے پہلے تھا یہ تاریخ جاننے پر موقوف ہے اور وہ معلوم نہیں ہے۔ پانچویں جواب میں کہا ہے کہ یہ مثلیت کیفیت کے اعتبار سے ہے اور قرآن مجید میں جو دس مثلوں کا ذکر ہے وہ کمیت اور مقدار ہے میں کہتا ہوں کہ جو مثلیت کمیت اور مقدار کے اعتبار سے ہو اس کو مساوات کہتے ہیں جیسے ایک مقدار کا دوسری مقدار کے ساتھ متحد ہونا اور جو مثلیت کیفیت کے اعتبار سے ہو اس کو مشابہت کہتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں: مجھے جو جواب انوار الہیہ سے منکشف ہوا ہے وہ یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کو ایک گھر کی مثل دینا یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور اس ایک گھر کے اوپر کیفیت اور کمیت (مقدار) کے اعتبار سے اضافہ فرمانا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۳۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس جواب میں حافظ عینی نے کوئی نئی بات نہیں پیش کی یہی بات حافظ عسقلانی اپنے دوسرے جواب میں بیان کر چکے ہیں نئی بات یہ ہے کہ حدیث میں مذکور ہے: مسجد بنانے والے کو جنت میں اس کی مثل ملے گی اس سے ایک مثل مراد لینا مثل کے پہلے استعمال پر موقوف ہے جس میں مثل سے مراد مفرد ہوتی ہے جیسے ”اَنْوَمِنْ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا“ (المومنون: ۷۷) میں ہے ”کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لائیں“۔ اور کیا ضروری ہے کہ حدیث میں مثل کا لفظ پہلے استعمال پر ہوا اگر مثل کا لفظ دوسرے استعمال پر ہو جیسے ”اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ“ (الانعام: ۳۸) تمہاری مثل گروہ ہیں میں ہے تو پھر اس سے متعدد امثال مراد لی جاسکتی ہیں اور پھر یہ حدیث الانعام: ۱۶۰ کے خلاف نہیں ہوگی اور اس سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ مسجد بنانے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی دس مثلیں عطا فرمائے اور یہی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے لائق اور اس کی سنت کے مطابق ہے۔ فافہم وتشکر۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۹۱۔ ج ۲ ص ۸۸ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

جب کوئی شخص مسجد سے گزرے تو تیر

کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے

۶۶۔ بَابُ يَأْخُذُ بِنُصُولِ النَّبْلِ

اِذَا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد کے پاس سے گزرے تو تیر کے پھل یا اس کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر رکھے اگر وہ اس نوک کو پکڑ کر نہیں رکھے گا تو ہو سکتا ہے وہ نوک کسی کے چبھ جائے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے

کہا: میں نے عمرو سے پوچھا: کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے

سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ایک شخص مسجد سے گزرا اور اس کے ساتھ تیر

تھے تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک یا

پیکان کو پکڑ کر رکھو؟

۴۵۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ

مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ سِهَامٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بِنُصُولِهَا؟

[اطراف الحديث: ۴۵۳-۴۵۴]

(صحیح مسلم: ۲۶۱۳، الرقم المسلسل: ۶۵۳۸، سنن نسائی: ۷۱۸، سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۷، مسند الحمیدی: ۱۲۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۳۶۔

ج ۸ ص ۵۸۲، سنن دارمی: ۶۳۳-۱۳۰۲، مسند ابویعلیٰ: ۱۹۹۵-۱۹۷۱، مسند ابی حنبلہ: ۱۶۳، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۔

مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۸ طبع قدیم 'مسند احمد: ۱۴۳۱۰ - ج ۲۲ ص ۲۱۳' مؤسسه الرساله بیروت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک یا پیکان کو پکڑ کر رکھو۔
اس حدیث کے چار رجال ہیں جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ عینی سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض ہے کہ سفیان نے کہا: میں نے عمرو سے پوچھا: کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے یہ حدیث سنی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد عمرو کا جواب مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت جابر سے یہ حدیث سنی تھی یا نہیں؟ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس میں محدثین کا اختلاف ہے کہ قاری کے سوال کے بعد شیخ کے جواب کے ذکر کرنے کی شرط ہے یا نہیں؟ مذہب راجح جس پر محققین ہیں اور امام بخاری بھی انہی میں سے ہیں وہ مذہب یہ ہے کہ شیخ کا یہ کہنا کہ ”ہاں“ یہ شرط نہیں ہے بلکہ شیخ کا سکوت کافی ہے جب کہ اس سے سوال کرنے والا بیدار مغز ہو اس لحاظ سے حضرت جابر کی سند پر کوئی اعتراض نہیں ہے علاوہ ازیں الاصلی کی روایت میں ہے: عمرو نے کہا: ہاں! لہذا اس سند سے اعتراض ساقط ہو گیا۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۳۱۷-۳۱۶)

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ ابن بطال سے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اسناد ظاہر نہیں ہے کیونکہ سفیان نے عمرو سے کہا: آپ نے حضرت جابر سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک شخص مسجد کے پاس سے گزرا اور اس کے پاس تیر تھے تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو اور یہ نقل نہیں کیا کہ عمرو نے اس کے جواب میں کہا: ہاں! امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ کے علاوہ از علی بن عبد اللہ از سفیان یہ حدیث ذکر کی ہے اس میں ذکر ہے: سفیان نے عمرو سے کہا: کیا آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے تیروں کی نوکوں کو پکڑ کر رکھو؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۷۳) لہذا ان کے ہاں کہنے سے سند کا ابہام دور ہو گیا۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ عسقلانی سے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند میں سفیان کا ذکر ہے، اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں اور عمرو کا ذکر ہے، اس سے مراد عمرو بن دینار ہیں، قتیبہ نے اس سند میں عمرو بن دینار کا جواب ذکر نہیں کیا، لیکن اصیلی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آخر میں کہا: ہاں! امام بخاری نے کتاب الفتن میں قتیبہ کے غیر از علی بن عبد اللہ از سفیان، اس روایت کی مثل ذکر کی ہے، اس کے آخر میں مذکور ہے: انہوں نے کہا: ہاں! (صحیح البخاری: ۷۰۷۳) امام مسلم نے اس حدیث کو از سفیان از عمرو از جابر بغیر سوال اور جواب کے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱۳۔ ۲۶۱۵) نیز امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو بغیر سفیان کے از حماد بن زید از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا اور اس نے تیروں کی نوکوں کو ظاہر کیا ہوا تھا تو اس کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے تیروں کی نوکوں کو پکڑ کر رکھے تاکہ وہ نوکیں کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دیں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۷۳، صحیح مسلم: ۲۶۱۳، رقم المسلسل: ۶۵۳۹)

حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ جب قاری شیخ سے پوچھے کہ کیا آپ کو فلاں نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ تو سند میں شیخ کے جواب کو

ذکر نہ کرنا رائج مذہب ہے اور اس کے جواب کو ذکر کرنا مرجوح مذہب ہے اور امام بخاری نے دونوں مذہبوں پر عمل کیا ہے کتاب الصلوٰۃ میں قاری کے سوال کے جواب میں شیخ کا قول ذکر نہیں کیا اور کتاب الفتن میں شیخ کا قول کا ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۰-۹۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما ان سب کا تفصیلی تعارف

ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۱۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک کو پکڑ لو۔ اس حدیث میں ”نھال“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: تیر اور نیزہ کے آخر میں جو لوہے کی نوک ہوتی ہے اس کو پیکان بھی کہتے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس یا کسی بازار میں گزرے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہو تو وہ اس تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھے۔ امام ابو داؤد کی روایت میں ہے: مبادا وہ کسی مسلمان کے لگ جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۵، الرقم المسلسل: ۶۵۳۱، سنن ابو داؤد: ۲۵۸۷، سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے برہنہ تلوار پکڑنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابو داؤد: ۲۵۸۸، سنن ترمذی: ۲۱۶۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پاگلوں اور بچوں کو اور اپنی آوازوں کے بلند کرنے کو اور تلواروں کے سونٹنے کو (میان سے نکالنے کو اسی طرح کلا شکوف لہرانے کو اور قارنگ کرنے کو) اور خریدنے اور فروخت کرنے کو اور حدود قائم کرنے کو اور آپس میں جھگڑنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو اور جمعہ کے دنوں میں اپنی مسجدوں کے دروازوں پر لوہان وغیرہ کی دھونی دو اور وضوء کرنے کی جگہوں کو مسجدوں کے دروازوں پر بناؤ۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۲۹، ج ۱ ص ۳۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت: المجم الکبیر: ۳۶۹، ج ۲ ص ۱۷۳، مسند الشامیین: ۳۵۸۱، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶، کمال بن عدی: ۱۴۵۳، کنز العمال: ۲۰۸۳۵)

مسلمانوں کا تھوڑا سا بھی ناحق خون بہنا نبی ﷺ پر دشوار ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسلمان کی حرمت کی تاکید ہے تاکہ اس کو کوئی شخص خوف زدہ کرے نہ زخمی کرے، کیونکہ مسلمان عموماً مساجد کے پاس سے گزرتے ہیں، خصوصاً پانچ نمازوں کے اوقات میں، پس نبی ﷺ کو یہ خطرہ ہوا کہ کسی تیر کی نوک سے کسی مسلمان کو ایذا نہ پہنچے اور یہ نبی ﷺ کے اخلاق کریمہ کا اظہار ہے، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی ہتھیار سے مسلمان کا کم خون نکلے یا زیادہ نکلے، دونوں قسم کے ہتھیاروں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۲۸-۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ سب نے یہی شرح

نقل کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۱۷، فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۰، ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۲۵)

مسلمانوں کا مسجدوں میں فارنگ اور بم دھماکے کرنا دنیا میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہے

آج کل نام نہاد مسلمان دہشت گرد مسجدوں میں فارنگ کرتے ہیں، بم دھماکے کرتے ہیں اور خودکش حملے کرتے ہیں، انہیں غور کرنا چاہیے کہ ان کا یہ عمل نبی ﷺ کے لیے کس قدر باعث اذیت ہے، زیادہ افسوس اس پر ہے کہ کئی مذہبی جماعتیں پہلے مخالف فرقوں کی مساجد میں بم دھماکے کراتی ہیں اور اپنے مخالف علماء کو ہلاک کرنے کے لیے ان پر خودکش حملے کراتی ہیں اور سادہ لوح نوجوانوں کی برین واشنگ کر کے ان کے دلوں میں شوق شہادت پیدا کرتی ہیں کہ فلاں عالم کافر ہے، تم خودکش دھماکے میں اس کو اڑا دو، سیدھے جنت میں جاؤ گے نہ صرف تم جنت میں جاؤ گے بلکہ اپنے تمام گھر والوں کو جنت میں لے جاؤ گے، پھر اس کے رد عمل میں ان کے مخالف فرقے کے لوگ انتقام لینے کے لیے اسی طرح کی کارروائی کرتے ہیں، یوں ایک دوسرے کی مساجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور مسلمانوں کا خون بہتا رہتا ہے اور ملک میں بد امنی ہوتی ہے اور خوف و ہراس کی فضا پیدا ہوتی ہے اور غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے کہ اس اسلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ امن اور سلامتی کا علم بردار ہے، بھارت میں جہاں آئے دن مسلم کش فسادات ہوتے رہتے ہیں، وہاں ہندو مسلمانوں پر طعنہ زن ہوتے ہیں، ہمیں مسلم کش حملوں پر کیوں مطعون کرتے ہو تمہارے اسلامی ملک میں خود مسلمان ایک دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں، پاکستان میں مذہبی اختلاف کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں اور افغانستان اور عراق میں سیاسی اختلاف کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے غلطی سے ایک کلمہ گو کو قتل کر دیا تو رسول اللہ ﷺ کو اس پر اس قدر رنج ہوا اور آپ نے حضرت اسامہ کو اس قدر ملامت کی کہ انہوں نے کہا: کاش! میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔ (صحیح مسلم: ۹۶، رقم السلسل: ۲۷۱-۲۷۲) رسول اللہ ﷺ کے پاس ہر پیر اور جمعرات کو امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، نیک اعمال سے آپ خوش ہوتے ہیں اور بُرے اعمال پر آپ استغفار کرتے ہیں۔ (الوفاء ص ۸۲۶) کفار مکہ تو آپ کو آپ کی صرف ظاہری حیات میں رنج پہنچاتے تھے، ہم اپنی اس خون ریزی سے آپ کو قبر میں رنج پہنچا رہے ہیں!!!

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۶۵۳- ج ۲ ص ۲۳۲ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

مسجد میں گزرنا

۶۷- بَابُ الْمُرُورِ فِي الْمَسْجِدِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تیر کے پیکان کو پکڑا ہو تو پھر اس تیر کو لے کر کوئی شخص مسجد میں جا سکتا ہے، تاہم امام بخاری کا قائم کردہ عنوان اس مفہوم کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابو بردہ سے سنا، والد خود از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جو شخص ہماری مساجد میں سے کسی جگہ یا ہمارے بازار میں سے کسی جگہ تیر لے کر گزرے، پس اس کو چاہیے کہ وہ اس کے پیکان کو پکڑ کر رکھے، وہ اپنے ہاتھ سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کرے۔

۴۵۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا أَوْ أَسْوَاقِنَا يَنْبَغِي فَلْيَأْخُذْ عَلَى بَصَالِهَا لَا يَغْفِرُ بَغْفَهُ مُسْلِمًا.

[طرف الحدیث: ۷۰۷۵]

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) ابو بردہ نید بن عبد اللہ (۴) دوسرے ابو بردہ ان کا نام عامر ہے اور یہ پہلے ابو بردہ کے دادا ہیں (۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۱۸) اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص ہماری مساجد میں سے کسی جگہ گزرے۔ اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۵۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

۶۸ - بَابُ الشَّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں شعر پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں شعر پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

۴۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَسَانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهَدُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ شَدَّكَ اللَّهُ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا حَسَّانُ، أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللَّهُمَّ أَيْدَهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے شہادت طلب کرتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے حسان! رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جواب دو اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

[اطراف الحدیث: ۳۲۱۲-۶۱۵۲]

(صحیح مسلم: ۲۳۸۵، الرقم المسلسل: ۶۲۶۹، سنن ابوداؤد: ۵۰۱۳-۵۰۱۳، سنن نسائی: ۱۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۰۰۰، مسند الحمیدی: ۱۱۰۵، عمل الیوم والمیلہ للنسائی: ۱۷۱، صحیح ابن حبان: ۱۳۸، المعجم الکبیر: ۳۵۹۶-۳۵۸۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۰، مصنف عبد الرزاق: ۶۳۳، المعجم الاوسط: ۶۲۸۳، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۲ طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۹۳۶-ج ۳ ص ۲۶۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۹۸، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابو الیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ ابو حمزہ کا نام دینار الحمصی ہے (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) ابو سلمہ (۵) حضرت حسان بن ثابت بن الممذر بن الحرام الانصاری المدنی یہ رسول اللہ ﷺ کے نعت گو شاعر تھے اسلام اور جاہلیت کے نام ور شعراء میں سے تھے ابو نعیم نے کہا: عرب میں ان کی نظیر نہیں ہے کہ ایک شخص کے سلسلہ نسب میں چار ایسے افراد ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کی عمر برابر ہو حضرت حسان کے آباء میں سے ہر ایک کی عمر ایک سو بیس سال تھی حضرت حسان کی عمر بھی ایک سو بیس سال تھی ساٹھ سال وہ جاہلیت میں زندہ رہے اور ساٹھ سال اسلام میں یہ ۵۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۲۰)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ظاہر نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: مسجد میں شعر پڑھنا اور حدیث مذکور مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے تاہم ایک اور حدیث ہے جس میں مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں گزرے اور حضرت حسان شعر پڑھ رہے تھے (حضرت عمر نے ان کے مسجد میں شعر پڑھنے پر اعتراض کیا) حضرت حسان نے کہا: میں مسجد میں شعر پڑھتا تھا اور مسجد میں آپ سے افضل موجود تھے پھر انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میری طرف سے جواب دو! اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۳۲۱۲، صحیح مسلم: ۲۳۸۵، سنن ابو داؤد: ۵۰۱۳، سنن نسائی: ۷۱۵)

جو شعر حق پر مشتمل ہو وہ مقبول ہے کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت حسان کے اشعار پر دعا دی ہے اور ایسے اشعار کو مسجد میں پڑھنے سے منع نہیں کیا جائے گا اور اس حدیث کی روایت سے امام بخاری کا بھی یہی مقصود ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرما رہے تھے: تم ان کفار کی بھوکرو اور جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۳۸۶، الرقم المسلسل: ۶۲۷۰، صحیح البخاری: ۶۱۵۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۹۳)

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر آتے تھے پس میں نے ان کو برا کہا (کیونکہ وہ بھی حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں میں سے تھے) تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! ان کو بھڑو دو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۷، الرقم المسلسل: ۶۲۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ابوسفیان کی بھوکرنے کی اجازت دیجئے آپ نے فرمایا: میری جو اس سے قرابت ہے تم اس کا کیا کرو گے؟ حضرت حسان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی ہے! میں آپ کو ان لوگوں میں سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے میں سے بال کو نکالیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳۶، صحیح مسلم: ۲۳۸۹، الرقم المسلسل: ۶۲۷۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریش کی بھوکرو کیونکہ بھوان کے خلاف تیز تیروں سے زیادہ بھڑے پھر حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا آپ نے فرمایا: ان کی بھوکرو اور مذمت کرو حضرت ابن رواحہ نے ان کی مذمت کی آپ اس سے راضی نہیں ہوئے پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا پھر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا جب وہ آپ کے پاس آئے تو حضرت حسان نے کہا: اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس شیر کو بلاؤ جو اپنی دم سے مارتا ہے پھر انہوں نے اپنے بالوں سے زبان باہر نکالی اور اس کو ہلانے لگے پھر کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں ان کو اپنی زبان سے اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جلدی نہ کرو کیونکہ ابو بکر قریش کے نسب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں میرا نسب بھی ہے تاکہ ابو بکر میرا نسب ان سے الگ کر دیں حضرت حسان ابو بکر کے بھائی کے پھر لوٹ آئے اور کہا: یا رسول اللہ! آپ کا نسب الگ کر دیا گیا ہے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جواب دیتے رہو گے اللہ تعالیٰ تمہاری تائید کرتا رہے گا نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

کہ حسان نے کفار قریش کی ہجو اور مذمت کر کے مسلمانوں کو شفا دی ہے (یعنی ان کا دل ٹھنڈا کر دیا) اور کفار کے دلوں کو بیمار کر دیا۔
(صحیح مسلم: ۲۳۹۰، رقم المسلسل: ۸۰۷۸)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان کے لیے منبر رکھتے تھے وہ اس پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کی ہجو (مذمت) کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں بدگوئی کرتے تھے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے موافقت کرتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۱۵، سنن ترمذی: ۲۸۳۶، مسند احمد ج ۶ ص ۲۷)

مسجد میں جن اشعار کا پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار کا پڑھنا جائز نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اشعار برحق ہیں ان کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار میں جھوٹ، خیالی بات، عشقیہ مضامین، عورتوں اور شراب کی تعریف اور فسق و فجور کا ذکر ہو ان کا مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔
حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ مسجد میں قصاص لیا جائے یا مسجد میں اشعار پڑھے جائیں یا مسجد میں حدود قائم کی جائیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۹۰)

عمرو بن شعیب اپنے والد عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے اور اپنے دادا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے اور خرید و فروخت کرنے سے اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۲۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۷۹، سنن نسائی: ۷۱۳-۷۱۴، سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۳-۷۶۶، ۷۴۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷)
امام عبد الرزاق نے از ابن المنکد راز اسید بن عبد الرحمن روایت کی ہے کہ ایک شاعر نبی ﷺ کے پاس آیا اس وقت کہ مسجد میں تھے اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں شعر پڑھوں آپ نے فرمایا: نہیں اس نے کہا: کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا: مسجد سے نکل جاؤ اس نے مسجد سے باہر آ کر شعر پڑھے تب رسول اللہ ﷺ نے اس کو کپڑا عطا فرمایا اور فرمایا: یہ اس کا عوض ہے کہ تم اپنے رب کی مدح کی ہے۔

امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ان اشعار کو جمع کیا ہے جن کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے اور ان اشعار کو جمع کیا ہے جن کا مسجد میں پڑھنا ممنوع ہے اور ابو نعیم اصفہانی نے کتاب المساجد میں لکھا ہے کہ جاہلیت کے اشعار کو اور باطل لوگوں کے اشعار کو مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے اور اسلام کے اشعار کو اور برحق لوگوں کے اشعار کو مسجد میں پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۳۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۲)

کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے اور کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز نہیں ہے

جن اشعار میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بے ادبی ہو یا جنت کی تنقیص کی گئی ہو، فسق، فجور اور فحش کلام ہو اور مسلمانوں کی ہجو اور مذمت کی گئی ہو ایسے شعر بنانا اور پڑھنا جائز ہے ایسے اشعار کی حدیث میں مذمت کی گئی ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کے پیٹ میں قے بھری ہوئی وہ اس سے بہتر ہے کہ اس میں (بے ہودہ) شعر بھرا ہوا ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۰۹، صحیح مسلم: ۲۲۵۸، سنن ترمذی: ۲۸۵۲، سنن ابن ماجہ: ۳۷۶۰، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۵، صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۷۵)

صحیح البخاری: صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مسند میں یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اور جن اشعار میں اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ کی حمد اور نعت ہو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے ہدایت اور نصیحت پر مشتمل مائین ہوں اولیاء اللہ کی منقبت اور کفار کی مذمت ہو ان اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بعض اشعار میں ضرور حکمت ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۳۵، سنن ابوداؤد: ۵۰۱۰-۵۰۵۵-۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک بعض اشعار میں حکمتیں ہوتی ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۵۶، سنن ترمذی: ۲۸۳۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاعر کی کہی ہوئی سب سے سچی بات وہ ہے جو لبید نے کہی ہے:

سنو! اللہ کے سوا ہر چیز باطل (فانی) ہے۔

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل۔

(صحیح البخاری: ۶۱۳۷، صحیح مسلم: ۲۲۵۶، سنن ترمذی: ۲۸۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عمرۃ القضاء ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے:

اے اولادِ کفار! آپ کا راستہ چھوڑ دو۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ

آج ہم قرآن مجید کے حکم کے موافق تم پر ضرب لگائیں گے۔

الیوم نضربکم علی تنزیلہ

ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دے گی۔

ضربا یزیل الہام عن مقلہ

اور دوست کو دوست سے جدا کر دے گی۔

ویذہل الخلیل عن خلیلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں شعر پڑھ رہے ہو! تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اس کو رہنے دو یہ اشعار کفار میں تیروں سے زیادہ تیزی سے تاثیر کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۲۸۳۷، سنن نسائی: ۲۸۹۳-۲۸۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: کیا نبی ﷺ نے کبھی کوئی شعر پڑھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھتے تھے اور آپ یہ شعر پڑھتے تھے:

زمانہ تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں لاتا ہے جن کو تم نے

وباتیک بالآخبار من لم تزود۔

(سنن ترمذی: ۲۸۳۸، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۸) زاوراہ نہیں دیا۔

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۲۶۲-ج ۶ ص ۱۱۵۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سوانح۔

مسجد میں جنگی مشق کرنے

والے اصحاب

۶۹- بَابُ أَصْحَابِ الْحِرَابِ

فِي الْمَسْجِدِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا جائز ہے اس باب کے عنوان میں اصحاب الحراب کا ذکر ہے اس مراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام کے دشمنوں کے خلاف ہتھیاروں سے جنگ کرنے کی مشق کرتے ہیں۔

۴۵۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد

إِبْرَاهِيمَ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ

حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلَى

الزبير نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں

بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ

ایک دن رسول اللہ ﷺ کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا اور

وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَرْنِي بِوَدَائِهِ

مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی

أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ

چادر میں چھپا رہے تھے میں ان کی مشقوں کو دیکھ رہی تھی۔

[اطراف الحديث: ۳۵۵-۹۵۰-۹۸۸-۵۱۹۰-۵۲۳۶]

(صحیح مسلم: ۸۹۲، رقم المسلسل: ۲۰۳۰، سنن النسائی: ۱۵۹۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۹۸، مسند الحمیدی: ۲۵۳، المعجم الاوسط: ۳۲۱۳، مسند احمد: ۵۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۲۹۶، ج ۴۰ ص ۳۳۸، مؤسسة الرسالة، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

- (۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ ابو القاسم القرشی العامری المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف
- (۳) صالح بن کیسان ابو محمد مذہب یہ عمر بن عبد العزیز کے بیٹے ہیں (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوف
- (۶) ابراہیم بن الہمذرا الحزامی (۷) عبد اللہ بن وہب (۸) یونس بن یزید الایلی (۹) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۳۳۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: اور حبشی مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے۔

مسجد میں جنگی مشقوں کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مسجد کو مسلمانوں کی نماز باجماعت کے لیے بنایا گیا ہے اور جن کاموں کی دین میں منفعت ہو ان کا مسجد میں کرنا بھی جائز ہے اور جنگی مشق کرنے سے جسم کی ورزش ہوتی ہے اور اعضاء اور پٹھے مضبوط ہوتے ہیں اور میدان جہاد میں کفار سے لڑنے کی مشق ہوتی ہے لہذا اس کو مسجد اور غیر مسجد دونوں جگہ کرنا جائز ہے۔

اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو جائز کھیل ہو اس کو دیکھنا جائز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ کو یہ کھیل اس لیے دیکھنے دیا ہوتا کہ حضرت عائشہ اس کھیل کی بعض حرکات کی روایت کریں اور مسلمانوں کو ان ہتھیاروں سے جنگ کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کے خلق کریم اور اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاشرت کا ذکر ہے تاکہ مسلمان اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے پیش آئیں اور ان کی جائز خواہشوں کو پورا کریں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے حجاب کیا ہوا تھا اور وہ حبشیوں کے کھیل کو دیکھ رہی تھیں۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا قرآن اور حدیث کے خلاف ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے ابوالحسن النخعی سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا قرآن اور سنت سے منسوخ ہے قرآن مجید میں ہے:

فِي بُيُوتٍ أُذِنَ لِلَّهِ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ
جن گھروں کے بلند کرنے کا اور جن گھروں میں اپنے نام

کے ذکر کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے وہاں صبح اور شام اللہ کی

تسبیح لکھنے کے لیے (النور: ۳۶)

تسبیح کرتے ہیں ○

ان گھروں سے مراد مساجد ہیں جہاں اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے اور صبح اور شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے، معترض کا مقصد یہ ہے کہ

مساجد میں صرف اللہ کا ذکر اور تسبیح ہونی چاہیے اور جنگی مشقیں ایک قسم کا کھیل ہیں اس سے مسجد کو پاک رکھنا چاہیے؟ اس کا جواب یہ

ہے کہ جنگی مشقیں اور فوجی ورزشیں جہاد کی تیاری اور اس کی تربیت کا حصہ ہیں اور جہاد اللہ تعالیٰ کے نام کو اور اس کے دین کو سر بلند

کرنے کا ذریعہ ہے اس لیے یہ آیت جنگی مشقوں کے خلاف نہیں ہے۔

اسی طرح انہوں نے کہا ہے کہ درج ذیل حدیث بھی مسجد میں جنگی مشقوں کے خلاف ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پاگلوں اور بچوں کو اور اپنی آوازوں کے بلند

کرنے کو اور تلواروں کے سونٹنے کو اور خرید و فروخت کرنے کو اور حدود قائم کرنے کو اور آپس میں جھگڑنے کو اپنی مسجدوں سے دور

رکھو۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۲۹ ج ۲ ص ۲۶۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ صحیح البخاری کی اس صحیح السند روایت کے معارض نہیں ہو سکتی اور اگر اس

حدیث کو صحیح بخاری کی اس حدیث کے لیے ناخ کہا جائے تو نسخ کے لیے تاریخ کا علم ہونا ضروری ہے اور یہاں تاریخ معلوم نہیں ہے۔

بعض فقہاء مالکیہ نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ وہ حبشی مسجد سے باہر جنگی مشق کر رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد میں تھیں

لیکن یہ امام مالک سے ثابت نہیں ہے اور یہ اس حدیث کی بعض سندوں کے خلاف ہے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے انہیں مسجد میں کھیلنے سے منع کیا تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ان کو چھوڑ دو اور جنگی مشق کرنا محض کھیل نہیں ہے بلکہ اس

میں جنگ کے موقع پر بہادری سے پیش آنے کی مشق کی جاتی ہے اور دشمن سے لڑنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطل کی عبارت نقل کی ہے جس کو ہم پیش کر چکے ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری لکھتے ہیں: ابراہیم بن المنذر نے اضافہ کیا ہے:

ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یونس نے

خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان

کیا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا اور حبشی اپنی جنگی مشقوں کے

ساتھ مشق کر رہے تھے۔

۴۵۵- زَادَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ

اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ

عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَالْحَبَشَةَ يَلْعَبُونَ بِحَرَابِهِمْ

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۳۵۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۶۱ ج ۲ ص ۶۶۷ پر مذکور ہے۔ اس کا عنوان ہے: حضرت عائشہ کا حبشیوں کے کھیل کو

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔

علامہ عزالدین ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت بریرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں یہ پہلے بنی ہلال کے کسی شخص کی باندی تھیں ایک قول یہ ہے کہ ابو احمد بن جحش کی باندی تھیں ایک قول یہ ہے کہ چند انصار کی باندی تھیں انہوں نے ان کو مکاتب کر دیا پھر انہوں نے ان کو حضرت عائشہ کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر حضرت عائشہ نے ان کو آزاد کر دیا۔

ان کے خاوند کا نام مغیث تھا وہ غلام تھے جب حضرت بریرہ آزاد ہوئیں تو ان کو اختیار دیا گیا کہ وہ اس کے نکاح میں برقرار رہیں یا علیحدہ ہو جائیں انہوں نے علیحدہ ہونے کو اختیار کر لیا مغیث ان سے بہت محبت کرتے تھے وہ ان کے فراق میں مدینہ کی گلیوں میں روتے ہوئے پھرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ سے ان کی سفارش کی کہ وہ ان سے دوبارہ نکاح کر لیں حضرت بریرہ نے حضور سے پوچھا آیا یہ آپ کا حکم ہے یا آپ ان کی سفارش فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بلکہ میں سفارش کر رہا ہوں حضرت بریرہ نے کہا: پھر میں ان سے نکاح کا ارادہ نہیں کرتی اس میں اختلاف ہے کہ ان کے خاوند آزاد تھے یا غلام صحیح بات یہ ہے کہ وہ غلام تھے۔ (ان کو بعد میں آزاد کر دیا گیا تھا۔ سعیدی غفرلہ)

عبد الملک بن مروان نے بیان کیا کہ میں حضرت بریرہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا انہوں نے کہا: اے عبد الملک! میں تم میں چند خصلتیں دیکھ رہی ہوں بے شک تم اس حکومت کی امارت کے اہل ہو اگر تم حکم ران بن جاؤ تو خون ریزی سے پرہیز کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا تو اس کو جنت کے دروازے سے دھتکار دیا جائے گا۔ (کامل ابن عدی ج ۳ ص ۱۱۳۰ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۹ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۰۱ کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۹۲ اسد الغابہ ج ۷ ص ۳۸-۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے صرف ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔

(خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۳۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

زر کتابت یا بدل کتابت کا معنی

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ درخواست کی کہ وہ ان کا زر کتابت ادا کر دیں۔ جس غلام یا لونڈی کو اس کا مالک یہ کہے کہ تم اگر اتنی رقم مجھے لا کر دے دو تو تم آزاد ہو اس غلام کو مکاتب اور اس باندی کو مکاتبہ کہتے ہیں اور اس رقم کو زر کتابت یا بدل کتابت کہتے ہیں خواہ وہ رقم کما کر لائے یا کسی سے لا کر دے دے مکاتب غلامی کی ذلت سے نکل جاتا ہے کیونکہ وہ محنت مزدوری کر سکتا ہے لیکن ابھی مکمل آزاد نہیں ہوتا اس لیے اگر وہ کسی کا نقصان کر دے تو اس کا تاوان اس کے مالک کو دینا ہوگا وہ ایک طرح سے آزاد ہے اور ایک طرح سے غلام ہے وہ شتر مرغ کی طرح ہے اگر اس سے اڑنے کے لیے کہا جائے تو وہ کہتا ہے: میں تو اونٹ ہوں کیا اونٹ اڑتا ہے اور اگر اس پر بوجھ لادنے کے لیے کہا جائے تو وہ کہتا ہے: میں تو پرندہ ہوں کیا پرندہ پر بوجھ لاد جاتا ہے سو یہی حال مکاتب کا ہوتا ہے بہر حال حضرت بریرہ سے ان کے مالکوں نے کہا تھا: تم اتنی رقم لا کر دو تو تم آزاد ہو سو حضرت بریرہ اس رقم کے حصول کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تھیں۔

وَلَاءُ کا معنی

اگر باندی یا غلام آزاد ہونے کے بعد کچھ مال و دولت کما کر حاصل کرے اور مر جائے پھر اگر اس کے وارث ہوں تو وہ مال اس کے وارثوں کو دیا جائے گا اور اگر اس کے وارث نہ ہوں تو پھر وہ مال اس کے آزاد کرنے والے کو دیا جاتا ہے اس کو عصبہ سببی اور مولائے عتاقہ کہتے ہیں اور اس غلام یا باندی کی اس وراثت کو ولاء کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قاعدہ کے مطابق حضرت بریرہ سے یہ فرمایا تھا کہ میں تم کو مطلوبہ رقم دے دوں گی اور ولاء میری ہوگی اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے مطلوبہ رقم لے کر آزاد کرنے کے لیے یہ شرط عائد کی تھی کہ ولاء ہمارے لیے ہوگی اس شرط کا رسول اللہ ﷺ نے رد فرمایا تھا۔

سنت پر کتاب اللہ کا اطلاق

رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرط عائد کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ کتاب اللہ سے مراد شریعت ہے خواہ قرآن مجید ہو یا سنت ہو اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوتی ہے (حدیث مذکور: ۳۵۶) اور حضرت بریرہ کے مالکان جو شرط لگا رہے تھے کہ ولاء ان کے لیے ہوگی سو یہ شرط سنت کے خلاف تھی جس کو رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ سے تعبیر فرمایا کیونکہ آپ کی سنت پر عمل کرنے کا حکم بھی کتاب اللہ میں ہے قرآن مجید میں ہے: مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ. (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

مسجد میں خرید و فروخت کا ناجائز ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مساجد کو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر تلاوت قرآن اور نماز کے لیے بنایا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے امام مالک اور علماء کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو: اللہ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی کسی گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو کہو: اللہ تم پر وہ چیز واپس نہ کرے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵)

امام مالک نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جو شخص مسجد میں خرید و فروخت کا ارادہ کرے تو تم اس سے کہو کہ تم دنیا کے بازار میں جاؤ یہ آخرت کا بازار ہے۔

مسجد صرف امور اللہ کے لیے ہے اور جو چیز امور اللہ سے نہ ہو اس کو مسجد سے دور رکھنا واجب ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۳۶-۱۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

اپنے غلام یا باندی کو مکاتیب کرنے کا ثبوت

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: وہ ان کا زر کتابت ادا کریں اس سے معلوم ہوا کہ غلام یا لونڈی کو مکاتیب بنانا جائز ہے قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِينَ يَبْتِغُونَ الْكِتَابَ بِمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا. (النور: ۴۳)

اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو مکاتیب ہونا چاہے سو تم اس کو مکاتیب کر دیا کرو اگر تمہارے علم میں اس کے اندر

بھلائی ہو۔

یعنی تمہارا غلام یہ کہے کہ اگر میں آپ کو اتنا مال لادوں تو آپ مجھے آزاد کر دیں اور تم اس کو قبول کر لو تو وہ غلام مکاتب ہو جائے گا خواہ وہ مال محنت مزدوری کر کے حاصل کرے یا کسی سے بہ طور مدد مانگے اور جب تک وہ مال ادا نہیں کرے گا وہ مکمل آزاد نہیں ہوگا۔

جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کے لیے خیار عتق کا ثبوت

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا زہ کتابت ادا کر دیا اور وہ آزاد ہو گئیں تو انہوں نے حضرت مغیث سے نکاح کو فسخ کر دیا کیونکہ جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ نکاح سابق کو برقرار رکھے یا نہیں کیونکہ باندی کا شوہر اس کے اوپر دو طلاقیں کا مالک ہوتا ہے اور آزاد عورت کا شوہر اس پر تین طلاقیں کا مالک ہوتا ہے تو جب باندی آزاد کر دی جاتی ہے تو اس پر اس کے شوہر کی ملکیت بڑھ جاتی ہے اس لیے اس موقع پر باندی کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اوپر خاوند کی اس زیادہ ملکیت کو قبول کرتی ہے نہیں؟ اس کو خیار عتق کہتے ہیں حضرت بریرہ نے اس اختیار سے کام لیتے ہوئے آزاد ہوتے ہی حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے نکاح کو فسخ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے ان کا نام مغیث تھا گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں وہ حضرت بریرہ کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھر رہے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنی نفرت ہے پھر نبی ﷺ نے حضرت بریرہ سے فرمایا: کاش! تم مغیث سے رجوع کر لیتیں انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں صرف سفارش کر رہا ہوں حضرت بریرہ نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۲۸۳)

اس حدیث میں ہماری دلیل ہے کہ جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو خیار عتق حاصل ہوتا ہے۔

اس کی تحقیق کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو اس وقت ان کے شوہر مغیث آزاد تھے یا غلام؟

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

باندی یا مکاتبہ جب آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے خواہ وہ آزاد کے نکاح میں ہو یا غلام کے امام شافعی نے کہا: جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار نہیں ہوتا جب اس کا شوہر آزاد ہو امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور اختلاف کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا تو اس میں اختلاف ہے کہ ان کے شوہر اس وقت آزاد تھے یا غلام تھے بعض روایات میں ہے: اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے اور بعض میں ہے: وہ اس وقت غلام تھے۔

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا ان کے مالکوں نے ان کی ولاء کی شرط لگائی انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا ہے اور ان کے مالک ان کی ولاء کی شرط لگا رہے ہیں آپ نے فرمایا: تم اس کو آزاد کر دو کیونکہ ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے اسود نے کہا: حضرت عائشہ نے اس کو خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت بریرہ کو اختیار دیا گیا تو انہوں نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا اور کہا: اگر مجھے اتنا مال بھی دیا جائے تو میں مغیث کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اسود نے کہا کہ ان کے خاوند آزاد تھے امام بخاری نے کہا کہ اسود کا قول منقطع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے ان کے خاوند کو غلام دیکھا ہے اور حضرت ابن عباس کا قول زیادہ صحیح ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۵۳، سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹، سنن ترمذی: ۱۱۵۵، سنن نسائی: ۳۳۳۹)

امام نسائی نے علقمہ اور اسود سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جس دن حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا اس دن حضرت بریرہ کے خاوند آزاد تھے یا غلام تھے؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس دن وہ آزاد تھے۔

(سنن نسائی: ۲۶۱۰، ۳۳۳۷، ۳۳۳۶، باب: خيار الامة تعق وزوجها حر)

صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۳۳، سنن ترمذی: ۱۱۵۳، اور سنن نسائی: ۳۳۵۱ میں مذکور ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے اسی طرح صحیح البخاری: ۵۲۸۳ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان احادیث میں صرف یہ ذکر ہے کہ حضرت مغیث غلام تھے یہ ذکر نہیں ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا اس وقت وہ غلام تھے لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے غلام رہے ہوں اور جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا اس وقت وہ آزاد ہو چکے ہوں سو ان روایات میں دونوں احتمال ہیں اور امام نسائی کی صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے پس یہ محتمل روایات امام نسائی کی صریح حدیث کے معارض نہیں ہو سکتیں۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب یہ آثار مختلف ہیں تو ان میں تطبیق دینا واجب ہے اور تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ وہ پہلے غلام تھے بعد میں آزاد کر دیئے گئے اس کا الٹ تو نہیں ہو سکتا کیونکہ آزاد شخص پر غلامی نہیں آتی تو ان احادیث کو اسی پر محمول کرنا پڑے گا کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو ان کے خاوند آزاد تھے اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب کسی باندی کو آزاد کیا جائے تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ نکاح سابق کو برقرار رکھے یا نہ رکھے کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت بریرہ سے ارشاد فرمایا: جاؤ تمہارے ساتھ تمہاری فرج بھی آزاد ہو گئی ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۱۹، دار المعرفۃ بیروت)

(فتح باب العنایۃ فی شرح النقایۃ ج ۲ ص ۳۹۹-۳۹۷، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

- (۱) جب کسی بدعت کا وقوع ہو تو امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ لوگوں کو خطاب کر کے اس بدعت کا رد کرے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کا رد کیا جنہوں نے حضرت بریرہ کو مکاتبہ کرنے کے لیے یہ شرط لگائی کہ ان کی ولاء وہ لیں گے۔
- (۲) امام کے لیے یہ مستحب ہے کہ جب وہ کسی کے بڑے کام کا رد کرے تو لوگوں کے سامنے اس بُرائی کے مرتکب کا نام لے کر اس کو رسوا نہ کرے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے اور ان کا نام نہیں لیا۔

(۳) اس حدیث میں برائی کا ازالہ کرنے میں بہت مبالغہ فرمایا ہے اور اس کی بہت مذمت کی ہے۔

(۴) حضرت بریرہ کو مکاتبہ کیا گیا تھا اور ان کے شوہر کو مکاتبہ نہیں کیا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شوہر کے صرف بیوی کو مکاتبہ کرنا جائز ہے یہ اس تقدیر پر ہے جب حضرت مغیث بھی غلام ہوں جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

(۵) جب کسی باندی کو مکاتبہ کر دیا جائے تو اس کے شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس کو زر کتابت کے حصول کے لیے تنگ و دو کرنے سے منع کرے جیسا کہ حضرت مغیث نے حضرت بریرہ کو منع نہیں کیا۔

(۶) اس سے یہ بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ مکاتبہ کے اوپر اس دوران اپنے خاوند کی خدمت کرنا لازم نہیں ہے۔

(۷) مکاتبہ کے خاوند کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مکاتبہ ہونے سے منع کرے جب کہ اس کو یہ علم ہو کہ اگر اس کی بیوی آزاد ہوگئی تو وہ خیار عتق سے اس کے نکاح کو مسترد کر سکتی ہے کیونکہ حضرت بریرہ نے ایسا ہی کیا اس کے باوجود حضرت مغیث نے ان کو مکاتبہ ہونے کی سعی سے منع نہیں کیا۔

(۸) شادی شدہ باندی کو فروخت کرنے سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو خرید لیا تب بھی حضرت بریرہ حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں تا آنکہ حضرت بریرہ نے خود نکاح سابق کو مسترد کر دیا۔

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کا زر کتابت قسط وار ادا کیا تھا اور نبی ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ زر کتابت کو نقد اور ادھار دونوں طرح ادا کرنا جائز ہے۔

(۱۰) جن روایات میں مذکور ہے کہ حضرت مغیث غلام تھے اور حضرت بریرہ آزاد کردی گئی تھیں تو اگر حضرت بریرہ اس سابق نکاح کو برقرار رکھتیں تو جائز تھا اس طرح ایک آزاد عورت غلام کے نکاح میں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کا غلام سے نکاح جائز ہے اور اس سے غیر کفو میں نکاح کا جواز ثابت ہوا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں ذات پات کا اعتبار نہیں پس فریقین کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا پھر لڑکی کا اہل کتاب سے ہونا ضروری ہے۔

(۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کا خبر دینا بھی معتبر ہے کیونکہ حضرت بریرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی کہ ان کے مالکوں نے ان کو مکاتبہ کر دیا ہے اور اس بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کارروائی کی۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۳۳۵-۳۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۱- بَابُ التَّقَاضِي وَالْمَلَاذِمَةِ

فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا

اور مقروض کو پکڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقروض سے مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو مسجد میں پکڑ لینا جائز ہے۔

۴۵۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ كَعْبٍ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنُ أَبِي حَذْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ بِجَفِّ حُجْرَتِهِ فَنَادَى يَا كَعْبُ قَالَ لَيْتَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيْ الشَّطْرَ قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُمْ فَاقْضِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عبد اللہ بن کعب بن مالک از حضرت کعب بنی اللہ کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حذرہ رضی اللہ عنہ سے اپنے اس قرض کا مسجد میں تقاضا کیا جو ان پر تھا پس ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سن لیا آپ ان دونوں کی طرف نکلے حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا پھر آپ نے آواز دی: اے کعب! انہوں نے کہا: لے لے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم اپنے قرض سے اتنا کم کر دو اور ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا: نصف انہوں نے کہا: میں نے کر دیا یا رسول اللہ! پھر آپ نے (ابن ابی حذرہ سے) فرمایا: اٹھو! اب ان کا قرض ادا کر دو۔

[اطراف الحديث: ۳۷۱-۳۷۸-۳۷۲-۳۷۱-۳۷۰-۳۷۱]

(صحیح مسلم: ۱۵۵۸، رقم السلسل: ۳۹۰۹، سنن ابوداؤد: ۳۵۹۵، سنن نسائی: ۵۴۱۳-۵۴۰۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۶۵، سنن ابن ماجہ: ۲۳۲۹، المعجم الکبیر: ۱۷۷-۱۹۷، الاحاد والثانی: ۲۰۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۵۲، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۰، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۷۹۱-ج ۲۵ ص ۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن الیمان ابو جعفر الجعفی البخاری المعروف بالمسندی یہ بہ روز جمعرات ۲۴ ذوالقعدہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عثمان بن عمر ابن فارسی البصری (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن الزہری (۵) عبد اللہ بن کعب بن مالک الانصاری سلمی المدنی (۶) حضرت کعب بن مالک الانصاری الشاعر رضی اللہ عنہ یہ ان تین میں سے ایک ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی تھی اور جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِفُوا. (التوبہ: ۱۱۸)

اور ان تین شخصوں کی توبہ قبول فرمائی جو (غزوہ تبوک سے)

پیچھے رہ گئے تھے۔

ان سے ۸۰ حدیثیں مروی ہیں، امام بخاری نے ان میں سے چار حدیثیں روایت کی ہیں، یہ مدینہ منورہ میں ۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے جب یہ نابینا ہو گئے تو ان کے بیٹے ان کی قیادت کرتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۲۶-۳۲۵)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت کعب نے حضرت ابن حذرہ سے مسجد میں اپنے اس قرض کا مطالبہ کیا جو ان پر تھا، اور عنوان میں ”ملازمہ“ کا بھی ذکر ہے یعنی مقروض کو پکڑنا، اس پر اس حدیث میں کوئی دلالت نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو کئی جگہ ذکر کیا ہے اور باب الصلح میں اس طرح روایت کی ہے: حضرت کعب بن مالک کا حضرت عبد اللہ بن ابی حذرہ پر قرض تھا پس حضرت کعب کی حضرت ابی حذرہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت کعب نے حضرت ابی حذرہ کو پکڑ لیا، الحدیث (صحیح البخاری: ۲۴۲۴)

اور امام بخاری کی بعض احادیث میں ایسی ہی مناسبت ہوتی ہے۔

مسجد میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا، دو فریقوں میں صلح کرانا، تنگ دست کی ادائیگی میں تخفیف کرانا اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں اپنے حقوق اور قرض کا مطالبہ کرنا جائز ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک آدمی مسجد میں دوسرے آدمی کا سونا ادا کرے لیکن اگر وہ بہ طور تجارت یا بہ طور بیع صرف ادا کرے تو جائز نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنگ دست سے قرض کی وصولی میں تخفیف کرنی چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لیے ایک فریق سے ادائیگی میں تخفیف کر دینی چاہیے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس سے تخفیف کی جائے اس سے مشورہ بھی کیا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن ابی حذرہ سے استصواب کیے بغیر ان کی ادائیگی میں تخفیف کر دی۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطل کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے یہ صرف رسول اللہ ﷺ کا اختیار تھا کہ وہ کسی کے قرض کی رقم کو کم کر دیں اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

جس کے حق میں صلح کی جائے اگر اس صلح میں اس کی خیر خواہی ہو تو اس کو ادا کرنے کا حکم دیا جائے جس طرح آپ نے فرمایا: چلو اب کھڑے ہو اور ادا کرو۔

نبی ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا: نصف ادا کرو اس سے معلوم ہوا کہ جب اشارہ سے متکلم کی مراد سمجھ آ جائے تو اشارہ کرنا جائز ہے۔

اس حدیث کے عنوان سے معلوم ہوا کہ اگر قرض خواہ کو کہیں مقروض مل جائے خواہ مسجد میں ہی تو وہ اس کو پکڑ سکتا ہے۔ جب حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابن حدری کی آوازیں مسجد میں بلند ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ حجرہ سے نکل کر باہر آئے اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ان کی بلند آوازیں آپ کو ناگوار گزریں اور قرآن مجید کی قراءت اور اذان کے بغیر مسجد میں آواز بلند کرنا منع ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو ملامت نہیں کی اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی آواز بلند کرنے میں معذور تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کے اموال پر ان سے زیادہ اختیار تھا اور صحابہ اپنے اموال کا رسول اللہ ﷺ کو مالک سمجھتے تھے تب ہی تو آپ نے حضرت کعب سے استصواب کیے بغیر فرمایا: تم اپنے قرض کو آدھا کر دو اور انہوں نے کہا: میں نے کر دیا۔

حافظ ابن حجر کے تتبع سے مزید فوائد

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کے فوائد نقل کرنے کے علاوہ لکھا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں آواز بلند کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ بہت زیادہ بلند نہ ہو اور یہ فرق کرنا چاہیے کہ اگر علم اور نیکی کی بات کہنی ہو تو بلند آواز سے کہنا جائز ہے اور اگر فضول اور لغو بات ہو تو اس کے لیے آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے المہلب نے کہا ہے کہ اگر مسجد میں آواز بلند کرنا جائز نہ ہوتا تو آپ منع فرما دیتے میں کہتا ہوں کہ آپ اس سے پہلے جو منع فرما چکے تھے آپ نے اس پر اکتفاء کر لیا اور چونکہ اس موقع پر آوازوں کو بلند کرنا ان کے درمیان قطع منازعت اور صلح کا سبب بنا تھا اس لیے آپ نے یہاں ان سے درگزر فرمایا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دروازہ پر پردہ لٹکانا جائز ہے کیونکہ آپ نے اپنے حجرہ سے پردہ ہٹا کر دیکھا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۸۷۲- ج ۳ ص ۲۷۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ابن ابی حدری کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔ اس عنوان کے تحت بارہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑوں

۷۲- بَابُ كُنْسِ الْمَسْجِدِ، وَالتِّقَاطِ

کی دھجیاں تنکے اور لکڑیاں چننا

الْخَرَقِ وَالْقَذَى وَالْعِيدَانِ مِنْهُ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کی صفائی کرنی چاہیے اور مسجد سے دھجیاں تنکے اور لکڑیوں کے ٹکڑوں کو چننا چاہیے۔

۴۵۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ خُوْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے

حَدَّثَنَا عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان

مَرْيُومَةَ أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ، أَوْ امْرَأَةً سَوْدَاءَ، كَانَ يَقُمُّ

کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک سیاہ فام

مَرْيُومَةَ أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ، أَوْ امْرَأَةً سَوْدَاءَ، كَانَ يَقُمُّ

الْمَسْجِدَ، فَمَاتَ، فَسَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ، فَقَالُوا مَاتَ، قَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ أَذْنَعُونِي بِهِ؟ ذُلُونِي عَلَى قَبْرِهِ، أَوْ قَالَ قَبْرَهَا، فَأَتَى قَبْرَهَا فَصَلَّى عَلَيْهِ. [اطراف الحديث: ۴۶۰-۱۳۳]

مرد یا سیاہ فام عورت مسجد کی صفائی کرتے تھے پس وہ شخص فوت ہو گیا، نبی ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا: مسلمانوں نے بتایا کہ وہ شخص فوت ہو گیا، آپ نے فرمایا: تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ مجھے اس مرد کی قبر بتاؤ یا اس عورت کی قبر بتاؤ، آپ اس کی قبر پر گئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۹۵۶، الرقم المسلسل: ۲۱۸۰، سنن ابوداؤد: ۳۲۰۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۳۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۴۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۹۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷، شرح السنہ: ۱۳۹۹، مسند ابویعلیٰ: ۶۴۲۹، صحیح ابن حبان: ۳۰۸۶، مسند احمد ج ۲ ص ۵۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۸۶۳۴، ج ۱۳ ص ۲۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۱۱، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سلیمان بن حرب الواشی البصری، واخ قبیلہ ازد کی شاخ ہے (۲) حماد بن زید (۳) ثابت البنانی (۴) ابورافع، نفیج، یہ سارے تھے بہت بڑے تابعی تھے ابورافع صحابی ان کے علاوہ ہیں، کیونکہ ثابت البنانی نے ان صحابی کو نہیں پایا (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۳۹)

مسجد کی صفائی کرنا، صالحین کی خدمت کرنا اور قبرستان میں نماز پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسجد کی صفائی کی ترغیب ہے کیونکہ جو شخص مسجد کی صفائی کرتا تھا، نبی ﷺ نے خصوصیت سے اس کے دفن ہونے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ وکیع نے عبداللہ بن حنطب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد قباء میں آئے آپ نے وہاں نماز پڑھی، پھر کہا: اے یزفا! میرے پاس ایک شاخ لے کر آؤ، وہ شاخ لے کر آیا تو حضرت عمر نے اپنے کپڑے کس کر اس شاخ سے مسجد کی صفائی کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کی خدمت کرنی چاہیے اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خادم ہو اور نظر نہ آئے تو اس کی تفتیش کرنی چاہیے۔

نیز جس شخص نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی خدمت اور ان کو نفع پہنچانے کے لیے وقف کر دیا ہو اس کے لیے دعا کرنی چاہیے اور اس کی تحسین کرنی چاہیے۔

صالحین کی نماز جنازہ میں حاضر ہونا چاہیے اور ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

ابن القصار نے کہا کہ نبی ﷺ نے جو تدفین کے بعد اس سیاہ فام کی نماز جنازہ پڑھی، اس میں یہ دلیل ہے کہ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

اس حدیث میں "یقم المسجد" کے الفاظ ہیں اس کا معنی ہے: مسجد کی صفائی کرتا تھا۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۴ھ)

دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت علیؓ، حضرت ابو موسیٰؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہم کے نزدیک دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، امام شافعیؒ اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور ابراہیم نخعیؒ، الحسن البصریؒ اور ثوری نے اس سے منع کیا ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف اس وقت جائز ہے جب ولی اور والی نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو، پھر جو جواز کے قائلین ہیں ان میں یہ اختلاف ہے کہ کتنی مدت تک نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، ایک قول ہے: ایک ماہ تک، ایک قول ہے: جب تک میت کا جسم بوسیدہ نہ ہو جائے اور ایک قول ہے: ہمیشہ جائز ہے اس پر مزید بحث ان شاء اللہ کتاب الجنائز میں آئے گی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی موت کی خبر دینا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر ملامت کی کہ آپ کو کیوں نہیں بتایا کہ مسجد کی صفائی کرنے والا فوت ہو گیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۲۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

صدر الشریعہ علامہ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۷ھ لکھتے ہیں:

جس کی نماز جنازہ پڑھے بغیر اس کو دفن کر دیا گیا تو جب تک یہ گمان نہ ہو کہ میت کا جسم پھٹ گیا ہوگا، اس وقت تک قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (التقایہ ج ۲ ص ۵۲)

نور الدین علی بن محمد بن سلطان (ملا علی قاری البروی) متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

جس کو غسل دینے یا یتیم کرانے کے بعد دفن کر دیا گیا ہو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی تاکہ جہاں تک ممکن ہو واجب ادا کیا جائے، صحیح مذہب یہ ہے کہ جب تک یہ گمان نہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہو، اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ میت کے جسم کے پھٹنے کی مدت موسم کے سرد اور گرم ہونے کے اعتبار سے اور زمین کے نرم اور سخت ہونے کے اعتبار سے اور میت کے جسم کے موٹے اور دبلے ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، لہذا اس میں غلبہ ظن معتبر ہے اور ہمارے ائمہ سے یہ بھی مروی ہے کہ تدفین کے تین دن بعد تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ (شرح التقایہ ج ۲ ص ۵۲، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی اسی قول کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے، نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اگر ولی کے علاوہ کسی اور شخص نے نماز جنازہ پڑھی ہو تو اس مدت میں ولی اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۱۱۷، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

غائبانہ نماز جنازہ کا عدم جواز

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کی یہ عبارت باب مذکور کی حدیث کے عین مطابق ہے کیونکہ مسجد کی صفائی کرنے والے کے بلکہ سب مسلمانوں کے رسول اللہ ﷺ ولی ہیں اور آپ کے نماز جنازہ پڑھے بغیر اس کو دفن کر دیا گیا تھا تو آپ نے دوسرے دن اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے پر بہت حریص تھے حتیٰ کہ اگر آپ کو بتائے بغیر کسی مسلمان کی تدفین کر دی جاتی تو آپ ملامت فرماتے اور اس مسلمان کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھتے، اس کے باوجود آپ نے نجاشی کے سوا کسی غائب کی نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ شرقاً وغرباً مسلمان فوت ہوتے رہتے تھے، اگر آپ کے نزدیک بالعموم غائب کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہوتی تو آپ سب مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے۔ (اس مسئلہ میں نجاشی کی خصوصیت پر جن آیات سے معارضہ کیا جاتا ہے اس کا جواب تبيان القرآن، سورة آل عمران: ۲۰۰ کی تفسیر میں ج ۲ ص ۵۳۳-۵۳۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۱۱۰- ج ۲ ص ۶۹-۶۸ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۳ - بَابُ تَحْرِيمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ مسجد میں خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمر کی تجارت حرام ہے اور خمر کا پینا حرام ہے خواہ مسجد میں اس کو پیا جائے یا کسی اور جگہ پر۔ انکور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو پڑے پڑے سڑ جائے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے اور وہ نشہ آور ہو جائے امام ابو حنیفہ کے نزدیک خمر حرام قطعی ہے اس کا ایک قطرہ بھی پینا حرام ہے اور حد لگانے کا موجب ہے خواہ اس کے پینے سے نشہ ہو یا نہ ہو اس کے علاوہ باقی شرابیں حرام ظنی ہیں مثلاً جو شرابیں بؤ، گندم یا کھجور وغیرہ سے بنائی جائیں ان کی اتنی مقدار پینا حرام ہے اور حد لگانے کا موجب ہے جس مقدار سے نشہ ہو جائے اور اس سے کم مقدار میں پینا اگر سرور و مستی کے لیے ہو تو پھر بھی حرام ہے اور اگر طاقت اور توانائی حاصل کرنے کے لیے ہو تو پھر جائز ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب حرام ہے خواہ وہ انکور سے بنایا گیا ہو یا کسی اور چیز سے اور خواہ اس کو بہ مقدار نشہ پیا جائے یا اس سے کم۔

۴۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتْ الْآيَاتُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ. [اطراف الحديث: امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الأعمش از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی سود سے متعلق آیات نازل ہوئیں تو نبی ﷺ مسجد کی طرف نکلے اور ان آیات کو لوگوں کے سامنے پڑھا پھر آپ نے خمر کی تجارت کو حرام کر دیا۔

[۲۵۲۳-۲۵۲۲-۲۵۲۱-۲۵۲۰-۲۲۲۶-۲۰۸۳]

(صحیح مسلم: ۱۵۸۰، رقم المسلسل: ۳۹۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۴۹۰، سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۲، سنن نسائی: ۴۶۶۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۰۵۶، سنن سعید بن منصور قسم التفسیر: ۴۵۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۵، صحیح ابن حبان: ۴۹۴۳، سنن دارمی: ۲۵۶۹، المستدرک: ۵۷۶، مسند ابویعلیٰ: ۴۳۶۲، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۱، مسند احمد ج ۶ ص ۴۶، طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۱۹۳- ج ۴ ص ۴۰، ۲۲۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۷۹، مشکوٰۃ الارشاد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان ان کا نام عبد اللہ بن عثمان المروزی ہے عبدان ان کا لقب ہے امام بخاری نے کہا: یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے یہ بصرہ کے رہنے والے تھے (۲) ابو حمزہ ان کا نام محمد بن میمون السکری ہے (۳) سلیمان الأعمش (۴) مسلم بن صلیح ان کی کنیت ابو الضحیٰ الکوفی ہے (۵) مسروق بن الاعدع الکوفی (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۴۱)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ مسجد میں آئے اور خمر کی تجارت کو حرام فرمادیا۔

مسجد میں سود کی آیات پڑھنے کے بعد خمر کی تجارت کی تحریم بیان کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کو منعقد کرنے کی غرض یہ ہے کہ مسجد کو چونکہ نماز اور اللہ کے ذکر کے لیے بنایا گیا ہے اور مسجد کو بے حیائی اور بے کاموں سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور سود اور شراب نوشی بہت بڑے بے حیائی کے کام ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی تحریم فرمادی۔

مسجد میں بیان فرمائی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ کبار کی ممانعت کا مسجد میں ذکر کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں خمر (شراب) کی تحریم بیان کرنے کا یہ منشا نہیں تھا کہ اس کی تحریم مسجد کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ یہ ہر جگہ حرام ہے قاضی عیاض مالکی نے لکھا ہے کہ خمر کی تحریم سود کی آیات کے نزول سے بہت پہلے ہو گئی تھی اور اس کو سود کی آیات کے ساتھ بیان کرنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ خمر کی تحریم دوسری بار نازل ہوئی ہے علامہ عسقلانی فرماتے ہیں: یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے نفس خمر کی تحریم نازل ہوئی ہو اور اس موقع پر اس کی تجارت کی تحریم نازل ہوئی ہو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۶ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۰۶ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۹۳۴- ج ۲ ص ۳۱۷-۳۱۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① اصل اشیاء میں اباحت ہے ② قرآن کی روشنی میں شراب کی حرمت کا بیان ③ احناف کے نزدیک خمر کی تعریف اور خمر اور دیگر شرابوں کا حکم ④ امام ابوحنیفہ پر نشہ آور شرابوں کو حلال کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب ⑤ الکحل کا شرعی حکم ⑥ الکحل آمیز دواؤں پر فیوم اور الکحل اور اسپرٹ کے دیگر مرکبات کا حکم مذاہب اربعہ کی روشنی میں ⑦ خمر کو سرکہ بنانے پر علامہ نووی کے اعتراض کا جواب۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲-۳۱۵ پر محیط ہے۔

مسجد کے خادمین

۷۴- بَابُ الْخَدَمِ لِلْمَسْجِدِ

اس عنوان میں ”خَدَم“ کا لفظ ہے ”یہ خادم“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: (مسجد کے) خادمین۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي﴾
 عمران: ۲۵ ﴿تَفِي مَحَرًّا لِّلْمَسْجِدِ﴾
 یُخَدَّمُ۔
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:
 عمران کی بیوی نے کہا: میرے پیٹ میں جو بھی بچہ ہے میں نے اس کی تیرے لیے نذر مانی ہے (آل عمران: ۲۵) ان کا ارادہ تھا: آزاد کیا ہوا وہ مسجد کی خدمت کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ مسجد کی خدمت کر کے اس کی تعظیم کرنا پچھلی امتوں میں بھی مشروع تھا کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت مریم کی والدہ حنہ نے یہ نذر مانی تھی کہ ان کے اس حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے آزاد کر دیں گی یعنی وقف کر دیں گی اگر مسجد کی خدمت اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ نہ ہوتی تو وہ یہ نذر نہ مانتیں۔

۴۶۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَوْ رَجُلًا كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ وَلَا أَرَاهُ إِلَّا امْرَأَةً فَلَمَّا كَرَّ حَدِيثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهِ۔
 امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن واقد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت یا ایک مرد مسجد کی صفائی کرتا تھا اور میرا گمان صرف یہ ہے کہ وہ عورت تھی پھر انہوں نے نبی ﷺ کی یہ حدیث ذکر کی کہ آپ نے اس کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۱۱ مکتبۃ الرشیدیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۵۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑے کی دھجیاں، تنکے اور لکڑی کے ٹکڑے چننا اور یہ بھی مسجد کی خدمت ہے۔

قیدی یا مقروض کو

مسجد میں باندھنا

۷۵- بَابُ الْأَسِيرِ أَوْ الْغَرِيمِ

يُرَبِّطُ فِي الْمَسْجِدِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا جائز ہے اور قاضی شریعہ یہ حکم دیتے تھے کہ مقروض کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں روح اور محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ فرمایا: گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ پر حملہ آور ہوا یا کوئی اور بات اس کی مثل فرمائی تاکہ وہ میری نماز منقطع کر دے پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کر دیا پس میں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا حتیٰ کہ تم سب صبح کو اس کی طرف دیکھتے پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یاد آئی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو۔ (ص: ۳۵) روح نے کہا: پھر

۴۶۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عَفْرِيَّتًا مِنَ الْجِنِّ تَقْلَتُ عَلَى الْبَارِحَةِ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. لِيَقْطَعَ عَلَى الصَّلَاةِ فَأَمَّا كُنِييَ اللَّهُ مِنْهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ «رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي» (ص: ۳۵) قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّدَهُ خَاسِنًا.

[اطراف الحديث: ۱۲۱۰-۳۳۸۳-۳۳۲۳-۴۸۰۸] آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۵۴۱، رقم المسلسل: ۱۱۸۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۹، شرح السنہ: ۴۶۶، صحیح ابن حبان: ۶۴۱۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۴۹۶۹، ج ۱۳ ص ۳۳۹، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۳۳، مکتبة الرشد، ریاض: ۱۴۲۶ھ)۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم اور وہ ابن راہویہ ہیں (۲) روح بن عبادہ (۳) محمد بن جعفر بن غنڈر کے نام سے مشہور ہیں (۴) شعبہ بن

الحجاج (۵) محمد بن زیاد (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۳۳۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث میں قیدی کو مسجد میں باندھنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے اور رہا مقروض تو عنوان میں اس کو بھی باندھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں اس کا اگرچہ ذکر نہیں ہے مگر اس کو قیدی ہی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

”عفریت“ اور ”جن“ کا معنی

اس حدیث میں ”عفریت من الجن“ کا ذکر ہے اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

ایک سرکش جن نے کہا۔

قَالَ عَفْرِيَّتٌ مِنَ الْجِنِّ. (النمل: ۳۹)

”عفریت“ کا معنی ہے: اجنبی خبیث، زجاج نے کہا: ”عفریت“ کا معنی ہے: جو کسی مشکل اور غیر معمولی کام کو بہت سُرعت سے

کے ساتھ کرنے والا ہو جو چیز موجود ہو اور جگہ نہ گھیرے وہ ارواح ہیں ان میں جو ارواح اجسام کے ساتھ متعلق نہ ہوں ان کی دو قسمیں ہیں بعض ارواح علویہ ہیں جیسے فرشتے اور بعض ارواح سفلیہ ہیں اور ارواح سفلیہ کی دو قسمیں ہیں: بعض خیرۃ (نیک) ہیں اور بعض شریرہ (بد) ہیں جو خیرۃ ہیں وہ نیک جنات ہیں اور جو شریرہ ہیں وہ سرکش جنات ہیں ”عفریت“ جن بھی ان ہی میں سے ہے۔

”جن“ کا معنی ہے: انسان کی آنکھ سے چھپی ہوئی چیز جنات کو اسی لیے جنات کہتے ہیں کہ وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے اسی طرح جنت بھی نظر نہیں آتی انسان کے دل کو جنات کہتے ہیں پیٹ کے بچے کو جنین کہتے ہیں یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔

اس حدیث میں ”تفلت“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اچانک درپیش ہونا ”البارحۃ“ کا معنی ہے: گزشتہ شب۔

آیا انسان جنات کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

اس حدیث میں ہے: گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ پر حملہ آور ہوا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے اس جن کو دیکھ لیا تھا نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس کو کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنات کو دیکھنا ممکن ہے کیونکہ جنات اجسام لطیفہ ناریہ ہیں لہذا ان کو دیکھنا محال نہیں ہے اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔

بے شک وہ (شیطان) اور اس کا لشکر تمہیں اس طور سے دیکھتا ہے کہ تم اس کو نہیں دیکھتے۔ (الاعراف: ۲۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان جنات کو نہیں دیکھتے اور انسانوں کا اسے دیکھنا اس آیت کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت عام اور غالب احوال پر محمول ہے اور بعض احوال میں انسانوں کا جنات کو دیکھنا ثابت ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا جنات کو دیکھنا ان سے کلام فرمانا اور ان سے کام لینا اور اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے دیکھنے کا ذکر ہے اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور ہمارے نبی ﷺ کا معجزہ ہے۔

مقروض وغیرہ کو ستون سے باندھنا ہمارے نبی ﷺ کی جنات پر تصرف کی قدرت اور حضرت سلیمان علیہ السلام

کی دعا کی رعایت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کے بھاگ جانے کا خطرہ ہو اور اس پر کسی قسم کا حق ہو مثلاً اس پر حرم ہو اس کو مسجد وغیرہ کے ستون کے ساتھ باندھنا جائز ہے اور نبی ﷺ نے جو عفریت جن کو دیکھا تھا یہ آپ کی خصوصیت تھی اور آپ کا معجزہ تھا جیسے فرشتوں کو دیکھنا آپ کی خصوصیت ہے کیونکہ حدیث میں ہے: آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا اور جس دن آپ خندق سے واپس ہوئے اس دن آپ نے حضرت جبریل کو دیکھا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے سرکش جن کو دیکھا اور اللہ نے آپ کو اسے باندھنے پر قادر کر دیا کیونکہ وہ جسم لطیف ناری ہے لیکن آپ نے یہ چاہا کہ جنات پر تصرف کرنے کی صفت حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ خاص اور منفرد رہے کیونکہ انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ اے رب! مجھے ایسی عظمت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو (ص: ۵۳) تو آپ کو یہ حرص تھی کہ اس دعا کی اجابت ان کے ساتھ خاص رہے اور یہ عظمت دوسروں کے لیے ظاہر نہ ہو لیکن چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات اور معجزات کے جامع ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی یہ معجزہ اور کمال عطا فرمایا اور آپ کو سرکش جن پر قادر کر دیا لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا

تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص تھا، عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے اور کوئی شخص شیطان کو اس کی صورت میں نہیں دیکھ سکتا جیسا کہ الاعراف: ۲۷ میں اس کی تصریح ہے لیکن باقی لوگ جن اور شیطان کو اس وقت دیکھ سکتے ہیں جب وہ اپنی اصل صورت کے علاوہ کسی اور صورت اور شکل میں متشکل ہو کر آئے جیسا کہ ایک انصاری نے اس وقت جن کو دیکھا تھا جب وہ سانپ کی صورت میں متشکل ہو کر آیا اس انصاری نے اس کو نیزہ گھونپ دیا تو اس جن نے اس انصاری کو قتل کر دیا اور وہ فوت ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ میں جو جنات ہیں وہ اسلام لے چکے ہیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۲۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

جنات کا سانپوں کی شکل میں متشکل ہونا

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے جو حدیث کی ایک طرف ذکر کی ہے اس کا پورا متن اس طرح ہے:

ابو السائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تو دیکھا وہ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے کہا: میں بیٹھ کر ان کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا اتنے میں گھر کے کونے میں رکھی ہوئی لکڑیوں میں سے آواز آئی میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک سانپ تھا میں اس کو قتل کرنے کے لیے لپکا حضرت ابوسعید نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا سو میں بیٹھ گیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مکان کی ایک کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ کیا تم اس گھر کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں انہوں نے کہا: اس گھر میں ہمارا ایک نوجوان رہتا تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی انہوں نے کہا: پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق کی طرف گئے وہ نوجوان دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر جاتا تھا ایک دن اس نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ہتھیار لے کر جاؤ کیونکہ مجھے تم پر بنو قریظہ (کے حملہ) کا خطرہ ہے وہ نوجوان اپنے ہتھیار لے کر چلا گیا جب وہ گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی دروازے کی دو پیٹوں کے درمیان کھڑی ہے اس نے غیرت میں آ کر اس کو نیزہ مارنے کا قصد کیا اس عورت نے کہا: اپنے نیزے کو روکو اور گھر کے اندر جا کر دیکھو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کس وجہ سے باہر کھڑی ہوں جب وہ اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بستر پر بیٹھا ہے اس نوجوان نے اس کو مارنے کا قصد کیا اور نیزہ اس سانپ میں گھونپ دیا پھر باہر نکل کر وہ نیزہ مکان میں گاڑ دیا وہ سانپ اس نوجوان پر لوٹ پوٹ ہو گیا اور یہ پتہ نہ چل سکا کہ سانپ پہلے مرایا وہ نوجوان پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا ذکر کیا ہم نے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دے آپ نے فرمایا: اپنے اس ساتھی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو پھر فرمایا: مدینہ میں رہنے والے جنات مسلمان ہو گئے ہیں پس جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو اس کے بعد بھی اگر سانپ دکھائی دے تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۳۶، رقم السلسل: ۵۷۳۱، سنن ابوداؤد: ۵۲۵۹-۵۲۵۸، سنن ترمذی: ۱۳۸۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۸۷۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۷)

حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے اس نوجوان کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا تھا تو ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ میت کے لیے مغفرت کی دعا کرنا سنت ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اس نوجوان نے ایک مکروہ کام کیا تھا اور یہ احتمال زیادہ ظاہر ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: مدینہ کے جن مسلمان ہو چکے ہیں پس جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو اس کے بعد بھی اگر سانپ دکھائی دے تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ جنات کا وجود برحق ہے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کی اخبار متواتر

ہے ان کا وجود ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنات کا ذکر فرمایا ہے اور یہ عقل کے نزدیک جائز ہے اور شرع سے ثابت ہے ان کے وجود کا انکار کرنا گم راہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ نعوذ باللہ منہ

جنات کھاتے پیتے ہیں اور جس طرح ہم احکام کے مکلف ہیں اور ہم کو برے کاموں سے منع کیا گیا ہے وہ بھی مکلف ہیں اللہ تعالیٰ نے جنات اور ملائکہ کو اس پر قدرت دی ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں مختلف حرکات پر قدرت عطا فرمائی ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۲۲-۲۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

صحیح مسلم: ۲۲۳۶ میں جو جنات کو تین دن تک خبردار کرنے کا حکم دیا ہے اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے: عبد الرحمن بن ابولیلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابولیلی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سانپ اپنے مسکن میں ظاہر ہو تو اس سے کہو کہ ہم حضرت نوح علیہ السلام کے عہد کے واسطے سے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے واسطے سے تجھ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تو ہم کو ایذا نہ پہنچا پھر اگر سانپ اوت کر آئے تو اس کو قتل کر دو۔ (سنن ترمذی: ۱۳۸۵ سنن ابوداؤد: ۵۲۵۹)

جنات کے دوسری شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت پر بعض علماء کا اختلاف اور ان کی رائے کا بے وزن ہونا علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جنات مختلف صورتوں میں متشکل ہو جاتے ہیں وہ انسان کی بہائم کی سانپوں کی بچھوؤں کی اونٹوں کی گایوں کی بکریوں کی گھوڑوں کی خچروں کی گدھوں کی اور پرندوں کی صورتوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔

قاضی ابویعلیٰ نے کہا ہے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنی شکل کو بدل لے اور کسی اور صورت میں متشکل ہو جائے ان کے لیے صرف یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کچھ ایسے کلمات کی تعلیم دے اور کچھ ایسے افعال سکھائے کہ جب وہ ان افعال کو کر لیں اور وہ کلمات بول لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل کر دے رہا یہ کہ وہ از خود کسی دوسری صورت میں منتقل ہو جائیں تو یہ محال ہے کیونکہ ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل ہونا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلی صورت فاسد ہو جائے اور اس کے اجزاء بکھر جائیں اسی طرح فرشتوں کے دوسری صورت میں متشکل ہونے میں بھی یہی کلام ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۳۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اس کو پچھاڑا اور اس کا گلا گھونٹنے کا حکم دیا کہ میں نے اس کی زبان کی ٹھنڈک اپنی زبان پر پائی علامہ ابن بطلال وغیرہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ جب عنقریب جن آپ کے سامنے ظاہر ہوا تھا تو وہ اپنی اصلی شکل میں نہیں آیا تھا اور جن کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنا نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۷ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن بطلال قاضی ابوبکر ابن العربی علامہ عینی اور علامہ عسقلانی سب نے یہ لکھا ہے کہ جنات مختلف شکلوں میں متشکل ہوتے ہیں اور احادیث میں سانپ کی شکل میں جنات کے آنے کی تصریح ہے جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن ترمذی کے حوالوں سے گزر چکا ہے لہذا اگر قاضی ابویعلیٰ اس کا انکار کرتے ہیں تو کرتے رہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۱۱ ج ۲ ص ۹۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) جنات کا ثبوت (۲) جنات کی تخلیق (۳) جنات کی اقسام (۴) جنات کے افعال و احوال (۵) جنات کا مکلف ہونا (۶) جنات کی

جزاء و سزا (۷) جنات میں رسل (۸) انسان پر جن آ جانا (۹) جنات کو دیکھنا (۱۰) ایک اشکال کا جواب (۱۱) حضرت سلیمان کی دعا سے معارضہ (۱۲) لعن یزید (۱۳) ترجمۃ الباب سے مناسبت۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۰-۱۰۰ پر محیط ہے۔

۷۶- بَابُ الْاِغْتِسَالِ اِذَا اَسْلَمَ، وَرَبَطَ

الْاَسِيرُ اَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ

نیز قیدی کو مسجد میں باندھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی کافر اسلام لائے تو اس کے غسل کا کیا حکم ہے اور قیدی کو مسجد میں باندھنے کا کیا حکم

ہے؟

اور شرح مقروض کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم ذیل ہے۔

وَكَانَ شَرِيحُ يَأْمُرُ الْغَرِيمَ اَنْ يُحْبَسَ اِلَى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے گھوڑے سواروں کی ایک جماعت کو نجد کی طرف بھیجا، وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے، جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا، انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، نبی ﷺ اس کی طرف نکلے تو لوگوں نے کہا: ثمامہ کو کھول دو، وہ مسجد کے قریب کھجور کے ایک درخت کی طرف گیا، پس اس نے غسل کیا، پھر مسجد میں داخل ہوا، پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (سیدنا محمد) اللہ کے رسول ہیں۔

۴۶۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ اِنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ، يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ اِثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةِ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ، فَاَنْطَلَقَ اِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۹-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴]

(صحیح مسلم: ۱۷۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۶۷۹، سنن نسائی: ۱۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲، صحیح ابن حبان: ۱۲۳۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۷۱، دلائل النبوة ج ۳ ص ۷۹-۷۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۹۸۳۳، ج ۱۵ ص ۵۱۹-۵۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۷۳-۳۷۴، مکتبۃ الرشیدیہ ض ۱۳۲۶)

حدیث مذکور کے چار رجال ہیں، اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ثمامہ اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

صوبہ نجد کا محل وقوع

اس حدیث میں "نجد" کا ذکر ہے، یہ جزیرہ عرب میں ہے۔ المدائن نے کہا ہے کہ جزیرہ عرب کی پانچ اقسام ہیں: (۱) تہامہ (۲) نجد (۳) حجاز (۴) عروض (۵) یمن۔ تہامہ حجاز کی جنوبی سمت میں ہے اور نجد حجاز اور عراق کے درمیان میں ہے اور حجاز ایک

پہاڑ ہے جس نے یمن کو مسدود کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ شام کے ساتھ متصل ہے اور اسی میں مدینہ ہے اور عروض یمامہ ہے جو بحرین کی طرف ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ حجاز مدینہ سے تبوک کی طرف ہے اور مدینہ سے کوفہ کے راستہ کی طرف ہے اور اس کے پیچھے سرزمین بصرہ تک نجد ہے اور عراق اور طائف کے درمیان نجد ہے اور وجرة کے پیچھے سے سمندر تک تہامہ ہے اور تہامہ اور نجد کے درمیان حجاز ہے اس کو حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان حجاز یعنی رکاوٹ ہے۔

(حدیث القاری ج ۲ ص ۳۴۹، اراکب العلمیہ ج ۱ ص ۱۴۲)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

”نجد“ لغوی معنی سطح مرتفع مراد عرب کا وسطی علاقہ جس کا مرکزی شہر ریاض ہے اس کی حدود بدلتی رہیں ایک زمانہ تھا کہ یمن تہامہ عراق اور شام بھی نجد میں شامل تھے لیکن اب (۱۹۷۱ء) میں اس کی حدود یہ ہیں:

مشرق میں بحرین مغرب میں حجاز شمال میں عراق اور جنوب میں صحراء۔

”نجد“ عمان کے قریب ایک وسیع علاقہ ہے۔ (معجم البلدان ص ۳۳۹ شیخ امام علی ایضاً سنہ ۱۲۸۱ھ)

اسلام قبول کرنے والے کے غسل کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اسلام لائے اس کے غسل کرنے کے حکم کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) امام مالک نے المدونہ میں کہا ہے کہ جب نصرانی اسلام لائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ لوگ طہارت حاصل نہیں کرتے امام احمد بن حنبل اور ابو ثور نے بھی اس پر غسل واجب کیا ہے۔

(۲) ابن وہب اور ابن ابی اویس نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مسلمان ہوا آیا اس پر غسل واجب ہے یا اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بھی یہ حکم دیا ہو کہ وہ اسلام لانے تو غسل کرے۔

(۳) ابن المہذبر نے کہا: امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اس کا غسل کرنا مستحب ہے اگر وہ جنبی نہیں ہے تو اس کا وضوء کرنا کافی ہے اور ابن القاسم نے ”الحسیہ“ میں اسی کی مثل کہا ہے انہوں نے کہا: جو اسلام لایا اس پر غسل کرنا واجب ہے اگر اس نے وضوء کیا اور نماز پڑھی اور غسل نہیں کیا تو وہ ہمیشہ نماز کو دوبارے گا جب کہ وہ پہلے جماع کر چکا ہو یا جنبی ہو اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر وہ جنبی نہ ہو تو اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے جیسے امام شافعی نے کہا ہے۔

المہلب نے کہا ہے: تمام کی حدیث ابن وہب اور ابن ابی اویس کے خلاف حجت ہے کیونکہ تمامہ جب گئے تو انہوں نے غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوئے پھر انہوں نے اسلام کی گواہی دی اسی لیے امام مالک نے یہ کہا ہے کہ ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی اسلام لانے والے کو غسل کرنے کا حکم دیا ہو۔

ابو عبد اللہ بن ابی صفرہ نے کہا ہے: رہا امام مالک کا دوسرا قول جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اسلام لانے والے پر غسل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ طہارت حاصل نہیں کرتے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ نجاست سے اپنے بدنوں کو پاک نہیں کرتے کیونکہ ان کے لیے جنابت سے پاک ہونا محال ہے خواہ وہ اس کی نیت کریں کیونکہ ان کے لیے یہ مشروع نہیں ہے لہذا امام شافعی امام احمد اور ابن القاسم کا قول ساقط ہو گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب وہ جنبی نہیں ہوگا تو وہ بے وضوء ہوگا پھر اس کے لیے نماز پڑھنا کس طرح مباح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ غیر جنبی اور بے وضوء ہوگا تو نماز پڑھنے کے لیے اس پر وضوء کرنا واجب ہوگا اور اس پر غسل نہیں ہوگا کیونکہ وہ جنبی نہیں ہے اس پر غسل کرنا سنت ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۴۳-۱۴۲ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک اسلام لانے سے پہلے اگر کافر جنبی ہو یا حائض ہو یا نفساء ہو خواہ اس کا حیض اور نفاس منقطع ہو چکا ہو اس پر غسل کرنا واجب ہے ورنہ اس کا غسل کرنا مستحب ہے یعنی وہ جنابت کے بعد غسل کر چکا ہو یا عورت حیض اور نفاس کے بعد غسل کر چکی ہو تو پھر اسلام لانے کے لیے اس کا غسل کرنا مستحب ہے۔

(الدر المختار رد المحتار ج ۱ ص ۲۷۶-۲۷۵ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

کفار اور اہل کتاب کے مسجد میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کافر مسجد میں داخل ہو سکتا ہے علامہ ابن التین نے بیان کیا ہے کہ مجاہد سے منقول ہے کہ اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور عمر بن عبدالعزیز اور قتادہ اور امام مالک اور مزنی شافعی نے کہا: یہ جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور دوسرے کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۳۴۹)

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا مگر اہل ذمہ اور ان کے خدام۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹-ج ۳ ص ۳۹۲ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۲۲۱-۱۴۹۴۹-ج ۲۳ ص ۳۸۷-۱۸ 'مؤسسة الرسالة بیروت' مصنف عبدالرزاق: ۱۹۳۵-۹۹۸۲)

امام مالک کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا. (التوبہ: ۲۸)

مشرک محض ناپاک ہیں سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک اس آیت میں "لا یقربوا" اگرچہ صورتاً نبی کا صیغہ ہے لیکن معنی نفی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا بلکہ یہ خبر دی ہے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام میں داخل نہیں ہوں گے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین سے مراد اہل کتاب کے ماسوا ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اہل کتاب کے احکام مشرکین کے احکام کے مغائر ہیں۔

علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ذمی کا مسجد میں داخل ہونا مطلقاً جائز ہے اور امام مالک نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے اور امام شافعی اور امام احمد نے مسجد حرام میں کافر کے داخل ہونے کو منع کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں: یہ نبی تکوینی ہے تکلفی نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فقہاء نے جنبی کے لیے مسجد کے عبور کرنے کو جائز کہا ہے اور اس وقت آیت کا معنی یہ ہوگا کہ مشرکین اس سال کے بعد برہنہ ہو کر حج یا عمرہ نہ کریں اور یہ سال ثوابی تھا جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سورت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ برہنہ طواف کرے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۲۲، صحیح مسلم: ۱۳۴)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں بھی تکوینی کا معنی لکھتے ہیں:

تکوین اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات افعال اسی کی طرف راجع ہیں اور ”لا یقربوا“ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کی طرف جانے کا فعل پیدا نہیں فرمائے گا اور امر تکوینی کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے فرمایا:

إِنِّي بَطَوَعًا أَوْ كَرْهًا. (خم السجدہ: ۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ فعل پیدا کر دیا اور امر تکلفی کی مثال ہے: ”أَقِمْوُ الصَّلَاةَ“ (البقرہ: ۴۳) تم نماز کو قائم کرو اور امر تکوینی اور امر تکلفی میں فرق یہ ہے کہ امر تکوینی میں فرماں برداری کے خلاف نہیں ہو سکتا اور امر تکلفی میں فرماں برداری کے خلاف ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ”فلا یقربوا“ کا صیغہ اگرچہ صورتہً نہی کا صیغہ ہے لیکن یہ معنی نفی ہے اور اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ مشرکین مسجد حرام کے قریب نہیں جائیں گے کیونکہ یہ منقول نہیں ہوا کہ اس آیت کے نزول کے بعد سے لے کر آج تک کبھی مشرکین نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو جیسا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

(رد المحتار مع الدر المختار ج ۹ ص ۷۷۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

نبی ﷺ کا نور نبوت سے یہ جان لینا کہ تمامہ اسلام لے آئیں گے اس لیے آپ نے اس کو کھولنے کا حکم دیا

علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمامہ نے قید کیے جانے کو اپنی عزت نفس کے خلاف سمجھا تھا اس لیے وہ خود اسلام نہیں لایا اور نبی ﷺ نے اس چیز کو جان لیا اس لیے آپ نے فرمایا: تمامہ کو کھول دو پس جب اس کو قید سے کھول دیا گیا تو وہ اسلام لے آیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تمامہ حنفی کو قید کر لیا گیا نبی ﷺ صبح کو اس کے پاس گئے اور اس سے استفسار فرمایا: اے تمامہ! اب تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک گناہ گار شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال لینے کا ارادہ کرتے ہیں تو آپ جتنا مال چاہیں گے آپ کو دیا جائے گا اور نبی ﷺ کے اصحاب فد یہ لینے کو پسند کر رہے تھے وہ کہہ رہے تھے: ہم اس کو قتل کر کے کیا کریں گے پھر نبی ﷺ ایک دن اس کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا پھر آپ نے اس کو کھول دیا اور اس کو حضرت ابوطحہ کے باغ میں بھیجا اور اس کو غسل کرنے کا حکم دیا پس اس نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارا بھائی بہت عمدہ اسلام لایا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۹۸۶۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۳، صحیح ابن حبان: ۱۲۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۷۲۷، کشف المشکل لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۸۸)

دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور علامہ ابن جوزی کی شرحوں پر اعتراض

علامہ بذال دین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ امام کو یہ حق ہے کہ وہ کافر قیدی کو قتل کر دے یا غلام بنالے یا اس سے فد یہ لے کر اس کو چھوڑ دے یا اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دے اور نبی ﷺ نے اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دیا

کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ نبی ﷺ نے نور نبوت سے یہ جان لیا تھا کہ وہ (آپ کے احسان کرنے کے نتیجہ میں) دل سے ایمان لے آئے گا اور عنقریب کلمہ شہادت پڑھنے سے اس کا ایمان ظاہر ہو جائے گا۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی طرح علامہ ابن جوزی نے بھی لکھا ہے۔ (ہم نے علامہ جوزی کی مفصل عبارت اس سے پہلے نقل کی ہے) علامہ بدرالدین عینی ان دونوں شارحین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس شرح کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان کی وہ حدیث رد کرتی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک دن نبی ﷺ ثمامہ کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا پھر آپ نے اس کو کھول دیا اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ وہ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا۔ علامہ کرمانی کو تو اس شرح میں معذور قرار دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے اس شرح کو حتمًا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ اس میں یہ احتمال ہے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واقف نہیں تھے لیکن علامہ ابن جوزی اس حدیث سے کیسے غافل ہو گئے حالانکہ وہ حدیث کی کثرت پر مطلع ہیں! (عمدة القاری ج ۴ ص ۳۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصنف کا علامہ ابن جوزی اور علامہ کرمانی کی طرف سے جواب اور تینوں شروح میں محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن جوزی صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کی اس حدیث سے غافل نہیں ہیں جس میں یہ تصریح ہے کہ ثمامہ نبی ﷺ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور اس کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا کیونکہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو خود اپنی مذکور شرح کے بعد امام عبد الرزاق کے حوالے سے مفصلاً ذکر کیا ہے جس کو ہم نے دیگر متعدد حوالوں کے ساتھ نقل کیا ہے لہذا علامہ ابن جوزی کو غافل کہہ کر خود علامہ عینی نے غفلت اور غجبت کا مظاہرہ کیا ہے۔

اب یہ سوال رہ جائے گا کہ جب علامہ ابن جوزی کے ہم میں مصنف عبد الرزاق کی یہ حدیث تھی کہ ثمامہ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور آپ نے اس کو اسلام لانے کے بعد کھولا تھا تو انہوں نے اپنی شرح میں یہ کیوں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے ثمامہ کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھول دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو نور نبوت سے علم تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا سو وہ آپ کے کھولنے کے بعد اسلام لے آیا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں یہ واقعہ اسی طرح مذکور ہے۔ صحیح البخاری میں اس طرح مذکور ہے:

مسلمانوں نے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ستون سے باندھ دیا نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: ثمامہ کو کھول دو پھر ثمامہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا پھر مسجد میں داخل ہوا پھر کہا: "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله"۔ (صحیح البخاری: ۴۶۲)

دیکھئے اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم دیا تھا اور اس نے بعد میں غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور علامہ ابن جوزی نے اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ آپ نے (نور نبوت سے) جان لیا تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا اور ایسا ہی ہوا اور علامہ کرمانی بھی صحیح بخاری کی اسی حدیث کی شرح کر رہے تھے لہذا ان کی شرح بھی صحیح ہے البتہ ان کا اس شرح کو احتمال سے ذکر کرنا غلط ہے ان کو چاہیے تھا وہ اس شرح کو جزم اور یقین کے ساتھ لکھتے جس طرح علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے پھر علامہ ابن جوزی کے وسعت علم کی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے امام عبد الرزاق کی روایت کو ذکر کر کے یہ بھی بتا دیا کہ یہ روایت صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس روایت میں مذکور ہے کہ ثمامہ کے اسلام لانے کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا اور ظاہر ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث کے

مقابلہ میں مصنف عبدالرزاق کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے جب کہ صحیح مسلم: ۱۷۶۴ میں بھی یہ واقعہ صحیح بخاری کی طرح زیادہ تفصیل کے ساتھ ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے کے بعد تمامہ اسلام لایا تھا اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں اس کے خلاف یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے سے پہلے تمامہ اسلام لایا تھا تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مقابلہ میں صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی کیا حیثیت ہے کیا علامہ یعنی صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی بنیاد پر علامہ ابن جوزی پر اعتراض کر کے جمہور کے خلاف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے نزدیک صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر رائج ہیں لیکن ان کے اس نظریہ کو علمی دنیا میں کوئی قبول نہیں کرے گا۔

علامہ ابن جوزی کی تائید میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مفصل روایت

یہ حدیث صحیح البخاری: ۲۳۷۲ اور صحیح مسلم: ۱۷۶۴ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ درج ہے اس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے تیسرے دن تمامہ کو کھولنے کا حکم دیا اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اس کی عبارت درج ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گھوڑے سواروں کے ایک دستہ کو نجد کی طرف بھیجا وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے جس کو تمامہ بن اثال کہا جاتا تھا پس انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: اے تمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میری رائے نیک ہے اے محمد! اگر آپ مجھ کو قتل کریں گے تو اس شخص کو قتل کریں گے جس پر قصاص ہے اور اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کریں آپ جتنا مال طلب کریں گے آپ کو دیا جائے گا حتیٰ کہ دوسرے دن پھر آپ نے اس سے فرمایا: تمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: جو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے آپ نے اس کو چھوڑ دیا پھر تیسرے دن آپ نے فرمایا: اے تمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میرے نزدیک وہی بات ہے جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں آپ نے فرمایا: تمامہ کو کھول دو وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا پس اس نے غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہو گیا پھر کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ" یا محمد! پہلے مجھے روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی شخص ناپسند نہیں تھا اور آج صبح آپ کا چہرہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے مجھے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین ناپسند نہیں تھا اور اب آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ ناپسند تھا اور اب آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ پسند ہے آپ کے سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میں اس وقت عمرہ ادا کرنے کے لیے جا رہا تھا اب آپ بتائیں کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بشارت دی اور اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا جب وہ مکہ پہنچا تو کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم نے دین بدل لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! لیکن میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور سنو! اب نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۷۲، صحیح مسلم: ۱۷۶۴)

علامہ ابن جوزی کی شرح اس حدیث کے مطابق ہے اور علامہ یعنی نے علامہ ابن جوزی کی شرح پر جو اعتراض کیا ہے وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کی تصریح کے خلاف ہے اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی روایت کے موافق ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۳۷۴ ج ۵ ص ۴۷۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) اسلام قبول کرنے کے بعد غسل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء (۲) طالب اسلام کو کلمہ پڑھانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں بلکہ

خدا شہ کفر ہے۔

۷۷ - بَابُ الْخِيْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضَى وَغَيْرِهِمْ

بیماروں اور دوسروں کے لیے
مسجد میں خیمہ لگانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیماروں اور ان کے غیر کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا جائز ہے۔

۴۶۳ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوذَهُ مِنْ قَرِيبٍ فَلَمْ يَرُعَهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خِيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوا يَا أَهْلَ الْخِيْمَةِ مَا هَذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قَبْلِكُمْ؟ قَالُوا سَعْدٌ يَغْدُو جُرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ فِيهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی ازوالد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جنگ خندق کے دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں زخم آ گیا نبی ﷺ نے مسجد میں ان کے لیے خیمہ لگا دیا تاکہ لوگ ان کی قریب سے عیادت کر لیں اور مسجد میں بنو غفار کا بھی خیمہ تھا پھر لوگوں کو صرف اس چیز نے خوف زدہ کیا کہ ان کی طرف خون بہہ کر آ رہا تھا پھر لوگوں نے کہا: اے خیمے والو! یہ کیا چیز ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آرہی ہے پس لوگوں نے کہا: تو حضرت سعد کے زخم سے خون بہہ رہا ہے پس وہ اس میں فوت ہو گئے۔

[اطراف الحدیث: ۲۸۱۳-۳۹۰۱-۳۱۱۷-۳۱۲۲]

(صحیح مسلم: ۱۷۶۹، رقم المسلسل: ۳۵۱۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۱، سنن

نسائی: ۷۱۰، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۴، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) زکریاء بن یحییٰ بن عمر ابوالسکن الطائی الکوفی (۲) عبد اللہ بن نمیر (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) ان کے والد عروہ (۵) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۳۵۱)

وفات کے وقت حضرت سعد کی عمر ۳۷ سال تھی۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۲۹۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ نے حضرت سعد کے لیے مسجد میں خیمہ لگا دیا۔ مسجد سے نجاست کے زائل کرنے پر علامہ ابن بطلال کا انکار اور مصنف کا ان پر رد علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ عذر کی وجہ سے مسجد میں رہنا جائز ہے جیسے حضرت سعد بیماری کے ایام میں مسجد میں رہے۔

نبی ﷺ نے حضرت سعد کا خیمہ مسجد میں لگایا اس سے معلوم ہوا کہ سربراہ ملک یا کسی بڑے عالم کے لیے بار بار کسی مریض کی عیادت کے لیے جانا دشوار ہو تو وہ مریض کو ایسی جگہ منتقل کر لے جہاں وہ آسانی سے اس کی عیادت کر سکے۔

حضرت سعد کے بازو سے خون نکل کر مسجد میں بہتا رہا اور کسی نے اس کو دھویا نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نجاست کو زائل کرنا فرض نہیں ہے اگر یہ فرض ہوتا تو اس کو دھو دیا جاتا اور رسول اللہ ﷺ کسی زخمی کو مسجد میں رہنے کی اجازت نہ دیتے اس سے معلوم ہوا کہ نجاست کو دھونا فرض نہیں ہے اسی طرح نبی ﷺ نے اعرابی کو مسجد میں پیشاب کرنے دیا تھا اور فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اگر اس کا پیشاب کرنا حرام ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے: اس کو چھوڑ دو یعنی اس کو پیشاب کرنے دو۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

علامہ ابن بطلال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ مسجد سے نجاست کا زائل کرنا فرض نہیں ہے بلکہ مسجد سے نجاست کا زائل کرنا فرض ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت سعد کے بازو سے نکلنے والے خون کو بعد میں بھی مسجد سے دھویا نہیں گیا اور کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کا عدم وقوع لازم نہیں آتا ناک کی رطوبت اور بلغم پاک ہیں لیکن ان کو بھی نبی ﷺ نے مسجد میں گرانے سے منع کیا ہے اور کسی نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیا تھا تو نبی ﷺ نے اس کو خود اپنے مبارک ہاتھوں سے صاف کیا تو جب اس پاک چیز سے بھی مسجد کو صاف کیا گیا تھا تو خون جس کا ناپاک اور نجس ہونا مسلم ہے اس سے مسجد کو کیوں نہ صاف کیا گیا ہوگا! اور علامہ ابن بطلال کا اعرابی کے پیشاب پر قیاس کرنا بھی فاسد ہے کیونکہ جب صحابہ اس اعرابی کو منع کرنے کے لیے جھپٹے تو آپ نے فرمایا: اس کو رہنے دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول پانی یا دو ڈول پانی بہا دو۔ (صحیح البخاری: ۲۲۰)

آپ کا اس کے پیشاب پر دو ڈول پانی ڈلوانا اس کی صریح دلیل ہے کہ مسجد میں اگر نجاست گر جائے تو اس نجاست کو زائل کرنا فرض ہے باقی اس اعرابی کو پیشاب کرنے کے درمیان روکنے سے آپ نے منع فرمایا کیونکہ اس سے اس کے مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ تھا۔ بہر حال مسجد سے نجاست کو زائل کرنا فرض ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۴۸۵۔ ج ۵ ص ۴۸۱ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ

کو مسجد میں داخل کرنا

۷۸۔ بَابُ ادْخَالِ الْبَعِيرِ

فِي الْمَسْجِدِ لِلْعَلَّةِ

بعض علماء نے اس باب کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جب آدمی پر ضعف طاری ہو تو وہ مسجد میں اونٹ پر سوار ہو کر آ جائے مگر امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ عام ہے یعنی مسجد میں اونٹ پر سوار ہو کر آنا خواہ ضعف ہو یا نہ ہو جیسا کہ حسب ذیل تعلق ہے:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعِيرٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔

امام بخاری کی یہ تعلق حسب ذیل کتب حدیث میں ہے اور خود امام بخاری نے بھی اس کی پوری سند کے ساتھ کتاب الحج میں روایت کی ہے: صحیح البخاری: ۱۶۰۷، صحیح مسلم: ۱۲۷۲، سنن ابوداؤد: ۱۸۷۷، سنن نسائی: ۲۹۵۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۸۔

۴۶۴۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكُوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَشْتَكِي قَالَ طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ. فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ ﴿وَالطُّورِ﴾ وَكِتَابُ مَسْطُورٍ ﴿(الطور: ۱-۲)﴾.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمن بن نوفل از عروہ از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سواری پر بیٹھ کر طواف کرو پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ یہ تلاوت کر رہے تھے: ”وَالطُّورِ“ و کتاب مسطور ”(الطور: ۱-۲)“

[الطواف الحديث: ۱۶۱۹-۱۶۲۶-۱۶۳۳-۴۸۵۳] (صحیح مسلم: ۱۲۷۶، رقم المسلسل: ۱۲۷۶، سنن ابوداؤد: ۱۸۸۲، سنن نسائی: ۲۹۲۵، سنن

ابن ماجہ: ۲۹۶۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۹۰۳، موطا امام مالک: کتاب الحج: ۱۲۳، تنویر الحواکک ص ۳۳۰، المستثنیٰ: ۳۶۲، مسند ابویعلیٰ: ۶۹۷۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۷۶، مصنف عبد الرزاق: ۹۰۲۱، صحیح ابن حبان: ۳۸۳۰، المعجم الکبیر: ۸۰۴، ج ۲۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۸، شرح السنن: ۱۹۱۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۳۸۵، ج ۴۴ ص ۸۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التیمیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن عبد الرحمن بن الاسود بن نوفل المعروف بتیم عروہ بن الزبیر (۴) عروہ ابن الزبیر (۵) زینب بنت ابی سلمہ عبد اللہ بن الاسد الخزومی ان کا نام پہلے بڑہ تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا (۶) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کا نام ہند بنت ابی امیہ تھا۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۴۵۳)

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک کے دلائل اور دیگر فوائد حدیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ضرورت کی وجہ سے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرنے کی اجازت دی ہے اور ان کے پیشاب سے مسجد نجس نہیں ہوتی اور باقی جانور جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

جو شخص کسی سواری پر سوار ہو اس کو چاہیے کہ وہ حتی الامکان لوگوں کے گزرنے کی جگہوں سے اجتناب کرے اور پیدل چلنے والوں سے الگ رہے اسی طرح خواتین کو چاہیے کہ وہ راستوں کے کناروں پر چلیں، بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مستنبط کیا ہے کہ بھیڑ اور رش کی وجہ سے عورتیں مردوں کے پیچھے سے طواف کریں، کیونکہ طواف بھی حکماً نماز ہے اور نماز میں عورتیں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتی ہیں، سو اسی طرح طواف میں بھی ہونا چاہیے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۳۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام احمد کے دلائل اور دیگر مسائل

علامہ عبد الرحمن بن شہاب الدین بغدادی ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے۔

ہمارے اصحاب حنبلیہ اور اصحاب مالک نے کہا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے، انہوں نے کہا ہے کہ اگر اونٹ کا پیشاب نجس ہوتا تو اس کو مسجد میں داخل نہ کیا جاتا اور امام بخاری نے کتاب العلم میں حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے اونٹ کو مسجد میں داخل کر کے باندھ دیا اور نبی ﷺ مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری: ۶۳)

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ان کا پیشاب نجس ہے اور ان کو مسجد میں داخل کرنا مکروہ ہے، فقہاء شافعیہ نے اسی کی تصریح کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے بیان جواز کے لیے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے، ان کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ آپ نے حضرت ام سلمہ کو اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرنے کا حکم دیا۔

جن جانوروں کا گوشت کھایا نہیں جاتا ان کو مسجد میں داخل کرنا بالاتفاق مکروہ ہے، امام مالک نے کتوں اور شکاری پرندوں کے متعلق اس کی تصریح کی ہے اور امام احمد نے مسجد کے دروازے بند کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ اس میں کتے داخل نہ ہوں۔

حضرت عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے گھوڑے وغیرہ پر بیٹھ کر طواف کرنے سے منع کیا ہے، سفیان نے عمرو بن دینار سے

روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بیت اللہ میں گھوڑے پر بیٹھ کر طواف کیا تو لوگوں نے اس کو منع کیا اس نے کہا: تم مجھے منع کرتے ہو پھر اس نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا حضرت عمر نے جواب لکھا: اس کو منع کرو علامہ ابن رجب نے کہا: حضرت عمر نے اس لیے منع کیا تھا تا کہ مسجد کی صفائی میں مبالغہ کیا جائے اور تا کہ سوار پیدل طواف کرنے والوں کو ایذا نہ پہنچائے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۵۴۲ دار ابن الجوزی ریاض ۱۴۱۷ھ)

سواری پر بیٹھ کر طواف کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

جو شخص معذور ہو اس کا سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے اس میں سب کا اتفاق ہے اور جو شخص غیر معذور ہو تو امام شافعی کے نزدیک اس کا بھی سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے امام احمد کی بھی ایک روایت اس طرح ہے امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا طواف ہو جائے گا لیکن اس پر ایک دم لازم آئے گا یعنی اسے ایک قربانی کرنی ہوگی۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۲۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

باب مذکور کی حدیث کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کی اونٹنی سدھائی ہوئی تھی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی میں بھی یہی احتمال ہے اس لیے ان سے یہ خطرہ نہیں تھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کریں گی۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۱۰۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے نبی ﷺ کی اونٹنی اور حضرت ام سلمہ کی اونٹنی کی توجیہ تو کر دی لیکن حضرت ضمام بن ثعلبہ تو پہلی بار مسجد میں آئے تھے اور انہوں نے اپنا اونٹ مسجد میں باندھ دیا تھا اس کے متعلق تو یہ توجیہ نہیں ہو سکتی کہ ان کا اونٹ سدھایا ہوا تھا۔

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے مصنف کی طرف

سے جوابات

میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ نے جو اونٹنی پر بیٹھ کر طواف کیا یا حضرت ضمام بن ثعلبہ نے جو مسجد میں اونٹ باندھا تھا اس سے اونٹ اور دیگر حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کا یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ ان کا پیشاب پاک ہے کیونکہ جس طرح ان کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ خطرہ ہے کہ وہ مسجد میں گوبر یا لید کر دیں گے تو پھر چاہیے کہ حلال جانوروں کے گوبر اور لید کو بھی پاک کہا جائے حالانکہ اس کا فقہاء میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے اور جب ان کا گوبر پاک نہیں ہے تو ان کا پیشاب بھی پاک نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دلیل واحد ہے نیز عہد رسالت میں چھوٹے بچوں کو بھی مسجد میں داخل کیا جاتا تھا تو کیا اس وجہ سے ان کے پیشاب کو بھی پاک قرار دیا جائے گا؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کا اگر بالفرض پاک ہونا ثابت بھی ہو تو دوسری صحیح احادیث اس کے خلاف ثابت ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اکثر قبر کا عذاب پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ امام دارقطنی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹-۳۸۸-۳۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱، سنن

دارقطنی: ۳۵۸، المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳، الشریعۃ للآجری: ۳۶۳-۳۶۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیشاب سے بچو، کیونکہ عام عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ امام دارقطنی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ (سنن دارقطنی: ۳۵۷، دارالمعرفۃ بیروت: ۱۴۲۲ھ)

امام مالک اور امام احمد نے جس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر استدلال کیا ہے وہ زیادہ سے زیادہ اباحت پر دلالت کرتی ہے اور یہ احادیث صریحہ مطلقاً پیشاب کے حرام اور نجس ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور جب اباحت اور تحریم کے دلائل میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے، لہذا صحیح یہی ہے کہ حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے حیرت ہے کہ اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر علامہ ابن بطال کی دلیل تو ذکر کی ہے لیکن اپنے موقف پر کوئی دلیل قائم نہیں کی اور نہ اس حدیث کا کوئی جواب لکھا ہے، علامہ ابن حجر نے صرف یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی سدھائی ہوئی تھی اور حضرت ام سلمہ کی اونٹنی میں بھی یہی احتمال ہے، لیکن حضرت ضمام بن ثعلبہ کے اونٹ میں ان کا یہ جواب جاری نہیں ہوگا، وہ تو پہلی بار مسجد میں اونٹ پر بیٹھ کر آئے تھے اور اسی دن اسلام لائے، اس لیے باب مذکور کی حدیث سے امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے صحیح جوابات وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے ہم نے ذکر کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۹۷۴-ج ۳ ص ۵۰۳ پر ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے: حلال جانوروں کے بول و براز میں مذاہب ائمہ۔

۷۹- باب

باب

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان قائم نہیں کیا، عام طور پر امام بخاری جس باب کا عنوان قائم نہ کریں، وہ ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے اور اس میں مذکور حدیث، احادیث سابقہ کے مناسب ہوتی ہے، لیکن اس باب کے تحت جو امام بخاری نے حدیث ذکر کی ہے اس کی سابقہ ابواب اور ان کی احادیث کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

۴۶۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمَصْبَاحَيْنِ يُضِيئَانِ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتَّى أَتَى أَهْلَهُ. [اطراف الحدیث: ۳۶۳۹-۳۸۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قنادہ، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، نبی ﷺ کے اصحاب میں سے دو شخص نبی ﷺ کے پاس سے اندھیری رات میں نکلے اور ان کے ساتھ دو چراغوں کی مثل کوئی دو چیزیں تھیں جو ان کے آگے روشنی کر رہی تھیں جب وہ جدا ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ چیز تھی، حتیٰ کہ وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۳۵، الطبقات الکبریٰ: ۸۲۳۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۳۵، صحیح ابن حبان: ۲۰۳۲، دلائل النبوة لابن نعیم: ۵۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۹۸۰-ج ۲۰ ص ۲۹۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۰، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی احادیث سابقہ کے ساتھ بعید مناسبت ہے

بہ ظاہر اس حدیث کی احادیث سابقہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ احادیث سابقہ مسجد کے متعلق ہیں اور اس حدیث کا بھی یہ مآل ہے کہ یہ دو صحابی جن کے نام اسید بن حضیر اور عباد بن بشر تھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیر تک عشاء کی نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہے اور رات اندھیری تھی اور انہوں نے دور اپنے اپنے گھروں میں جانا تھا تو مسجد میں دیر تک ٹھہرنے کی وجہ سے ان کو یہ کرامت عطا کی گئی اس وجہ سے اس حدیث کا مسجد کے ساتھ تعلق ہے اور احادیث سابقہ کا بھی مسجد کے ساتھ تعلق ہے۔

حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت اور اس کے صدور کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو احکام مسجد کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے یہ دو صحابی عباد بن بشر اور اسید بن حضیر نماز میں مشغول تھے یا رسول اللہ ﷺ سے علم پر مشتمل احادیث کے سماع میں مشغول تھے تو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے اور مسجد کی فضیلت اور مسجد میں ٹھہرنے کی سعادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں نور عطا کر کے عزت اور کرامت سے سرفراز فرمایا۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کا معجزہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے معجزات کے ساتھ ممتاز کیا ہے جو آپ سے پہلے نبیوں کو عطا نہیں فرمائے اور آپ کے اصحاب کو دنیا میں ایسے نور کی کرامت عطا فرمائی ہے جس سے ضرورت کے وقت اندھیرے میں روشنی حاصل ہوگئی اور اس نور کا عطا کیا جانا خرق عادت اور خلاف معمول ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کی تسبیح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اور ان کے تمام اعضاء میں ان کے آگے اور ان کے پیچھے نور ڈال دیتا ہے اور ان کی دنیا اور آخرت کو منور کر دیتا ہے اور جن کے لیے اللہ تعالیٰ نور نہیں رکھتا ان کے لیے کوئی نور نہیں ہوتا پس جب وہ دونوں صحابی اندھیری رات میں نبی ﷺ کے پاس سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی برکت سے اور آپ کی کرامت سے ان کے لیے ایسا نور مبہیا کر دیا جس کی وجہ سے وہ اپنے راستے کے اندھیرے میں روشنی حاصل کرتے رہے اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جو لوگ اندھیروں میں چل کر مساجد میں (نماز پڑھنے جاتے) ہیں ان کو کرامت کے مکمل نور کی بشارت دیے دو۔ (سنن ابوداؤد: ۵۶۱۱، سنن ترمذی: ۲۲۳) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی نور عطا فرمایا تاکہ

نبی ﷺ پر ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۳۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطل کی شرح کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۹، دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اولیاء اللہ کو نور عطا کیے جانے کی دیگر احادیث اور روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامت کے ثبوت پر واضح دلیل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اس میں کرامت کے ثبوت کا رد ہے اور اس کی مثل متقدمین اور متاخرین کے زمانوں میں بہ کثرت ہوتی رہی ہے متقدمین کے زمانہ کی یہ مثالیں ہیں:

امام ابن عساکر وغیرہ نے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے نکلے اور ان کے ہاتھ میں کھجور کی سوکھی ہوئی شاخ تھی پس وہ روشن ہوگئی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۲ ص ۱۸۱، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو عبس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے پھر بنو حارثہ کی طرف چلے جاتے ایک رات اندھیری تھی اور بارش ہو رہی تھی تو ان کی لانگی روشن ہو گئی حتیٰ کہ وہ بنو حارثہ کے گھر میں داخل ہو گئے۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۷۹-۷۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہماری جماعت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اندھیری رات میں بیٹھی ہوئی تھی پس اچانک میری انگلیاں روشن ہو گئیں حتیٰ کہ سب نے میری انگلیوں کی طرف پیٹھ کی اور میری انگلیاں روشن تھیں۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۷۹-۷۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

تواتر سے ثابت ہے کہ طلباء علم کی جماعت اپنے شیخ امام علامہ حسان الدین الرھاوی کے ساتھ عینتاب کے شہر میں تھی اور سردی کی ایک اندھیری رات تھی جب وہ منتشر ہو گئے تو ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ شیخ کو ان کے گھر تک روشنی دکھائیں کیونکہ گھپ اندھیرا تھا مگر شیخ اس پر راضی نہ ہوئے تو وہ لوٹ آئے لوگ قسم کھا کر بتا رہے تھے کہ انہوں نے فانوسوں کی طرح دو عظیم نور دیکھے ایک شیخ کی دائیں جانب تھا اور دوسرا شیخ کی بائیں جانب تھا اور وہ نور شیخ کے ساتھ ساتھ رہے حتیٰ کہ شیخ اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچ گئے پھر جب گھر کا دروازہ کھلا اور شیخ گھر کے اندر داخل ہوئے تو وہ دونوں نور غائب ہو گئے اور لوگوں نے اس کے علاوہ بھی شیخ کی اور کرامات بیان کی ہیں اور شیخ مذکور ان مشائخ میں سے ایک ہیں جن سے علم حاصل کیا جاتا ہے اور ان کے علم سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۳۵۷-۳۵۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث اور ان آثار میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے اور یہ خرق عادت کی قسم ہے ہم اب خرق عادت کی اقسام بیان کر رہے ہیں:

خرق عادت کی چھ قسمیں

(۱) اعلان نبوت سے پہلے نبی کے لیے خرق عادت اور خلاف معمول کام ظاہر کیا جائے تو اس کو ارہاس کہتے ہیں جیسے ہمارے نبی ﷺ پر اعلان نبوت سے پہلے بادل کا سایا کرنا اور مکہ میں ایک پتھر کا آپ پر سلام پڑھنا اور درختوں اور پہاڑوں کا کہنا: ”السلام علیک یا رسول اللہ“۔

(۲) اعلان نبوت کے بعد نبی کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کے لیے کسی خلاف معمول کام کا ظاہر کیا جانا جیسے ہمارے نبی ﷺ کے اشارہ کرنے سے چاند کے دو ٹکڑے کیے گئے اور آپ پر قرآن مجید کا نزول ہوا اور آپ نے بغیر کسی سے پڑھے ہوئے ایسا فصیح و بلیغ کلام پیش کیا جس کی آج تک کوئی نظیر نہیں لاسکا حالانکہ مخالفین اسلام کی تعداد ہر دور میں بہت زیادہ رہی ہے اور دن بہ دن علوم میں ترقی ہو رہی ہے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

(۳) جو شخص کافر ہو اور نبوت کا مدعی ہو اس کے لیے ایسا خلاف معمول کام ظاہر کیا جانا جو اس کے دعوے کا مذهب ہو جیسے ایک کانے شخص نے مسلمانہ کذاب سے کہا: آپ دعا کریں میری کافی آنکھ ٹھیک ہو جائے اس نے دعا کی تو اس کی دوسری آنکھ جو صحیح تھی اس کی بینائی بھی جاتی رہی اور جیسے غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ میری نبوت کی دلیل یہ ہے کہ محمدی پیغمبر سے میرا نکاح ہو گا اور محمدی پیغمبر کا نکاح دوسرے شخص سلطان محمد سے ہو گیا اور غلام احمد قادیانی اس سے نکاح کی حسرت میں ہی مر گئے حالانکہ انہوں نے دوسری پیش گوئی یہ کی تھی کہ سلطان محمد مر جائے گا اور محمدی پیغمبر سے نکاح میں آجائے گی لیکن اس کے بالکل الٹ ہوا غلام احمد قادیانی مر گیا اور سلطان محمد تادیر زندہ رہا اس کو اہانت کہتے ہیں۔

(۴) کافر جو مدعی نبوت نہ ہو اس کے لیے کسی خلافِ عادت کو ظاہر کیا جائے جیسے کوئی کافر دعا کرے اور اس کی دعا قبول ہو جائے جیسے بلغم باغور کی دعا قبول ہو جاتی تھی اس کو استدراج کہتے ہیں۔

(۵) کسی مومن کامل اور اللہ کے ولی کے لیے کوئی خلافِ عادت کام ظاہر کیا جائے جیسے آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے تحت بقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا کر حاضر کر دیا اور جیسے حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت کا اس باب کی حدیث میں ذکر ہے اس کو کرامت کہتے ہیں۔

(۶) کسی عام مومن کے لیے کسی خلافِ معمول کام کو ظاہر کیا جائے جیسے کوئی عام شخص بارش کی دعا کرے بارش کا موسم نہ ہو اور بارش ہو جائے اس کو معونت کہتے ہیں۔

سو یہ خرقِ عادت کی چھ اقسام ہیں: (۱) ارباص (۲) معجزہ (۳) اہانت (۴) استدراج (۵) کرامت (۶) معونت۔

۸۰ - بَابُ الْخَوْخَةِ وَالْمَمَرِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کی جگہ

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کا راستہ بنانا جائز ہے ذیلی دروازہ سے مراد یہ ہے کہ مسجد کے صدر دروازہ کے علاوہ کوئی چھوٹا دروازہ ہو مسجد نبوی میں ایسے متعدد چھوٹے چھوٹے دروازے تھے جو مختلف صحابہ کرام کے گھروں کی جانب کھلتے تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو النضر نے حدیث بیان کی از عبید بن حنین از بسر بن سعید از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے خطبہ دیا پس آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دیا پس اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روئے لگے تو میں نے اپنے دل میں کہا: اس بوڑھے کو کیا چیز زلا رہی ہے اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس ہے اس میں اختیار دیا ہے اور اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم مت روؤ بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی رفاقت میں مجھ پر احسان کرنے والے تم ہو اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کے اعتبار سے بھائی ہونے کا رشتہ اور دوستی اپنی جگہ قائم ہے مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا

۴۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ خَيْرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَأَخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي مَا يَبْكِي هَذَا الشَّيْخُ إِنْ يَكُنِ اللَّهُ خَيْرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَأَخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ؟ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكُ إِنَّ أَمَنَ النَّاسَ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أَخُوهُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ لَا يَبْقَيْنَ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابَ أَبِي بَكْرٍ | اطراف اللہ یث: ۳۶۵۳-۳۹۰۳

(صحیح مسلم: ۲۳۸۲، سنن ترمذی: ۳۶۶۰، سنن ابن ماجہ: ۹۳)

السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸ طبع قدیم مسند احمد:

۱۱۳۳ ج ۱ ص ۲۱۶-۲۱۵، جامع السانید لابن الجوزی: ۱۹۹۰، مکتبہ

ارشاد ریاض ۱۳۲۶ھ)

مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازہ کے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن شان (۲) فلیح بن سلیمان ان کا نام عبد الملک تھا اور ان کا لقب فلیح تھا لیکن نام کی جگہ ان کا لقب مشہور ہو گیا
(۳) ابوالنضر ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے۔ (۴) عبید بن حنین ابوعبد اللہ المدنی (۵) بسر بن سعید (۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ
ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۵۷)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ”خوخة“ کا ذکر ہے اور ”خوخة“ کا معنی ہے: چھوٹا دروازہ یا ذیلی دروازہ اور یہی باب کا عنوان ہے۔

تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فہم و فراست والے تھے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔
کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ جان لیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس بندے کے متعلق فرمایا ہے کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے اس سے آپ کی مراد اپنی ذات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا اس کو مبہم رکھا اور اس کا نام ذکر نہیں کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ صحابہ میں کون سب سے زیادہ فہم و فراست والا ہے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت کا واقعہ تھا جیسا کہ عنقریب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ ﷺ پر احسان کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی رفاقت میں مجھ پر احسان کرنے والے تم ہو۔

اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ایسے فضائل اور حقوق ثابت ہوئے جن میں مخلوق میں سے ان کا کوئی شریک نہیں ہے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی جان اور اپنے مال کو سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ پر نچھاور کرنے والے تھے علامہ قرطبی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے لیے ایسے حقوق تھے اگر دوسرے کے لیے ایسے حقوق ہوتے تو وہ ان کی وجہ سے احسان جتنا تا کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی جب آپ نے غزوہ تبوک میں مال کی اپیل کی تو اپنا سارا مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہجرت کی رات آپ کے لیے اپنی جان خطرہ میں ڈالی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے مکارم اخلاق کی وجہ سے ان کے ان تمام احسانات کا اعتراف کیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا بھی ہم پر احسان تھا ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا سوائے ابوبکر کے اس کا ہم پر ایسا احسان ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ اتارے گا اور مجھے کسی کے مال سے ایسا فائدہ نہیں پہنچا جیسا فائدہ مجھے ابوبکر کے مال سے پہنچا ہے اور اگر میں کسی کو (دنیاوی) خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا سنو! تمہارے پیغمبر اللہ عزوجل کے خلیل ہیں۔

(سنن ترمذی: ۳۶۶۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

”خلیل“ کے متعدد معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا۔

”خلیل“ کا معنی ہے: جو اپنے راستہ میں تمہارے موافق ہو جو تمہاری سیرت کا مظہر ہو رسول اللہ ﷺ اللہ کے خلیل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہیں ایک قول یہ ہے کہ ”خلت“ کا معنی ہے: انقطاع یعنی رسول اللہ ﷺ سب سے منقطع ہو کر صرف اللہ عزوجل کی طرف راجع ہو گئے ایک قول یہ ہے کہ خلیل وہ ہے جس کے دل میں اپنے خلیل کے سوا اور کسی کی گنجائش نہ ہو قاضی عیاض نے کہا: ”خلت“ کا معنی افتقار ہے یعنی آپ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف مفتقر اور اس کے محتاج ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا یعنی آپ کی نصرت کی اور آپ کو آپ کے بعد والوں کا امام بنادیا۔

آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر کو خلیل بناتا اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اس لائق تھے اور ان میں یہ استعداد اور صلاحیت تھی کہ آپ ان کو اپنا خلیل بنا لیتے کیونکہ ان کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت سے سرشار تھا اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے سوا اور کسی کی محبت کی گنجائش نہ تھی اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ خلیل کا زیادہ مرتبہ ہے یا حبیب کا زیادہ مرتبہ ہے اور حق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب بھی ہیں۔

حضرت ابوبکر کی خصوصی تکریم

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ خصوصیت حاصل ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور آپ نے حضرت ابوبکر کا وہ اکرام کیا ہے جو کسی اور کا اکرام نہیں کیا۔

اور آپ کے اس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کے نائب اور آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر ہوں گے کیونکہ ان کو کا خلافت انجام دینے کے لیے اور نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں آنے کی ضرورت ہوگی لہذا صرف ان ہی کے گھر کی طرف کھلنے والے دروازہ کو باقی رہنے دیا جائے گا باقی سب دروازوں کو بند کر دیا جائے گا۔ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اس سے صحابہ نے یہ استدلال کیا کہ دین کا سب سے بڑا اور سب سے اہم رکن نماز ہے اور جب نماز میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو امام بنا دیا ہے تو دین کے باقی امور میں بھی امامت اور قیادت کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لائق ہیں۔

حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کی حدیث اور اس کی سند پر بحث و نظر

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا مسجد کے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۲، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰)

امام ابویوسفی ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف شعبہ کی اس سند سے پہچانتے ہیں۔

(سنن ترمذی ص ۱۳۲۳-۱۳۲۲ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ شعیب الارنؤط اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ ابن تیمیہ نے کہا: اس حدیث کو شیعہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے مقابلہ میں حضرت علی کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے گھڑ لیا ہے حضرت ابوبکر کے لیے صحیح بخاری: ۴۶۷ میں حضرت ابن عباس سے اور صحیح مسلم: ۲۳۸۲ میں حضرت

ابوسعید خدری سے اور صحیح مسلم: ۲۳۸۳ میں حضرت ابن مسعود سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رہنے دیا جائے گا مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازہ کے تو شیعہ نے جعلی سند وضع کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ایسی حدیث بنالی۔

امام ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام عبدالرزاق اور امام احمد نے روایت کیا ہے اس کی سند میں عثمان الجزری ہے میں نے امام احمد سے عثمان الجزری کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا: وہ احادیث منکرہ روایت کرتا ہے اور اس کی کتاب گم ہو چکی تھی۔ (الجرح والتعلیل ج ۶ ص ۱۷۴)

یہ حدیث حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (المعجم الکبیر: ۴۸۲ ج ۱۹) علامہ ابن جوزی نے کہا: اس کی سند میں دو راوی بہت زیادہ ضعیف ہیں۔ (العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۱۱)

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے: امام احمد نے کہا: یہ حدیث منکرہ ہے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۳۶۶)
علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ عمرو بن میمون نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کے دروازہ کے سوا سب دروازے بند کر دو یہ حدیث منکرہ ہے۔ (لسان المیزان ج ۴ ص ۱۳۸۲)

حضرت علی کے دروازے کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق اور بھی احادیث ہیں علامہ ابن جوزی نے کہا: ان احادیث میں سے کسی حدیث کی سند صالح نہیں ہے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۳۶۵)

(حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷-۱۸۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق دیگر احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی کے دروازہ کے سوا باقی تمام دروازوں کو بند کر دو تو اس پر لوگوں نے نکتہ چینی کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں نے کسی چیز کو بند کیا نہ میں نے کسی چیز کو کھولا ہے لیکن مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا ہے میں نے اس کی پیروی کی ہے اس حدیث کو امام احمد امام نسائی اور حاکم نے ثقہ راویوں سے بیان کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۹ المستدرک ج ۳ ص ۱۲۵ مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۹)

امام طبرانی نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ علی کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے جائیں تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! علی کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے گئے تو آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے دروازوں کو بند نہیں کیا لیکن اللہ نے ان دروازوں کو بند کیا ہے۔

(المعجم الاوسط: ۳۹۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۰ھ مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۹ المستدرک ج ۳ ص ۱۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں سوا حضرت علی کے دروازہ کے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی کے دروازے کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوتے تھے اور وہ جنبی ہوتے تھے اور ان کے لیے اس دروازہ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

(السنن الکبریٰ: ۸۳۷۳-۸۳۵۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے زمانہ میں کہا کرتے تھے: تمام لوگوں میں افضل رسول اللہ ﷺ ہیں پھر حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر ہیں اور حضرت ابن ابی طالب کو تین وصف دیئے گئے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک وصف بھی مجھے مل جاتا تو وہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا (۱) رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحب زادی سے ان کا نکاح کیا اور ان سے ان کی اولاد ہوئی (۲) اور ان کے دروازہ کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے (۳) اور آپ نے جنگ خیبر کے دن ان کو جھنڈا عطا کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹ مسند ابویعلیٰ: ۵۶۰۱ مسند احمد ج ۲ ص ۲۶ مسند احمد: ۴۷۹۷ ج ۸ ص ۳۱۶ مؤسسۃ الرسالۃ: یہ وت)

امام نسائی نے العلاء بن عراء سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ مجھے حضرت علی اور حضرت عثمان کے بارے میں بتائیے تو انہوں نے یہ حدیث ذکر کی اور کہا: حضرت علی کے متعلق کسی سے سوال نہ کرو یہ دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کا کیا مرتبہ تھا مسجد میں ہمارے دروازے بند کر دیئے گئے اور ان کا دروازہ برقرار رکھا گیا۔

حضرت علی کے دروازہ کو باقی رکھنے کی احادیث کی تقویت

یہ تمام احادیث ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں اور ان میں سے ہر حدیث استدلال کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے چہ جائیکہ ان احادیث کا مجموعہ۔ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے اور انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابن عمر کی روایات کو اختصار سے ذکر کیا ہے اور بعض محدثین نے جو ان کی سندوں پر جرح کی ہے اس کو اقل کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حدیثیں بہت سندوں سے مروی ہیں اور علامہ ابن جوزی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن میں یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے اور ان کا یہ زعم ہے کہ یہ حدیث رافضیوں نے اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں گھڑی ہے جس میں یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے دروازوں کو باقی رکھنے کے متعلق وارد حدیثوں میں تطبیق

یہ علامہ ابن جوزی کی سنگین خطا ہے کہ وہ احادیث صحیحہ کو رد کرنے کے طریقہ پر چل پڑے ہیں اور ان کا یہ وہم ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے معارض ہے کیونکہ ان دونوں قصوں کو جمع کرنا ممکن ہے اور امام بزار نے اپنی مسند میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے کہا: اہل کوفہ کی روایات اسانید حسنہ کے ساتھ حضرت علی کے قصہ میں ہیں اور اہل مدینہ کی روایات حضرت ابوبکر کے قصہ میں ہیں پس اگر اہل کوفہ کی روایات ثابت ہوں تو ان کی اہل مدینہ کی روایات کے ساتھ تطبیق اس طرح سے ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسجد میں جھبی ہو۔ علی بن منذر نے کہا: میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا: اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے اور تمہارے سوا اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حالت جنابت میں اس مسجد سے گزرے یا اس مسجد کو راستہ بنائے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۷)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد کی طرف تھا اور ان کے گھر کا اور کوئی دروازہ نہیں تھا اس لیے آپ نے ان کے دروازہ کو بند کرنے کا حکم نہیں دیا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی کے سوا اور کسی کو بھی مسجد میں حالت جنابت کے ساتھ گزرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ ان کے گھر کا دروازہ مسجد میں تھا اور دونوں حدیثوں میں تطبیق کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد میں کھلنے والے ایک دروازے کے سوا باقی تمام دروازوں کو دو مرتبہ بند کرنے کا حکم دیا گیا ایک مرتبہ حضرت علی کے لیے اور

دوسری مرتبہ حضرت ابوبکر کے لیے اور یہ تطبیق اس وقت مکمل ہوگی جب حضرت علی کے قصہ میں دروازے سے مراد حقیقی دروازہ (صدر دروازہ) ہو اور حضرت ابوبکر کے قصہ میں دروازہ سے مراد مجازی دروازہ ہو (ذیلی دروازہ) گویا کہ جب صحابہ کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے مسجد میں داخل ہونے کے لیے ایک چھوٹا دروازہ بنالیا جس کو "خوخہ" کہتے ہیں پھر بعد میں حضرت ابوبکر کے قصہ میں ان چھوٹے دروازوں کو بھی بند کرنے کا حکم دیا سوائے حضرت ابوبکر کے ذیلی دروازہ کے اس طریقہ سے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی امام ابو جعفر طحاوی نے بھی مشکل الآثار میں اسی طرح سے ان حدیثوں میں تطبیق دی ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۷۴۹-۷۴۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱۶ ص ۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ کی عبارت یہ ہے:

مسجد کے دروازوں کے بند کرنے کے عمومی حکم سے حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے دروازے مستثنیٰ ہیں اور جس کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کا بعد میں حکم دیا تھا اس سے پہلے جس کے لیے دروازہ باقی رکھنے کا حکم دیا تھا اس سے رجوع نہیں فرمایا تھا (پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کو باقی رکھنے کا حکم دیا تھا بعد میں مرض الموت میں حضرت ابوبکر کے دروازہ کو باقی رکھنے کا حکم دیا تھا) پس حضرت ابوبکر کا دروازہ اور حضرت علی کا دروازہ دونوں مستثنیٰ ہیں اور یہ دروازوں کو بند کرنے کے عمومی حکم سے خارج ہیں اور یہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کی خصوصیت ہے جیسا کہ دوسرے اصحاب کی اور خصوصیات ہیں۔

(تحفة الاغیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۹ ص ۱۴۰ دار بلنسیہ ریاض ۱۳۲۰ھ)

ملاطی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ باقی رکھنے کی جو حدیث ہے وہ پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے جو دروازہ باقی رکھنے کی حدیث ہے وہ بعد کا واقعہ ہے جب رسول اللہ ﷺ پر مرض الموت طاری ہوا تھا پھر ملا علی قاری نے اپنی شرح میں ان تمام احادیث کو نقل کیا ہے جن کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت علی کے لیے دروازہ باقی رکھنے کے ثبوت میں ذکر کیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۷۸۷ المکتبۃ الحنفیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں دروازہ باقی رکھنے کے ثبوت میں تمام احادیث کو ذکر کیا ہے اور حضرت ابوبکر کے لیے مسجد کے دروازہ کی بقاء اور حضرت علی کے لیے مسجد میں دروازہ کی بقاء کی حدیثوں میں وہ تطبیق ذکر کی ہے جو حافظ ابن حجر نے بیان کی ہے نیز لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کی بقاء کا قصہ پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کی بقاء کا قصہ بعد کا واقعہ ہے۔

(ایضاً الممعات ج ۴ ص ۶۳۸-۶۳۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ محمد عبدالرحمان مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی لمعات کے حوالے سے اس کا خلاصہ لکھا ہے۔ (تحفة الاحوذی ج ۱۰ ص ۲۲۲-۲۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ تمام شارحین حدیث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اس فضیلت کو ثابت کیا ہے اور شیخ ابن تیمیہ اور علامہ ابن جوزی کا رد کیا ہے۔

۴۶۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد الجعفی نے

حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ
يَعْلَى بْنَ حَكِيمٍ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ
الَّذِي مَاتَ فِيهِ عَاصِبًا رَأْسَهُ بِخَرْقَةٍ فَقَعَدَ عَلَى
الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ
النَّاسِ أَحَدٌ آمَنَ عَلَى فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرٍ
أَبِي قُحَافَةَ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيلًا
لَا تَخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنْ خُلَّةُ الْإِسْلَامِ
أَفْضَلُ سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ
غَيْرَ خَوْخَةٍ أَبِي بَكْرٍ [اطراف الحديث: ۳۶۵۶-۳۶۵۷]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۱۸۱، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۶۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۱- بَابُ الْأَبْوَابِ وَالْعَلَقِ

لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ کعبہ اور مساجد کے دروازے بنانا اور ان میں قفل لگانا جائز ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ أَبِي
مُلَيْكَةَ يَا عَبْدَ الْمَلِكِ لَوْ رَأَيْتُ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ
وَأَبَوَابَهَا.

۴۶۸- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ
عَنْ أَبِي ثَوْبٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ
فَفَتَحَ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَبَلَّالٌ وَأَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ ثُمَّ
أَغْلَقَ الْبَابَ فَلَبِثَ فِيهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَجُوا قَالَ ابْنُ
عُمَرَ قَبَدَرْتُ فَسَأَلْتُ بَلَّالًا فَقَالَ صَلَّى فِيهِ فَقُلْتُ
فِي أَيِّ؟ قَالَ بَيْنَ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَذَهَبَ
عَلَيَّ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۵۸، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے
کہا: میں نے یعلیٰ بن حکیم سے سنا از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ
وہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے
تھے آپ اس مرض میں سر پر پٹی باندھے ہوئے گھر سے نکلے پھر
آپ منبر پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: لوگوں میں
کوئی ایسا نہیں ہے جس نے ابوبکر بن ابی قحافہ سے زیادہ اپنی جان
اور مال کے ساتھ مجھ پر احسان کیا ہو اور اگر میں لوگوں میں سے کسی
کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی افضل ہے اس
مسجد میں کھلنے والے ہر دروازہ کو بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازے

کے۔

کعبہ اور مساجد کے دروازے

اور ان میں قفل لگانا

امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: مجھ سے عبد اللہ بن محمد نے کہا:
ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھ
سے ابن ابی ملیکہ نے کہا: اے عبد الملک! کاش تم حضرت ابن
عباس کی مساجد اور ان کے دروازوں کو دیکھتے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان اور قتیبہ نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از
ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ مکہ میں آئے
آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما کو بلایا پھر (کعبہ کا) دروازہ کھولا
پھر نبی ﷺ اور حضرت بلال اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت
عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کعبہ کے اندر داخل ہوئے پھر کعبہ کا دروازہ بند
کر دیا گیا آپ اس میں کچھ ساعت ٹھہرے پھر سب نکل آئے
حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے سبقت کی اور حضرت بلال سے
پوچھا تو انہوں نے بتایا: آپ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے میں
نے پوچھا: کس جگہ؟ تو انہوں نے بتایا: دو ستونوں کے درمیان

حضرت ابن عمر نے کہا: مجھے یہ خیال نہیں رہا کہ میں یہ پوچھتا کہ آپ نے کتنی رکعات نماز پڑھی تھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۹۷ کا مطالعہ فرمائیں وہاں اس کا عنوان تھا: اہل مدینہ اور اہل شام کا قبلہ مشرق ہے وہاں اس حدیث میں قبلہ کا ذکر بھی تھا۔ دیگر ضروری فوائد یہاں بیان کیے جائیں گے۔

حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ

حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ الحبیبی کے والد اور چچا جنگ احد میں کفر کی حالت میں قتل کر دیئے گئے تھے اور حضرت عثمان بن طلحہ نے حضرت خالد بن ولید اور عمرو کے ساتھ ہجرت کی تھی اور نبی ﷺ نے ان کے اور ان کے عم زاد شیبہ بن عثمان کے حوالہ کعبہ کی چابیاں کی تھیں علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے تھے اور کعبہ کی چابیاں انہیں فتح مکہ کے دن عطا کی تھیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے آل ابی طلحہ! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ چابیاں رکھو تم سے صرف ظالم شخص ہی یہ چابیاں چھینے کا پھر حضرت عثمان بن طلحہ مدینہ آگئے اور نبی ﷺ کی وفات تک وہیں رہے پھر وہ مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے اور ۴۲ھ میں وہیں فوت ہو گئے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۳۶۳)

مسجد کے دروازوں کا ثبوت اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ، حضرت بلال اور حضرت اسامہ کو کعبہ کے اندر لے جانے کی تخصیص کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے دروازے بنانا صحیح ہے تاکہ مسجد کو عبادت کے علاوہ دوسرے کاموں سے منزہ کیا جائے اور مسجد کی حفاظت کی جائے۔

نبی ﷺ کعبہ کے اندر حضرت عثمان بن ابی طلحہ، حضرت بلال اور حضرت اسامہ کے ساتھ داخل ہوئے حضرت عثمان بن ابی طلحہ کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ کعبہ کے کلید بردار تھے اور کعبہ کو بند کرنا اور کھولنا ان ہی کے ذمہ تھا حضرت بلال کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ نمازوں کے لیے اذان دیتے تھے اور حضرت اسامہ کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ مسجد کی دیگر خدمات کو انجام دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام جس کو چاہے مسجد کی خدمت سپرد کر دے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۵۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مشرک کا مسجد میں دخول

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا وہ بنو ضیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

۸۲۔ بَابُ دُخُولِ الْمُشْرِكِ الْمَسْجِدَ

۴۶۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ اثَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

(جامع المسانيد ابن الجوزي: ۴۴۰۳ مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۶۲ کا مطالعہ فرمائیں وہاں اس کا عنوان تھا: جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے اور قیدی کو مسجد میں باندھنا۔

مساجد میں آواز بلند کرنا

۸۳- بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسَاجِدِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مساجد میں آواز بلند کرنے کا کیا حکم ہے آیا یہ جائز ہے، مکروہ ہے یا ممنوع ہے۔

۴۷۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ، فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ اذْهَبْ فَإِنِّي بِهِدَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، قَالَ مَنْ أَنْتُمْ؟ أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمْ؟ قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرَفَعَانِ أَصَوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جُعید بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن خُصیفہ نے حدیث بیان کی از حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں مسجد میں کھڑا ہوا تھا تو مجھے ایک شخص نے کنکرا مارا میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے فرمایا: جاؤ! ان دو آدمیوں کو بلا کر لاؤ میں ان دونوں کو لے آیا، حضرت عمر نے پوچھا: تم کون ہو یا کہاں سے آئے ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں، حضرت عمر نے کہا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا، تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کر رہے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ مساجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے کیونکہ حضرت عمر نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن المدینی (۲) یحییٰ القطان (۳) الجعید ان کا نام الجعد بن عبد الرحمن بن اوس ہے یہ ثقہ راوی ہیں امام مسلم نے حضرت السائب سے ان کی صرف ایک حدیث روایت کی ہے (۴) یزید ابو خُصیفہ یہ حضرت السائب مذکور کے بھتیجے ہیں اور خُصیفہ ان کے دادا ہیں اور ان کے والد عبد اللہ بن خُصیفہ ہیں (۵) حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ یہ التمرکونی کے بھانجے ہیں اور صحابی ہیں ان کا مفصل تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۳۶۶)

مسجد میں آواز بلند کرنے والوں کو حضرت عمر کے سزا نہ دینے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دو آدمیوں کے مسجد میں آواز بلند کرنے کو اس لیے ناپسند کیا تھا کہ وہ مسجد میں بلند آواز سے شور کر رہے تھے اور لغو باتیں کر رہے تھے، حضرت عمر نے معلوم کیا کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں اگر وہ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ مسجد میں فضول باتیں کرنا اور شور کرنا ممنوع ہے اور جب انہوں نے یہ بتایا کہ وہ اس شہر کے رہنے والے نہیں ہیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جہل کی وجہ سے معذور قرار دیا۔

مسجد میں آواز بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام مالک اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مسجد میں بالکل آواز بلند نہ کی جائے خواہ کوئی علم کی بات ہو یا نہ ہو امام مالک نے کہا: میں نے متقدمین علماء کو دیکھا وہ مسجد میں آواز بلند کرنے کی مذمت کرتے تھے اور اگر کسی علمی مسئلہ میں آواز بلند کی جائے تو میرے نزدیک وہ بھی مکروہ ہے اور میرے نزدیک اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔

محمد بن مسلمہ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ کسی نیکی کی خبر دینے کے لیے اور کسی جھگڑے کی وجہ سے اور لین دین کے متعلق مسجد میں آواز بلند کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مسجد لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور جہاں لوگ جمع ہوں وہاں آواز بلند کرنے کی ضرورت پڑتی ہے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے مسجد میں آواز بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: میں امام ابو حنیفہ کے پاس سے گزرا وہ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی آواز بلند ہو رہی تھی میں نے کہا: اے ابو حنیفہ! یہ مسجد ہے اس میں آواز نہیں بلند کرنی چاہیے امام ابو حنیفہ نے کہا: رہنے دو! جب تک آواز بلند کر کے بات نہ کی جائے یہ لوگ بات نہیں سمجھتے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حاکم کو یہ اختیار ہے کہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی مسئلہ کا علم نہ ہو اس کا عذر قبول کر لینا چاہیے نیز حضرت عمر کا یہ کہنا کہ اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا اس پر محمول ہے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہوگی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی اس شرح پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق کوئی حدیث سنی ہو یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو اپنے اجتہاد سے سزا دیتے کیونکہ ملک کے سربراہ کو یہ حق ہے کہ وہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۳۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان شارحین کا یہ لکھنا کہ جو جہالت کی وجہ سے غیر شرعی کام کرے اس کا عذر قبول کر لینا چاہیے صحیح نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور تک تو یہ بات صحیح تھی کیونکہ اس وقت تک احکام شرعیہ کی مکمل تبلیغ نہیں ہوئی تھی لیکن اب تمام احکام شرعیہ کی مکمل تبلیغ ہو چکی ہے اور تمام احکام پر مشتمل کتابیں لکھی جا چکی ہیں اب جہالت کا عذر مقبول نہیں ہے مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے اور کہے: مجھے پتا نہیں تھا کہ اس سے بیوی حرام ہو جاتی ہے تو اس کا یہ عذر مقبول نہیں ہو گا یا کوئی شخص اپنی رضاعی بہن سے نکاح کر لے اور کہے کہ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ نکاح حرام ہے تو اس کا یہ عذر مقبول نہیں ہے۔

۴۷۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ

أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبٍ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ

أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنُ أَبِي حَذَرٍ دَيْنًا لَهُ عَلَيْهِ فِي

عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے

کہا: مجھے یونس بن یزید نے خبر دی از ابن شہاب انہوں نے کہا:

مجھے عبد اللہ بن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت کعب

بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حذر رضی اللہ

فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا ، حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَشَفَ سَجْفَ حُجْرَتِهِ ، وَنَادَى يَا كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ . قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ ذِيكَ . قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَأَقِضْهُ .

(جامع المسانيد لابن الجوزي: ۶۱۱۲، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

سے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد کے اندر اپنے قرض کا تقاضا کیا، پھر دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سن لیا تو رسول اللہ ﷺ ان دونوں کی طرف نکلے، حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا اور آپ نے آواز دی اے کعب بن مالک! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم اپنا آدھا قرض کم کر دو، حضرت کعب نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے (حضرت ابن ابی حردوسے) فرمایا: اٹھو اب قرض ادا کر دو۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۵۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسجد میں تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا اور یہاں عنوان ہے: مسجد میں آواز بلند کرنا اور یہ حدیث ان دونوں عنوانوں کی صلاحیت رکھتی ہے۔

مسجد میں حلقہ بنانا

اور بیٹھنا

۸۴ - بَابُ الْحَلْقِ وَالْجُلُوسِ

فِي الْمَسْجِدِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر مسجد میں علم کے لیے یا ذکر کے لیے یا قرآن مجید کے درس کے لیے حلقہ بنایا جائے تو یہ جائز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بشر ابن المفضل نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا اس وقت آپ منبر پر تھے (اس نے کہا: رات کی نماز کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: دو دو رکعت نماز پڑھو، پھر جب تم کو صبح ہونے کا خوف ہو تو (آخری دو رکعت کے ساتھ) ایک رکعت ملا لو تو تمام نماز وتر ہو جائے گی اور حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ تم اپنی آخری نماز وتر پڑھو کیونکہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

۴۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرَى فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ؟ قَالَ مَثْنِي مَثْنِي ، فَإِذَا خَشِيَ الصُّبْحَ صَلَّى وَاحِدَةً ، فَأَوْتَرْتُ لَهُ مَا صَلَّى . وَإِنَّهُ كَانَ يَقُولُ اجْعَلُوا آخِرَ صَلَوَاتِكُمْ وَتَرَاءُ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِهِ .

[اطراف الحديث: ۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-۱۶۰۵-۱۶۰۶-۱۶۰۷-۱۶۰۸-۱۶۰۹-۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۱۴-۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸-۱۶۱۹-۱۶۲۰-۱۶۲۱-۱۶۲۲-۱۶۲۳-۱۶۲۴-۱۶۲۵-۱۶۲۶-۱۶۲۷-۱۶۲۸-۱۶۲۹-۱۶۳۰-۱۶۳۱-۱۶۳۲-۱۶۳۳-۱۶۳۴-۱۶۳۵-۱۶۳۶-۱۶۳۷-۱۶۳۸-۱۶۳۹-۱۶۴۰-۱۶۴۱-۱۶۴۲-۱۶۴۳-۱۶۴۴-۱۶۴۵-۱۶۴۶-۱۶۴۷-۱۶۴۸-۱۶۴۹-۱۶۵۰-۱۶۵۱-۱۶۵۲-۱۶۵۳-۱۶۵۴-۱۶۵۵-۱۶۵۶-۱۶۵۷-۱۶۵۸-۱۶۵۹-۱۶۶۰-۱۶۶۱-۱۶۶۲-۱۶۶۳-۱۶۶۴-۱۶۶۵-۱۶۶۶-۱۶۶۷-۱۶۶۸-۱۶۶۹-۱۶۷۰-۱۶۷۱-۱۶۷۲-۱۶۷۳-۱۶۷۴-۱۶۷۵-۱۶۷۶-۱۶۷۷-۱۶۷۸-۱۶۷۹-۱۶۸۰-۱۶۸۱-۱۶۸۲-۱۶۸۳-۱۶۸۴-۱۶۸۵-۱۶۸۶-۱۶۸۷-۱۶۸۸-۱۶۸۹-۱۶۹۰-۱۶۹۱-۱۶۹۲-۱۶۹۳-۱۶۹۴-۱۶۹۵-۱۶۹۶-۱۶۹۷-۱۶۹۸-۱۶۹۹-۱۷۰۰-۱۷۰۱-۱۷۰۲-۱۷۰۳-۱۷۰۴-۱۷۰۵-۱۷۰۶-۱۷۰۷-۱۷۰۸-۱۷۰۹-۱۷۱۰-۱۷۱۱-۱۷۱۲-۱۷۱۳-۱۷۱۴-۱۷۱۵-۱۷۱۶-۱۷۱۷-۱۷۱۸-۱۷۱۹-۱۷۲۰-۱۷۲۱-۱۷۲۲-۱۷۲۳-۱۷۲۴-۱۷۲۵-۱۷۲۶-۱۷۲۷-۱۷۲۸-۱۷۲۹-۱۷۳۰-

اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں حلقہ بنانے کی ممانعت ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نکل کر آئے تو ہم کو حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم کو گردہوں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۴۳۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی فائدہ اور منفعت کے بغیر حلقہ بنایا جائے تو وہ ممنوع ہے اور جب علم کی بات سننے کے لیے اور تعلیم و تعلم کے لیے یا درس قرآن اور درس حدیث کے لیے حلقہ بنایا جائے تو وہ مستحسن ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خطیب منبر پر خطبہ دے رہا ہو اور اس سے دوران خطبہ دینی سوال کیا جائے تو اس کا جواب دینا جائز ہے۔

رات اور دن کے نوافل کی رکعات میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نوافل کی رکعات میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دن اور رات میں دو دو رکعت نفل پڑھے جائیں اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رات اور دن میں چار چار رکعات نماز پڑھی جائے اور امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رات میں دو دو رکعت نفل پڑھے جائیں اور دن میں چار چار رکعت نفل پڑھے جائیں امام ابوحنیفہ نے رات کی نماز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت زرارہ بن اوئی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے، پھر اپنے اہل کی طرف لوٹ آتے، پھر چار رکعت نماز پڑھتے، پھر اپنے بستر پر چلے جاتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۴۸)

اور دن کی نماز کے متعلق امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: چار رکعات اور جتنی چاہتے زیادہ کر دیتے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹)

امام ابویعلیٰ نے اس حدیث کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ اس میں کلام کے ساتھ فصل نہیں کرتے تھے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۳۶۶)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ (سنن ترمذی: ۴۳۷)

اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۰۹، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دن کی نماز کا ذکر نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کا سنن ابوداؤد اور صحیح مسلم سے استدلال ہے اور ان کی احادیث زیادہ قوی ہیں۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۳۷۰-۳۶۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

رات اور دن کے نوافل میں امت پر آسانی ہے چار چار رکعات کا بھی ثبوت ہے اور دو دو رکعات کا بھی

میں کہتا ہوں کہ احادیث میں رات کی نماز چار چار رکعت پڑھنے کا بھی ذکر ہے اور دو دو رکعت پڑھنے کا بھی ذکر ہے دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! رات کی نماز کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا:

دو دو رکعت پس جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت کے ساتھ (آخری دو رکعت کو) وتر کر لو۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳۷، صحیح مسلم: ۷۴۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۶، سنن نسائی: ۱۶۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۸۴۸، ج ۸ ص ۸۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) اور رات کو چار رکعت نماز پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ ﷺ رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعات نماز پڑھتے، تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو پھر آپ تین رکعات پڑھتے، حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۳۷، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، سنن ترمذی: ۴۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۶، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے نوافل میں رکعات کی کوئی حتمی اور لازمی قید مقرر نہیں فرمائی بلکہ آپ نے رات کو دو رکعت نماز بھی پڑھی ہے اور چار رکعت نماز بھی پڑھی اور سنن اور نوافل کے باب میں امت پر آسانی رکھی ہے اسی طرح دن کے نوافل میں بھی آپ نے آسانی رکھی ہے۔ دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رات اور دن کی نماز دو دو رکعت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۹۵، سنن ترمذی: ۵۹۷، سنن نسائی: ۱۶۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات کی حفاظت کی اور ظہر کے بعد چار رکعات کی حفاظت کی اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۶۹، سنن نسائی: ۱۸۱۳) سہل بن معاذ بن انس الجہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنی نماز کی جگہ بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی اور اس دوران اس نے نیکی کے سوا اور کوئی بات نہیں کی تو اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا خواہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۸۷)

حضرت معاذہ سے چاشت کی چار رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے رات اور دن کے نوافل اور سنن میں امت پر تنگی نہیں کی اور آپ نے ہر طرح نماز پڑھی ہے چار رکعات بھی اور دو رکعات بھی۔ واللہ الحمد رسول اللہ ﷺ سے تین رکعت وتر کا ثبوت

ان احادیث میں وتر کی نماز کا بھی ذکر آ گیا ہے تو ہم اس سلسلہ میں وتر کی نماز کی رکعات کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں ابھی ہم نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے آٹھ رکعات کے بعد تین رکعات وتر کی نماز پڑھی۔

(صحیح البخاری: ۱۱۳۷، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، سنن ترمذی: ۴۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۶، مصنف عبدالرزاق: ۴۷۴۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶)

اس کے علاوہ تین رکعات نماز وتر کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے پہلی رکعت میں ”سبح اسم ربك الاعلیٰ“ پڑھتے تھے دوسری رکعت میں ”قل یا ایہا الکافرون“ پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں ”قل هو اللہ احد“ پڑھتے تھے اور نماز سے فارغ ہو کر تین بار ”سبحان الملك القدوس“ پڑھتے تھے۔

(سنن نسائی: ۱۶۹۷-۱۶۹۸-۱۶۹۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۳، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ”سبح اسم ربك الاعلیٰ“ اور ”قل یا ایہا الکافرون“ اور ”قل هو اللہ احد“ کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲، سنن نسائی: ۱۶۹۸-۱۶۹۹، سنن ترمذی: ۳۶۲، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۳۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۹-ج ۱۳ ص ۲۶۳، مسند ابویعلیٰ: ۲۵۵۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۸، سنن دارمی: ۱۵۸۹، المعجم الکبیر: ۱۲۶۷-۱۲۶۸، صحیح ابن حبان: ۲۴۳۶-۲۴۳۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۷۲۰-ج ۲ ص ۳۵۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں ”سبح اسم ربك الاعلیٰ“ اور ”قل یا ایہا الکافرون“ اور ”قل هو اللہ احد“ پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۷۰۹-۳۷۰۸-۳۷۰۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۶)

عبدالعزیز بن جریج بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں کون کون سی سورتیں پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: آپ پہلی رکعت میں ”سبح اسم ربك الاعلیٰ“ پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں ”قل یا ایہا الکافرون“ پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں ”قل هو اللہ احد“ اور معوذتین پڑھتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۳، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۳، سنن ترمذی: ۳۶۲، مصنف عبدالرزاق: ۳۷۱۰)

عامر شعمی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا ان دونوں نے کہا: تیرہ رکعت ان میں سے آٹھ رکعت (تہجد) تھیں اور تین وتر تھے اور دو رکعت فجر کے بعد۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کے وتر تین رکعت ہیں جیسے دن کے وتر ہیں مغرب کی نماز۔ (سنن دارقطنی: ۱۶۳۵-ج ۲ ص ۱۳۸، دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۲۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱-۳۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۱۷۰، مجمع البحرین للطبرانی: ۱۰۸۹، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۲)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخر شب میں تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۲)

صحابہ کرام سے تین رکعت وتر کا ثبوت

ابن السباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا پھر تین رکعت وتر پڑھے۔ (مصنف

ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۱-ج ۲ ص ۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۱۶، مصنف عبدالرزاق: ۳۶۵۱)

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۶۷۵)

زازان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آخر شب میں تین رکعت وتر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۳)

ابوغالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۵)

مکحول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۰)

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر پڑھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رات کے وتر دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۶۳۷)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی طرح اس کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۴۶۷۱)

فقہاء تابعین سے تین رکعت وتر کا ثبوت

حسن بصری نے کہا: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان کی صرف آخری رکعت میں سلام پھیرا جاتا

ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳)

عالمیہ نے کہا: وتر تین رکعت ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۹)

سعید بن جبیر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۴)

مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۵)

زیاد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے ابو العالیہ سے وتر کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا: مغرب کی نماز کی طرح وتر پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۸)

وتر کی نماز کی مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت پر ایک اعتراض کا جواب

ابراہیم التیمی نے کہا: فقہاء وتر کو مغرب کے ساتھ مشابہ کرنے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تین رکعت میں مشابہت مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح مغرب سے پہلے کوئی

نماز نہیں پڑھی جاتی اگر اسی طرح وتر سے پہلے بھی کوئی نماز نہ پڑھی جائے تو یہ مکروہ ہے اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

العلاء بن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: دم کئے تین رکعت وتر نہ پڑھے جائیں

اس سے پہلے دو رکعت پڑھو یا چار رکعت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۷)

ایک رکعت نماز وتر پڑھنے کی ممانعت

حنابلہ شوافع اور غیر مقلدین اس طرح تین رکعت وتر پڑھتے ہیں کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں پھر دم کئی ایک رکعت

نماز پڑھتے ہیں حالانکہ متعدد احادیث میں یہ وارد ہے کہ تین رکعت نماز وتر میں دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۶۹۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعت کے درمیان سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ صرف تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۹)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۶۷۱)

حسن بصری نے کہا: تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳)

مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۵)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دم کئی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص ایک رکعت نماز

پڑھ کر اس سے (نمازوں کو) وتر کرے۔ (تمہید ابن عبد البرج ۵ ص ۲۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۹ھ)
قارئین کو وتر کے تمام اہم عنوانات پر محیط اور یا حوالہ بحث شاید کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے اس نے پوچھا: رات کی نماز کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا: دو دو رکعت پس جب تمہیں صبح ہونے کا خوف ہو تو (آخری دو رکعت کے ساتھ) ایک رکعت پڑھ لو یہ تمہاری تمام پڑھی ہوئی رکعات کو وتر (طاق) کر دے گی۔ الولید بن کثیر نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر نے ان کو حدیث بیان کی کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کو پکارا اور اس وقت آپ مسجد میں تھے۔

۴۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ فَقَالَ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ تَوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ. قَالَ الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنِي عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۳، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۷۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کہ عقیل بن ابی طالب کے غلام ابو مرہ نے ان کو خبر دی از حضرت ابوالواقد اللیثی رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ تین شخص آئے دو تو رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھ گئے اور ایک چلا گیا ان دو میں سے ایک شخص نے مجلس میں کشادگی دیکھی تو وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ موڑ کر چلا گیا جب رسول اللہ ﷺ اپنی بات سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کی خبر نہ دوں؟ رہا ان میں سے ایک شخص تو اس نے اللہ کی طرف پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دے دی رہا دوسرا شخص تو اس نے اللہ سے حیا کی تو اللہ بھی اس سے حیا فرمائے گا (یعنی اس کو عذاب نہیں دے گا) رہا تیسرا تو اس نے اعراض کیا سو اللہ بھی اس سے اعراض فرمائے گا۔

۴۷۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مَرْثَةَ مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلَ ثَلَاثَةٌ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ. فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةَ فَجَلَسَ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا الْآخَرُ فَادْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ الثَّلَاثَةِ؟ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَأَوَى إِلَى اللَّهِ فَأَوَاهُ اللَّهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللَّهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ.

یہ حدیث صحیح البخاری: ۶۶ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جو شخص مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا اور جس شخص نے حلقہ میں

کشادگی دیکھی تو وہاں بیٹھ گیا اور یہاں اس کا عنوان ہے: مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۸۵ - بَابُ الْإِسْتِلْقَاءِ فِي

الْمَسْجِدِ، وَمَدَّ الرَّجُلِ

مسجد میں لیٹنا
اور ٹانگ پھیلانا

اس عنوان میں "استلقاء" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چپ لیٹنا اس عنوان سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسجد میں چپ لیٹنا جائز ہے۔

۴۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ، وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى. وَعَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذَلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عباد بن تمیم از عم خود وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں چپ لیٹے ہوئے دیکھا آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ کے اوپر رکھی ہوئی تھی از ابن شہاب از سعید بن المسیب انہوں نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس طرح کرتے تھے۔

اطراف الحدیث: ۵۹۶۹-۶۲۸۷ | (صحیح مسلم: ۲۱۰۰، الرتم المسلسل: ۵۳۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۸۶۶، سنن ترمذی: ۲۷۶۵، سنن نسائی: ۷۲۱، مسند الحمیدی: ۳۱۳، سنن دارمی: ۲۶۵۹، صحیح ابن حبان: ۵۵۵۲، شرح السنہ: ۳۸۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۶۳۳-ج ۲ ص ۲۶۹، مسند مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ مسجد میں چپ لیٹے ہوئے تھے اور آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔

اس اعتراض کا جواب کہ بعض احادیث میں چپ لیٹنے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کی ممانعت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے اور وہ شخص اپنی پشت پر (چپ) لیٹا ہوا ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۹، سنن ابوداؤد: ۳۸۶۵، سنن ترمذی: ۲۷۶۶، سنن نسائی: ۵۳۵۷، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۹۱)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۲۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے اس طرح لیٹنے سے اس لیے منع فرمایا کہ جب انسان نے شلوار نہ پہنی ہو اور صرف تہبند باندھ کر لیٹا ہوا ہو تو اس کی شرم گاہ ظاہر ہونے کا خدشہ ہے اور اس زمانہ میں زیادہ تر لوگ تہبند باندھتے تھے اور وہ بھی پورے نہیں ہوتے تھے اور جب تہبند چھوٹا ہوا اور کوئی شخص چپ لیٹ کر اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ لے تو وہ اپنی ران کے کھل جانے سے محفوظ نہیں رہے گا اور ران بھی شرم گاہ ہے اور جب تہبند پورا ہو اور تہبند باندھنے والا تہبند کے کھلنے سے بچتا ہو تو پھر مسجد میں چپ لیٹ کر ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المندری ج ۷ ص ۲۰۸-۲۰۷، دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو چٹ لیٹنے کی ممانعت منقول ہے وہ منسوخ ہے؛ کیونکہ امام بخاری نے باب مذکور کی حدیث کے بعد یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما مسجد میں چٹ لیٹتے تھے اگر اس طرح لیٹنا ممنوع ہوتا تو حضرت عمر اور حضرت عثمان اس طرح نہ لیٹتے اور یہ متصور نہیں ہے کہ ان سے اس کی ممانعت مخفی تھی۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۵۸-۱۵۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حافظ ابن حجر نے علامہ ابن بطلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ محض احتمال سے حضرت جابر کی حدیث کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۳ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطلال نے یہ نہیں کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے منسوخ ہونے کا احتمال ہے؛ بلکہ انہوں نے پورے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی چٹ لیٹنے سے ممانعت کی حدیث منسوخ ہے اور اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس طرح لیٹتے تھے اور ان سے اس ممانعت کا مخفی ہونا متصور نہیں ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہو اور نبی ﷺ کسی ضرورت کی بناء پر بیان جواز کے لیے چٹ لیٹے ہوں یا اس وقت نبی ﷺ کے پاس زیادہ صحابہ نہ ہوں؛ کیونکہ جب نبی ﷺ کے پاس صحابہ ہوتے تھے تو آپ مسجد میں وقار کے ساتھ چار زانو بیٹھتے تھے اور تواضع کے ساتھ بیٹھتے تھے دوزانو بیٹھتے تھے یا اکڑوں بیٹھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھنا اور لیٹنا جائز ہے؛ البتہ مسجد میں منہ کے بل اوندھا لیٹنا جائز نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۷۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اوندھے منہ لیٹ کر سونے کی ممانعت اور لیٹنے اور سونے کی چار اقسام

میں کہتا ہوں کہ اوندھے منہ لیٹنے کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا؛ وہ اپنے پیٹ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا؛ آپ نے فرمایا: یہ لیٹنے کا ایسا طریقہ ہے جس کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ (سنن ترمذی: ۲۷۶۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۷)

یعیش بن طحفہ بن قیس الغفاری بیان کرتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ عنہ صاحب الصفہ میں تھے (وہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے ساتھ عائشہ کے گھر چلو؛ چنانچہ ہم گئے؛ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہم کو کچھ کھلاؤ؛ وہ جیشہ (گندم کے موٹے آٹے میں گوشت یا کھجوریں ڈال کر بنایا ہوا طعام) لے کر آئیں؛ وہ پرندے کی خوراک کے برابر تھا؛ ہم نے اس کو کھالیا؛ پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں کچھ پلاؤ؛ وہ العس (بہت بڑا پیالہ جس میں چار کلو سا سکے) میں دودھ لے کر آئیں؛ سو ہم نے اس کو پی لیا؛ پھر فرمایا: اے عائشہ! ہمیں پلاؤ؛ تو وہ چھوٹا پیالہ لائیں؛ پس ہم نے اس کو پی لیا؛ پھر فرمایا: اگر تم لوگ چاہو تو سو جاؤ؛ اور اگر تم چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ؛ تو جس وقت میں سحر کے وقت مسجد میں منہ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا؛ میں نے دیکھا: ایک شخص مجھے اپنے حیر سے ہلا رہا ہے؛ میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے؛ آپ نے فرمایا: اس طرح لیٹنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۴۰، سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۳، صحیح ابن حبان: ۵۰۵۰، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ رات کے آخری حصہ میں لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح سے تھوڑی دیر پہلے لیٹتے تو اپنی دونوں کلائیوں کو کھڑا کر کے اپنے سر کو اپنی ہتھیلیوں پر رکھ لیتے۔

(صحیح مسلم: ۳۱۳، رقم المسلسل: ۶۸۳، شرح السنہ: ۳۳۵۹، مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مؤخر الذکر حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب رات کے آخری حصہ میں آپ لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح کا وقت قریب ہوتا تو دونوں کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھ لیتے اور سو جاتے اور یہ اس لیے کرتے تھے تاکہ گہری اور میٹھی نیند نہ آئے اور نماز فجر فوت نہ ہو جائے اور پہلی صورت میں جب آپ دائیں کروٹ پر سوتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ پھر بائیں جانب دل معلق رہتا تھا اور قرار اور سکون کم ہوتا تھا اور گہری نیند نہیں آتی تھی۔

اگر بائیں کروٹ پر لیٹا جائے تو دل اپنی جگہ پر سکون رہتا ہے اور گہری نیند آتی ہے اور اطباء چونکہ جسم کو آرام پہنچانا چاہتے ہیں اس لیے وہ کہتے ہیں بائیں کروٹ پر سونا چاہیے تاکہ کھانا اچھی طرح ہضم ہو جائے اور ظاہر کی حرارت باطن میں پہنچ جائے جو کھانے کے ہضم ہونے کی موجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

سونے کی چار قسمیں ہیں: (۱) چپ لیٹ کر سونا، یہ غور و فکر کرنے والوں کا طریقہ ہے جو آسمان اور اجرام فلکیہ کو دیکھ کر ان میں غور و فکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر استدلال کرتے ہیں (رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے بھی چپ لیٹنا ثابت ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث: ۴۷۵ میں مذکور ہے۔ سعیدی غفرلہ) (۲) دائیں کروٹ پر سونا، یہ عبادت گزاروں کے سونے کا طریقہ ہے، کیونکہ اس صورت میں گہری نیند نہیں آتی اور انسان عبادت کے لیے اپنے وقت پر بیدار ہو جاتا ہے (۳) بائیں کروٹ پر سونا، یہ اطباء کا طریقہ ہے کیونکہ اس صورت میں کھانا جلد ہضم ہوتا ہے اور جسم کو راحت اور آرام ملتا ہے (۴) منہ کے بل اوندھے لیٹ کر سونا، یہ غافل لوگوں کے سونے کا طریقہ ہے کیونکہ انسان کے بدن کا نسب سے عزت والا حصہ سینہ ہے، وہ خاک ذلت پر ہوتا ہے یا نیچے ہوتا ہے اور یہ وہ طریقہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ان حدیثوں کی شرح میں حضرت محدث دہلوی منفرد ہیں، میں نے ان حدیثوں کی شرح کے لیے عمدۃ القاری، فتح الباری لابن رجب، فتح الباری لابن حجر، شرح نووی، معالم السنن، عارضۃ الاحوذی، تحفۃ الاحوذی اور مرقاۃ المفاتیح کو دیکھا، کسی نے بھی دائیں کروٹ پر سونے اور جب فجر قریب ہو تو کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھنے کی توجیہ نہیں بیان کی، نہ سونے کی مذکورہ اقسام بیان کیں، یہ صرف حضرت محدث دہلوی کا تفرد ہے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر نور اور رحمتیں بکھیرے اور ان کے فیوضات سے ہمیں بھی حظ وافر عطا فرمائے۔ (آمین)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۳۹۰۔ ج ۶ ص ۴۰۸ پر مذکور ہے، وہاں کسی عنوان کے تحت شرح نہیں ہے، صرف فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

لوگوں کے ضرر کے بغیر راستے

میں مسجد کا ہونا

۸۶ - بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُونُ فِي

الطَّرِيقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ راستہ میں مسجد بنانا جائز ہے، بشرطیکہ اس سے لوگوں کو حرج نہ ہو، مسجد بنانے کی کئی اقسام ہیں، ایک قسم بالاتفاق جائز ہے، وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ملکیت میں مسجد بنائے، دوسری قسم بالاتفاق ناجائز ہے، وہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی ملکیت میں مسجد بنائے، اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملتا بلکہ دوسرے کی جگہ میں تصرف کرنے کی وجہ سے انسان

عذاب کا مستحق ہوتا ہے شہروں میں عموماً لوگ سرکاری زمین پر حکومت یا اس کے مجاز نمائندہ کی اجازت کے بغیر مسجد بنا لیتے ہیں یہ بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہے اور تیسری قسم راستہ میں مسجد بنانا ہے یہ اس وقت جائز ہے جب اس سے کسی کو حرج نہ ہو بعض فقہاء نے اس کو بھی ناجائز ہے کہا ہے امام بخاری نے اس عنوان سے ان کا رد کرنے کا قصد کیا ہے۔

وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ وَيُوبُ وَمَالِكٌ۔ اور حسن بصری، ایوب اور مالک کا یہی قول ہے۔

ایوب سے مراد ایوب سختیانی ہیں اور مالک سے امام مالک بن انس مراد ہیں ہر چند کہ جمہور فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے لیکن چونکہ ان تین فقہاء نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے اس لیے امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

۴۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفِي النَّهَارِ بِكُرَّةٍ وَعَشِيَّةٍ ثُمَّ بَدَأَ لَابِي بَكْرٍ فَأَبْتَنِي مَسْجِدًا بِفَنَاءِ دَارِهِ فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَغَاءً لَا يَمْلِكُ عَيْنِيهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ فَافْزَعُ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ وہ بیان کرتی ہیں: میں نے اسی وقت ہوش سنبھالا تھا جب میرے والدین دین کے احکام پر عمل کرتے تھے اور ہر روز دن کی دونوں طرفوں میں صبح اور شام ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تھے پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالیں پھر وہ اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور (بلند آواز سے) قرآن مجید پڑھتے تھے مشرکین کے بیٹے اور ان کی عورتیں سب اس کو سنتے اور اس پر تعجب کرتے اور حضرت ابو بکر کی طرف دیکھتے اور حضرت ابو بکر پر سوز اور دل گداز طبیعت کے مالک تھے جب وہ قرآن پڑھتے تو ان کی آنکھیں بے قابو ہو جاتیں اور وہ آنسو بہاتے قریش کے سردار اس منظر سے بہت گھبرا گئے۔

[الطراف الحديث: ۲۲۹۷-۳۹۰۵-۴۰۹۳-۵۸۰۷-۶۰۷۹]

(مصنف عبد الرزاق: ۹۷۴۳، صحیح ابن حبان: ۶۲۷۷، دلائل النبوة لابی نعیم: ۲۳۰، شرح النبی: ۳۷۶۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۵، المستدرک ج ۳ ص ۳-۳، سنن بیہقی ج ۹ ص ۹، دلائل النبوة للبیہقی ج ۲ ص ۷۵-۷۶، مستدرک ج ۶ ص ۱۹۸، طبع قدیم، مستدرک ج ۶ ص ۲۲۶-۲۵۶، ج ۲ ص ۳۱۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

بغیر ضرر کے راستہ میں مسجد بنانے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن شعبان نے کتاب الزامی میں لکھا ہے کہ ان مساجد میں نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے جو راستوں میں رہائش کی جگہوں میں اور کشتی کے لنگر انداز ہونے کی جگہوں پر بنائی گئی ہوں کیونکہ وہ ناحق جگہوں پر بنائی گئی ہیں اور جس شخص نے اس مسجد میں اس تاویل سے نماز پڑھی کہ وہ راستہ میں نماز پڑھ رہا ہے اور جس طرح راستہ پر اور روں کا حق ہے اس کا بھی حق ہے تو اس کی نماز ہو جائے گی اور اگر مسجد کسی وسیع جگہ پر ہو اور امام کا یہ ارادہ ہو کہ اس جگہ کو وسیع کرے جس سے چلنے والوں کو ضرر نہ ہو تو امام مالک

کے نزدیک اس کو منع نہیں کیا جائے گا اور ربیعہ نے راستہ میں مسجد بنانے سے منع کیا ہے اور میرے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے اور میں نے ربیعہ کے قول کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ راستہ میں حیض اور نفاس والی عورتیں بھی چلتی ہیں اور نابالغ اور ذمی بھی چلتے ہیں اگر وہاں مسجد بنا دی جائے تو ان کو ضرر ہوگا۔

امام مالک کے قول کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں اضافہ کرنا امام کا حق ہے اور امام مالک نے راستہ میں مسجد بنانے کو جائز کہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں مسجد بنائی تھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گھروں کے صحن میں اگرچہ کسی کا کوئی حق نہیں ہوتا اور راستہ پر چلنے والے گھروں کے منافع کے مستحق نہیں ہوتے لیکن مسجد مسلمانوں کی جماعت کا حصہ زمین ہے اور کسی کے لیے اس کو ملکیت بنانا جائز نہیں ہے لہذا مسجد راستہ کے حکم میں ہے بلکہ اس میں راستہ سے زیادہ نفع ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھی جاتی ہے جو اسلام کے اعظم امور سے ہے اور اس کے قائم کرنے میں احتیاط برتنا راستہ میں بچوں، حائض عورتوں اور ذمیوں کی رعایت کرنے سے زیادہ افضل ہے امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں امام مالک کے قول کی طرف میلان کیا ہے۔

اس حدیث سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ کی تبلیغ اور اس کے اظہار کے مقابلہ میں اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور رسول اللہ ﷺ کے بعد وہی اس مرتبہ پر ہیں۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۵۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطلال کی شرح کا خلاصہ لکھ دیا ہے علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے بھی ان ہی کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۷۷۷ فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۳ شرح الکرمانی ج ۳ ص ۱۳۸)

۸۷- بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ السُّوقِ

بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

علامہ کرمانی، علامہ ابن بطلال اور علامہ ابن حجر کی شروح پر علامہ عینی کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں مسجد سے مراد مجازاً وہ جگہ ہے جہاں نماز پڑھی جائے خصوصیت کے ساتھ مسجد کی عمارت مراد نہیں ہے۔

(شرح الکرمانی ج ۳ ص ۱۳۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انہوں نے بغیر ضرورت کے امام بخاری کے عنوان میں مسجد کو مجاز پر محمول کیا ہے اور اس سے نماز پڑھنے کی جگہ مراد لی ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۷۷۷)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے یہ اس لیے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بازار میں دکان میں نماز پڑھے تو یہ عنوان اس کو بھی شامل ہو جائے لہذا مجاز کا ارادہ بلا ضرورت نہیں ہے۔

علامہ ابن بطلال متوفی ۴۴۹ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

”اسواق“ (بازاروں) سے مراد نماز پڑھنے کی جگہیں ہیں ایک حدیث میں نبی ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا کہ زمین کا سب سے بدترین ٹکڑا کون سا ہے؟ تو آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر خبر دی کہ زمین کا سب سے بدترین ٹکڑا بازار ہیں اور سب سے بہترین ٹکڑا مساجد ہیں اس حدیث کو امام آجری نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے امام بخاری کو خوف ہوا کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے گا اس کو یہ وہم ہوگا کہ جب بازار زمین کا بدترین ٹکڑا ہیں تو وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا اس لیے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ کی یہ

حدیث روایت کی کہ جس نے بازار میں تنہا نماز پڑھی تو اس کو نماز کے پچیس درجوں میں سے ایک درجہ ملے گا، جیسے کوئی شخص اپنے گھر میں اکیلے نماز پڑھے تو امام بخاری نے یہ استدلال کیا کہ جب بازار میں تنہا نماز پڑھنا جائز ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ بازار میں مسجد بنالی جائے تاکہ بازار میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب مل جائے جس طرح عذر کی حالت میں گھروں میں مسجد بنالی جاتی ہے تاکہ گھروں میں بھی جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اس شرح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ علامہ ابن بطلال کو یہ کہاں سے پتا چلا کہ امام بخاری کو یہ خوف ہوا کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے گا کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں تو وہ بازار میں نماز نہیں پڑھے گا۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۷۷)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ اعتراض بالکل بے جان ہے اس قسم کی عبارت محاورۃً لکھی جاتی ہے اس عبارت سے علامہ ابن بطلال کی مراد یہ تھی کہ اس حدیث کی بناء پر یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہے تو پھر بازار میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے اس وہم کے ازالہ کے لیے امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا کہ بازار میں نماز جائز ہے اور جواز پر اس باب کی حدیث سے استدلال کیا۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں اور زمین کا بہترین ٹکڑا مساجد ہیں جیسا کہ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض اس کی سند صحیح ہو تو یہ بازار میں مسجد بنانے سے مانع نہیں ہے کیونکہ اب جس زمین کے ٹکڑے میں مسجد ہوگی وہ زمین کا بہترین ٹکڑا ہوگا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۵ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس شرح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ شرح سب سے بعید ہے اس قائل کو کہاں سے پتا چلا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس طرح اشارہ کیا ہے جس کا اس نے ذکر کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۷۷)

میں کہتا ہوں کہ اشارہ کا منشاء یہ ہے کہ امام بخاری نے امام بزار کی اس حدیث کو کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں اصلۃً روایت کیا نہ تعلیقاً روایت کیا بلکہ اس کے برخلاف اس حدیث کو روایت کیا کہ بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس درجہ اجر ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام بزار کی یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو جب بازار میں مسجد بن جائے گی تو وہ زمین کا بدترین ٹکڑا نہیں رہے گی بلکہ وہ زمین کا بہترین ٹکڑا ہو جائے گی علاوہ ازیں علامہ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ اس عنوان سے اس طرف اشارہ ہے یہ تو نہیں کہا: یہ عنوان اس باب میں عبارة النص ہے لہذا اس شرح پر علامہ عینی کا اعتراض بالکل بے معنی اور مبہل ہے۔

دوسرے شارحین کی شرح پر تنقید کرنے کے بعد علامہ عینی خود امام بخاری کے عنوان کی شرح لکھتے ہیں:

جب امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کو روایت کرنے کا ارادہ کیا جس میں یہ اشارہ ہے کہ نمازی کی نماز یا تو اس مسجد میں ہوگی جو نماز کے لیے بنائی گئی یا اس کے اپنے گھر میں ہوگی یا بازار میں ہوگی تو انہوں نے اس حدیث کا یہ عنوان لکھا: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کا جواز اور ان تین جگہوں میں سے بازار کی مسجد کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ بازار ایسی جگہ ہے جہاں شور و شغب زیادہ ہوتا ہے اور لوگ خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں اور اس میں سخی، جھوٹی قسمیں بہت کھائی جاتی ہیں تو یہاں یہ وہم ہو سکتا تھا کہ بازار میں نماز نہیں ہوگی اس لیے امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ عنوان میں بازار کی مسجد کا ذکر کیا۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۷۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

چاروں شرحوں کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے امام بخاری کے عنوان کی بہت عمدہ اور جامع شرح کی ہے، لیکن ان کی شرح بھی علامہ عسقلانی کی شرح کا عکس ہے، علامہ عسقلانی نے یہ کہا تھا: چونکہ بعض احادیث میں یہ مذکور ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں (اس معنی کی حدیث صحیح مسلم: ۲۸۸ میں بھی ہے) اس لیے کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید بازار میں نماز نہیں ہوگی، لہذا امام بخاری نے عنوان میں لکھا: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا، یعنی اس کا جواز، حافظ ابن حجر نے اس وہم کا منشاء ایک حدیث کو بنایا اور حافظ عینی نے اس وہم کا منشاء اپنے اجتہاد سے بازار کے شور و شغب وغیرہ کو بنایا، نیز علامہ عینی کی شرح علامہ کرمانی سے بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، انہوں نے کہا تھا کہ مساجد سے مراد نماز کی جگہیں ہیں تاکہ یہ عنوان گھر اور دکان میں پڑھی ہوئی نمازوں کو بھی شامل ہو جائے اور علامہ عینی نے بھی لکھا ہے کہ اس باب کی حدیث مسجد گھر اور دکان میں پڑھی ہوئی نمازوں کو شامل ہے، فرق یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے حدیث کے عموم کی وجہ سے عنوان کو عام کر دیا اور یہ کہا کہ عنوان میں جو مساجد کا ذکر ہے اس سے مراد عموم ہے یعنی نماز کی جگہیں تاکہ امام بخاری کا عنوان حدیث کے مطابق ہو جائے اور اس اعتبار سے علامہ کرمانی کی شرح بہت اچھی ہے اور علامہ عینی کی شرح بھی بہت خوب ہے، انہوں نے عنوان میں بازار کی مسجد کے خصوصی ذکر کی توجیہ کی ہے۔ "وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْتَفُونَ مَذَاهِبٌ" "لوگوں کی پسند اور رجحان مختلف ہیں" "وَلِكُلِّ وَجْهَةٌ" (البقرہ: ۱۳۸) ہر کسی کی خاص جہت ہے۔

کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (الروم: ۳۲) ہر گروہ اس چیز سے خوش ہونے والا ہے جو اس کے پاس

ہے۔

وَصَلَّى ابْنُ عَوْنٍ فِي مَسْجِدٍ فِي دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ اور ابن عون نے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی جس کا دروازہ لوگوں پر بند کیا ہوا تھا۔

امام بخاری کے عنوان میں بازار کی مسجد کا ذکر ہے اور اس اثر میں گھر کی مسجد کا ذکر ہے، لہذا یہ اثر امام بخاری کے عنوان کے مطابق نہیں ہے، علامہ کرمانی اس اثر کو ذکر کرنے کی وجہ لکھتے ہیں:

اس اثر کو ذکر کرنے سے شاید امام بخاری کی غرض فقہاء احناف پر رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ گھر میں ایسی مسجد کا بنانا ممنوع ہے جس کا دروازہ لوگوں سے محبوب ہو، یعنی بند کیا ہوا ہو۔ (شرح النکرمانی ج ۳ ص ۱۳۹، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، فقہاء احناف کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ (علامہ) کرمانی نے فقہاء احناف پر افتراء کیا ہے کیونکہ فقہاء احناف نے اس طرح نہیں کہا بلکہ اس سلسلہ میں مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے گھر میں مسجد بنائی اور اس کا دروازہ الگ کر دیا تو یہ جائز ہے اور وہ مسجد ہو جائے گی اور جب اس نے دروازہ بند کر دیا اور اس میں نماز پڑھی تو یہ بھی کراہت کے ساتھ جائز ہے، اسی طرح باقی مساجد کا بھی حکم ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۳۷۸-۳۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی علامہ کرمانی پر رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ فقہاء احناف نے اس صورت میں نماز کو مکروہ لکھا ہے حرام نہیں لکھا، اور اس اثر کی عنوان کے ساتھ یہ مناسبت بیان کی ہے کہ امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ بازار کے اندر جو مسجد بنائی گئی ہو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے کیونکہ ابن عون نے گھر کے اندر بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھی جس کا دروازہ لوگوں پر بند تھا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۵، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: یہ بہت بعید مناسبت ہے، مگر علامہ کرمانی کی بیان کردہ مناسبت سے بہتر ہے۔

۴۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ
الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَوَةُ الْجَمِيعِ تَزِيدُ
عَلَى صَلَوَتِهِ فِي بَيْتِهِ وَصَلَوَتِهِ فِي سُوْقِهِ خَمْسًا
وَعِشْرِينَ دَرَجَةً فَإِنْ أَحَدُكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ
وَأَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً
إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ حَتَّى
يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يُصَلِّي كَانَ
فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ تَحْبِسُهُ وَتُصَلِّيُ بَعْنَى عَلَيْهِ
الْمَلَائِكَةُ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ اللَّهُمَّ
اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۷۰، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۳۲۶ھ)

نہ توڑے۔

جب تک وہ نماز کے انتظار میں مسجد میں رہے، فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اس کی شرح صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے باقی اہم امور کی شرح حسب ذیل ہے:

باب کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس جملہ میں ہے: اور اس کی بازار میں نماز پر پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔
اس حدیث میں اچھی طرح وضوء کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: ہر عضو کو تین تین بار دھوئے اور وضوء کی تمام سنتوں اور وضوء کے تمام مستحبات پر عمل کرے اور جو کام وضوء میں مکروہ ہیں ان سے اجتناب کرے۔
اور اس حدیث میں ہے: وہ کسی کو ایذا نہ دے یعنی اپنے قول اور فعل سے کسی کو ایذا نہ دے۔

جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت اور ستائیس درجہ فضیلت کی احادیث میں تطبیق کی توجیہات
اس حدیث میں ذکر ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زائد اجر ہوتا ہے جب کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ ستائیس درجہ زائد اجر ہوتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز، تنہا نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۵، صحیح مسلم: ۶۵۰، رقم المسلسل: ۲۳۹۰، سنن نسائی: ۸۳۷)

ان حدیثوں میں حسب ذیل وجوہ سے تطبیق دی گئی ہے:

(۱) پہلے اللہ تعالیٰ نے پچیس درجہ فضیلت کی خبر دی، پھر بعد میں ستائیس درجہ فضیلت کی خبر دی کیونکہ ناقص مقدم ہوتا ہے اور زائد مؤخر ہوتا ہے۔

(۲) مسجد کے بغیر جماعت کے ساتھ نماز میں پچیس درجہ فضیلت ہے اور مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے میں ستائیس درجہ فضیلت

ہے۔

(۳) جس حدیث میں پچیس درجہ فضیلت بیان کی گئی ہے اس میں ہر قدم پر نیکی عطا فرمانے اور گناہ مٹانے کا بھی ذکر ہے جب کہ وہ حدیث جس میں ستائیس درجہ فضیلت مذکور ہے اس میں ہر قدم پر نیکی عطا فرمانے اور گناہ مٹانے کا ذکر نہیں ہے۔ یوں ایک اضافی فضیلت کے ذریعہ پچیس کو ستائیس کے برابر کیا گیا ہے۔

(۴) ثواب کے درجات کا یہ اختلاف نمازیوں کے مختلف احوال کے اعتبار سے ہے جو شخص نماز کو کامل طریقہ سے اس کے تمام آداب کے ساتھ پڑھتا ہے اس کو ستائیس درجہ ثواب ملتا ہے اور جو ان آداب کی رعایت نہیں کرتا اس کو پچیس درجہ ثواب ملتا ہے۔

(۵) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ درجات کا یہ اختلاف نمازی کے خضوع اور خشوع کی کمی اور بیشی کے اعتبار سے ہو۔

(۶) عصر اور فجر کی نمازوں میں چونکہ دن اور رات کے فرشتے مجتمع ہوتے ہیں اس لیے ہو سکتا ہے ان میں ستائیس درجہ ثواب ہو اور باقی نمازوں میں پچیس درجہ ثواب ہو۔

(۷) ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ قلیل کثیر کے منافی نہیں ہے۔

(۸) علامہ فضل اللہ بن سعید الحسن التورپشی متوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے پہلے پچیس درجات کی خبر دی پھر ستائیس درجات کی خبر دی حقیقت میں اس کی وجہ علوم نبوت کی طرف راجع ہے ہماری عقلیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ بہ طور احتمال یہ کہا جاسکتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فوائد مثلاً نمازیوں کا جمع ہونا اور ان کا صفیں بنانا اقتداء کے فوائد اور شعائر اسلام کا اظہار یہ تمام چیزیں نبی ﷺ پر منکشف کی گئیں اور ان کی وجہ سے پہلے آپ کو پچیس درجہ جماعت کی فضیلت پر مطلع فرمایا اور پھر ستائیس درجہ فضیلت پر مطلع فرمایا لیکن اس کے حقیقی سبب کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔

(کتاب السیر فی شرح مصابیح النجاشی ص ۲۸۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۲۲ھ)

(۹) علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۸۶۷ھ پچیس درجہ فضیلت کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

اس قسم کی چیزوں کے اسرار کا تو شارع علیہ السلام ہی کو علم ہے لیکن بہ طور احتمال یہ کہا جاسکتا ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا اجر بڑھایا اور پانچ کو پانچ میں ضرب دی تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا لہذا ہر نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا پھر اگر یہ کہا جائے کہ ستائیس درجہ فضیلت کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی رکعات کی تعداد سترہ ہے اور دن اور رات کی سنن مؤکدہ کی تعداد دس ہے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا تو اس طرح جماعت کے ساتھ نماز کا اجر ستائیس گنا کر دیا۔ (شرح الکرمانی ج ۳ ص ۱۳۹، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ دن اور رات کی سنن مؤکدہ کی تعداد دس نہیں بارہ ہے اس طرح انتیس کا عدد حاصل ہوگا پھر علامہ عینی لکھتے ہیں:

(۱۰) مجھے اس مقام پر انوار الہیہ اسرار ربانیہ اور عنایات محمدیہ سے جو وجہ منکشف ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو دس گنا کر دیا اور چونکہ انسان پانچ وقت نماز پڑھتا ہے تو ان میں سے پانچ اور ملائے تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا لہذا جماعت کے ساتھ پڑھنے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عدد میں

اکائی ہے دہائی ہے سینکڑہ ہے ہزار ہے اور لاکھ ہے اور ان میں متوسط سینکڑہ ہے اور اس کا چوتھائی پچیس ہے اور چوتھائی کل کے حکم میں ہوتا ہے لہذا متوسط پچیس کا عدد ہو گیا اور اس لیے جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا۔ ستائیس درجہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ سابقہ تقریر کے لحاظ سے بہ طور فضل نمازوں کا اجر بیس درجہ ہے اور ہفتہ کے دن سابت ہیں لہذا جب بیس کے ساتھ سات ملائے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا اور یوں جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر ستائیس درجہ زیادہ ہو گیا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ سب تک بندیاں ہیں اور ان کے انکشاف کی انوار الہیہ اسرار ربانیہ اور عنایات محمدیہ کی طرف نسبت کرنا مناسب نہیں ہے۔ اصل بات وہی ہے جو علامہ تورپشتی نے کہی ہے کہ اس کا حقیقی علم علوم نبوت ہی کی طرف راجع ہے۔

۸۸۔ بَابُ تَشْبِيكِ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

مسجد وغیرہ میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا جائز ہے خواہ مسجد میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالی جائیں خواہ کسی اور جگہ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از بشر انہوں نے کہا ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں واقد نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر یا ابن عمرو رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

۴۷۸، ۴۷۹۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ بَشَرَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وَاقِدٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَوْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ. | طرف الحدیث: ۴۸۰ |

اور عاصم بن علی نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے یہ حدیث اپنے والد سے سنی تھی میں نے اس کو محفوظ نہیں رکھا پھر واقد نے اپنے والد کے واسطے سے نقل کر کے مجھے بتایا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں اس طرح باقی رہ جاؤ گے (پھر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں)۔

۴۸۰۔ وَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ أَبِي قَلَمٍ أَحْفَظُهُ فَقَوْمَهُ لِي وَاقِدٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي وَهُوَ يَقُولُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ كَيْفَ بَلَكَ إِذَا بَقِيتَ فِي حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ بِهَذَا؟ (مسند الحمیدی: ۷۷۲، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۳، مسند ابویعلیٰ: ۵۵۹۳، صحیح ابن حبان: ۵۹۵۱، ۵۹۵۰، المعجم الكبير: ۵۹۶۸، ۵۸۸۳، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۶۵۰۸، ج ۱۱ ص ۵۳)

حدیث: ۴۸۰-۴۷۸ کے رجال کا تعارف

(۱) حامد بن عمر البکراوی یہ ابو بکر الشافعی کی اولاد سے ہیں یہ نیشاپور میں رہتے تھے اور کرمان کے قاضی تھے ان سے امام مسلم نے بھی روایت کی ہے یہ ۲۳۳ھ میں نیشاپور میں ہی فوت ہو گئے (۲) بشر بن الفضل الرقاشی یہ حجت ہیں یہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور ہر روز چار سو رکعات پڑھتے تھے ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عاصم بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن

عمر بن الخطاب العمری المدنی ان کی امام احمد وغیرہ نے توثیق کی ہے (۴) عاصم مذکور کے بھائی یہ واقعہ بن محمد بن زید ہیں ان کی امام ابو زرہ وغیرہ نے توثیق کی ہے (۵) ان کے والد محمد بن عبد اللہ ان کی بہت ائمہ نے توثیق کی ہے (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما (۷) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما (۸) ابو عبد اللہ اس سے مراد خود امام بخاری ہیں (۹) عاصم بن علی بن عاصم بن صہیب الواسطی یہ امام بخاری اور امام دارمی کے شیخ ہیں تہذیب التہذیب میں لکھا ہے: یہ ثقاہت شیوخ سے تھے ابن معین نے کہا: یہ ضعیف تھے ایک روایت میں ہے: یہ کچھ بھی نہیں تھے دوسری روایت میں ہے: یہ کذاب تھے یہ ۱۵ رجب ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۸۳-۳۸۴)

حدیث مذکور کا مکمل متن

علامہ بدرالدین عینی نے امام الحمیدی کی الجمع بین الصحیحین کے حوالہ سے مسند ابن عمر میں حدیث مذکور کا مکمل متن اس طرح لکھا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا عبد اللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں اس طرح رہ جاؤ گے اور آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں ان کی عہود اور امانتیں خلط ملط ہو جائیں گی پھر وہ اس طرح ہو جائیں گے پھر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں حضرت عبد اللہ بن عمرو نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں اس وقت کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: جونیک بات ہو اس پر عمل کرنا اور جو بری بات ہو اس کو چھوڑ دینا اپنے خاص لوگوں کی طرف آنا اور عام لوگوں کو چھوڑ دینا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۸۲ مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲)

”حشالہ“ کا معنی

کسی چیز کا اصل جو ہر نکلنے کے بعد جو اس کے ردی اجزاء باقی رہ جاتے ہیں اس کو ”حشالہ“ کہتے ہیں اردو میں اس کو تلچھٹ کہتے ہیں یا جیسے بادام یا سوس کا تیل نکالنے کے بعد پھوک باقی رہ جاتا ہے جس کو کھل کہتے ہیں یا جیسے آٹا چھاننے کے بعد بھوسی رہ جاتی ہے یا جیسے تیل صاف کرنے کے بعد یا شربت صاف کرنے کے بعد یا کسی چیز کے عرق کو کپڑے سے چھاننے کے بعد اس کا گاڑھاسیال مادہ بچ جاتا ہے یا جیسے مٹی کے تیل کو صاف کر کے پٹرول نکالتے ہیں پھر جو گاڑھاسیال بچ جاتا ہے جس کو ذیل اور موہل آئل کا نام دیا جاتا ہے تارکول بھی اسی کی قسم ہے یہاں مراد یہ ہے کہ جب نیک لوگوں کے اٹھ جانے کے بعد گھٹیا اور ردی لوگ رہ جائیں گے اور علماء کے اٹھ جانے کے بعد جبلاء رہ جائیں گے اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا! تم ان لوگوں کے ساتھ خلط ملط اور گتھم گتھا ہو جاؤ گے اس طرح پھر آپ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

”مرجت عہودہم“ کا معنی

”مرج“ کا معنی ہے: دو چیزوں کا ملانا ”مرجت عہودہم“ کا معنی ہے: لوگ اپنے کیے ہوئے عہود کو خلط ملط کر دیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے اور ”مرجت امانتہم“ کا معنی ہے: لوگ امانتوں کو ضائع کر دیں گے۔

انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے میں اختلاف فقہاء

علامہ ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد وغیرہ میں تشبیب کرنا جائز ہے یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا امام مالک اور ابراہیم نخعی نے نماز میں تشبیب سے منع کیا ہے۔ (مسند ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۸) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز میں تشبیب کی اجازت دی

ہے وہ خود بھی نماز کے اندر انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۳۱-۴۸۲۹) اور حسن بصری مسجد میں تشبیک کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۳۰) یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے تھے اور امام مالک نے کہا: یہ لوگ مسجد میں تشبیک سے منع کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

معمولی تغیر سے علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۸۳ فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۶)

مسجد کو جاتے وقت اور مسجد میں تشبیک کی ممانعت میں احادیث اور آثار

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضوء کرے پھر نماز کے قصد سے مسجد کی طرف نکلے تو وہ اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ وہ نماز میں ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۸۶، سنن ابن ماجہ: ۹۶۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں وضوء کرے پھر وہ نماز کے ارادہ سے گھر سے نکلے تو وہ اپنے واپس لوٹنے تک نماز میں ہی رہتا ہے پس تم اس طرح نہ کرو: آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۳۳۴۰ یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے بھی مروی ہے مصنف عبدالرزاق: ۳۳۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ) ابن جریج، محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں: نبی ﷺ ایک شخص سے ملے وہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالے ہوئے تھا آپ نے فرمایا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: مسجد کی طرف تو نبی ﷺ نے اس کے ہاتھ کی انگلیوں کو کھول دیا اور فرمایا: جب تم اپنے گھر سے مسجد کی طرف جاؤ تو اس طرح تشبیک نہ کرو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۳۳۴۴ یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے بھی مروی ہے مصنف عبدالرزاق: ۳۳۴۱-۳۳۴۲)

طاؤس کہتے ہیں: نماز میں تشبیک کرنا مکروہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۳۴۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا وہ مسجد کے وسط میں بیٹھا ہوا تھا اور تشبیک کرتے ہوئے خود سے باتیں کر رہا تھا نبی ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کیا وہ نہیں سمجھا پھر آپ نے حضرت ابوسعید خدری کی طرف مڑ کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ تشبیک شیطان کے عمل سے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں ہو تو وہ تشبیک نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے وضوء کرے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۳۰ حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند کے رجال صحیح ہیں مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: جب تم مسجد میں ہو تو اپنی انگلیوں میں تشبیک ہرگز نہ کرو۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۴۴۰ المسند رک ۷۴۵ کنز العمال: ۱۹۹۹۲)

تشبیہ کی مختلف اور متعارض احادیث میں تطبیق کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۳۸۰ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے تشبیہ کر کے دکھائی اور حضرت عبد اللہ بن عمر اور فقہاء تابعین سے بھی تشبیہ کرنا منقول ہے اور مذکور الصلوٰۃ حدیث اور آثار میں تشبیہ کی ممانعت ہے۔ ابن المنیر نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ اگر فضول بے فائدہ اور عبث طریقہ سے تشبیہ کی جائے تو وہ ممنوع ہے اور نبی ﷺ نے جو تشبیہ کی تھی تو آپ نے خلط ملط اور گتھم گتھا ہونے کے معنی کو سمجھانے کے لیے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالی تھیں کہ تم اپنے زمانہ کے خسیس اور گھٹیا لوگوں کے ساتھ اس طرح مخلوط اور گتھم گتھا نہ ہو جانا سو آپ نے جو تشبیہ کا عمل کیا تھا وہ بامعنی اور بامقصد تھا۔

اور وہ ان احادیث کی ممانعت سے خارج ہے۔

اسماعیلی نے کہا: تشبیہ اس صورت میں منع ہے جب انسان نماز پڑھ رہا ہو یا نماز کے قصد سے جا رہا ہو یا مسجد میں نماز کا منتظر ہو کیونکہ وہ بھی نمازی کے حکم میں ہے اور نبی ﷺ نے جو تشبیہ کی تھی وہ ان تمام صورتوں سے خارج تھی اور حضرت ابو ہریرہ کی جس حدیث میں ہے کہ جب تک تم مسجد میں ہو اس وقت تک تشبیہ نہ کرو اس کی سند ضعیف ہے۔ علامہ ابن بطلال نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۶ دار المعرفۃ بیروت، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تشبیہ کی ممانعت کے اسباب

تشبیہ کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان کا عمل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۳)

اس ممانعت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس عمل سے عموماً تیند آتی ہے اور نیند آنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

اس ممانعت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ تشبیہ کی صورت میں اختلاف کی صورت ہے یعنی ہر ہتھیلی کی انگلیاں مخالف جانب ہو جاتی ہیں سو جو مسجد میں نماز کا منتظر ہو وہ تشبیہ نہ کرے کیونکہ نبی ﷺ نے صورت اختلاف سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم (صفوں میں) اختلاف نہ رکھو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور تم بازاروں کے فتنوں اور خرابیوں سے اجتناب کرو۔

(صحیح مسلم: ۴۳۲، سنن ابوداؤد: ۶۷۵، سنن ترمذی: ۲۲۸، سنن نسائی: ۸۱۱، مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۷)

۴۸۱ - حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ لِلْمُؤْمِنِينَ كَالْبَنِيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ أَصَابِعُهُ [أطراف الحديث: ۲۳۴۶-۶۰۲۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی ابی بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ از جد خود از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک مومن بنیاد کی طرح ہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ جو کر مضبوط ہوتے ہیں اور نبی ﷺ نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۸۵، رقم المسلسل: ۶۳۶۲، سنن ترمذی: ۱۹۲۸، سنن نسائی: ۲۵۶۰، مسند الحمیدی: ۷۷۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۰۳، صحیح ابن

جہان: ۵۷۹، مسند ابویعلیٰ: ۷۷۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۵، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۶۲۳، ج ۳ ص ۳۹۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن

الجوزی: ۳۹۳، مکتبۃ الرشیدیہ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خلاد بن یحییٰ بن صفوان ابو محمد السلمی الکوفی، یہ مکہ میں رہتے تھے اور ۲۱۳ھ میں وہیں فوت ہو گئے (۲) السفیان الثوری (۳) ابو بردہ ان کا نام برید ہے یہ عبداللہ بن بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الکوفی ہے (۴) ابو بردہ بن ابی موسیٰ الکوفی الفقیہ قاضی الکوفہ ان کا نام الحارث ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عامر ہے (۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۳۸۴)

اس حدیث میں ”بنیان“ کا لفظ ہے اس کا معنی بنیاد ہے جو دیوار کی طرح ہو اور اس میں ”تشبیک“ کا لفظ ہے اس کی مکمل شرح گزشتہ حدیث: ۳۸۰ میں گزر چکی ہے۔

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں لہذا ایک فرد کو دوسرے فرد کی ایک شہر کو دوسرے شہر کی اور ایک ملک کو دوسرے ملک کی مدد کرنی چاہیے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسلمان ایک بنیاد کی طرح ہیں یعنی مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے میں ایک بنیاد کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں خبر حکم کے معنی میں ہے یعنی مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑ کر رہنا چاہیے جس طرح ایک بنیاد اور دیوار کی اینٹیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں اور فرائض واجبات اور مستحبات کی ادائیگی میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے اسی طرح جائز کاموں میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے البتہ ناجائز کاموں میں تعاون نہیں کرنا چاہیے بلکہ حتی الامکان ناجائز کاموں سے منع کرنا چاہیے یہ بھی ان کی خیر خواہی اور مدد ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے دوستی رکھنے ایک دوسرے پر رحم کرنے اور نرمی کرنے میں مؤمنین ایک جسم کی مانند ہیں جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں اس کا شریک ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱۱، صحیح مسلم: ۲۵۸۶)

اس حدیث کا بھی یہی معنی ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مل کر رہنا چاہیے جس طرح جسم کے تمام اعضاء ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر رہتے ہیں۔

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام مسلمان ایک شخص کی مانند ہیں اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۶، رقم المسلسل: ۶۳۶۶)

اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح انسان بیماری میں اپنا علاج کرتا ہے تو اگر اس کا پڑوسی یا خاندان کا کوئی فرد بیمار ہو اور وہ اپنا علاج نہ کر سکتا ہو تو وہ اس کا علاج کرائے اسی طرح اگر پورے شہر کے لوگ کسی وبائی مرض میں یا قدرتی آفت اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو حتی الامکان ان کی مدد کرے اور آج کل چونکہ مواصلات اور رسد کے وسائل کی کثرت کی وجہ سے پوری دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی طرح ہو گئی ہے تو اگر ایک اسلامی ملک کسی آفت کا شکار ہو جائے تو تمام اسلامی ممالک کو اس کی مدد کے لیے اٹھ کر آگے بڑھنا چاہیے جس طرح ۲۶ دسمبر ۲۰۰۳ء کو صبح سات بجے جب انڈونیشیا میں سمندری طوفان آیا جس میں تین لاکھ افراد جاں بحق ہو گئے تھے تو تمام اسلامی ملکوں نے اس وقت انڈونیشیا کی مدد کی اور ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو جب پاکستان میں کشمیر اور سرحد کے علاقہ میں بہت

بڑا زلزلہ آیا جس میں ہزاروں افراد جاں بحق ہو گئے تو اس وقت تمام اسلامی دنیا نے وہاں کے مسلمانوں کی مدد کی۔
* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۶۱- ج ۷ ص ۱۶۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۸۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتِي الْعِشِيِّ . قَالَ ابْنُ سِيرِينَ قَدْ سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلَكِنْ نَسِيتُ أَنَا قَالَ فَصَلَّى بِنَا رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ إِلَى خَشَبَةٍ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهُ غَضَبَانٌ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى وَشَبَكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْيَمَنَ عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَخَرَجَتِ السَّرْعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوا قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَاهُ أَنْ يَكْلِمَاهُ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُولٌ يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أُنْسِيتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ لَمْ أُنْسَ وَلَمْ تُقْصِرْ . فَقَالَ أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالُوا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ . فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ ثُمَّ سَلَّمَ؟ فَيَقُولُ نَبِيتُ أَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ . [اطراف الحديث: ۷۱۳-]

[۷۱۵-۷۱۴-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۶۰۵۱-۷۲۵۰]

(صحیح مسلم: ۵۷۳، الرقم المسلسل: ۱۲۶۵، سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۳، سنن ترمذی: ۳۹۹، سنن نسائی: ۱۲۲۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۳۵، صحیح ابن حبان: ۲۲۵۶-۲۲۵۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۵۳، شرح السنہ: ۳۶۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵، طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۰- ج ۱۲ ص ۱۳۰، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام (۲) النضر بن شمیل (۳) عبد اللہ بن عون (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ابو ہریرہ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شمیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از ابن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر اور عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی ابن سیرین نے کہا: حضرت ابو ہریرہ نے اس نماز کا نام لیا تھا لیکن میں بھول گیا انہوں نے کہا: آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا مسجد میں لکڑی کا ایک ستون تھا آپ اس پر نیک لگا کر کھڑے ہو گئے گویا کہ آپ غصہ میں تھے آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور اپنا دایاں رخسار بائیں ہاتھ پر رکھا اور لوگ سرعت سے چلتے ہوئے مسجد کے دروازے سے نکل گئے پھر وہ کہہ رہے تھے کہ نماز کی مقدار کم ہو گئی؟ لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے وہ آپ سے بات کرنے سے ڈرے اور لوگوں میں لمبے ہاتھوں والا ایک شخص تھا اس کو ذوالیدین کہتے تھے اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بھول گئے ہیں یا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز کی مقدار کم ہوئی ہے پھر آپ نے فرمایا: کیا اسی طرح ہوا ہے جس طرح ذوالیدین نے کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں پھر آپ آگے بڑھے اور جتنی نماز ترک کی تھی وہ پڑھا دی پھر آپ نے سلام پھیرا پھر اللہ اکبر کہا اور پہلے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا پھر اللہ اکبر کہا اور پہلے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا پھر آپ نے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا پس بعض اوقات لوگ ابن سیرین سے سوال کرتے: آیا پھر آپ نے سلام پھیر دیا (یا پہلے سلام پر اکتفاء کیا)؟ ابن سیرین نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت عمران بن حصین نے کہا: پھر آپ نے سلام پھیر دیا تھا۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۸۲)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں تشبیک کی اور جب مسجد میں تشبیک جائز ہے تو دوسری جگہ بہ طریق اولیٰ جائز ہے اور جن وجوہ سے آپ نے تشبیک سے منع فرمایا ہے یہ ان وجوہ سے نہیں ہے۔
”العشی“ کا معنی اور اس قصہ میں نماز کی تعیین

اس حدیث میں ہے کہ آپ نے ”صلوة العشی“ میں ایک نماز پڑھائی اور سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸ میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ظہر یا عصر کی کوئی ایک نماز تھی اور سنن ابوداؤد: ۱۰۱۴ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی پھر سلام پھیر دیا پھر آپ سے کہا گیا کہ کیا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے تو آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی پھر (سہو کے) دو سجدے کیے۔ اس طرح اس قصہ میں صحیح البخاری: ۶۰۵۱ میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی پھر سلام پھیر دیا ان حدیثوں سے یہ متعین ہو گیا کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا تھا۔

حضرت ذوالیدین کا تذکرہ

حضرت ذوالیدین کا نام خرباق بن عبد عمرو اسلمی تھا اس کو ذوالشمالین بھی کہا جاتا تھا یہ ان کا لقب تھا ان کے ہاتھ لمبے تھے اور یہ دونوں ہاتھوں سے کام کرتے تھے ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ذوالشمالین ایک اور صحابی تھے وہ خزاعی تھے اور بنو زہرہ کے حلیف تھے ان کو جنگ بدر میں شہید کر دیا گیا تھا قاضی عیاض نے لکھا ہے: ان کا نام عمیر بن عبد عمرو تھا اور یہ خزاعی تھے علامہ عینی نے کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین حضرت خرباق کے دو لقب تھے کیونکہ امام نسائی نے اس قصہ میں ذوالیدین اور ذوالشمالین دونوں کا ذکر کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۸۹-۳۸۷ ملخصاً)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے اس کلام کے صادق ہونے پر

ایک اشکال کا جواب

اس حدیث میں ہے کہ نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے۔
 ایک روایت میں ہے کہ حضرت ذوالیدین نے کہا: آیا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے یا رسول اللہ! یا آپ بھول گئے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے کچھ نہیں ہوا تو حضرت ذوالیدین نے کہا: یا رسول اللہ! ان میں سے کچھ تو ہو گیا ہے پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! پھر رسول اللہ ﷺ نے باقی نماز پوری کی اور سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

(صحیح مسلم: ۵۷۳، الرقم السلسل: ۱۲۶۷، سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸، سنن ترمذی: ۳۹۹)

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ کلام کیسے صادق ہو گا کہ نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے کیونکہ واقع میں ایک بات تو ضرور ہو گئی تھی یا آپ بھول گئے تھے یا نماز کم کر دی گئی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کا محمل یہ ہے کہ اپنے ظن اور گمان کے مطابق نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی کی گئی ہے کیونکہ آپ کا ظن یہی تھا کہ آپ نے چار رکعت نماز پڑھی ہے اور آپ کا یہ کلام آپ کے ظن میں واقع کے مطابق تھا اس لیے آپ کا کلام صادق تھا اگرچہ آپ کا ظن واقع کے مطابق نہ تھا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اسی لیے آپ نے سہو کے دو سجدے کیے اسی طرح جتنی مرتبہ بھی آپ نے سہو کے سجدے کیے اپنے گمان میں آپ نے نماز درست پڑھی تھی لیکن واقع میں آپ کو سہو ہو گیا تھا۔

اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز میں تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا تو ایک شخص آپ کی طرف کھڑا ہوا جس کا نام خرباق تھا اور اس کے دونوں ہاتھ لمبے تھے اس نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں تقصیر کر دی گئی ہے؟ آپ (اس عجیب اور خلاف معمول سوال پر) غصہ میں چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے پھر آپ نے پوچھا: کیا اس نے سچ کہا ہے؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اس ایک رکعت کو پڑھا پھر سلام پھیرا پھر آپ نے سہو کے دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا۔ (صحیح مسلم: ۵۷۴، رقم المسلسل: ۱۲۷۰، سنن ابوداؤد: ۱۰۱۸، سنن نسائی: ۱۲۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھیں آپ سے کہا گیا: کیا نماز کی رکعات میں اضافہ کر دیا گیا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس سوال کا کیا سبب ہے؟ کسی نے کہا: آپ نے پانچ رکعات پڑھی ہیں آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۴، صحیح مسلم: ۵۷۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۱۹، سنن ترمذی: ۳۹۲، سنن نسائی: ۱۲۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۰۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۶)

رسول اللہ ﷺ کے سجدہ ہائے سہو کرنے کی توجیہات

احادیث میں تین سجدہ ہائے سہو کے واقعات ہیں۔ صحیح البخاری: ۴۰۴ میں ہے کہ آپ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھا دیں صحیح البخاری: ۶۰۵۱ میں ہے کہ آپ نے ظہر کی دو رکعت پڑھا دیں اور صحیح مسلم: ۵۷۴ میں ہے کہ آپ نے عصر کی نماز کی تین رکعت پڑھا دیں۔ سہو کے یہ کل تین واقعات ہیں بعض منکرین کمال نبوت پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھئے رسول اللہ ﷺ کو بھی سہو ہو جاتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر آپ کو نمازوں میں سہو نہ ہوتا تو ہمیں جن نمازوں میں سہو ہوتا ہماری وہ نمازیں کس کے دامن میں پناہ لیتیں اور ہماری نمازیں کس طرح درست ہوتیں آپ نے سہو واقع ہونے کے بعد سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کیے پھر تشہد درود اور دعا پڑھ کر دوبارہ سلام پھیر کر نماز مکمل کر دی تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ اگر نماز میں واجب کے ترک یا فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو اس طرح سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کو عملاً سہو نہ ہوتا اور آپ صرف زبانی ہم کو سجدہ سہو ادا کرنے کا طریقہ بتا دیتے پھر بھی ہم کو اس کا علم ہو جاتا اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) اس طرح ہمیں مسئلہ کا علم تو ہو جاتا لیکن سجدہ سہو ادا کرنے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کا ہمیں اجر و ثواب نہ ملتا اور ہمیں سجدہ سہو کی ادائیگی میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء اور اتباع نصیب نہ ہوتی۔

(۲) قرآن مجید میں ہے:

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ (الاحزاب: ۲۱) تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شرعی عمل کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین عملی نمونہ ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ نماز میں سہو ہونے کی وجہ سے نماز کی اصلاح کے لیے بھی آپ کی زندگی میں عملی نمونہ ہوتا۔

نیز حدیث میں ہے:

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں ضرور بھولتا ہوں یا بھلا دیا

جاتا ہوں تاکہ میں کسی عمل کو سنت بنا دوں۔ (موطا امام مالک۔ کتاب السہو۔ حدیث: ۲۔ ج ۱ ص ۱۰۸ دار المعرفہ بیروت)

(۳) رسول اللہ ﷺ کو جب نمازوں میں سہو ہوا تو یہ معلوم ہو گیا کہ اتنے عظیم کمالات کے باوجود آپ بندہ اور بشر ہیں، خدا نہیں ہیں تاکہ آپ کے عظیم کمالات کو دیکھ کر آپ کے متعلق کوئی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھ لے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں علم اور قدرت کے چند کمالات دیکھ کر ان کے بعض ماننے والوں نے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا اور آپ کے کمالات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں زیادہ تھے۔

(۴) سہو کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز سے توجہ ہٹ کر دوسری چیز کی طرف مبذول ہو جائے جیسے نماز میں ہماری توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر دنیاوی کاموں کی طرف لگ جاتی ہے اور ہم کو پتا نہیں چلتا کہ ہم نے کتنی رکعت پڑھی ہیں، نبی ﷺ ہمیشہ نماز کے افعال کی طرف متوجہ رہتے تھے لیکن کبھی آپ کی توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر حسن الوہیت کی تجلیات کی طرف منعطف ہو جاتی تھی اور آپ تجلیات ذات اور مطالعہ صفات میں اس طرح منہمک اور مستغرق ہو جاتے کہ نماز کی رکعات کی طرف آپ کی توجہ نہ رہتی اور آپ کو سہو ہو جاتا اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہمارا سہو دنیا میں ڈوب جانا ہے اور آپ کا سہو مولا میں کھو جانا ہے ہمارا سہو نقص ہے اور آپ کا سہو عین کمال ہے۔

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو جہدے کیے اور اس کے بعد نماز کا سلام پھیرا اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۸۹۔ ج ۲ ص ۱۴۹ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی، لیکن اس باب میں مذکور دیگر مجیدہ ہائے سہو کی شرح کی گئی ہے اور ان کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:

(۱) سجدہ سہو میں مذاہب ائمہ اور ترجیح (۲) مذہب احناف (۳) شک کی صورت میں نماز کی ادائیگی (۴) خصائص مصطفیٰ ﷺ (۵) بشریت (۶) مثلیت (۷) آپ کا نسیان (۸) پانچ رکعات کی تصحیح۔

۸۹۔ بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلَى طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِي صَلَّى فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہ مساجد جو مدینہ منورہ کے راستہ پر ہیں اور وہ جگہیں جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی

اس باب میں ان مساجد کا بیان کیا گیا ہے جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان راستہ میں ہیں اور جن جگہوں پر نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔

۴۸۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ قَالَ رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَتَحَرَّى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيقِ فَيُصَلِّي فِيهَا، وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا، وَأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ. وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ. وَسَأَلْتُ سَالِمًا، فَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا وَافِقَ نَافِعًا فِي الْأَمْكِنَةِ كُلِّهَا، إِلَّا أَنَّهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا وہ راستہ میں جگہوں کو تلاش کر رہے تھے تاکہ ان میں نماز پڑھیں اور وہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ ان کے والد ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے بے شک جن جگہوں پر انہوں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ کہتے تھے: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن

اِخْتَلَفَا فِي مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرُّوحَاءِ.

عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے اور میں نے سالم سے سوال کیا تو انہوں نے ان تمام جگہوں میں نافع کی موافقت کی، مگر ان دونوں کا شرف الروحاء کی مسجد میں اختلاف تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: سالم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان جگہوں پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جن جگہوں پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم البصری، یہ ۲۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فضیل بن سلیمان النمری (۳) موسیٰ بن عقبہ (۴) سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۵) نافع، حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۹۳)

شرف الروحاء کی تعیین اور اس وادی کی فضیلت میں احادیث

شرف الروحاء ایک بلند جگہ ہے یہ قبیلہ مزینہ کی بستی ہے جو مدینہ منورہ سے دوراتوں کی مسافت کے فاصلہ پر ہے مدینہ منورہ اور اس بستی کے درمیان ۴۱ میل کا فاصلہ ہے اس فاصلہ کے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

اصحاب الزہری نے حنظلہ بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام روحاء کی وادی میں ضرور حج یا عمرہ کرتے ہوئے گزریں گے اور متعدد لوگوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ اس مسجد میں پہنچے جو عرق الظبہ کے پاس بطن الروحاء میں ہے اور یہ وادی جنت کی وادیوں میں سے ہے اور مجھ سے پہلے اس وادی میں ستر انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر اسرائیلیوں کے ساتھ اس جگہ سے حج اور عمرہ کرتے ہوئے گزرے تھے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۹۵)

حدیث مذکور سے حافظ ابن حجر کا آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے پر استدلال اور جس جگہ نبی ﷺ

نے نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز پڑھنے کا استحباب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں سے برکت حاصل کرتے تھے اور نبی ﷺ کی اتباع میں ان کا شدید لگاؤ بہت مشہور ہے۔

اس حدیث کے خلاف اس روایت سے معارضہ نہیں کیا جاسکتا جس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سفر میں دیکھا کہ لوگ ایک جگہ پہنچنے میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے ہیں حضرت عمر نے اس کا سبب معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا: اس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہے حضرت عمر نے کہا: جس شخص نے نماز پڑھنی ہے وہ پڑھے ورنہ لوٹ جائے اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہو گئے تھے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرتے تھے پھر ان جگہوں پر گرے اور معبد بنا لیتے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت عمر نے نماز پڑھنے کے بغیر اس جگہ کی زیارت کرنے کو مکروہ جانایا

ان کو یہ خطرہ ہوا کہ بعد کے لوگوں میں سے جس کو اس واقعہ کی حقیقت کا علم نہیں ہوگا وہ اس جگہ کی زیارت کرنے کو واجب سمجھے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں باتوں سے مامون تھے اس سے پہلے (یہ حدیث گزر چکی ہے البخاری: ۴۲۵ کہ) حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کے گھر آ کر نماز پڑھیں تاکہ وہ اس جگہ کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں اور نبی ﷺ نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمایا سو یہ حدیث بھی آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے میں حجت اور قوی دلیل ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۹ لاہور ۱۴۰۰ھ)

شیخ عبدالعزیز بن باز کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرنا اور جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہے اس کے تلاش کرنے کو اور وہاں نماز پڑھنے کو غیر مشروع اور ذریعہ شرک بتانا

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے فتح الباری کے اس مقام پر حاشیہ لکھ کر حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کیا ہے وہ لکھتے ہیں: یہ لکھنا خطا ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی ﷺ کے غیر کو آپ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ حضرت عمر نے انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرنے سے منع کیا ہے اور شرک کے ذریعہ کو بند کیا ہے اور وہ اپنے بیٹے کی بہ نسبت اس چیز کو زیادہ جاننے والے تھے اور جمہور علماء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا ہے اور حضرت عتبان بن مالک کی حدیث اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت عتبان نے نبی ﷺ کی اتباع کا قصد کیا تھا اس کے برخلاف راستے میں جن جگہوں پر نبی ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں ان کو تلاش کرنا اور ان پر نماز پڑھنا غیر مشروع اور ناجائز ہے اور جیسا کہ اس پر حضرت عمر کا فعل دلالت کرتا ہے اور جو شخص یہ فعل کرے گا اس کا یہ فعل اس کو بسا اوقات غلو اور شرک کی طرف لے جائے گا جیسا کہ اہل کتاب کا فعل تھا۔

(حاشیہ فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۹ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۰ھ)

مصنف کی طرف سے شیخ عبدالعزیز بن باز کی عبارت کا محاسبہ اور اس کی تردید

صحیح البخاری: ۴۲۵ کی شرح میں ہم شیخ بن باز کی عبارت پر مفصل رد کر چکے ہیں یہاں پر ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی وغیرہ نے حضرت عمر سے جو یہ نقل پیش کی ہے کہ نبی ﷺ نے راستے میں جن جگہوں پر نماز پڑھی تھی ان جگہوں کے تلاش کرنے کو حضرت عمر نے پسند نہیں فرمایا اور یہ کہا کہ اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہوئے تھے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرتے تھے پھر ان جگہوں پر گرجے اور معبد بنالیتے تھے سو حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس نقل کا کوئی حوالہ نہیں لکھا اور نہ یہ قول کسی صحیح سند سے ثابت ہے۔ اس کے برخلاف حضرت عمر کا جو قول صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کی تعظیم کرتے تھے اور ان آثار پر عبادت کرتے تھے اور ان کو نماز پڑھنے کی جگہ بتاتے تھے حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں تو یہ آیت نازل ہوگئی:

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّی. (البقرہ: ۱۲۵)

اور تم مقام ابراہیم کو اپنے نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

(صحیح البخاری: ۴۰۲)

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہے حضرت عمر نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کی تعظیم کرتے تھے اور تمام امت مسلمہ سے اس مقام کی تعظیم کرانا چاہتے تھے۔ اس صحیح حدیث اور قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ

حضرت عمر کی طرف اس غیر مستند قول کی نسبت صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے راستوں پر ان جگہوں کو تلاش کرنے اور وہاں نماز پڑھنے سے منع کیا، جہاں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے اثناء سفر میں نمازیں پڑھی تھیں جو شخص انبیاء علیہم السلام کی اس قدر تعظیم کا معتقد ہو کہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہو اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لینے کی درخواست کرتا ہو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ سید الانبیاء کے نماز پڑھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے اور اس جگہ کو تلاش کرنے سے منع کرے لہذا صحیح بخاری کی اس حدیث اور قرآن مجید کی اس آیت کے معارض جن لوگوں نے بھی اس غیر مستند قول کو گھڑا ہے وہ قطعاً باطل اور مردود ہے یہ غیر مستند قول صحیح بخاری اور قرآن مجید کی اس آیت سے معارضہ کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتا۔

شیخ بن باز نے جو یہ کہا ہے کہ راستے میں جن جگہوں پر نبی ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں ان کو تلاش کرنا اور ان پر نمازیں پڑھنا غیر مشروع اور ناجائز ہے اور یہ عمل شرک کی طرف لے جاتا ہے تو کیا ان کے نزدیک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حرام کام کیا تھا اور اس حدیث کے ذریعہ قیامت تک کی امت کو حرام کام کی ترغیب دی اور شرک کا سبب بنے۔

اسی طرح حضرت عمر نے جو مقام ابراہیم کی تعظیم کے لیے اس کو نماز کی جگہ بنانے کی رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تو کیا وہ بھی حرام کے مرتکب ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس حرام کام سے منع کیوں نہیں کیا، پھر شیخ بن باز کے نزدیک رسول اللہ ﷺ پر کیا حکم عائد ہوگا کیونکہ آپ نے اس کو برقرار رکھا اور آج تک امت مسلمہ مقام ابراہیم کے قریب نمازیں پڑھ رہی ہے اور اس کو اپنی سعادت گردانتی ہے اور قرآن کی آیت البقرہ: ۱۲۵ کے متعلق وہ کیا کہیں گے۔

اور جہاں تک آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے اور اس کے قرب میں مسجد بنانے کا تعلق ہے تو ہم اس سے پہلے صحیح البخاری: ۴۲۵ کی شرح میں بہت تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

مزید وضاحت کے لیے ہم مشاہیر علماء دیوبند کے چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں کہ مسجد کے قریب صالحین کا مزار بنانا کوئی نیا طریقہ اور بدعت نہیں ہے بلکہ صدیوں سے سلف اور خلف کا معمول چلا آ رہا ہے۔

مساجد کے احاطہ میں صالحین کے مزار بنانے پر شیخ محمد تقی عثمانی کی شہادت

شیخ محمد تقی عثمانی اپنے سفرنامہ میں بغداد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جدید شہر کے مختلف علاقے یکے بعد دیگرے گزرتے چلے گئے یہاں تک کہ کار شہر کے قدیم حصے میں داخل ہو گئی اور گلی کو چوں سے عہد گزشتہ کی نو باس آنے لگی۔ تھوڑی دیر میں گاڑی ایک نیم پختہ سڑک کے کنارے رک گئی۔ یہاں ایک عالی شان مسجد کی دیوار نظر آئی برابر میں ایک گلی تھی اور مسجد کا دروازہ گلی میں کھلتا تھا۔ دروازہ قدیم شاہی عمارتوں کی طرح بڑا پر شکوہ تھا۔ یہ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ کی مسجد اور ان کا مدرسہ تھا جس کے ایک حصہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ خود بھی آسودہ ہیں۔

یہ مسجد یہاں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے زمانے ہی سے قائم ہے اور اسی کی دیوار قبلہ کے پیچھے حضرت شیخ رحمہ اللہ کا مزار مبارک ہے۔ وہاں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۱۹، مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴۲۶ھ)

حضرت موسیٰ الکاظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار ہی کے احاطے میں جنوبی جانب ایک مسجد جامع ابی یوسف رحمہ اللہ کے نام سے بنی ہوئی ہے۔ اسی مسجد کے ایک حصے میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہاں حاضری ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۳۶)

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے نکلے تو سورج ڈھلنے کے قریب تھا اور اب دل میں شدید اشتیاق حضرت امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کا تھا جو یہاں سے کافی دور واقع ہے لیکن ہمارے ذرا نیور نے جو صرف ذرا یونگ نہیں بلکہ مہمان نوازی کے فرائض بھی بڑے خلوص و محبت کے ساتھ انجام دے رہا تھا مغرب کے وقت جامع الامام الاعظم رحمہ اللہ میں پہنچا دیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی وجہ سے یہ پورا علاقہ ”اعظمیہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ اب تو یہ شہر کا خاصا بارونق علاقہ ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک میں یہ ایک قبرستان تھا اور چونکہ خلیفہ کی کنیز ”خیزران“ یہاں دفن ہوئی تھی اس لیے مقبرۃ الخیزران کے نام سے مشہور تھا۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مشہور راوی محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں لیکن اب دوسری قبریں تو بے نشان ہو چکی ہیں اور ان کی جگہ آبادی نے لے لی ہے البتہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ابھی باقی ہے اور اس کے قریب ایک شاندار مسجد ”جامع الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ“ کے نام سے تعمیر کر دی گئی ہے۔ (جہاں دیدہ ص ۳۰)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہمیشہ مرجع خاص و عام رہا بلکہ خطیب بغدادی اپنی سند سے امام شافعی کا یہ قول روایت کرتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے روزانہ ان کی قبر پر جاتا ہوں اور جب کبھی مجھے کوئی ضرورت لاحق ہوتی ہے میں دو رکعتیں پڑھ کر ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا ہوں اللہ تعالیٰ میری حاجت جلد پوری فرما دیتے ہیں۔ حضرت امام صاحب کی قبر پر بیٹھ کر ایسا سکون محسوس ہوا جیسا بچہ ماں کی آغوش میں بیٹھ کر سکون محسوس کرتا ہے۔ (جہاں دیدہ ص ۳۳-۳۲)

مدائن کے تذکرہ میں شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

مدائن میں داخل ہو کر سب سے پہلے ایک جامع مسجد آتی ہے اس جامع مسجد کے احاطے میں تین صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) مدفون ہیں: حضرت سلمان فارسی، حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبد اللہ بن جابر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان تینوں مزارات پر حاضر ہو کر سلام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۳۸-۳۷)

صالحین کے قرب میں مسجد بنانے پر سید احمد رضا بجوری کی شہادت

مسجد بہ جوار صالحین کے عنوان سے سید احمد رضا بجوری لکھتے ہیں:

یہاں یہ مسئلہ بھی لائق ذکر ہے کہ مقابر کے اندر یا قبور صالحین کے پاس مسجد بنانا کیسا ہے؟ نجدی حضرات نے تو حرمین شریفین کے پختہ مزارات صحابہ و تابعین کا انہدام کیا تھا تو جن مزارات کے ساتھ مساجد تھیں وہ بھی منہدم کرادی تھیں حالانکہ اکابر اہل سنت (یعنی علماء دیوبند۔ سعیدی غفرلہ) نے اگرچہ مزارات پختہ بنانے کو ناجائز قرار دیا مگر جو بن گئے تھے ان کا انہدام بھی کبھی پسند نہیں کیا تھا کیونکہ اس سے بھی مقبورین کی توہین ہوتی ہے اور اس اہانت سے بچنا چاہیے تھا تاہم انہدام مساجد کی تو کوئی بھی شرعی معقولیت نہ تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علماء و عوام نے ان مساجد کو مقابر کی مساجد قرار دیا۔ حافظ نے لکھا کہ امام احمد و اہل ظاہر مقبرہ میں نماز کو ناجائز فرماتے ہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ مقبرہ اور حمام نماز کی جگہ نہیں ہے امام احمد وغیرہ نے اس کے ظاہر پر عمل کیا اور دوسرے اس کی علت نکال کر اس پر مدار رکھتے ہیں مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقبرے میں اگر قبریں ٹوٹی پھوٹی یا ادھڑی پڑی ہوں اور مقبورین کے لحم و تخم خون و پیپ وہاں کی مٹی میں مل گیا ہو تو ایسے مقبرہ میں نماز نہ پڑھی جائے اور اگر پاک صاف جگہ ہو تو نماز جائز بلا کراہت ہے امام مالک بھی مقبرے میں نماز بلا کراہت جائز فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ ثوری و اوزاعی کراہت کے قائل ہیں

بوجہ نجاست وغیرہ۔

علامہ بیضاوی نے لکھا کہ یہود و نصاریٰ قبور انبیاء علیہم السلام کو سجدہ تعظیسی کرتے اور ان کو قبلہ بناتے تھے کہ نماز بھی ان ہی کی طرف کو پڑھتے تھے اس لیے ان پر لعنت کی گئی لیکن اگر کسی صالح کے قرب میں محض برکت کے خیال سے مسجد بنائی جائے تو وعید میں داخل نہ ہو گی، غرض ممانعت صرف اس ڈر سے ہے کہ قبر کو دشمن و بت نہ بنالیا جائے لیکن اس سے امن و اطمینان ہو تو کوئی ممانعت نہ ہوگی البتہ بعض لوگوں نے سد ذرائع کے طور پر روکا ہے تو یہ بھی معقول وجہ ہے۔ (فتح الباری بحوالہ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۱) علامہ ابن حزم نے پانچ صحابہ سے ”ممانعت صلوٰۃ عند القبر“ نقل کی ہے اور پھر یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس کے خلاف کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے حالانکہ علامہ خطابی نے معالم السنن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ”رخصت صلوٰۃ فی المقبرہ“ نقل کی ہے اور حسن بصری نے بھی مقبرہ میں نماز پڑھی ہے۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۱) حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ ابن عمر و سبط قبور میں نماز کو مکروہ سمجھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے خود حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ بتقیع کے قبرستان میں پڑھی ہے حضرت ابو ہریرہ امام تھے اور مقتدی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ تھے۔ (اوجز ج ۲ ص ۲۱۱ از سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۲۵)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص کسی صالح کے جوار میں مسجد بنائے اس طرح کہ اس کی قبر مسجد سے باہر رہے اور مقصد اس کے قرب سے برکت حاصل کرنا ہو اس کی تعظیم یا اس کی طرف رخ کرنا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس سے نفع کی بھی امید ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جس طرح دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے مقبرہ میں مسجد ہے یا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے قبور سے متصل مسجد ہے یا سر بند شریف و دیگر مقامات میں اولیاء عظام کے قرب میں مساجد بنی ہوئی ہیں وہ سب جواز بلا کراہت کے تحت ہیں اور ان کے اندر نماز بھی بلا کراہت جائز ہے۔ (اسی طرح داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری کے مزار کے قرب میں مسجد ہے اور لاہور میں ایسی کئی مساجد ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

یہ نکتہ جامع صغیر کے حوالہ سے سترہ کے ساتھ نماز میں عند الخفیہ کسی قسم کی بھی کراہت نہیں ہے چونکہ ایک زمانہ میں علامہ ابن تیمیہ وغیرہ نے تشددات کا اثر دور دور تک پھیلاتھا تو خیال ہوتا ہے کہ اس کے اثرات ہندوستان میں بھی آئے تھے اور بعض مسائل میں ہمارے اکابر کا تشدد بھی شاید اسی کے تحت ہوا ہو چنانچہ یہ بھی نقل ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے جو مسجد شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے مزار پر بنوائی ہے اس کو شاہ الحق صاحب اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ قبرستان میں مسجد نہیں بنوانا چاہیے اور استدلال میں یہی بخاری والی حدیث پیش کرتے تھے جس کی یہ تشریح چل رہی ہے اور اسی لیے شاہ الحق صاحب اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھتے ”الانادر“ ایک مرتبہ قبروں پر مسجد بنانے کے متعلق کسی نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ نہ چاہیے اس نے کہا کہ پھر آپ کے نانانے کیوں بنوائی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان سے پوچھو میرا مسلک یہی ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۹۰)

ایسا ہی ایک واقعہ ص ۳۳ پر بھی ہے وغیرہ جس سے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے مسلک میں توسع اور شاہ الحق صاحب کے مزاج میں تشدد ثابت ہوتا ہے اور حضرت شاہ اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کے مزاج میں بھی غیر معمولی تشدد تھا حضرت شاہ الحق رحمہ اللہ نے ”اربعین“ و ”مانہ مسائل“ میں بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے خلاف رائے و تشدد مسئلہ استمداد قبور وغیرہ میں اختیار کیا ہے اور ہمارے حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی رائے میں توسع اور عدم تشدد ان کے رسالہ ”تحلیل الذبائح فی حریم الضرائح“ سے ثابت ہے جو کشمیر سے شائع ہوا تھا اور احقر کے پاس ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جن مسائل میں حنفی

مسک پر گنجائش نکل سکتی ہو ان میں تشدد مناسب نہیں اور اس بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کا اعتدال ہمارے لیے اسوہ بنے تو اچھا ہے۔ واللہ المسؤول ان یوفقنا لما یحب ویرضاہ۔ (انوار الباری ج ۱۳ ص ۳۸۔ ۳۷ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نبی ﷺ کی نماز کی جگہوں اور آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر شیخ گنگوہی اور شیخ کاندھلوی کی شہادت

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو لانے سے یہ قصد کیا ہے کہ ان جگہوں کو بیان کریں جہاں نبی ﷺ مکہ کی طرف جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے ٹھہرتے تھے تاکہ وہاں نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر برکت حاصل کی جائے۔

(لامع الدراری ج ۱ ص ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی)

شیخ محمد زکریا کاندھلوی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے الشفاء میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام مشاہد اور مکہ اور مدینہ کی تمام جگہوں اور جہاں آپ نے عبادت کی ہے اس کی تعظیم کی جائے اور جن چیزوں کو آپ نے چھوا ہے ان کی بھی تعظیم کی جائے۔ صفیہ بنت نجیدہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو محذورہ کے سر کے اگلے حصہ کے بال بہت لمبے تھے جو زمین تک ٹٹکتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو مونڈ کیوں نہیں دیتے انہوں نے بتایا کہ ان بالوں کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا اور جن بالوں پر آپ کا مبارک ہاتھ لگا تھا میں ان کو مونڈ نہیں سکتا اور روایت ہے کہ نبی ﷺ منبر پر جہاں بیٹھتے تھے حضرت ابن عمر اس جگہ اپنے ہاتھ لگا کر پھر اپنے ہاتھوں کو چومتے تھے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۲۷۷ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

اس کے بعد شیخ کاندھلوی نے سنن ابوداؤد اور صحیح بخاری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب نبی ﷺ بلغم تھوکتے تو کوئی نہ کوئی صحابی اسے اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے چہرے اور بدن پر ملتا اور آپ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے تھے (صحیح البخاری: ۲۷۳۲) اور حضرت ام سلمہ نے آپ کا ایک مبارک بال ایک ڈبیا میں رکھا ہوا تھا اس ڈبیا کو پانی میں ڈال کر وہ پانی بیماروں کو پلاتی تھیں تو ان کو شفاء ہو جاتی تھی۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۶) صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں سے آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے واقعات اس قدر کثیر ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

(حاشیہ لامع الدراری ج ۱ ص ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی)

شیخ کشمیری کا حضرت ابن عمر کے عمل کو مستحسن قرار دینا

شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۲۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے اثناء سفر میں جن جگہوں پر نمازیں پڑھی تھیں نبی ﷺ کے بعد ان میں سے بعض جگہوں پر مساجد بنائی تھیں تاکہ نبی ﷺ کے آثار باقی رہیں آپ کا مدینہ سے مکہ کا سفر سات ایام پر مشتمل تھا اور جن جگہوں پر آپ نے نماز پڑھی ان کی تعداد ۳۵ ہے ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ سے جو کام اتفاقاً صادر ہوئے ان میں بھی آپ کی اتباع کرنا اس وقت حسن ہے جب وہ کام اتفاقاً یعنی بغیر قصد کے کیے جائیں لیکن جب کوئی شخص تلاش کر کے اور غور و فکر سے وہ کام کرے تو اس کو ابن تیمیہ اچھا نہیں جانتے۔ (جیسے حضرت ابن عمر نے ان جگہوں کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھی۔ سعیدی غفرلہ) شیخ کشمیری لکھتے ہیں: لیکن میرے نزدیک ان کاموں میں بھی آپ کی اتباع کرنا باعث اجر ہے جیسے وادی محصب میں نماز پڑھنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ

نماز پڑھی تھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں نماز پڑھنے کو سنت کہتے تھے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۷۶، ملخصاً، مطبعہ حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

۴۸۴۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَّاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللَّهِ اخْبَرَهُ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِينَ يَعْتَمِرُ وَفِي حَاجَتِهِ حِينَ حَجَّ، تَحْتَ سَمْرَةٍ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ، وَكَانَ إِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوٍ، كَانَ فِي تِلْكَ الطَّرِيقِ، أَوْ فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، هَبَطَ مِنْ بَطْنٍ وَادٍ، فَإِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنٍ وَادٍ، أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي عَلَى شَفِيرِ الْوَادِي الشَّرْقِيِّ، فَعَرَسَ ثُمَّ حَتَّى يُصْبِحَ، لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِحِجَارَةٍ، وَلَا عَلَى الْأَكْمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ، كَانَ ثُمَّ خَلِيجٌ يُصَلِّي عَبْدُ اللَّهِ عِنْدَهُ، فِي بَطْنِهِ كُتُبٌ، كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُصَلِّي، فَذَحَا السَّيْلُ فِيهِ بِالْبَطْحَاءِ، حَتَّى دَفَنَ ذَلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي فِيهِ. [اطراف الحديث: ۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۷۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ جب عمرہ کرتے تھے اور جب آپ نے حج کیا تو آپ ذوالحلیفہ میں بول کے درخت کے نیچے اترتے تھے اس مسجد کی جگہ میں جو ذوالحلیفہ میں ہے اور جب آپ کسی غزوہ سے لوٹتے اور راستہ میں ذوالحلیفہ سے ہو کر گزرتے یا حج یا عمرہ سے واپسی ہو رہی ہوتی تو وادی عقیق کے نشیبی علاقے میں اترتے پھر جب وادی کے نشیب سے اوپر آتے تو وادی کے بالائی کنارے بطحاء کے اس مشرقی حصہ پر اونٹنی بٹھاتے جہاں کنکریوں اور ریت کا کشادہ نالہ ہے یہاں آپ رات کے آخری حصہ سے صبح تک آرام فرماتے تھے اس وقت آپ اس مسجد کے قریب نہیں ہوتے تھے جو پتھروں کی ہے اور آپ اس ٹیلے پر بھی نہیں ہوتے تھے جس پر مسجد بنی ہوئی ہے وہاں ایک گہرا نالہ تھا حضرت عبد اللہ وہیں نماز پڑھتے تھے اس کے نشیب میں ریت کے کافی ٹیلے تھے اور رسول اللہ ﷺ وہیں نماز پڑھتے تھے کنکریوں اور ریت کے کشادہ نالہ کی طرف سیلاب نے اس جگہ کے آثار و نشانات کو مٹا دیا جہاں حضرت عبد اللہ بن عمر نماز پڑھا کرتے تھے۔

”ذوالحلیفہ، سمرہ، بطحاء، شفیر، اکمہ، خلیج“ اور ”کشب“ کے معانی

حدیث مذکور میں ”ذوالحلیفہ“ کا لفظ ہے یہ اہل مدینہ کامیقات ہے یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸ میل کے فاصلہ پر ہے اور اس میں ”سمرہ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بول کا درخت اس درخت میں کانٹے ہوتے ہیں اور اس میں ”بطحاء“ کا لفظ ہے جس زمین پر ریت اور بجری پھیلی ہوئی ہو اس کو بطحاء کہتے ہیں اور اس میں ”شفیر“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کنارہ اور اس میں ”اکمہ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ٹیلہ اور اس میں ”خلیج“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کھاڑی سمندر کا پانی کسی نالہ میں جمع ہو جائے تو اس کو ”خلیج“ کہتے ہیں۔ ”کشب“، ”کشیہ“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: ریت کا ٹیلہ۔

۴۸۵۔ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيرُ الَّذِي دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِشَرْفِ الرُّوحَاءِ، وَقَدْ

اور حضرت عبد اللہ بن عمر نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی جہاں اب شرف الروحاء والی مسجد کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر اس جگہ کی علامت بتاتے

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ صَلَّى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ثُمَّ عَنْ يَمِينِكَ حِينَ تَقُومُ فِي الْمَسْجِدِ تُصَلِّيُ، وَذَلِكَ الْمَسْجِدُ عَلَى حَافَةِ الطَّرِيقِ الْيُمْنِيِّ، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ رَمِيَّةٌ بِحَجَرٍ، أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ.

تھے جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی وہ کہتے تھے کہ یہاں تنہا ہی دائیں جانب جب تم مسجد میں (قبلہ کی طرف) نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہو جب تم مدینہ سے مکہ جاؤ تو یہ چھوٹی مسجد راستے کے دائیں جانب پڑتی ہے اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان پتھر پھینکنے کی مقدار یا اسی کے قریب قریب فاصلہ ہے۔

”حیث“ اور ”جنب“ کا معنی ”شرف الروحاء“ کا محل وقوع ”يَعْلَمُ“ اور ”حافة الطريق“ کا معنی

اس حدیث میں ”حيث المسجد الصغير“ ہے اس کا معنی ہے: جہاں چھوٹی مسجد ہے ایک روایت میں ”جنب المسجد الصغير“ ہے یعنی چھوٹی مسجد کے پہلو میں اور اس میں ”شرف الروحاء“ کا لفظ ہے یہ ایک بستی ہے جو مدینہ منورہ سے دو راتوں کی مسافت پر ہے اور جو شخص مکہ کی طرف جا رہا ہو اس کے لیے یہاں آخری مسجد ہے اور مسجد اوسط اس وادی میں ہے جو اب وادی بنو سالم کے نام سے معروف ہے اور اس میں ”يَعْلَمُ“ کا لفظ ہے یہ علامت سے یا علم سے ماخوذ ہے یعنی حضرت عبداللہ بن عمر اس کی علامت بتاتے تھے یا اس کی خبر دیتے تھے اور اس میں ”حافة الطريق“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: راستے کی جانب۔

۴۸۶- وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّي إِلَى الْعِرْقِ الَّذِي عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرُّوحَاءِ، وَذَلِكَ الْعِرْقُ انْتِهَاءُ طَرَفِهِ عَلَى حَافَةِ الطَّرِيقِ، دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ، وَقَدْ ابْتَنَى ثُمَّ مَسْجِدٌ، فَلَمْ يَكُنْ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي فِي ذَلِكَ الْمَسْجِدِ، كَانَ يَتْرُكُهُ عَنْ يَسَارِهِ وَوَرَاءَهُ، وَيُصَلِّي أَمَامَهُ إِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهِ. وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرُوحُ مِنَ الرُّوحَاءِ، فَلَا يُصَلِّي الظُّهْرَ حَتَّى يَأْتِيَ ذَلِكَ الْمَكَانَ، فَيُصَلِّي فِيهِ الظُّهْرَ، وَإِذَا أَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ، فَإِنْ مَرَّ بِهِ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ، أَوْ مِنْ آخِرِ السَّحْرِ، عَرَسَ حَتَّى يُصَلِّيَ بِهَا الصُّبْحَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شرف الروحاء سے واپسی میں چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے اس کا کنارہ اس راستہ پر ختم ہوتا ہے جو مسجد سے قریب ہے مسجد اور شرف الروحاء کے آخری حصہ کے درمیان مکہ جاتے ہوئے اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے حضرت عبداللہ بن عمر اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنی بائیں جانب اور اپنے پیچھے چھوڑ دیتے تھے اور اس کے آخر میں اس چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے حضرت ابن عمر شرف الروحاء سے روانہ ہوتے تو اس وقت تک ظہر کی نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک اس جگہ نہ پہنچ جائیں اور یہاں پہنچنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور اگر وہ مکہ سے آتے ہوئے صبح صادق سے کچھ پہلے یا سحری کے آخر میں وہاں سے گزرتے تو فجر کی نماز تک وہیں آرام کرتے پھر وہاں فجر کی نماز پڑھتے۔

”العرق“ اور ”منصرف الروحاء“ کا معنی

اس حدیث میں ”العرق“ کا لفظ ہے یعنی ”عرق الطبة“۔ علامہ کرمانی نے کہا: یہ چھوٹی پہاڑی ہے اور شور والی شجر زمین کو بھی ”العرق“ کہا جاتا ہے۔ خلیل نے کہا: اس کا معنی ریت کا پہاڑ ہے۔ داؤدی نے کہا: اس کا معنی بلند جگہ ہے ابو منصور نے کہا: اس کا معنی چھوٹی پہاڑی ہے اور اس میں ”عند منصرف الروحاء“ کا لفظ ہے یعنی اس کے آخر میں۔

۴۸۷- وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُونَ الرُّوَيْثَةِ عَنْ يَمِينِ الطَّرِيقِ وَوُجَاهِ الطَّرِيقِ فِي مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ حَتَّى يُفْضِيَ مِنْ أَكْمَةِ دُونِ بَرِيدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِثْلَيْنِ وَقَدْ انْكَسَرَ أَعْلَاهَا فَأَنْشَأَ فِي جَوْفِهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلَى سَاقٍ وَفِي سَاقِهَا كُثْبٌ كَثِيرَةٌ

نبی ﷺ ایک بہت گھنے درخت کے قریب اترتے جو رویشہ کی بستی کے قریب ہے راستے کی دائیں جانب اور راستے کے سامنے نرم اور وسیع جگہ میں حتیٰ کہ رویشہ سے دو میل کے قریب جو ٹیلہ ہے اس سے گزر جاتے اس درخت کا اوپری حصہ ٹوٹ گیا ہے اور درمیان سے مڑ گیا ہے وہ ایک جڑ پر کھڑا ہوا ہے اور اس کی جڑ میں بہت سے ٹیلے ہیں۔

”سرحۃ“ الرویثۃ“ وجاہ“ اور ”بطح“ کے معانی

اس حدیث میں ”سرحۃ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بہت بڑا اور بہت گھنا درخت اور اس میں ”دون الرویثۃ“ کا لفظ ہے یعنی ”الرویثۃ“ کے قریب ”الرویثۃ“ ایک بستی ہے اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان سترہ فرسخ کی مسافت ہے اور اس میں ”وجاہ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: مقابل اور اس میں ”بطح“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وسیع اور کھلا۔

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے عرج نامی بستی کے پیچھے ایک نالے کے کنارہ پر نماز پڑھی جب کہ تم ایک بڑے پہاڑ کی طرف جارہے ہو اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں ان قبروں کے اوپر سفید پتھر ہیں راستے کے دائیں طرف راستے کے درختوں کے پاس ان درختوں کے درمیان حضرت عبداللہ بن عمر دو پہر کے وقت سورج کے ڈھلنے کے بعد عرج نامی بستی سے روانہ ہوتے اور پھر ظہر کی نماز اس مسجد میں پڑھتے۔

”تلعة“ العرج“ هضبة“ رضم“ سلمات“ اور ”هاجره“ کے معانی

اس حدیث میں ”تلعة“ کا لفظ ہے پلند اور چوڑی جگہ جس میں پانی بہتا ہو یا وادی کے اوپر سے پانی بہنے کی جگہ اور اس میں ”العرج“ کا لفظ ہے یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے راستہ میں ایک بستی ہے اس کے اور ”الرویثۃ“ کے درمیان چودہ میل کا فاصلہ ہے اور اس میں ”هضبة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بہت بڑا وسیع پہاڑ اور اس میں ”رضم حجارة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: سفید پتھر اور اس میں ”سلمات“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: درخت اور اس میں ”هاجره“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دو پہر کا وقت۔

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ ان گھنے درختوں کے پاس اترے جو راستے کی بائیں جانب ہرشی کے قریب والے نالے میں ہیں وہ نالہ ہرشی کے کنارے سے مل گیا ہے اس کے اور راستے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ تک تیر پھینکنے سے جاتا ہے

۴۸۹- وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عِنْدَ سَرَحاتٍ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيقِ فِي مَسِيلٍ دُونَ هَرَشِي ذَلِكَ الْمَسِيلُ لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرَشِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ قَرِيبٌ مِّنْ غُلُوَّةٍ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي إِلَى سَرْحَةٍ هِيَ

أَقْرَبُ الشَّرَحَاتِ إِلَى الطَّرِيقِ ، وَهِيَ أَطْوَلُهُنَّ .

حضرت عبداللہ بن عمر اس گھنے درخت کے پاس نماز پڑھتے تھے جو ان گھنے درختوں میں راستے کے سب سے زیادہ قریب ہے اور وہ درخت سب سے لمبا ہے۔

”ہَرُشِي، غَلْوَةٌ“ اور ”مَسِيل“ کا معنی

اس حدیث میں ”ہَرُشِي“ کا لفظ ہے ابو عبید نے کہا: یہ تھامہ کے شہروں میں سے ایک پہاڑ ہے اور یہ شام اور مدینہ منورہ کے راستوں کے ملنے کی جگہ پر ہے اور اس حدیث میں ”غَلْوَةٌ“ کا لفظ ہے ”غَلْوَةٌ“ اتنے فاصلہ کو کہتے ہیں کہ تیر کو کمان سے پھینکا جائے تو جتنے فاصلہ تک وہ تیر جاتا ہے اور اس میں ”مَسِيل“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: نالہ۔

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ اس نالہ میں اترتے تھے جو مدینہ منورہ کی جانب سے مرا الظہران کے قریب ہے، جب تم صفراوات سے نیچے اترو تو راستہ کی بائیں جانب اس نالہ کے نشیب میں اترو گے اور تم مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے ہو اور رسول اللہ ﷺ کے اترنے کی جگہ اور راستہ کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ تک پتھر پھینکنے کے بعد جاتا ہے۔

۴۹۰۔ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيلِ الَّذِي فِي أَدْنَى مَرِّ الظُّهْرَانِ ، قِبَلَ الْمَدِينَةِ ، حِينَ يَهْبِطُ مِنَ الصَّفَرَاوَاتِ ، يَنْزِلُ فِي بَطْنِ ذَلِكَ الْمَسِيلِ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيقِ ، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ إِلَّا رَمِيَّةٌ بِحَجَرٍ .

(جامع المسانيد لابن الجوزي: ۳۵۲۹، مكتبة الرشد ریاض ۱۳۲۶ھ)

”مرالظہران“ اور ”صفراوات“ کا معنی

اس حدیث میں ”مرالظہران“ کا لفظ ہے یہ ایک وادی ہے اس کے اور بیت اللہ کے درمیان سولہ میل کا فاصلہ ہے اور اس میں ”صفراوات“ کا لفظ ہے اس سے مراد وہ وادیاں اور پہاڑ ہیں جو ”مرالظہران“ کے بعد ہیں۔

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ ذی طویٰ میں اترتے تھے اور وہیں صبح تک رات گزارتے تھے اور مکہ مکرمہ روانہ ہوتے ہوئے صبح کی نماز یہیں پڑھتے تھے اور ذی طویٰ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ بڑے ٹیلہ پر ہے یہ وہ مسجد نہیں ہے جو اس سے نیچے بڑے ٹیلہ پر بنائی گئی ہے۔

۴۹۱۔ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طَوًى ، وَيَبِيتُ حَتَّى يُصْبِحَ ، يُصَلِّي الصُّبْحَ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ ، وَمُصَلِّي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ غَلِظَةٍ ، لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي بَيْنَهُ ثُمَّ وَلَكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ غَلِظَةٍ .

”ذی طوی“ کا معنی

اس حدیث میں ”ذی طوی“ کا لفظ ہے جوہری نے کہا: یہ مکہ میں ایک جگہ ہے اور طویٰ شام کی ایک جگہ ہے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف متوجہ ہوئے جو آپ کے اور کعبہ کی طرف والے طویل پہاڑ

۴۹۲۔ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبَلَ فُرْضَتِي الْجَبَلِ ، الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيلِ نَحْوَ الْكُعْبَةِ ، فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ

الَّذِي بُنِيَ ثُمَّ يَسَارُ الْمَسْجِدَ بِطَرَفِ الْأَكْمَةِ وَمُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكْمَةِ السَّوْدَاءِ، تَدْعُ مِنَ الْأَكْمَةِ عَشْرَةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا، ثُمَّ تُصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْقُرْصَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكُعْبَةِ.

کے درمیان ہے پس جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے اسے اس مسجد کے بائیں جانب رکھا جو ٹیلے کے کنارے پر بنی ہوئی ہے اور نبی ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے سیاہ ٹیلے پر ہے ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر تم اس جگہ اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو جو پہاڑ تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

”فرضتی الجبل“ کا معنی

اس حدیث میں ”فرضتی الجبل“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: پہاڑ پر جانے کے دو راستے۔ ان احادیث میں جو الفاظ کے معانی بیان کیے گئے ہیں وہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۰-۱۱۸ اور کشف المشکل ج ۱ ص ۳۰۲-۲۹۸ اور تنقیح الزرکشی مع کشف المشکل میں مذکور ہیں۔

نبی ﷺ اور صالحین امت کی نماز کی جگہ سے حصول برکت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۲۹ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مکہ کے راستے میں جن جگہوں پر نبی ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں پر اس لیے نماز پڑھتے تھے کہ ان جگہوں سے برکت حاصل کریں اور ان جگہوں کی فضیلت میں رغبت کرتے تھے اور ہمیشہ سے لوگ صالحین اور اہل فضل کی جگہوں سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عتبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کے گھر میں نماز پڑھیں تاکہ وہ اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں تو نبی ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے خلاف از شعبہ از سلیمان التیمی از المعروور بن سوید روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے انہوں نے فجر کی نماز پڑھی پھر وہ ایک جگہ آئے پس لوگ بھی وہاں آئے اور کہنے لگے کہ نبی ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی ہے حضرت عمر نے کہا: اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہو گئے تھے کہ وہ اپنے انبیاء کے آثار کو تلاش کر کے وہاں گرجے اور ہیکل بنا لیتے تھے پس جو شخص نماز کا وقت پائے وہ نماز پڑھ لے ورنہ روانہ ہو جائے۔

حضرت عمر کو صرف یہ خوف تھا کہ لوگ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کو لازم کر لیں گے اور بعد کے لوگ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کو واجب سمجھ لیں گے اور اسی طرح عالم دین کو یہ چاہیے کہ جب وہ یہ دیکھے کہ لوگ نوافل اور مستحبات میں شدید التزام کرتے ہیں پس بعض اوقات تو وہ ان کاموں کو کرے اور بعض اوقات ان کاموں کو ترک کر دے تاکہ عالم دین کے فعل سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کام واجب نہیں ہیں۔ اہلبیان کرتے ہیں کہ امام مالک سے ان جگہوں میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مسجد قباء کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھنا مجھے پسند نہیں ہے۔

علامہ ابن بطل فرماتے ہیں کہ امام مالک نے مسجد قباء کا استثناء اس لیے کیا ہے کہ نبی ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں پیدل یا سواری پر جا کر نماز پڑھتے تھے اور ان جگہوں میں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے مذکورہ عبارت من وعن نقل کی ہے اور دونوں نے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ:

علامہ بغوی شافعی نے کہا ہے: جن مساجد کے متعلق یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے وہاں نماز پڑھی ہے اگر کوئی شخص وہاں نماز

پڑھنے کی نذر مان لے تو اس نذر کو پورا کرنا اسی طرح واجب ہے جس طرح مساجد ثلاثہ کی نذر کو پورا کرنا واجب ہے نیز علامہ قسطلانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان مساجد میں سے اب صرف دو مسجدیں معروف ہیں: مسجد ذوالحلیفہ اور مسجد شرف الروحاء۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۴۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۶۷، دارالفکر، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی علامہ ابن بطلال کی عبارت مذکورہ کو من وعن نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۸)

علامہ ابن بطلال نے حضرت عمر کے اثر کا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ اثر حدیث کی کس کتاب میں ہے اور انہوں نے جو سند ذکر کی ہے تو علامہ ابن بطلال اور شعبہ کے درمیان بہت وسائط ہیں اس لیے ان کا نقل کیا ہوا اثر حجت نہیں ہے اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو خود آثار صالحین سے برکت حاصل کرتے تھے اور ان آثار کے قرب میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے جیسا کہ ”وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّی“ (البقرہ: ۱۲۵) سے واضح ہے اور اگر بالفرض یہ روایت ثابت ہو تو اس کے وہی جوابات ہیں جو علامہ ابن بطلال اور ان کی اتباع میں دوسرے شارحین نے دیئے ہیں۔





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

أَبْوَابُ سُرَّةِ الْمُصَلِّي نمازی کے سترہ کے ابواب

۹۰۔ بَابُ سُرَّةِ الْإِمَامِ سُرَّةٌ مَنْ خَلْفَهُ
امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا سترہ ہے
اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب امام نماز پڑھا رہا ہو اور اس کے سامنے دیوار یا ایسی کوئی اور چیز نہ ہو تو اس امام کا سترہ
اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے نمازیوں کا بھی سترہ ہے۔
اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ باب ابواب سابقہ اور اس کے بعد کے پندرہ ابواب سب کا تعلق احکام
مسجد سے ہے۔

۴۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا
مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْتُ
رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانِ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ
الْإِحْتِلَامَ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنَى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ
يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَتَوَلَّيْتُ وَأَرْسَلْتُ الْإِتَانَ تَرْتَعُ
وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن
شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبد اللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک گدھے بلکہ گدھی پر سوار ہو کر
آیا اور اس وقت میں بالغ ہونے کے قریب تھا اور رسول اللہ ﷺ
منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے سامنے دیوار نہیں تھی پس میں
صف کے بعض حصے سے آگے گزرا پھر میں اترا اور گدھی کو چرنے
کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا اور مجھ پر کسی نے
اعتراض نہیں کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۷۶ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: کم عمر لڑکے کا سماع حدیث کب صحیح
ہوتا ہے اور اس حدیث کا عنوان ہے: امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا بھی سترہ ہے۔

۴۹۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
نُعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ
عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا
خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتَوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن نعیم نے حدیث بیان کی از
نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن
باہر نکلتے تو آپ نیزہ لانے کا حکم دیتے جو آپ کے سامنے گاڑ دیا

فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ، فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ.

جاتا پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ اس طرح سفر میں کرتے تھے اسی وجہ سے حکام نیزہ

[اطراف الحدیث: ۳۹۸-۹۷۲-۹۷۳] رکھتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۰۱، الرقم المسلسل: ۱۰۹۵، سنن ابوداؤد: ۶۸۷، سنن نسائی: ۷۴۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۲، سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۵، مسند احمد

ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم مسند احمد: ۴۶۱۳، ج ۸ ص ۲۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۷، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق ابوعلی جیانی نے کہا: اسحاق کے ساتھ کسی نسبت کا ذکر نہیں ہے علامہ کرمانی نے کہا: بعض نسخوں میں اسحاق بن منصور لکھا ہے ابو نعیم وغیرہ نے بھی اسی پر جزم کیا ہے (۲) عبداللہ بن نمیر ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبید اللہ بن عاصم بن عمر بن الخطاب ابو عثمان القرشی العدوی المدنی یہ ۱۹۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) نافع، حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۰۵)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

بہ ظاہر اس حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا سترہ ہے تاہم علامہ عینی نے اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت کی تین وجوہ بیان کی ہیں:

(۱) مقتدیوں میں سے کسی ایک کے سترہ کو بھی نقل نہیں کیا گیا اور اگر مقتدیوں میں سے کسی ایک کا بھی سترہ ہوتا تو اس کو ضرور نقل کیا جاتا کیونکہ احکام شرعیہ کو نقل کرنے کے اسباب بہت کثرت کے ساتھ میسر تھے پس اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا سترہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا بھی سترہ ہے۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ اس نیزہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگ اس سترہ میں داخل تھے کیونکہ وہ تمام افعال میں امام کے تابع تھے۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگ سترہ کے بھی پیچھے تھے کیونکہ اگر ان کا کوئی الگ سترہ ہوتا تو پھر وہ آپ کے پیچھے نہ ہوتے بلکہ اس سترہ کے پیچھے ہوتے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۰۵)

سترہ کے متعلق دیگر احادیث اور سترہ کی تحقیق

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی لکڑی کی طرح کی جتنی چیز رکھ لے پھر نماز پڑھے تو پھر اس کی پرواہ نہ کرے کہ اس کے پیچھے سے کون گزر رہا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۹، الرقم المسلسل: ۱۰۹۱، سنن ابوداؤد: ۶۸۵، سنن ترمذی: ۳۳۵، سنن ابن ماجہ: ۹۴۰)

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے تھے اور جانور ہمارے آگے سے گزرتے تھے پس رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی لکڑی کی طرح کی کوئی چیز ہو تو پھر اس کے آگے کسی کے گزرنے سے اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۵۰۱، الرقم المسلسل: ۱۰۹۲، سنن ابوداؤد: ۶۸۵، سنن ترمذی: ۳۳۵، سنن ابن ماجہ: ۹۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے

کوئی چیز رکھ لے اگر اس کو کوئی چیز نہ ملے تو لاٹھی کو نصب کرے اگر وہ بھی نہ ملے تو ایک لکیر کھینچ دے پھر اگر اس کے سامنے سے کوئی گزرا تو اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۸۹، سنن ابن ماجہ: ۹۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۶-۲۵۵-۲۴۹، مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳، مکتب اسلامی بیروت)

علامہ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پالان کے پچھلے حصہ کی مقدار اور جو اس کے قریب ہو یہ سترہ کی لمبائی کی مقدار ہے اور نماز کی سنت ہے اس کی کم از کم مقدار ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) ہے اور اس کی موٹائی نیزہ جتنی ہونی چاہیے یہ امام مالک کے نزدیک ہے ہمارے نزدیک سترہ نماز کے فضائل اور اس کے مستحبات سے ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ سترہ کے پار انسان کی نظر نہ جائے اور سترہ پر جمی رہے اور اس کے خیالات ادھر ادھر منتشر نہ ہوں کیونکہ جب وہ دوسری چیزوں کو دیکھے گا تو ان کی طرف توجہ ہوگی اور اس کی جو مقدار مقرر کی گئی ہے وہ اس کو منضبط کرنے کے لیے ہے اور یہ مقدار کم از کم ہے اور لکیر کھینچنے کا جو قول ہے وہ باطل ہے ہر چند کہ اس کے متعلق حدیث وارد ہے اور امام احمد بن حنبل نے اس پر عمل کیا ہے لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۱۳، دار الوفاء ۱۳۱۹ھ)

امام کا سترہ مقتدیوں کا بھی سترہ ہے اس کے متعلق صریح احادیث اور آثار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے۔

(المعجم الاوسط: ۶۸، مکتبۃ المعارف ریاض ۱۳۰۵ھ علامہ البیہقی نے کہا: اس کی سند کا ایک راوی سید بن عبدالعزیز ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶۲)

عون بن ابی حنیفہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نیزہ لے کر نکلے اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے رہتلی زمین میں گاڑ دیا رسول اللہ ﷺ نے اس نیزہ کی طرف ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اس کے پار سے کتا

گدھا اور عورت گزر رہی تھی۔ (سنن ترمذی: ۱۹۷، مصنف عبدالرزاق: ۲۳۱۷-ج ۲ ص ۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۸)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفوں میں تھا پس حضرت عمر نے نماز پڑھائی اور نیزہ ان کے سامنے تھا اور مسافر عورتیں ان کے سامنے سے گزر رہی تھیں اور اس سے ان کی نماز منقطع نہیں ہوئی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۱۸)

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ اسود نے کہا کہ بسا اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیزہ گاڑ دیتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے اور مسافر عورتیں ان کے سامنے سے گزر رہی ہوتیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۱۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے امام عبدالرزاق نے کہا: میں اسی پر عمل کرتا ہوں اور یہی وہ چیز ہے جس پر تمام لوگوں کا عمل ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۰)

سترہ کے فوائد اور سترہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۹۴ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن باہر نکلتے تو آپ نیزہ لانے کا حکم دیتے جو آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ اسی طرح سفر میں کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے اور احتیاط کی بناء پر اپنے ساتھ نیزہ رکھنا چاہیے اور اس میں خدام کو ساتھ رکھنے اور ان سے خدمت لینے کا جواز ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے نمازیوں کا بھی سترہ ہے علامہ ابن بطلان نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے انہوں نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ سترہ سنت اور مستحب

ہے علامہ ابھری نے کہا: مقتدی کا سترہ اس کے امام کا سترہ ہے لہذا اس کے آگے کسی کے گزرنے سے اسے ضرر نہیں ہوگا کیونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ متعلق ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جہاں انسان لوگوں کے گزرنے سے مامون نہ ہو وہاں پر سترہ رکھنا مشروع اور جائز ہے اور جہاں یہ اطمینان ہو کہ وہاں سامنے سے لوگ نہیں گزریں گے وہاں سترہ کے متعلق امام مالک کے دو قول ہیں اور امام شافعی کے نزدیک احادیث کے عموم کی وجہ سے سترہ مطلقاً مشروع ہے اور اس لیے بھی کہ سترہ سے نظر کی حفاظت ہوتی ہے۔

اگر انسان کھلی فضاء میں ہو تو آیا بغیر سترہ کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ابن القاسم مالکی نے حضرت ابن عباس کی حدیث کی وجہ سے اس کی اجازت دی ہے اور ابن مہشون مالکی نے کہا ہے کہ سترہ پھر بھی ضروری ہے۔
عروہ، عطاء، سالم، قاسم، شععی اور حسن بصری نے کہا ہے کہ لوگ کھلے میدان میں بغیر سترہ کے نماز پڑھتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۵)

سترہ کی مقدار اور کن چیزوں کو سترہ بنانا جائز ہے اور کن چیزوں کو سترہ بنانا ممنوع ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام محمد نے کہا: جو شخص کھلے میدان میں نماز پڑھتا ہے اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ اس کے سامنے لاٹھی کی طرح کی کوئی چیز ہو اگر کوئی چیز نہ ملے تو وہ درخت وغیرہ کو سترہ بنا لے۔

اگر تم یہ کہو کہ سترہ کے لیے جس نیزہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کی طول میں کتنی حد ہے؟ تو میں کہوں گا کہ ہمارے اصحاب نے اس کی حد ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) یا اس سے زیادہ مقرر کی ہے اور اس میں انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی مثل رکھ لو پھر تمہارے سامنے سے کسی کے گزرنے سے تمہیں ضرر نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۵۰۱۔ الرقم لمسل: ۱۰۹۲)

شیخ الاسلام نے اپنی مبسوط میں حضرت ابو حنیفہ کی حدیث (۳۹۵) ذکر کر کے یہ بیان کیا کہ نیزہ ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) لمبا اور ایک انگلی جتنا موٹا ہونا چاہیے اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ سترہ کے لیے تیر کافی ہے اور الذخیرہ میں مذکور ہے کہ تیر کا طول ایک ذراع ہے اور اس کا عرض ایک انگلی جتنا ہے اگر سترہ کا طول ایک ذراع سے کم ہو تو اس میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے شیخ الاسلام نے کہا: اگر ترکش کو سامنے رکھا جائے اور وہ ایک ذراع بلند ہو تو وہ بلا اختلاف سترہ ہے اور اگر اس سے کم ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

غریب الروایۃ میں مذکور ہے: بڑا دریا اور راستہ سترہ نہیں ہے مالکیہ نے کہا ہے: اونچی ٹوپی اور تکیہ کو سترہ بنانا جائز ہے اور چابک کو سترہ بنانا جائز نہیں ہے آدمی کی پیٹھ کو سترہ بنانا جائز ہے اور چہرہ کو سترہ بنانا ممنوع ہے اور کروٹ میں اختلاف ہے عورت کو سترہ بنانا ممنوع ہے اور محارم میں اختلاف ہے سوئے ہوئے کو مجنون کو اور کافر کو سترہ نہ بنایا جائے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۷۰۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۱۔ ج ۱ ص ۱۳۱۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان حسب ذیل ہے:
سترہ کی تعریف اور اس کا حکم۔

۴۹۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ
عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِم بِالْبَطْحَاءِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عِزَّةٌ، الظُّهْرَ رَكَعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكَعَتَيْنِ، تَمْرُ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ.

بن ابی جحیفہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے ان کو کھلے میدان میں نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا، ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت اور آپ کے سامنے سے عورت اور گدھا گزر رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے دیگر ضروری فوائد ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔
علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان صحراء میں ہو تو اس کو اپنے سامنے سترہ رکھنا چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نمازی کے سامنے سے عورت اور گدھا گزر جائے تو اس سے اس کی نماز منقطع نہیں ہوتی، یہ جمہور علماء کا قول ہے اور حضرت انسؓ مکحول ابوالاحوص، حسن بصری اور عکرمہ سے اس کے خلاف منقول ہے۔

عورت، کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز کے منقطع ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورت اور کتے اور گدھے کا (سامنے سے گزرنا) نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۹۵۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۹۸۳، ج ۱۳ ص ۲۶۱، مؤسسة الرسالة بیروت، مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۱، المعجم الکبیر: ۳۱۶۱، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۵، کمال ابن عدی ج ۲ ص ۵۷۶، ج ۵ ص ۲۰۲۱، ج ۷ ص ۲۵۹۱، ج ۶ ص ۲۲۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شعبہ نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: حائض عورت اور کتا نماز کو قطع کر دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۰۳، سنن نسائی: ۷۵۰، سنن ابن ماجہ: ۹۴۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۷، صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۲، صحیح ابن حبان: ۲۳۸۷، المعجم الکبیر: ۱۲۸۲۴، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۴، مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۲۴۱، ج ۵ ص ۲۹۳، مؤسسة الرسالة بیروت)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پالان کی آخری لکڑی کی مثل کو سترہ بنا لے اور اگر اس کے سامنے پالان کی آخری لکڑی کی مثل کوئی چیز نہیں ہوگی تو اس کی نماز کو گدھا، عورت اور سیاہ کتا قطع کر دے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۵، الرقم المسلسل: ۱۱۱۷، سنن ابوداؤد: ۷۰۲، سنن ترمذی: ۳۳۸، سنن ابن ماجہ: ۹۵۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۵۳، سنن دارمی: ۱۴۱۳، صحیح ابن حبان: ۲۳۸۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۴، صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۱، المعجم الصغیر: ۵۰۵، ۱۹۵، المعجم الاوسط: ۸۲۹۵، ۳۳۳۹، المعجم الکبیر: ۱۶۳۶، ۱۶۳۵، مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۳۲۳، ج ۳ ص ۲۵۰، مؤسسة الرسالة بیروت)

ان احادیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے عورت اور کتے اور گدھے کا گزرنا نماز کو قطع کر دیتا ہے۔
عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز منقطع نہ ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز منقطع نہیں کرتی، نماز کے آگے سے گزرنے والے کو جتنا تم دفع کر سکتے ہو دفع کر دو، وہ صرف شیطان ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۱۹، مشکوٰۃ: ۷۸۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کتے، گدھے اور عورت کا نمازی کے سامنے سے گزرنا، اس کی نماز کو قطع کر دیتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہہ کر دیا ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے ضرور دیکھا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے کوئی کام ہوتا تو میں آپ

کے سامنے بیٹھنے کو ناپسند کرتی کہ نبی ﷺ کو ایذا دے تو میں آپ کے پیروں کی طرف سے چپکے سے نکل جاتی۔

(صحیح البخاری: ۵۱۳، صحیح مسلم: ۵۱۲، الرقم المسلسل: ۱۱۲۳، سنن ابوداؤد: ۷۱۳-۷۱۲-۷۱۱، سنن نسائی: ۱۶۸-۱۶۷-۱۶۶)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے حضرت عائشہ تھیں اور آپ نماز پڑھتے رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے سامنے ہونے سے مرد کی نماز منقطع نہیں ہوتی اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں اس وقت بلوغت کے قریب تھا اس وقت رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے میں بعض صف کے آگے سے گزرا پھر میں اتر آیا اور گدھی کو میں نے چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا اور کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۴۹۳، صحیح مسلم: ۵۰۴، سنن ترمذی: ۳۳۷، سنن نسائی: ۷۵۱، سنن ابن ماجہ: ۹۳۷، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۹)

ان مختلف احادیث میں وجہ تطبیق

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور جن اول الذکر احادیث میں یہ بیان ہے کہ عورت کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا تو وہ احادیث ثانی الذکر احادیث سے منسوخ ہیں اور جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے اور یا پھر اول الذکر احادیث کی یہ تاویل ہے کہ جب نمازی کے سامنے سے عورت کتیا یا گدھا گزرے گا تو نمازی کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوگی اور نماز میں اس کا جو خشوع اور خضوع تھا وہ منقطع ہو جائے گا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے ان مختلف احادیث میں اسی طرح تطبیق دی ہے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۴۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار

فاصلہ ہونا چاہیے

۹۱ - بَابُ قَدَرِ كَمْ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ

بَيْنَ الْمُصَلِّيِّ وَالسُّتْرَةِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

۴۹۶ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَّارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلِّي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرٌ الشَّاةِ [طرف الحديث: ۷۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے خبر دی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ کی جانماز اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ تھی۔

(صحیح مسلم: ۵۰۸، الرقم المسلسل: ۱۰۲۱، سنن ابوداؤد: ۶۹۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۳۵-۱۳۳۴-۸۰۴، جامع السائید لابن الجوزی: ۲۴۲۸، مکتبۃ الرشید

ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن زرارہ ابو محمد نیشاپوری، یہ ۲۸۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالعزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد حازم

(۴) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۰۹)

نمازی اور سترہ کے درمیان کی مقدار میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان یہ کم سے کم فاصلہ ہے۔ عطاء امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ اس کی کم از کم مقدار تین ذراع (ساڑھے چار فٹ) ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے کعب میں نماز پڑھی اور آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا اور امام مالک نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی ابواسحاق السبعمی نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے اور اپنے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے اور سہل بن ابی حمزہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترہ کے قریب ہوتا کہ اس کی نماز کو شیطان قطع نہ کرے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسی عبارت کو معمولی تغیر سے بیان کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۴۱۰ فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۳)

۴۹۷- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتْ الشَّاةُ تَجُوزُهَا۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکئی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: مسجد کی دیوار منبر کے پاس تھی اس سے بکری پہ مشکل گزر سکتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۵۰۹ الرقم المسلسل: ۱۱۱۵ سنن ابوداؤد: ۱۰۸۴ سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۰ المعجم الکبیر: ۶۲۹۹ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۲ مسند احمد ج ۴ ص ۵۴)

طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۵۳۲- ج ۲ ص ۷۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

یہ حدیث ثلاثی ہے اس میں امام بخاری اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف تین راوی ہیں اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی ﷺ منبر کے پہلو میں کھڑے ہوتے تھے کیونکہ اس وقت آپ کی مسجد میں محراب نہیں تھا پس آپ کے اور دیوار قبلہ کے درمیان اتنی مسافت تھی جتنی مسافت منبر اور دیوار قبلہ کے درمیان تھی پس گویا کہ حضرت سلمہ نے کہا: نمازی اور سترہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہیے جتنا فاصلہ آپ کے منبر اور دیوار قبلہ کے درمیان تھا۔

۹۲- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرْبَةِ
چھوٹے نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

اس عنوان میں "حربة" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چھوٹا نیزہ۔

۴۹۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرَكِّزُ لَهُ الْحَرْبَةَ فَيُصَلِّيُ إِلَيْهَا۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ کے لیے چھوٹا نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے

(جامع السانید ابن الجوزی: ۳۴۷۳ مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ) تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۳ میں گزر چکی ہے۔

۹۳ - بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْعَنْزَةِ

نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اور قبلہ کے درمیان جو نیزہ گاڑا ہوا ہے اس نیزہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

۴۹۹ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا
عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ خَرَجَ
عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ
فَاتَى بِوُضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَصَلَّى بِنَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ
وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنْزَةٌ وَالْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ يَمُرُّونَ مِنْ
وَرَائِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عون بن ابی جحیفہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت ہماری طرف نکلے پس آپ کے وضوء کا پانی لایا گیا پھر آپ نے وضوء کیا پھر آپ نے ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا اور عورت اور گدھا اس نیزہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۵۰۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ بَزِيعٍ قَالَ
حَدَّثَنَا شَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ
قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبَعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ
وَمَعَنَا عُكَّازَةٌ أَوْ عَصَا أَوْ عَنْزَةٌ وَمَعَنَا إِذَاوَةٌ
فَإِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ نَاولْنَاهُ إِذَاوَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن حاتم بن بزیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی از شعبہ از عطاء ابن ابی میمونہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے جاتے تو میں اور ایک اور لڑکا آپ کے پیچھے جاتے اور ہمارے ساتھ ڈنڈا یا لانٹھی یا نیزہ ہوتا اور ہمارے ساتھ چمڑے کا برتن ہوتا جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ کو وہ چمڑے کا برتن دیتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: پانی کے ساتھ استنجاء کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: نیزہ کی طرف نماز پڑھنا اور اس حدیث میں نیزہ کا بھی ذکر ہے اور پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا بھی ذکر ہے۔

۹۴ - بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا

مکہ وغیرہا میں سترہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو روکنے کے لیے سترہ قائم کرنا مستحب ہے خواہ وہ سترہ مکہ میں ہو یا غیر مکہ میں اور مکہ کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ سترہ قبلہ ہے اور مکہ میں کعبہ کے سوا اور کسی کو قبلہ نہیں بنانا چاہیے اور ہر وہ شخص جو کسی کھلی اور وسیع جگہ میں نماز پڑھے اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ سترہ کی طرف نماز پڑھے خواہ وہ مکہ میں نماز پڑھے یا کسی اور جگہ نماز پڑھے ہاں! اگر وہ مکہ مکرمہ کی ایسی مسجد میں نماز پڑھے جو مکہ کے قریب ہو اور وہاں کسی کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنا ممکن نہ ہو تو پھر اس کو سترہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مکہ کا قبلہ اس کا سترہ ہے اور اگر اس نے مسجد کے مؤخر حصے میں اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے آگے سے گزرنا ممکن تھا یا مکہ مکرمہ کی باقی جگہوں میں بغیر کسی دیوار یا درخت یا اس جیسی کسی چیز کے نماز پڑھی تو پھر اس کو اپنے آگے سترہ رکھنا چاہیے جس طرح نبی ﷺ نے مکہ کے علاوہ دیگر مقامات پر کھلی جگہ میں نیزہ کی طرف

نماز پڑھی۔

۵۰۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّهْجَةِ فَصَلَّى بِالْبَطْحَاءِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرَ رَكَعَتَيْنِ وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةً وَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوئِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت نکلے پھر آپ نے بحری والی ریتلی زمین (مدینہ کی وادی) میں ظہر اور عصر کی دو دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے سامنے نیزہ گاڑ دیا اور وضوء کیا پھر لوگ آپ کے وضوء کے پانی کو اپنے جسم پر لگا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۷ میں تفصیل سے گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: لوگوں کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: مکہ وغیرہ میں سترہ اور اس حدیث میں دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

۹۵۔ بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْأُسْطُوَانَةِ

ستون کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ستون کی طرف نماز پڑھنا مستحب ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّونَ أَحَقُّ بِالسَّوَارِي مِنَ الْمُتَحَدِّثِينَ إِلَيْهَا. اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ستونوں کی طرف باتیں کرنے والوں کی بہ نسبت نماز پڑھنے والے زیادہ مستحق ہیں۔

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

اور لیس الصنعانی ایک شخص سے روایت کرتے ہیں جس کو ہمدان کہا جاتا تھا وہ اہل یمن کی ڈاک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ستونوں کی طرف باتیں کرنے والوں کی بہ نسبت نماز پڑھنے والے زیادہ مستحق ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۶ھ)

نمازیوں کے زیادہ مستحق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ باتیں کرنے والے ستونوں کی طرف ٹیک لگانے کے محتاج ہوتے ہیں اور نماز پڑھنے والے ستون کو سترہ بنانے کے محتاج ہوتے ہیں سو دونوں ستونوں کی طرف احتیاج میں مشترک ہیں لیکن نمازی چونکہ عبادت کرنے والے ہیں اس لیے وہ ستونوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

وَرَأَى عُمَرُ رَجُلًا يُصَلِّي بَيْنَ أُسْطُوَانَتَيْنِ فَأَدْنَاهُ إِلَى سَارِيَةٍ فَقَالَ صَلَّى إِلَيْهَا. اور حضرت عمر نے ایک شخص کو دیکھا وہ دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا انہوں نے اس کو ایک ستون کی طرف قریب کر کے کہا: اس کی طرف نماز پڑھو۔

اس تعلق کی اصل اس حدیث میں ہے:

معاویہ بن قرظہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا میں دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے میری پیٹھ کو پکڑ کر مجھے سترہ کے قریب کر دیا اور فرمایا: اس کی طرف نماز پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۱، ج ۲ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الکی بن ابراہیم نے

۵۰۲۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

(صحیح مسلم: ۵۰۹، الرقم المسلسل: ۱۱۱۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۰،
جامع المسانید: ابن الجوزی: ۲۲۵۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

یہ حدیث ثلاثی ہے اس میں امام بخاری اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف تین راوی ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا

المصحف کے ستون کا معنی

اس حدیث میں ”المصحف“ کا ذکر ہے علامہ یحییٰ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں مصحف کی ایک خاص جگہ تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے اس جگہ وہ مصحف رکھا ہوا تھا، صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ صندوق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے گویا کہ وہ مصحف (قرآن مجید) اس صندوق میں رکھا جاتا تھا اور جس ستون کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے وہ ”اسطوانة المهاجرین“ کے نام سے مشہور تھا۔ آپ اس ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور اس ستون کو پہلو میں نہیں رکھتے تھے تاکہ صفوں میں خلل نہ ہو۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۴۱۵)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۰۳۸- ج ۷ ص ۱۳۲۰ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۰۳۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ
عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ كِبَارَ
أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَدَرُونَ
السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ. وَزَادَ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو
عَنْ أَنَسٍ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
[طرف اللہ: ۱۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث
بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن
عامر از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ
کے بڑے بڑے اصحاب کو دیکھا، وہ مغرب کے وقت ستونوں کی
طرف سبقت کرتے تھے۔ شعبہ نے از عمرو از حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ
اضافہ کیا: حتیٰ کہ نبی ﷺ حجرے سے نکل آتے۔

(سنن نسائی: ۶۸۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۸، صحیح ابن حبان: ۱۵۸۹، سنن دارمی: ۱۳۴۱، مصنف عبدالرزاق: ۳۹۸۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۷۶، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۰، مسند احمد: ۱۳۹۸۳، ج ۲۱ ص ۴۰۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قبیسہ بن عقبہ الکوفی (۲) سفیان ثوری (۳) عمرو بن عامر الکوفی الانصاری، یہ عمرو بن عامر البصری نہیں ہیں کیونکہ وہ مسلمی ہیں
(۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۵)

ستون کو سترہ بنانے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ صحراء میں نیزہ گاڑ کر اس کو سترہ بناتے تھے تو مسجد کا ستون نیزہ کی بہ نسبت سترہ بنانے کے زیادہ لائق تھا کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ سترہ کی مقدار پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہونی چاہیے تو اس سے معلوم ہوا کہ پالان کی پچھلی لکڑی اور نیزہ کی بہ نسبت مسجد کا ستون سترہ بنانے کے زیادہ لائق ہے اور امام کو چاہیے کہ وہ ستون کو اپنے سامنے رکھے اور اس کے پہلو میں نہ کھڑا ہو تاکہ صفوں میں خلل نہ ہو۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۸۲-۱۸۱)

بغیر جماعت کے ستونوں

کے درمیان نماز

۹۶- بَابُ الصَّلَاةِ بَيْنَ السَّوَارِي

فِي غَيْرِ جَمَاعَةٍ

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب انسان اکیلا ہو تو وہ مسجد کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ ستونوں کے درمیان جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے صف منقطع ہوتی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے پس بہت دیر اندر رہے پھر باہر نکلے تو سب سے پہلے میں ان کے پیچھے داخل ہوا پھر میں نے حضرت بلال سے پوچھا: نبی ﷺ نے کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے بتایا: سامنے کے دو ستونوں کے درمیان۔

۵۰۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَأَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَبِلَالٌ فَأَطَالَ ثُمَّ خَرَجَ كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلَى آثَرِهِ فَسَأَلْتُ بِلَالًا أَيْنَ صَلَّى؟ قَالَ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: اہل مدینہ اہل شام کا قبلہ اور یہاں اس کا عنوان ہے: بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا اور اس حدیث میں ان دونوں عنوانوں کا ذکر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ انجی کعبہ کے اندر داخل ہوئے پھر اس کا دروازہ بند کر دیا اور اس میں کچھ دیر ٹھہرے پھر جب وہ کعبہ سے باہر نکلے تو میں نے حضرت بلال سے سوال کیا کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں کیا کیا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ نے ایک ستون کو بائیں جانب رکھا اور ایک ستون کو دائیں جانب رکھا اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے اور بیت اللہ ان دنوں چھ ستونوں پر تھا پھر

۵۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَأَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَمَكَتُ فِيهَا فَسَأَلْتُ بِلَالًا حِينَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ وَعَمُودًا عَنْ يَمِينِهِ وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ ثُمَّ صَلَّى وَقَالَ لَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ وَقَالَ عَمُودَيْنِ

عَنْ يَمِينِهِ.

آپ نے نماز پڑھی اور ہم سے اسماعیل نے بیان کیا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی اور کہا: دوستوں آپ کے دائیں جانب تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۹۷۔ بَابُ

بَابُ

امام بخاری نے اس باب کا کوئی ترجمہ یا عنوان قائم نہیں کیا اور اس کتاب میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ وہ جس باب کا عنوان قائم نہیں کرتے وہ ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو ضمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ میں داخل ہوئے تو دخول کے وقت وہ اپنے منہ کی طرف چلے اور دروازہ کو اپنی پشت کے پیچھے رکھا پھر چلے حتیٰ کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو ان کے منہ کی طرف تھی تقریباً تین ذراع (ساڑھے چار فٹ) کا فاصلہ تھا (پھر) انہوں نے نماز پڑھی اور اس جگہ کا قصد کیا جس جگہ کے متعلق ان کو حضرت بلال نے یہ خبر دی تھی کہ نبی ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی ہے اور کہا: ہم میں سے جو شخص بیت اللہ کی کسی جانب نماز پڑھے اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

۵۰۶۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قَبْلَ وَجْهِهِ حِينَ يَدْخُلُ وَجَعَلَ الْبَابَ قَبْلَ ظَهْرِهِ فَمَشَى حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قَبْلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعَ صَلَّى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِهِ بِلَالٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيهِ قَالَ وَلَيْسَ عَلَيَّ أَحَدِنَا بَأْسٌ اِنْ صَلَّى فِي أَيِّ نَوَاجِي الْبَيْتِ شَاءَ.

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۹۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

سواری، اونٹ، درخت اور پالان
کی طرف نماز پڑھنا

۹۸۔ بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْبَعِيرِ وَالشَّجَرِ وَالرَّحْلِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مذکورہ اشیاء کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی البصری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ اپنی سواری کو عرض میں کر لیتے پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے میں نے کہا: یہ بتائیں کہ جب سواریاں اچھلتیں (تو آپ کیا کرتے تھے)؟ انہوں نے کہا: پھر آپ اس پالان یا کجاوے کو پکڑ لیتے اس کو برابر رکھتے اور اس کی آخری لکڑی کو کھڑا کر کے اس کی طرف نماز پڑھتے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

۵۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُعْرِضُ رَاحِلَتَهُ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا قُلْتُ أَفَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ؟ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ الرَّحْلَ فَيَعْدِلُهُ فَيُصَلِّي إِلَى اخِرَتِهِ أَوْ قَالَ مُوْخِرِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَفْعَلُهُ.

بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۳۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا اس حدیث میں سواری اور پالان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے درخت اور اونٹ کی طرف نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے اونٹ کا ذکر تو سواری کے ذکر میں آ گیا ہے اور درخت کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام نسائی سند حسن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک میں نے جنگ بدر کے دن دیکھا رسول اللہ ﷺ کے سوا ہم میں سے ہر شخص سویا ہوا تھا اور آپ ایک درخت کی طرف نماز پڑھ رہے تھے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔

(عمدة القاری ج ۳ ص ۴۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

تخت یا چارپائی پر نماز پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے؟ میں نے خود کو دیکھا کہ میں تخت پر لیٹی ہوئی تھی پھر نبی ﷺ آئے آپ نے تخت کو وسط میں کر لیا پھر آپ نماز پڑھ رہے تھے میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں نماز میں آپ کے سامنے رہوں پس میں تخت کے پیروں کی جانب سے آہستہ سے نکل کر اپنے لحاف سے باہر نکل آتی تھی۔

۹۹- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى السَّرِيرِ

۵۰۸- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْدَلْتُمُونَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ؟ لَقَدْ رَأَيْتُنِي مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيرِ فَيَجِيءُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيرَ فَيُصَلِّيُ فَأَكْرَهُ أَنْ أُسَبِّحَهُ فَأَنْسَلُ مِنْ قِبَلِ رِجْلِي السَّرِيرِ حَتَّى أَنْسَلُ مِنْ لِحَافِي.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں۔

علماء غیر مقلدین کا نماز میں رسول اللہ ﷺ کے خیال کو اپنے گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر قرار دینا

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جملہ اس موقع پر کہا تھا جب بعض لوگوں نے یہ حدیث بیان کی: نمازی کے سامنے سے کتا، گدھا اور عورت گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے حضرت عائشہ کو ان کی یہ حدیث اس لیے ناگوار گزری کہ اس ایک جملہ میں عورت کو کتے اور گدھے کے ساتھ ذکر کیا ہے اور چونکہ حضرت ام المؤمنین بھی عورت ہیں اس لیے آپ نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے جب حضرت عائشہ کو اس سے ایذا پہنچی کہ آپ کا ذکر کتے اور گدھے کے ساتھ کیا گیا تو اگر رسول اللہ ﷺ کا ذکر گدھے اور بیل کے ساتھ کیا جائے تو اس سے آپ کو کتنی ایذا پہنچے گی۔

غیر مقلدین کے مشہور عالم شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

زنا کے خیال سے (نماز میں) اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں استغراق سے کہیں زیادہ برا ہے۔

(مراۃ المستقیم ص ۸۶ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

اس عبارت میں رسول اللہ ﷺ کی توحین کی صرف یہی وجہ نہیں ہے کہ گدھے اور بیل کے تصور کے ساتھ آپ کی طرف توجہ

لگا دینے کا ذکر ہے بلکہ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کو گدھے اور بیل کے تصور میں استغراق سے زیادہ برقرار دیا گیا ہے سوچئے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس عبارت سے کس قدر ایذا پہنچی ہوگی! قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. (الاحزاب: ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے۔

عبارت مذکورہ کی توجیہ کارو

اس عبارت کی توجیہ میں شیخ اسماعیل دہلوی نے یہ لکھا ہے کہ:

بیل اور گدھے کا خیال دل میں اس قدر تعظیم کے ساتھ نہیں آتا جس قدر تعظیم اور اجلال کے ساتھ نبی ﷺ کا تصور آئے گا اور نماز میں غیر اللہ کا تعظیم کے ساتھ تصور شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ (صراطِ مستقیم ص ۸۶ مکتبہ سلفیہ لاہور)

یہ توجیہ قطعاً باطل اور مردود ہے کیونکہ نماز میں غیر اللہ کی تعظیم مطلقاً شرک نہیں ہے بلکہ تعظیم بہ طریقہ عبادت شرک ہے اور نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم معمول اور مشروع ہے۔ دیکھئے: سلام تعظیم کے لیے کیا جاتا ہے اور نماز کے تشہد میں ”السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ پڑھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کی بالفعل تعظیم کی ہے حدیث میں ہے:

عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے متعلق احادیث

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنو عمرو بن عوف کی آپس میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں اقامت کہوں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: ہاں پھر حضرت ابو بکر نماز پڑھانے لگے (اسی اثناء میں) رسول اللہ ﷺ آ گئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے نبی ﷺ صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں پہنچ گئے پس لوگوں نے تالیاں بجائیں اور حضرت ابو بکر نماز میں ادھر ادھر توجہ نہیں کرتے تھے پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابو بکر نے توجہ کی اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ قائم رہو پھر حضرت ابو بکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا ہے پھر حضرت ابو بکر پیچھے صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی نماز سے فامغ ہو کر آپ نے فرمایا: اے ابو بکر! تمہیں (نماز پڑھانے سے) کس چیز نے روکا جب میں نے تمہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا؟ حضرت ابو بکر نے کہا: ابو قحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے! پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کو نماز میں اتنی زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے کیوں دیکھا جس شخص کو نماز میں کوئی تشویش ناک بات پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا تالیاں بجا کر امام کو متوجہ کرنا صرف خواتین کے لیے مشروع ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۳۳-۱۲۱۸-۶۸۳ صحیح مسلم: ۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-

صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے استفسار پر اپنے پیچھے ہٹنے کی یہ وجہ بیان کی: ابو قحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت ابو بکر کا نماز میں پیچھے ہٹنا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لیے تھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ تعظیم نماز میں کی تھی اسی طرح تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ کے آنے پر جو تالیاں بجا رہے تھے وہ بھی اس لیے کہ حضرت ابو بکر تالیوں کی آواز سن کر توجہ کریں اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر امامت چھوڑ کر پیچھے آ جائیں اور ان تمام صحابہ نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی تھی۔

اس کے بعد دوسری بار بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کے ایام میں حضرت ابو بکر کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں سو حضرت ابو بکر ان کو نماز پڑھاتے تھے عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں تخفیف محسوس کی آپ حجرے سے باہر آئے تو حضرت ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب حضرت ابو بکر نے آپ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہو گئے آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ تم اسی طرح نماز پڑھاتے رہو پھر رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر کے پہلو میں بیٹھ گئے پس حضرت ابو بکر رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۳، صحیح مسلم: ۳۱۸، رقم المسلسل: ۹۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵-۱۲۳۴-۱۲۳۳، موطا امام مالک: کتاب صلوٰۃ الجماعۃ: ۱۸، تنویر الحواکک ص ۱۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، دلائل النبوة ج ۷ ص ۲۲۷-۲۲۶، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷-۳۵۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۳۵۵-ج ۵ ص ۳۵۸-۳۵۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ حضرت ابو بکر نماز پڑھا رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے اشارہ بھی کیا کہ نماز پڑھاتے رہو لیکن رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہو گئے اور یہ عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا آپ نے مجھے اپنے آگے کیا جب رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پھر پیچھے ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی پھر نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا: یہ کیا بات ہے؟ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم پیچھے ہٹ جاتے تھے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ آپ کے آگے نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں جس نے آپ کو (بلند رتبہ) عطا کیا ہے رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر خوش ہوئے پھر آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور میرے فہم کو زیادہ کرے۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے دائیں جانب کرنے کے لیے انہیں اپنے آگے سے دائیں جانب لارہے تھے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۰۶۰-ج ۵ ص ۱۷۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

شعیب الارؤوط نے لکھا ہے کہ شیخین کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ۳۰۶۰)

اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب سے خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعا دی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۵، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۲۶ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی میں (آپ کے ساتھ) مسلسل کھڑا رہا حتیٰ کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کیا، ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی ﷺ کو قیام میں چھوڑ دوں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳۵، صحیح مسلم: ۷۷۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۵۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۱۹۹، ج ۷ ص ۲۵۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کو بُرا کام کیوں جانا، صرف اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے اور آپ کھڑے ہوں اور حضرت ابن مسعود بیٹھ جائیں اس کو انہوں نے آپ کی تعظیم کے خلاف جانا اس کے بعد حضرت ابن مسعود نے جتنی دیر نماز میں قیام کیا وہ قیام صرف رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لیے تھا۔

جب نمازی حضور ذہن اور غور و فکر کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ نماز میں

رسول اللہ ﷺ کا تصور نہ کرے

شیخ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا تصور اپنے گدھے اور بیل کے تصور سے زیادہ بُرا ہے میں پوچھتا ہوں کہ جب نماز میں ”یا ایہا النبی“ یا ایہا الرسول“ یا ایہا المزمّل“ یا ایہا المدثر“ اور ”محمد رسول اللہ“ پر مشتمل آیات پڑھے گا تو کیا ذہن میں رسول اللہ ﷺ کا تصور نہیں آئے گا اور جب ”السلام علیک ایہا النبی“ پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا اور جب ”اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد“ اور ”اللہم باریک علی محمد وعلی آل محمد“ پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا نماز میں شروع سے آخر تک آپ کا ذکر آتا ہے۔ شیخ اسماعیل دہلوی نمازی کو کہاں کہاں رسول اللہ ﷺ کے تصور سے روکیں گے جب بھی نمازی نماز میں پڑھے جانے والے الفاظ پر غور و فکر کرتے ہوئے نماز پڑھے گا اور حضور ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرے اور اس کے ذہن میں آپ کا تصور نہ آئے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے کہا ہے کہ جب نمازی نماز میں ”السلام علیک ایہا النبی“ کہے تو ذہن میں آپ کے شخص کریم کو حاضر کر کے کہے: ”السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“۔

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۶۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۹ھ)

امام عبدالوہاب شعرائی متوفی ۹۷۳ھ نے کہا ہے کہ نماز کا موضوع اصلہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے مناجات ہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ تمام احکام شرعیہ میں ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ عظمیٰ ہیں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو نبی ﷺ پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھنا نہ بھولیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے (الی قولہ) اور نماز میں تشہد اس لیے مشروع کیا گیا ہے کہ جو نمازی غفلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کو اس پر متنبہ کیا جائے کہ نبی ﷺ بھی اس دربار میں تشریف فرما ہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے اس لیے نمازی آپ کو نماز میں بالمشافہ خطاب کر کے آپ کو سلام پیش کرے۔

(المیزان الکبریٰ الشعرائیہ ج ۱ ص ۱۹۸-۱۹۷، ملاحظہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جب نمازی غور و فکر اور استحضار ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نماز میں شروع سے آخر تک کسی نہ کسی رکن میں آپ کا تصور ضرور کرے گا اور ظاہر ہے کہ وہ تعظیم اور تکریم کے ساتھ آپ کا تصور کرے گا، شیخ اسماعیل دہلوی رسول اللہ ﷺ سے

بغض کی وجہ سے نماز میں آپ کے تصور کو اپنے گدھے اور بیل کے تصور سے برا کہہ کر اور آپ کے تصور سے منع کر کے کہیں یہ تلقین تو نہیں کر رہے کہ نمازی غفلت کے ساتھ بغیر غور و فکر کے اور بغیر حضور ذہن کے نماز پڑھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۴۶۔ ج ۱ ص ۱۳۳۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح میں صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس پر بحث نہیں کی گئی۔ اس عبارت پر جتنی مفصل بحث کی گئی ہے اور نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم پر دلائل دیئے گئے ہیں وہ صرف نعمۃ الباری کی خصوصیت ہے۔ وللہ الحمد۔

۱۰۰۔ باب یُرَدُّ الْمُصَلِّي

نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے
مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ
کو دھکا دے کر دور بھگائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دور کرے رہا یہ کہ وہ کس جگہ سے گزرنے والے کو دور کرے اور یہ دور کرنا آیا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟ اس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ الْمَارَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فِي الشَّهَادَةِ
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ میں اپنی نماز کے تشہد میں
سامنے سے گزرنے والے کو دور کیا اور فرمایا: اگر گزرنے والا بغیر
لڑائی کے باز نہ آئے تو اس سے لڑو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:
نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص نماز میں تمہارے سامنے سے گزرے اس کو مت چھوڑو اگر وہ
لڑائی کے بغیر باز نہ آئے تو اس سے لڑو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۸۔ ج ۲ ص ۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)
نافع بیان کرتے ہیں: جو شخص بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نماز کے آگے سے گزرتا تھا وہ اس کو نہیں چھوڑتے
تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۹)

عمر بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے سے گزرا وہ نماز کے قعدہ میں تھے وہ قعدہ سے کھڑے ہو
گئے پھر میرے سینہ میں دھکا دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۲۱۔ ج ۱ ص ۲۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا کعبہ میں بھی عام قرار دینا

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام بخاری کے شیخ ابو نعیم نے کتاب الصلوٰۃ میں اس روایت کے اندر کعبہ کا ذکر کیا ہے
اور کعبہ کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ چونکہ کعبہ میں نمازیوں کا بہت اثر دھام اور رش ہوتا ہے اس لیے کعبہ میں
نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت ہوگی کیونکہ غیر کعبہ میں بھی جمعہ اور عید کے اجتماعات میں نمازیوں کا بہت اثر دھام ہوتا ہے
اس لیے نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کعبہ اور غیر کعبہ دونوں کو شامل ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۴۲۳ فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۹)

مصنف کا کعبہ میں بھی ممانعت کے شمول پر تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے اور اب کعبہ میں نمازیوں کا اس قدر اثر دھام
ہوتا ہے کہ کعبہ میں ہر جگہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور اگر وہاں نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت نہ دی جائے تو کوئی شخص
کسی جگہ سے گزر ہی نہیں سکتا اور بعض اوقات انسان کا گزر نا ضروری ہوتا ہے مثلاً اس کو بول و براز کی شدید حاجت ہو اور تاخیر کرنے
میں مسجد حرام کے نجاست سے متلوٹ ہونے کا خطرہ ہو یا اس کو شدید بھوک یا پیاس ہو یا اس کا وضوء ٹوٹ گیا ہو اور اس کو دوبارہ وضوء

کرنے کی شدید ضرورت ہو یا اس کو کوئی ضروری دوا کھانی ہو اور ایسی دوسری بہت ضروریات ہو سکتی ہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے ہم اس حدیث کو اس بحث کے آخر میں ذکر کریں گے اس لیے علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کعبہ اور غیر کعبہ دونوں میں عام ہے۔

۵۰۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هَلَالٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) . وَحَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هَلَالٍ الْعَدَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ السَّمَانُ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فِي يَوْمٍ جُمُعَةٍ يُصَلِّي إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِي أَبِي مُعَيْطٍ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَ أَبُو سَعِيدٍ فِي صَدْرِهِ فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاعًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ فَعَادَ لِيَجْتَازَ فَدَفَعَهُ أَبُو سَعِيدٍ أَشَدَّ مِنَ الْأُولَى فَقَالَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ ثُمَّ دَخَلَ عَلَى مَرْوَانَ فَشَكََا إِلَيْهِ مَا لَقِيَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ خَلْفَهُ عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ مَا لَكَ وَلِابْنِ أَخِيكَ يَا أَبَا سَعِيدٍ؟ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيَقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ. [طرف الحديث: ۳۲۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از ابو صالح کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا (تحویل) اور امام بخاری نے کہا: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن المغیرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن ہلال العدوی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح السمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھ رہے تھے بنو ابی معیط کے ایک نوجوان نے ان کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوسعید نے اس کے سینہ پر دھکا دیا اس نوجوان نے ادھر ادھر دیکھا مگر اس نے حضرت ابوسعید کے سامنے کے علاوہ اور کوئی جگہ نہ پائی وہ دوبارہ ان کے سامنے سے گزرنے لگا حضرت ابوسعید نے اس کو پہلی بار سے زیادہ زور سے دھکا دیا اس نے حضرت ابوسعید سے تکلیف اٹھائی اس نے مروان کے پاس جا کر حضرت ابوسعید سے پہنچنے والی تکلیف کی شکایت کی حضرت ابوسعید بھی اس کے پیچھے پیچھے مروان کے پاس آئے مروان نے کہا: اے ابوسعید! آپ کے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے پھر کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو دفع کرے اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے کیونکہ وہی شخص شیطان ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۰۵، رقم المسلسل: ۱۱۰۹، سنن ابوداؤد: ۷۰۰، مسند ابویعلیٰ: ۱۲۳۰، صحیح ابن خزیمہ: ۸۱۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶، مسند احمد ج ۳ ص ۶۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۶۰، ج ۱۸ ص ۱۵۱، مؤسسة الرسالة بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۰۳، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر ان کا نام عبد اللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المقعد البصری ہے یہ ۲۲۴ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد الوارث بن سعید (۳) یونس بن عبید بن دینار ابو عبد اللہ البصری یہ ۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حمید بن ہلال العدوی یہ بہت عظیم تابعی ہیں (۵) بوصاح ذکوان السمان (۶) آدم بن ابی ایاس (۷) سلیمان بن المغیرہ القیس البصری (۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۳۲۳)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے پھر کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو دفع کرے اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے کیونکہ وہی شیطان ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

عبد الرحمن بن ابی سعید الخدری بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے ایک جوان شخص ان کے سترہ کے قریب سے گزرنا چاہتا تھا ان دنوں مدینہ کا امیر مروان تھا حضرت ابوسعید نے اس کو زور سے دھکا دیا حتیٰ کہ اس کو زمین پر گرادیا پھر وہ نو جوان مروان کے پاس گیا اور کہا: یہاں پر ایک پاگل بوڑھا ہے اس نے مجھے دھکا دے کر زمین پر گرادیا مروان نے کہا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں اور جمعہ کے دن انصار بھی مروان کے پاس آتے تھے پس حضرت ابوسعید بھی وہاں آ گئے مروان نے اس نو جوان سے پوچھا: کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! یہ وہ بوڑھا ہے مروان نے اس نو جوان سے کہا: کیا تم پہچانتے ہو یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: نہیں مروان نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں پھر مروان نے حضرت ابوسعید کو مرحبا کہا اور ان کو اپنے قریب بٹھایا پھر ان سے کہا: یہ نو جوان آپ کی شکایت کر رہا ہے کہ آپ نے اس کو دھکا دے کر گرادیا حضرت ابوسعید نے فرمایا: میں نے اس کو نہیں دھکا دیا میں نے تو شیطان کو دھکا دیا ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے اور تمہارے سترہ کے درمیان سے گزرنے کا ارادہ کرے تو اس کو دفع کرو پس اگر وہ لڑائی کے بغیر باز نہ آئے تو اس سے لڑو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۳۱- ج ۲ ص ۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اس اثناء میں عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام آیا اور ان کے سامنے سے گزرنے لگا حضرت ابوسعید نے اس کو روکا وہ گزرنے کے بغیر نہیں مانا تو حضرت ابوسعید نے اس کو دھکا دے کر زمین پر گرادیا کسی نے کہا: آپ نے عبد الرحمن کو گرادیا حضرت ابوسعید نے کہا: اللہ کی قسم! اگر یہ باز نہ آتا تو میں اس کو بالوں سے پکڑتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۳۰ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو امام مالک کے نزدیک اس کو نرمی سے روکے۔۔۔ اور اس سے لڑنا منع ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھ رہا ہو پھر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہے تو اس کو دفع کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور جب کوئی شخص بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے سامنے سے گزرنے والے کو منع کرے کیونکہ جس جگہ وہ نماز پڑھ رہا ہے وہاں دوسرے لوگوں کے لیے بھی چلنا اور تصرف کرنا مباح ہے

اور وہ اور دوسرے لوگ اس جگہ تصرف کرنے میں مساوی ہیں الا یہ کہ وہ سترہ قائم کرے۔

امام مالک نے کہا: جب نمازی نے سترہ قائم کیا ہو اور پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرے تو وہ اس کو نری سے روکے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ تلوار سے اس کے ساتھ نہ لڑے اور نہ اس سے خطاب کرے اور اس سے اس حد تک نہ لڑے کہ اس کی نماز ٹوٹ جائے

کیونکہ اگر نمازی نے ایسا کیا تو اس میں خود اس کا نقصان ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۸۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمانے کی وجہ اور اگر سترہ نہ ہو تو پھر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو منع نہیں کیا جائے گا

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نمازی سے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمایا ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ شیطانی فعل ہے اور اس کے بہکانے کی وجہ سے ہے اور اس حدیث میں اس سے لڑنے کا جو حکم دیا ہے یہ اس وقت ہے جب وہ سترہ اور نمازی کے درمیان سے گزرنے کی کوشش کرے۔ (معالم السنن مع مختصر المندری ج ۱ ص ۳۳۳، دار المعرفۃ بیروت)

فقہاء احناف کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو سبحان اللہ کہہ کر منع کیا جائے گا یا اشارہ سے

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو اور کوئی اس کے سامنے سے گزرے یا اس کے سامنے سترہ ہو اور کوئی اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو نمازی اس کو منع کرے اور اس کو اشارہ سے منع کرے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دو بچوں کے ساتھ کیا تھا، نبی ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نماز پڑھ رہے تھے تو ان کا بیٹا عمر آپ کے آگے سے گزرنے لگا پس آپ نے اس کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ تو وہ ٹھہر گیا، پھر ان کی بیٹی زینب آپ کے آگے سے گزرنے لگی تو آپ نے اس کو بھی ٹھہرنے کا اشارہ کیا اس نے انکار کیا اور آپ کے آگے سے گزر گئی تو آپ نے فرمایا: یہ عورتیں ناقصات عقل اور ناقصات دین ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں کی طرح ہیں، شریف لوگوں پر غالب آ جاتی ہیں اور بُرے لوگ ان پر غالب آ جاتے ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ) لیکن حدیث کی اصل عبارت یہ ہے: نبی ﷺ نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: یہ عورتیں زیادہ غالب ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۸، مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۴) یا سبحان اللہ پڑھ کر ان کو گزرنے سے منع کرے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب نماز میں تمہارے سامنے کوئی چیز پیش ہو تو سبحان اللہ کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴)

(الہدایۃ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۹-۳۱۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز

کثیر بن المطلب بن وداع اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ (کعبہ میں) باب بنو سہم کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے اور آپ کے اور کعبہ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۱۹، سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۸، شرح معانی الآثار: ۲۵۸۷، صحیح ابن حبان: ۲۳۶۳، المعجم الکبیر: ۶۸۴، ج ۲ ص ۲۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۷۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۷۲۳۱-۲۷۲۳۲، ج ۳ ص ۲۱۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۳ھ لکھتے ہیں: میں نے ”البحر العمیق“ میں دیکھا، انہوں نے عزالدین بن جماعہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے امام طحاوی کی مشکل الآثار سے کہ کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ (اور اس عبارت سے پہلے

علامہ شامی نے علامہ ابن ہمام کی فتح القدر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس میں نص صریح ہے کہ المطلب بن ابی وداعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ ﷺ سحی سے فارغ ہوئے تو آپ حجر اسود کے سامنے آ کر مطاف میں کھڑے ہو گئے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ کے اور ان کے درمیان سترہ نہیں تھا۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۹ سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۸ صحیح ابن حبان: ۲۳۶۳ یہ حدیث صحیح ہے) (رد المحتار ج ۳ ص ۵۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۳۱ ج ۱ ص ۱۸۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی البتہ سترہ کی بحث میں سترہ کی تعریف کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ جب سترہ نہ ہو تو گزرنے والا نمازی کے آگے سے گزر سکتا ہے اور یہ لکھا ہے کہ صحراء اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے اور مسجد صغیر میں مکروہ ہے۔

۱۰۱ - بَابُ إِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيِّ

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص نمازی کے آگے سے گزرتا ہے اس کو کتنا گناہ ہوتا ہے اور وہ کتنی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از بسر بن سعید کہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا وہ ان سے یہ سوال کر رہے تھے کہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ تو حضرت ابو جہیم نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ ابو النضر نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ بسر بن سعید نے چالیس دن کہا تھا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔

۵۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيِّ؟ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيِّ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ. قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِي أَقَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً.'

(صحیح مسلم: ۵۰۷۰ الرقم المسلسل: ۱۱۱۲ سنن ابوداؤد: ۷۰۱ سنن ترمذی: ۳۳۶ سنن نسائی: ۷۵۶ سنن ابن ماجہ: ۹۳۵ موطأ امام مالک: کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر: ۳۳ تنویر الحواکک ص ۱۷۳ مصنف عبد الرزاق: ۳۲۲۲ سنن دارمی: ۱۳۱۷ صحیح ابن حبان: ۲۳۶۶ المعجم الکبیر: ۵۲۳۵ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۸ شرح السنہ: ۵۳۳ مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۹ طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۵۳ ج ۲ ص ۸۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۷۸۲ مکتبۃ الرشذریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔

علامہ ابن بطلال کا حضرت ابو جہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال لینا اور جاہل کو معذور قرار دینا
علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:
ایک حدیث میں چالیس سال کی تعیین ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے، ہمیں کعب نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن عبد الرحمن بن مہذب از عم خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص یہ جان لے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس سال تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے لیے نمازی کے سامنے چلنے سے بہتر ہے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابو جہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال ہے۔ قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے کہا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ ایک سال تک کھڑا رہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۲۷) اور کعب الاحبار نے کہا: اگر وہ زمین میں دھنس جائے تو یہ اس کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۲۶)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس کو ممانعت کا علم ہو اور پھر وہ نمازی کے آگے سے گزرنے کو ہلکا جان کر گزرے تو وہ اس عذاب کا مستحق ہوگا اور جس کو ممانعت کا علم نہ ہوا اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۹۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن بطلال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ جس کو ممانعت کا کوئی علم نہ ہو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ دارالاسلام میں احکام شرعیہ سے جہالت کوئی عذر نہیں ہے ورنہ زانی، چور، ڈاکو اور قاتل یہ کہہ سکیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کام ممنوع ہیں، ہر مسلمان مکلف کے اوپر احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور جو یہ کہے کہ مجھے اس کی ممانعت کا علم نہیں تھا اس کے دو گناہ ہیں: ایک گناہ علم حاصل نہ کرنا اور دوسرا گناہ ممنوع کام کو کرنا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ابن بطلال نے مصنف ابی شیبہ کے حوالہ سے جو چالیس سال کی تعیین کی حدیث ذکر کی ہے وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں ہے بلکہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو جہیم کی وہی حدیث ذکر کی ہے جس میں چالیس کا عدد ذکر ہے اور سال یا ماہ یا ایام کا ذکر نہیں ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۰)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے لیے مزید وعید کی احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص یہ جان لے کہ اپنے بھائی کی نماز کے آگے سے گزرنے سے اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ سو سال تک کھڑا رہے تو یہ اس کے لیے اس کے آگے چلنے سے بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۹۴۶، مسند احمد ج ۲ ص ۷۱، صحیح ابن خزیمہ: ۸۱۳، صحیح ابن حبان: ۲۳۶۵)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص عداً نمازی کے آگے سے گزرتا ہے وہ قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش! وہ سوکھا ہو اور خست ہو۔ (الحکم الاوسط: ۱۹۲۸)

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ کعب احبار نے کہا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو اس کے لیے زمین میں دھنسا یا جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے۔

(تویر الحواک: ۱۷۴، مصنف عبد الرزاق: ۲۳۲۶)

یزید بن جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد الحمید بن عبد الرحمن سے سنا جو عمر بن عبد العزیز کی طرف سے گورز تھے وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص ان کے سامنے سے گزرا انہوں نے اس کو بہت زور سے پکڑ کر کھینچا حتیٰ کہ اس کے کپڑے پھٹنے کے قریب تھے جب وہ مڑا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا (اپنے گناہ کو) جان لے تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کی ران ٹوٹ جائے اور وہ نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۱۔ ج ۱ ص ۲۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے تھے: انسان را کہ ہو کر فضا میں بکھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ عمداً کسی نمازی کے سامنے سے گزرے۔

حافظ ابن رجب نے کہا: اس حدیث کو امام ابن عبد البر نے اپنی سند کے ساتھ تمہید میں روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ۱۱ بن رجب حنبلی ج ۲ ص ۶۸۰ دار ابن الجوزی ریاض ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۳۴۔ ج ۱ ص ۱۳۱۹ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰۲۔ بَابُ اسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّي

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف منہ کرے جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو آیا یہ مکروہ ہے یا نہیں؟

وَكُرِهَ عُثْمَانُ أَنْ يُسْتَقْبَلَ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّي
وَأَنَّمَا هَذَا إِذَا اشْتَغَلَ بِهِ، فَأَمَّا إِذَا لَمْ يَشْتَغَلْ، فَقَدْ
قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَالَيْتُ، إِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ
صَلَاةَ الرَّجُلِ.

اور حضرت عثمان نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف منہ کرے جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو (امام بخاری نے کہا: یہ اس وقت ہے کہ جب نمازی اس کی طرف مشغول ہو جائے لیکن جب وہ اس کی طرف مشغول نہ ہو تو حضرت زید بن ثابت نے کہا: میں اس کی پرواہ نہیں کرتا ایک شخص دوسرے شخص کی نماز کو قطع نہیں کرتا۔

حضرت عمر کے بجائے حضرت عثمان کا نام ذکر کرنے میں امام بخاری کی خطا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں نے اب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نہیں دیکھا میں نے مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس اثر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی دیکھا ہے اور ان کتابوں میں حضرت عثمان کا ایسا اثر ہے جو اس کی کراہت پر دلالت نہیں کرتا اور ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے غلطی سے حضرت عمر کی جگہ حضرت عثمان کا نام لکھ دیا ہو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۳۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو لکھا ہے کہ اس چیز کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکروہ قرار دیتے تھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

ہلال بن یاف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہے تو حضرت عمر نمازی کی طرف درہ لے کر بڑھے اور فرمایا: تم نماز پڑھ رہے ہو اور یہ تمہاری طرف منہ کیے ہوئے ہے! پھر دوسرے شخص کی طرف درہ لے کر بڑھے فرمایا: وہ نماز پڑھ رہا ہے اور تم اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہو!

(مصنف عبدالرزاق: ۲۳۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت: ۱۴۲۱ھ)

لوگوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کا یہ مذہب کہ جب ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا شخص اس کا سترہ بن سکتا ہے، مگر اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کا نمازی کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر کو مسجد کے کسی ستون کی طرف راستہ نہ ملتا تو وہ مجھ سے کہتے کہ میری طرف اپنی پیٹھ کر لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت: ۱۴۱۶ھ)

یہی امام مالک کا قول ہے اور اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک آدمی کی پیٹھ کے پیچھے نماز پڑھے لیکن اس کے پہلو کی طرف نماز نہ پڑھے۔

ابراہیم نخعی اور قتادہ نے کہا ہے کہ جب ایک آدمی بیٹھا ہو تو وہ دوسرے آدمی کی نماز میں سترہ بن سکتا ہے اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ایک آدمی نمازی کا سترہ بن سکتا ہے اور انہوں نے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ بیٹھا ہو اور نہ یہ شرط لگائی ہے کہ اس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو۔

فقہاء احناف، ثوری اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ باتیں کر رہے ہوں ان کے پیچھے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی نمازی کے لیے سترہ نہیں بن سکتا۔

اس باب کی حدیث ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ایک شخص نمازی کے لیے سترہ بن سکتا ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو عورت ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے قبلہ کی جانب تھیں تو مرد تو بہ طریق اولیٰ مرد کے قبلہ کی جانب ہو سکتا ہے جن فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نمازی کے سامنے کوئی مرد بیٹھا ہوگا تو یہ خدشہ ہے کہ اس کی نظر نماز میں اس مرد کی طرف پڑے گی اسی وجہ سے جو لوگ کسی حلقہ میں بیٹھ کر باتیں کر رہے ہوں ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے امام مالک نے کہا ہے کہ جو لوگ حلقہ بنائے بیٹھے ہوں ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ ان میں سے بعض کا منہ اس کی طرف ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اس میں توسع (گنجائش) ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باتیں کرنے والوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے متعلق باتیں کر رہے ہوں تو پھر ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے

میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۱۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت: ۱۴۲۳ھ)

۵۱۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ يَعْنِي ابْنَ صُبَيْحٍ عَنْ مُسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ ذِكْرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ فَقَالُوا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ قَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُونَا كِلَابًا لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَإِنِّي لَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَأَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم یعنی ابن صبیح از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کیا چیز نماز کو توڑتی ہے لوگوں نے کہا: کتا، گدھا اور عورت (کا نمازی کے سامنے سے گزرنا) نماز کو توڑ دیتا ہے حضرت عائشہ نے فرمایا: تم نے ہم کو کتا بنا دیا، تحقیق یہ

مَضْطَجَعَةً عَلَى السَّرِيرِ، فَتَكُونُ لِيَ الْحَاجَةِ، فَأَكْرَهُ
أَنْ أَسْتَقْبِلَهُ، فَأَنْسَلُ إِنْسِلَالًا. وَعَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ
إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ
کے اور قبلہ کے درمیان تھی اور میں تخت پر لیٹی ہوئی تھی مجھے کوئی کام
درپیش ہوتا تو میں آپ کے سامنے سے اٹھنا ناپسند کرتی تو میں چپکے
سے نکل جاتی، اور از اعمش از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ
اس کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۵۰۸ میں گزر چکی ہے۔

سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا

۱۰۳ - بَابُ الصَّلَاةِ خَلْفَ النَّائِمِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۱۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا
هَشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ
عَلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤْتِرَ أَقْطَنِي فَأَوْتَرْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث
بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے
کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے
والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں
کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے بستر کے
عرض میں لیٹی ہوئی تھی پس جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو
مجھے بیدار کرتے پھر میں وتر پڑھتی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: بستر پر نماز پڑھنا۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص سویا ہوا ہو اس کو عبادت کے لیے بیدار کرنا مستحب ہے اور یہ کہ جو شخص تہجد کے لیے اٹھتا ہو
دوسونے کے بعد وتر پڑھے۔

عورت کے پیچھے نفل پڑھنا

۱۰۴ - بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے پیچھے نفل پڑھنا جائز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے
حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی
النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از ابی سلمہ بن عبدالرحمن
از حضرت عائشہ رضی اللہ زوجہ نبی ﷺ انہوں نے کہا: میں رسول
اللہ ﷺ کے سامنے سوتی تھی اور میری دونوں ٹانگیں آپ کے
قبلہ میں ہوتی تھیں آپ جب سجدہ کرتے تو مجھے چھوتے تو میں اپنی
دونوں ٹانگیں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پھر
اپنی ٹانگیں پھیلا لیتی اور ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے
تھے۔

۵۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا
مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ
أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجُلَايَ فِي قِبْلَتِهِ
فَإِذَا سَجَدَ عَمَزَنِي، فَفَقِصْتُ رِجْلِي، فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا
قَالَتْ وَالْبَيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

اس باب کے عنوان میں نفل پڑھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں نفل پڑھنے کی صراحت نہیں ہے، لیکن اس حدیث میں گھر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ فرائض مسجد میں پڑھتے تھے اور نوافل گھر میں پڑھتے تھے۔

جس شخص نے یہ کہا کہ نماز کو

کوئی چیز قطع نہیں کرتی

۱۰۵ - بَابُ مَنْ قَالَ لَا

يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ

یعنی نماز کے اپنے فعل کے علاوہ اور کسی کے فعل سے نماز منقطع نہیں ہوتی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ح) الاعمش نے کہا: اور مجھے مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کتے اور گدھے اور عورت (کا سامنے سے گزرتا) نماز کو قطع کر دیتا ہے حضرت عائشہ نے کہا: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا ہے اور اللہ کی قسم! تحقیق یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوئی تھی مجھے کوئی کام ہوتا تو میں بیٹھنا ناپسند کرتی کہ میں نبی ﷺ کو ایذا دوں پھر میں تخت کے پیروں کی جانب سے چپکے سے نکل جاتی۔

۵۱۴ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ (ح). قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْكَلْبُ وَالْجِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ شَبَّهْتُمُونَا بِالْحُمْرِ وَالْكِلَابِ؟ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَتَى عَلَى الشَّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُصْطَجِعَةً فَتَبَدُّوْا لِي الْحَاجَّةُ فَأَكْرَهُ أَنْ أَجْلِسَ فَأَوْذَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْسَلَ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ.

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۵۰۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھ سے میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے اپنے چچا سے سوال کیا کہ کیا چیز نماز کو قطع کرتی ہے (توڑتی ہے)؟ انہوں نے کہا: نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور آپ کے قبلہ کے درمیان گھر کے بستر پر جانب غرض میں لیٹی ہوئی تھی۔

۵۱۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي شَهَابٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَمَّهُ عَنِ الصَّلَاةِ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ؟ فَقَالَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فَيُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَإِنِّي لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ. (مسند الامام الطحاوی: ۹۳۳۰ مکتبۃ الحرمین دہلی ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۶ - بَابُ مَنْ حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيرَةً عَلَى عُنُقِهِ فِي الصَّلَاةِ

جس شخص نے نماز میں اپنی
گردن پر چھوٹی بچی کو اٹھایا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز میں چھوٹی بچی کو اپنی گردن پر اٹھانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ نماز میں بچی کو اپنی گردن پر اٹھانا نمازی کے آگے سے گزرنے سے زیادہ شدید ہے جب اس سے نماز میں ضرر نہیں ہوتا تو نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہ طریق اولیٰ نمازی کی نماز میں ضرر نہیں ہوگا۔

۵۱۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرْقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عامر بن عبد اللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی از ابوقنادہ الانصاری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اُمَامَہ کو اٹھائے ہوئے تھے جو ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھیں جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو نیچے رکھ دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے۔

[طرف الحدیث: ۵۹۹۶] (صحیح مسلم: ۵۳۳، الرقم المسلسل: ۱۱۹۲، سنن ابوداؤد: ۹۲۰-۹۱۹-۹۱۸-۹۱۷، سنن نسائی: ۱۱۱، السنن الکبریٰ: ۱۱۲، صحیح ابن حبان: ۱۱۰۹، المعجم الکبیر: ۱۰۶، ج ۲۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۳-۲۶۲، شرح السنہ: ۷۴۱، مسند الشامیین: ۱۸۲۹، موطا امام مالک: جامع الصلوٰۃ: ۸۱، تنویر الحواکک ص ۱۸، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۵۲۴، ج ۳ ص ۲۰۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید ۱۱، ابن الجوزی: ۱۳۳۹، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التیمیسی (۲) امام مالک بن انس اصحبی (۳) عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بن العوام (۴) عمرو بن سلیم الزرقی ان کا تعلق انصار سے تھا یہ زریق بن عامر بن زریق بن عبد حارث بن مالک بن عصب بن جشم بن الخزرج ہیں (۵) حضرت ابوقنادہ الانصاری رضی اللہ عنہ ان کا نام الحارث بن ربیع السلمی ہے ابن الکعبی اور ابن اسحاق نے کہا: ان کا نام العثمان ہے البیہقی بن عدی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ۳۸ھ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (عمدة القاری ج ۴ ص ۴۴۰)

حضرت اُمَامَہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھانے کی کیفیت کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اس بچی کو اٹھایا ہوا تھا لیکن یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے اٹھا کر کہاں رکھا ہوا تھا دوسری احادیث میں اس کا ذکر ہے:

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ نے حضرت اُمَامَہ بنت ابی العاص بن الربیع کو اٹھایا ہوا تھا ان کی والدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ تھیں اور حضرت اُمَامَہ بچی تھیں آپ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور وہ آپ کے کندھے پر تھیں جب آپ رکوع میں جاتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر ان کو اٹھا لیتے حتیٰ کہ آپ نے اسی طرح نماز پوری کر لی۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۸)

حضرت ابوقنادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت امامہ بنت ابی العاص آپ کی گردن پر تھیں جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹)

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی بیان کرتے ہیں: ہم ظہر یا عصر کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو نماز کے لیے بلایا آپ تشریف لائے اور حضرت امامہ بنت ابی العاص آپ کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا کی بیٹی آپ کی گردن پر تھیں رسول اللہ ﷺ اپنی جان نماز پر کھڑے ہوئے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوامامہ آپ کی گردن پر ہی تھیں آپ نے اللہ اکبر پھر ہم نے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو ان کو پکڑ کر زمین پر رکھ دیا پھر آپ نے رکوع کیا اور سجدہ کیا حتیٰ کہ جب آپ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو پھر آپ نے ان کو پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا اور رسول اللہ ﷺ ہر رکعت اسی طرح پڑھاتے رہے حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۲۰)

بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اس عمل کثیر کی متعدد علماء سے توجیہات اور عمل کثیر کی تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذاہب پر دلالت کرتی ہے کہ بچے یا بچی کو نفل نماز میں اٹھانا جائز ہے خواہ وہ امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے جیسا کہ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متونی ۵۸۷ھ نے بیان کیا ہے کہ عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور عمل قلیل نماز کو فاسد نہیں کرتا اور عمل کثیر وہ ہے جس میں دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہو اور عمل قلیل وہ ہے جس میں دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) جب کسی شخص نے کمان اٹھا کر تیر چلایا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (۲) اسی طرح اگر عورت نے اپنے بچے کو اٹھا کر دودھ پلایا کیونکہ اس میں بھی عمل کثیر ہے جو نماز کو فاسد کر دیتا ہے لیکن بچہ کو دودھ پلائے بغیر اٹھایا تو وہ نماز کے فساد کو واجب نہیں کرتا پھر علامہ کاسانی نے اس حدیث کا ذکر کر کے کہا: نبی ﷺ کا یہ عمل مکروہ نہیں تھا کیونکہ آپ کو اس کی احتیاج تھی وہاں پر اس بچی کی حفاظت کرنے والا اور کوئی نہیں تھا یا آپ اپنے اس فعل سے اس کا حکم شرعی اور جواز بیان کرنا چاہتے تھے اور یہ فساد نماز کا موجب نہیں ہے اس طرح ہمارے زمانہ میں بھی ہم میں سے کسی کے لیے یہ عمل مکروہ نہیں ہے اور بغیر ضرورت کے نماز میں بچی کو اٹھانا مکروہ ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

اشہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ کا بچی کو اٹھانے کا یہ واقعہ نفل نماز میں تھا اور اس قسم کا فعل فرض نماز میں جائز نہیں ہے اور ابو عمر نے کہا ہے: تمہارے لیے امام مالک کی تفسیر کافی ہے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اس قسم کا فعل نماز میں مکروہ ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متونی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ یہ تاویل فاسد ہے کیونکہ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹) اور اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ فرض نماز تھی۔

علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ بعض مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ عمل منسوخ ہو گیا ہے ابو عمر نے کہا ہے کہ اس کی ناخ یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو نماز میں سلام کرتے تھے اور آپ ہم کو جواب دیتے

تھے پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹ کر آئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ہمیں جواب نہیں دیا اور (بعد میں) فرمایا: نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۹، مسند الامام الطحاوی: ۵۰۴۳، مکتبۃ الحرمین: دہلی ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے نماز میں بچی اٹھانے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود حبشہ سے آئے تھے اسی وقت حضرت زینب اور ان کی بچی رضی اللہ عنہا بھی حبشہ سے آئے تھے اور اس کے بعد آپ نے ان کی بچی کو نماز میں اٹھایا تھا، ابن شہاب اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ضرورت کی وجہ سے نماز میں بچی کو اٹھایا تھا، دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے، یہ جوابات قاضی عیاض مالکی نے ذکر کیے ہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۷۷۳)

علامہ نووی نے کہا ہے: یہ تمام دعاوی باطل اور مردود ہیں کیونکہ ان کے اوپر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان کی ضرورت ہے بلکہ حدیث صریح اس کے جواز میں موجود ہے اور اس میں کوئی چیز قواعد شرع کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آدمی ظاہر ہے اور اس کے پیٹ میں جو نجاست ہے وہ معاف ہے کیونکہ وہ اپنے معدن میں ہے اور بچوں کے کپڑے اور ان کے اجسام ظاہر ہیں اور دلائل شرع سے یہ ثابت ہے کہ اس قسم کے افعال نماز کو باطل نہیں کرتے جب وہ افعال کم ہوں یا متفرق ہوں اور نبی ﷺ کا یہ فعل جواز بتانے کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۸۱۹-۱۸۱۸، مکتبۃ زار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اس قسم کا فعل کرے تو میرے نزدیک اس حدیث کی وجہ سے نماز کا اعادہ نہیں ہے ہر چند کہ میں کسی کے لیے اس فعل کو پسند نہیں کرتا، امام احمد بن حنبل اس فعل کو جائز قرار دیتے تھے اثرم بیان کرتے ہیں: امام احمد سے سوال کیا گیا: ایک شخص نماز پڑھتے ہوئے اپنے بیٹے کو پکڑ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اس حدیث سے استدلال کیا۔

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ حق کے قریب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ فعل نماز میں عمد ادا نہ کیا اور وہ بچی غیر نماز میں آپ کے ساتھ رہنے کی عادی تھی سو وہ نماز میں بھی آپ کے ساتھ لیٹ گئی اور آپ اس کو اپنے سے دور نہیں کر سکے وہ آپ کے کندھے پر تھی اور جب آپ سجدہ میں گئے تو آپ نے اس کو کندھے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا، حتیٰ کہ آپ سجدہ سے فارغ ہو گئے اور جب آپ نے قیام کا ارادہ کیا تو بچی پھر آپ کے ساتھ لیٹ گئی اور آپ اس کو اپنے سے دور نہ کر سکے اور نہ منع کر سکے حتیٰ کہ جب آپ کھڑے ہوئے تو وہ اسی طرح آپ کے کندھے پر تھی، میرے نزدیک اس حدیث کی یہی توجیہ ہے۔

اس پر یہ وہم ہو سکتا ہے کہ بچی کو بار بار کندھے پر بٹھانے اور کندھے سے اتارنے میں عمل کثیر ہے اور یہ نمازی کو اس کی نماز میں مشغولیت سے باز رکھتا ہے اور جب چادر کے نقش و نگار نبی ﷺ کو نماز کے خشوع میں خلل انداز ہوتے تھے حتیٰ کہ آپ نے حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ کو وہ چادر واپس کر کے ان سے ان کی سادہ چادر منگوائی تو یہ عمل کثیر تو اس سے زیادہ نماز کے خشوع میں باعث خلل ہے؟ اس کا یہی جواب ہے کہ آپ نے یہ عمل قصد ادا نہ کیا تھا اور ایسی صورت میں عام مسلمانوں کے لیے بھی اس طرح کرنا جائز ہے۔ (معالم السنن دہلی سلیمان الخطابی الشافعی ج ۱ ص ۳۳۱، دار المعرفۃ بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے علامہ خطابی کے کلام کا خلاصہ نقل کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ علامہ خطابی نے جو کہا ہے وہ باطل ہے کیونکہ وہ خالی زبانی دعویٰ ہے اور علامہ خطابی کے جواب کو یہ بات رد کرتی ہے کہ جب آپ کھڑے ہوتے تو بچی کو اٹھا لیتے اور جب آپ سجدہ سے اٹھتے تو بچی کو اٹھا لیتے اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ بچی کو اٹھائے ہوئے ہمارے پاس آئے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۱۸) اور باقی رہا نقش و نگار والی چادر کا قصہ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دل کو بے فائدہ نماز کے خشوع سے روکتی ہے اور حضرت امامہ کو اٹھانے سے دل کے خشوع میں فرق نہیں آتا اور اگر اس سے فرق بھی آتا ہو تو اس میں یہ فائدہ ہے کہ امت کو یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ بچوں کا جسم اور ان کے کپڑے پاک ہوتے ہیں اور جب افعال متعدد اور متفرق ہوں تو وہ نماز کو باطل نہیں کرتے پس صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور اس میں ان فوائد پر تنبیہ ہے پس یہ عمل ہمارے لیے بھی جائز ہے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے شریعت مستمرہ ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۸۲۰-۱۸۱۸ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ خطابی کی تقریر کو رد کرنے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے: آپ نے اس بچی کو پکڑ کر پھر اس کی جگہ (یعنی کندھے پر) رکھ دیا اس میں یہ دلیل ہے کہ بچی کو اٹھانے اور رکھنے کا عمل آپ نے کیا تھا اس بچی یعنی حضرت امامہ نے نہیں کیا تھا بعض اصحاب مالک بنے یہ کہا ہے کہ اگر آپ بچی کو چھوڑ دیتے تو وہ روتی اور آپ کی توجہ نماز سے ہٹتی اور نماز میں خلل پڑتا اور یہ خلل بچی کو اٹھانے کے خلل سے زیادہ تھا اور امام مالک کے بعض اصحاب نے فرض نماز اور نفل نماز میں فرق کیا ہے۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی متوفی ۴۹۴ھ نے یہ کہا ہے: اگر کوئی شخص بچی کی حفاظت کرنے والا ہو تو پھر بھی یہ عمل نفل نماز میں جائز ہے فرض نماز میں جائز نہیں ہے اور اگر کوئی حفاظت کرنے والا نہ ہو تو پھر یہ عمل فرض اور نفل دونوں میں جائز ہے۔

(المستغنی ج ۱ ص ۴۰۳: ۴۰۲ دارالکتب العربیہ بیروت)

اکثر اہل علم نے یہ کہا ہے کہ یہ ایسا عمل ہے جو بار بار نہیں ہوا کیونکہ نماز کے ارکان میں طہانیت حاصل تھی۔

علامہ فاکہانی نے کہا ہے: نماز میں حضرت امامہ کے اٹھانے میں یہ نکتہ ہے کہ عرب والے بچیوں کو بُرا جانتے تھے اور ان سے نفرت کرتے تھے تو آپ نے بچیوں سے محبت کرنے کی تلقین کرنے کے لیے نماز میں حضرت امامہ کو بار بار اٹھایا اور نبی ﷺ اگرچہ اس بات کو زبانی بھی بتا سکتے تھے لیکن عمل کر کے دکھانا تبلیغ کی تاثیر میں زیادہ قوت رکھتا ہے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۴۴۴-۴۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۷۔ بَابُ إِذَا صَلَّى

إِلَى فِرَاشٍ فِيهِ حَائِضٌ

جب کسی شخص نے ایسے بستر کی طرف نماز پڑھی جس پر کوئی حائض عورت ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ایسے بستر کی طرف نماز پڑھے جس میں کوئی حائض عورت ہو تو اس کی نماز جائز ہے مکر وہ نہیں ہے۔

۵۱۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَّارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ أَخْبَرْتَنِي خَالَتِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ فِرَاشِي جِیَالِ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُبَّمَا وَقَعَ ثَوْبُهُ عَلَيَّ وَأَنَا عَلَى فِرَاشِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی از الشیبانی از عبد اللہ بن شداد بن الہاد انہوں نے کہا: مجھے میری خالہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ میرا بستر نبی ﷺ کے مصلى کے برابر ہوتا تھا اور بعض اوقات آپ کا کپڑا مجھ پر لگ جاتا اور میں اپنے بستر پر ہوتی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا باب بغیر عنوان کے تھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن شداد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے پہلو میں سوئی ہوئی تھی جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا میرے جسم پر لگتا اور میں حائض ہوتی تھی اور مسدود نے از خالد یہ اضافہ کیا: ہمیں سلیمان شیبانی نے حدیث بیان کی: اور میں حائض تھی۔

۵۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ تَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ نَائِمَةٌ فَإِذَا سَجَدَ أَصَابَنِي ثَوْبُهُ وَأَنَا حَائِضٌ. وَزَادَ مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ وَأَنَا حَائِضٌ.

یہ حدیث بھی صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸- بَابُ هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ عِنْدَ السُّجُودِ لِكَيْ يَسْجُدَ؟

کیا کوئی شخص سجدہ کے وقت اپنی بیوی کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرے تاکہ وہ سجدہ کر لے؟

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اپنی بیوی کو ہاتھ لگا لے تو اس سے اس کا وضوء ٹوٹتا ہے نہ اس کی نماز ٹوٹتی ہے اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں القاسم نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: کتنی بُری بات ہے کہ تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی تھی پس جب آپ سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو میرے پیروں کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرتے پس میں اپنے پیر سیئر لیتی۔

۵۱۹- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبِيدُ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ بَسَمًا عَدَلْتُمُونَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ غَمَزَ رِجْلِي فَقَبَضْتُهَا.

(مسند الامام الطحاوی: ۹۳۳۵، مکتبۃ الحرمین الدینی: ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۵۰۸ اور ۳۸۲ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

عورت نمازی سے کوئی نجاست

۱۰۹- بَابُ الْمَرْأَةِ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلِّي شَيْئًا مِنَ الْأَذَى

اٹھا کر پھینک دے

المُصَلِّي شَيْئًا مِنَ الْأَذَى

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ ابواب سابقہ میں نمازی کے سامنے سے عورت کے گزرنے کا بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں عورت کا نمازی سے نجاست اٹھا کر پھینکنے کا بیان کیا گیا ہے اور یہ نمازی کے سامنے سے گزرنے کی بہ

نسبت زیادہ شدید ہے۔

۵۲۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ السُّورِمَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي عِنْدَ الْكُعْبَةِ وَجَمْعٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِي مَجَالِسِهِمْ إِذْ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ أَلَا تَنْظُرُونَ إِلَى هَذَا الْمُرَائِي؟ أَيُّكُمْ يَقُومُ إِلَى جَزُورِ آلِ فُلَانٍ فَيَعِمُّدُ إِلَى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا فَيَجِيءُ بِهِ ثُمَّ يَمْهَلُهُ حَتَّى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ أَشْقَاهُمْ فَلَمَّا سَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا فَضَحِكُوا حَتَّى مَالَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ مِنَ الضَّحِكِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقًا إِلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَهِيَ جُوزِيرِيَةٌ فَأَقْبَلَتْ تَسْعَى وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتَّى أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسْبِيَهُمْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثُمَّ سَمَى اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدَ بْنَ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلْفٍ وَعُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ وَعُمَارَةَ بْنَ الْوَلِيدِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَوَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرَغِي يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سَجَبُوا إِلَى الْقَلِيبِ قَلِيبَ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّبَعَ أَصْحَابُ الْقَلِيبِ لَعْنَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن اسحاق السورماری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن ميمون از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور (کفار) قریش کی ایک جماعت اپنی مجالس میں بیٹھی ہوئی تھی اس وقت ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم اس ریاکار کی طرف نہیں دیکھ رہے؟ تم میں سے کوئی شخص آل فلاں کی اونٹنی کی طرف جائے اور اس کے گوبر اور خون اور اس کی بچہ دانی (اس سے مجازاً اوجھڑی مراد ہے) لے آئے پھر اس کو مہلت دے حتیٰ کہ جب یہ سجدہ میں جائیں تو اس کو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے پھر جو ان میں سب سے زیادہ بد بخت تھا وہ اٹھا اور جب رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور نبی ﷺ سجدہ میں برقرار رہے سو وہ کفار ہنستے رہے اور ہنستے ہوئے ایک دوسرے پر گر رہے تھے پھر کوئی جانے والا حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے پاس گیا اور وہ کم سن لڑکی تھیں پس وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور نبی ﷺ (بہ دستور) سجدہ میں تھے حتیٰ کہ انہوں نے اس اوجھڑی کو آپ کے اوپر سے اٹھا کر پھینک دیا اور کفار قریش کی طرف متوجہ ہو کر ان کو سخت ست کہا جب رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کر لی تو آپ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی: اے اللہ! قریش کو پکڑ لے اے اللہ! قریش کو پکڑ لے اے اللہ! قریش کو پکڑ لے اے اللہ! قریش کو پکڑ لے پھر ان کے نام لیے: اے اللہ! عمرو بن ہشام کو ہلاک کر دے اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو اور عمارہ بن الولید کو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پس اللہ کی قسم! غزوہ بدر کے دن میں نے دیکھا یہ سب زمین پر (مردہ) پڑے ہوئے تھے پھر ان سب کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈالا۔

گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کنویں والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جب نمازی کی پشت پر نجاست یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی مناسبت ہے۔
الحمد للہ رب العالمین! استقبال القبلة احکام المساجد اور نمازی کے سترہ اور اس کے متعلق ابواب ختم ہو گئے اور اب ان شاء اللہ ”کتاب مواقیب الصلوٰۃ“ شروع ہوگی۔



لِعُرْوَةَ اَعْلَمَ مَا تَحَدَّثُ ، اَوْ اَنَّ جَبْرِیْلَ هُوَ اَقَامَ
لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم وَفَّتِ الصَّلٰوةُ ؟
قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بِشِیْرُ بْنُ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ
یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْهِ . [اطراف الحدیث: ۴۳۲: ۴۰۰-۴۰۱]
آپ نے فرمایا: مجھے اس چیز کا حکم دیا گیا ہے پھر عمر بن عبد العزیز
نے عروہ سے کہا: سمجھو! تم کیا حدیث بیان کر رہے ہو کیا حضرت
جبریل نے رسول اللہ ﷺ کے لیے نماز کا وقت مقرر کیا تھا؟ عروہ
نے کہا: اسی طرح بشیر بن ابی مسعود اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۰۸، سنن ابوداؤد: ۳۹۴، سنن نسائی: ۴۹۳، سنن ابن ماجہ: ۶۶۸، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۱، مسند احمد ج ۲۸ ص ۳۱۷، جامع المسانید لابن

الجوزی: ۵۳۳۹، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنسی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عمر بن عبد العزیز بن مروان
امیر المؤمنین ان کو بھی خلفاء راشدین میں شمار کیا جاتا ہے (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صحابی
ہیں (۷) حضرت ابومسعود الانصاری ان کا نام عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ہے رضی اللہ عنہ (۸) ان کے بیٹے بشیر بن ابومسعود یہ
جلیل القدر تابعی ہیں۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۵)

عمر بن عبد العزیز نے جو نماز میں تاخیر کی تھی یہ ان کا معمول نہیں تھا اور مؤخر ہونے والی نماز کی تعیین

اس حدیث میں ہے کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز کو مؤخر کر دیا اور امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے: ایک
دن حضرت المغیرہ نے عصر کی نماز کو مؤخر کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۰)

عمر بن عبد العزیز نے اس طرح نماز کو مؤخر نہیں کیا تھا جس طرح بنو امیہ کے امراء نماز کو مؤخر کرتے تھے کیونکہ حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ولید نماز کو مؤخر کر کے پڑھاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر انکار کرتے تھے عطاء نے کہا: ایک دفعہ ولید
نے جمعہ میں اتنی تاخیر کر دی تھی کہ شام ہو گئی اسی طرح حجاج بھی کیا کرتا تھا۔ عمر بن عبد العزیز نے جو نماز کو مؤخر کیا تھا تو مستحب وقت
سے مؤخر کیا تھا نہ کہ اس کے اصل وقت سے مؤخر کیا تھا اور ان کی جلالت کی وجہ سے ان کے متعلق یہ اعتقاد نہیں کیا جائے گا اور عروہ
نے ان پر اس لیے انکار کیا تھا کہ انہوں نے عصر کی فضیلت والے وقت کو ترک کر دیا تھا جس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے نماز
پڑھائی تھی علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ انہوں نے اس نماز کو اس کے مستحب وقت سے مؤخر کر دیا تھا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ
انہوں نے عصر کو اتنا مؤخر کر دیا تھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

حضرت جبریل کا پانچ نمازوں میں نبی ﷺ کو امامت کرانا

نیز اس حدیث میں ہے: حضرت جبریل نازل ہوئے پھر انہوں نے نماز پڑھی پس رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔
اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ حضرت جبریل نے نماز پڑھائی پھر اس کے فوراً بعد نبی ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔
نبی ﷺ پر شب معراج جو پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں حضرت جبریل ان پانچ نمازوں کی کیفیت کے بیان کے لیے نماز پڑھا رہے
تھے۔

پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے یعنی ان اوقات میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر عمر بن عبد العزیز نے کہا: سمجھو! تم کیا حدیث بیان کر رہے ہو۔

یہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ عمر بن عبد العزیز کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت جبریل نے ان نمازوں میں رسول اللہ ﷺ کو امامت کرائی تھی، ہو سکتا ہے ان تک یہ حدیث پہنچی نہ ہو یا وہ بھول گئے ہوں۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۷۷۔ ۵ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ ﷺ کا مقتدی ہونا، آپ کے افضل ہونے کے منافی نہیں

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام امام تھے اور رسول اللہ ﷺ مقتدی تھے اور امام مقتدی سے افضل ہوتا ہے اس سے لازم آئے گا کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے افضل ہوں حالانکہ رسول اللہ ﷺ افضل المخلوق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ محض امام ہونے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی اور ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھی اسی طرح بعض مرتبہ استاذ اپنے شاگرد کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے اور والد اپنے بیٹے کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے جب کہ افضل استاذ اور والد ہی ہوتا ہے اس لیے افضل تو رسول اللہ ﷺ ہی تھے اگرچہ امام اس وقت حضرت جبریل تھے نیز رسول اللہ ﷺ نے اس لیے بھی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کہ جس طرح آپ کی زندگی میں امامت کا نمونہ ہے اسی طرح آپ کی زندگی میں اقتداء کا بھی نمونہ ہے آپ کی امت میں کم لوگ امام ہوتے ہیں اور آپ کی امت کی اکثریت مقتدی ہوتی ہے اگر آپ کسی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھتے تو آپ کی امت کی اکثریت آپ کی سنت کی اتباع سے محروم ہو جاتی۔

۵۲۲۔ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ.

[اطراف الحدیث: ۵۲۳-۵۲۵-۵۲۶-۳۱۰۳]

عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی تھی اس سے پہلے کہ دھوپ ان کے حجرے سے اوپر چڑھے۔

(صحیح مسلم: ۶۱۱، الرقم المسلسل: ۱۳۵۵، سنن ابوداؤد: ۴۰، سنن ابن ماجہ: ۶۶۸، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۶۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

نماز کو اول وقت میں پڑھنے کا استحباب علماء کا امراء کو غلط کام پر ٹوکنا۔

اور اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد بخینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

- (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا فرض ہے اور نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے۔
- (۲) نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے سوا ان نمازوں کے جن کے متعلق احادیث میں تاخیر سے پڑھنے کا حکم ہے، مثلاً فجر کی نماز کو سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے، ظہر کی نماز کو گرمیوں میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔
- (۳) عروہ، عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے اور ان کو تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے پر ٹوکا، اس سے معلوم ہوا کہ جب علماء حکام کے پاس جائیں اور ان کو خلاف سنت کام کرتے ہوئے دیکھیں تو ان کو اس پر ملامت کریں۔
- (۴) عمر بن عبدالعزیز نے عروہ سے پوچھا: اس پر کیا دلیل ہے کہ عصر کو اول وقت میں پڑھنا چاہیے تو عروہ نے اس پر یہ دلیل بیان کی کہ حضرت جبریل نے نبی ﷺ کو اول وقت میں عصر کی نماز پڑھائی۔
- (۵) پہلے عروہ نے حضرت مغیرہ کی حدیث بیان کی، جب اس سے عمر بن عبدالعزیز مطمئن نہیں ہوئے تو انہوں نے حضرت ابو مسعود

انصاری کی حدیث مرفوع بیان کی اس سے معلوم ہوا کہ اگر طالب علم قوی دلیل کا مطالبہ کرے تو شیخ کو چاہیے کہ اس کا مطالبہ پورا کرے۔

(۶) علامہ ابن العربی نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر نماز فرض تھی اور چونکہ حضرت جبریل مکلف نہیں ہیں اس لیے ان کی نماز نفل تھی اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بھی وہ نماز نفل تھی ورنہ حضرت جبریل بیان کرتے کہ آپ کی یہ نماز فرض ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ جب حضرت جبریل کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ یہ نماز پڑھائیں تو ان پر بھی اس نماز کو پڑھانا فرض ہو گیا۔

(۷) علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ حضرت جبریل کی امامت کرنے کی حدیث ضعیف ہے اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ پہلے دن حضرت جبریل نے ہر نماز کو اول وقت میں پڑھایا اور دوسرے دن ہر نماز کو آخر وقت میں پڑھایا اور کہا: ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو عروہ بن عبد العزیز کو آخر وقت میں نماز پڑھنے پر انکار نہ کرتے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب عصر کا مختار وقت نفل چکا ہو عصر کا مختار وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے نہ کہ وقت جواز میں پڑھی ہو اور وہ غروب آفتاب کا وقت ہے اور چونکہ عمر بن عبد العزیز نے مختار وقت کے نکلنے کے بعد عصر کی نماز پڑھی تھی اس لیے عروہ نے ان پر اعتراض کیا تھا اس لیے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۸) حضرت ابو مسعود کی حدیث روایت کرنے کے بعد عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی تھی اس حدیث کو روایت کرنے سے عروہ کی غرض یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز اول وقت میں پڑھتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۹-۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں پانچ نمازوں کے اوقات پر دلائل اور دیگر مباحث

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۸۱- ج ۲ ص ۲۲۹ پر مذکور ہے اس حدیث کی وہاں شرح نہیں کی گئی البتہ باب کے شروع میں حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) پانچ نمازوں کے اوقات پر قرآن مجید سے استدلال (۲) احادیث سے استدلال (۳) اجماع امت سے استدلال (۴) عقل سے تائید (۵) بلغاریہ اور قطبین میں اوقات نماز (۶) حدیث دجال کی تحقیق (۷) ایک نماز پڑھنے کے بعد اسی نماز کا وقت دوسرے شہر میں (۸) ایک شہر میں روزے رکھنے کے بعد دوسرے شہر میں ایام رمضان پانا۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۹-۲۲۲ پر مذکور ہے۔

۲۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے لوگو!) اللہ کی طرف

وَأَتَقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا رجوع کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿(الروم: ۳۲) قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الروم: ۳۲)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس میں مشغولیت اللہ کی اطاعت سے روکتی ہو اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اس کے احکام کی اطاعت کرو اور نماز پڑھتے رہو کیونکہ نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اظہار ہوتا ہے جس نے نماز کو قائم

کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نماز کو ترک کیا اس نے دین کی عمارت کو منہدم کر دیا نماز پڑھنا مومنوں کا شعار ہے اور نماز پڑھنا مشرکین کا طریقہ ہے اس لیے فرمایا ہے: نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عباد ہیں از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عبد القیس کا وفد حاضر ہوا انہوں نے کہا: ہم اس قبیلہ ربیعہ سے ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں پہنچ سکتے ہیں آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کریں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں ان کو اس کی طرف دعوت دیں تب آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں اللہ پر ایمان لانے کا پھر انہوں نے ان کے لیے اس کی تفسیر کی: اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور تم میری طرف مالی غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو اور میں تم کو کھوکھلے کدو سبز گھڑے اور تارکول سے لیے ہوئے برتن اور کھوکھلی لکڑی میں (پینے سے) منع کرتا ہوں۔

۵۲۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفَدُ عَبْدُ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّا مِنْ هَذَا الْحَيِّ مِنْ رَبِيعَةَ وَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمَرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ وَرَاءِ نَا فَقَالَ أَمْرُكُمْ بَارَبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَأَقَامِ الصَّلَاةَ وَآتِئِ الزَّكَاةَ وَأَنْ تَوَدُّوا إِلَيَّ خُمْسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَى عَنِ الذُّبَابِ وَالْحَتَمِ وَالْمُقِيرِ وَالنَّقِيرِ.

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مالی غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا بھی امور ایمان میں سے ہے اور یہاں اس حدیث کو نماز قائم رکھنے کے لیے بیان کیا ہے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۳۔ بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِقَامَةِ الصَّلَاةِ

یہاں بیعت سے مراد ہے: اسلام کو قبول کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عہد کرنا اور وہ شخص جو اپنی اطاعت کو کسی کے لیے فروخت کر دے تو کہا جاتا ہے: اس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی از جریر بن عبد اللہ انہوں نے کہا: میں نے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔

۵۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَآتِئِ الزَّكَاةِ وَالتَّصَدَّقِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۲۴ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: اللہ اس کے رسول ائمہ مسلمین اور عام لوگوں کی خیر خواہی کرنا دین ہے اور اس باب کا عنوان ہے: نماز قائم کرنے کے لیے بیعت کرنا اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۴۔ بَابُ الصَّلَاةِ كَفَّارَةٌ

نماز کفارہ ہے

کفارہ اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کو مٹا دے اور چونکہ نماز پڑھنے سے صغیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں اس لیے کہا جاتا ہے: نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از الأعمش انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا: تم میں سے کسی شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد ہے؟ میں نے کہا: مجھے اسی طرح یاد ہے جس طرح آپ نے فرمایا تھا (انہوں نے کہا: تم اس کی بہت رکھنے والے ہو میں نے کہا: آدمی کی بیوی اس کے مال اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں جو فتنہ ہوتا ہے نماز روزہ صدقہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے حضرت عمر نے کہا: میری یہ مراد نہیں ہے لیکن میری مراد اس فتنہ سے ہے جس کی موجیں سمندر کی موجوں کی طرح ہوں گی میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک متفصل دروازہ ہے حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس دروازہ کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: توڑا جائے گا حضرت عمر نے کہا: پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں کیا جائے گا ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر اس دروازہ کو جانتے تھے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: ہاں! جیسے وہ جانتے تھے کہ کل (کے دن) سے پہلے رات ہے میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی ہے جو بھارت نہیں ہے پھر ہم خود حضرت حذیفہ سے پوچھنے سے ڈرے ہم نے مسروق سے کہا تو انہوں نے پوچھا: پس حضرت حذیفہ نے بتایا: دروازہ حضرت عمر تھے۔

۵۲۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ؟ قُلْتُ أَنَا، كَمَا قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهِ. أَوْ عَلَيْهَا. لَجَرِيءٌ، قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ، تَكْفِيرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ وَالنَّهْيُ، قَالَ لَيْسَ هَذَا أُرِيدُ، وَلَكِنَّ الْفِتْنَةَ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ، قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا، قَالَ أَيُّكُمْ أَمْ يَفْتَحُ؟ قَالَ يُكْسَرُ، قَالَ إِذَا لَا يُغْلَقُ أَبَدًا، قُلْنَا أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ؟ قَالَ نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُونَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ، إِنِّي حَدَّثْتُهُ بِحَدِيثٍ لَيْسَ بِالْأَغْلِيظِ، فَهَبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ، فَأَمَرَنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ، فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ.

[اطراف الحديث: ۱۳۳۵-۱۸۹۵-۳۵۸۶-۷۰۹۶]

(صحیح مسلم: ۱۳۳، الرقم المسلسل: ۳۶۲، سنن ترمذی: ۲۲۶۵)

سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۰۸، مسند الحمیدی: ۴۴۷

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۵، مسند البزار: ۲۸۷۳، السنن الکبریٰ:

۳۲۷، الترمذی: ۳۸۳۲، دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۳۸۶، مصنف

عبد الرزاق: ۲۰۷۵۳، مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۲-۴۰۱، طبع قدیم مسند

احمد: ۶۳۳۱۲، ج ۳ ص ۳۱۳، مؤسسة الرسالة بیروت، جامع المسانید

للایمن الجوزی: ۱۳۳۶، منقبة الرشدریاض: ۱۴۲۶ھ

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نماز پڑھنے سے آدمی کے اہل وغیرہ کے فتنہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

فتنہ کے معانی اور بیوی مال اور اولاد کے فتنہ کا بیان

اس حدیث میں ”فتنہ“ کا لفظ ہے ”فتنہ“ کا معنی ہے: گناہ اور گمراہی اور ”فتنہ“ کا معنی ہے: کسی شخص کو اس کے نیک طریقہ سے ہٹا دینا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ. اور جو وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے یہ لوگ آپ کو (اس

(بنی اسرائیل: ۷۳) کے بیان کرنے سے) ہٹا دینا چاہتے ہیں۔

اور ”فتنہ“ کا معنی ہے: کفر اور شرک قرآن مجید میں ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً. (البقرہ: ۱۹۳)

اور ان سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ کفر اور شرک نہ رہے۔

لوگوں کے درمیان جوڑائی اور جھگڑا ہوتا ہے اس کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے نیکی سے بدی کی طرف منتقل ہونے کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے عورتوں سے بدکاری کو بھی فتنہ کہتے ہیں برائی اور بھلائی خوش حالی اور تنگ دستی کے امتحان کو بھی فتنہ کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

وَنَبَلُّوْكُمْ بِالْشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً. (الانبیاء: ۳۵)

اور ہم تم کو مصیبت اور راحت کے امتحان میں مبتلا کرتے ہیں۔

انسان کا اس کی بیوی میں فتنہ یہ ہے کہ بیوی کی فرمائش پوری کرنے کے لیے وہ ایسی بات کہے یا ایسا کام کرے جو جائز نہ ہو اور انسان کا اس کے مال میں فتنہ یہ ہے کہ مال کے حصول میں جائز اور ناجائز کا فرق نہ کرے یا مال کو خرچ کرنے میں جائز اور ناجائز کا فرق نہ کرے اور انسان کا اس کی اولاد میں فتنہ یہ ہے کہ وہ اولاد کی فرط محبت میں نیک کاموں سے رک جائے یا بُرے کاموں کا ارتکاب کرے یا ان کو نیک کام کرنے کا حکم نہ دے اور ان کو بُرے کاموں سے نہ روکے اور انسان کا اس کے پڑوسی میں فتنہ یہ ہے کہ وہ غربت اور افلاس میں پڑوسی کی مدد نہ کرے وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرے وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو اپنی خوش حالی کی وجہ سے ان کے ساتھ تکبر سے پیش آئے اور اگر وہ خوش حال ہوں تو ان سے حسد کرے۔ جو شخص بیوی مال اولاد اور پڑوسی کے ساتھ ایسے کام کرے اگر وہ گناہ کبیرہ کی حد سے کم ہوں تو نماز اور روزہ وغیرہ سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

نیک کاموں سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو کبیرہ سے کم ہوں اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے۔۔۔

توبہ کرنا ضروری ہے

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ. (حود: ۱۱۳)

بے شک نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اور اگر وہ کام ایسے ہوں جو حرام کی حد تک پہنچ جائیں تو پھر ان کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ نیک کاموں کے کرنے سے گناہ کبیرہ کا بھی کفارہ ہو جاتا ہے یہ صحیح نہیں ہے ورنہ قرآن مجید میں توبہ کرنے کا حکم کیوں دیا جاتا؟ قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا. اے ایمان والو! اللہ کی طرف توبہ کرو خالص توبہ۔

(التحریم: ۸)

حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ انسان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳، سنن ترمذی: ۲۱۳، مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴)

حضرت عمر کی ذات فتنوں کے سیلاب کے سامنے بہ منزلہ بند تھی اس بند کے ٹوٹنے کے بعد جو فتنوں کا سیلاب آیا وہ آج تک جاری ہے

دروازہ کھلنے سے مراد حضرت عمر کی طبعی موت ہے اور دروازہ توڑنے سے مراد حضرت عمر کی شہادت ہے فتنوں کے موج در موج سمندر کی موجوں کی طرح آنے سے مراد یہ ہے کہ مسلمان باہم قتل اور خون ریزی کریں اور لوگوں کی جان، مال اور عزت اور آبرو محفوظ نہ رہے۔ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے فتنوں کا سد باب حضرت عمر سے تھا اور وہ ان فتنوں کے لیے دروازہ تھے اور جب حضرت عمر کو شہید کر دیا گیا تو ان فتنوں کو در آنے کا راستہ مل گیا ان فتنوں کے سیلاب کے آگے حضرت عمر بہ منزلہ بند تھے اور جب یہ بند ٹوٹ گیا تو باہم قتل اور خون ریزی کا سیلاب آ گیا پھر خوارج کا فتنہ نمودار ہوا اور پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا پھر پیہم مختلف گم راہیوں کے فتنے نمودار ہوتے رہے اور اس کے نتیجے میں مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرتے رہے اور آج تک کر رہے ہیں ہمارے دور کا بڑا فتنہ لسانی تعصب کا فتنہ ہے اسی فتنہ کے نتیجے میں پاکستان دو ٹکڑے ہوا اور بنگالی پاکستان سے الگ ہو گئے اور انہوں نے بنگلہ دیش بنالیا اور اب چاروں صوبے زبان کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں قتل خون ریزی اور لوٹ مار کر رہے ہیں اور ملک کی وحدت کو تباہ کر رہے ہیں اور باقی ماندہ ملک کو بھی توڑنا چاہتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۷۷-ج ۱ ص ۶۱۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان ہیں: عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان حضرت حذیفہ کی حدیث کے بجمارت (پہلی) نہ ہونے کا بیان۔

۵۲۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِي عُمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنْ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنْ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (مرد: ۱۱۴) فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْ هَذَا؟ قَالَ لِجَمِيعِ أُمَّتِي كَلِمَةٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از سلیمان التیمی از ابی عثمان النهدی از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسا لے لیا پھر اس نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور دن کی دونوں طرفوں میں نماز پڑھے اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (مرد: ۱۱۴) اس شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! آیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے (یا تمام امت کے لیے ہے؟) آپ نے فرمایا: میری تمام امت کے لیے ہے۔

[طرف الحدیث: ۳۶۸]

(صحیح مسلم: ۲۷۷۳، رقم السلسل: ۶۸۶۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۳، سنن الکبریٰ: ۱۱۲۴، سنن ترمذی: ۳۱۱۳، مصنف عبد الرزاق: ۱۳۸۳، صحیح

ابن خزيمة: ۱۳۹۸، صحیح ابن حبان: ۱۷۲۹، المعجم الکبیر: ۱۰۵۶۰، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۴۱، اسباب النزول للواحدي ص ۲۶۹، شرح السنہ: ۳۴۶، مسند احمد

ج ۱ ص ۸ طبع قدیم مسند احمد: ۳۶۵۳۔ ج ۶ ص ۱۶۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۷۷ مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) یزید بن زریع (۳) سلیمان بن طرخان ابو المعتمر (۴) ابو عثمان عبد الرحمن بن مل بن النہدی یہ نہدی بن زید بن لیث بن اسلم کی طرف نسبت ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اسلام لے آئے تھے لیکن آپ سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن انہوں نے آپ کی طرف صدقات روانہ کیے اور تقریباً ۱۳۰ سال زندہ رہے اور ۹۵ھ میں فوت ہوئے یہ نماز پڑھتے پڑھتے بے ہوش ہو جاتے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۵)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حسنات سے مراد پانچ نمازیں ہیں کہ جب کوئی شخص پانچ نمازیں پڑھے گا تو ان سے اس کے گناہ مٹ جائیں گے یہ شرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے۔

حدیث مذکور کی متعدد روایات

اس حدیث میں جس شخص کا واقعہ ہے اس کا نام ابو الیسر تھا اس کے متعلق متعدد روایات ہیں: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا: میں مدینہ کے آخر میں ایک عورت سے لپٹ گیا میں نے اس سے خوب بوس و کنار کیا بس اس میں دخول نہیں کیا اب میں آپ کے سامنے حاضر ہوں آپ جو چاہیں میرے متعلق فیصلہ فرمائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تجھ پر پردہ رکھ لیا تھا کاش! تو بھی اپنا پردہ رکھتا نبی ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا وہ شخص اٹھ کر جانے لگا تو نبی ﷺ نے ایک شخص کو بھیج کر اسے بلوایا اور اسی پر یہ آیت تلاوت فرمائی: اور دن کی دونوں طرفوں میں نماز پڑھیے اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (حدود: ۱۱۳) لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا یہ حکم اس کے ساتھ مخصوص ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ سب کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۳ الرقم المسلسل: ۶۸۷۱ سنن ابوداؤد: ۴۴۶۸ سنن ترمذی: ۳۱۱۲ مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۵)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے پس آپ مجھ پر حد قائم کیجئے پس رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اس نے پھر دوبارہ عرض کیا اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے آپ مجھ پر حد قائم کیجئے آپ خاموش رہے اور نماز کی اقامت کہی گئی جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ شخص پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ میں بھی دیکھ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس شخص کو کیا جواب دیتے ہیں وہ شخص پھر آپ سے ملا اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایک ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے سو آپ مجھ پر حد قائم کیجئے حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بتاؤ جب تم اپنے گھر سے نکلے تو کیا تم نے اچھی طرح وضوء کیا تھا اس نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! پھر تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! پھر اس سے رسول اللہ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے تمہارے گناہ کو معاف فرما دیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۵ الرقم المسلسل: ۶۸۷۲ سنن ابوداؤد: ۴۴۸۱ سنن الکبریٰ: ۷۱۵)

اس شخص نے جو کہا تھا: میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے اس سے مراد حد کا معروف معنی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے: بہت بڑا گناہ۔

ہود: ۱۱۴ کی تفسیر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سورہ ہود: ۱۱۴ میں جو فرمایا ہے: دن کی دو طرفوں میں نماز پڑھیے اس سے مراد فجر اور عشاء کی نماز ہے مجاہد اور ضحاک نے اسی طرح تفسیر کی ہے اور حسن بصری اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد فجر اور عصر کی نماز ہے اور "رات کی کئی ساعتوں میں" اس سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے اور فرمایا: نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں ان نیکیوں سے مراد پانچ نمازیں ہیں یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حسن بصری قتادہ سعید بن المسیب وغیرہم کا بھی یہی قول ہے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آدمی کسی عورت سے صرف بوس و کنار وغیرہ کرے اور اس سے جماع نہ کرے تو یہ ان صغیرہ گناہوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کبار سے اجتناب کرنے کی وجہ سے معاف فرما دیتا ہے اور انسان صغیرہ گناہ کرے اور کبیرہ سے باز رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے:

الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الذَّنْبِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا
الذَّنْبَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ. (النجم: ۴۲)

جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں
سوا صغیرہ گناہوں کے (تو) بے شک آپ کا رب بہت وسیع مغفرت
والا ہے۔

رہا گناہ کبیرہ کا حکم تو اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اس میں ضروری ہے کہ وہ نادم ہو اور توبہ کرے اور اس کی ہر ممکن تلافی کرے اور یہ عزم کرے کہ وہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کرے گا تو پھر پانچ نمازیں اس کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں جب کہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔
میں کہتا ہوں کہ حضرت عمران بن حصین کی روایت تو مجھے نہیں ملی البتہ اس سلسلہ میں دیگر صحابہ سے مروی حسب ذیل احادیث ہیں:

پانچ نمازوں کے پڑھنے سے ان کے درمیان کے گناہوں کی معافی کے متعلق احادیث

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اس طرح پورا وضو کیا جس طرح اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے تو فرض نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائیں گی۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۷، مسند عبد بن حمید: ۵۸، صحیح ابن حبان: ۱۰۴۳، صحیح مسلم: ۲۳۱، شرح السنہ: ۱۵۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۷، مسند

الہمز ار: ۴۰۷، مسند احمد ج ۷ ص ۵۷، طبع قدیم مسند احمد: ۴۰۶، ج ۱ ص ۴۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں۔ الحدیث (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ پانچ نمازیں جو حقائق ہیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ وہ شخص کبار سے مجتنب ہو۔ (مسند ابویعلیٰ: ۵۰۹۰)

حضرت ابومالک یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نمازیں ان کے درمیان کے

گناہوں کے لیے کفارہ ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ہود: ۱۱۳)

(المعجم الکبیر: ۳۳۶۰) حافظ البیہقی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسماعیل بن عیاش ہے ابو حاتم نے کہا: اس کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے اور یہ اس کے والد سے روایت ہے اور اس کے باقی راویوں کی توثیق کی گئی ہے مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرض نماز اس سے پہلی نماز کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور جمعہ اس سے پہلے جمعہ کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور رمضان کا مہینہ اس سے پہلے رمضان کے مہینہ کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج اس سے پہلے حج کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ الحدیث

(المعجم الکبیر: ۸۰۱۶) حافظ البیہقی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی الفضل بن صدق ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔

ہود: ۱۱۴ میں ”الحسنات“ سے پانچ نمازیں مراد لینا رائج ہے

علامہ ابن بطل لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا: ہود: ۱۱۴ میں ”الحَسَنَاتِ“ سے مراد یہ کہنا ہے: ”سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر“۔

امام طبری نے کہا: ان مفسرین کا قول صحیح ہے جنہوں نے کہا کہ ”الحسنات“ سے مراد پانچ نمازیں ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث ثابت ہے:

آپ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال اس دریا کی طرح ہے جس میں کوئی شخص ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے جسم پر کون سا میل باقی رہے گا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۸-۳۳۹، المعجم الاوسط: ۳۹، المعجم الکبیر: ۶۱۵۱)

نمازیں پڑھنے پر عظیم ثواب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے جب کہ باقی نیک اعمال پر اس قسم کی بشارت نہیں ہے اس لیے ”الحسنات“ سے پانچ نمازوں کو مراد لینا رائج ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۲۱۰-۲۰۹، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۳ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۸۷۳-ج ۷ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے اس کی شرح میں صرف حد کی توجیہ کی گئی ہے۔

۵۔ بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ لَوْ قَتَلَهَا

نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

۵۲۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيدُ بْنُ الْعِزَّارِ أَخْبَرَنِي قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُولُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَفَّيَّتْهَا. قَالَ ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ ثُمَّ بَرُّ الْوَالِدَيْنِ. قَالَ ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. قَالَ حَدَّثَنِي بِهِنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ اسْتَرَدَّتْهُ لَزَادَنِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: الولید بن العیزار نے مجھے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے ابو عمرو الشیبانی سے سنا وہ کہتے تھے: ہمیں اس گھر والے نے حدیث بیان کی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا: اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا انہوں نے کہا: پھر کون سا؟ فرمایا: پھر ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا انہوں نے پوچھا: پھر کون

[اطراف الحدیث: ۲۷۸۲-۵۹۷۰-۷۵۳۳] سا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت ابن مسعود نے کہا: رسول

اللہ ﷺ نے مجھے ان کے متعلق بتایا اور اگر میں اور زیادہ طلب کرتا تو آپ اور زیادہ بتاتے۔

(صحیح مسلم: ۸۵، الرقم المسلسل: ۲۳۶، سنن ترمذی: ۱۸۹۸-۱۷۳، سنن النسائی: ۶۱۰۰، مسند الحمیدی: ۱۰۳، المعجم الکبیر: ۹۸۰۳-۹۸۰۲، شعب الایمان: ۳۹۲۷-۳۹۲۶، مجمع الرواۃ ج ۱۰ ص ۳۰۱، مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۲، طبع قدیم مسند احمد: ۴۲۲۳، ج ۷ ص ۲۶۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۰۵۹، مکتبۃ الرشذریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الولید بن العیزار بن حریث الکوفی (۴) ابو عمرو الشیبانی اور وہ سعید بن ایاس ہیں، یہ انحضرم ہیں، یعنی انہوں نے اہل جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا ہے، یہ ایک سو بیس سال زندہ رہے، یہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، اس وقت میں اپنے گھر والوں کے اونٹ چراتا تھا اور جنگ قادسیہ میں میرا شباب کامل ہوا، اس وقت میری عمر ۴۰ سال تھی اور یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۹)

”بر الوالدین“ اور ”جہاد فی سبیل اللہ“ کا معنی

اس حدیث میں ”بر الوالدین“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، ان کی خدمت کرنا، ان کی نافرمانی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کو ترک کرنا۔

”الجہاد فی سبیل اللہ“ اللہ کے دین کو سر بلند کرنے اور شعائر اسلام کا اظہار کرنے کے لیے اپنی جان اور مال کے ساتھ کفار کے خلاف جنگ کرنا۔

مذکورہ تین اعمال کو ذکر کرنے کی خصوصیت

اس حدیث میں نبی ﷺ نے تین کاموں کو افضل اعمال میں شمار کیا ہے (۱) نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا (۲) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور جو شخص نماز میں سستی کرے گا وہ باقی احکام پر عمل کرنے میں زیادہ سستی کرے گا اور جو شخص ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا باقی حقوق کی ادائیگی میں اس کی کوتاہی زیادہ متوقع ہے اور جو شخص جہاد میں تقصیر کرے گا دیگر نیک اعمال میں اس کی تقصیر زیادہ متوقع ہے۔

افضل اعمال کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

نیک اعمال ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں ہے: کھانا کھانا اسلام کا سب سے اچھا عمل ہے (صحیح البخاری: ۱۲) اور ایک حدیث میں ہے: سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو (صحیح البخاری: ۴۳) اور یہاں فرمایا ہے: سب سے افضل عمل نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا ہے، ان میں موافقت کس طرح ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ہر سائل کو اس کی غرض کے موافق جواب دیا یا اس کے حال کے لائق جواب دیا، یا اس وقت کے اعتبار سے جواب دیا، ابتداء اسلام میں جہاد افضل اعمال تھا کیونکہ یہ اسلام کو قائم کرنے کا وسیلہ تھا، اور اس کی وجہ سے اسلام کے باقی احکام پر عمل ہو سکتا تھا یا آپ نے حال اور موقع کے لحاظ سے جواب دیا، کیونکہ نصوص سے نماز کی صدقہ پر فضیلت ثابت ہے

لیکن بعض اوقات کسی شدید ضرورت مند کا حال تقاضا کرتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے اس وقت صدقہ کرنا افضل ہوگا۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۲۱-۲۰ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نماز کو اول وقت میں پڑھنے کی فضیلت پر دلیل اور نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی۔۔۔۔۔
فضیلت پر دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ رو رہے تھے ان سے پوچھا گیا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد کے معمولات اب نظر نہیں آتے۔ کہا گیا کہ لوگ نماز تو پڑھ رہے ہیں حضرت انس نے کہا: اس نماز کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے یعنی لوگ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنے کے لیے سبقت کرنی چاہیے۔

المہلب نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا نماز کو ضائع نہیں کر دیا گیا؟ اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ نماز کو اس کے مستحب وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ لوگ نماز کو اس کا وقت نکل جانے کے بعد پڑھتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا (مریم: ۵۹)

پھر (اللہ کے نیک بندوں کے بعد) ایسے بُرے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی وہ عنقریب انجام بد سے دوچار ہوں گے ان کو دوزخ کی وادی میں ڈال دیا جائے گا

اس آیت میں فرمایا ہے کہ انہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انہوں نے نماز کو بالکل ترک کر دیا کیونکہ نماز کو بالکل ترک کر دینا تو کفر کی علامت ہے بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ وہ نماز کو اس کے اول وقت یا مستحب وقت میں نہیں پڑھتے تھے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ افضل عمل نماز کو اول وقت یا مستحب وقت میں پڑھنا ہے۔

نماز کو اول وقت میں پڑھنے کے بعد نبی ﷺ نے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کو افضل عمل فرمایا کیونکہ قرآن مجید میں بھی یہی ترتیب ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ. (لقمان: ۱۳)

میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۲۱۱-۲۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے شکر کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے کی وجوہ
لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا.
اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی

(البقرہ: ۸۳) کرو۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے ذکر کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

- (۱) اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش اور اس کی پرورش کا حقیقی سبب ہے اور والدین اس کی پیدائش اور پرورش کے ظاہری سبب ہیں۔
- (۲) اللہ تعالیٰ کی انسان پر بے شمار نعمتیں ہیں وہ انسان کو مسلسل اور لگاتار نعمتیں عطا فرماتا ہے اور اکتاتا نہیں ہے اسی طرح والدین

بھی اولاد کو مسلسل اور لگاتار نعمتیں عطا فرماتے ہیں اور تھکتے اور اکتاتے نہیں ہیں۔

(۳) انسان کے کفر اور معصیت کے باوجود اللہ تعالیٰ بندوں کی روزی اور رزق کو بند نہیں کرتا، اسی طرح والدین بھی اولاد کی نافرمانی کے باوجود ان پر اپنی عطاؤں کی بارش کو بند نہیں کرتے۔

(۴) بڑی سے بڑی معصیت کے بعد جب بندہ ندامت اور توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندہ کو معاف فرما دیتا ہے، اسی طرح بڑی سے بڑی خطا کے بعد جب اولاد والدین سے معافی طلب کرتی ہے تو وہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔

یوں والدین اللہ تعالیٰ کی کئی صفات کے مظہر ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ان کے ساتھ نیکی کرنے اور اپنے شکر کے ساتھ ان کا شکر ادا کرنے کا ذکر کیا اور نبی ﷺ نے بھی نماز کو اپنے وقت میں ادا کرنے کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۶۰۔ ج ۱ ص ۵۴۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات۔

پانچ نمازیں کفارہ ہیں

۶۔ بَابُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازیں انسان کی خطاؤں کا کفارہ ہیں۔

۵۲۸۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو اَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقَوَّلَ ذَلِكَ بَقِيَّ مِنْ ذَرْبِهِ؟ قَالُوا لَا يَبْقَى مِنْ ذَرْبِهِ شَيْئًا قَالَ فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم اور الدراوردی نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر دریا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تم کیا کہتے ہو؟ یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے کہا: یہ اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا، آپ نے فرمایا: یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے اللہ ان کے سب سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۶۷، رقم السلسل: ۱۳۹۳، سنن ترمذی: ۲۸۶۸، سنن نسائی: ۳۶۲، صحیح ابن حبان: ۱۷۲۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۳-۶۲، شرح السنن:

۳۳۲، مسند احمد ج ۲ ص ۷۹، طبع قدیم مسند احمد: ۸۹۲۳، ج ۱ ص ۱۳۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۹۳، مکتبۃ الرشد ریاض:

(۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن حمزہ (۲) عبد العزیز بن ابی حازم (۳) عبد العزیز بن محمد الدراوردی، یہ خراسان کی ہستی دراورد کی طرف نسبت ہے (۴) یزید بن عبد اللہ بن اسامہ بن الہاذ اللیشی الاخرج، یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن ابراہیم التیمی، یہ ۱۲۰ھ میں

فوت ہو گئے تھے (۶) ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۲)
حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ بلقینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ اجتناب کبار سے صغائر کا کفارہ
ہو جاتا ہے پھر پانچ نمازوں سے کون سا کفارہ ہوا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں سے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے لیکن
صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے
کفارہ ہیں جب تک انسان کبار سے اجتناب کرے لہذا اس باب کی حدیث بھی اس مقید حدیث پر محمول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی اس مقید حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ
سَيِّئَاتِكُمْ (النساء: ۳۱)
اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا
جاتا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے۔

لہذا قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق صغیرہ گناہ تو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے معاف ہو گئے تو پانچ نمازوں سے
کون سے گناہ معاف ہوئے۔

ہمارے استاذ علامہ بلقینی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ انسان تمام عمر گناہوں سے مجتنب
رہے تو اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور حدیث کا منشاء یہ ہے کہ ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے اس روز کے صغیرہ گناہ
معاف کر دیئے جائیں گے لہذا قرآن مجید سے صغائر کی معافی اور حدیث سے صغائر کی معافی دونوں کے محل الگ الگ ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۳۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بلقینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ علامہ بلقینی کا یہ جواب درست نہیں ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی
مغفرت کو بلا وجہ اور بغیر کسی دلیل کے مقید کیا ہے کہ جو شخص ساری عمر کبار سے مجتنب رہے گا تب اس کے صغائر کی معافی ہوگی بلکہ اس
آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ انسان جس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی کبیرہ گناہ کرنے سے باز آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ
گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

ہمارے اس جواب کی تائید اس قاعدہ سے ہوتی ہے کہ اس آیت میں ”کبائر“ بھی جمع کا صیغہ ہے اور ”سیئات“ بھی جمع کا
صیغہ ہے اور جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو احاد کی تقسیم احاد کی طرف ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے: ”لبس القوم ثيابهم“ سب لوگوں
نے کپڑے پہن لیے یعنی ہر شخص نے اپنے کپڑے پہن لیے اس اسلوب پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام کبار کے اجتناب سے تمام
صغائر کی معافی ہوگی یعنی ہر کبیرہ کے اجتناب سے اس کے مقابلہ میں صغائر معاف کر دیئے جائیں گے نیز ہمارے جواب کی تائید
قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ (الرحمن: ۴۶)
اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس

کے لیے دو جنتیں ہیں ○

یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی ایک کبیرہ گناہ کو بھی ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کو دو جنتیں عطا فرمائے گا تو جس کو

اللہ تعالیٰ دو جنتیں عطا فرمائے گا، اس کے صغائر کو تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمائے گا، لہذا علامہ بلقینی کا یہ قید لگانا صحیح نہیں ہے کہ جو تمام عمر کبار سے اجتناب کرے اس کے صغائر کا کفارہ ہوگا اور علامہ عسقلانی نے جو اپنے استاذ کا جواب بڑے طمطراق سے پیش کیا تھا وہ بھی بے سود ہے۔

اشکال مذکور کا جواب علامہ عینی کی طرف سے

علامہ بدرالدین عینی نے اصل اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ کبار سے اجتناب اس وقت مکمل ہوگا جب انسان پانچ نمازیں پڑھے گا، سو جس شخص نے پانچ نمازیں نہیں پڑھیں وہ کبار سے مجتنب نہیں ہوا کیونکہ ان نمازوں کو ترک کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے، لہذا کبار کا کفارہ پانچ نمازوں کے پڑھنے پر موقوف ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۴-۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کے جواب سے اصل اشکال نہیں دور ہوا، کیونکہ اصل اشکال یہ ہے کہ جو شخص کبار سے بھی مجتنب رہا اور اس نے دن کی پانچ نمازیں بھی پڑھیں تو اس کے صغائر کا کفارہ تو اجتناب کبار سے ہو گیا تو اب دن کی پانچ نمازیں پڑھنے سے کس چیز کا کفارہ ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے صغائر کا کفارہ اجتناب کبار سے ہو گیا یا جس شخص کے صغائر تھے ہی نہیں تو پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے درجات میں ترقی ہو جائے گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے کبار اور صغائر زیادہ ہوں اور اس نے اس روز بعض کبار سے اجتناب کیا ہو جس کی وجہ سے اس کے صغائر معاف ہو گئے ہوں اور اس کے کبار ابھی باقی ہوں اور اس روز پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے باقی ماندہ کبار میں تخفیف ہو جائے گی، بہر حال اجتناب کبار کی وجہ سے صغائر کی معافی کا الگ فائدہ ہے اور پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے درجات میں بلندی یا تخفیف کبار کا الگ فائدہ ہے اور قرآن مجید اور اس حدیث میں سے کوئی بھی عبث اور بے فائدہ نہیں ہے، یہ وہ جواب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کے ذہن میں القاء کیا ہے اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فیضان ہے ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بڑی ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۴۲۱- ج ۲ ص ۳۰۰ پر مذکور ہے اس کی شرح میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں اور کبار توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا شفاعت سے۔

۷۔ بَابُ تَضْيِيعِ الصَّلَاةِ عَنْ وَقْتِهَا

نماز کو اس کے وقت سے ضائع کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازوں کو ان کے اصل اوقات یا مستحب اوقات سے مؤخر کر کے پڑھنا ان نمازوں کو ضائع کرتا ہے۔

۵۲۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

مَهْدِيُّ عَنْ غِيلَانَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا

مِمَّا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قِيلَ الصَّلَاةُ؟ قَالَ أَلَيْسَ ضَيِّعُ مَا ضَيَّعْتُمْ فِيهَا؟

(جامع المسند لابن الجوزي: ۵۷۳، مكتبة الرشد رiaz ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از

غیلان از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے فرمایا: میں ان چیزوں میں

سے اب کوئی چیز نہیں پہچانتا جو نبی ﷺ کے عہد میں تھیں ان

سے کہا گیا: نماز؟ حضرت انس نے کہا: کیا نماز کو بھی تم لوگوں نے

ضائع نہیں کر دیا جو تم نے ضائع کر دیا ہے۔

ظالم حکم رانوں کا نماز کو تاخیر سے پڑھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں یہ علم ہوا کہ حجاج اور ولید بن عبد الملک وغیرہا نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں اور اس سلسلہ میں آثار بہت مشہور ہیں، بعض ازاں یہ ہیں:

امام عبد الرزاق نے عطا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن ولید نے جمعہ کو مؤخر کر دیا، حتیٰ کہ شام ہو گئی، پس میں آیا اور میں نے بیٹھنے سے پہلے ظہر پڑھ لی، پھر میں نے عصر پڑھ لی، میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ خطبہ پڑھ رہا تھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳۸۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عطا نے اپنی جان کے خوف سے ایسا کیا تھا۔

ابونعیم شیح بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں ابوبکر بن عتبہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو جحیفہ کے پہلو میں نماز پڑھی، پھر حجاج نماز پڑھانے کے لیے چل پڑا تو حضرت ابو جحیفہ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ حجاج کے ساتھ نماز پڑھتے تھے جب اس نے نماز میں تاخیر کی تو انہوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

عامر بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ شقیق ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ کی نماز اپنے گھروں میں پڑھ لیا کریں کیونکہ حجاج نماز کو مؤخر کرتا تھا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۳۸۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

۵۳۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ زُرَّارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ، أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، أَخِي عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ، وَهُوَ يَبْكِي، فَقُلْتُ مَا يَبْكِيكَ؟ فَقَالَ لَا أَعْرِفُ شَيْئًا قِمًّا أَدْرَكْتُ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةُ، وَهَذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضَيَعْتُ. وَقَالَ بَكَرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ الْبُرْسَانِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد بن واصل، ابو عبیدہ الحداد، عن عثمان بن ابی رواد، اخوی عبد العزیز نے کہا: میں نے زہری سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں گیا، وہ اس وقت رو رہے تھے میں نے عرض کیا: آپ کو کیا چیز زلزل رہی ہے؟ انہوں نے کہا: میں ایسی کسی چیز کو نہیں پہچانتا جس کو میں نے پایا تھا سوا اس نماز کے اور یہ بھی ضائع کر دی گئی ہے اور بکر نے کہا: ہمیں محمد بن بکر البرسانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن ابی رواد نے اس کی مثل خبر دی۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن زرارہ (۲) عبد الواحد السدوسی البصری، یہ ۱۰۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عثمان بن ابی رواد ان کا نام میمون ہے

(۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۵۲۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۔ بَابُ الْمُصَلِّيِّ يُنَاجِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ابواب سابقہ کا تعلق نماز کے اوقات کے ساتھ ہے اور اس باب میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کا وقت بیان کیا گیا ہے احادیث سابقہ میں ان لوگوں کی تحسین تھی جو نماز کو اس کے وقت میں پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کی مذمت تھی جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں امام بخاری نے اس باب کی احادیث کو اس لیے بیان کیا ہے کہ نمازی اس فضیلت کے حصول کی طرف راغب ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے تو اپنی دائیں طرف نہ تھو کے لیکن اپنے بائیں قدم کے نیچے اور سعید نے قتادہ سے روایت کی ہے کوئی شخص اپنے آگے یا اپنے سامنے نہ تھو کے لیکن اپنی بائیں طرف یا اپنے قدموں کے نیچے اور شعبہ نے کہا: کوئی شخص اپنے سامنے نہ تھو کے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں طرف یا اپنے قدم کے نیچے اور حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا انہوں نے نبی ﷺ سے سنا کہ کوئی شخص قبلہ میں نہ تھو کے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں طرف یا قدم کے نیچے۔

۵۳۱۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يُنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَتَفَلَّنُ عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ لَا يَتَفَلُّ قَدَامَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ لَا يَتَفَلُّ قَدَامَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ

ان تمام تعلیقات کو امام بخاری صحیح البخاری: ۴۱۳-۴۱۴ میں سند متصل سے روایت کر چکے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۱۳ میں مطالعہ فرمائیں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: بائیں جانب تھو کے یا بائیں قدم کے نیچے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: اعتدال سے سجدہ کرو اور (کوئی شخص) اپنی کلائیوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے اور جب کوئی شخص تھو کے تو اپنے سامنے تھو کے اور نہ اپنی دائیں طرف کیونکہ وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

۵۳۲۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَسْطُ ذِرَاعِيهِ كَالْكَلْبِ وَإِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۳ کا مطالعہ فرمائیں وہاں اس کا عنوان تھا: بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنا چاہیے اور یہاں اس کا عنوان ہے: نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی مناسبت ہے۔
اعتدال سے سجدہ کرنے کی کیفیت

اس حدیث میں اعتدال سے سجدہ کرنے کا حکم ہے اور اعتدال سے سجدہ کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھے اور اپنی کہنیوں کو زمین سے اور اپنے پہلوؤں سے بلند رکھے اور پیٹ کو رانوں سے بلند رکھے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ ہیئت تواضع کے بہت مشابہ ہے اور اس طرح پیشانی کو زمین پر رکھنے میں بہت سہولت ہے اور سستی سے حفاظت ہے اور جو زمین پر بچھ کر سجدہ کرتا ہے وہ کتے کے مشابہ ہوتا ہے۔

۹۔ بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سخت گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی فضیلت ہے۔

۵۳۳، ۵۳۴ - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنَا الْأَعْرَجُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَغَيْرِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَنَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَابْرِدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ. [طرف الحدیث: ۵۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ایوب بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از سلیمان صالح بن کیسان نے کہا: ہمیں الاعرج عبد الرحمن وغیرہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور نافع حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ان دونوں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کی آپ نے فرمایا: جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔

(السنن الکبریٰ: ۱۳۸۷، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۱ طبع قدیم مسند احمد: ۱۰۵۰۶۔ ج ۱۶ ص ۳۰۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ایوب بن سلیمان بن بلال المدنی یہ ۲۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابوبکر عبد الحمید بن ابی اویس الاصبہسی یہ ۱۰۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان بن بلال یہ ایوب بن سلیمان کے والد ہیں (۴) صالح بن کیسان (۵) الاعرج یہ عبد الرحمن بن ہرمز ہیں (۶) نافع یہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔
(عمدة القاری ج ۵ ص ۲۸)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اس سے مراد ظہر کی نماز ہے کیونکہ اس وقت بہت سخت گرمی ہوتی ہے اسی لیے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تصریح ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے اور وہ حدیث اس باب کے آخر میں آئے گی اسی کے اعتبار سے امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے: گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا۔

نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حکمت اور ”فیح“ کا معنی

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ اس حکم کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) اس حکم سے مقصود مشقت کو کم کرنا ہے کیونکہ گرمی کی شدت سے انسان تنگ ہوگا اور نماز میں گرمی کی تمازت کی طرف خیال رہے گا جس کی وجہ سے نماز کی طرف توجہ نہیں ہوگی اور خشوع میں کمی ہوگی۔

(۲) حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے اوقات بتاتے ہوئے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب سورج سر پر ہو تو نماز سے رک جاؤ کیونکہ یہ وہ وقت ہے جب دوزخ میں ایندھن کو گرم کیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۳۲، رقم المسلسل: ۱۸۹۸) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز رحمت کا سبب ہے اور نماز قائم کرنے سے عذاب کو دور کرنے کی امید ہوتی ہے تو پھر نبی ﷺ نے اس وقت نماز ترک کرنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ظہور کا وقت ہے اس وقت میں اسی کی طلب مفید ہوگی جس کو طلب کی اجازت دی گئی ہو یہی وجہ ہے کہ میدان حشر میں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے سوا سب شفاعت کرنے سے عذر پیش کریں گے اسی وجہ سے ہمیں بھی ظہر کی نماز اس وقت پڑھنی چاہیے جب شارع علیہ السلام کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔

اس حدیث میں ”فیح“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کا ہیجان اور اس کا جوش میں آنا عرب کہتے ہیں: ”فاحت القدر“ دیکھی میں جوش آ گیا۔

ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا مستحب ہونا اور ٹھنڈے وقت کی تحدید

اس حدیث میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے لہذا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا واجب ہونا چاہیے لیکن فقہاء اس کو مستحب کہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر امر استحباب کے لیے ہے اور فقہاء مذاہب کا یہی مختار ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ نمازیوں کو مشقت نہ ہو اور حرج کم کرنے کے لیے سو یہ حکم شفقت کے قبیل سے ہے اور شفقت کی بناء پر جو حکم ہوتا ہے وہ استحباب کے لیے ہوتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ٹھنڈے وقت کی کوئی تعیین ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایا اس چیز کی مثل ہو جائے تو یہ ٹھنڈا وقت ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۱-۳۰)

۵۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهَبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَدْنَى مَوْذُنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرُ فَقَالَ أَبَرُّذُ أَبَرُّذُ. أَوْ قَالَ إِنْتَظِرْ إِنْتَظِرْ. وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبَرُّذُوا عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى رَأَيْنَا فِيءَ التَّلَوُّلِ. [اطراف الحديث: ۵۳۹-۶۲۹-۳۴۵۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المہاجر ابی الحسن انہوں نے زید بن وہب سے سنا از حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ کے مَوْذُن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں ٹھنڈے وقت میں یا فرمایا: انتظار کرو انتظار کرو اور فرمایا: گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے پس جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا۔

قدیم مسند احمد: ۲۱۳/۲ ج ۳۵ ص ۳۰۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

مؤذن کا مصداق اور ”فیئ التلؤل“ کا معنی اور اس پر دلیل کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے

اس حدیث میں نبی ﷺ کے مؤذن کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: مؤذن نے اذان دی تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں۔ بہ ظاہر اس کا معنی ہے: مؤذن کے اذان شروع کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں، لیکن صحیح البخاری: ۵۳۹ میں یہ عبارت ہے کہ مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ٹیلوں کے ایک مثل سائے کے بعد ظہر کی اذان دی گئی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور یہی فقہاء احناف کثرہم اللہ کا مذہب ہے۔

اس حدیث میں ”فیئ التلؤل“ کا لفظ ہے ”فیئ“ کا معنی ہے: سایا اور ”التلؤل“ ”قل“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: ٹیل۔

۵۳۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے اس کو زہری سے یاد رکھا ہے از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۵۸/۴ مکتبۃ الرشدریاض ۱۴۲۶ھ) سے ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۳۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

۵۳۷ - وَاشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ أَكُلَ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفْسَيْنِ نَفْسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفْسٍ فِي الصَّيْفِ فَهَوَّ أَشَدَّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ وَأَشَدَّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ.

اور دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی: اے میرے رب! میرے بعض اجزاء نے بعض کو کھالیا تو اللہ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں سو یہ وہ ہے جو تم شدید گرمی پاتے ہو اور یہ وہ ہے جو تم شدید سردی پاتے ہو۔ [طرف الحدیث: ۳۲۶۰]

(صحیح مسلم: ۶۱۷/۱ رقم المسلسل: ۱۳۷۵ مسند الحمیدی: ۹۳۲ سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۳۸۸ المستثنیٰ: ۱۵۶ مسند ابو یعلیٰ: ۵۸۷/۱ صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۹)

سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۷ صحیح ابن حبان: ۷۴۶۶ شرح السنۃ: ۳۶۱ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۵۸ سنن داری: ۲۸۴۶ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع

قدیم مسند احمد: ۷۲۳/۲ ج ۱۲ ص ۱۸۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۵۷/۴ مکتبۃ الرشدریاض ۱۴۲۶ھ

جہنم کے سرد اور گرم طبقوں میں منافات کا نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ شدید سردی جہنم کے زمہریر سے ہے اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جہنم میں تو آگ ہے وہاں سخت ٹھنڈا طبقہ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے جہنم کے ایک حصہ میں آگ ہے اور دوسرے حصہ میں زمہریر ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ آگ اور زمہریر کا جمع نہ ہونا دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کا جمع ہونا ممکن ہے اور امور آخرت کو امور دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ دوزخ کے بعض اجزاء نے بعض دوسرے اجزاء کو کھالیا اس میں بھی کوئی اجتہاد نہیں ہے کیونکہ

دوزخ کی آگ دوزخیوں کے گوشت اور ان کی ہڈیوں کو کھالے گی اور حدیث میں ہے: جو شخص شراب پینے پر اصرار کرتا ہوا مر گیا تو دوزخیوں کا خون اور پیپ اس شخص کا مشروب ہو گیا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۵-۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی مؤخر الذکر دونوں حدیثیں شرح صحیح مسلم: ۱۳۰۱-۱۳۰۰ ج ۲ ص ۲۳۶ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) ظہر کے آخری وقت میں مذاہب فقہاء (۲) ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات (۳) دو مثل سائے تک وقت ظہر کا ثبوت (۴) بعض شارحین کا تسامح۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۱-۲۴۷ میں مذکور ہے۔

۵۳۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرَدُوا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ تَابِعَهُ سُفْيَانُ وَيَحْيَى وَأَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔ سفیان اور یحییٰ اور

[طرف اللہ حدیث: ۳۲۵۹]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۲۱۰ مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ) ابو عوانہ نے الاعمش سے روایت کرنے میں حفص بن غیاث کی متابعت کی ہے۔

حضرت خباب کی حدیث ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے خلاف ہے اس کی توجیہات

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے گرمی کی شدت کی شکایت کی تو آپ نے ہماری شکایت کو زائل نہیں کیا۔ (صحیح مسلم: ۶۱۹، الرقم السلسل: ۱۲۹۱)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ ظہر کو گرمیوں کی شدت میں بھی پہلے وقت میں پڑھا جائے اور اگر ظہر کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں پڑھا تو اس کی بھی رخصت ہے اور ہمارے بعض اصحاب اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حدیث سے یہ حدیث منسوخ ہے اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے یہی قول مختار ہے اور یہی حضرت خباب کی حدیث تو وہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے ٹھنڈے وقت میں زیادہ تاخیر کو طلب کیا تھا حتیٰ کہ دیواروں کا اتنا زیادہ سایا ہو جائے جس میں وہ آرام سے نماز پڑھنے مسجد میں جاسکیں یہی جمہور فقہاء کا قول ہے جمہور صحابہ کا بھی یہی موقف ہے کیونکہ اس سلسلہ میں بہت احادیث وارد ہیں اور نبی ﷺ کا یہ فعل بھی ہے اور آپ نے اس کا حکم بھی دیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم بشرح نووی ج ۳ ص ۱۹۷۴ مکتبۃ زار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

۱۰ - بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي السَّفَرِ سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حالت سفر میں بھی ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے۔

۵۳۹ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ أَبُو الْحَسَنِ مَوْلَى لَيْثِي تَيْمٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی

اللّٰهُ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهَبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتَّى رَأَيْنَا فِي السَّمَاءِ التَّلُؤْلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا (تَفْتِيًا) تَمْتَلُ .

انہوں نے کہا: ہمیں مہاجر ابو الحسن نے حدیث بیان کی جو بنو تميم اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن وہب سے سنا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے پس مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا تب نبی ﷺ نے فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے سو جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ حضرت ابن عباس نے کہا: "تفتیا" کا معنی ہے: مائل ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۳۵ میں زریجکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا اور یہاں اس عنوان میں سفر کا ذکر ہے۔

۱۱۔ بَابُ وَقْتِ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ

ظہر کا وقت زوال سے ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہر کے وقت کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جب سورج آسمان کے وسط سے مغرب کی طرف زائل ہوتا ہے یعنی مائل ہوتا ہے۔

وقال جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّهْجَةِ . اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے۔

اس تعلق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۶۰ میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ اس پوری حدیث کا ایک قطعہ ہے۔

۵۴۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ فَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عَظِيمًا ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ فَلَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا . فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي . فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُدَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِي؟ قَالَ أَبُوكَ حُدَافَةُ . ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي . فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب سورج (آسمان کے وسط سے) زائل ہو گیا تو نبی ﷺ نے ظہر پڑھی پھر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر کیا پھر آپ نے اس میں بڑے بڑے واقعات کا ذکر فرمایا پھر آپ نے فرمایا: جو کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہو وہ سوال کرے تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا جب تک کہ میں اس مقام میں ہوں پھر اکثر لوگوں نے رونا شروع کر دیا اور آپ نے بہت زیادہ فرمایا: مجھ سے سوال کرو پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ

شدت جہنم کے جوش سے ہے نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

سوا اس حدیث میں حضرت مغیرہ نے یہ خبر دی ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر کو اپنے وقت میں پڑھنے کے بعد اس کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا، لہذا شدید گرمی میں ظہر کو جلدی پڑھنے کا عمل منسوخ ہو گیا اور شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا واجب ہو گیا اور حضرت انس بن مالک اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کرتے تھے یہ ان متعدد سندوں سے ثابت ہے جن کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت جابر حضرت انس اور حضرت ابی ہریرہ کی حدیث حضرت المغیرہ کی حدیث کی تفسیر ہے۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کو مطلقاً جلدی پڑھنا چاہیے وہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے وہ ظہر کو جلدی پڑھنے کی ناخ نہیں ہے اور ظہر کا حکم یہ ہے کہ اس کو تمام زمانوں میں جلدی پڑھا جائے یہ حکم اس کے لیے ہے جو افضل پر عمل کرنا چاہتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات میں ظہر کو جلدی پڑھا کرتے تھے اور نبی ﷺ نے جو ان کو شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا تھا یہ ان پر شفقت کی وجہ سے رخصت تھی، میمون بن مہران نے کہا ہے کہ نصف النہار (دوپہر) کے وقت نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے وہ نصف النہار کے وقت نماز کو اس لیے مکروہ کہتے تھے کہ وہ مکہ میں نماز پڑھتے تھے اور وہاں بہت سخت گرمی ہوتی تھی اور وہاں سایا نہیں تھا اس لیے آپ نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی جب سورج زائل ہو گیا تھا پس انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یہی نماز کا وقت ہے یہ اس پر محمول ہے کہ تمام زمانوں میں یہی ظہر کی نماز کا وقت ہے اور حضرت ابوسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سورج کے زوال کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعض اوقات شدید گرمی میں آپ اس کو مؤخر کر کے پڑھتے یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام گرمیوں میں آپ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بعض اوقات کا لفظ تقلیل پر دلالت کرتا ہے آپ اکثر اوقات ظہر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے اور اس میں امت کو اختیار ہے وہ جس وقت میں چاہے ظہر کی نماز پڑھے۔

سو جو شخص افضل پر عمل کرنا چاہے وہ جلدی ظہر پڑھے اور جو شخص رخصت پر عمل کرنا چاہے وہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھے یہی معنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا لہذا انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب سورج (استواء سے) زائل ہو جائے تو ظہر پڑھو پس ان کے نزدیک افضل یہی تھا کہ ظہر کو اول وقت میں پڑھا جائے اور انہوں نے اپنے عمال کو یہی حکم دیا کہ جب ایک ہاتھ سایا ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھو اور اس میں گرمیوں اور سردیوں کا کوئی استثناء نہیں کیا۔

فقہاء کا ظہر کے مختار وقت میں اختلاف ہے امام مالک سے مدونہ میں منقول ہے کہ ظہر عصر اور عشاء کو اپنے وقت پر پڑھنا مستحب ہے اور یہ اس کے خلاف ہے جو ابوالفرج نے امام مالک سے روایت کی ہے امام ابوحنیفہ سے بھی اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں ابن القصاص نے از کرخی از امام ابوحنیفہ یہ روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک ظہر کا وقت اس کے آخری وقت پر معلق ہے اور اول وقت میں نماز پڑھنا نفل ہے پس اگر کسی شخص نے زوال کے وقت میں نماز پڑھی پھر وہ ظہر کے آخری وقت تک صحیح و سلامت رہا تو وہ ظہر کی نماز کا مکلف ہو گیا اور اس نے جو اول وقت میں ظہر کی نماز پڑھی تھی وہ نفل ہو گی اور تمام فقہاء امام ابوحنیفہ کے اس قول کے خلاف ہیں اور کرخی نے امام ابوحنیفہ کی موافقت میں یہ دلیل دی ہے کہ اگر زوال آفتاب سے ظہر کی نماز واجب ہو جائے اور پھر کوئی

شخص اس کو تاخیر سے پڑھے تو اس کو گناہ گار ہونا چاہیے حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا ابن القصاص نے کہا: یہ اعتراض ہم پر لازم نہیں آتا اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ نماز کے وجوب میں توسیع ہے اور مکلف کو اختیار دیا ہے کہ وہ زوال کے بعد جس وقت چاہے ظہر کی نماز ادا کر لے۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے فاسد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اس باب کی احادیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے سورج کے زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھی ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو ظہر کے اول وقت میں نماز پڑھائی اور آپ نے فرمایا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے پس یہ محال ہے کہ ظہر کا فرض آخر وقت کے ساتھ متعلق ہو اور نبی ﷺ ظہر کو اول وقت میں پڑھیں اور کسی شخص کے لیے بھی نبی ﷺ کے متعلق یہ گمان نہیں کرنا چاہیے جائز نہیں ہے امام ابوحنیفہ کا یہ قول سنت ثابتہ کے مخالف ہے اور دلیل سنت میں ہے نہ کہ سنت کی مخالفت میں۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: ظہر کا آخری وقت یہ ہے کہ ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے اس قول میں انہوں نے احادیث کی اور لوگوں کے اقوال کی مخالفت کی ہے اور اپنے اصحاب کی بھی مخالفت کی ہے اور امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کا ایک ایسا قول نقل کیا ہے جو جماعت کے قول کے موافق ہے اور وہ یہ ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو جائے مگر اس وقت عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے پھر انہوں نے ظہر اور عصر کے درمیان ایسا وقت چھوڑا جو ظہر اور عصر میں سے کسی نماز کی صلاحیت نہیں رکھتا اور یہ ان کا ایسا قول ہے جس میں کسی نے ان کی متابعت نہیں کی۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے اور وہی بلا فصل عصر کا اول وقت ہے اور یہی امام ابو یوسف امام محمد امام احمد بن حنبل اور دوسرے فقہاء کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ ظہر کے آخری وقت میں اور عصر کے اول وقت میں ایسا فاصلہ ہے جس میں ظہر کا وقت مختار ہے نہ عصر کا وقت مختار ہے اور یہ وہ وقت ہے جب سایا ایک مثل سے تھوڑا سا زیادہ ہو جائے اور انہوں نے اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت نہیں آتا اس حدیث سے ان کا قول ثابت نہیں ہوتا اور امام شافعی کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۲۲۳-۲۲۱ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن بطلال کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطلال نے از کرنی از امام ابوحنیفہ یہ نقل کیا ہے کہ ظہر کے اول وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور تمام فقہاء اس کے خلاف ہیں میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور امام ابوحنیفہ سے یہ منقول نہیں ہے کہ ظہر کے اول وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ظہر کے اول وقت میں نماز واجب ہے اور اس وجوب میں توسیع ہے یعنی ظہر کے آخر وقت تک جب بھی نماز ظہر پڑھی جائے گی اس سے فرض نماز ادا ہوگی۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے۔۔۔۔۔

علامہ ابن بطلال پر رد کرنا

میں کہتا ہوں کہ اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ نے

بھی علامہ ابن بطل مالکی پر رد کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا عنوان ہے: ظہر کے وقت کی ابتداء زوال کے وقت ہوتی ہے یعنی جب سورج استواء سے زائل ہو کر مغرب کی سمت کی طرف مائل ہوتا ہے اس عنوان سے امام بخاری نے ان کو فیوں کے زعم کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ظہر کے اول وقت میں نماز واجب نہیں ہوتی اور علامہ ابن بطل نے نقل کیا ہے کہ تمام فقہاء اس نقل کے خلاف ہیں جو کرخی نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ ظہر کی نماز اول وقت میں نفل ہوتی ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک معروف یہ ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور بعض فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ظہر کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جب زوال کا سایا ایک تسمہ کی مقدار ہو جائے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۵۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

ہمارے برصغیر کے اردو بولنے والوں میں معروف ہے کہ زوال کے وقت سجدہ جائز نہیں ہے دراصل اردو بولنے والے زوال سے مجازاً مراد استواء لیتے ہیں یعنی جب سورج سر پر ہوتا ہے اور اس وقت سجدہ جائز نہیں ہے اور احادیث میں زوال کا حقیقی معنی مراد ہے یعنی جب استواء سے سورج زائل ہو کر مغرب کی طرف مائل ہو اور اس وقت میں ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

علامہ عینی کا علامہ سرخسی حنفی کی عبارت سے علامہ ابن بطل پر رد کرنا

علامہ بدرالدین عینی نے علامہ ابن بطل پر رد کرنے کے لیے علامہ سرخسی حنفی متوفی ۸۳۸ھ کی یہ عبارت پیش کی ہے: شمس الائمہ نے المہبوط میں کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ظہر کا اول وقت زوال آفتاب سے داخل ہوتا ہے۔

(المہبوط ج ۱ ص ۲۸۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ) (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا علامہ سرخسی کی عبارت سے علامہ ابن بطل پر رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ سرخسی کی وفات ۸۳۸ھ میں ہوئی ہے اور علامہ ابن بطل کی وفات ۴۴۹ھ میں ہوئی ہے اور علامہ ابن بطل 'علامہ سرخسی سے پہلے فوت ہو چکے تھے سو وہ المہبوط میں امام ابو حنیفہ کا مذہب کیسے پڑھ سکتے تھے علامہ عینی پر لازم تھا کہ وہ ان فقہاء احناف کی عبارات سے استدلال کرتے جو علامہ ابن بطل پر مقدم تھے تاکہ یہ کہا جاسکتا کہ علامہ ابن بطل کو چاہیے تھا کہ وہ امام ابو حنیفہ کے قول کو فاسد کہنے سے پہلے فقہاء احناف کی کتابوں میں امام ابو حنیفہ کا مذہب پڑھ لیتے۔

مصنف کا مقدم ائمہ احناف کی عبارات سے علامہ ابن بطل پر رد کرنا

علامہ محمد بن الحسن الشیبانی الحنفی المتوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا: ظہر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: زوال آفتاب سے لے کر یہاں تک (کہ سایا ایک قامت کے برابر ہو جائے یہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے) اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ سایا دو قامتوں کے برابر ہو جائے اور جب سایا دو قامتوں کے برابر ہو جائے گا تو عصر کا وقت داخل ہو جائے گا۔ (المہبوط (کتاب الاصل) ج ۱ ص ۱۳۴ ادارۃ القرآن کراچی)

امام محمد روایت کرتے ہیں: ہمیں امام ابو حنیفہ نے خبر دی ازحماد از ابراہیم کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز کا وقت دریافت کر رہا تھا آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازوں میں حاضر رہے پھر آپ نے حضرت بلال کو اول وقت میں نمازوں کا حکم دیا پھر دوسرے دن آپ نے تمام نمازوں کے آخر کا حکم دیا پھر آپ نے پوچھا: نماز کا وقت دریافت کرنے والا کہاں ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے امام محمد نے کہا: ہم اسی حدیث پر عمل کرتے

ہیں البتہ غروب آفتاب کے بعد مغرب میں تاخیر کو مکروہ کہتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد: ۶۵۔ ص ۱۳ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۷ھ)

• امام محمد روایت کرتے ہیں: ہمیں امام ابو حنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم انہوں نے فرمایا: ظہر کی نماز کو جہنم کے جوش سے ٹھنڈے وقت میں پڑھو امام محمد نے کہا: گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور سردیوں میں زوال آفتاب کے وقت ظہر کی نماز کو پڑھو اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد: ۶۶۔ ص ۱۳ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۷ھ)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے شرح معانی الآثار میں حدیث: ۱۰۶۶ سے لے کر ۱۰۸۰ تک ۱۴ احادیث روایت کی ہیں کہ نبی ﷺ زوال آفتاب کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے پھر امام طحاوی نے ۱۰۸۱ سے لے کر ۱۰۹۱ تک ۱۰ احادیث روایت کی ہیں کہ گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور آخر میں اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سردیوں میں ظہر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۰۹۷ صحیح البخاری: ۹۰۶ سنن النسائی: ۴۹۵)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک ظہر کی نماز میں یہی سنت ہے جیسا کہ حضرت ابو مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کی نماز مروی ہے۔

علامہ ابن بطلال نے فقہاء احناف کے ساتھ تعصب کی وجہ سے ایک یہ تحریف کی ہے کہ امام طحاوی کی طرف منسوب کر کے یہ لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے صرف مکہ میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۲۲۲)

حالانکہ امام طحاوی نے اس بات کا رد کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

اس قائل سے کہا جائے گا کہ یہ محال ہے اگر ایسا ہوتا جیسا کہ اس قائل نے کہا ہے تو رسول اللہ ﷺ سفر میں نماز کو مؤخر نہ کرتے جس جگہ دھوپ سے بچنے کے لیے کوئی گھر تھا نہ سایا تھا جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اور چاہے تھا کہ پھر وہاں رسول اللہ ﷺ اول وقت میں نماز پڑھتے حالانکہ آپ وہاں بھی ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹)

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

لیکن علامہ ابن بطلال نے امام طحاوی کی اس عبارت کو تو نقل کر دیا جو بہ طور اعتراض تھی اور امام طحاوی کے اس جواب کو ذکر نہیں کیا۔ علامہ ابن بطلال سے ہمیں ایسی امید تو نہ تھی!

علامہ محمد بن محمد ابو الفضل المروزی البیہقی المشہور بالحاکم الشہید المتوفی ۳۳۴ھ لکھتے ہیں:

ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر اس وقت تک ہوتا ہے جب تک ہر چیز کا سایا اس کی مثل ہو جائے۔

(الکافی مع المبسوط ج ۱ ص ۲۸۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ سرخسی نے لکھا ہے: یہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت ختم ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا وہ مثل ہو جاتا ہے (علامہ ابن بطلال نے اس قول کو نقل نہیں کیا حالانکہ فقہاء احناف کے اسی قول پر عمل ہے) اور حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب سایا ایک قامت کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت نکل جاتا ہے اور عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک کہ سایا دو قامتوں کے برابر نہ ہو جائے اور ان

دونوں کے درمیان مہمل وقت ہے جس کو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دو نمازوں کے درمیان وقت ہے جیسا کہ فجر اور ظہر کے درمیان مہمل وقت ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۲۹۰-۲۸۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حسن بن زیاد کی اس روایت کو امام ابو حنیفہ کا قول قرار دے کر علامہ ابن بطلال نے امام ابو حنیفہ پر بہت لے دے کی ہے اور اس کا بہت رد کیا ہے حالانکہ امام ابو حنیفہ کا یہ مختار قول نہیں ہے اور نہ ہی اس پر فقہاء احناف کا عمل ہے امام ابو حنیفہ کا مختار قول وہ ہے جس کو امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ظہر کی نماز کا وقت زوال آفتاب سے دو مثل سائے تک ہے اسی قول کے مطابق فقہاء احناف کا عمل ہے مگر افسوس علامہ ابن بطلال نے اس قول کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

ہم نے بتایا ہے کہ علامہ ابن بطلال نے امام اعظم ابو حنیفہ کی طرف منسوب کر کے یہ لکھا ہے کہ زوال آفتاب کے بعد اگر ظہر کی نماز پڑھی جائے تو وہ نفل ہوں گے فرض نہیں ہوں گے حالانکہ یہ بات فقہاء احناف کی کسی کتاب میں نہیں ہے یہ خالص افتراء اور بہتان ہے علامہ ابن بطلال کے زمانہ میں امام محمد متوفی ۱۸۹ھ اور امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ (جن کی عبارت میں تحریف کر کے انہوں نے اس کو اپنی شرح میں درج کیا ہے) اور حاکم شہید متوفی ۳۳۹ھ کی تصانیف موجود تھیں ان کے علاوہ امام ابو منصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اور علامہ ابوبکر بھصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ کی بھی تصانیف موجود تھیں علامہ ابن بطلال کو چاہیے تھے کہ وہ امام ابو حنیفہ پر افتراء باندھنے سے پہلے ظہر کی نماز کے اول وقت کے متعلق ان کتابوں میں امام ابو حنیفہ کا مسلک پڑھ لیتے۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ بنی اسرائیل: ۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”دلوك الشمس الى غسق الليل“ سے مراد دن کی نمازیں ہیں اور ”دلوك شمس“ سے مراد زوال آفتاب ہے اور ”غسق الليل“ سے مراد رات کے اندھیرے کی ابتداء ہے پس اس میں ظہر اور عصر کی نمازیں داخل ہیں۔

(تذویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی بھصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

ظہر کا اول وقت زوال آفتاب سے ہے اور اس میں کسی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۲۶۸ سبیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابن بطلال کی وفات ۳۳۹ھ میں ہوئی ہے اور ہم نے ۱۸۹ھ سے لے کر ۳۷۰ھ تک کے وفات یافتہ ائمہ احناف کی تصریحات بیان کر دی ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ظہر کے فرض کا اول وقت زوال آفتاب ہے کاش! علامہ ابن بطلال اپنی شرح میں امام ابو حنیفہ پر بہتان باندھنے سے پہلے ان تصریحات کو دیکھ لیتے اور امام ابو حنیفہ کے قول کو فاسد کہنے سے احتراز کرتے۔

امام ابو حنیفہ پر علامہ ابن بطلال کے اعتراضات کا اجمالی جائزہ اور ان اعتراضات کے جوابات

علامہ ابن بطلال نے اپنی طویل شرح میں امام ابو حنیفہ قدس سرہ کے خلاف جو لکھا ہے اس کا خلاصہ اس طرح ہے:

(۱) امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ سردیوں میں ظہر کی نماز کو جلدی پڑھا جائے اور شدید گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا جائے اس کے خلاف علامہ ابن بطلال نے لکھا ہے کہ ہر زمانہ میں ظہر کی نماز کا اول وقت میں پڑھا جائے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۲۲۲)

علامہ ابن بطلال کا یہ قول اس لیے فاسد ہے کہ صحیح بخاری: ۵۳۹-۵۳۸-۵۳۶-۵۳۵-۵۳۴-۵۳۳ میں اور دیگر

کثرت کتب حدیث کے حوالوں سے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور امام

طحاوی نے اس کے ثبوت میں ۱۷ احادیث ذکر کی ہیں اور آخری حدیث حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمدیوں میں ظہر کی نماز جلدی پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۹۰۶، سنن نسائی: ۴۹۵) اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے، پس امام ابوحنیفہ کے مذہب پر جو علامہ ابن بطلال نے طعن کیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی راجع ہوگا۔

(۲) علامہ ابن بطلال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کی نماز آخری وقت میں واجب ہوتی ہے اور تمام فقہاء اس کے خلاف ہیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۲۲۳)

اور ہم بہ کثرت فقہاء احناف کے حوالوں سے واضح کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کی نماز کا اول وقت زوال آفتاب

ہے۔

(۳) علامہ ابن بطلال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو شخص ظہر کے اول وقت میں نماز پڑھے گا وہ نماز ہر حال میں نفل ہوگی فرض نہیں ہوگی۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۲۲۳)

یہ امام ابوحنیفہ پر خالص افتراء اور محض بہتان ہے، فقہاء احناف کی کسی کتاب میں اس طرح نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف فرضیت ظہر کی تصریح ہے جیسا کہ ہم متعدد حوالہ جات سے نقل کر چکے ہیں۔

(۴) امام طحاوی کی طرز منسوب کر کے لکھا ہے کہ ظہر کی نماز کو شدید گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اہل مکہ کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۲۲۲)

حالانکہ امام طحاوی نے اس کا رد کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا حکم عام ہے کیونکہ آپ نے سفر میں بھی ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھی ہے (صحیح البخاری: ۵۳۹) سو یہ امام طحاوی کی عبارت میں خالص تحریف ہے۔

(۵) علامہ ابن بطلال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل سائے تک ہے اور اس وقت عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا، عصر کا وقت دو مثل سائے کے بعد داخل ہوتا ہے اور ایک مثل سے دو مثل سائے تک مہمل وقت ہے اس میں کسی نماز کا وقت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطلال: ۵۲۳)

یہ حسن بن زیاد کی روایت ہے اور یہ امام اعظم کا مذہب نہیں ہے اور نہ اس پر فقہاء احناف کا عمل ہے، امام اعظم کا مذہب وہ ہے جس کو امام ابو یوسف نے نقل کیا ہے کہ زوال آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ہے۔

سو یہاں بھی علامہ ابن بطلال نے مغالطہ آفرینی کر کے امام ابوحنیفہ قدس سرہ کے خلاف زہر آفرینی کی ہے۔ علامہ بدرالدین عینی بہت عظیم محقق ہیں، امام اعظم کے بہت محبت اور معتقد ہیں لیکن انہوں نے علامہ ابن بطلال کے اٹھائے ہوئے ان تمام اعتراضات کا جواب نہیں دیا، صرف اس کا جواب لکھا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک زوال آفتاب کے وقت ظہر کی نماز فرض نہیں ہے اور وہ بھی مدلل جواب نہیں دیا، اور باقی اعتراضات کا ذکر ہی نہیں کیا، شاید قسام ازل نے یہ سعادت صرف اس ناکارہ اور گناہ گار کے حصہ میں لکھ دی تھی۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی، پس میں نے اس سے پہلے خیر اور شر کی مثل نہیں دیکھی۔ حدیث کے اس قطعہ کی مفصل شرح ہم نے صحیح البخاری: ۴۹۷ میں کر دی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۵۴۱۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الْمُنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی المنہال

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ ، وَاحِدُنَا يَعْرِفُ جَلِيسَهُ ، وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِينَ إِلَى الْمِائَةِ ، وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ ، وَالْعَصْرَ وَاحِدُنَا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ ، وَلَا يَبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ ، ثُمَّ قَالَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ . وَقَالَ مُعَاذُ قَالَ شُعْبَةُ لَقِيتُهُ مَرَّةً فَقَالَ أَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ .

[اطراف الحديث: ۵۳۷-۵۶۸-۵۹۹-۷۷۱]

از حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ صبح کی نماز پڑھتے اور اس میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لیتا تھا اور آپ صبح کی نماز میں ساٹھ سے لے کر سو آیات پڑھتے تھے اور آپ ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج زائل ہو جاتا تھا اور آپ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخر میں جا کر واپس آتا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا، ابوالمہال نے کہا میں بھول گیا کہ حضرت ابو ہریرہ نے مغرب کے متعلق کیا فرمایا تھا اور آپ عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنے کی پھر آدھی رات تک مؤخر کرنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اور معاذ نے کہا اور شعبہ نے کہا: پھر میری حضرت ابو ہریرہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: یا تہائی رات تک۔

(صحیح مسلم: ۴۶۱، رقم المسلسل: ۱۰۱۳، سنن نسائی: ۱۱۰۹، سنن ابن ماجہ: ۸۱۸-۷۰۱، صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸، سنن دارمی: ۱۳۰۰، مسند ابویعلیٰ: ۷۴۲۵، شرح السنہ: ۳۵۰، مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۰، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۷۷-۱۹۷۸ ج ۳ ص ۱۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۳۸۵، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابو ہریرہ سلمی کا تذکرہ

اس حدیث کے چار رجال ہیں جن میں سے تین کا تعارف پہلے ہو چکا ہے، حضرت ابو ہریرہ سلمی کا نام نضله بن عبید ہے، یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، فتح مکہ میں حاضر ہوئے تھے یہ مسلسل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی، پھر یہ مدینہ سے بصرہ منتقل ہو گئے، پھر انہوں نے خراسان میں جہاد کیا اور مرو میں یا بصرہ میں یا بجمستان کے جنگل میں ۶۳ھ میں وفات پائی، امام بخاری نے ان کی چار احادیث روایت کی ہیں۔ (مدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰)

فجر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی تائید اور عصر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھتے تھے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے کہ فجر کی نماز سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے اور آپ اس میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھتے تھے، امام طحاوی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اول وقت میں صبح کی نماز کو شروع کرتے تھے اور سفیدی پھیلنے کے بعد نماز کو ختم کرتے تھے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ زوال آفتاب سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

اس حدیث میں عصر کے وقت کا ذکر ہے کہ عصر پڑھ کر نمازی مدینہ کے آخر میں جا کر واپس آ جاتا تھا، اور یہ چار میل کی مسافت تھی اور بعض نے کہا ہے کہ دو یا تین میل کی مسافت تھی۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ عصر کی نماز اول وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ نمازی عصر پڑھ کر دو یا تین میل جا کر واپس آ جاتا تھا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا، یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ عصر کی نماز اول وقت میں پڑھیں اور اس

حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور کی یہ دلیل ہے کہ عصر کا وقت تب داخل ہوتا تھا جب سایا ایک مثل ہو جاتا تھا اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۹۸۵-۱۹۸۳، مکتبہ زار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ نمازی مدینہ کے آخر تک پیدل جا کر واپس آ جاتا تھا، ہو سکتا ہے کہ وہ تیز رفتار گھوڑے یا تیز رفتار اونٹ پر بیٹھ کر جاتا ہو اور تیز رفتار سواری سے جا کر واپس آئے اور ابھی سورج چمک رہا ہو یہ اس صورت میں بھی ممکن ہے جب عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہو، ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ حدیث میں ہے: جب ٹیلوں کا سایا ایک مثل ہو گیا، پھر آپ نے ظہر کی اذان دینے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹) اور اس حدیث سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے اور اس باب کی حدیث سے زیادہ سے زیادہ اس کے خلاف شک ہوگا جیسا کہ علامہ نووی کو شک ہوا ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا، سو یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۳۶۱- ج ۲ ص ۲۷۱ پر مذکور ہے، اس شرح کا عنوان ہے: فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔

۵۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، يَعْنِي ابْنَ مُقَاتِلٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي غَالِبُ الْقَطَّانُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ، فَسَجَدْنَا عَلَى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد یعنی ابن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد الرحمن نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھ سے غالب القطان نے حدیث بیان کی از بکر بن عبد اللہ المزنی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اکثر ظہر کی نماز پڑھتے تو گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۵ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: گرمی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کرنا، اور یہاں اس کا عنوان ہے: زوال آفتاب سے ظہر کا وقت ہے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز پڑھی گئی یہ بیان جواز کے لیے ہے اور گرمی کی شدت میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کو کبھی ترک بھی کر دینا چاہیے نیز اس حدیث میں ”ظہائر“ کا لفظ ہے یہ ”ظہر“ کی جمع ہے اس سے مراد ہے: کئی ایام کی ظہر۔

۱۲- بَابُ تَاخِيرِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہر کی نماز کو اوّل وقت سے لے کر عصر کے وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ دو نمازوں کو ملا کر ایک وقت میں پڑھا جائے۔

۵۴۳- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، هُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن

ابن عباس أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ . فَقَالَ أَيُّوبُ لَعَلَّهُ فِي لَيْلَةٍ مَطِيرَةٍ ؟ قَالَ عَسَى . [اطراف الحدیث: ۵۶۲-۱۱۷۳]

زید ہے از عمرو بن دینار از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں سات رکعات اور آٹھ رکعات نماز پڑھی، ظہر اور عصر کی اور مغرب اور عشاء کی۔ ایوب نے کہا: شاید یہ بارش کی رات تھی؟ انہوں نے کہا: یہ (بارش) متوقع تھی۔

(صحیح مسلم: ۷۰۵، الرقم المسلسل: ۱۵۹۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۱۳، سنن نسائی: ۵۸۸، مسند الحمیدی: ۳۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۶-۵۷ ج ۱۳ ص ۱۶۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶۸-۱۶۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۶۱۳، مصنف عبدالرزاق: ۴۳۳۶، صحیح ابن حبان: ۱۵۹۷، المعجم الکبیر: ۱۲۸۰۷-۱۲۸۰۸، ۱۲۸۰۵-۱۲۸۰۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۱۸، ج ۳ ص ۳۹۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۱۵، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کی کیفیت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں سات رکعات اور آٹھ رکعات نماز پڑھی، ظہر اور عصر کی اور مغرب اور عشاء کی، یعنی آپ نے ظہر اور عصر کی آٹھ رکعات نماز اس طرح پڑھی کہ ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کیا اور عصر کی نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا، پھر مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت تک مؤخر کیا اور عشاء کو ابتدائی وقت میں پڑھا، اور اس طرح آپ نے سورۃ دو نمازوں کو جمع کیا، اور حقیقتہً جمع نہیں کیا کیونکہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھی۔ علامہ ابن بطلال کا امام ابو حنیفہ پر دو مثل سائے اور ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ قرار دینے کا اعتراض۔

اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ ان نمازوں کو جمع کرنا بارش کے موقع پر تھا، جیسا کہ ایوب نے اس حدیث کی تاویل کی ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز کے اوقات مشترک ہیں، اور اس حدیث میں امام شافعی کے اس قول کا رد ہے کہ ظہر کے آخر وقت اور عصر کے اول وقت کے درمیان فاصلہ ہے، جس میں ظہر کی کوئی نماز جائز ہے نہ عصر کی اور اس حدیث میں اس شخص کا بھی رد ہے جو کہتا ہے کہ عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک کہ ہر چیز کا سایا دو مثل نہ ہو جائے اور وہ امام ابو حنیفہ ہیں اور رد کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان فاصلہ کو نہیں بیان فرمایا، اگر ان کے درمیان فاصلہ ہوتا تو اس فاصلہ کو نبی ﷺ بیان فرماتے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۲۲۶)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے امام ابو حنیفہ پر دو اعتراض کیے ہیں، ایک اعتراض اس پر کیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے، سو اس پر اعتراض کرنا باطل ہے کیونکہ امام اعظم کا قول صحیح حدیث سے ثابت ہے، یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر کی اذان دینے کا حکم اس وقت دیا، جب ٹیلوں کا سایا ایک مثل ہو گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹) اور جب ایک مثل سائے کے بعد ظہر کی اذان دی گئی تو متعین ہو گیا کہ ایک مثل سائے کے بعد عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے بلکہ دو مثل سائے کے بعد عصر کا وقت داخل ہوتا ہے، جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا

مذہب ہے۔

علامہ ابن بطلال کا امام اعظم قدس سرہ پر دوسرا اعتراض بھی باطل ہے کیونکہ امام اعظم ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان فاصلہ اور مہمل وقت کے قائل نہیں ہیں، ہم صحیح البخاری: ۵۴۰ کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۲۹۰-۲۸۹) بلکہ خود علامہ ابن بطلال نے بھی تصریح کی ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے پس جب امام اعظم کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک رہتا ہے تو پھر اس وقت میں ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ کہاں سے آگیا۔

بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنے کی کیفیت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

علامہ ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک نے کہا: بارش کی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے اور ظہر اور عصر کو بارش میں جمع کرنا جائز نہیں ہے امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب بارش مسلسل ہو رہی ہو تو ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع نہیں کیا جائے گا اور امام مالک نے کہا: اندھیرے اور کیچڑ میں بھی مغرب اور عشاء کو جمع کیا جائے گا خواہ بارش نہ ہو رہی ہو۔ امام مالک کے نزدیک جمع کا طریقہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز کو مؤخر کیا جائے پھر اس کی اذان دی جائے اقامت کہی جائے اور نماز پڑھی جائے پھر مسجد میں عشاء کی اذان دی جائے اقامت کہی جائے اور نماز پڑھی جائے اور لوگ شفق کے غائب ہونے سے پہلے چلے جائیں۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

دو نمازوں کو حقیقۃً جمع نہ کرنے اور صورتہً جمع کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطلال کا امام ابو حنیفہ پر اعتراض

علامہ ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ کوئی شخص دو نمازوں کو جمع نہ کرے خواہ بارش کا عذر ہو یا کوئی اور عذر ہو اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے متعلق کہا ہے: اس میں جمع کا طریقہ ذکر نہیں ہے اور یہ ممکن ہے کہ آپ نے ظہر کو آخری وقت تک مؤخر کیا ہو اور آخری وقت میں اس کو پڑھا ہو پھر عصر کی نماز کو اول وقت میں پڑھا ہو اور مغرب اور عشاء کی نمازوں میں بھی اسی طرح کیا ہو اور انہوں نے اس کا نام جمع (صوری) رکھا ہے لیث سے بھی اسی کی مثل مروی ہے عمرو بن دینار اور ابو الششاء نے بھی امام ابو حنیفہ کی مثل تاویل کی ہے۔

عمرو بن دینار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں آٹھ رکعت جمع کر کے پڑھیں اور سات رکعت جمع کر کے پڑھیں عمرو بیان کرتے ہیں: میں نے جابر بن زید سے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو جلدی پڑھا اور مغرب کو مؤخر کیا اور عشاء کو جلدی پڑھا جابر بن زید نے کہا: میرا بھی یہی گمان ہے یہ ان فقہاء کی تاویل ہے جو جمع حقیقی کو جائز نہیں سمجھتے امام بخاری نے بھی اس حدیث کے عنوان میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابن المواز نے بھی ابن الماشون سے اس کی مثل روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ظہر کو آخری وقت تک مؤخر کر کے پڑھنے میں اور عصر کو جلدی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ جمع صوری ہے حالانکہ یہ تاویل کچھ بھی نہیں ہے۔

اگر دو نمازوں کو اس طرح جمع کیا جاتا، جس طرح امام ابو حنیفہ ابو الششاء اور عمرو بن دینار کا زعم ہے تو اس طرح عصر اور مغرب میں بھی جمع کرنا جائز ہوتا اور عشاء اور صبح میں بھی جمع کرنا جائز ہوتا اور جب کہ اس پر اجماع ہے کہ سنت صرف ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے میں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا وقت مشترک ہے اور جو انہوں نے تاویل کی ہے وہ حقیقت میں جمع نہیں ہے لہذا ان کا قول ساقط ہو گیا۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۲۲۸-۲۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطلال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ ائمہ ثلاثہ بارش اور سفر ایسے عوارض میں دو نمازوں کو حقیقتہً جمع کرنے کے قائل ہیں، بایں طور کہ ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لی جائے اور مغرب کے وقت میں عشاء پڑھ لی جائے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اگر ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز کو پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت ہوگی قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا O

بے شک مومنین پر مقررہ اوقات میں نماز فرض ہے O

(النساء: ۱۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے کوئی نماز اپنے وقت کے بغیر پڑھی ہو سوا دو نمازوں کے آپ نے (مزدلفہ میں) مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور فجر کی نماز کو اپنے (معروف) وقت سے پہلے پڑھا۔

(صحیح البخاری: ۱۶۸۲، صحیح مسلم: ۱۲۸۹)

نیز حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہر نماز اپنے وقت میں پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔

(سنن نسائی: ۳۰۰۷)

رسول اللہ ﷺ نے متعدد سفر کیے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ مغرب کے وقت میں عشاء پڑھتے یا ظہر کے وقت میں عصر پڑھتے تو یہ بات صحابہ میں بہت مشہور ہوتی مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ آپ کو بیک وقت میں دو نمازیں جمع کرتے ہوئے نہیں دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد جمع صوری ہے، جمع حقیقی نہیں ہے، رہا علامہ ابن بطلال کا یہ اعتراض کہ پھر آپ نے عصر اور مغرب کو جمع کیوں نہیں کیا اور عشاء اور صبح کو جمع کیوں نہیں کیا، یہ عجیب و غریب اعتراض ہے، ہم ان نمازوں میں جمع صوری کی تاویل کر رہے ہیں جن کو آپ نے جمع کر کے پڑھا ہے اور جن نمازوں کو آپ نے جمع نہیں کیا ہے، ہم ان میں کا ہے کو تاویل کریں گے!

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۵۲۵۔ ج ۲ ص ۴۰۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) جمع بین الصلواتین میں مذاہب (۲) ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات (۳) احناف کے دلائل۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۶-۴۱۱ پر ہے۔

عصر کا وقت

۱۳۔ بَابُ وَقْتِ الْعَصْرِ

اس باب میں عصر کے وقت کا بیان ہے۔

وقال أبو أسامة عن هشام بن قعرب حَجَرَتْهَا. اور ابو اسامہ نے کہا: از ہشام حضرت عائشہ کے حجرہ کے

اندر سے (دھوپ نہیں نکلی تھی)۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِي حُجْرَتِي لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ مَالِكٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَشُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي حَفْصَةَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ.

از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور میرے حجرہ میں سورج چمک رہا ہوتا تھا اور ابھی تک سایا ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا اور امام مالک اور یحییٰ بن سعید اور شعیب اور ابن ابی حفصہ نے کہا: سورج اس وقت تک حجرہ سے باہر نہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

عصر کے اول وقت کے متعلق دو مثل سائے کی احادیث پر کلام

عبد اللہ بن رافع، حضرت ام سلمہ زوجہ نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے وقت کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو بتاتا ہوں، ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب تمہارا سایا ایک مثل ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب تمہارا سایا دو مثل ہو جائے اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے اور عشاء اس وقت پڑھو جب رات کا تہائی حصہ رہ جائے اور صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھو۔

(موطأ امام مالک: ۹۔ ص ۳۶ دار المعرفۃ بیروت: ۱۴۲۰ھ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے وقت کے متعلق سوال کیا، پس جب سورج ڈھل گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان دی، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی، پھر انہوں نے عصر کی اذان دی حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آدھی کا سایا اس سے لمبا ہو چکا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے نماز کی اقامت کا حکم دیا، پھر آپ نے نماز پڑھائی، پھر غروب آفتاب کے بعد مغرب کی اذان دی، پھر رسول اللہ ﷺ نے اقامت کہنے کا حکم دیا اور نماز پڑھائی، پھر جب دن کی سفیدی غائب ہو گئی جو کہ شفق ہے تو عشاء کی اذان دی، پھر آپ نے اقامت کا حکم دیا، پھر نماز پڑھائی، پھر جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت بلال نے اذان دی، پھر آپ نے اقامت کا حکم دیا، پھر نماز پڑھائی، پھر دوسرے دن سورج ڈھلنے کے بعد حضرت بلال نے ظہر کی اذان دی، پھر رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو گیا، پھر حضرت بلال نے اقامت کہی، پس آپ نے نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال نے اذان دی، پس رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایا دو مثل ہو گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اقامت کا حکم دیا، پس حضرت بلال نے اقامت کہی، پس آپ نے نماز پڑھادی (الی قولہ) پھر آپ نے فرمایا: ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ (المجم الاوسط: ۶۷۸۳، مکتبۃ العارف ریاض: ۱۴۱۵ھ)

مؤخر الذکر حدیث میں پہلے دن ایک مثل سائے کے بعد آپ نے نماز عصر پڑھائی اور دوسرے دن دو مثل سائے کے بعد نماز عصر پڑھائی اور آخر میں فرمایا: ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

اور اول الذکر حدیث جو موطأ امام مالک کی روایت ہے، اس کو بھی علامہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے دوسرے دن کی نمازوں پر محمول کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس حدیث میں نماز کے آخری اوقات مستحب بتائے ہیں نہ کہ اوائل اوقات۔ (التمہید ج ۹ ص ۳۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عصر کے اول وقت میں دو مثل سائے کی حدیث ہم کو صراحۃً نہیں مل سکی، شیخ ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن ج ۲ ص ۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹ میں ان دو حدیثوں سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عصر کا اول وقت دو مثل سایا ہے، مگر ان حدیثوں کی اس پر

ولالت نہیں ہے تاہم دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ عصر کا اول وقت دو مثل سایا ہے جن کا ذکر اس سے پہلے ہماری شرح میں آچکا ہے۔

۵۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ؟ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدَنَا إِلَى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْقِيلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِينَ إِلَى الْمِائَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے خبر دی از سیار بن سلامہ انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے والد حضرت ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے پس میرے والد نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض کس طرح پڑھتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کو نماز پڑھتے تھے جس نماز کو تم پیشین (پہلی نماز) کہتے ہو جس وقت سورج زائل ہو جاتا تھا اور عصر کی نماز پڑھتے تھے پھر ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھر جاتا اور اس وقت سورج چمک رہا ہوتا تھا اور میں بھول گیا کہ انہوں نے مغرب میں کیا بتایا تھا اور آپ عشاء کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا پسند کرتے تھے جس کو تم عتمہ (اندھیرے والی) کہتے ہو اور آپ عشاء سے پہلے سونے کو اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو نا پسند کرتے تھے اور صبح کی نماز سے آپ اس وقت لوٹتے تھے جب کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا اور آپ ساتھ سے لے کر سو آیات پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۵۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْإِنْسَانُ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَجَعَلَهُمْ يُصَلُّونَ الْعَصْرَ

[اطراف الحدیث: ۵۵۰-۵۵۱-۵۴۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے پھر کوئی انسان بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا تو ان لوگوں کو وہاں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔

(صحیح مسلم: ۶۲۱، سنن نسائی: ۵۰۲، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۶۹، مسند ابویعلیٰ: ۳۶۰۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۰، صحیح ابن حبان: ۱۵۲۰، سنن دارقطنی

ج ۱ ص ۲۵۳، شرح النہ: ۳۶۶، موطأ امام مالک: ۱۱-ج ۱ ص ۳۶، دار المعرفۃ: ۱۴۲۰ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۶۴-ج ۲ ص ۸۷

مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعقسی (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے یہ حضرت انس بن مالک کے بھتیجے ہیں ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے یہ ۱۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے الواقدی نے کہا: امام مالک ان کو حدیث

میں سب پر مقدم رکھتے تھے (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۵۲)

بنو عمرو بن عوف کے لوگوں کا عصر کو مؤخر کر کے پڑھنا

اس حدیث میں مذکور ہے: کوئی انسان عصر پڑھ کر بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا تو وہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ عصر کو اول وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے تھے کیونکہ وہ لوگ کاشت کاری کرتے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۱۔ ج ۲ ص ۲۴۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) عصر میں تاخیر کا استحباب (۲) ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات۔

۵۴۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ مِقَاتٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ
أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنُ سَهْلٍ بْنُ حَنِيفٍ قَالَ
سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ
الْعَزِيزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَا أَعْمَى مَا هَذِهِ
الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيْتَ؟ قَالَ الْعَصْرُ وَهَذِهِ صَلَاةُ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي مَعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابو بکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر ہم باہر نکلے حتیٰ کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا: اے میرے چچا! آپ نے یہ کون سی نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: عصر کی اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو ہم آپ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۲۲، سنن ابوداؤد: ۴۰۳، سنن نسائی: ۵۰۳، سنن

ابن ماجہ: ۶۸۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱ طبع قدیم)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابن مقاتل ان کا نام محمد بن مقاتل ابوالحسن المروزی ہے یہ مکہ کے مجاور تھے (۲) عبد اللہ یہ عبد اللہ بن المبارک ہیں (۳) ابو بکر بن عثمان بن سہل بن حنیف یہ الانصاری الاوی ہیں انہوں نے اپنے چچا ابو امامہ سے سماع کیا ہے (۴) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ ان کا نام اسعد بن سہل ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے صحیح قول کے مطابق یہ صحابی ہیں ۱۰۰ھ میں یہ فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۵۲)

عمر بن عبد العزیز کے تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان کا گھر مسجد کے پڑوس میں تھا حضرت ابو امامہ نے ان کو تعظیم سے کہا: اے میرے چچا! ورنہ وہ آپ کے چچا نہ تھے انہوں نے کہا: آپ اس وقت میں کیسی نماز پڑھ رہے ہیں؟ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متونی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح مسلم: ۶۲۱ اور ۶۲۲ اس باب میں صریح ہے کہ عصر کی نماز کو اول وقت میں پڑھنا چاہیے اور اس کا وقت ایک مثل سائے پر داخل ہوتا ہے اسی وجہ سے دوسرے فقہاء اس وقت تک ظہر کو مؤخر کرتے ہیں عمر بن عبد العزیز نے نماز کو اس لیے مؤخر کیا تھا کہ ان سے پہلے حکام کی یہی عادت تھی اس وقت تک ان کو یہ سنت نہیں پہنچی تھی کہ عصر کی نماز کو مقدم کرنا چاہیے اور جب ان کو یہ سنت پہنچ گئی تو وہ عصر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی عذر یا مشغولیت کی وجہ سے نماز کو مؤخر کیا ہو پہلی تاویل رائج ہے کیونکہ اس وقت عمر بن عبد العزیز مدینہ کے حاکم تھے خلیفہ نہ تھے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ عمر بن عبد العزیز کی خلافت سے نو سال

پہلے فوت ہو گئے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۹۸۶ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

۵۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً حَتَّىٰ فَيَذْهَبُ الدَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت عصر کی نماز پڑھتے تھے جب سورج بلند اور چمکتا ہوا ہوتا تھا پس جانے والا عوالی کی طرف جاتا پھر ان کے پاس جاتا اور سورج بلند ہوتا تھا اور بعض عوالی مدینہ سے چار میل یا اس جتنے فاصلہ پر تھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۸ میں گزر چکی ہے۔

عوالی کا معنی

”العوالی“ ”عالیہ“ کی جمع ہے نجد کی سمت پر مدینہ کے گرد بستیوں کو عوالی کہتے ہیں اور جو بستیاں تہامہ کی سمت ہوں ان کو ”سافلہ“ کہتے ہیں۔

۵۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الدَّاهِبُ مِنَّا إِلَى قُبَاءٍ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے پھر ہم میں سے کوئی جانے والا قباء کی طرف جاتا پس وہ ان کے پاس پہنچ جاتا اور ابھی سورج بلند ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۔ بَابُ إِثْمٍ مَنْ فَاتَهُ الْعَصْرُ

اس کا گناہ جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی

نماز فوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ عصر کی نماز کے وقت جواز سے بلا عذر مؤخر کر کے اس کو پڑھا جائے جس کو ہمارے عرف میں نماز کو قضاء کرنا کہتے ہیں کیونکہ اس کے اوپر گناہ مترتب ہوتا ہے۔

۵۵۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِي تَفَوُّتَهُ صَلَوةُ الْعَصْرِ كَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلُهُ وَمَالُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے گویا اس کے اہل اور مال کو ہلاک کر دیا گیا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ يَتَرُكُمُ أَعْمَالُكُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا قَتَلْتُ لَهُ قَتِيلًا أَوْ أَخَذْتُ لَهُ مَالًا.

امام ابو عبد اللہ نے کہا: تمہارے اعمال ہلاک ہو گئے اور میں نے مرد کو ہلاک کر دیا اس کا معنی ہے: میں نے اس کو قتل کر دیا یا اس کا مال لے لیا۔

(صحیح مسلم: ۶۲۶، الرقم السلسل: ۱۳۹۱، سنن ابوداؤد: ۴۱۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۳۵، سنن ترمذی: ۱۷۵، موطا امام مالک: ۲۱، ج ۱ ص ۳۸، دار المعرفۃ بیروت: ۱۴۲۰ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۲، مسند ابویعلیٰ: ۵۵۰۶، شرح السنۃ: ۳۷۱، تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۲، طبع قدیم مسند احمد: ۴۶۲۱، ج ۸ ص ۲۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۳۸، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

”وتر“ کا معنی نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی اہمیت اور عصر کی نماز کی تعظیم کی خصوصیت

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس کی نماز عصر فوت ہو گئی گویا اس کا اہل اور مال وتر ہو گیا۔

”وتر“ کا معنی ہے: نقصان ہونا یا چھن جانا پس جس کے اہل اور مال چھن گئے یا اس کا نقصان ہو گیا، گویا وہ تنہا اور اکیلا رہ گیا، لہذا نماز کے فوت ہونے سے انسان کو اس طرح ڈرنا چاہیے جس طرح وہ اپنے اہل اور مال کے چھن جانے اور ان کے نقصان سے ڈرتا ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۱ ص ۲۴۲، دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی الاندلسی المتوفی ۴۶۳ھ التہذیب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی تعظیم اور اہمیت ہے، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یاد رکھو! تمہارے اعمال میں سب سے افضل نماز ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۷۷، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۲، المستدرک ج ۱ ص ۱۳۰)

اس حدیث میں دنیا کی تحقیر کا ثبوت ہے اور یہ کہ نیک عمل خواہ قلیل ہو وہ دنیا کی کثیر دولت سے افضل ہے پس جو شخص عاقل اور عالم ہو وہ اس حدیث کی وجہ سے عصر کی نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے غم زدہ ہوگا اگر اس نے آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے یا آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت بھی نہیں پڑھی۔

اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر فرمایا ہے قرآن مجید میں ہے:

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ.

تمام نمازوں کی حفاظت کرو خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ (البقرہ: ۲۳۸) کی۔

اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کو ذکر کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر فرمایا تاکہ اس کی تعظیم ظاہر ہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں تمام نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر فرمایا ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ. (الاحزاب: ۷)

اور جب ہم نے تمام نبیوں سے پکا عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے۔

اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا عمومی ذکر کرنے کے بعد آپ کا اور دیگر اولوالعزم رسولوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا اور نبی ﷺ نے تمام نمازوں میں سے صرف نماز عصر کی اہمیت اور تعظیم بیان فرمائی کہ عصر کی نماز کا فوت ہونا تمام اہل اور مال کی ہلاکت اور نقصان کی مثل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ بھی نماز عصر ہی ہے۔

سو جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے اس کو اس مصیبت پر اتنا رنج اور افسوس کرنا چاہیے جتنا رنج اور افسوس وہ اپنے اہل اور مال کی ہلاکت پر کرتا ہے۔ عصر کی نماز کی اہمیت کی دیگر احادیث درج ذیل ہیں:

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک ابراہم لودون میں ہم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے کہا: نماز کو اول وقت میں پڑھ لو کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۳، سنن نسائی: ۴۷۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰)

عمل ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز کو بعد میں پڑھنے سے وہ اجر نہیں ملے گا جو اس نماز کو وقت پر پڑھنے سے اجر ملتا ہے اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی ساری نمازوں اور سارے نیک اعمال کا اجر ضائع ہو جائے گا کیونکہ سارے نیک اعمال کفر سے ضائع ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ. (المائدہ: ۵) اور جو شخص ایمان کے بعد کفر کرے اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

یعنی جو کفر نہ کرے اس کے نیک اعمال ضائع نہیں ہوتے۔

(فتح المالک بتویب التہمید لابن عبدالبر علی موطأ الامام مالک ج ۱ ص ۱۷۲-۱۷۰، ملخصاً: دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

عصر کی نماز کی یہ خصوصیت اس لیے ہے کہ عصر کی نماز میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں دن کو جانے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں اور رات میں آنے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں نیز یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنی اغراض کو پورا کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور ایسے وقت میں اپنے دنیاوی معاملات کو چھوڑ کر اللہ کا حکم بجالانے کے لیے فرض عصر پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا بڑی ہمت اور بڑے حوصلہ کی بات ہے اور جس شخص نے اپنے دنیاوی معاملات کو مقدم رکھا اور نماز میں اتنی تاخیر کر دی کہ سورج زرد ہو گیا یا غروب ہو گیا تو یہ اس کا اخروی اتنا نقصان ہے جس پر اس کو اتنا رنج کرنا چاہیے جتنا رنج وہ جان اور مال کے ضیاع یا ان کی ہلاکت پر کرتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۵۹۱، دارالوقف: ۱۳۱۹ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۷ ج ۲ ص ۲۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۵۔ بَابُ إِثْمٍ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ

عصر کی نماز ترک کرنے والے کا گناہ

باب سابق میں اور اس باب میں یہ فرق ہے کہ باب سابق کا مطلب یہ تھا کہ جس نے عصر کی نماز کو اس کے وقت میں نہیں پڑھا حتیٰ کہ سورج زرد ہو گیا یا غروب ہو گیا اور اس باب کا مطلب یہ ہے کہ جس نے عصر کی نماز کو عمدتاً ترک کر دیا۔

۵۵۳۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِیحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بَرِيدَةَ فِي غَزْوَةٍ فِي يَوْمٍ ذِي غَيْمٍ فَقَالَ بِكِرُوا بِصَلَاةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ. [طرف الحديث: ۵۹۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از ابی الملیح انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابراہم لودون میں ایک غزوہ میں تھے انہوں نے کہا: اول وقت میں عصر کی نماز پڑھو کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے عصر

کی نماز کو ترک کر دیا اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

(سنن نسائی: ۴۷۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۱، ج ۲ ص ۲۳۷، صحیح ابن خزیمہ: ۳۳۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۴۴، شرح السنہ: ۳۶۹، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۹۵، ج ۳۸ ص ۵۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۴، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراءیدی البصری القصاب ان کی کنیت ابو عمرو ہے (۲) ہشام بن عبد اللہ الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوقلابہ عبد اللہ بن زید الحمری (۵) ابوالسلیح عامر بن اسامہ الہذلی یہ ۹۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (۶) حضرت زیدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۴۶ احادیث روایت کی ہیں ان میں سے امام بخاری نے ۳ احادیث روایت کی ہیں یہ جہاد کرتے ہوئے مرو میں فوت ہو گئے تھے یہ صحابی ہیں آپ ۶۲ھ میں خراسان میں فوت ہوئے تھے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۵۸)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ جس نے عصر کی نماز کو ترک کیا اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

عصر کی نماز ترک کرنے والے کی مغفرت کیسے ہوگی؟

قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی الاندلسی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ سے اعمال ضائع نہیں ہوتے جو علماء یہ کہتے ہیں کہ جو شخص وقت نکلنے کے بعد بھی نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے ان کے لیے تو اس حدیث میں کوئی مشکل نہیں اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ نیک اعمال صرف شرک سے ضائع ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کی اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے یا رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے فوری مغفرت نہ ہوئی تو پھر وہ دوزخ میں اپنے گناہ کی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔

(القیس فی شرح موطأ ابن انس ج ۱ ص ۷۲-۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۹ھ)

نماز عصر کی فضیلت

۱۶ - بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

اس سے پہلے باب میں عصر نہ پڑھنے کا گناہ بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں عصر پڑھنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے اور یہ ان دونوں بابوں کے درمیان واضح مناسبت ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن معاویہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے آپ نے ایک رات چاند کی طرف دیکھا یعنی ماہ تمام کی شب میں پھر آپ نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو تمہیں اس کو دیکھنے میں کوئی

۵۵۴ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرْنَا إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ يَعْنِي الْبَدْرَ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَاهُ فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَغْلِبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قَرَأُوا وَسَبَّحُوا

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿۳۹﴾
 (ق: ۳۹)۔ قَالَ إِسْمَاعِيلُ أَفْعَلُوا لَا تَفُوتَنَّكُمْ
 [اطراف الحدیث: ۵۷۳-۳۸۵۱-۷۲۳۲-۷۲۳۵-۷۲۳۶]

مشقت نہیں ہوگی اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور
 غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو یہ (ضرور)
 کرو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: آپ طلوع آفتاب سے پہلے اور
 غروب آفتاب سے پہلے (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ
 تسبیح پڑھیے۔ (ق: ۳۹) اسماعیل نے کہا: یہ کرو یہ تم سے فوت نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۶۳۳، الرقم للسلسل: ۱۳۰۷، سنن ابوداؤد: ۳۷۲۹، سنن ترمذی: ۲۵۵۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۶۰، سنن ابن ماجہ: ۷۷۱، المعجم الکبیر: ۲۲۲۵، تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۶۸، مسند الحمیدی: ۷۹۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۱۹۰، ج ۳۱ ص ۵۲۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۲۳۲، مکتبۃ الرشذریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی، ان کا نام عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبد اللہ بن الزبیر بن عبد اللہ بن حمید ہے یہ اپنے دادا حمید القرشی المکی کی
 طرف منسوب ہیں یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) مروان بن معاویہ بن الحارث الفزاری، یہ دمشق میں ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے
 تھے ان کی وفات ۸ ذوالحج سے پہلے اچانک ہو گئی تھی (۳) اسماعیل بن خالد (۴) قیس بن ابی حازم (۵) حضرت جریر بن عبد اللہ بن
 جابر الجبلی رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۶۰)

اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کی تحقیق

قرآن مجید کی آیات حدیث مذکور اس قسم کی دیگر احادیث صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے اجماع سے یہ
 ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

معتزلہ خوارج اور بعض مرجہ نے کہا ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھیں گے ان کا استدلال حسب ذیل آیات
 سے ہے:

معتزلہ وغیرہ کا اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے پر قرآن مجید سے استدلال اور ان کے جوابات

(۱) لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ۔
 آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک
 (الانعام: ۱۰۳) کرتا ہے۔

معتزلہ کہتے ہیں: جب آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں تو اس سے یہ لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔
 اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جن آنکھوں کے دیکھنے کی نفی ہے اس سے مراد کفار کی آنکھیں ہیں یا اس سے مراد ہے:
 دنیا میں کسی کی آنکھیں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور آخرت میں کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گی یا مراد یہ ہے کہ جس
 وقت اللہ تعالیٰ جلال اور غضب میں ہوگا اس وقت کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکے گی اور بعد میں جب اللہ تعالیٰ مہربان ہوگا اور
 شفاعت کا اذن دے گا اس وقت تمام مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: "رَبِّ ارْنِيْ اَنْظُرُ إِلَيْكَ" اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا میں تیری
 طرف دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لَنْ تَرَانِيْ" (الاعراف: ۱۴۳) آپ مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔
 عربی میں "لَنْ" مستقبل میں دائمی نفی کے لیے آتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ

سکے اور جب حضرت موسیٰ ایسے نبی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے تو عام مؤمنین تو بہ طریق اولیٰ نہیں دیکھ سکتے!

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بہ طور احاطہ دیکھنے کی نفی ہے یعنی حضرت موسیٰ اور دوسرے مؤمنین بھی اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے کہ اس کی ذات کا احاطہ کر لیں۔

(۳) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا. (الشوریٰ: ۵۱)

اور کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کی اوٹ سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیجے۔

وہ کہتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص بھی اللہ سے کلام کرے گا وہ اس کو نہیں دیکھے گا اور جب کلام کے وقت اللہ کو نہیں دیکھے گا تو کلام کے بغیر بھی اللہ کو نہیں دیکھے گا کیونکہ کوئی بھی فصل کا قائل نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ دنیا پر محمول ہے یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے وقت کوئی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا اور ہم اس کے قائل ہیں کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

(۴) جن لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے دیدار کو طلب کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی:

وَإِذْ قُلْتُمْ يَمُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ

اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ کے لیے ہرگز ایمان نہیں لائیں جب تک ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیں پھر تم کو ایک کڑک

(البقرہ: ۵۵) کے عذاب نے پکڑ لیا اور تم اس کا مشاہدہ کر رہے تھے

اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر عذاب اس لیے آیا تھا کہ انہوں نے سرکشی اور عناد سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

(۱) وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

اس دن بعض چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی

(القیامۃ: ۲۲-۲۳) طرف دیکھتے ہوں گے

(۲) كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَنْجُوبُونَ

ہرگز نہیں! یہ کفار اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں

(المطففين: ۱۵) گے

یہ آیت اس کو مستلزم ہے کہ قیامت کے دن مؤمنین اپنے رب سے حجاب میں نہیں ہوں گے بلکہ اس کو دیکھ رہے ہوں گے ورنہ یہ آیت کفار کے لیے باعث حسرت اور افسوس نہ ہوتی وہ کہتے: ہماری کیا خصوصیت ہے مؤمنین بھی اپنے رب سے حجاب میں ہیں۔

معزلہ کی عقلی دلیل کا جواب

معزلہ یہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے دکھائی دینے کے لیے یہ قاعدہ ہے کہ وہ دیکھنے والے کی مقابل جانب میں ہو اگر اللہ تعالیٰ دکھائی دے گا تو ضروری ہے کہ وہ مؤمنین کی مقابل جانب میں ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی جہت اور جانب میں ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے تم بھی قائل ہو کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور مخلوق اس کو دکھائی دیتی ہے لہذا تمہارے اس قاعدہ سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی جانب مقابل میں ہو اور اب اس اعتراض سے صرف اسی طرح چھٹکارہ مل سکتا ہے کہ یہ قاعدہ کہ دکھائی دینے والا دیکھنے والے کی جانب مقابل میں ہو مخلوق کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ دیکھنے اور دکھائی دینے دونوں میں اس قاعدہ کا پابند نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے فجر کی نماز کی اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اس وقت

انسان نیند کو ترک کر کے نماز کے لیے جاتا ہے اور یہ نفس پر دشوار ہوتا ہے اور عصر میں اس لیے کہ وہ وقت کاروبار میں مشغولیت کا ہوتا ہے اور کاروبار کو چھوڑ کر نماز کے لیے جانا بھی نفس پر دشوار ہوتا ہے اس لیے فجر اور عصر کی نمازوں میں فضیلت ہے اور اس لیے بھی کہ ان دونوں نمازوں کے وقتوں میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور وہ دونوں اس کے نماز میں مشغول ہونے کو لکھ لیتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی امید اسی شخص کو رکھنی چاہیے جو ان دونوں نمازوں کی حفاظت کرتا ہے۔

۵۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا

مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَوةِ الْفَجْرِ وَصَلَوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَرْجِعُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يَصَلُّونَ وَآتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يَصَلُّونَ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۲۳-۳۲۲۹-۴۲۸۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر جن فرشتوں نے تمہارے ساتھ رات گزاری تھی وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اللہ ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس آئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۳۲، الرقم السلسل: ۱۳۰۵، سنن نسائی: ۳۸۱، موطأ امام مالک: ۳۲۰، ج ۱ ص ۱۶۷، دار المعرفۃ بیروت، صحیح ابن حبان: ۱۷۳، شرح السنۃ: ۳۸۰، مسند ابویعلیٰ: ۶۳۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۶۵، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۰۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۳۰۹-۱۰۳۰۹ ج ۱۶ ص ۲۰۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۸۱، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی سند میں پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: فرشتے فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔

فرشتوں کے باری باری آنے کی کیفیت اور قرآن مجید میں صرف فجر کے وقت کے ذکر کی توجیہ

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ جماعت میں حاضر ہوتے ہیں اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ بغیر جماعت سے پڑھی جانے والی نماز میں بھی حاضر ہوتے ہیں اس حدیث میں مذکور ہے: وہ باری باری حاضر ہوتے ہیں یعنی فرشتوں کی ایک جماعت حاضر ہوتی ہے اس کے بعد دوسری جماعت حاضر ہوتی ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دن کے فرشتے صبح کی نماز میں نازل ہوتے ہیں پھر بنی آدم کے اعمال کا شمار کرتے ہیں اور جن فرشتوں نے بنو آدم کے پاس رات گزاری تھی وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور جب عصر کا وقت ہوتا ہے تو رات کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انسانوں کے اعمال کا شمار کرتے ہیں اور دن کے فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں پھر اسی طرح باری باری فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا O اور فجر میں قرآن پڑھنا بے شک فجر میں قرآن پڑھنے کے

(بنی اسرائیل: ۷۸) دوران فرشتے حاضر ہوتے ہیں O

فجر کا اس لیے خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جاتا ہے اس کے برخلاف عصر کی نماز میں قرآن آہستہ پڑھا جاتا ہے اگرچہ فرشتے فجر اور عصر دونوں نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں۔

(تمہید ج ۷ ص ۲۶۳-۲۶۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

فرشتوں کا بنو آدم کی عبادت کا اعتراف کرنا

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں: جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اللہ تعالیٰ فرشتوں کے اس جواب سے فرشتوں پر حجت فرماتا ہے کہ تم نے آدم کی پیدائش کے وقت کہا تھا کہ اس کی اولاد زمین میں فتنہ اور فساد کرے گی خون ریزی کرے گی اور اب فرشتوں کی زبان سے یہ اعتراف کراتا ہے کہ ہم بنو آدم کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۱۔ ج ۲ ص ۲۵۴ پر مذکور ہے اس کی شرح میں دیدار الہی کی تحقیق اور عصر اور فجر میں فرشتوں کے اجتماع کی خصوصیت بیان کی گئی ہے۔

جس نے غروب (آفتاب) سے پہلے عصر

کی نماز کی ایک رکعت کو پالیا

۱۷ - بَابُ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً

مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوبِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت کا وقت پالیا اس کی نماز کا کیا حکم ہے آیا وہ اپنی نماز پوری کرے یا نہیں؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے اور جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے طلوع ہونے سے پہلے صبح کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

۵۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيَتِمَّ صَلَاتَهُ وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيَتِمَّ صَلَاتَهُ. [اطراف الحديث: ۵۷۹-۵۸۰]

(صحیح مسلم: ۶۰۸، رقم المسلسل: ۱۳۴۹، سنن ترمذی: ۱۸۶، سنن نسائی: ۱۱۷، سنن ابن ماجہ: ۶۹۹، موطأ امام مالک: ۵، ج ۱ ص ۳۵-۳۴، دار المعرفۃ بیروت، سنن داری: ۱۲۲۲، صحیح ابن خزیمہ: ۹۸۵، صحیح ابن حبان: ۱۵۸۳-۱۵۵۷، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۶۸-۳۶۷، شرح السنہ: ۳۹۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۸۱، مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۲، طبع قدیم مسند احمد: ۹۹۵۳، ج ۱۶ ص ۳۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن الجوزی: ۳۸۳۹، مکتبۃ الرشیدیہ بیروت: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت کو پالے

پہلے عصر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

جن کو عصر یا فجر کی ایک رکعت کا وقت ملا ان کی نماز پوری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی ۶۳۶ھ تمہید میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ادراک سے مراد ادراک وقت ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جس نے اس وقت میں نماز کی ایک رکعت کو پالیا تو وہ ایک رکعت اس کے لیے اس وقت کی نماز سے کافی ہوگی۔

اس پر مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے کہ نمازی پر فرض ہے کہ وہ صبح کی پوری نماز پڑھے اور عصر کی پوری نماز پڑھے اور نبی ﷺ کا جو ارشاد ہے: اس نے اس نماز کو پالیا اس سے مراد ہے کہ اس نے اس نماز کے وقت کو پالیا ہاں! دوسرے دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ نماز کا وقت مختار اس وقت کا غیر ہے۔

ان دلائل میں سے یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عصر کا آخری وقت وہ ہے جب تک سورج زرد نہ ہو۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۰) یعنی آخری وقت مختار تا کہ احادیث متعارض نہ ہوں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ منافقین کی نماز ہے ان میں سے کوئی شخص بیٹھا رہتا ہے حتیٰ کہ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے دو سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے تو وہ چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس میں اللہ کا ذکر وہ بہت کم کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۲۲، سنن ترمذی: ۱۶۰)

یہ تغلیظ اس شخص پر ہے جس نے اس وقت میں نماز پڑھنے کو ترک کیا جس وقت کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز میں اپنی امت کے لیے اختیار فرمایا تھا اور اس نے بغیر کسی عذر صحیح کے اس وقت سے اعراض کیا۔

عصر کی نماز کو جلدی پڑھنے کے متعلق بہت آثار مروی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عتال کی طرف خط لکھا کہ عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج سفید چمک دار ہو اس سے پہلے کہ وہ زرد ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک سورج زرد نہ ہو۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۰، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۳۶۵)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ صبح کی نماز کا اول وقت وہ ہے جب فجر صادق طلوع ہوتی ہے جب مشرق کے افق سے ہر طرف سفیدی پھیل جاتی ہے اور اس کے بعد اندھیرا نہیں ہوتا اور فجر کے آخر وقت میں اختلاف ہے ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ فجر کا وقت طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہے اور ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ فجر کا اول وقت وہ ہے جب اندھیرا ہو اور ستاروں کا جال بنا ہوا ہو اور آخری وقت وہ ہے جب سفیدی پھیل جائے۔

ابو عمر ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ وقت مختار پر محمول ہے کیونکہ امام مالک کہتے ہیں کہ جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کی ایک رکعت پڑھ لی تو اس سے نماز ساقط ہو جائے گی جیسے کوئی حائض اس وقت میں حیض سے پاک ہو جائے جب فجر کا اتنا وقت رہتا ہو جس میں ایک رکعت نماز پڑھی جاسکے تو ایک رکعت کی مقدار وقت پانے کی وجہ سے اس پر فجر کی نماز واجب ہو جائے گی خواہ وہ دوسری رکعت طلوع فجر کے ساتھ پڑھے یا اس کے بعد پڑھے۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: فجر کا آخری وقت سورج کے طلوع ہونے تک ہے اسی طرح امام شافعی نے کہا ہے کہ فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب تک ہے مگر ان کے نزدیک طلوع آفتاب سے اس شخص کی نماز فوت نہیں ہوگی جو طلوع آفتاب

سے پہلے دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت مکمل کر چکا ہو اور جس نے دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت طلوع آفتاب سے پہلے مکمل نہیں کی اس کی نماز فجر فوت ہوگئی۔ امام احمد بن حنبل کا قول بھی امام شافعی کی مثل ہے کہ جس نے کسی عذر صحیح کی وجہ سے طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی وہ طلوع آفتاب کے بعد اپنی نماز پوری کرے اور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ کسی ضرورت یا عذر صحیح کی وجہ سے ایسا کرے تو جائز ہے ورنہ نہیں امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام اوزاعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک ضرورت اور عذر ہو یا نہ ہو جس نے طلوع آفتاب سے پہلے صرف ایک رکعت نماز پڑھی پھر آفتاب طلوع ہو گیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی کیونکہ طلوع آفتاب کے بعد نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا ہے۔

(فتح المالک بتبویب التعمید لابن عبد البر علی موطأ الامام مالک ج ۱ ص ۱۳۷-۱۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

فجر اور عصر کی نماز پوری کرنے کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ صریح دلیل ہے کہ جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت پڑھی پھر اس کے سلام پھیرنے سے پہلے عصر کا وقت نکل گیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی بلکہ وہ اپنی نماز پوری کرے گا اور اس پر چاروں ائمہ متفق ہیں اور صبح کی نماز کی جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور پھر اس کے سلام پھیرنے سے پہلے سورج نکل آیا تو امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وہ بھی اسی طرح ہے اور وہ سورج نکلنے کے بعد اپنی نماز پوری کرے گا کیونکہ باب مذکور کی حدیث میں فجر اور عصر دونوں نمازوں کا ایک حکم بیان فرمایا ہے اسی وجہ سے مذاہب ثلاثہ کے فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پوری کرنے میں احادیث کی مخالفت ہے

ہم کہتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے جس میں نبی ﷺ نے سورج نکلنے کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ فجر کی باقی ماندہ ایک رکعت نمازی سورج نکلنے کے بعد پڑھے طلوع آفتاب کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۱، صحیح مسلم: ۸۲۶، سنن ترمذی: ۱۸۳، سنن نسائی: ۵۶۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱-۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نہ طلوع شمس کے وقت نماز کا قصد کرو نہ غروب شمس کے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲، صحیح مسلم: ۸۲۸، سنن نسائی: ۵۵۹، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سورج کی بھوں طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کی بھوں غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۳، صحیح مسلم: ۸۲۹-۸۲۸، سنن نسائی: ۵۶۷، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کی بیج، دو قسم کے لباس اور دو قسم کی نمازوں سے منع فرمایا آپ نے فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج

غروب ہو جائے۔ (الحديث) (صحیح البخاری: ۵۸۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس کے وقت قصد کر کے نماز نہ پڑھے اور نہ غروب شمس کے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۸۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبح کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۶، صحیح مسلم: ۸۲، سنن نسائی: ۵۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو نمازوں سے منع فرمایا: فجر کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۸)

طلوع آفتاب کے بعد نماز پوری نہ کرنے اور غروب آفتاب کے بعد نماز پوری کرنے کے فرق کی وضاحت

باقی رہا یہ اعتراض کہ باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت کا وقت پایا وہ عصر کی نماز کو پورا کرے، امام ابو حنیفہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں، کیونکہ عصر کا آخری وقت ناقص ہوتا ہے جب سورج کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت سورج شیطان کے دو سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے اور اس وقت کی نماز کے متعلق فرمایا: یہ منافقین کی نماز ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۲۳، سنن ترمذی: ۱۶۰) سو غروب آفتاب سے پہلے ناقص وقت ہوتا ہے تو جس نے غروب سے پہلے ایک رکعت نماز کا وقت پایا وہ غروب کے بعد نماز پوری کر لے کیونکہ اس نے شروع بھی ناقص وقت میں کی تھی تو اس کو ختم بھی ناقص وقت میں کرے اس کے برخلاف فجر کا پورا وقت کامل ہے اگر طلوع شمس سے پہلے اس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور طلوع شمس کے بعد بقیہ ایک رکعت پڑھے گا تو یہ نماز شروع تو کامل وقت میں ہوئی تھی اور وہ اس کو ختم ناقص وقت میں کر رہا ہے اس لیے یہ نماز فاسد ہو جائے گی اس وقت اور باریکی کی وجہ سے امام اعظم نے ان دونوں نمازوں میں فرق کیا ہے کہ غروب آفتاب سے پہلے نمازی نے ایک رکعت نماز کا وقت پایا تو وہ بعد میں نماز پوری کرے تو نماز ہو جائے گی اور طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اور آفتاب طلوع ہو گیا تو یہ نماز نہیں ہوگی۔

باب مذکور کی حدیث کا محمل

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں تو فجر اور عصر دونوں نمازوں کے متعلق فرمایا ہے کہ نمازی اپنی نماز پوری کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو کافر اس وقت مسلمان ہوا جب آفتاب کے طلوع میں فجر کی ایک رکعت نماز کا وقت رہتا تھا یا کوئی لڑکا اس وقت بالغ ہوا یا لڑکی اس وقت بالغ ہوئی یا کسی لڑکی کا حیض یا نفاس اس وقت ختم ہوا جب سورج کے طلوع میں ایک رکعت نماز کا وقت تھا تو ان سب پر فجر کی نماز فرض ہو جائے گی اور وہ اس نماز کی قضاء کریں گے اسی طرح کوئی کافر اس وقت مسلمان ہوا جب عصر کی نماز کی ایک رکعت کا وقت رہتا تھا یا کوئی لڑکا اس وقت بالغ ہوا یا کسی عورت کا اس وقت حیض یا نفاس ختم ہوا جب سورج غروب ہونے سے پہلے صرف ایک رکعت نماز پڑھنے کا وقت تھا تو ان کے ذمہ عصر کی نماز فرض ہو جائے گی اور وہ اس نماز کو پورا کریں گے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵: ۱۲۔ ج ۲ ص ۲۱۹ پر مذکور ہے اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) دوران نماز طلوع یا غروب آفتاب سے نماز کا حکم (۲) ائمہ ثلاثہ کی احادیث کا جواب۔

۵۵۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: إمام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی کہ از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود ان کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم سے پہلی امتوں میں تمہاری بقاء اس طرح ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک اہل تورات کو تورات دی گئی پس انہوں نے عمل کیا حتیٰ کہ جب دوپہر ہو گئی تو وہ تھک گئے پھر ان کو قیراط قیراط دیا گیا پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی پس انہوں نے عصر کی نماز تک عمل کیا پھر وہ تھک گئے پس ان کو قیراط قیراط دیا گیا پھر ہم کو قرآن دیا گیا تو ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا پس ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے پھر دونوں کتاب والوں نے کہا: اے ہمارے رب! آپ نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے زیادہ عمل کیا تھا؟ اللہ عزوجل نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہارے اجر سے کچھ کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں اللہ نے فرمایا: پھر یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ، كَمَا بَيْنَ صَلَوةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ، أُوتِيَ أَهْلُ التَّوْرَةِ التَّوْرَةَ، فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوا، فَأَعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا، ثُمَّ أُوتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ الْإِنْجِيلَ، فَعَمِلُوا إِلَى صَلَوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا، فَأَعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا، ثُمَّ أُوتِيَ الْقُرْآنَ، فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ، فَأَعْطَيْنَا قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ، فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ أَيْ رَبَّنَا، أَعْطَيْتَ هَؤُلَاءِ قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ، وَأَعْطَيْتَنَا قِيرَاطًا قِيرَاطًا، وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا؟ قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالُوا لَا، قَالَ فَهُوَ فَضْلِي أُوتِيَهُ مَنْ أَشَاءَ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۶۸-۲۲۶۹-۳۳۵۹-۵۰۲۱-۴۶۶۷-۷۵۳۳] (سنن ترمذی: ۲۸۷۱، صحیح ابن حبان: ۶۶۳۹، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۹۱۱-۲۰۹۱۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۲۰، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۳۸، المعجم الاوسط: ۱۶۳۲، شرح السنن: ۱۰۱، المعجم الصغیر: ۵۳، المعجم الکبیر: ۱۳۲۸۵، مسند احمد ج ۲ ص ۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۵۰۸، ج ۸ ص ۱۰۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۱۶، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔
اس حدیث کا عنوان ہے: جس شخص نے غروب سے پہلے ایک رکعت کو پالیا اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے عصر سے مغرب تک کام کیا اور ہمیں دو دو قیراط اجر دیا گیا اور مطابقت عصر سے مغرب تک کے الفاظ میں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء کس طرح متصور ہو سکتی ہے؟

اس حدیث میں ذکر ہے: تم سے پہلی امتوں میں تمہاری بقاء اس طرح ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک۔
بہ ظاہر اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء اس طرح ہوگی حالانکہ یہ معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ کے مقابلہ میں تمہارا زمانہ اتنا ہے جتنا نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا زمانہ ہے۔
اس حدیث میں ”قیراط“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: درہم کا بارہواں حصہ لیکن یہاں اس سے مراد ہے: اجر کا ایک حصہ۔

۱۸۔ بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ

مغرب کا وقت

اس سے پہلے ابواب میں عصر کے وقت کے متعلق احادیث کا ذکر تھا اور اس باب سے مغرب کے وقت کے متعلق احادیث شروع ہو رہی ہیں اور ان میں مناسبت ظاہر ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔ اور عطاء نے کہا: مریض مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھے۔

اس تعلیق کے قریب یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں کہ ابن جریج نے عطاء سے پوچھا: یہ بتائیں کہ اگر کوئی شخص دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھے؟ عطاء نے کہا: اس میں کوئی ضرر نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۴۳۲۔ ج ۲ ص ۳۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

ہمارے نزدیک مسافر اور مریض دونوں صورتوں میں جمع کر کے پڑھ سکتے ہیں اور ان کو حقیقتہً ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھا ہو سوا اس کے کہ آپ نے ظہر اور عصر کو میدانِ عرفات میں جمع کر کے پڑھا اور مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۴۴۳۲۔ ج ۲ ص ۳۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا: یاد رکھو! بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۴۳۲)

۵۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَّاشِيِّ مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَهُوَ عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ كُنَّا نَصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيَبْصُرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مہران نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنجاشی نے حدیث بیان کی جو حضرت رافع بن خدیج کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وہ عطاء بن صہیب ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے پھر ہم میں سے کوئی واپس ہوتا تو وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۷، رقم المسلسل: ۱۳۱۳، سنن ابن ماجہ: ۶۸۷، صحیح ابن حبان: ۱۵۱۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۲، المعجم الکبیر: ۴۴۲۱، المستدرک ج ۱ ص ۱۹۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۲، طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۲۷۵، ج ۲ ص ۵۱۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۵۲، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابراہیم الجمال الحافظ الرازی ابو جعفر: یہ ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) الولید بن مسلم ابو العباس الاموی: یہ اہل شام کے عامل تھے یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبدالرحمان بن عمرو الاوزاعی (۴) ابوالنجاشی ان کا نام عطاء بن صہیب ہے یہ

حضرت رافع بن خدیج کے غلام ہیں (۵) حضرت رافع بن خدیج الانصاری الاوسی المدنی۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۸۱-۸۰)
باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم نبی ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے۔

مغرب کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ سورج غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے اور مغرب کی نماز جلدی پڑھتے تھے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد روشنی باقی ہوتی تھی اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

طاؤس عطاء اور وہب بن منبہ کا یہ مذہب ہے کہ مغرب کا اَوَّل وقت وہ ہے جب ستارے طلوع ہو جائیں اور انہوں نے اس پر حضرت ابو بصرہ غفاری کی حدیث سے استدلال کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے التحمض میں ہم کو عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں پر یہ نماز پیش کی گئی تھی انہوں نے اس کو ضائع کر دیا سو جس نے اس نماز کی حفاظت کی اس کو اس نماز کا دگنا اجر ملے گا اس کے بعد اور کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ ستارہ طلوع ہو جائے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۰، رقم المسلسل: ۱۸۹۶، سنن النسائی: ۵۲۱)

امام طحاوی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ آخری جملہ راوی نے اپنی رائے سے کہا ہے یہ نبی ﷺ کا ارشاد نہیں ہے۔
علاوہ ازیں نبی ﷺ سے متواتر روایت یہ ہے کہ جیسے ہی سورج غروب ہوتا آپ مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ابو بصرہ کا نام حلیل ہے اور ایک قول ہے کہ ان کا نام جمیل ہے التحمض وہ جگہ ہے جہاں پر اونٹ ایک کھٹی گھاس چرتے ہیں۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف، امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک جب شفق کی سرخی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک جب شفق کی سفیدی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۸۲-۸۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۸۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۳۴۰۔ ج ۲ ص ۲۵۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:

مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از محمد بن عمرو بن الحسن بن علی انہوں نے بیان کیا کہ حجاج آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے (نماز کے اوقات کے متعلق) سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی ﷺ ظہر کی نماز دو پہر کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج چمک رہا ہوتا تھا اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا تھا اور عشاء کی نماز مختلف اوقات میں پڑھتے تھے جب آپ دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو آپ جلدی عشاء پڑھتے اور جب آپ دیکھتے

۵۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَأَلَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا إِذَا رَأَاهُمْ اجْتَمَعُوا عَجَلًا وَإِذَا رَأَاهُمْ أَبْطَؤُوا آخَرًا وَالصُّبْحَ كَانُوا أَوْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا بِغُلَسٍ | طرف اللہ حدیث: ۵۶۵ |

کہ لوگوں نے تاخیر کی ہے تو آپ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے اور صبح کی نماز آپ آخر شب کے اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۳۶، الرقم المسلسل: ۱۳۳۳، سنن ابوداؤد: ۳۹۷، سنن نسائی: ۵۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۲، سنن دارمی: ۱۱۸۳، مسند ابویعلیٰ: ۲۰۲۹، صحیح ابن حبان: ۱۵۲۸، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۲۹، شرح السنۃ: ۳۵۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۹۶۹، ج ۲۳ ص ۲۲۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چہر جال ہیں ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حجاج کا تذکرہ اور اس کے آنے پر نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کا سبب اور ”غسل“ کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: حجاج آیا اس سے مراد حجاج بن یوسف ثقفی ہے جو عراق کا گورنر تھا، حجاج کے آنے سے مراد یہ ہے کہ حجاج، عبد الملک بن مروان کی طرف سے مدینہ کا گورنر بن کر آیا، یہ ۷۷ھ کا واقعہ ہے، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کے بعد عبد الملک بن مروان نے اس کو حرمین کا گورنر بنادیا تھا۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سوال کیا۔ مسند ابوعوانہ میں مذکور ہے کہ ہم نے حضرت جابر سے نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا، کیونکہ حجاج تاخیر سے نماز پڑھتا تھا اور اس حدیث میں ”غسل“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: آخر شب کا اندھیرا۔

نمازوں کے مستحب اوقات

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کو اس کا وقت شروع ہونے کے بعد جلدی پڑھنا چاہیے، سوائے نمازوں کے جن میں احادیث صحیحہ سے تاخیر ثابت ہے، سوائے میں تاخیر مستحب ہے جیسا کہ گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے یعنی ایک مثل سایا ہو جانے کے بعد، اور صبح کو سفیدی پھیل جانے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے، اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور عصر اور مغرب کی نماز کو وقت شروع ہونے کے بعد جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب حکام خلاف شرع کام کریں تو عالم دین سے رو نمائی حاصل کرنی چاہیے جیسا کہ جب حجاج نے دیر سے نمازیں پڑھائیں تو لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنت کے مطابق نماز کے اوقات معلوم کیے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۹، ج ۲ ص ۲۷۱-۲۷۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان ہیں:

۱۱۔ فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ (۲) عشاء کے بعد باتیں کرنا۔

۵۶۱۔ حَدَّثَنَا الْمُحَمَّدِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نَصَافًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ. امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج حجاب میں چھپ جاتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۶، سنن ابوداؤد: ۳۱۷، سنن ترمذی: ۱۶۴، سنن ابن ماجہ: ۶۸۸، المعجم الکبیر: ۶۲۸۹، مسند احمد: ۱۶۵۳۲، ج ۴ ص ۵۱، جامع السانید

۱۱ ابن الجوزی: ۲۳۵۶، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کا عنوان ہے: مغرب کا وقت اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں

سورج کے غروب ہونے کا ذکر ہے اور اس میں مغرب کے وقت پر دلیل ہے۔

اس حدیث کے تین رجال ہیں اور یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے جس میں امام بخاری اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف تین راوی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج کے غروب ہونے کے فوراً بعد مغرب کا وقت ہوتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۹۔ ج ۲ ص ۲۵۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کا ذکر حدیث: ۱۳۴۰ میں کیا جا چکا ہے۔

۵۶۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا

عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ

عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا

جَمِيعًا وَثَمَانِيًا جَمِيعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سات رکعت نماز جمع کر کے پڑھیں اور آٹھ

رکعت نماز جمع کر کے پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۳ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کر کے پڑھنا

یعنی آپ نے ظہر کی نماز کو آخری وقت میں اور عصر کی نماز کو ابتدائی وقت میں پڑھا اسی طرح مغرب کی نماز کو آخری وقت میں اور عشاء

کی نماز کو ابتدائی وقت میں پڑھا اور یہ جمع صوری ہے۔

جس کے نزدیک مغرب کو عشاء

کہنا مکروہ ہے

۱۹۔ بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يُقَالَ

لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مغرب کے وقت کو عشاء کہنا مکروہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مغرب کے وقت کو مغرب ہی کہا جائے اور

کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اگر مغرب کے وقت کو عشاء کہا جائے گا تو عشاء کی نماز کا وقت مغرب کی نماز کے وقت سے ملتبس ہو جائے گا۔

۵۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ الْمُرْزِيُّ أَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ

الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمُ الْمَغْرِبِ. قَالَ وَتَقُولُ

الْأَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ. (سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۲ صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۱ مسند احمد ج ۵ ص ۵۵ طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۵۵۳۔ ج ۳ ص ۱۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی وہ عبد اللہ بن عمرو ہیں انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از احسین انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ المرزئی نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دیہاتی تمہاری مغرب کی نماز کے نام کے بارے میں تم پر غالب نہ ہو جائیں دیہاتی مغرب کو عشاء کہتے ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ نبی ﷺ نے مغرب کو عشاء کہنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۰۔ بَابُ ذِكْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ

ان دونوں کے ذکر کی گنجائش ہے

وَمَنْ رَأَاهُ وَاسِعًا

اس باب میں بتایا ہے کہ عشاء کی نماز کو عشاء اور "عتمة" کہنے کی گنجائش ہے وہ پہلی عشاء کی نماز کو "العتمة" کہتے تھے کیونکہ "العتمة" کا معنی ہے: شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد رات کا پہلا اندھیرا اور دہائی دودھ دوہنے کو پہلے اندھیرے تک مؤخر کر دیتے تھے اور اس وقت کو "العتمة" کہتے تھے اسی طرح وہ عشاء کے وقت کو بھی "العتمة" کہتے تھے نبی ﷺ سے یہ تو ثابت نہیں ہے کہ مغرب و عشاء کہا جائے لیکن نبی ﷺ سے عشاء کو "العتمة" کہنا ثابت ہے اس لیے عشاء کے وقت کو "العشاء" اور "العتمة" دونوں کہنے کی گنجائش ہے۔

قال أبو هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم **أثقل الصلوة على المنافقين العشاء والفجر**۔
حضرت ابو ہریرہ نے کہا از نبی ﷺ: منافقین پر سب سے بھاری نماز عشاء اور فجر ہے اور فرمایا: کاش! وہ جان لیتے "العتمة" اور "الفجر" میں کتنا اجر ہے۔

اس تعلق کے دو قطعے ہیں پہلے قطعہ کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۶۵۷ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور دوسرے قطعہ کو انہوں نے صحیح البخاری: ۷۲۱-۷۲۲ اور ۶۱۵ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کو "العتمة" کہنا بھی جائز ہے۔

قال أبو عبد الله والاختيار أن يقول العشاء، لقوله تعالى ﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلَوةِ الْعِشَاءِ﴾ (النور: ۵۸) وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنَّا نَتَنَاقَبُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلَوةِ الْعِشَاءِ فَأَعْتَمَ بِهَا۔
اور امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے یہ کہا کہ مختار یہ ہے کہ "العشاء" کہا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور عشاء کی نماز کے بعد" (النور: ۵۸) اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس عشاء کی نماز کے وقت باری باری آتے تھے پس آپ نے اندھیرا ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی۔

اس تعلق کو امام بخاری نے حدیث: ۵۷۱ اور حدیث: ۵۶۷ میں بہت تفصیل سے روایت کیا ہے۔
وقال ابن عباس وعائشة أعتَمَ النبي صلى الله عليه وسلم بالعتمة بالعشاء۔
حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے عشاء کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔

اس تعلق کو امام بخاری نے حدیث: ۵۷۱ اور حدیث: ۵۶۹ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔
وقال بعضهم، عن عائشة أعتَمَ النبي صلى الله عليه وسلم بالعتمة۔
اور بعض نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے: نبی ﷺ نے اندھیرے میں "العتمة" پڑھی۔

اور اس تعلق کو امام بخاری نے حدیث: ۱۶۲ میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ سنن نسائی: ۵۳۱ میں بھی ہے۔
وقال جابر كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي العشاء۔
اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

اس سے پہلے امام بخاری نے پانچ تعلیقات ذکر کیں جن میں عشاء کی نماز کو "العتمة" فرمایا ہے اور اب ایسی چار تعلیقات ذکر کر رہے ہیں جن میں عشاء کی نماز کو "العشاء" ہی فرمایا ہے۔

حضرت جابر کی اس تعلق مذکور کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۶۰ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔
وقال أبو برزة كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي العشاء۔
اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ عشاء کو مؤخر

فرماتے تھے۔

وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ.

اس تعلق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۴۷ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ أَنَسُ أَخَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے عشاء

الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ.

اس تعلق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۴۲ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ 'وَأَبُو أَيُّوبَ' وَابْنُ عَبَّاسٍ

رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔

الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تعلق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۱۶۷۳ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت ابو ایوب کی

تعلق کو صحیح البخاری: ۱۶۷۴ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس کی تعلق کو صحیح البخاری: ۵۴۳ میں اپنی سند کے

ساتھ روایت کیا ہے۔

۵۶۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ

أَخْبَرَنَا يُونُسُ 'عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَخْبَرَنِي عَبْدُ

اللَّهِ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَيْلَةَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ 'وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ'

ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ؟

فَإِنْ رَأَسَ مِائَةَ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى

ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا:

ہمیں یونس نے خبر دی از زہری انہوں نے کہا: سالم نے کہا: مجھے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات ہمیں رسول اللہ

ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور یہ وہ نماز ہے جس کو لوگ

”العتمة“ کہتے ہیں پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے

ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے کیونکہ

اس کے ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی زمین کے اوپر باقی

نہیں رہے گا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۶ کا مطالعہ فرمائیں وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو علم کی بات کرنا۔ اس حدیث سے

امام بخاری نے حضرت خضر علیہ السلام کی موت پر استدلال کیا ہے اس موضوع پر زیادہ تفصیل سے ہم نے شرح صحیح مسلم: ۶۰۴۰ - ج ۶

ص ۸۵۹ - ۸۵۳ میں اور تبیان القرآن سورة الکہف: ۶۰ ج ۷ ص ۱۷۱ - ۱۶۵ میں لکھا ہے۔

عشاء کا وقت جب لوگ جمع ہوں

یا تاخیر سے آئیں

۲۱ - بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِذَا

اجْتَمَعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عشاء کا وقت اس وقت ہے جب لوگ عشاء پڑھنے کے لیے جمع ہوں خواہ جلد اکٹھے ہوں یا دیر

سے۔ حضرت عمرو بن العاص کی حدیث میں ہے کہ اس میں متوسط رات کے نصف تک تاخیر کی جاسکتی ہے امام مالک اور امام شافعی

کے نزدیک اس میں آدمی رات تک تاخیر کی جاسکتی ہے داؤد ظاہری کے نزدیک اس میں طلوع فجر تک تاخیر کی جاسکتی ہے امام مالک

کے نزدیک یہ ضرورت کا وقت ہے۔

علامہ عینی نے کہا: امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ گرمیوں کی راتوں میں اس میں تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح اور اس کے بعد بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۹۲)

۵۶۵۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ ابِرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ صَلَوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَلًا وَإِذَا قَلُّوا آخَرًا وَالصُّبْحَ بَغْلَسًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از محمد بن عمرو اور وہ ابن الحسن بن علی ہیں انہوں نے کہا: ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ دوپہر کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج چمکتا ہوا ہوتا تھا اور مغرب اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا اور جب لوگ زیادہ ہوتے تو عشاء کی نماز جلدی پڑھتے اور جب لوگ کم ہوتے تو عشاء کی نماز مؤخر کر دیتے اور صبح کی نماز اخیر شب کے اندھیرے میں پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۶۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: مغرب کا وقت اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کا وقت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

عشاء کی فضیلت

۲۲۔ بَابُ فَضْلِ الْعِشَاءِ

یہ باب عشاء کی نماز کی فضیلت کے بیان میں ہے اور ان ابواب کی مناسبت ظاہر ہے۔

۵۶۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَفْشُو الْإِسْلَامُ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصَّبِيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ. [أطراف الحديث: ۵۶۹-۸۶۲-۸۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات نبی ﷺ نے عشاء کی نماز میں بہت تاخیر کر دی اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اسلام کے احکام پھیلے نہیں تھے آپ گھر سے باہر نہیں آئے حتیٰ کہ حضرت عمر نے کہا کہ عورتیں اور بچے سو گئے پھر آپ گھر سے نکلے اور مسجد والوں سے فرمایا: روئے زمین پر تمہارے سوا اس نماز کا کوئی اور انتظار نہیں کر رہا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۸، الرقم المسلسل: ۱۳۱۶، سنن الترمذی: ۳۷۸، سنن الکبریٰ للنسائی: ۳۸۹، سنن داری: ۱۲۱۳، صحیح ابن حبان: ۱۵۳۵، مستدرک المصنوع: ۷۶-۳۰۹۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۳، شرح النبی: ۳۷۵، مستدرک ج ۳ ص ۳۰، مؤسستہ الرسالہ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۱۲، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲۶ھ)

”اعتَم“ کا معنی احکام اسلام کا ظہور کہاں نہیں ہوا تھا؟ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز۔۔۔

اور دیگر فوائد حدیث

اس حدیث میں مذکور ہے: ”اعتَم“ اس کا معنی ہے: اندھیرے میں داخل ہوئے اور اس سے مراد ہے: آپ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب اسلام کے احکام پھیلے نہیں تھے۔ اس سے مراد ہے: مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں اسلام کے احکام کا ظہور نہیں ہوا تھا کیونکہ مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں اسلام کے احکام کا ظہور فتح مکہ کے بعد ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روئے زمین پر تمہارے سوا اس نماز کا کوئی اور انتظار نہیں کر رہا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جا رہی تھی اور دوسرے ادیان اور مذاہب میں اس وقت نماز نہیں تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک رات نبی ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ عام طور پر عشاء کی نماز میں اتنی تاخیر نہیں کرتے تھے نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس پر نیند کا غلبہ ہو وہ عشاء کی نماز سے پہلے سو سکتا ہے حضرت عمرؓ نے کہا: عورتیں اور بچے سو گئے اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھانے کے لیے امام کو گھر سے بلانا جائز ہے نیز اس حدیث میں نبی ﷺ کے لطف و کرم اور آپ کی تواضع کا بیان ہے کیونکہ جب حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے کہا: بچے اور عورتیں سو گئے تو آپ نے اس پر حضرت عمرؓ کو کچھ نہیں کہا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۹۳-۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۶۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي الَّذِينَ قَدِمُوا مَعِيَ فِي السَّفِينَةِ نَزُولًا فِي بَقِيعِ بَطْحَانَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَكَانَ يَتَنَوَّبُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرُ مِنْهُمْ فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَصْحَابِي وَلَهُ بَعْضُ الشُّغْلِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ فَأَعْتَمَ بِالصَّلَاةِ حَتَّى ابْهَارَ اللَّيْلِ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لِمَنْ خَضَرَهُ عَلَى رِسْلِكُمْ أَبْشِرُوا إِنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ . أَوْ قَالَ مَا صَلَّى هَذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ . لَا تَذَرُونِي أَيُّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ أَبُو مُوسَى فَرَجَعْنَا فَقَرَحْنَا بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی از برید از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے وہ اصحاب جو میرے ساتھ کشتی میں آئے بطحان کے کھلے میدان میں اترے اور نبی ﷺ مدینہ میں تھے پس ہر رات ان میں سے ایک جماعت باری باری عشاء کی نماز میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوتی تھی پس ایک دن ہمیں اتفاق ہوا میں اور میرے اصحاب نبی ﷺ کے پاس گئے اور آپ گھر میں کسی کام میں مشغول تھے آپ نے نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی پھر نبی ﷺ باہر نکلے پس آپ نے ان کو نماز پڑھائی پس جب آپ نے نماز پڑھا دی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا: ٹھہرو! خوش خبری سنو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تم پر ایک نعمت یہ ہے کہ اس وقت میں تمہارے سوا اور کوئی شخص نماز نہیں پڑھ رہا یا فرمایا: اس وقت تمہارے سوا اور کسی نے نماز نہیں پڑھی ہمیں یاد نہیں کہ آپ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی حضرت ابو موسیٰ نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ سے یہ بات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نہ کر خوشی خوشی واپس گئے۔

(صحیح مسلم: ۶۴۱، رقم المسلسل: ۱۳۲۳، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۱۰، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۳۲۶ھ)

نصف شب تک نماز کو مؤخر کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب لوگوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہیں تو پھر عشاء کی نماز میں آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح ہے تاکہ انہیں نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت حاصل ہو، کیونکہ جو شخص نماز کا منتظر ہوتا ہے اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے، لیکن اتنی تاخیر کرنا آج کل ہمارے اماموں کے لیے مناسب نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اماموں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائیں اور آپ نے فرمایا: نمازوں میں کم زور، بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں (صحیح البخاری: ۷۰۲) اور اماموں کا لمبی نمازیں پڑھانے کو ترک کرنا افضل ہے، اسی طرح نمازیوں کے انتظار کرانے کو بھی ترک کرنا افضل ہے۔

نجالد نے از عامر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ ایک رات نبی ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ کافی رات گزر گئی اور بعض لوگ مسجد میں سو گئے، پھر نبی ﷺ باہر نکلے، پس آپ نے فرمایا: اگر کم زوروں کی کم زوری اور بچوں کا رونانا ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں رات کے اندھیرے تک تاخیر کر دیتا۔

اس رات نبی ﷺ نے جو آدھی رات تک عشاء پڑھانے کے لیے آنے میں تاخیر کر دی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو گھر میں کوئی کام تھا، ورنہ اتنی رات تک تاخیر کرنا آپ کی عادت اور آپ کا معمول نہ تھا۔

از الأعمش از ابی سفیان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ لشکر تیار کر رہے تھے حتیٰ کہ آدھی رات یا تہائی رات گزر گئی، پھر رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلے، پس فرمایا: لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم نماز کا انتظار کر رہے ہو اور تمہارا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۲۵۲، دارالکتب العلمیہ: ۱۳۲۳ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۰، ج ۲ ص ۲۶۲ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ

عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

۵۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ
الْوَهَّابُ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي
الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثُ
بَعْدَهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی، ابی المنہال از ابی بززہ کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۳۸۵، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۳۲۶ھ)

عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کی کراہت کی توجیہ

اس حدیث میں عشاء کے بعد باتیں کرنے کی کراہت کو بیان کیا گیا ہے اس سے مراد وہ باتیں ہیں جن میں کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت نہ ہو اور جن باتوں میں کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت ہو ان باتوں میں کوئی کراہت نہیں ہے، اور اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ

احادیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ عشاء کی نماز کے بعد کلام فرماتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا اس لیے مکروہ ہے کہ اس وجہ سے عشاء کی نماز اپنے وقت پر نہیں پڑھی جائے گی اور اس سے لوگوں میں سستی آجائے گی اور وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پہلے سو جائیں گے اور عشاء کے بعد باتیں کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ لوگ دیر تک باتیں کرتے رہیں گے پھر دیر سے سوئیں گے تو ان کی صبح کی نماز فوت ہو جائے گی اور رات میں بیداری سے دن میں انسان کے اعصاب تھکے ہوئے ہوتے ہیں اور جسم ٹوٹا ہوا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان تازگی اور خوش دلی سے اپنے معمول کے کام انجام نہیں دے سکتا۔

جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے

عشاء سے پہلے سونے کا جواز

۲۴۔ بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ

لِمَنْ غَلَبَ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا کیا حکم ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ایوب بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو ہریرہ نے حدیث بیان کی از سلیمان انہوں نے کہا کہ صالح بن کیسان نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ (ایک رات) رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: نماز (کے لیے تشریف لائے) عورتیں اور بچے سو گئے پھر آپ باہر نکلے اور فرمایا: تمہارے سوا تمام روئے زمین پر اس نماز کا کوئی انتظار نہیں کر رہا تھا اور ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور وہ شفق (کی سفیدی) غائب ہونے کے بعد تہائی رات کے ازل حصہ تک نماز کو مؤخر کرتے تھے۔

۵۶۹۔ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلَاةَ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ قَالَ وَلَا تَصَلِّيَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ وَكَانُوا يُصَلُّونَ الْعِشَاءَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۶۹ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کی نماز کی فضیلت۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کسی کام میں مشغول تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر ہم سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے حتیٰ کہ ہمارے پاس نبی ﷺ نکل کر آ گئے پھر آپ نے فرمایا: تمام روئے زمین پر اس نماز کا تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس

۵۷۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخْرَجَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ. إِنْ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَبَالِي أَقْدَمَهَا أَمْ أَخْرَجَهَا إِذَا كَانَ لَا يَسْلِي أَنْ يَغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَفَّيْهَا وَكَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا.

کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز مقدم کریں یا مؤخر کریں۔ جب کہ انہیں یہ خطرہ نہ ہو کہ غیند کے غلبہ کی وجہ سے عشاء کا وقت نکل جائے گا اور وہ عشاء پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے کہا: انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ لوگ سو گئے اور بیدار ہوئے اور سو گئے اور بیدار ہوئے پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے پس انہوں نے کہا: نماز (کے لیے آئیے)۔ عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: پھر نبی ﷺ باہر نکلے گویا کہ میں اب بھی آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے آپ نے اپنا ایک ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھا ہوا تھا پس آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کے اوپر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ اس وقت عشاء کی نماز پڑھیں۔ ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: نبی ﷺ نے کس طرح اپنا ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھا ہوا تھا جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو بیان کیا تھا عطاء نے اپنی انگلیوں کو تھوڑا سا پھیلا یا پھر ان انگلیوں کے سروں کو اپنے سر کی ایک جانب رکھا پھر انگلیوں کو ملا کر اپنے سر پر پھیرا حتیٰ کہ آپ کے انگوٹھے نے کان کی نو کو مس کیا جس طرف سے کان چہرے کے قریب کپٹی پر اور ڈاڑھی کی طرف تھا عطاء اپنے ہاتھ کو کھینچتے تھے نہ موڑتے تھے مگر اسی طرح اور آپ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں اس وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

۵۷۱۔ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ اَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتَّى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوا وَرَقَدُوا وَاسْتَيْقَظُوا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلَاةُ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْآنَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ لَوْ لَا أَنِ اشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوهَا هَكَذَا فَاسْتَبْتُ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ؟ كَمَا أَنْبَأَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّدَ لِي عَطَاءُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيدٍ ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ عَلَى قَرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ ضَمَّهَا يَمْرُهَا عَلَى الرَّأْسِ حَتَّى مَسَّتْ إِبْهَامُهُ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاجِيَةِ اللَّحْيَةِ لَا يُقْصَرُ وَلَا يَبْطِشُ إِلَّا كَذَلِكَ وَقَالَ لَوْ لَا أَنِ اشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوهَا هَكَذَا [طرف الحديث: ۷۳۹]

(صحیح مسلم: ۶۳۲-۶۳۹، رقم المسلسل: ۱۳۲۵-۱۳۱۹، سنن ابوداؤد: ۴۲۰، سنن نسائی: ۵۳۶، مسند الحمیدی: ۴۹۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۳۹۸، صحیح ابن خزمینہ: ۳۳۲، سنن دارمی: ۱۳۱۵، صحیح ابن حبان: ۱۵۳۳، مصنف عبد الرزاق: ۲۱۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۱، المعجم الکبیر: ۱۱۳۹۰، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱، قدیم مسند احمد: ۱۹۲۶، ج ۳ ص ۴۰۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان الحافظ المروزی (۲) عبد الرزاق الیہانی (۳) عبد الملک بن جریج (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۹۹)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے اور اس جملہ میں ہے: لوگ

إِنَّكُمْ فِي صَلَوةٍ مَا أَنْتُمْ بِتَمُوهَا. وَزَادَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ كَاتِبِي أَنْظِرْ إِلَيَّ وَبِئْسَ خَاتِمَهُ لِيَلْتَنِيذَ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۰-۶۶۱-۸۴۷-۵۸۶۹]

لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے اور تمہارا شمار اس وقت تک نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے اور ابن ابی مریم نے یہ اضافہ کیا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا: گویا اس رات میں نبی ﷺ کی انگلی کی چمک دیکھ رہا تھا۔

(سنن ابن ماجہ: ۶۹۲، سنن نسائی: ۵۳۵، مسند ابویعلیٰ: ۳۸۰۰، صحیح ابن حبان: ۲۰۳۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۷۵، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۲ طبع قدیم)

مسند احمد: ۱۲۸۸۰ ج ۲۰ ص ۲۴۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۷۱، مکتبۃ الرشدریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالرحیم بن عبدالرحمان بن محمد المحارب الکوفی، ان کی کنیت ابو زیاد ہے اور یہ امام بخاری کے قدیم شیوخ سے ہیں یہ ۲۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے صحیح بخاری میں ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ المحارب بنی میں محارب بن عمرو بن ودیعہ کی طرف نسبت ہے (۲) زائدہ بن قدامہ (۳) حمید الطویل (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۰۲) اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھی اس میں یہ دلیل ہے کہ آدھی رات تک نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات کے بعد نماز پڑھنا مباح ہے اس کی مزید تشریح حدیث: ۵۴۷ میں کی جا چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ فَضْلِ صَلَوةِ الْفَجْرِ

فجر کی نماز کی فضیلت

خصوصیت کے ساتھ فجر کی نماز کی فضیلت اس لیے بیان کی ہے کہ فجر کی نماز کے لیے انسان نیند ترک کر کے نماز کے لیے جاتا ہے اور نیند کو ترک کر کے نماز کے لیے جانا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ نیند موت کی بہن ہے گویا کہ انسان جب بیدار ہوتا ہے تو اس کو موت کے بعد دوبارہ زندگی ملتی ہے اسی لیے حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے:

اللهم باسمك اموت واحيا. اے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام سے

زندہ ہوتا ہے۔

اور جب آپ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا کرتے:

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میرے نفس کی موت کے بعد اس کو زندہ کیا اور قیامت کے دن اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

الحمد لله الذي احيا نفسي بعد ان اماتها واليه

النشور. (سنن الترمذی: ۳۴۱۷، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵)

اور جب بیدار ہونے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی ملتی ہے تو اس زندگی کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کو اس وقت کی نماز پڑھنی

چاہیے اور فجر کی نماز کی فضیلت میں ہی اس باب کی حدیث ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدود نے حدیث بیان

۵۷۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ

کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی ابو اسماعیل

إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ لِي جَرِيرٌ ابْنُ عُبَيْدٍ

اللّٰهُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرُونَ هَذَا لَا تُصَامُونَ. أَوْ لَا تُصَاهُونَ فِي رُؤْيَيْهِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى هَلُوعٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا. ثُمَّ قَالَ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ (ط: ۱۳۰).

انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے وہ چودھویں رات کے چاند کی شب تھی آپ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: سنو! عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو تم کو کوئی مشقت نہیں ہوگی نہ تم کو کوئی شبہ ہوگا پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو (ضرور) کرو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ”پس آپ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیے“ (ط: ۱۳۰)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۵۴ میں کی جا چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: نماز عصر کی فضیلت اور یہاں اس کا عنوان ہے: نماز فجر کی فضیلت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۷۴ - حَدَّثَنَا هُذَيْفَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبُرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہمد بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن ابی موسیٰ از والد خود کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ٹھنڈے وقت کی دو نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

وَقَالَ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهَذَا. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ عَنْ حَبَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اور ابن رجاء نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ کہ ابو بکر بن عبد اللہ بن قیس نے بھی اس حدیث کی خبر دی۔

امام بخاری نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از حبان انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از ابو بکر بن عبد اللہ از والد خود از نبی ﷺ اس حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ۶۳۵، رقم المسلسل: ۱۳۱۱، سنن دارمی: ۱۳۳۴، جامع المسانید: ابن الجوزی: ۳۹۳۳، ملتقطہ الرشیدیہ: ۱۳۲۶ھ)

فجر اور عصر کی پابندی کرنے والا اگر دیگر گناہوں میں ملوث رہا تو وہ جنت میں کیسے داخل ہوگا؟

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ ٹھنڈے وقت کی دو نمازوں سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس نے ان دو نمازوں کو پڑھا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس نے صرف ان دو نمازوں کو پڑھا اور باقی احکام پر عمل نہیں کیا اور ممنوعہ برے کاموں کا ارتکاب کیا کیا وہ بھی جنت میں داخل ہو جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مطالبہ یہ ہے کہ جو ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا وہ باقی نمازوں کو بھی پڑھے گا اور اسلام کے تمام احکام پر عمل کرے گا اور بے حیائی

اور بُرے کاموں سے بچے گا کیونکہ ”نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے“ (العنکبوت: ۴۵) اور اگر وہ کسی کبیرہ گناہ میں ملوث ہو گیا تو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دے دے گا اور اس کی شفاعت بھی متوقع ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے بھی گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے ورنہ وہ اپنی سزا بھگت کر آخر میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۷۔ ج ۲ ص ۲۵۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں: (۱) دیدار الہی کی تحقیق (۲) عصر اور فجر میں ملائکہ کے اجتماع اور نوید جنت کی خصوصیت۔

فجر کا وقت

۲۷۔ بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ

اس باب میں نماز فجر کا وقت بیان کیا گیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قنادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کی پھر وہ نماز کی طرف کھڑے ہو گئے میں نے پوچھا: ان کی سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ تو انہوں نے بتایا: جتنی دیر میں پچاس یا ساٹھ آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔

۵۷۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ. قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ أَوْ سِتِّينَ، يَعْنِي آيَةً. [طرف الحدیث: ۱۹۲۱]

(صحیح مسلم: ۱۰۹۷، الرقم السلسل: ۲۵۱۱، سنن الترمذی: ۷۰۳۔ ۷۰۴، سنن نسائی: ۲۱۵۵، سنن دارمی: ۱۶۹۵، صحیح ابن خزمہ: ۱۹۴۱، المعجم الکبیر: ۳۷۹۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۸، شرح السنہ: ۳۵۵، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲، طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۵۸۵، ج ۳ ص ۳۶۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامعۃ المسانید لابن الجوزی: ۱۷۵۱، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن عاصم الحافظ البصری، یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ہمام بن یحییٰ (۳) قنادہ بن دعامہ (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۰۶)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سحری کے بعد پچاس یا ساٹھ آیات کی تلاوت کی مقدار وقت گزرنے کے بعد فجر کی نماز کھڑی ہو جاتی تھی اور یہ فجر کی نماز کا اول وقت تھا۔ اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر کی نماز کا اول وقت وہ ہے جب فجر طلوع ہوتی تھی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور فجر کا اول وقت طلوع فجر ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۳۸۔ ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے اس کی شرح میں سحری کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن صباح نے حدیث بیان کی انہوں نے روح سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قنادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کی جب وہ

۵۷۶۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ سَمِعَ رَوْحًا قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَّغَا مِنْ سَحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى. قُلْتُ لَأَنْسَ كَمْ كَانَ بَيْنَ
فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ
قَدَرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً. [طرف الحدیث: ۱۱۳۴]

دونوں سحری سے فارغ ہو گئے تو نبی ﷺ نماز کی طرف کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی۔ روح نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: آپ کے سحری کرنے اور نماز پڑھنے کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے کہا: جتنی دیر میں کوئی شخص پچاس آیات تلاوت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹۷، سنن ترمذی: ۷۰۳، سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۴، سنن نسائی: ۲۱۵۱، سنن دارمی: ۱۶۹۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴، المعجم الکبیر: ۷۹۲، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۸، شرح السنہ: ۳۵۵، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۵۸۵، ج ۳۵ ص ۲۶۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حسن بن صباح البزار (۲) روح بن عبادہ (۳) سعید بن ابی عروبہ (۴) قتادہ بن دعامہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۱۰۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فجر کا اول وقت طلوع فجر ہے کیونکہ اسی وقت میں روزہ دار کے اوپر کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے اور نماز فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۴۴۸، ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے اس کی شرح میں بھی سحری کی فضیلت کا ذکر ہے۔

۵۷۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ أَخِيهِ
عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ
يَقُولُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ تَكُونُ سُرْعَةً بَيَّ
أَنَّ أَذْرَكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ۱۹۲۰] (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان از ابی حازم انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے اہل کے ساتھ سحری کرتا پھر مجھے جلدی ہوتی تاکہ میں نبی ﷺ کے ساتھ نماز فجر پالوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس ابو اویس کا نام عبد اللہ الاسلمی المدنی ہے یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں (۲) ان کے بھائی عبد الحمید بن ابی اویس ہیں ان کی کنیت ابوبکر ہے (۳) سلیمان بن بلال ابو ایوب ہیں (۴) ابو حازم سلمہ بن دینار الاعرج یہ اہل مدینہ میں عبادت گزاروں میں سے تھے (۵) حضرت سہل بن سعد بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۰۸)

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اول وقت میں فجر کی نماز پڑھتے تھے۔

۵۷۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ
عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ
الرَّبِيعِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ
يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ
الْفَجْرِ مُتَلَفِعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ
حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغُلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر کے لیے حاضر ہوتی تھیں وہ اپنی چادروں میں لپیٹی ہوئی ہوتی تھیں پھر نماز پڑھنے کے بعد وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھئے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: فجر کی نماز کا وقت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔
فجر کی نماز کا افضل وقت سفیدی پھیلنے کے بعد ہے

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اخیر شب کے اندھیرے میں اول وقت نماز فجر پڑھتے تھے مگر یہ رسول اللہ ﷺ کا فعل ہے اور آپ کا قول یہ ہے کہ جب سفیدی پھیل جائے اس وقت نماز فجر پڑھی جائے اور آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر کی نماز سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھو اس میں زیادہ اجر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵۴، سنن ابوداؤد: ۴۲۴، سنن نسائی: ۵۴، سنن ابن ماجہ: ۶۷۲، شرح معانی الآثار: ۱۰۳۸، ۱۰۳۷، ۱۰۳۶، ۱۰۳۵، ۱۰۳۴، صحیح ابن حبان: ۱۴۹۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵، شرح السنہ: ۳۵۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۵۹، الاحاد والمثنائی: ۲۰۹۱، سنن دارمی: ۱۲۲۰، ۱۲۱۹، المعجم الکبیر: ۴۲۹۰، ۴۲۸۷، ۴۲۸۶، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۴، مصنف عبد الرزاق: ۲۱۵۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۳۱، تاریخ کبیر ج ۱ ص ۳۰۱، مسند لمیزار: ۳۸۴، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۵، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۸۱۹، ج ۲۵ ص ۱۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

جس نے نماز فجر کی

۲۸۔ بَابُ مَنْ أَدْرَكَ

ایک رکعت پالی

رَكْعَةً مِنَ الْفَجْرِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے نماز فجر کی ایک رکعت پالی اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۷۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، وَعَنِ الْأَعْرَجِ، يُحَدِّثُونَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ، قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار اور از بسر بن سعید اور از الاعرج، وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے طلوع شمس سے پہلے صبح کی ایک رکعت کو پالیا اس نے صبح کو پالیا اور جس نے غروب شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے عصر کو پالیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۵۶ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی اور یہاں اس کا عنوان ہے: جس نے فجر کی ایک رکعت پالی اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی منجائش ہے۔

جس نے نماز کی ایک رکعت پالی

۲۹۔ بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس نے

نماز کو پالیا۔

أَذْرَكَ الصَّلَاةَ.

اس حدیث کی شرح بھی حدیث: ۵۵۶ میں گزر چکی ہے۔

فجر کے بعد نماز حتیٰ کہ سورج

۳۰۔ بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى

بلند ہو جائے

تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اس وقت نماز پڑھی جائے جب سورج بلند ہو جائے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے

۵۸۱۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از

عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ

قنادہ از ابی العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

عِنْدِي رَجُلٌ مَرَضِيٌّ، وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ

میرے پاس پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی تھی اور سب سے زیادہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ

پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز

الصُّبْحِ حَتَّى تَشْرُقَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى

کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے

تَغْرُبَ.

بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ

کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قنادہ وہ

عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

بیان کرتے ہیں: میں نے ابو العالیہ سے سنا از حضرت ابن عباس

حَدَّثَنِي نَاسٌ بِهَذَا.

رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: ۸۲۶، رقم المسلسل: ۱۸۹۰، سنن ابوداؤد: ۱۲۷۶، سنن ترمذی: ۱۸۳، سنن نسائی: ۵۶۲-۵۶۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰، مسند ابی یوسف: ۱۸۵، مسند ابی یوسف: ۱۳۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۳۶-۱۲۷۲، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸، طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۰، ج ۱ ص ۲۶۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید

لابن الجوزی: ۵۷۰۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ

کہ سورج بلند ہو جائے۔

عصر کے بعد نوافل کی ممانعت پر ایک حدیث سے معارضہ کا جواب

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو

جائے اور عصر کی نماز کے بعد بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے ابراہیم النخعی نے کہا ہے کہ فقہاء اس نماز کو مکروہ کہتے

تھے اور یہ صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کو ترک نہیں کرتے تھے۔

ہشام بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! نبی ﷺ نے میرے پاس

عصر کے بعد دو رکعت نماز کو کبھی ترک نہیں کیا۔ (صحیح بخاری: ۵۹۱، صحیح مسلم: ۸۳۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایسی دو حدیثوں میں تعارض ہو جو ایک فعل کی صحیح ہو اور دوسری اس فعل سے مانع ہو تو جو حدیث مانع ہو اس کو مؤخر قرار دے کر اس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت تھی ہمارے لیے عصر کے بعد نماز پڑھنا ممنوع ہے سوا اس کے کہ کوئی قضاء نماز پڑھی جائے یعنی عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۸۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ
عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْرُوْا
بِصَلَوَتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نمازوں میں طلوع شمس کا قصد کرو نہ غروب شمس کا۔

اطراف الحدیث: ۵۸۵-۵۸۹-۱۱۹۲-۱۶۲۹-۳۲۷۳ (صحیح مسلم: ۸۲۸، الرقم المسلسل: ۱۸۹۳، سنن النسائی: ۵۵۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳ طبع قدیم مسند احمد: ۴۸۸۵-ج ۸ ص ۸۹۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۶۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت کی توجیہ

بعض لوگ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت قصداً سورج کی تعظیم کے لیے نماز پڑھتے تھے تو آپ نے اس وقت قصداً نماز پڑھنے سے منع فرمایا تا کہ غیر اللہ کی عبادت کی مشابہت نہ ہو۔

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوع شمس یا غروب شمس کے وقت قصداً نماز پڑھنا ممنوع ہے اگر اتفاقاً طلوع شمس کے وقت نماز پڑھ لی جائے تو یہ ممنوع نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت احادیث میں ان اوقات میں مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۸۳۔ وَقَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيبَ. تَابِعَهُ عَبْدُ اللَّهِ.
اور مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سورج کا کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔ اس حدیث کی عہدہ نے متابعت کی ہے۔ [طرف الحدیث: ۳۲۱۴]

(صحیح مسلم: ۸۲۸، الرقم المسلسل: ۱۸۹۳، مصنف عبد الرزاق: ۳۹۵۱، موطأ امام مالک: ۵۲۳، دار المعرفۃ: صحیح ابن حبان: ۱۵۴۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۳، شرح السنۃ: ۷۷۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳ طبع قدیم مسند احمد: ۴۸۸۵-ج ۸ ص ۸۹۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

عہدہ بن سلیمان نے یحییٰ بن سعد القطان کی متابعت کی ہے۔

طلوع شمس سے قبل اور غروب شمس سے قبل نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے فقہاء احناف پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کی علت کیا ہے امام مالک نے کہا ہے کہ اس سے مراد نفل پڑھنے کی ممانعت ہے فرض پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے اور جو فوت شدہ فرائض ہیں وہ کسی وقت بھی پڑھے جاسکتے ہیں

کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے طلوع شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی یا غروب شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی اس نے نماز کو پالیا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۶، صحیح مسلم: ۶۰۸) اور یہ بات معلوم ہے کہ جس نے ان اوقات میں ایک رکعت نماز پڑھ لی تو وہ دوسری رکعت اسی وقت میں پڑھے گا جس وقت میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ ہمارے قول پر دلالت کرتا ہے اور یہی امام احمد اور امام اسحاق کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے: اس ممانعت سے ابتداء نوافل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے لیکن مفروضہ اور مسنونہ نمازیں یا جن نوافل کو وہ دائماً پڑھتا ہو ان کی ممانعت نہیں ہے اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۵۹۱، صحیح مسلم: ۸۳۵)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس ممانعت سے نفل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے اور ان وقتوں میں فرائض کی قضاء پڑھ سکتا ہے لیکن جب سورج بلند ہونے سے پہلے ظاہر ہو اور غروب ہونے سے پہلے غروب کی طرف مائل ہو اس وقت کوئی فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل اور نہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے صرف اس دن کی عصر کی نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔ (صحیح البخاری: ۵۵۶، صحیح مسلم: ۶۰۸) اس باب کے شروع میں ہم فقہاء احناف کا رد کر چکے ہیں۔

جن فقہاء نے ان دو وقتوں میں فرض نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تم اپنی نمازوں میں طلوع شمس کا قصد کرو نہ غروب شمس کا۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲) اس حدیث میں اس شخص کے لیے نماز پڑھنے کی ممانعت ہے جو طلوع شمس یا غروب شمس کا قصد کر کے نماز پڑھتا ہے لیکن جو شخص اس وقت نیند سے بیدار ہوا یا جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا تھا اور اس کو اس وقت نماز پڑھنا یاد آیا تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز یاد آئے اس وقت نماز پڑھ لے۔

(صحیح مسلم: ۶۸۳، سنن نسائی: ۶۱۳، سنن ابن ماجہ: ۶۹۵، مسند احمد: ۱۲۹۰۸، دار الفکر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی نماز کو بھول گیا پس وہ اس نماز کو اس وقت پڑھ لے جب اس کو یاد آئے اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝ (طہ: ۱۳)

اور آپ مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کریں ۝

(صحیح البخاری: ۵۹۷، صحیح مسلم: ۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۴۲، سنن ترمذی: ۱۷۸، سنن نسائی: ۶۱۲، سنن ابن ماجہ: ۶۹۶، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰)

یہ احادیث طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت سے معارض ہیں اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص خصوصیت سے ان اوقات میں نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے اس کے لیے ان اوقات میں فرائض اور نوافل پڑھنا جائز ہیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ ان دو وقتوں میں نماز پڑھنے کی کراہت کا معنی یہ ہے کہ کچھ لوگ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت قصداً نماز پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کا قصد کرتے تھے لہذا نبی ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ ان لوگوں کی مشابہت نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۷۳-۲۷۴، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۳ھ)

فقہاء احناف پر اعتراضات کے مصنف کی طرف سے جوابات

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ حدیث میں ہے: جس نے طلوع شمس سے پہلے یا غروب شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی وہ اس نماز کو پورا کرے اور یہی امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ بہ کثرت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ حدیث طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کے لیے محرم ہے اور جس حدیث سے علامہ ابن بطلال نے استدلال کیا ہے وہ صحیح ہے اور جب صحیح اور محرم میں تعارض ہو تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔

علامہ ابن بطلال نے امام شافعی کا مذہب نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک فجر اور عصر کے بعد نوافل پڑھنا جائز ہیں اور صحیح بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیشہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث بھی عصر کے بعد نوافل کی اباحت پر دلالت کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ عصر کے بعد نوافل پڑھنے کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور تحریم کی احادیث کو اباحت کی احادیث پر ترجیح ہوتی ہے ثانیاً یہ کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنی نبی ﷺ کی خصوصیت ہے اور ہمیں آپ نے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت اس شخص کے لیے ہے جو قصد ان اوقات میں نماز پڑھے لیکن جو شخص اس وقت نیند سے بیدار ہوا ہو یا جس کو اسی وقت نماز یاد آئی ہو وہ طلوع شمس کے وقت نماز پڑھ سکتا ہے جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے یہ احادیث عام مخصوص عنہ البعض ہیں ان احادیث سے مراد طلوع شمس کے علاوہ دیگر اوقات ہیں یعنی طلوع شمس کے علاوہ جس وقت کوئی شخص نیند سے بیدار ہو یا اس کو اس وقت نماز یاد آئے تو وہ اس وقت نماز پڑھ لے اور جن اوقات میں نبی ﷺ نے مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمادیا ہے ان اوقات میں آپ کی ممانعت کی خلاف ورزی کی جرأت نہ کرے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ از ضیب بن عبد الرحمن از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کی خرید و فروخت اور دو قسم کے پہناوے سے اور دو قسم کی نمازوں سے منع فرمادیا ہے فجر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور اشتمال الصماء سے یعنی کسی ایک جانب سے تہبند کو اوپر اٹھا دینا اور ایک کپڑے میں احتباء سے یعنی اس کی شرم گاہ آسمان کی طرف کھلی ہو اور منابذہ اور ملاسہ سے یعنی جس چیز پر وہ کنکر پھینک دے یا جس چیز کو وہ چھو لے اس کو فروخت کرنا واجب ہو جائے۔

۵۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أَسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ، وَ عَنْ لَيْسَتَيْنِ، وَ عَنْ صَلَاتَيْنِ نَهَى عَنْ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَ عَنْ اشْتِمَالِ الصَّمَاءِ، وَ عَنْ الْإِحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، يُفَضِّي بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ، وَ عَنْ الْمُنَابَذَةِ، وَ عَنْ الْمَلَامَةِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۸-۳۶۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس چیز سے شرم گاہ کو

چھپائے وہاں اس میں دو قسم کی نمازوں کا ذکر نہیں تھا یعنی طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز کی ممانعت کا اور اس کی مفصل شرح حدیث: ۵۵۶ اور حدیث: ۵۸۳ میں ابھی بیان کی جا چکی ہے۔

غروب شمس سے پہلے نماز کا قصد نہ کرے

۳۱۔ بَابُ لَا يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ

قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس کے وقت اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔

۵۸۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرَّى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيَ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا.

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۸۴ کا مطالعہ فرمائیں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: فجر کی نماز پڑھنے کا حکم حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید الجندی نے خبر دی انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

۵۸۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ الْجَنْدِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ. [اطراف الحديث: ۱۱۸۸-۱۱۹۷-۱۸۶۳-۱۹۹۲-۱۹۹۵]

(صحیح مسلم: ۸۲۷، رقم المسلسل: ۱۸۹۲، سنن الترمذی: ۵۶۳، مسند الحمیدی: ۷۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۴۸، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۳۹، مسند ابویعلیٰ: ۱۱۲۱-۹۷۷، مصنف عبد الرزاق: ۳۹۶۱، مسند احمد ج ۳ ص ۷، طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۰۳۳-ج ۱ ص ۸۱، مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ بن عمرو القرشی المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن عبد الرحمن بن عوف الزہری القرشی المدنی (۳) صالح بن کیسان الغفاری مودب ولد عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عطاء بن یزید ابویزید اللیثی الجندی المدنی (۶) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۱۸)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث میں نفی بہ معنی نفی ہے اور ان دو وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد قضاء نماز پڑھنا سجدہ تلاوت کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

۵۸۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَابٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابان نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ
حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ إِنَّكُمْ
لَتُصَلُّونَ صَلَوةً، لَقَدْ صَحَبْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيَهَا، وَلَقَدْ نَهَى عَنْهَا.
يَعْنِي الرُّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. [طرف الحديث: ۳۷۶]

(جامع المسانيد لابن الجوزي: ۶۳۹۲، مکتبۃ الرشديا ض: ۱۳۲۶ھ)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے
کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح انہوں نے کہا:
میں نے حمران بن ابان سے سنا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث
بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا: تم یہ نماز پڑھ رہے ہو اور ہم رسول
اللہ ﷺ کے ساتھ رہے ہیں اور ہم نے آپ کو یہ نماز پڑھتے
ہوئے نہیں دیکھا اور آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے
منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابان البلخی ابو بکر مستملی وکیع یہ حمویہ کے نام سے معروف ہیں یہ ۲۴۴ھ میں فوت ہو گئے تھے بعض نے کہا: یہ محمد
بن ابان الواسطی ہیں نہ کہ وہ جن کا ذکر کیا گیا ہے علامہ یحییٰ نے کہا: ہر دو قول کے لیے مرجح ہے (۲) غندر ان کا نام محمد بن جعفر
ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابوالتیاح ان کا نام یزید بن حمید النضعی البصری ہے (۵) حمران بن ابان (۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان
رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۱۹)

حضرت معاویہ کا عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمانا اور اس پر ایک حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم یہ نماز پڑھتے ہو یعنی عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پھر کہا: ہم نے
رسول اللہ ﷺ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ نے یہ دو رکعت نماز کبھی
ترک نہیں کیں۔ (صحیح البخاری: ۵۹۱) اور حضرت معاویہ کی حدیث اس کے معارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ یہ دو رکعت نماز ہمیشہ گھر
میں پڑھتے تھے گھر سے باہر نہیں پڑھتے تھے اس لیے حضرت معاویہ نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس نماز کو پڑھنا
نبی ﷺ کی خصوصیت تھی اور چونکہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان
لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

۵۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ خُبَيْبٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ،
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ
الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبیدہ نے حدیث بیان کی از عبیدہ اللہ از
خُبیب از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو نمازیں پڑھنے سے منع فرمایا فجر کے
بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب
ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۸۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

جس کے نزدیک صرف عصر اور فجر

کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے

۳۲ - بَابُ مَنْ لَمْ يَكْرَهُ الصَّلَاةَ

إِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن فقہاء کے نزدیک صرف عصر کی نماز اور فجر کی نماز کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

زَوَاهُ عُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ، وَابُو سَعِيدٍ، وَابُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ۔
اس عدم کراہت کو حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے۔

ان صحابہ کرام کی احادیث ابواب سابقہ میں گزر چکی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ۵۸۱ ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث: ۵۸۲ ہے اور حضرت ابوسعید خدری کی حدیث: ۵۸۶ ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث: ۵۸۳ ہے۔

۵۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَصَلَّيْ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يُصَلُّونَ لَا أَنْهَى أَحَدًا يُصَلِّي لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ مَا شَاءَ، غَيْرَ أَنْ لَا تَحْرَوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں اس طرح نماز پڑھتا ہوں جس طرح میں نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جو شخص دن اور رات کے کسی وقت میں بھی نماز پڑھے، میں اس کو منع نہیں کرتا سوا اس کے کہ وہ سورج کے طلوع کے وقت نماز کا قصد نہ کرے اور نہ سورج کے غروب کے وقت نماز کا قصد کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

عصر کے بعد قضاء نمازوں

کو پڑھنا

۳۳۔ بَابُ مَا يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ

مِنَ الْفَوَائِتِ وَغَيْرِهَا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا جائز ہے۔

وَقَالَ كُرَيْبٌ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَّي النَّبِيُّ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكَعَتَيْنِ، وَقَالَ شَغَلَنِي نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، عَنِ الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ۔
اور کرب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی ہے اور فرمایا: مجھے عبد القیس کے وفد نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے مشغول کر دیا تھا۔

اس تعلق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجی اور یہ پیغام دیا: آپ سے ام سلمہ عرض کرتی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ عصر کے بعد ان دو رکعت نماز کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور میں نے آپ کو یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر جواب دیا: اے بنت ابی امیہ! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس قبیلہ عبد القیس کے لوگ آئے تھے میں ان کے ساتھ مشغول رہا اور ظہر کے بعد دو رکعت نہیں پڑھ سکا سو یہ وہ دو رکعت ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۲۳۳، صحیح مسلم: ۳۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۲۷۳)

فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عصر کی نماز کے بعد سنت کو قضاء کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، اس سنت کو قضاء کرنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے ورنہ قضاء صرف فرض اور واجب کی کی جاتی ہے۔

۵۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاللَّهِ ذَهَبَ بِهِ مَا تَرَكَهُمَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ، وَمَا لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى حَتَّى ثَقُلَ عَنِ الصَّلَاةِ، وَكَانَ يُصَلِّي كَثِيرًا مِّنْ صَلَواتِهِ قَاعِدًا، تَعْنِي الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا وَلَا يُصَلِّيهِمَا فِي الْمَسْجِدِ، مَخَافَةً أَنْ يَثْقُلَ عَلَى أُمَّتِهِ، وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ.

[اطراف الحدیث: ۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۱۶۳۱] (جامع المسانید)

لابن الجوزی: ۱۹۸۷ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جو رسول اللہ ﷺ کو لے گیا! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز کو بالکل ترک نہیں کیا حتیٰ کہ آپ نے اللہ سے ملاقات کر لی اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت ملاقات کی جب نماز پڑھنے سے آپ کا بدن بھاری ہو گیا اور آپ اکثر نمازیں بیٹھ کر پڑھتے تھے حضرت عائشہ کی مراد عصر کی نماز کے بعد دو رکعت تھیں اور نبی ﷺ ان کو پڑھتے تھے اور ان کو مسجد میں نہیں پڑھتے تھے اس خوف سے کہ یہ آپ کی امت پر دشوار ہوں گی اور آپ امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) عبد الواحد بن ایمن (۳) ان کے والد ایمن الحسبشی ابن ابی عمرو الخزومی القرشی الہمکی کے آزاد شدہ غلام (۴) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۲۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اور یہ آپ کی خصوصیت تھی کیونکہ آپ نے امت کو اس سے منع فرمایا ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عصر کے بعد مطلقاً نفل پڑھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ سے بہت احادیث مروی ہیں جن میں آپ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۹۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ ابْنُ أُخْتِي مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! نبی ﷺ نے میرے پاس عصر کے بعد کی دو رکعت پڑھنے کو کبھی ترک نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

۵۹۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكَعَتَانِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً رَكَعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَرَكَعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ

ہمیں عبدالرحمن بن الاسود نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ دو رکعت ایسی ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کبھی نہیں چھوڑتے تھے پوشیدہ نہ ظاہر دو رکعت نماز صبح کی فرض نماز سے پہلے اور دو رکعت عصر کے فرض کے بعد۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

امام نسائی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دو نمازوں کو رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر میں کبھی ترک نہیں کیا پوشیدہ نہ ظاہر دو رکعت نماز فجر سے پہلے اور دو رکعت نماز فجر کے بعد۔ (سنن نسائی: ۵۷۳)

۵۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرُورَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا شَهِدَا عَلَى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلَّى رَكَعَتَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے بیان کیا: میں نے الاسود اور مسروق کو دیکھا وہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی ﷺ جس دن بھی میرے پاس نماز عصر کے بعد آتے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

عصر کے بعد آپ کا ہمیشہ دو رکعت نماز پڑھنا اور اس سے منع فرمانے میں تعارض ہے اس کا جواب

اس سے پہلے یہ کثرت احادیث میں نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے سے ممانعت گزر چکی ہے اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ممانعت کی احادیث رائج ہیں کیونکہ وہ قولی احادیث ہیں اور جن احادیث میں عصر کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے وہ آپ کا فعل ہے اور یہ بات اصول میں مقرر ہے کہ آپ کا قول آپ کے فعل پر رائج ہوتا ہے اس لیے ممانعت کی احادیث رائج ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث عصر کے بعد نماز پڑھنے کی محرم ہیں اور جن احادیث میں عصر کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے وہ صحیح ہیں اور محرم احادیث صحیح احادیث پر رائج ہوتی ہیں لہذا ممانعت کی احادیث رائج ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت ہے چوتھی وجہ یہ ہے کہ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے گھر سے باہر آپ نے منع فرمایا اور عصر کے بعد دو رکعت نماز آپ نے ہمیشہ گھر میں پڑھی ہیں۔

شرح صحیح مسلم میں احادیث مذکورہ کی شرح

ان ابواب میں طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت میں احادیث ہیں اور فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد نوافل کی ممانعت میں احادیث ہیں اور عصر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق احادیث ہیں اور یہ تمام احادیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۱۷۔ ج ۲ ص ۶۱۰۔ ۶۰۳ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① اوقات منوعہ اور مکروہہ کی تفصیل ② قرن شیطان پر اعتراض کا جواب۔

قرن شیطان پر اعتراض اور اس کے جواب کو ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں ذکر نہیں کیا کیونکہ شرح صحیح مسلم میں اس پر بہت مفصل

بحث کر دی گئی ہے۔

۳۴۔ بَابُ التَّكْبِيرِ بِالصَّلَاةِ فِي يَوْمِ غَيْمٍ

ابرآلود دن میں جلدی نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابرآلود دن میں معمول سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ نماز کا وقت نکل جائے اور ابرآلود دن کی وجہ سے وقت گزرنے کا پتا نہ چل سکے لیکن یہ احتیاط اس وقت بھی جب گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں اور اب جب کہ گھڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں تو خواہ بادل ہوں یا بارش ہو نماز معمول کے مطابق اوقات معینہ پر پڑھنی چاہیے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ اور وہ ابن ابی کثیر ہیں از ابو قلابہ کہ ابوالملیح نے ان کو حدیث بیان کی کہ ہم ابرآلود دن میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے کہا: نماز جلدی پڑھنا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کے اعمال ضائع ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۵۳ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے عصر کی نماز ترک کی اس کا گناہ اور

اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۳۵۔ بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

وقت گزرنے کے بعد اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وقت نکلنے کے بعد اذان دینے کا کیا حکم ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود انہوں نے کہا: ہم ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کاش آپ ہم کورات کے آخری حصہ میں ٹھہر لیں آپ نے فرمایا: مجھے خطرہ ہے کہ تم نماز کے وقت سوئے رہو گے حضرت بلال نے کہا: میں تم سب کو بیدار کروں گا پھر وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال نے اپنی سواری کی طرف ٹیک لگالی پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آگئی پس وہ سو گئے پھر نبی ﷺ بیدار ہوئے اور اس وقت سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا آپ نے فرمایا: اے بلال! تمہارا وہ قول کہاں گیا؟ انہوں نے کہا: مجھے ایسی گہری نیند آئی کہ اس سے پہلے ایسی گہری نیند نہیں آئی تھی آپ نے فرمایا: بے شک اللہ جب چاہتا ہے تمہاری روجوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہاری روجوں کو لوٹا دیتا ہے اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دے

۵۹۵۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَسَتْ بَنَاتُ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ أَخَافُ أَنْ تَنَامُوا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ بَلَالٌ أَنَا أَوْقِظُكُمْ فَاضْطَجَعُوا وَأَسْنَدَ بَلَالٌ ظَهْرَهُ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَعَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا بَلَالُ أَيْنَ مَا قُلْتَ؟ قَالَ مَا الْقَيْتُ عَلَى نَوْمَةٍ مِثْلَهَا قَطُّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ يَا بَلَالُ قُمْ فَأَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلَاةِ فَتَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَتْ قَامَ فَصَلَّى [طرف الحديث: ۷۱ ۷۲]

(سنن ابوداؤد: ۳۳۹۰-۳۳۹۱ سنن نسائی: ۸۳۵ موطا امام مالک:

۲۵ دار المعرفۃ بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۶۷-۶۸ السنن الکبریٰ

النسائی: ۱۱۳۳۸ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۱۶ کتاب الاسماء والصفات ص ۱۳۲ آپ نے وضوء کیا پھر جب سورج بلند ہو گیا اور سفید ہو گیا تو آپ صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۹ صحیح ابن حبان: ۱۵۷۹ مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۷ طبع نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔
قدیم مسند احمد: ۲۲۶۱۱ ج ۳ ص ۲۹۶ مؤسسة الرسالة بیروت

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) محمد بن فضیل (۳) حصین بن عبدالرحمن السلی الکوفی یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبداللہ بن ابی قتادہ (۵) ان کے والد حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کا نام الحارث بن ربیع بن بلد یہ الانصاری ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۲۷)

روح کی تعریف اور اس کے افعال اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے: بے شک اللہ نے تمہاری روحوں کو قبض کر لیا۔

”الارواح“ ”الروح“ کی جمع ہے یہ مذکر اور مؤنث ہے روح کی تعریف یہ ہے: یہ ایک جوہر لطیف روحانی ہے جس کا بدن کے ہر ہر جز میں اس طرح حلول ہوتا ہے جس طرح نمی کا پتے میں یا خوشبو کا پھول میں یا آگ کا انگارے میں حلول ہوتا ہے نداء اور دنیا کی ردی چیزیں اور فحش اور فجور اور بُرے افعال اور دیگر غیر شرعی اقوال اور افعال روح کو مکدر اور مضحمل کر دیتے ہیں عبادات اذکار اور نیک کام روح کو مطمئن اور مسرور رکھتے ہیں روح جزئیات اور کلیات کا ادراک کرتی ہے اور بدن میں تصرف کرتی ہے یہ کھانے پینے اور فرہ اور دلے ہونے سے مستغنی ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ بدن کے فناء ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے کیونکہ اس کو اپنی بقاء میں بدن کی احتیاج نہیں ہوتی اس کا تعلق عالم عناصر سے نہیں ہے بلکہ عالم ملکوت سے ہے بدن کے نقصان سے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوتا ذکر اذکار سے اس کو لذت حاصل ہوتی ہے اور گناہوں سے اس کو تکلیف ہوتی ہے ان آثار کی اصل قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَلَا تَحْزَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران: ۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے O

نیز قرآن مجید میں ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى. (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض فرماتا ہے اور جن کی موت نہیں آئی ان کو ان کی نیند کے وقت قبض فرما لیتا ہے پھر جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے ان کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر میعاد تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

نیند میں جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفات صغریٰ کہا جاتا ہے اور موت کے وقت جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفات کبریٰ کہا جاتا ہے اور جب تک انسان کی زندگی کی معین میعاد نہیں آتی اس وقت تک نیند میں اس کی روح قبض ہوتی رہتی ہے اور پھر اس کی واپسی ہوتی رہتی ہے۔

نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نیند سے وضوء نہ ٹوٹنا

علامہ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر المالکی القرطبی التونی ۴۶۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحاح کی کتب میں متعدد اسانید سے آئی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک سفر میں صبح کی نماز کے وقت نیند آگئی تھی یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ ایک ہی قصہ ہے اور یہ اس وقت پیش آیا تھا جب آپ خیر سے واپس آرہے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حدیبیہ کے زمانہ کا واقعہ ہے اور یہ ایک ہی سال کا واقعہ ہے اور اسی سال آپ خیر تشریف لے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خیر فتح کر دیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ رات کے آخری حصہ میں سو گئے تھے اور آپ اس وقت بیدار ہوئے جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا اور یہ چیز آپ کی طبیعت اور آپ کے معمول سے خارج ہے اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کے طبائع اور معمولات سے یہ چیز خارج ہے اور میرا گمان ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا اور اس موقع پر جو آپ کو نیند آگئی تو وہ اس لیے تھا کہ یہ چیز سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سو جائے یا نماز کو بھول جائے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اس کا کیا حکم ہے اور وہ نماز کس طرح ادا کرے گا اور یہ واقعہ اس باب سے ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوتا کہ کوئی کام سنت ہو جائے۔ (موطأ امام مالک: ۲۲۸، دار المعرفۃ بیروت)

اور جو چیز آپ کی فطرت اور عادت کے مطابق ہے وہ یہ ہے کہ نیند آپ کے دل کو نہیں ڈھانپتی اور آپ کے نفس سے مخلوط نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۳، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، سنن ترمذی: ۳۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۶، صحیح ابن خزیمہ: ۳۹، دلائل النبوة للبیہقی ج ۱ ص ۲۷۲، شرح السنہ ج ۳ ص ۵، مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۳ طبع قدیم)

نیند کی حالت میں نماز کا فوت ہو جانا گناہ نہیں ہے

جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ نماز فوت ہو جانے کی وجہ سے بے حد خوف زدہ تھے کیونکہ اس وقت ان کو یہ علم نہیں تھا کہ جو شخص سویا ہوا ہو اور اس سے نیند کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے اس سے گناہ ساقط ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ جب ان کی طرف مبعوث کیے گئے تو ان کو کسی چیز کا علم نہیں تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا کہ سونے والے سے اور بھولنے والے سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے اور ان سے نماز ساقط نہیں ہوتی اور ان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھیں باقی سونے والے سے گناہ ساقط ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم تکلیف کو اٹھالیا گیا ہے: (۱) سویا ہوا شخص حتیٰ کہ بیدار ہو جائے (۲) بیماری میں مبتلا شخص حتیٰ کہ تندرست ہو جائے (ایک روایت میں ہے: دیوانہ حتیٰ کہ تندرست ہو جائے) (۳) بچہ حتیٰ کہ بالغ ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۹۹-۳۳۹۸، سنن نسائی: ۳۳۳۲، سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے فرمایا: نیند میں نماز کو ترک کرنے میں کوئی تقصیر نہیں ہے، تقصیر بیداری میں ہے کہ انسان نماز کو ترک کر دے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔

جس وادی میں نماز قضاء ہوئی تھی اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ نبی ﷺ اس وادی میں نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے اس وادی سے نکل گئے اس کی وجہ نبی ﷺ نے خود بیان فرمائی کہ اس وادی میں شیطان ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان بلال کے پاس آیا اور ان کو مسلسل تھپکتا رہا جیسے بچہ کو تھپکا جاتا

ہے۔ (موطأ امام مالک: ۲۶) پھر نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد سوار یوں پر سوار ہو کر وہاں سے نکلیں کیونکہ اس وادی میں شیطان ہے دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اس وادی سے نکلو جس میں تم پر غفلت طاری ہوئی تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے وہاں اس لیے نماز نہ پڑھی ہو جس طرح آپ نے بابل کی سرزمین میں نماز نہیں پڑھی تھی حدیث میں ہے:

ابوصالح غفاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر کرتے ہوئے بابل کے علاقے سے گزرے ان کے پاس عصر کی اذان دینے کے لیے مؤذن آیا جب وہ اس جگہ سے نکل گئے تو انہوں نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے فرمایا: مجھے میرے حبیب نے منع فرمایا ہے کہ میں قبرستان میں نماز پڑھوں اور مجھے آپ نے سرزمین بابل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس جگہ پر لعنت کی گئی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۱)

اور یہ بھی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ وادی شمود پر آئے تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا: یہاں سے جلدی گزر جائیں کیونکہ اس وادی پر لعنت کی گئی ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں پر عذاب کیا گیا تھا، سو تم ان پر بغیر روتے ہوئے نہ گزرو اور اگر تم رونہ سکو تو پھر ان لوگوں پر داخل نہ ہو، کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر آیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۳، صحیح مسلم: ۲۹۸۰، مصنف عبد الرزاق: ۱۴۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۹۶)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ۔۔۔۔۔۔۔

اور اس پر حافظ ابن عبد البر کا اعتراض

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ نبی ﷺ جو اس وادی سے نکل گئے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور نبی ﷺ نے طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور اس وقت فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل پڑھنا جائز ہے اور یہ ایسا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے سو عید کے دن فرض روزہ رکھنا جائز ہے نہ نفل روزہ رکھنا جائز ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کا ایک کنارہ غروب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج (مکمل) غروب ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۳، صحیح مسلم: ۸۲۸، کنز العمال: ۱۹۵۸۷)

اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز پادا آئے اس وقت نماز پڑھ لے۔

(صحیح مسلم: ۶۸۴، سنن نسائی: ۶۱۳، سنن ابن ماجہ: ۶۹۵)

اس حدیث کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص سو گیا یا نماز کو بھول گیا اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سورج کے طلوع یا غروب کے وقت نماز پڑھے اور فقہاء احناف کے خلاف حجت یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر

کا ایک سجدہ پالے تو اپنی نماز پوری کرے اور جب وہ طلوع آفتاب سے پہلے نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

(صحیح البخاری: ۵۵۶، صحیح مسلم: ۶۰۸)

حافظ ابن عبد البر کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں امام ابو حنیفہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے، ہم نعمۃ الباری میں حدیث: ۵۵۶ کی شرح میں اس کی مکمل وضاحت کر چکے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور جس نے طلوع آفتاب کے بعد باقی ماندہ ایک رکعت پڑھی، اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ عصر کی نماز کا آخری وقت ناقص ہوتا ہے، لہذا جس نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھی، وہ غروب آفتاب کے بعد باقی ماندہ نماز پڑھ لے، اس کی نماز ناقص شروع ہوئی تھی اور ناقص ختم ہو جائے گی، اس کے برخلاف صبح کا پورا وقت کامل ہوتا ہے، لہذا جب طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اور طلوع آفتاب کے بعد دوسری رکعت پڑھی تو یہ نماز شروع کامل وقت میں کی تھی اور ختم ناقص وقت میں کی، اس لیے یہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھنے کا وقت پالیا یا غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھنے کا زمانہ پالیا، مثلاً وہ اسی وقت مسلمان ہوا تھا یا وہ اسی وقت بالغ ہوا تھا یا عورت کا حیض اسی وقت منقطع ہوا تھا تو ان سب پر اس دن کی فجر یا عصر فرض ہو جائے گی، جس کو وہ بعد میں ادا کریں گے۔

اس وادی میں جواز نماز کی تحقیق

حافظ ابن عبد البر نے کہا: ہمارے نزدیک اس باب میں مختار قول یہ ہے کہ اس وادی میں اور کسی بھی زمین کے ٹکڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے، جب تک کہ وہاں پر کسی نجاست کا یقین نہ ہو اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ مقبرہ میں یا سرزمین بابل میں یا جس جگہ شیطان کا اثر ہو یا اونٹنوں کے باڑے میں یا جو جگہ ملعون ہو، وہاں نماز نہ پڑھی جائے، وہ تمام احادیث اس حدیث سے منسوخ ہیں، جس میں تصریح ہے کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، ہر نبی کو ایک خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے حلال نہیں تھیں اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے اور مسجد بنا دیا گیا ہے، لہذا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور چھ ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۱، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۳۳، دلائل النبوة للبیہقی ج ۵ ص ۷۷۲)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اپنے فضائل اور خصائص کی خبر دی ہے اور اہل علم کے نزدیک آپ کے فضائل نہ منسوخ ہو سکتے ہیں اور نہ تبدیل ہو سکتے ہیں اور نہ ان میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے اس حدیث کی بہت طویل شرح کی ہے اور ہم نے باب مذکور کی حدیث سے متعلق حصہ کو نقل کر دیا ہے اور باقی تفصیلات کو ترک کر دیا ہے۔ (اتمید ج ۲ ص ۵۷۰-۵۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ)

رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا، نماز فجر کی حفاظت کا انتظام کرنا اور دیگر اہم مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے کے لیے کسی جگہ قیام کیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ جن کاموں میں دنیاوی خیر ہو ان کا امیر اور قوم کے سربراہ سے مطالبہ کرنا جائز ہے۔

(۲) چونکہ اس وادی کے اندر اخیر شب سونے میں یہ خطرہ تھا کہ کہیں فجر کی نماز فوت نہ ہو جائے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ وہ نماز کے وقت سب کو جگائیں اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے سربراہ کو نماز کی حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کرنا چاہیے اور یہ کہ اپنے کسی خادم کو نماز کی حفاظت کے لیے معین کرنا چاہیے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خصوصاً اس لیے مقرر فرمایا کہ اذان دینے کے لیے وہی مامور تھے۔ (آج کل صبح کی نماز میں اٹھنے کے لیے جو الارم لگایا جاتا ہے وہ بھی اس کے قائم مقام ہے۔ سعیدی غفرلہ)

قضاء نماز کے لیے اذان دینا اور اقامت کہنا اور سنت فجر کی قضاء کرنا

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قضاء نماز کے لیے بھی اذان دینا مستحب ہے اس حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کو پڑھنے کا ذکر نہیں ہے لیکن حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کے پڑھنے کا بھی ذکر ہے وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے پس لوگ سو گئے اور نماز فجر کا وقت نکل گیا اور سورج کی گرمی سے سب بیدار ہوئے پس وہ تھوڑی دیر چلے حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا پھر آپ نے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا تو اس نے اذان دی پھر آپ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھی پھر آپ نے اقامت کہنے کا حکم دیا پھر آپ نے نماز فجر پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

قضاء نماز کو فوراً پڑھنا واجب نہیں، طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کا عدم جواز اور قضاء نماز کی جماعت کا جواز

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو نماز کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہوئی ہے اس کو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے یہی صحیح مذہب ہے لیکن اگر کوئی شرعی مانع نہ ہو تو اس کو فوراً ادا کرنا مستحب ہے اور یہاں شرعی مانع یہ تھا کہ جب وہ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے اس لیے آپ نے کچھ اور آگے سفر کیا اور جب سورج بلند ہو گیا تو پھر آپ نے نماز پڑھائی۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن اوقات میں آپ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے ان اوقات میں قضاء نماز بھی پڑھنا جائز نہیں ہے اسی وجہ سے آپ نے فوراً نماز نہیں پڑھائی۔ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب سورج طلوع ہونے کے بعد ایک نیزہ یا دو نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے اس وقت نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۶) چونکہ نبی ﷺ نے صحابہ کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

سنت فجر کو قضاء کرنے میں مذاہب

(۷) سنن ابوداؤد میں قضاء نماز سے پہلے سنت فجر پڑھنے کا ذکر ہے اس لیے فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک فجر کی سنت کی بھی قضاء کرنا جائز ہے امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو طلوع آفتاب کے بعد سنت فجر کی قضاء کر لے اور امام محمد

ہے کیونکہ اس غزوہ میں کفار کی متعدد جماعتوں نے مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا۔

اس حدیث میں ”بطحان“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: مدینہ کی وادی۔

غزوہ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کی تعداد

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی دوسری احادیث میں چار نمازوں کا ذکر ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو چار نمازوں کے پڑھنے سے مشغول رکھا حتیٰ کہ جتنا اللہ نے چاہا رات کا حصہ گزر گیا پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا سوانہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ (سنن ترمذی: ۱۷۹، مسند احمد ج ۱ ص ۷۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں عشاء کی نماز کو بھی قضاء نمازوں میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ عشاء کی نماز تورات میں پڑھی گئی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عشاء کی نماز اس کے معروف وقت میں نہیں پڑھی گئی تھی اس لیے اس کو (ظاہر) قضاء نمازوں میں شمار کر لیا گیا۔

غزوہ خندق کے دن جو نمازیں قضاء کی گئیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا صلوٰۃ خوف میں یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت دشمن کے سامنے مسلح کھڑی رہے اور دوسری جماعت نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھے پھر ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آ کر نبی ﷺ کی اقتداء میں ایک رکعت نماز پڑھے اور بعد میں مسبوق کی طرح اپنی نماز پوری کرے پھر وہ دشمن کے سامنے چلی جائے اور پھر پہلی جماعت الحق کی طرح اپنی نماز پوری کرے اور چونکہ غزوہ خندق تک صلوٰۃ خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس وجہ سے بعض نمازیں قضاء کی گئیں ورنہ نماز کو ترک کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق

علامہ بدرالدین عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ غزوہ خندق کے دن مسلمانوں کی جو نماز رہ گئی تھی وہ صرف ایک نماز تھی اور وہ نماز عصر تھی اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۃ الاحزاب کے دن فرمایا: (کفار نے) ہم کو صلوٰۃ الوسطی کے پڑھنے سے مشغول کر دیا حتیٰ کہ سورج غروب کی طرف لوٹ گیا اللہ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے یا فرمایا: ان کے گھروں کو یا ان کے بیٹوں کو آگ سے بھر دے۔

(صحیح مسلم: ۶۲، رقم المسلسل: ۱۳۹۶، صحیح البخاری: ۲۹۳۱، سنن ابوداؤد: ۴۰۹، سنن ترمذی: ۲۹۸۳، سنن نسائی: ۴۷۳، ۴۷۴، مسند احمد ج ۱ ص ۷۹)

بعض علماء نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ غزوہ خندق کئی روز تک ہوتا رہا تھا اس لیے ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپ کی صرف نماز عصر قضاء ہوئی ہو جیسے حضرت علی اور حضرت عمر کی روایت ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپ کی چار نمازیں قضاء ہوئی ہوں جیسے حضرت ابن مسعود کی روایت ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ نمازیں آپ سے لیسانا قضاء ہوئی تھیں یا عدا قضاء ہوئی تھیں اور زیادہ رائج یہ ہے کہ خندق

کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے آپ نے یہ نمازیں عمداً ترک کی تھیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ دشمن کے خلاف جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے کیا اب بھی نماز کو ترک کر نماز جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے یعنی اب نماز کو قضاء کرنے کے بجائے صلوٰۃ الخوف کے طریقہ پر ادا کیا جائے گا۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۱۳۲-۱۳۳)

قضاء نمازوں کی ترتیب کا وجوب اور ان کی شرائط

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ وقتی نماز اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب ہے پہلے وقتی نماز پڑھی جائے گی پھر قضاء نماز پڑھی جائے گی امام ابو حنیفہ ان کے اصحاب امام مالک امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ وقتی اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے یہی امام شافعی بعض مالکیہ اور ظاہریہ کا مذہب ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۳۳، اراکلب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کی کوئی نماز قضاء ہو جائے وہ اس کو ادا کرے اور وقتی نماز پر اس کو مقدم کرے اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قضاء نمازوں اور وقتی نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ ترتیب مستحب ہے کیونکہ ہر فرض اپنی جگہ مستقل ہے لہذا وہ دوسرے فرض کی ادائیگی کے لیے شرط نہیں بنے گا ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کو بھول جائے اور اس کو وہ نماز اس وقت یاد آئے جب وہ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے اور جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر وہ اس نماز کو پڑھے جس کو پڑھنا بھول گیا تھا پھر اس نماز کو دہرائے جس کو امام کے ساتھ پڑھا تھا۔ یہ حدیث مرفوع بھی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے۔ (سنن دارقطنی: ۱۵۳۲- ج ۲ ص ۹۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۱، نصب الراية ج ۲ ص ۱۶۲)

اور اگر اس کو وقتی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو پہلے وقتی نماز پڑھ لے پھر فوت شدہ نماز کی قضاء پڑھے کیونکہ وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح بھولنے کی وجہ سے اور قضاء نمازوں کی کثرت کی وجہ سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور اگر اس نے فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھا تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھنے کی ممانعت کسی اور وجہ سے ہے اس کے برخلاف جب وقت میں وسعت اور گنجائش ہو اور وہ وقتی نماز کو پہلے پڑھ لے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے وقتی نماز کو اس کے اس وقت سے پہلے پڑھا ہے جو حدیث سے ثابت ہے اور اگر اس کی کئی نمازیں قضاء ہو گئی ہوں تو ان قضاء نمازوں کو اس ترتیب سے پڑھے جس طرح ان کی اصل میں ترتیب ہے کیونکہ غزوہ خندق کے دن جب نبی ﷺ کی چار نمازیں قضاء ہو گئیں تو آپ نے ان کو ترتیب وار ادا کیا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۵، سنن دارمی: ۱۲۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۶)

سوا اس صورت کے کہ چھ سے زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں کیونکہ فوت شدہ نمازیں جب زیادہ ہو جائیں تو ان کے درمیان ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور کثرت کی حد یہ ہے کہ قضاء نمازوں کی تعداد چھ ہو جائے اور چھٹی نماز کا وقت نکل جائے اسی طرح الجامع الصغیر میں مذکور ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۵۵-۱۵۴، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان، الجامع الصغیر ص ۱۰۶، ادارۃ القرآن، کراچی)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۳۲۹- ج ۲ ص ۲۵۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: کفار کو سب و شتم۔

۳۷۔ بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلَوةً

فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا ، وَلَا

يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ

جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا تو جب وہ اس

نماز کو یاد کرے اس کو پڑھ لے اور اس وقت

صرف اسی نماز کو پڑھے گا

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے اور اس وقت وہ صرف اسی نماز کو ادا کرے گا۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً وَاحِدَةً عَشْرِينَ سَنَةً لَمْ يُعَدَّ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ الْوَاحِدَةَ.

اور ابراہیم النخعی نے کہا: جس شخص نے ایک نماز بیس سال تک نہیں پڑھی تو وہ صرف اسی ایک نماز کی قضا کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلق سے ان لوگوں کے رد کا ارادہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ وہ اس نماز کو دو مرتبہ پڑھے گا۔

۵۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا ، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (ط: ۱۴). قَالَ مُوسَى قَالَ هَمَامٌ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدُ ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (ط: ۱۴). وَقَالَ حَبَّانٌ حَدَّثَنَا هَمَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم اور موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کہ آپ نے فرمایا: جو شخص کسی نماز کو بھول گیا تو اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:) اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (ط: ۱۳) موسیٰ نے بیان کیا: ہمام نے کہا: میں نے قتادہ کو بعد میں یہ پڑھتے ہوئے سنا: اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (ط: ۱۳) اور حبان نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل حدیث بیان کی از نبی ﷺ۔

(صحیح مسلم: ۶۸۳، الرقم السلسل: ۱۵۳۸، سنن ابوداؤد: ۳۴۲، سنن ترمذی: ۱۷۸، سنن نسائی: ۶۱۲، سنن ابن ماجہ: ۶۹۶، صحیح ابن خزیمہ: ۹۹۳، ابن حبان: ۱۵۵۶، مستدرج ص ۳، طبع قدیم مستدرج: ۱۳۰۰، ج ۲ ص ۴۱۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید ابن الجوزی: ۴۶۳، منتبہ الرشدریاض: ۱۳۲۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) موسیٰ بن اسماعیل المقرئ التبوذکی (۳) ہمام بن یحییٰ (۴) قتادہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۳۵)

قضاء نماز کو فوراً ادا کرنے پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جس وقت اس کو نماز یاد آئے فوراً اس کو قضاء کر لے حالانکہ قضاء نماز پڑھنا فوراً واجب نہیں بلکہ اس کو قضاء کرنے میں وسعت دی گئی ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس کو یاد

آئے کہ اس نے فلاں نماز قضاء پڑھنی ہے اور ایک مدت تک اس کو یاد رہے اور اسی اثناء میں وہ اس نماز کو پڑھ لے تو اس پر یہ صادق آئے گا کہ اس کو جب وہ نماز یاد آئی تو اس نے اس نماز کو پڑھ لیا اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ جس مدت میں اس کو نماز یاد آئے تو وہ اس مدت کی پہلی ساعت میں اس نماز کو پڑھ لے۔

اس کی توجیہ کہ فوت شدہ نماز کا کفارہ صرف اس کی قضاء کرنا ہے

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: اس قضاء نماز کا صرف یہی کفارہ ہے۔

کفارہ کا معنی ہے: وہ فعل جو کسی گناہ کو مٹا دے یا اس گناہ کو چھپا دے اس کا حاصل یہ ہے کہ فوت شدہ نماز کا صرف یہی کفارہ ہے یا اس کا صرف یہی تدارک اور تلافی ہے کہ اس کو پڑھ لیا جائے اور جو شخص اس نماز کو پڑھنا بھول گیا تھا اس پر اس کی تلافی میں کسی چیز کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے یا اس کے تاوان میں اس پر کوئی جرمانہ نہیں ہے۔

جو نماز کے وقت نشہ میں تھا یا سو گیا تھا یا نماز کو بھول گیا تھا اس کا کفارہ صرف اس نماز کو ادا کرنا ہے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول گیا خواہ وہ ایک نماز ہو یا متعدد نمازیں ہوں اس پر اس نماز کی قضاء لازم ہے اور اسی طرح اگر وہ نماز کے وقت میں سوتا رہا خواہ اس میں ایک وقت کی نماز کا وقت گزرا یا متعدد نمازوں کا وقت گزرا تو اس پر اس کی قضاء لازم ہے اور قضاء نماز پڑھنے کے بعد اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اہل ظواہر اور غیر مقلدین کے نزدیک جو شخص نشہ میں مدہوش ہو اور اس وجہ سے اس کی نماز فوت ہو جائے تو نشہ اترنے کے بعد اس پر اس نماز کی قضاء لازم ہے اور وہ ساری عمر اس نماز کو قضاء کر سکتا ہے۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۳۵۶ھ لکھتے ہیں:

جو شخص نشہ میں تھا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا یا وہ سو یا ہوا تھا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا یا وہ نماز کو بھول گیا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا، خصوصیت سے صرف ان لوگوں پر یہ فرض ہے کہ وہ ہمیشہ ان نمازوں کی قضاء کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ. (النساء: ۴۳)

تم کیا کہہ رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نشہ میں مدہوش شخص کے لیے نماز پڑھنا مباح نہیں کیا حتیٰ کہ وہ جان لے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیند میں تقصیر نہیں ہے، تقصیر بیداری میں ہے پس جب تم میں سے کوئی شخص نماز کو بھول جائے یا نماز کے وقت سو یا ہوا ہو تو اس کو جب نماز یاد آئے پڑھ لے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۱، سنن ترمذی: ۷۷۱، سنن نسائی: ۶۱۱)

ان تمام امور پر یقینی اجماع ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۲ ص ۱۰-۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

غیر مقلدین کے نزدیک جس نے عمداً نماز کو ترک کیا وہ اس نماز کی قضاء نہیں کرے گا اس پر شیخ ابن حزم کے دلائل اور مصنف کے جوابات

داؤد ظاہری، غیر مقلدین اور شیخ ابن حزم کا مذہب یہ ہے کہ نشہ میں مدہوش سوئے ہوئے اور جس نے بھولے سے نماز کو ترک کر دیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا تو صرف ان ہی لوگوں پر نماز کی قضاء لازم ہے اور جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کر دیا اس کے لیے نماز کو قضاء کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ ابن حزم اندلی متوفی ۵۶۴ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے عدا نماز کو ترک کیا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا، یہ شخص کبھی بھی نماز کو قضا نہیں کر سکتا، اب اس کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیک کام کرے اور بہ کثرت نوافل پڑھے تاکہ قیامت کے دن اس کے گناہوں کا پلہ ہلکا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جس نے عدا نماز کو ترک کر دیا، وہ وقت نکلنے کے بعد اس نماز کی قضا کرے۔

شیخ ابن حزم نے کہا: ہمارے قول کی صحت پر یہ آیات دلیل ہیں:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (الماعون: ۵)
ان نمازیوں کے لیے عذاب ہے O جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں O

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا (مریم: ۵۹)
پھر ان کے بعد ان کے برے چلن پید ہوئے جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی وہ منقریب (جہنم کی وادی) غی میں داخل ہوں گے O

اگر عدا نماز کو ترک کرنے والے کا کفارہ یا نماز کو ترک کرنے کی تلافی وقت گزرنے کے بعد اس کی قضا پڑھنے سے ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ نماز ترک کرنے والے کو عذاب ہو گا یا اس کو دوزخ کی وادی میں ڈال دیا جائے گا۔

(المکمل بالآثار ج ۲ ص ۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان آیات سے شیخ ابن حزم کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ آیات وعید میں قرآن مجید کا عام اسلوب یہ ہے کہ جس فعل پر قرآن مجید نے وعید سنائی ہے جب بندہ اس فعل پر توبہ کر لے اور اس فعل کا تدارک اور اس کی اصلاح کر لے تو پھر وہ وعید ساقط ہو جاتی ہے قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ (المائدہ: ۳۹)
پس جس شخص نے اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے

اصلاح کا معنی یہی ہے کہ اس نے اس گناہ کا تدارک کر لیا، مثلاً کسی کا مال چھینا تھا تو اس کا مال واپس کر دیا، کسی کی امانت میں خیانت کی تھی تو اس کی امانت واپس کر دی، کوئی روزہ بغیر شرعی عذر کے ترک کیا تھا تو اس روزے کی قضا کر لی، کسی سال کی زکوٰۃ نہیں دی تھی تو اس سال کی زکوٰۃ ادا کر دی، بغیر عذر کے کسی وقت کی نماز نہیں پڑھی تھی اور اس نماز کا وقت گزر چکا تھا تو بعد میں اس وقت کی نماز پڑھ لی، قرآن مجید میں اسی معنی میں حسب ذیل آیات ہیں:

أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا أَوْ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ (الانعام: ۵۴)
(یہ اللہ کی رحمت ہے) کہ تم میں سے جو شخص جہالت سے کوئی گناہ کر گزرے پھر اپنے گناہ کے بعد توبہ کرے اور اس گناہ کی اصلاح کر لے تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے

اصلاح کر لے تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ
يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ۝ (مریم: ۶۰)

مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے تو یہ
وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا
جائے گا ۝

اللہ تعالیٰ نے علم اور ہدایت کے چھپانے پر لعنت فرمائی ہے (البقرہ: ۱۵۹) اور مرتد ہونے پر عذاب کی وعید فرمائی ہے (آل عمران: ۸۸) پھر فرمایا: جو لوگ علم چھپانے کے بعد توبہ کر لیں اور علم کو بیان کر دیں اور اصلاح کر لیں اسی طرح مرتد ہونے کے بعد توبہ کر لیں اور دوبارہ اسلام لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ۝

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ
عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ (البقرہ: ۱۶۰)

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے (علم کو چھپانے سے) توبہ کر
لی اور اصلاح کر لی اور (علم کو) بیان کر دیا سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی
میں توبہ قبول فرماؤں گا اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم
فرمانے والا ہوں ۝

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ
غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (آل عمران: ۸۹)

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے (مرتد ہونے کے بعد) توبہ کر
لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا بہت
رحم فرمانے والا ہے ۝

النمل: ۱۱۹، النور: ۵ اور الفرقان: ۱۷ میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا ہے کہ جو شخص گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح
کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اور اصلاح کرنے کا معنی یہی ہے کہ وہ اس گناہ کا کفارہ ادا کرے اور اس کا تدارک کرے۔
عما نماز ترک کرنے پر نماز قضاء کرنے کی دلیل

نیز جمہور علماء نے عما نماز کے ترک کرنے کو نماز کے وقت سونے یا نماز کے بھولنے پر قیاس کیا ہے اور جب حدیث میں نماز
کے وقت سونے والے یا نماز کو بھولنے والے پر لازم کیا ہے کہ جب اس کو نماز یاد آئے تو وہ اس نماز کو پڑھے تو اسی قیاس پر کہا جائے گا
کہ جب کسی نے عما نماز کو ترک کیا تو جب اس کو یاد آئے کہ اس نے فلاں وقت کی عما نماز نہیں پڑھی تھی تو وہ اس نماز کی قضاء کرے
اور یہ قیاس دلائل النص کے طور پر ہے جیسے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ
أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَفٍ وَلَا تَنْهَرْهُمَا ۝

اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا اگر تمہارے پاس وہ
دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بڑھا پے کو پہنچ جائیں تو ان
سے اف (تک) نہ کہنا اور نہ ان کو ڈانٹنا۔ (بنی اسرائیل: ۲۳)

جب ماں باپ کو اف کہنا اور ڈانٹنا بھی ممنوع ہے تو ان کو مارنا تو بہ طریق اولیٰ ممنوع ہوگا اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب بھولے
سے نماز کو ترک کرنے کی قضاء لازم ہے تو عما نماز کو ترک کرنے کی قضاء تو بہ طریق اولیٰ لازم ہوگی باقی رہا یہ سوال کہ نبی ﷺ نے
بھولے سے نماز کو ترک کرنے پر تو نماز کو قضاء کرنے کا حکم بیان فرمایا تو آپ نے عما نماز ترک کرنے کا حکم کیوں نہیں بیان فرمایا؟ اس کا
جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے عہد میں کوئی شخص بھی عما نماز کو ترک نہیں کرتا تھا اور آپ کے عہد میں وقت پر نماز نہ پڑھنے کا سبب
غالب یہی تھا کہ لوگ نماز کے وقت سوئے ہوئے ہوں یا نماز پڑھنا بھول جائیں اور نماز کا وقت نکل جائے سو آپ نے اس کا حکم بیان
فرمایا اور عما نماز ترک کرنے والے کا حکم اس پر قیاس کرنے کے لیے چھوڑ دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

پس اے آنکھوں والو! قیاس کرو O

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ O (المحشر: ۲)

اس آیت کی تفسیر میں ہم نے قیاس کے حجت ہونے پر قیام القرآن کی بارہویں جلد میں بہ کثرت دلائل بیان کیے ہیں۔
بہر حال ہم نے عدا نماز ترک کرنے والے پر نماز کی قضاء کے وجوب اور لزوم پر دلائل بیان کر دیئے اور غیر مقلدین کے
اعتراضات کے جواب ذکر کر دیئے۔ واللہ الحمد علی ذالک

عدا نماز ترک کرنے والے کو غیر مقلدین کا کافر اور واجب القتل قرار دینا

بغیر عذر کے عدا نماز ترک کرنے والے کے متعلق غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ وہ شخص کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔
مشہور غیر مقلد عالم محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں: حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کے درمیان اور شرک اور کفر کے درمیان (حد) نماز کو
ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۲، سنن ابوداؤد: ۳۶۷۸، سنن ترمذی: ۲۶۲۰، سنن نسائی: ۴۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۰)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز ترک کرنا موجب کفر ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص نماز کی فرضیت کا
انکار کر کے نماز کو ترک کرے وہ کافر ہے اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا معتقد ہو اور سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کر دے جیسا کہ اکثر لوگوں
کا حال ہے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک، امام شافعی اور جمہور متقدمین اور متاخرین کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں
ہے بلکہ فاسق ہے اگر اس نے توبہ کر لی تو فہما ور نہ ہم اس کو بہ طور حد قتل کر دیں گے امام احمد بن حنبل کی بھی ایک روایت یہی ہے امام
ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء کوفہ اور مزی شافعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر ہے نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کو قید
میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ نمازی بن جائے اور حدیث مذکور کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اگر وہ جائز
اور حلال سمجھ کر نماز کو ترک کرے تو وہ کافر ہے یا اس کا مسلسل یہ فعل اس کو کفر تک پہنچا دے گا یا اس نے کافروں کا سا فعل کیا۔

امام ابو حنیفہ نے تارک نماز کو قتل نہ کرنے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی
عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کا خون بہانا صرف تین صورتوں میں جائز ہے: وہ شادی شدہ زانی ہو اس کو کسی
شخص کے قصاص میں قتل کیا جائے وہ شخص اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے نکل جائے (اس کے سوا اس کو اور کسی صورت میں قتل کرنا
جائز نہیں ہے)۔ (صحیح البخاری: ۶۸۷۸، صحیح مسلم: ۱۶۷۶، سنن ابوداؤد: ۳۳۵۲، سنن ترمذی: ۱۳۰۲، سنن نسائی: ۴۰۲، سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۴-۳۴۸-۳۸۲)

شیخ شوکانی لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ تارک نماز کافر ہے اور اس کو قتل کیا جائے گا اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے عدا نماز کو ترک کیا اس نے کھلم کھلا کفر کیا۔

(المجموع الاوسط: ۳۳۸، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۰)

(ہمارے نزدیک اس حدیث کی بھی یہی توجیہ ہے کہ جس نے جائز سمجھ کر نماز کو ترک کیا وہ کافر ہے یا اس نے کافروں کا سا کام

کیا۔ سعیدی غفرلہ)

اور اس کو قتل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا

رہوں حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں پس جب وہ یہ کام کر لیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے مگر جس جان یا مال پر اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ عزوجل پر ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۵، صحیح مسلم: ۲۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۳) (نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۱۲-۳۱۱، ملخصاً دارالوفاء ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک اس حدیث سے شیخ شوکانی کا تارک نماز کو قتل کرنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اول تو یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے ثانی یہ کہ اس حدیث میں نماز قائم نہ کرنے والے سے قتال اور جہاد کرنے کا حکم ہے نہ کہ ان کو قتل کرنے کا حکم ہے ثالث یہ کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ کچھ لوگوں کی جماعت نماز پڑھنے کا انکار کر دے تو ان سے قتال کیا جائے جیسے کچھ لوگوں کی جماعت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا تو حضرت ابوبکر نے ان سے جہاد کیا جب کہ شیخ شوکانی اس شخص کے قتل کرنے پر اس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں جو نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور سستی کی وجہ سے عدا نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اور ظاہر ہے کہ اس موقف پر اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے اور خود غیر مقلدین کا بھی اس موقف پر عمل نہیں ہے کم از کم ۵۰ سال سے ہمارے مشاہدہ میں یہ نہیں آیا کہ انہوں نے کسی عدا نماز کے ترک کرنے والے کو قتل کر دیا ہو حالانکہ غیر مقلدین میں بھی ایسے بہت لوگ ہیں جو سستی اور کاہلی یا بے پرواہی کی وجہ سے عدا نماز نہیں پڑھتے جب کہ بعض ممالک میں ان کو اقتدار بھی حاصل ہے۔

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی عدا نماز ترک کرنے والے کو کافر اور واجب القتل قرار دیا ہے اور انہوں نے بھی یہی دلائل پیش کیے ہیں جو نیل الاوطار ص ۳۱۲-۳۱۱ میں مذکور ہیں۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۳۰۷-۳۰۶، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

تارک نماز کو کافر قرار دینے کے متعلق متاخرین غیر مقلدین علماء کی تصریحات

مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

ام سلمہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر امیر ہوں گے جن کی کئی باتیں اچھی ہوں گی کئی بُری جو شخص ان کی بُرائی کو دل سے بُرا سمجھے وہ بُری ہے اور جو کراہت کرے وہ سلامتی والا ہے جو راضی ہو جائے اور بُرائی میں ان کی موافقت کرے (وہ ہلاک ہو گیا) صحابہ نے کہا: کیا ایسے امیروں سے ہم لڑائی نہ کریں؟ فرمایا: نہ جب تک نماز پڑھیں نہ جب تک نماز پڑھیں۔ ان تین حدیثوں سے پہلی میں فرمایا ہے: امیر خواہ نیک ہوں یا بُرے ہر حال میں ان کی تابع داری کرو۔ ہاں! اگر صریح کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس قطعی دلیل ہو تو پھر ان سے بیعت توڑ دو اور ان کا مقابلہ کرو اور دوسری حدیثوں میں فرمایا: ایسے امیروں کی تابع داری ہر حال میں ضروری ہے مگر نماز نہ پڑھیں تو ان سے الگ ہو جاؤ اور ان سے لڑو۔

نتیجہ صاف ہے کہ نماز نہ پڑھنا صریح کفر ہے جس پر خدا کی طرف سے دلیل قطعی آچکی ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ان کے علاوہ اس قسم کی احادیث بہت ہیں جن میں سے ایک دو اوپر کے مضمون میں بھی ذکر ہیں اور بعض مولوی عبدالقادر گنگوہی حصار کی مضمون میں ذکر ہیں جو پرچہ تنظیم کی جلد اول کے ص ۱۷-۱۹ میں درج ہو چکا ہے اور بعض ہمارے مندرجہ جلد ۵-۲ میں مذکور ہیں اور بعض کا محل متفرقات ہیں یہ سب بے نماز کے کفر پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

(فتاویٰ ال حدیث ج ۱ ص ۳۸۳-۳۸۲، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا ۱۴۰۴ھ)

نیز اسی فتاویٰ میں مذکور ہے:

سوال: بے نماز کس کو کہتے ہیں؟ کیا بے نماز ہمیشہ تارک الصلوٰۃ کو کہا جاتا ہے یا چند یوم نماز پڑھے پھر چھوڑ دے یا جو صرف جمعہ اور نماز پڑھے باقی نمازیں نہ پڑھے۔ ایسے لوگوں پر نماز جنازہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی امام یا عالم نماز جنازہ نہ پڑھے تو اس کا یہ عمل شرعی نقطہ نظر سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اگر بے نماز پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی صورت میں شرارتی افراد مسجد کے نام سے کوئی عمارت الگ بنالیں تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے؟ کیا وہ مسجد ضرار تو نہیں؟

جواب: جن دنوں میں کوئی نماز پڑھے ان دنوں میں مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے ورنہ نہیں، کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے اور جو بے نماز کا جنازہ نہ پڑھے وہ عین حق پر ہے اور اس وجہ سے جو مسجد بنائی جائے وہ مسجد ضرار ہے کیونکہ اس کی بنیاد حق پر نہیں بلکہ تفریق اور ضرر کے لیے ہے۔ (عبد اللہ امرتسری ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ / ۱۸ مئی ۱۹۴۰ء) (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۸۶ سرگودھا)

سوال: بے نماز کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے اور بے نماز کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ کیا انہیں ”ہم من ابائہم“ کے تحت کر دیا جائے؟

جواب: بے نماز کا جنازہ نہ پڑھنا چاہیے جس کی دو وجہیں ہیں:

ایک یہ کہ بے نماز کافر ہے اور کافر کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔

دوم: بے نمازیوں کو تنبیہ ہو جائے گی جیسے خودکشی کرنے والے پر اور مقروض پر رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ خودکشی اور قرض سے ترک نماز بڑا گناہ ہے۔ بس اس کی وجہ سے بہ طریق اولیٰ نماز جنازہ ترک ہونی چاہیے۔ رہا بے نماز کی اولاد کا مسئلہ تو اس کے متعلق ظاہر ابہ حکم حدیث ”ہم من ابائہم“ وہ اپنے باپوں سے ہیں۔ اصل تو یہی ہے کہ نماز جنازہ نہ پڑھے کیونکہ کافروں کی اولاد ظاہری احکام میں ماں باپ ہی کے تابع ہوتی ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۸۶ سرگودھا)

نیز اسی فتاویٰ میں مذکور ہے:

یعنی رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: مشرکین اور ہمارے درمیان جو کچھ عہد ہے وہ نماز ہے جو نماز ترک کر دے وہ کافر ہے۔

اس قسم کی بعض اور احادیث بھی ہیں۔ ان سے مطلع صاف ہو گیا کیونکہ جب ترک نماز شرک یا کفر ہوا تو یہ اس دفتر سے ہوا جو خدا

معاف نہیں کرے گا۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۹۵-۳۹۴ سرگودھا)

حافظ عبد اللہ روپڑی نے جن احادیث سے بے نمازی کے کفر پر استدلال کیا ہے ہمارے نزدیک وہ احادیث اس صورت پر محمول ہیں جب کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کرے یا نماز کو معمولی اور حقیر جان کر ترک کرے تو وہ کافر ہے یا اس شخص نے کافروں کا سا کام کیا یا اس شخص کا مسلسل نماز کو ترک کرنا اس کو کفر تک پہنچا دے گا۔

نیز اس فتاویٰ میں مذکور ہے:

سوال: جنازہ کے ساتھ بے نماز کو شامل ہونا کیوں منع ہے؟ (سائل: فتح دین)

جواب: بے نماز کو جنازہ میں شامل ہونے سے ممانعت نہیں بلکہ بے نماز کے جنازہ میں شامل ہونے سے ممانعت ہے۔ ہاں! بے نماز

چونکہ کافر ہے اس لیے اُس کا جنازہ میں شریک ہونا کچھ مفید نہیں۔ (عبد اللہ امرتسری روپڑی ۷ محرم ۱۳۵۷ھ بمطابق ۹ مارچ ۱۹۳۸ء)

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۹۶ ادارۃ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

سوال: بے نمازی مسلمان ہے یا کافر اور جنازہ پڑھنا اور اس کی لاش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: تارک الصلوٰۃ کے حق میں علماء کا اختلاف ہے بہت سے علماء جن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور حافظ ابن قیم وغیرہ بھی ہیں تارک الصلوٰۃ کو کافر مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہیں یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں۔ ان کے سوا اور بہت سے علماء ہیں جن میں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم خیال علماء ہیں تارک الصلوٰۃ کو فاسق فاجر سخت مجرم قرار دیتے ہیں لیکن کافر مرتد نہیں کہتے ہیں۔ حدیث شریف جو تارک الصلوٰۃ کے حق میں آئی ہے ”فقد کفر“ (یعنی وہ کافر ہے) پہلے گروہ کی دلیل ہے دوسرے گروہ کی دلیلیں اور ہیں خاکسار کی تحقیق پچھلے گروہ سے متفق ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۳۶۵ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

اس فتویٰ کی تشریح میں شیخ ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں علمائے کرام مختلف ہیں۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں: ”ولا خلاف بین المسلمین فی کفر من ترک الصلوٰۃ منکر الوجود بها الخ“ یعنی جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہو کر نماز کو ترک کرے وہ بالاتفاق کافر ہے اس کے کفر میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہیں مگر ہاں جو شخص نو مسلم ہو یا مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو اس کو جب تک نماز کے وجوب کی خبر نہ پہنچے تب تک وہ کافر نہیں ہو سکتا اور جو شخص نماز کے وجوب کا عقیدہ رکھ کر بہ سبب کاہلی اور غفلت کے نماز کو ترک کرے جیسا کہ بہت سے لوگوں کا حال ہے تو ایسے تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں لوگوں کا اختلاف ہے پس عترت اور امام مالک اور امام شافعی اور جماہیر سلف و خلف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا شخص کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے وہ اگر توبہ کرے فبہا ورنہ اس کو قتل کرنا چاہیے اور اس کی یہی حد ہے جیسا کہ زانی محسن کی حد قتل ہے مگر ایسے تارک الصلوٰۃ کو تلوار سے قتل کرنا چاہیے اور سلف میں سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وہ کافر ہے اور یہی مذہب مروی ہے حضرت علی سے اور امام احمد سے ایک روایت میں یہی منقول ہے اور عید اللہ بن مبارک اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور ایک جماعت اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نہ کافر ہے اور نہ وہ قتل کیا جاوے گا بلکہ اس کی تعزیر کی جائے گی اور جب تک وہ نماز نہیں پڑھے گا تب تک وہ قید میں رکھا جاوے گا اس کے بعد علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایسا تارک الصلوٰۃ کافر ہے اور وہ قتل کیا جاوے گا اس کا کافر ہونا تو اس وجہ سے حق ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شارع نے ایسے تارک الصلوٰۃ کو کافر لکھا ہے اور جو لوگ اس کے کافر ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ جس قدر معارضات وارد کرتے ہیں ان میں سے ایک بھی ہم کو لازم نہیں آتا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ کفر کی بعض قسمیں ایسی ہوں جو مغفرت و استحقاق شفاعت سے مانع نہ ہوں جیسا کہ اہل قبلہ کا کفر بہ وجہ بعض ایسے گناہوں کے جن کو شارع نے کفر کہا ہے پس اس بناء پر ان تاویلات کی کچھ حاجت نہیں ہے جن میں لوگ پڑتے ہیں۔ انتہی (کلام شوکانی) میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ علامہ ممدوح کی یہ تحقیق حق بالقبول ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۳۶۷-۳۶۶ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

خلاصہ یہ ہے کہ مقدم اور مؤخر علماء غیر مقلدین کے نزدیک بے نماز شخص کافر ہے اور واجب القتل ہے اور چونکہ اس زمانہ میں علماء غیر مقلدین کا اپنے اس موقف پر عمل نہیں ہے اس لیے ان کو عوام بے نماز غیر مقلدین کو کافر نہ قرار دینے اور قتل نہ کرنے کے لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے دامن میں پناہ لینی پڑے گی ورنہ ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ہم مسلک عوام بے نمازیوں کو چن چن کر حکومت سے قتل کروائیں۔

بے عمل اور تارک نماز کے متعلق غیر مقلدین کا مسلک

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم نواب محمد صدیق خان بن حسن القنوجی المتوفی ۱۳۰ھ صحیح مسلم: ۲۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ اور ہماری برکت امام شوکانی سے ان دیہاتیوں کے متعلق سوال کیا گیا، جو کسی شرعی حکم پر عمل نہیں کرتے صرف کلمہ شہادت پڑھتے ہیں آیا وہ کافر ہیں یا نہیں؟ اور کیا مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے ”ارشاد السائل اہل اولی المسائل“ میں اس کا جواب لکھا، جس کی عبارت یہ ہے:

میں کہتا ہوں کہ جو شخص ارکان اسلام اور جمیع فرائض کا تارک ہو اور تمام اقوال اور افعال واجبہ کو چھوڑنے والا ہو اور سوائے کلمہ شہادت پڑھنے کے اور کچھ نہ کرتا ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کافر ہے اور اس کا کفر بہت شدید ہے اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا مباح ہے، احادیث صحیحہ متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ جان اور مال کی سلامتی تب ثابت ہوتی ہے جب ارکان اسلام پر عمل کیا جائے اور مسلمانوں سے جو شخص اس طرح کے کافر کے پڑوس میں رہتا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دے اس کو ثواب کی طرف راغب کرے اور اس کو عذاب سے ڈرائے اور اگر یہ کافر اپنے کفر پر اصرار کرے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے قتال کریں اور اس سے تمام احکام اسلام پر عمل کرائیں اور اگر وہ اس پر عمل نہ کرے تو اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا مباح ہے اور اس کا حکم اہل جاہلیت کا ہے۔ (السراج الوہاج ج ۱ ص ۳۹-۴۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

بے عمل کلمہ گو کے متعلق نبی ﷺ کا ارشاد

نواب صدیق حسن اور ان کی برکت دونوں کے رد کے لیے یہ حدیث کافی ہے:

حضرت عبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آنکھ میں کچھ تکلیف ہو گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس آئیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تو میں اس جگہ کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں، پھر نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب میں سے جن کو اللہ نے چاہا وہ میرے گھر آئے آپ نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ اصحاب آپس میں باتیں کر رہے تھے اور ان کو یہ بہت ناگوار ہوا کہ مالک بن دشتم اس وقت نہیں آئے تھے انہوں نے یہ چاہا کہ نبی ﷺ اس کے خلاف دعا کریں اور وہ ہلاک ہو جائے اور انہوں نے یہ چاہا کہ اس پر کوئی مصیبت آئے جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو آپ نے فرمایا: کیا وہ (مالک بن دشتم) یہ شہادت نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ یہ شہادت دیتا ہے اور یہ شہادت اس کے دل میں نہیں ہے آپ نے فرمایا: جو شخص بھی یہ شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں تو وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا یا فرمایا: اس کو دوزخ نہیں کھائے گی۔ (صحیح مسلم: ۳۳، صحیح البخاری: ۲۲۵، السراج الوہاج ج ۱ ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

جن صحابہ نے حضرت مالک بن دشتم کو منافق کہا تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کا رد کیا اور فرمایا: کیا وہ کلمہ شہادت نہیں پڑھتا، نیز فرمایا: جو شخص کلمہ شہادت پڑھتا ہو وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور نواب صدیق حسن خاں اور ان کے امام اور ان کی برکت (شوکانی) بے عمل کلمہ شہادت پڑھنے والے کو کافر اور واجب القتل قرار دے رہے ہیں!

بے عمل اور تارک نماز کے متعلق اہل سنت اور اہل حق کا مسلک

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یا رکھو! اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص توحید پر مر گیا، وہ قطعی طور پر جنت میں داخل ہوگا، اگر اس نے گناہ نہیں کیے تھے یا گناہ کرنے کے بعد توبہ صحیحہ کر لی تھی تو وہ ابتداءً جنت میں داخل ہوگا اور دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، اور اگر اس نے گناہ کبیرہ کیے تھے اور وہ بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو معاف کر کے اس کو ابتداءً جنت میں داخل کر دے گا، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو دوزخ میں جتنا عرصہ چاہے گا داخل کر کے پھر جنت میں داخل کر دے گا، بہر حال جو شخص توحید پر مر گیا، وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا، خواہ اس نے گناہ کیے ہوں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۵۵۶، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

بے نمازی کے متعلق شیخ عبدالعزیز بن باز کا مفصل فتویٰ

شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز لکھتے ہیں:

جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کرتا ہے تو وہ علماء کے صحیح قول کے مطابق کفر اکبر کا مرتکب ہے، جب کہ وہ وجوب نماز کا اقرار کرتا ہو اور اگر نماز کے وجوب ہی کا منکر ہو تو پھر تمام اہل علم کے ہاں وہ کافر ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اصل معاملہ تو اسلام ہے اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق ترک نماز ہے۔ (صحیح مسلم) نیز آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ وہ عہد جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے وہ نماز ہے جو اسے ترک کر دے وہ کافر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرتا ہے، لہذا اس بات پر تمام اہل علم و ایمان کا اجماع ہے کہ اس کا کفر اس شخص کے کفر کی نسبت اکبر و اعظم ہے جو محض سستی کی وجہ سے نماز کا تارک ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں مسلمان حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں، اگر توبہ کرے تو بہت بہتر ورنہ اس سلسلہ میں وارد دلائل کی بنیاد پر اسے قتل کر دیا جائے۔ تارک نماز کا بایکاٹ اس کے ساتھ قطع تعلقات اور اس کی دعوت کو قبول نہ کرنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے۔ اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ اسے نصیحت کی جائے، حق کی دعوت دی جائے اور ان سزاؤں سے ڈرایا جائے جو ترک نماز کی وجہ سے دنیا و آخرت میں مرتب ہوتی ہیں، شاید اسی طرح وہ توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہ معاف فرما دے۔

میرا دوست نماز پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے

سوال: میرا ایک بہت عزیز دوست جس سے مجھے بہت زیادہ محبت ہے فرض نماز پڑھتا ہے نہ رمضان کے روزے رکھتا ہے میں نے اسے سمجھایا ہے لیکن وہ میری بات نہیں مانتا تو کیا میں اس سے دوستی رکھوں یا نہ رکھوں؟

جواب: اس جیسے آدمیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض اور دشمنی رکھنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لیں کیونکہ علماء کے صحیح قول کے مطابق ترک نماز کفر اکبر ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق ترک نماز ہے۔ (صحیح مسلم) نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے، لہذا جو اسے ترک کر دے وہ کافر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے نیز اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کے روزے ترک کرنا بھی بہت بڑے جرائم میں سے ہے۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ جو شخص بیمار یا سفر وغیرہ کے کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کا روزہ ترک کرتا ہے تو وہ کافر ہے، لہذا واجب ہے کہ آپ اس شخص سے بغض رکھیں۔

اور اسے چھوڑ دیں حتیٰ کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور توبہ کرے۔ مسلمان حکمرانوں پر بھی واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ. (التوبہ: ۵)

پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے اس کی راہ نہ چھوڑی جائے نیز نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے نمازیوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے اس کے قتل سے آپ کو منع نہیں کیا گیا۔ الغرض آیات و احادیث کے اولہ شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے تو مسلمان حکمران پر یہ واجب ہے کہ اسے قتل کرادے بشرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کے دوست کو توبہ اور راہ راست کی توفیق بخشے۔

تارک نماز کے ساتھ سکونت

سوال: کچھ عرصہ قبل مجھے ایک ہسپتال میں داخل ہونے کا اتفاق ہوا میں جس کمرہ میں رہ رہا تھا اس میں دو آدمی اور بھی تھے اور کمرہ میں ہم تین دن تک رہے میں تو اس مدت میں نماز پڑھتا رہا لیکن وہ دونوں آدمی نماز نہیں پڑھتے تھے حالانکہ وہ بھی مسلمان اور میرے ہی شہر کے باشندے تھے میں نے اس سلسلہ میں ان سے کوئی بات بھی نہ کی تو کیا مجھے اس کا گناہ ہوگا کہ میں نے انہیں نماز کا حکم کیوں نہ دیا اگر یہ گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: آپ پر یہ واجب تھا کہ ان دونوں کو نصیحت کرتے اور اس منکر عظیم یعنی ترک نماز کے ارتکاب کی مذمت کرتے تاکہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ پر عمل ہو جاتا:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ O

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں O (آل عمران: ۱۰۴)

اور نبی ﷺ کے اس ارشاد پر عمل ہو جاتا کہ تم میں سے جو کوئی بُرائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے منادے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے (سمجھائے) اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (بُرا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے۔ (صحیح مسلم)

جب آپ نے فرض کو ادا نہیں کیا تو اب واجب یہ ہے کہ اس معصیت کی وجہ سے خالص توبہ کریں۔ خالص توبہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے جو کوتاہی ہوئی اس پر ندامت کا اظہار کریں اب اس سے رُک جائیں اور یہ پختہ عزم کریں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص، تعظیم اس سے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کے خوف کی وجہ سے کریں۔ جو صدق دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ أَعْتَدَى O (طہ: ۸۲)

اور تحقیق جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر سیدھے راستے پر چلے اس کو میں بخشنے والا ہوں O

نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت

سوال: نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت اختیار کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی اور کسی بھی دوسرے کافر کی صحبت جائز نہیں ہے۔ ترک نماز بھی چونکہ نبی ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے کفر ہے کہ

آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق نماز کی وجہ سے ہے۔ (صحیح مسلم) نیز نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔ (احمد ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ باسناد صحیح) ان اور دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صحبت جائز نہیں۔ (مقالات و فتاویٰ مترجم اردوج ۱ ص ۲۵۳-۲۵۱ دارالسلام لاہور ۱۳۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۶۳۔ ج ۲ ص ۳۴۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۸۔ بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ

الْأُولَىٰ فَلِأُولَىٰ

اس باب میں قضاء نمازوں کو ادا کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے یعنی قضاء نمازوں میں جو پہلی نماز ہے اس کو پہلے ادا کیا جائے اور

جو دوسری نماز ہے اس کو بعد میں ادا کیا جائے۔ علیٰ ہذا القیاس!

۵۹۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عَنْ

هَشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي

سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ

كُفَّارَهُمْ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كَذْتُ أُصَلِّيَ الْعَصْرَ

حَتَّىٰ غَرَبَتْ قَالَ فَنَزَلْنَا بِطُحَانَ فَصَلَّىٰ بَعْدَ مَا

غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام

انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن ابی کثیر ہیں

از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن کفار کو برا کہہ رہے تھے اور انہوں نے کہا:

یا رسول اللہ! میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا

پھر ہم مدینہ کی ایک وادی میں گئے پھر آپ نے سورج کے غروب

ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز

پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۹۶ میں گزر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمائیں۔

۳۹۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا مکروہ ہونا

اس عنوان میں ”سمر“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: رات کو باتیں کرنا اور اس سے مراد ہے: رات کو وہ باتیں کرنا جو مباح ہوں

اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ ان میں مشغولیت کی وجہ سے جو شخص سحری کے وقت تہجد کے لیے اور ذکر اور

استغفار کے لیے اٹھتا ہے وہ اس سے محروم نہ ہو جائے یا نماز فجر اور اس کی جماعت سے محروم نہ ہو جائے مباح باتیں کرنا اس وقت

مکروہ ہے لیکن عین اذہ و نطق و نصیحت کی باتیں کرنا اس وقت بھی مستحب ہیں اور گناہ کی باتیں کرنا ہر وقت حرام ہیں۔ امام بخاری

فرماتے ہیں:

السَّامِرُ مِنَ السَّمْرِ وَالْجَمْعُ السَّامَرُ وَالسَّامِرُ

هَهُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمْعِ.

۵۹۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ قَالَ حَدَّثَنَا

عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنْهَالِ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي

إِلَى أَبِي بَرَزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبِي حَدَّثَنَا كَيْفَ

”السَّامِرُ“ ”سَمَرُ“ سے ماخوذ ہے اور جمع ”السَّامَرُ“

ہے اور ”السَّامِرُ“ یہاں پر جمع کی جگہ میں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

ہمیں عوف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو المنہال نے

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ؟ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ وَهِيَ الَّتِي تَحْدُوْنَهَا الْأُولَى، حِينَ تَذْخُضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي بِالْعَصْرِ، ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى أَهْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ، قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، حِينَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ، وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا پس ان سے میرے والد نے کہا: ہمیں حدیث بیان کریں کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ فرض نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے یہ وہ نماز ہے جس کو تم پیشین کہتے ہو وہ یہ نماز اس وقت پڑھتے جب سورج (سر کی سیدھ سے) زائل ہو جاتا تھا اور عصر کی نماز پڑھتے پھر ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھر لوٹ جاتا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا اور میں بھول گیا کہ انہوں نے مغرب کے متعلق کیا کہا تھا اور آپ اس کو پسند کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو موخر کیا جائے اور عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو (بھی) ناپسند کرتے تھے اور فجر کی نماز کے بعد آپ واپس ہوتے تو اس وقت ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لیتا تھا اور آپ سانھ سے لے کر سو آیتیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: ظہر کا وقت زوال سے ہوتا ہے اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کے بعد باتوں کی کراہت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا

۴۰۔ بَابُ السَّمَرِ فِي الْفَقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد فقہی مباحث اور نیکی کی باتیں کرنا پسندیدہ ہیں اور باب سابق میں یہ

بیان کیا گیا تھا کہ عشاء کے بعد مباح باتیں کرنا ناپسندیدہ ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن الصباح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو علی الحنفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قرہ بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم الحسن (البصری) کا انتظار بڑھ رہے تھے انہوں نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ ان کے مسجد جے اٹھنے کا وقت آ گیا تب وہ آئے اور (دیر سے آنے کا عذر بیان کیا) کہ ہمارے ان پڑوسیوں نے ہمیں بلا لیا تھا پھر کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک رات ہم نبی ﷺ کا انتظار کر رہے تھے حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی

۶۰۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ أَنْتَظَرْنَا الْحَسَنَ، وَرَأَتْ عَلَيْنَا حَتَّى قُرْبَنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهِ، فَجَاءَ فَقَالَ دَعَانَا جِيرَانُنَا هَؤُلَاءِ، ثُمَّ قَالَ قَالَ أَنَسٌ نَظَرْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، حَتَّى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ، فَجَاءَ فَصَلَّى لَنَا، ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتَظَرْتُمْ الصَّلَاةَ، وَإِنَّ الْقَوْمَ

لَا يَزَالُونَ بِخَيْرٍ مَا أَنْتَظَرُوا الْخَيْرَ. قَالَ قُرَّةٌ هُوَ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

پھر نبی ﷺ آئے اور ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا پس فرمایا: سنو! لوگوں نے نماز پڑھ لی پھر سو گئے اور تمہارا شمار اس وقت تک نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے (الحسن البصری نے کہا: لوگوں کا اس وقت تک خیر میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ خیر کا انتظار کرتے رہتے ہیں قرہ نے کہا: یہ حضرت انس کی نبی ﷺ سے روایت ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۷۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۶۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ؟ فَإِنْ رَأَسَ مِائَةٍ لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ. فَوَهَلَ النَّاسُ فِي مَقَالَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَا يَتَحَدَّثُونَ مِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ وَإِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنَّهَا تَخْرُمُ ذَلِكَ الْقَرْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ بن عمر اور ابو بکر بن ابی حثمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اپنی زندگی کے آخر میں عشاء کی نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: مجھے بتاؤ یہ تمہاری کون سی رات ہے؟ کیونکہ اس کے سو سال بعد روئے زمین پر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا جو آج (زندہ) ہیں حضرت ابن عمر نے کہا: لوگوں نے نبی ﷺ کے اس ارشاد کو سمجھنے میں غلطی کی حتیٰ کہ وہ سو سال کی تاویل میں مختلف باتیں کرنے لگے اور نبی ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ جو لوگ اب زمین پر زندہ ہیں سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا آپ کی مراد یہ تھی کہ سو سال بعد یہ قرن (صدی) گزر جائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۶ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: رات کو علم کی باتیں کرنا اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

سو سال کی غلط تاویلیں اور سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی

حضرت ابن عمر نے فرمایا: لوگوں نے اس حدیث کو سمجھنے میں غلطی کی اور سو سال کی مختلف تاویلیں کیں:

بعض نے کہا: اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ سو سال بعد یہ تمام جہان ختم ہو جائے گا بعض نے کہا: سو سال بعد قیامت آ جائے گی بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سو سال بعد کوئی صحابی زندہ نہیں رہے گا اور تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں وہ ۱۱۰ تک زندہ رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی اس پیش گوئی کے ٹھیک سو سال بعد فوت ہوئے تھے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کی امت کی عمریں اس قدر طویل نہیں ہوں گی جس طرح سابقہ امتوں کی

طویل عمریں تھیں، سوان کو نیک اعمال میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

ابن سیرین اور القاسم اور ان کے اصحاب عشاء کی نماز کے بعد نیکی کی باتیں کیا کرتے تھے مجاہد نے کہا: علمی مباحث میں باتیں کرنا اور نمازی اور مسافر کے علاوہ عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۳۲-۱۳۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۱۔ بَابُ السَّمْرِ مَعَ الضَّيْفِ وَالْأَهْلِ

گھر والوں اور مہمان کے ساتھ عشاء کے بعد باتیں کرنا

گھر والوں سے مراد ہے: انسان کی بیوی اور بچے اس سے پہلے باب میں عشاء کے بعد نیکی اور فقہ کی باتیں کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں گھر والوں کے ساتھ اور مہمان کے ساتھ باتیں کرنے کا ذکر ہے جو پہلے باب سے عام ہے خواہ علم کی باتیں ہوں یا دنیاوی امور اور مباح کاموں سے متعلق باتیں ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عثمان نے حدیث بیان کی از حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ اصحاب الصنف فقراء لوگ تھے اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو ساتھ لے جائے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کو ساتھ لے گئے اور نبی ﷺ دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے حضرت عبدالرحمن نے کہا: میں تھا میرے والد تھے اور میری والدہ تھیں راوی نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کہا تھا: اور میری بیوی تھی اور خادم تھا یہ لوگ ہمارے اور حضرت ابو بکر کے درمیان مشترک تھے ایک دن حضرت ابو بکر نے رات کا کھانا نبی ﷺ کے پاس کھایا اور آ کر گھر ٹھہرے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی پھر لوٹ کر نبی ﷺ کے پاس گئے اور وہاں ٹھہرے حتیٰ کہ نبی ﷺ نے رات کا کھانا کھالیا پھر جب کافی رات گزر گئی تو گھر آئے حضرت ابو بکر سے ان کی اہلیہ نے کہا: آپ کو اپنے مہمانوں یا مہمان کے پاس آنے سے کس نے روک لیا تھا؟ حضرت ابو بکر نے پوچھا: کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ انہوں نے بتایا: مہمانوں نے انکار کر دیا حتیٰ کہ آپ آ جائیں ان کو کھانا پیش کیا گیا تھا مگر انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت عبدالرحمان نے کہا: میں جا کر ایک جگہ چھپ گیا حضرت ابو بکر نے کہا: اے ملامت زدہ

۶۰۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوا أَنْاسًا فَقَرَاءَ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامٌ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَإِنْ أَرْبَعٍ فَخَامِسٍ أَوْ سَادِسٍ. وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ فَأَنْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرَةٍ قَالَ فَهُوَ أَنَا وَأَبِي وَأُمِّي فَلَا أَدْرِي قَالَ وَأَمْرَاتِي وَخَادِمُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشَى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتَّى صَلَّيْتُ الْعِشَاءَ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتَّى تَعَشَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللَّهُ قَالَتْ لَهُ أَمْرَاتُهُ وَمَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ؟ أَوْ قَالَتْ ضَيْفَكَ قَالَ أَوْ مَا عَشِيْتِهِمْ؟ قَالَتْ أَبُو حَتَّى تَجِيءَ قَدْ عَرَضُوا فَأَبُوا قَالَ فَذَهَبْتُ أَنَا فَاخْتَبَأْتُ فَقَالَ يَا غَنَرُ فَجَدِّعْ وَسَبِّ وَقَالَ كُلُّوْا لَا هَنِيئًا فَقَالَ وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا وَأَيُّمُ اللَّهِ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا قَالَ حَتَّى ضَبَعُوا وَصَارَتْ أَكْثَرُ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذَلِكَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ فَإِذَا هِيَ كَمَا هِيَ أَوْ أَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ لِأَمْرَاتِهِ يَا أُخْتُ بَنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا؟ قَالَتْ لَا وَقَرَّةٌ

حقیر! اللہ تمہاری ناک کاٹ دے اور ان کو بہت بُرا کہا پھر مہمانوں سے کہا: کھاؤ! تم کو یہ کھانا مبارک نہ ہو پھر کہا: اللہ کی قسم! میں یہ کھانا کبھی بھی نہیں کھاؤں گا، حضرت عبدالرحمان نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم اس کھانے سے ایک لقمہ بھی نہیں لیتے تھے کہ وہ کھانا نیچے سے بہت زیادہ ہو جاتا تھا انہوں نے کہا: حتیٰ کہ مہمانوں نے سیر ہو کر کھانا کھالیا اور وہ کھانا پہلے سے بہت زیادہ تھا، حضرت ابوبکر نے اس کھانے کی طرف دیکھا تو وہ کھانا اتنا ہی تھا یا اس سے بہت زیادہ تھا، حضرت ابوبکر نے اپنی اہلیہ سے کہا: اے بنو فراس کی بہن! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ کھانا تو پہلے سے بہت زیادہ ہے، پہلے سے تین گنا زیادہ ہے پھر حضرت ابوبکر نے اس طعام سے کھایا اور کہا: میں نے جو اس طعام سے نہ کھانے کی قسم کھائی تھی وہ شیطانی فعل تھا، پھر اس طعام سے ایک لقمہ کھایا، پھر اس طعام کو نبی ﷺ کے پاس لے گئے پھر وہ طعام صبح تک آپ کے پاس رہا اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان ایک معاہدہ تھا پس وہ مدت گزر چکی تھی پس ہم نے بارہ آدمیوں کو الگ الگ بٹھا دیا اور ہر آدمی کے ساتھ اور بھی چند افراد تھے اللہ ہی جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے افراد تھے ان سب لوگوں نے وہ کھانا کھالیا یا جس طرح حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر نے بیان کیا۔

عَيْنِي، لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ، فَأَكَلَ مِنْهَا أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي يَمِينَهُ، ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَضْبَحَتْ عِنْدَهُ، وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ، فَمَضَى الْأَجَلَ، فَفَرَّقْنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ، اللَّهُ أَعْلَمُ كَمَ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ، فَأَكَلُوا مِنْهَا أَجْمَعُونَ، أَوْ كَمَا قَالَ. | اطراف اللہ یت: ۳۵۸۱-۶۱۳۰-۶۱۳۱ |

(صحیح مسلم: ۲۰۵، رقم المسلسل: ۵۲۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۲۷۰، صحیح بن حبان: ۴۳۵۰، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۴، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۰۲، ج ۳ ص ۲۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید ابن الجوزی: ۴۲۹۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) معتمر بن سلیمان السدوسی (۳) ان کے والد سلیمان بن طرخان (۴) ابوعثمان عبدالرحمان ابن مل بن عمرو النہدی انہوں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا تھا یہ ۱۳۰ سال کی عمر میں ۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۳۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ مہمانوں سے عشاء کی نماز کے بعد کہا گیا کہ کھانا کھاؤ اور یہ دنیاوی معاملہ میں بات ہے سو یہ کلام مباح ہے بلکہ یہ کلام مستحب بھی ہے کہ مہمانوں کو کھانا کھلانا سنت ہے خصوصاً اس لیے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے مہمان تھے۔

”اصحاب الصفة“ غشر“ اور ”جدّ ع“ کے معانی اور حضرت عبدالرحمان کو ڈانٹنے کی توجیہ

اس حدیث میں ”اصحاب الصفة“ کا ذکر ہے ”الصفة“ کا معنی ہے: چہرہ۔ ”اصحاب الصفة“ سے مراد وہ فقراء صحابہ ہیں جو نبی ﷺ کی مسجد کے چہرہ پر رہتے تھے یہ جگہ مسجد سے منقطع تھی اور اس پر سائبان تھا یہ مسافر لوگ تھے اور دن رات یہیں

رجے تھے اور نبی ﷺ سے احادیث سنتے تھے اور احکام شرعیہ کا علم حاصل کرتے تھے ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی ایک وقت میں ان کی تعداد ستر تک ہو گئی تھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے تھے۔

اس حدیث میں ”عشر“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وہ شخص جس کو ملامت کی گئی ہو اس کا معنی حقیر اور جاہل بھی ہے یہ وہ کلمہ ہے جس کو ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

اس حدیث میں ”جَدَّعَ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: اللہ تمہاری ناک کاٹ دے یا ہونٹ کاٹ دے یا کان کاٹ دے یہ بددعا کا کلمہ ہے اور اس کو بھی ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر بولا جاتا ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبدالرحمان کو اس لیے ڈانٹا تھا کہ ان کا گمان تھا کہ انہوں نے مہمانوں کو کھانا کھلانے میں تقصیر کی تھی۔

امیروں پر لازم کرنا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلائیں، زکوٰۃ کے علاوہ مال میں حقوق اور رسول اللہ ﷺ کے عمل کا قول سے بڑھ کر ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب قوم کا سربراہ یہ دیکھے کہ عام لوگ بھوکے ہیں تو وہ خوش حال لوگوں پر یہ لازم کرے کہ وہ اپنے ساتھ چند بھوکے لوگوں کو اپنے گھر لے جائیں اور ان کو کھانا کھلائیں اور امیر لوگوں کی سہولت کے لیے آپ نے فرمایا کہ لوگ اپنے ساتھ ایک یا دو آدمیوں کو لے جائیں اور جن کے پاس زیادہ کھانا ہو وہ زیادہ آدمیوں کو لے جائیں۔

اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب زیادہ مہمان ہوں تو ان کو محلہ والوں پر تقسیم کر دیا جائے اور سب مسلمان اپنے گھر والوں کے اوپر بھوکے مہمانوں کو ترجیح دیں اور ایک دوسرے کے ساتھ غم گساری کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (البقرہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

یعنی جب مسلمان دیکھیں کہ لوگ بھوکے اور ضرورت مند ہیں تو ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان پر اپنا مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ انسان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچ یا چھ آدمیوں کو کھانا کھلائے اور آپ خود اپنے ساتھ دس بھوکے آدمی لے کر گئے اس سے معلوم ہوا کہ آپ جتنا فرماتے تھے اس سے زیادہ عمل کر کے دکھاتے تھے۔

سربراہ قوم کے پاس کھانا کھانا، مہمانوں کی خدمت کسی کے سپرد کر دینا،

برکت والا کھانا استاذ اور شیخ کے پاس پیش کرنا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھانا کھاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ خواہ انسان کے گھر میں مہمان ہوں اس کا سربراہ قوم کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے جب کہ گھر میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اس کی غیر موجودگی میں مہمان کی خدمت کر سکیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمانوں کو چاہیے کہ وہ گھر والے کا انتظار کریں اور اس کے بغیر کھانا نہ کھائیں۔

اس کھانے میں جو برکت ظاہر ہوئی وہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کھانے کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے اس سے معلوم ہوا کہ ہر برکت والے کھانے اور عمدہ چیز کو اپنے شیخ اور استاذ کی خدمت میں لے جا کر پیش کرنا چاہیے۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں میں حضرت مفتی سید شجاعت علی رحمہ اللہ کے ساتھ صاحب زادہ حبیب الرحمن محبوبی کے پاس برید فورڈ

انگلینڈ گیا، دسترخوان چنا ہوا تھا، صاحب زادہ صاحب کوئی لذیذ ڈش کھا رہے تھے، میں نے کہا: مجھے بھی اس میں سے دیں، انہوں نے کہا: آپ کوئی حدیث سنائیں کہ شاگرد اپنا بچا ہوا کھانا اپنے استاد کو پیش کر سکتا ہے تو میں نے ان کو فی الفور یہ حدیث سنائی اور برجستہ یہ حدیث سنانے پر سب نے مجھے داد اور تحسین دی۔

اس کھانے میں برکت کا ظاہر ہونا حضرت ابوبکر صدیق کی کرامت بھی تھی اور اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

اولاد کا والد کے ڈر سے چھپنا، والد کا اولاد کو ڈانٹنا اور بددعا دینا اور دیگر فوائد

حضرت عبدالرحمن، حضرت ابوبکر کے ڈر سے چھپ گئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کا اپنے باپ کے ڈر سے چھپنا جائز ہے، حضرت ابوبکر نے حضرت عبدالرحمان کو ڈانٹا اور جاہل وغیرہ کہا، اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تقصیر پر ماں باپ کا ان کو ڈانٹنا جائز ہے، حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ تمہاری ناک کاٹ ڈالے، اس سے معلوم ہوا کہ ڈانٹتے وقت اولاد کو بددعا کے کلمات کہنا بھی جائز ہے، حضرت ابوبکر نے قسم کھائی تھی کہ میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا مگر جب اس کھانے میں برکت کے آثار دیکھے تو اپنی قسم توڑ دی، اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھالے، پھر اس کو معلوم ہو کہ اس کام کو کرنا بہتر ہے تو اس کو اپنی قسم توڑ دینی چاہیے، حضرت ابوبکر نے اس کھانے کو صبح تک کے لیے رکھ دیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ کل کے لیے کھانے کو بچا کر رکھنا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۵۲۳۸۔ ج ۶ ص ۱۶ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا یہ عنوان ہے:

علم دین کے طلباء کا اعزاز اور اکرام اور آداب ضیافت۔

”کتاب مواقیت الصلوٰۃ“ کا اختتام

الحمد للہ رب العالمین! آج ۱۲ شوال ۱۴۲۷ھ / ۵ نومبر ۲۰۰۶ء بہ روز اتوار بعد از نماز مغرب صحیح البخاری کی ”کتاب مواقیت الصلوٰۃ“ مکمل ہو گئی، اس کے بعد ان شاء اللہ ”کتاب الاذان“ شروع ہوگی۔ ”کتاب مواقیت“ میں کل ۱۱ احادیث آئیں جن میں سے ۳۶ تعلیقات تھیں اور باقی احادیث موصولہ تھیں جن کی تعداد: ۴۸ ہے۔

اللہ العظیم! جس طرح آپ نے ”کتاب مواقیت الصلوٰۃ“ مکمل کرادی ہے، صحیح البخاری کی باقی کتب بھی مکمل فرمادیں اور میری، میرے والدین کی، میرے اساتذہ، تلامذہ، احباب اور اس کتاب کے ناشر، کمپوزر، مصحح، جملہ معاونین اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادیں!





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۰۔ کتاب الاذان اذان کا بیان

لغت میں ”اذان“ کا معنی ہے: ”اعلام“ یعنی خبر دینا قرآن مجید میں ہے:

أَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ. (التوبہ: ۳)

”اذان“ کا شرعی معنی ہے: اوقات مخصوصہ میں الفاظ مخصوصہ کے ساتھ مخصوص اطلاق یا خبر دینا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شارع علیہ السلام نے جس نماز کا جو وقت معین کیا ہے اس وقت کی خبر دینا۔

اذان کی ابتداء

۱۔ باب بدء الاذان

اس باب میں اذان کی ابتداء کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

وَقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ﴾ (المائدہ: ۵۸) وَقَوْلِهِ ﴿وَإِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ (الجمعة: ۹)۔

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: اور جب تم نماز کے لیے اعلان کرتے ہو تو یہ اس اعلان کو ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں (المائدہ: ۵۸) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جب جمعہ کے دن نماز کا اعلان کیا جائے۔ (الجمعة: ۹)۔

امام بخاری نے یہ دونوں آیتیں یہ بتانے کے لیے ذکر کی ہیں کہ یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں اور اذان کی ابتداء مدینہ میں ہوئی ہے ایک قول یہ ہے کہ اذان کا ثبوت قرآن مجید کی صریح آیت سے ہے صرف خواب سے نہیں ہے۔

۶۰۳۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوسَ فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى فَأَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤْتِيَ الْإِقَامَةَ. [أطراف الحديث: ۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۳۳۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے آگ جلانے اور ناقوس بجانے کا ذکر کیا پس انہوں نے یہود اور نصاریٰ کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ دو مرتبہ اذان کے کلمات کہیں اور ایک ایک بار اقامت کے کلمات کہیں۔

(صحیح مسلم: ۳۷۸، رقم المسلسل: ۸۱۵، سنن ابوداؤد: ۵۰۹-۵۰۸، سنن ترمذی: ۱۹۳، سنن نسائی: ۶۲۷، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰-۴۲۹، صحیح ابن خزیمہ: ۴۲۹-۴۳۰)

۳۶۶ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۳۰ المستدرک ج ۱ ص ۱۹۸ مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۵ سنن دارمی: ۱۱۹۵ صحیح ابن حبان: ۱۶۷۵ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۱۲ شرح السنہ: ۴۰۵ مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۱ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۰۰۱ ج ۱۹ ص ۶۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۱ مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۳۲۶ھ

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) عبد الوارث بن سعید التنوری (۳) خالد الحذاء (۴) ابو قلابہ بن زید الجرمی (۵) حضرت انس بن مالک

رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۵۱-۱۵۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اذان کی ابتداء اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا کیونکہ اس سے پہلے مسلمان نماز کے اوقات میں راستوں میں کھڑے ہو کر نداء کرتے تھے: ”الصلوة الصلوة“۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جب نماز کا وقت آ جاتا تو ایک آدمی راستے میں یہ پکارتا ہوا دوڑتا: نماز نماز۔ لوگوں پر یہ طریقہ بہت شاق گزرا لوگوں نے کہا: کاش! ہم ناقوس بنالیں! یعنی ایک بڑی لکڑی پر چھوٹی لکڑی مارتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے پھر انہوں نے کہا: ہم بگل (بھونپو) بنالیں آپ نے فرمایا: یہ یہود کا طریقہ ہے لوگوں نے کہا: پھر ہم کسی بلند جگہ پر آگ جلا دیں! آپ نے فرمایا: یہ مجوس کا طریقہ ہے پھر آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

علامہ عینی نے اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۵۰)

اذان کی ابتداء اور اذان کے کلمات کے ثبوت میں احادیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام ایک سواری لے کر آئے جس کو براق کہا جاتا تھا آپ اس پر سوار ہونے لگے تو اس نے کچھ سرکشی کی حضرت جبریل نے اس سے کہا: تم پر سکون ہو جاؤ اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد ﷺ سے زیادہ معزز شخص تم پر سوار نہیں ہوا پھر آپ اس پر سوار ہو گئے حتیٰ کہ اس حجاب کے پاس پہنچے جو رحمان تبارک و تعالیٰ کے قریب ہے پھر اس حجاب سے ایک فرشتہ باہر نکلا رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون ہے حضرت جبریل نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا اس فرشتہ نے کہا: ”اللہ اکبر! اللہ اکبر“ تو اس حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا میں اکبر ہوں میں اکبر ہوں پھر فرشتہ نے کہا: ”اشہد ان لا الہ الا اللہ“ تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندہ نے سچ کہا میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے پھر فرشتہ نے کہا: ”اشہد ان محمداً رسول اللہ“ تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندہ نے سچ کہا میں نے محمد کو رسول بنایا ہے پھر فرشتہ نے کہا: ”حی علی الصلوۃ“ حی علی الفلاح“ قد قامت الصلوۃ“ پھر کہا: ”اللہ اکبر! اللہ اکبر“ تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے پھر فرشتہ نے سیدنا محمد ﷺ کو پکڑ کر آگے کر دیا پھر آپ نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی ان میں حضرت آدم بھی تھے اور حضرت نوح بھی تھے۔

امام بزار نے کہا: یہ حدیث اس سند کے علاوہ اور کسی سند سے ہمارے علم میں نہیں ہے اور اس حدیث کا راوی زیاد بن المنذر شیعہ

ہے اس سے مروان بن معاویہ وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

جیسا کہ ہم نے مسند البزار کے حوالے سے شروع میں حدیث ذکر کی ہے ہر چند کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔ ثانیاً جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن زید سے خواب سن کر اس کی توثیق اور تقریر فرمادی تو گویا اذان کا ثبوت آپ سے ہوا ثالثاً اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اذان کے معمول کو ثابت اور برقرار رکھا ہے تو گویا اذان کے یہ کلمات وحی الہی سے ثابت ہیں اور اس سلسلہ میں یہ آیت بہت صریح ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (الجمعة: ۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر (سننے) کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت کو ترک کر دو اگر تم کو علم ہو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے O

اقامت کے کلمات کی تعداد میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہے جائیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے جائیں اور یہی امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے نیز امام شافعی کے نزدیک شہادتین کے کلمات کو دوہرایا جاتا ہے لہذا ان کے نزدیک اذان کے انیس کلمات ہیں اور اقامت کے گیارہ کلمات ہیں اور امام مالک اذان کے شروع میں چار بار اللہ اکبر نہیں کہتے صرف دو بار کہتے ہیں اور اقامت کے ان کے نزدیک دس کلمات ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حرمین، حجاز، شام، یمن، مصر، مغرب اور انتہائی دور کے اسلامی ممالک میں یہ معمول ہے کہ اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے جاتے ہیں اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ ”قد قامت الصلوة“ کو دو بار کہا جاتا ہے سوائے امام مالک کے ان کے نزدیک اس کو دو بار نہیں کہا جاتا اور انہوں نے کہا کہ اذان اور اقامت کے کلمات کی تعداد میں فرق کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اذان سے مقصود نماز کے وقت کی خبر دینا ہے اور اقامت نماز کو قائم کرنے کی علامت ہے اگر ان دونوں کے کلمات کہنے کی تعداد برابر ہوتی تو اذان اور اقامت میں اشتباہ ہو جاتا اور اس وجہ سے بہت لوگوں سے نماز کی جماعت رہ جاتی کیونکہ جب وہ اقامت پڑھنے کی آواز سنتے تو یہ گمان کرتے کہ یہ اذان ہو رہی ہے۔

علامہ خطابی کی دلیل کا جواب

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: حیرت ہے کہ علامہ خطابی نے ایسی بات کہی ہے جس کو کان قبول نہیں کرتے اذان اور اقامت میں یہ فرق کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اذان سے ان لوگوں کو نماز کے وقت کی خبر دی جاتی ہے جو مسجد سے غائب ہیں۔ اسی وجہ سے بلند جگہ مثلاً مینار وغیرہ پر چڑھ کر اذان دی جاتی ہے اور اقامت سے ان لوگوں کو جماعت کھڑی ہونے کی خبر دی جاتی ہے جو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں لہذا اذان اور اقامت میں کس طرح اشتباہ ہو سکتا ہے۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ کہے جائیں اور اس باب کی حدیث ان کے خلاف حجت ہے علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف کیسے حجت ہوگی جب کہ ان کا مذہب ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اقامت کے کلمات دو دو بار کہے جائیں جن کو ہم عنقریب ذکر کریں گے نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث امام شافعی کے خلاف بھی حجت ہیں کیونکہ وہ بھی اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھنے کے قائل ہیں۔

اقامت کے کلمات دو دو بار پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

الہجنج بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار پڑھے جائیں وہ ایک مؤذن کے پاس سے گزرے جو اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھ رہا تھا حضرت علی نے اس سے فرمایا: تیری ماں نہ رہے تو نے اقامت کے کلمات دو دو بار کیوں نہیں پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۷۔ ج ۱ ص ۱۸۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

حضرت سلمہ کے آزاد کردہ غلام عبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ دو دو بار اقامت کے کلمات کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۹ سنن ترمذی: ۱۹۴)

شعیب بیان کرتے ہیں کہ ابوالعالیہ نے کہا: جب تم اقامت کہو تو دو دو مرتبہ کہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۰)

حکم بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا: دو دو مرتبہ اقامت کہنے کو مت چھوڑو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۱)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اذان اور اقامت کے

کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۲)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۳)

حضرت ابو محمد زورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے انیس کلمات کی تعلیم دی اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی پھر انہوں نے اقامت کے کلمات بیان کیے: ”اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ“۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۹ سنن ابوداؤد: ۵۰۲ سنن ابن ماجہ: ۵۰۹)

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آدمی جس کے اوپر دو ہنر چادریں تھیں وہ ایک دیوار کے اوپر کھڑا ہوا اور اس نے دو دو بار کلمات پڑھ کر اذان دی اور دو دو بار کلمات پڑھ کر اقامت کہی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۸)

اسود حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۵ سنن دارقطنی: ۹۳۰)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۳ سنن دارقطنی: ۹۲۹)

مسلم البطین کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مؤذن کو سنا ہے کہ وہ اقامت کے کلمات دو دو

بار کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مجاہد سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ایک ایک بار اقامت کہنے کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس طریقہ کو امراء نے گھڑ لیا

ہے اقامت کے کلمات دو دو بار ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۷)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما جنہوں نے اذان اور اقامت کے متعلق خواب دیکھا تھا اور حضرت بلال اور حضرت ابو محمد ذرہ رضی اللہ عنہما جو عہد رسالت میں مؤذن تھے ان سب سے منقول ہے کہ اقامت میں دو دو بار کلمات کہے جائیں اور صحیح بخاری کے باب مذکور کی اس حدیث میں جو اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہنے کا ذکر ہے تو وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۳۳۔ ج ۱ ص ۱۰۷۹ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب اربعہ (۲) کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے تھے کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو وہ نماز کے وقت جمع ہوتے تھے اور ان کے لیے نماز کا اعلان نہیں کیا جاتا تھا تو ایک دن انہوں نے اس مسئلہ میں مشورہ کیا ان میں سے بعض نے کہا کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح کوئی ناقوس بناؤ اور بعض نے کہا کہ یہود کے بگل کی طرح کوئی بگل بناؤ پس حضرت عمر نے کہا: تم کسی شخص کو نماز کا اعلان کرنے کے لیے کیوں نہیں بھیجتے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر نماز کا اعلان کرو۔

۶۰۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعُ ابْنُ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّنُونَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يَنَادِي لَهَا فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخَذُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ أَوْ لَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا مِنْكُمْ يَنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنادِ بِالصَّلَاةِ.

(صحیح مسلم: ۳۷۷، رقم المسلسل: ۸۱۳، سنن ترمذی: ۱۹۰، سنن نسائی: ۶۲۵، السنن الکبریٰ: ۱۵۹۰، صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۹۲)

مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۸ طبع قدیم مسند احمد: ۶۳۵۷۔ ج ۱ ص ۴۲۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۲۳، مکتبۃ الرشید ریاض، ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی: ۳۹۳۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اذان کی ابتداء اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مدینہ میں آنے کے بعد صحابہ کرام نماز کے وقت پر مطلع کرنے کے لیے کوئی طریقہ مقرر کرنے کے لیے بیٹھے تھے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اٹھو نماز کا اعلان کرو۔ بعض علماء نے کہا: اس سے مراد اذان کے معروف کلمات سے اعلان کرنا ہے اور بعض علماء نے کہا: اس سے مراد یہ شرعی اذان نہیں ہے بلکہ اس سے مراد لغوی اعلان ہے یعنی یہ اعلان کر دو کہ اب جماعت ہونے والی ہے یا یہ اعلان کر دو کہ اب جماعت تیار ہے۔

کھڑے ہو کر اذان دینے کا سنت ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر نماز کا اعلان کر دو علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارا مشیور

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دس لڑکوں کے ساتھ نکلا، نبی ﷺ حنین کی طرف جا رہے تھے اور اس وقت نبی ﷺ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ ناپسند تھے، ہم کھڑے ہو کر بہ طور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ان لڑکوں کو میرے پاس لاؤ پھر آپ نے فرمایا: تم قریب آؤ اور اذان دو! پس سب نے اذان دی اور میں سب سے آخر میں آیا، نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے اسی کی آواز سنی تھی، آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور اہل مکہ کے لیے اذان دو اور عتاب بن اسید سے کہو: مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اہل مکہ کے لیے اذان دوں اور میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: کہو ”اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ“ دو مرتبہ پھر فرمایا: پھر دوبارہ پڑھو ”اشہد ان لا الہ الا اللہ“ دو مرتبہ ”اشہد ان محمدا رسول اللہ“ دو مرتبہ ”حی علی الصلوٰۃ“ دو مرتبہ ”حی علی الفلاح“ دو مرتبہ ”اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ“ اور جب تم صبح کی اذان دو تو ”الصلوٰۃ خیر من النوم“ دو بار کہو اور جب تم اقامت کہو تو دوبار کہو: ”قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ“ کیا تم نے سن لیا! حضرت ابو محذورہ اپنی پیشانی کے بالوں کو کاٹتے تھے نہ ان کو متفرق کرتے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان بالوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔

(سنن دارقطنی: ۸۹۲۔ ج ۱ ص ۵۱۷، دار المعرفۃ بیروت، مصنف عبد الرزاق: ۱۷۸۳، صحیح ابن خزیمہ: ۳۸۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۹۳، مسند احمد

ج ۳ ص ۳۰۸، سنن ابوداؤد: ۵۰۱)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اس خاص وجہ سے حضرت ابو محذورہ سے دوبار شہادتوں کو پڑھوایا تھا، یہ اذان کا عام معمول نہ تھا۔
ترجیع کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور امام ابو حنیفہ پر اعتراض

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، صحیح مسلم: ۳۷۹ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کی یہ دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع ثابت اور مشروع ہے، یعنی پہلے دو مرتبہ آہستہ آہستہ ”اشہد ان لا الہ الا اللہ“ اور ”اشہد ان محمدا رسول اللہ“ کہنا اور پھر دوبار زور سے ان کلمات کو کہنا اور امام ابو حنیفہ نے حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں اور جمہور کی حجت حضرت ابو محذورہ کی یہ حدیث صحیح ہے، کیونکہ حضرت ابو محذورہ کی حدیث حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث سے مؤخر ہے کیونکہ وہ غزوہ حنین کے بعد آٹھ ہجری میں اسلام لائے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۵۰۵، مکتبہ نزار، مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب اور امام ابو حنیفہ کے مسلک پر ٹھوس دلائل

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابو محذورہ کی حدیث صحیح کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی معارض حدیث موجود ہے اور جب کہ ان سے اذان کو اس لیے دہرایا گیا تھا کہ وہ پہلے اذان کا مذاق اڑا رہے تھے اور چونکہ وہ پہلے اسلام کے مخالف تھے اس لیے انہوں نے ”اشہد ان لا الہ الا اللہ“ کو آہستہ پڑھا تھا تب ان سے دوبارہ بلند آواز سے پڑھوایا گیا تھا اس لیے ان کی اس حدیث کو حجت نہیں بنایا جاسکتا اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے خواب میں فرشتے سے اذان سنی تھی اور ان ہی کے خواب پر اذان کی بنیاد رکھی گئی ان کے علاوہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن ہیں ان کی اذان میں بھی ترجیع نہیں ہے نیز امام ابو حنیفہ کی مؤید دیگر احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اذان کے کلمات صرف دو دوبار اور اقامت کے کلمات

ایک ایک بار تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۰)

علامہ احمد الطحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے پہلے علامہ قبستانی کی عبارت نقل کی ہے پھر لکھا ہے:

الدیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ذکر کی ہے کہ جس نے مؤذن سے ”اشهد ان محمداً رسول اللہ“ سن کر اپنی شہادت کی انگلیوں کے باطن کو بوسا دینے کے بعد اپنی آنکھوں پر رکھا اور یہ کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ سیدنا محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں اللہ کو رب مان کر راضی ہوں اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہوں تو اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ اسی طرح حضرت انحضرت علیہ السلام سے بھی منقول ہے اور اس طرح کی احادیث سے فضائل میں عمل کیا جاتا ہے۔ (حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح ج ۱ ص ۲۸۷ بیروت)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ انگوٹھے چومنے کے متعلق احادیث مرفوعہ کی اسانید صحیح نہیں ہیں (یعنی حسن یا ضعیف ہیں ملا علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں: جب صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے عمل کے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو۔

(موضوعات کبیر ص ۶۴ مطبوعہ مجبائی دہلی)

* اس کی زیادہ تحقیق ہم نے بیان القرآن ج ۱۰ ص ۲۸۷، خم السجدة: ۳۳ کی تفسیر میں کی ہے۔

اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی المتوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے حسن الحاضرة میں لکھا ہے کہ ربیع الآخر ۷۸۱ھ پیر کے دن عشاء کی اذان کے بعد نبی ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع ہوا پھر اس کے دس سال بعد مغرب کے سواہر اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع ہوا پھر میں نے علامہ عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ کی القول البدیع میں یہ پڑھا کہ شعبان ۷۹۱ھ میں قاہرہ اور مصر کے مؤذنین کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر اذان سے فارغ ہونے کے بعد کئی مرتبہ یہ پڑھیں: ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ اور یہ معلوم ہے کہ صلوٰۃ و سلام پڑھنا قرب کا ذریعہ ہے اور بہت احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے خصوصاً اذان کے بعد کی دعا سے پہلے۔ (صحیح مسلم: ۳۸۴) اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو اس کی حسن نیت کی وجہ سے اجر دیا جائے گا۔ (القول البدیع ص ۲۸۰ ملخصاً مکتبۃ المویہ الطائف) اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے میں کئی اقوال ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

(النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۲ تقدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ اذان کے بعد نبی ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا بدعت حسنہ (اچھی بدعت)

ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ)

آیا رسول اللہ ﷺ نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟

جس چیز کا اکثر سوال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آیا رسول اللہ ﷺ نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بار سفر میں اذان دی ہے اور اپنے اصحاب کو ساریوں پر نماز پڑھائی ہے اس وقت آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان ساریوں کے نیچے کچھڑ تھی اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اسی طرح علامہ نووی نے بھی جزم کے ساتھ کہا ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے سفر میں اذان دی ہے اور اس کو امام ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کو قوی قرار دیا ہے

ہے امام ترمذی کی روایت درج ذیل ہے:

یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے وہ ایک جگہ پر پہنچے پھر نماز کا وقت آ گیا پس ان کے اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان کے نیچے کچھڑ تھی تب رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری پر اذان دی اور اقامت فرمائی پھر نبی ﷺ اپنی سواری کے ساتھ آگے بڑھ گئے اور ان کو نماز پڑھائی آپ اشارے سے نماز پڑھا رہے تھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ پست رکھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۴۱۱، مسند احمد ج ۴ ص ۷۲ طبع قدیم)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: لیکن ہم نے مسند احمد میں اس حدیث کو دیکھا اس میں یہ عبارت ہے:

پس آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور ترمذی میں جو مذکور ہے: آپ نے اذان دی اس کا معنی ہے: آپ نے حضرت بلالؓ اذان دینے کا حکم دیا جیسے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے فلاں عالم کو ہزار روپے دیئے حالانکہ خلیفہ خود نہیں دیتا اس کا کوئی کارندہ دیتا ہے لیکن چونکہ وہ خلیفہ کے حکم سے دیتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے ہزار روپے دیئے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۲-۲۰۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسند احمد کی جس مفصل روایت کا ذکر کیا ہے اس کا متن سب ذیل ہے:

عمرو بن عثمان بن یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب ایک جگہ پہنچے آپ سواری پر تھے لوگوں کے اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان کے نیچے کچھڑ تھی پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے مؤذن کو اذان اور اقامت کا حکم دیا پھر رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر آگے بڑھ گئے پھر آپ نے ان کو اشارے سے نماز پڑھائی اور آپ نے سجدہ کو رکوع سے زیادہ پست رکھا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۷۳، مسند احمد: ۳۷۵-۳۷۶ ج ۲ ص ۱۱۲، موسسة الرسالة بیروت)

میں کہتا ہوں کہ اس سفر کے موقع پر ہو سکتا ہے کہ آپ نے خود اذان نہ دی ہو لیکن دیگر مواقع پر آپ کا اذان دینا ثابت ہے:

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

سنن سعید بن منصور میں ابن ابی ملیکہ سے یہ حدیث مرسل مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اذان دی اور فرمایا: "حسی علی الفلاح" اور یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی۔ (التوشیح علی الجامع الصحیح ج ۱ ص ۷۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ عبدالقادر رافعی لکھتے ہیں:

سراج میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا جب سورج زائل ہو گیا تو آپ نے خود اذان دی اور اقامت فرمائی اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ (تقریرات رافعی ج ۱ ص ۷۴، دار احیاء التراث العربی بیروت)

اذان کے کلمات دو دو ہیں

۲۔ بَابُ الْأَذَانِ مَثْنِي مَثْنِي

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اذان کے کلمات دو دو بار پڑھنے ہیں۔

۶۰۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سَمَاقِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ أَمِيرُ بَلَالٍ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانُ وَأَنْ يَشْفَعَ الْإِقَامَةُ إِلَّا الْإِقَامَةُ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از سماک بن عطیہ از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بلال کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات

دو دو بار کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں سوائے ”قد قامت الصلوٰۃ“ کے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۰۳ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سلام ہیں انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے خبر دی از ابو قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو انہوں نے ذکر کیا کہ نماز کے وقت کی کوئی علامت مقرر کریں جس سے وہ وقت کو پہچان لیں پس انہوں نے ذکر کیا کہ آگ جلائیں یا ناقوس بجائیں پھر حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے دو دو کلمات کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں۔

۶۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّهَّابِ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ ذَكِّرُوا أَنْ يَعْلَمُوا وَقْتُ الصَّلَاةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُونَهُ فَذَكِّرُوا أَنْ يُورُوا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا فَأَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤْتَرَ الْإِقَامَةُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۰۳ میں گزر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمائیں۔

اقامت کے کلمات ایک ایک بار ہیں

سوائے ”قد قامت الصلوٰۃ“ کے

۳ - بَابُ الْإِقَامَةِ وَاحِدَةٌ إِلَّا

قَوْلُهُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ۔ اسماعیل نے کہا: میں نے اس کا ایوب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: سوائے ”قد قامت الصلوٰۃ“ کے۔

۶۰۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ قَالَ أَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤْتَرَ الْإِقَامَةُ. قَالَ إِسْمَاعِيلُ فَذَكَرْتُهُ لَا يُؤْتَبَرُ فَقَالَ إِلَّا الْإِقَامَةُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۰۳ میں گزر چکی ہے اس کی شرح وہاں دیکھ لیں۔

اذان دینے کی فضیلت

۴ - بَابُ فَضْلِ التَّأْذِينَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: جب نماز کے لیے اذان دی جائے تو شیطان پیٹھ موڑ کر گھبراہٹ ہو جاتا ہے تاکہ اذان کو نہ سنے اور جب اذان ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے

۶۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ. قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ فَإِذَا قُضِيَ النَّدَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا نُوبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّوْبَتِ أَقْبَلَ.

حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ ، يَقُولُ أَذْكَرُ كَذَّاءٌ ،
 أَذْكَرُ كَذَّاءٌ لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكَرُ ، حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا
 يَذَرِي كَمَ صَلَى .

پھر پیٹھ موڑ کر چلا جاتا ہے حتیٰ کہ جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو
 آ جاتا ہے پھر انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد
 کر فلاں چیز کو یاد کر جس چیز کو وہ پہلے یاد نہیں کر رہا تھا حتیٰ کہ آدمی کو

[اطراف الحدیث: ۱۲۲۲-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۳۲۸۵] چنانہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۸۹، الرقم المسلسل: ۸۳۳، سنن ابوداؤد: ۵۱۶، سنن نسائی: ۶۶۹، موطأ امام مالک: ۱۵۶، دارالمعرفۃ، صحیح ابن حبان: ۱۷۵، شرح السنۃ:

١٢١٢، مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٠، مسند احمد: ٩٩٣- ج ١٦ ص ٢٢، مؤسسة الرسالة، بيروت، جامع المسانيد، ابن الجوزي: ٣٣٨٢، مكتبة الرشد، الرياض ١٤٢٦هـ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ شیطان اذان سن کر بھاگ جاتا ہے اگر اذان کی بہت زیادہ فضیلت نہ ہوتی تو شیطان کو اذان سے اذیت نہ ہوتی اور جب اس کو اذان سے اذیت ہوتی ہے تو وہ اذان سن کر بھاگتا ہے۔

”ضرط“ کا معنی اور شیطان کے گوز مارنے کی توجیہات

اس حدیث میں ”ضرط“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: گوز مارنا یعنی آواز کے ساتھ ہوا خارج کرنا اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرنا ممکن ہے کیونکہ شیطان کا جسم ہے اور وہ کھاتا پیتا بھی ہے اور قے بھی کرتا ہے حدیث میں ہے:

جابر بن صبیح بیان کرتے ہیں کہ مجھے اُمّ شئی بن عبد الرحمن الخزاعی نے حدیث بیان کی، وہ کھانے کے شروع میں اور لقمہ کے آخر میں بسم اللہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے: ”بسم اللہ فی اولہ و آخرہ“ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے ہیں تو پھر کھانے کے آخر میں ”بسم اللہ اولہ و آخرہ“ پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے اس کی وجہ بیان کی کہ میرے دادا حضرت امیہ بن شعیب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اور نبی ﷺ دیکھ رہے تھے اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ جب اس کے کھانے کا آخری لقمہ رہ گیا تو اس نے پڑھا: ”بسم اللہ اولہ و آخرہ“ نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان اس کے ساتھ مسلسل کھا رہا تھا حتیٰ کہ جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو اس کے پیٹ میں جو کچھ بھی گیا تھا اس نے اس کی قے کر دی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۷۵۸، عمل الیوم والمیلۃ للنسائی: ۲۸۲، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۱۳-۱۲، المعجم الکبیر: ۸۵۴، عمل الیوم والمیلۃ ابن السنی: ۳۶۱، المستدرک ج ۳ ص ۱۰۹-۱۰۸، سنن ابوداؤد: ۶۸۷۸، ح ۳، حادو المثنائی: ۲۳۰۱، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۶، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۹۶۳، ج ۳ ص ۲۹۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اور شیطان پیشاب بھی کرتا ہے ایک حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ مسلسل سوتا رہتا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے نماز کے لیے نہیں اٹھتا آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۳۳، صحیح مسلم: ۷۷۴، سنن نسائی: ۱۶۰۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۳)

شیطان کا جسم ہے خواہ ناری ہے اور اس کے لیے جسمانی عوارض احادیث سے ثابت ہیں وہ کھاتا پیتا ہے قے کرتا ہے پیشاب کرتا ہے تو اس کا گوز مارنا بھی مستبعد نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذان میں اللہ اکبر سن کر اس پر ایسی ہیبت اور دہشت طاری ہو کہ اسے خوف کے اس کا گوز نکل جاتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نعرین اذان کا مذاق اڑانے کے لیے از خود گوز مارتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ وہ اس لیے گوز مارتا ہو کہ گوز کی آواز کی وجہ سے وہ اذان کے کلمات کی آواز نہ سن سکے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اذان سے افضل قرآن مجید کی تلاوت اور نماز ہے شیطان قرآن مجید کی تلاوت سے تو نہیں بھاگتا اور نہ نماز سے بھاگتا ہے پھر وہ اذان سن کو کیوں بھاگتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز بھی اذان سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے اذان دینے کی گواہی دے گی تو شیطان اس لیے بھاگتا ہے کہ اس کو قیامت کے دن گواہی نہ دینی پڑے اور رہا اذان سن کر اذان سننے والے کے حق میں گواہی دینا سو اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: بلند آواز سے اذان دو مؤذن کی آواز کو جو بھی جن انس یا جو چیز بھی سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے اذان دینے کی گواہی دے گی انہوں نے کہا: یہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۰۹، سنن نسائی: ۶۳۳، سنن ابن ماجہ: ۷۲۳)

اذان کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے سات سال ثواب کی نیت سے اذان دی اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دی جائے گی۔ (سنن ترمذی: ۲۰۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔ (سنن ترمذی: ۲۰۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رڈ نہیں کی جاتی۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۱، سنن ترمذی: ۳۵۹۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر طلوع ہوتے ہی بستیوں پر حملہ کرتے تھے اور آپ غور سے اذان سنتے تھے اگر کسی بستی سے اذان کی آواز آتی تو آپ حملہ کرنے سے رک جاتے اور نہ آپ حملہ کرتے جب آپ نے کسی شخص سے سنا: اللہ اکبر! اللہ اکبر! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (تم) فطرت پر ہو اور جب اس نے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" اشھد ان لا الہ الا اللہ" کہا تو آپ نے فرمایا: تم دوزخ سے نکل گئے لوگوں نے دیکھا تو وہ شخص بکریوں کا چرواہا تھا۔

(صحیح مسلم: ۳۸۲، رقم المسلسل: ۸۲۳، سنن ابوداؤد: ۲۶۳۳، سنن ترمذی: ۱۶۱۸)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن مؤذنین کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔ (صحیح مسلم: ۳۷۸، رقم المسلسل: ۸۲۹، سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور صف اول میں نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے پھر وہ بغیر قرعہ اندازی کے ان کو نہ پاسکیں تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے اور اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ ظہر کی نماز میں کتنا اجر ہے تو وہ اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر انہیں علم ہو جائے کہ عشاء اور صبح کی نمازوں میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور ان نمازوں میں آئیں گے خواہ گھسنٹے ہوئے آئیں۔

(صحیح البخاری: ۶۱۵، صحیح مسلم: ۳۷۷، رقم المسلسل: ۹۵۶، سنن ترمذی: ۲۲۵، سنن نسائی: ۵۳۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذان کو جو بھی جن انس اور انس اور شجر اور حجر سنتا ہے وہ اس کی

گواہی دے گا۔ (صحیح البخاری: ۶۰۹، سنن نسائی: ۶۳۳، سنن ابن ماجہ: ۷۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور ہر خشک اور تر چیز مؤذن کے لیے مغفرت طلب کرتی ہے اور نماز پر حاضر ہونے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۱۵، سنن نسائی: ۶۳۳، سنن ابن ماجہ: ۷۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے نیک لوگوں کو اذان دینی چاہیے اور تم میں سے عمدہ قرآن پڑھنے والوں کو نماز پڑھانی چاہیے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۹۰، سنن ابن ماجہ: ۷۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ثواب کی نیت سے سات سال اذان دی اللہ اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۰۶، سنن ابن ماجہ: ۷۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بارہ سال اذان دی اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی اور اس کے اذان دینے کی وجہ سے اس کے لیے ساٹھ نیکیاں لکھی جائیں گی اور ہر اقامت کہنے کی وجہ سے اس کی تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۲۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤذن کے سر پر رخصن کا ہاتھ ہے اور جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (المعجم الاوسط: ۲۰۰۸، مکتبۃ المعارف ریاض)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین آدمیوں کو محشر کی گھبراہٹ ہول میں مبتلا نہیں کرے گی اور وہ اس وقت خوف زدہ نہیں ہوں گے جب لوگ خوف زدہ ہوں گے ایک وہ شخص جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور اللہ کی رضا کے لیے رات کو قیام کیا، دوسرا وہ شخص جس نے ہر روز دن میں پانچ مرتبہ اذان دی اور تیسرا وہ شخص جو غلام ہو اور اس کو غلامی کے تقاضے اپنے رب کی عبادت سے مانع نہ ہوں۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۵۸۴)

سعد بیان کرتے ہیں کہ اگر مجھے اذان پر قوت ہو تو وہ مجھے حج عمرہ اور جہاد سے زیادہ پسند ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۳۶)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۶۰۔ ج ۱ ص ۱۰۹۶ پر ذکر کی گئی ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی ہے۔

۵۔ بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْإِذَاءِ

بلند آواز سے اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جتنی دور تک مؤذن کی آواز جائے گی اس کو اتنا زیادہ ثواب ملے گا۔

وقال عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِذْنٌ أَذَانًا سَمَحًا
وَأَلَّا فَاعْتَرَلْنَا.

اور عمر بن عبد العزیز نے کہا: عمدہ طرح اذان دو ورنہ اذان کا

منصب چھوڑ دو۔

یہ مکمل تعلق اس طرح ہے:

عمر بن سعد بن ابی حسین کی بیان کرتے ہیں کہ ایک مؤذن نے اذان دی اور اپنی اذان میں طرز الگائی تو اس سے عمر بن عبد العزیز نے کہا: عمدہ طریقہ ہے اذان دو (یعنی بغیر طرز کے) ورنہ اذان کا منصب چھوڑ دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۷۵)

۶۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا
مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْمَازِنِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از

عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ الانصاری ثم

عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ، فَأَذَنْتَ بِالصَّلَاةِ فَارْفَعُ صَوْتَكَ بِالِتْدَاءِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ حَتَّى وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ، إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

الممازنی از والد خود کہ ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں سے اور جنگل سے محبت کرتے ہو پس جب تم اپنی بکریوں میں یا اپنے جنگل میں ہو پھر تم اپنی نماز کی اذان دو تو اپنی آواز بلند کر کے اذان دینا کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہاء تک جو بھی اذان سنے گا خواہ جن ہو انسان ہو یا کوئی چیز بھی ہو وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

| اطراف الحدیث: ۳۲۹۶-۵۳۸ |

(سنن نسائی: ۶۳۳، سنن ابن ماجہ: ۷۲۳، موطا امام مالک: ۱۵۵، دار المعرفۃ، مصنف عبد الرزاق: ۱۸۶۵، مسند الحمیدی: ۷۳۲، مسند ابویعلیٰ: ۹۸۲، صحیح ابن خزیمہ: ۳۸۹، مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۰۳۱، ج ۱ ص ۷۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید ابن الجوزی: ۲۱۷۲، مقتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۲۱۳۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اپنی آواز بلند کر کے اذان دینا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التیمیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی صعصعہ الانصاری الممازنی، یہ ابو جعفر کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (۴) ان کے والد عبد اللہ بن عبد الرحمن (۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (مدۃ القاری ج ۵ ص ۱۶۷)

قیامت کے دن اذان دینے والے کی تعظیم اور تکریم

اس حدیث میں مذکور ہے: جو بھی اذان سنے گا خواہ جن ہو انسان ہو یا کوئی چیز بھی ہو وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ جہاں پر مؤذن کی آواز ختم ہوگی وہاں تک سننے والے اس کی اذان کی گواہی دیں گے یہ ظاہر یہ کلام حیوانات اور جمادات کو بھی شامل ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ کلام ان کے ساتھ مخصوص ہے جو شہادت دے سکیں جیسے انسان جن اور فرشتے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلام سب کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ حیوانات اور جمادات میں عقل پیدا کر دے گا اور وہ مؤذن کی اذان سننے کی گواہی دیں گے اس حدیث میں یہ بشارت ہے کہ مؤذن کے بلند درجے ہیں اور قیامت کے دن اس کی فضیلت کی شہرت کر دی جائے گی جس طرح اللہ تعالیٰ بعض کی شہادت سے بعض لوگوں کو ذلیل اور رسوا کرے گا اسی طرح بعض کی شہادت سے اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو سرخ رو اور معزز اور مکرم کرے گا۔

لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کا استحباب اور ایام فتنہ میں شہروں سے نکل کر جنگلوں میں رہنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اذان دینا مستحب ہے تاکہ دور دور تک اذان کی آواز جائے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ بنو نجار کی ایک عورت کے گھر پر کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے کیونکہ مسجد کے گرد گھروں میں اس کا گھر سب سے اونچا تھا اسی وجہ سے لائوڈ اسپیکر پر اذان دینا مستحب ہے۔

اس حدیث میں جنگلوں اور بکریوں میں اذان دینے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے اجتناب کر کے جنگلوں میں رہنا بھی جائز ہے خصوصاً جب فتنہ اور فساد کا زمانہ ہو اور شہروں میں لوگوں کے ساتھ رہنے سے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ رکھنا مشکل ہو اور یہ کہ جنگل میں جب انسان اکیلا ہو پھر بھی نماز کے وقت اذان دے اور اس کا اذان دینا مستحب ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم

ہوا کہ جنات بنو آدم کا کلام سنتے ہیں اور ان کے حق میں گواہی دیتے ہیں۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۔ بَابُ مَا يُحَقَّنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ

اذان کے سبب سے جانوں کا محفوظ رہنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس بستی میں اذان دی جائے وہ اس بستی کے لوگوں کے اسلام کی دلیل ہے اور وہاں تبلیغ اسلام کے لیے جہاد نہیں کیا جاتا۔

۶۱۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يَغْزُو بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ. قَالَ فَخَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ فَأَنْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ وَإِنَّ قَدَمِي لَتَمَسَّ قَدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجُوا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ فَلَمَّا رَأَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ قَالَ فَلَمَّا رَأَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبْتُ خَيْبَرَ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ. (مسند الطحاوی: ۵۹۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی ازحمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ ہمارے ساتھ کسی قوم کے خلاف جہاد کرتے تو اس وقت تک ان کے خلاف جہاد نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی اور آپ انتظار کرتے پس اگر آپ اذان سنتے تو آپ ان کے خلاف جہاد سے رک جاتے اور اگر آپ اذان نہ سنتے تو پھر ان پر حملہ کرتے۔ حضرت انس نے کہا: پھر ہم خیبر کی طرف گئے ہم رات کے وقت ان کی طرف پہنچے تھے پس جب صبح ہوئی اور آپ نے اذان نہیں سنی تو آپ سوار ہوئے اور میں بھی حضرت ابو طلحہ کے پیچھے سوار ہوا اور میرا قدم نبی ﷺ کے قدم کو چھو رہا تھا پس خیبر کے لوگ ہماری طرف اپنی تغاریوں اور کدالوں یا پھاڑوں کے ساتھ نکلے پس جب انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو کہا: محمد (آگئے) اور اللہ کی قسم! محمد لشکر سمیت آگئے۔ حضرت انس نے کہا: جب ان کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: اللہ اکبر! اللہ اکبر! خیبر تباہ ہو گیا جب ہم کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن لوگوں کو ذرا یا گیا ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی مفصل اور محقق شرح صحیح البخاری: ۱۷۳ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ران کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے وہاں اس حدیث میں ذکر تھا: میرا گھٹنا نبی ﷺ کی ران کو چھو رہا تھا اور یہاں اس حدیث میں ذکر ہے: میرا قدم نبی ﷺ کے قدم کو چھو رہا تھا۔

اس حدیث کے دیگر اہم مسائل اور فوائد کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد اور اذان کی وجہ سے جان اور مال کا محفوظ رہنا

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اذان دین اسلام کا شعار ہے اور اذان کو ترک کرنا جائز نہیں ہے فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی علاقے کے لوگ اس پر اتفاق کر لیں کہ وہ اذان نہیں دیں گے تو مسلمانوں کے سربراہ پر واجب ہے کہ وہ ان سے قتال کرے اور جس علاقے کے لوگ اذان دیں تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اس علاقے کے لوگ مسلمان ہیں کیونکہ اذان میں توحید اور رسالت کا اعلان ہے

اور ان کے خلاف جہاد نہیں کیا جائے گا اور ان کی جان اور مال کی حفاظت کی جائے گی۔

۷۔ بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيَ

مؤذن سے اذان سننے والا کیا کہے

۶۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۸۳، الرقم السلسل: ۸۲۵، سنن ابوداؤد: ۵۲۲، سنن ترمذی: ۳۰۸، سنن نسائی: ۶۳۳، سنن ابن ماجہ: ۷۲۳، موطأ امام مالک: ۱۲۲، دار المعرفۃ، مسند ابویعلیٰ: ۱۱۸۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۸، مصنف عبد الرزاق: ۱۸۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۷۸، تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۳۵، شرح السنۃ: ۴۱۹، مسند احمد ج ۳ ص ۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۱۰۲۰، ج ۱ ص ۶۵-۶۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۳۰، مکتبۃ الرشذریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۲۱۴۱)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ارشاد ہے: جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک واجب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ اس حدیث کی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اذان سننے والے پر مؤذن کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا امر (حکم) ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اصحاب مالک میں سے ابن وہب کا اور ظاہر یہ (غیر مقلدین) کا بھی یہی مسلک ہے اذان کے وقت قرآن مجید پڑھنے کو بھی قطع کرنا واجب ہے اور سلام اور کلام کو بھی ترک کرنا واجب ہے اور کلمات اذان کے جواب کے سوا ہر عمل کو قطع کرنا واجب ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس باب میں امر استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے۔ امام طحاوی کا بھی یہی مختار ہے علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ اذان کے کلمات کا زبانی جواب دینا مستحب ہے۔

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب انسان کسی ایسی جگہ ہو یا ایسے حال میں ہو کہ اس جگہ اور اس حال میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا ادب کے خلاف ہو تو اذان کا جواب نہ دے مثلاً وہ بیت الخلاء میں ہو یا اپنی بیوی کے ساتھ جماع میں مشغول ہو اسی طرح اگر وہ کسی افضل کام میں مشغول ہو مثلاً فرض یا نفل نماز پڑھ رہا ہو تو اذان کا جواب نہ دے اور اگر وہ اذان کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو یا تسبیح پڑھ رہا ہو تو اس کو منقطع کر کے مؤذن کی اذان کا جواب دے اقامت میں بھی اذان کی طرح جواب دے مگر جب وہ کہے: "قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ" تو کہے: "اقامها الله وادامها" اور جب مؤذن کہے: "الصلوة خير من النوم" تو سننے والا کہے: "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ"۔

اذان کے کلمات کے جواب دینے کی کیفیت

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ سننے والے پر واجب ہے کہ وہ مؤذن کے کہے ہوئے کلمات کی مثل کہے مگر جب مؤذن "حی علی الصلوٰۃ" کہے تو سننے والا اس کے جواب میں "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم" کہے اور جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو سننے والا کہے: "ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن" اسی طرح جب مؤذن کہے: "الصلوٰۃ خیر من النوم" تو سننے والا کہے: "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ"۔

اذان سننے کے دوران سننے والا قرآن شریف کی تلاوت کرے نہ کسی کو سلام کرے نہ سلام کا جواب دے اور اذان کا جواب دینے کے سوا اور کسی عمل میں مشغول نہ ہو اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو اس کو منقطع کر دے اور اذان کے کلمات کا جواب دے۔

شمس الائمہ عبدالعزیز الحلو انی المتوفی ۱۲۵۶ھ نے کہا: اگر اس نے زبان سے جواب دیا اور مسجد میں چل کر نہیں گیا تو اس نے اذان کا جواب نہیں دیا اور اگر وہ مسجد میں ہو اور اس نے جواب نہیں دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور جس پر نماز واجب نہیں ہے اس پر اذان کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب نہیں ہے مستحب اور مندوب ہے (علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امر مطلق جو قرآن سے مجرد ہو وجوب پر دلالت کرتا ہے خصوصاً جب دیگر احادیث اور آثار سے بھی وجوب کی تائید ہوتی ہے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۱۷۳-۱۷۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اذان کے کلمات کے جواب دینے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مؤذن کی اذان سننے تو اسی طرح فرماتے جس طرح مؤذن کہتا تھا اور جب وہ کہتا: "اشھد ان محمداً رسول اللہ" تو آپ فرماتے: "اَنَا" (میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں)۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۸۳۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

عبداللہ بن الحارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مؤذن کی اذان سننے اور مؤذن کہتا: "اللہ اکبر" تو آپ فرماتے: "اللہ اکبر" جب وہ کہتا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ" تو آپ فرماتے: "اشھد ان لا الہ الا اللہ" اور جب وہ کہتا: "اشھد ان محمداً رسول اللہ" تو آپ بھی اس کی مثل کہتے اور جب وہ کہتا: "حی علی الصلوٰۃ" تو آپ فرماتے: "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم"۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۸۳۷ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۰)

عیسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت مؤذن نے نماز کی اذان دی اور کہا: "اللہ اکبر" اللہ اکبر" تو حضرت معاویہ نے بھی اسی طرح کہا اس نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ" تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا اس نے کہا: "اشھد ان محمداً رسول اللہ" تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا پھر انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۸۳۷ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۵۶)

یحییٰ بن ابی کثیر ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ جب مؤذن نے کہا: "حی علی الصلوٰۃ" تو انہوں نے کہا: "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم" پھر انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح تمہارے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۸۵۱)

اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن کہتا: "حی علی الصلوٰۃ" تو مجاہد کہتے: "المستعان اللہ" اور جب وہ کہتا: "حی

علی الفلاح“ تو وہ کہتے: ”لا حول ولا قوة الا باللہ“۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۳)

قادر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان اذان سنتے تو شہادت اور تکبیر میں وہی کہتے جو مؤذن کہتا اور جب وہ کہتا: ”حی علی الصلوٰۃ“ تو وہ کہتے: ”ما شاء اللہ ولا قوة اللہ الا باللہ“۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۶)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ متقدمین لوگ اذان کے لیے اس طرح خاموش ہو جاتے تھے جس طرح قرآن سننے کے لیے خاموش ہو جاتے تھے اور مؤذن جو بھی کلمہ کہتا وہ اس کی مثل کہتے جب وہ ”حی علی الصلوٰۃ“ کہتا تو وہ کہتے: ”لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم“ اور جب وہ ”حی علی الفلاح“ کہتا تو وہ کہتے: ”ما شاء اللہ“۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۸۵۳)

جریری بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ نے کہا: جفاء سے یہ ہے کہ کوئی شخص اذان میں ”لا الہ الا اللہ واللہ اکبر“ نہ پھر اس کا جواب نہ دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۷)

المسیب بن رافع نے بیان کیا کہ عبداللہ نے کہا: جفاء سے یہ ہے کہ کوئی شخص اذان نہ پھر اس کے کلمات کی مثل نہ کہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۸)

علامہ عینی نے فرمایا: ترک واجب کو جفاء کہا جاتا ہے اور ترک مستحب کو جفاء نہیں کہا جاتا اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۷۳)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کے وجوب کے متعلق دیگر فقہاء احناف کی تصریحات
علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۷۹۷ھ لکھتے ہیں:

خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ جس نے اذان سنی اس پر واجب ہے کہ اس کا جواب دے خواہ وہ جہنی ہو کیونکہ اذان کا جواب اذان نہیں ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور اگر اس نے جواب نہیں دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ جس نے اذان کا جواب نہیں دیا تو اس کی نماز نہیں ہوگی تو اس سے مراد ہے: قدموں سے اور چل کر اذان کا جواب دینا نہ کہ فقط زبان سے جواب دینا اور محیط میں مذکور ہے کہ اذان سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور وہ ”حی علی الصلوٰۃ“ کی جگہ ”لا حول ولا قوة الا باللہ“ کہے اور ”حی علی الفلاح“ کی جگہ ”ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن“ کہے کیونکہ جواب میں ان ہی الفاظ کو دہرا دینا مذاق کے مشابہ ہے اور ”الصلوٰۃ خیر من النوم“ کی جگہ ”صَدَقْتَ وَبَرَدْتَ“ کہے اذان سننے کے دوران قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے نہ کسی کو سلام کرے نہ سلام کا جواب دے اور اذان کا جواب دینے کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور اگر اذان سننے والا قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو منقطع کر دے اور اذان کے کلمات کا جواب دے۔

شمس الائمہ اہل الحلوانی المتوفی ۵۶ھ نے کہا ہے کہ جواب دینے سے مراد قدموں کے ساتھ جواب دینا ہے نہ کہ زبان کے ساتھ حتیٰ کہ اگر اس نے زبان سے جواب دیا اور قدموں سے چل کر مسجد نہیں گیا تو وہ جواب دینے والا نہیں ہوگا اور جس وقت اس نے اذان سنی اگر اس وقت وہ مسجد میں ہو تو اس پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔

فتاویٰ ظہیریہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس نے اذان کو سنا ہو تو وہ تلاوت کو ترک نہ کرے کیونکہ مسجد میں حاضر ہونے سے اس کا جواب ہو گیا ہے اور اگر وہ اپنے گھر میں تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو ترک کر کے اذان کا جواب

وے یہ فتویٰ شمس الائمہ الحلوانی کے قول پر مقرر ہے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ زبان کے ساتھ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا یہ حکم ہے کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے اور آپ کے اس امر کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے لہذا یہ امر وجوب کے لیے ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۹ المکتبۃ الماحدیہ کوئٹہ)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی المتوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

مؤذن کا زبان کے ساتھ جواب دینا واجب ہے۔ ”الحیط“ میں اسی پر جزم ہے اور یہی ”الخلاصۃ“ کی عبارت سے ظاہر ہے اور اسی طرح ”التحفة“ میں مذکور ہے۔ ”البحر الرائق“ میں مذکور ہے کہ اگر اذان ختم ہو گئی اور اس نے جواب نہیں دیا تو اگر زیادہ وقت نہیں گزرا ہے تو وہ اب اذان کا جواب دے دے۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۶-۱۷۵ تقدیمی کتب خانہ کراچی)

جمہور فقہاء احناف کے موقف پر امام طحاوی کا معارضہ

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب نہیں ہے، مستحب ہے اور اس پر انہوں نے حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

علقہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کسی سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے سنا مؤذن کہہ رہا تھا: ”اللہ اکبر، اللہ اکبر“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”علی الفطرة“ (یہ دین فطرت پر ہے) پھر اس نے کہا: ”اشہد ان لا اله الا اللہ“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دوزخ سے نکل گیا، پس ہم نے اس کو جلدی سے دیکھا تو وہ بکریوں کا چرواہا تھا اس نے نماز کا وقت پایا تو اذان دی۔ (صحیح مسلم: ۳۸۲، سنن ترمذی: ۱۶۱۸، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۷-ج ۳ ص ۱۳۲، مصنف عبد الرزاق: ۱۸۶۶، المعجم الکبیر ج ۱ ص ۱۱۵، شرح معانی الآثار: ۸۶۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مؤذن کے کلمات کی مثل کلمات نہیں فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث میں ہے: جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کلمات کہو۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱، صحیح مسلم: ۳۸۳) وہ وجوب پر محمول نہیں بلکہ مؤذن کی مثل کلمات کہنا افضل اور مستحب ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے نمازوں کے بعد دعا کا حکم دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۹، تقدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی امام طحاوی کی پیروی میں لکھا ہے:

یہ حدیث اس حدیث کے خلاف قرینہ صارفہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا امر ہے کہ جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سفر کے موقع پر خود مؤذن کی مثل کلمات نہیں فرمائے اور اس سے اس کی تائید ہوتی ہے جس کی ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور قدموں سے چل کر جواب دینا واجب ہے اور یہ شمس الائمہ عبدالعزیز الحلوانی المتوفی ۳۵۶ھ کے قول کی ترجیح میں ظاہر ہے اور الحانیہ اور الفیض میں بھی اسی طرح ہے اور اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جب تم اللہ کی طرف بلانے والے کو سنو تو اس کو جواب دو۔ (الجامع الصغیر: ۶۹۲، علامہ سیوطی نے رمزی کے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔) (رد المحتار ج ۲ ص ۶۳-۶۴، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ)

امام طحاوی کے معارضہ کا جواب علامہ عینی سے

علامہ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ امام طحاوی کے جواب میں لکھتے ہیں:

جب امر مطلق قرآن سے خالی ہو تو وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے لہذا نبی ﷺ نے جو حکم دیا ہے کہ جب تم اذان سنو تو اس کی مثل

کہو جو مؤذن کہتا ہے یہ امر وجوب کے لیے ہے پس اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے: جو شخص اذان کو سنے پھر وہ مؤذن کی مثل نہ کہے تو یہ جفاء ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۸-۲۳۶۷) اور جفاء ترک واجب کو کہتے ہیں ترک مستحب کو جفاء نہیں کہتے اور رہی حضرت ابن مسعود کی حدیث تو وہ اس کے منافی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مؤذن کی مثل جواب دیا ہو ہو سکتا ہے کہ آپ نے مؤذن کی مثل جواب دیا ہو اور راوی نے اس کا ذکر ترک کر دیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے آپ نے جو فرمایا (یعنی "علی الفطرۃ") اور بعد میں مؤذن کی مثل جواب دیا ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ سفر کا واقعہ پہلے کا ہو اور اس کے بعد آپ نے یہ حکم دیا ہو کہ جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کہو۔

(نخب الافکار فی تنقیح مہانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۰۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام طحاوی کے معارضہ کا جواب مصنف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بہت عمدہ جواب دیئے ہیں لیکن میرے مفذد یک اس کا نہایت قوی جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے: جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۱: صحیح مسلم: ۳۸۳) یہ نبی ﷺ کا قول ہے اور امام طحاوی نے جو حضرت ابن مسعود کی حدیث ذکر کی ہے کہ آپ نے مؤذن سے "اللہ اکبر" "اللہ اکبر" سن کر فرمایا: "علی الفطرۃ" (صحیح مسلم: ۳۸۳) یہ آپ کا فعل ہے اور اصول میں مقرر ہے کہ جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو آپ کے قول کو آپ کے فعل پر ترجیح ہوتی ہے کیونکہ فعل ہو سکتا ہے کہ آپ کی خصوصیت ہو لہذا اس رائج حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے جیسا کہ جمہور فقہاء احناف کا موقف ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس حدیث سے جمہور فقہاء احناف نے اذان کے زبانی جواب پر استدلال کیا ہے وہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن کی متفق علیہ حدیث ہے اور امام طحاوی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ صحیح بخاری میں نہیں ہے صرف صحیح مسلم اور سنن میں ہے لہذا سند کے اعتبار سے فقہاء احناف کی حدیث زیادہ قوی ہے سوان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے تعارض اس وقت ہوتا جب دونوں حدیثیں قوت سند میں برابر ہوتیں پس ثابت ہوا کہ جمہور فقہاء احناف نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جس حدیث سے اذان کے زبان کے ساتھ جواب کے وجوب پر استدلال کیا ہے امام طحاوی کی حدیث دو وجہ سے اس کے معارض نہیں ہے۔ واللہ الحمد۔

علامہ شامی کی تحقیق کا جواب

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ خانیہ اور الفیض نے شمس الائمہ الحلو انی کے قول کی تائید کی ہے میں کہتا ہوں کہ ان دو کے علاوہ اکثر فقہاء نے یہی لکھا ہے کہ مؤذن کا زبان سے جواب دینا واجب ہے جن کی عبارات کو ہم مکمل حوالہ جات کے ساتھ پیش کر رہے ہیں: علامہ علاء الدین السمرقندی الحنفی متوفی ۵۳۹ھ لکھتے ہیں:

اذان سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں جفاء سے ہیں اور ان میں سے یہ ہے کہ جس نے اذان اور اقامت کو سنا اور جواب نہیں دیا اور جواب یہ ہے کہ اذان سننے والا مؤذن کی مثل کہے۔

(تحفۃ الفقہاء ج ۲ ص ۱۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

اذان سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں جفاء سے ہیں: (۱) کوئی شخص کھڑے ہو کر

پیشاب کرے (۲) نماز سے فارغ ہونے سے پہلے بہ کثرت اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرے (۳) کوئی شخص مؤذن کی اذان سننے پھر اس کی مثل نہ کہے (۴) کوئی شخص (کسی ایسے آدمی کے) راستہ میں نماز پڑھے جو اس کی نماز منقطع کر دے۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸۶، الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۸۶)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۱۱) اس سے مراد وجوب ہے کیونکہ وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے اور النہیۃ میں مذکور ہے کہ سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ چار چیزیں جہنم میں سے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ جس نے اذان اور اقامت کو سنا اور ان کا جواب نہیں دیا۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۵۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ طاہر بن عبد الرشید البخاری المتوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

جس نے اذان کو سنا اس پر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ اذان کے کلمات کو سن کر زبان سے ان کا جواب دینا واجب ہے اور انہوں نے صحیح بخاری کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۹، النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۵)

علامہ حسن بن عمار الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

جب کسی نے مؤذن کی اذان سنی تو (کسی بات یا کسی کام سے) رک جائے اور اس کی مثل کہے۔

پھر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

الامام الترمذی نے کہا: جب وہ فقہ میں کلام کر رہا ہو یا اصول میں پس اذان سننے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اذان کا جواب

دے۔ (نور الايضاح و شرح نور الايضاح امداد الفلاح ص ۲۱۹-۲۱۸، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ السید احمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

جس نے اذان سنی اس پر اس کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل

کہو۔ (حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۸۸، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ)

نیز علامہ الطحاوی لکھتے ہیں: اذان کے دوران تلاوت کو منقطع کر دے تاکہ اذان کا جواب دے۔ (مرآۃ الفلاح)

اذان کا جواب دینے میں اختلاف ہے کہا گیا ہے کہ یہ واجب ہے۔ خانیہ خلاصہ اور تحفۃ کی عبارات سے یہی ظاہر ہے علامہ ابن ہمام کا بھی یہی مختار ہے علامہ الحسکفی نے الدر المختار میں کہا ہے کہ اذان کے دوران سلام کا جواب نہ دے اور اذان کے جواب کے

سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ (حاشیۃ الطحاوی علی مرآۃ الفلاح شرح نور الايضاح ج ۱ ص ۲۸۳، مطبع بیروت)

علامہ محمد بن شہاب ابن یزید الکوردی الحنفی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

اذان کا جواب قول کے ساتھ واجب ہے نہ کہ قدم کے ساتھ۔

(فتاویٰ بزاز علی حاشی اللہند یہ ج ۳ ص ۲۵، مطبع امیر یہ کبریٰ بواقی، مصر ۱۳۱۰ھ)

فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے:

اذان سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ مؤذن کی مثل کلمات کہیں مگر ”حی علی الصلوٰۃ“ کی جگہ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“ کہیں اور ”حی علی الفلاح“ کی جگہ کہیں: ”ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن“۔ (فتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۷ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب کسی نے اذان سنی تو اس کے بعد جو عمل بھی کیا وہ حرام ہے۔

(جد المتاریج ص ۲۱۱ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ۱۳۰۶ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی رضوی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لیے سلام کلام اور جواب سلام تمام اشغال موقوف کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں

اذان کی آواز آئے تو تلاوت موقوف کر دے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے یو ہیں اقامت میں۔ (در مختار عالمگیری)

جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے اس پر معاذ اللہ خاتمہ بُرا ہونے کا خوف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۲۲ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۳۱۶ھ)

علامہ شامی نے فقہ کی صرف دو کتابوں کو دیکھ کر یہ لکھ دیا کہ اذان کا زبانی جواب دینا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

اور ہم نے فقہ حنفی کی پندرہ کتابوں سے واضح کیا ہے کہ اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے اور اس کے علاوہ احادیث کی

جو تحقیق کی ہے وہ اس پر مستزاد ہے۔ واللہ الحمد۔

ہمارے زمانہ میں عوام کیا خواص بھی اس واجب پر عمل نہیں کر رہے اذان ہوتی رہتی ہے اور لوگ بے پرواہی سے اپنی باتوں اور

اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم سب کام چھوڑ کر غور سے اذان کو سنیں اور اس کے کلمات کا جواب دیں تاکہ ہم

اپنے ہر کام اور ہر بات پر اللہ کے ذکر کو مقدم کریں اور اتباع رسول کے لیے ہر بات اور ہر کام کو ترک کر دیں اور وسیلہ کی دعا سے

شفاعت کو حاصل کریں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۵۲۔ ج ۱ ص ۱۰۸۹ پر مذکور ہے اس حدیث کی شرح میں یہ عنوان ہے:

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا۔

۶۱۲۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ

عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ

حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا

فَقَالَ مِثْلَهُ اِلَى قَوْلِهِ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ

اللَّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی

یحییٰ از محمد بن ابراہیم بن الحارث انہوں نے کہا: مجھے عیسیٰ بن طلحہ

نے حدیث بیان کی کہ ایک دن انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

سے سنا وہ مؤذن کے قول کی مثل ”اشہد ان محمدًا رسول اللہ“

کہہ رہے تھے۔

ہمیں اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا انہوں نے کہا: ہمیں

وہب بن جریر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے

حدیث بیان کی اس کی مثل از یحییٰ۔

حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ رَاهُوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ

بْنِ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى نَحْوَهُ.

[اطراف الحدیث: ۶۱۳۔ ۹۱۳]

نے تمہارے نبی کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۱۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۔ بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ النَّدَاءِ

اذان کے بعد دعا

۶۱۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ ائْتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتُهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سن کر کہا: اے اللہ! اس دعوتِ کاملہ کے رب! اور دائمی قائم ہونے والی نماز کے رب! سیدنا محمد ﷺ کو جنت میں بلند مقام عطا فرما اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے تو [طرف الحدیث: ۱۹: ۴] وہ شخص قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہو جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۹، سنن ترمذی: ۲۱۱، سنن نسائی: ۶۷۹، سنن ابن ماجہ: ۷۲۲، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۳۶، صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۰، صحیح ابن حبان: ۱۶۸۹، المعجم الاوسط: ۳۶۵، کتاب الدعاء: ۳۳۰، مسند الشامیین: ۲۹۷۲، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۹۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۱۰، شرح السنن: ۳۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۸۱-۱۸۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۴، طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۸۱، ج ۲۳ ص ۱۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عیاش الحمصی: یہ امام بخاری کے بڑے شیوخ سے ہیں یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن المنکدر (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۷۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کہ اس میں اذان کے بعد دعا کا ذکر ہے۔

وسیلہ کا معنی

”الوسيلة“ بادشاہ کے نزدیک مرتبہ اور درجہ اور قرب اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اختیار کرنے کا معنی ہے: ایسا عمل کرنا جس سے اللہ کا قرب حاصل ہو۔ (القاموس ص ۱۰۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ)

وسیلہ کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مؤذن سے سنو تو اس کی مثل کہو جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر صلوٰۃ (درود) پڑھو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک صلوٰۃ پڑھی اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لیے اللہ سے وسیلہ کی دعا کرو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو کسی کے لائق نہیں ہے سوائے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے اور مجھے توقع ہے کہ وہ بندہ میں ہوں سو جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۳۸۳، سنن ابوداؤد: ۵۲۳، سنن ترمذی: ۳۶۱۳، سنن نسائی: ۶۷۷، شرح معانی الآثار: ۸۳۸)

دعوتِ تامہ، صلوٰۃ قائمہ اور مقام محمود کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”رب هذه الدعوة التامة“ میں ”رب“ کا معنی ہے: صاحب اور ”الدعوة التامة“ کا معنی ہے: یعنی اے صاحب توحید اس کی تشریح میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) ”تامة“ کا معنی ہے: جس میں کوئی نقص اور عیب نہ ہو۔ (۲) اذان کو دعوتِ تامة اس لیے فرمایا ہے کہ یہ اللہ کا ذکر ہے اور اس ذکر سے اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے اسی وجہ سے یہ دعوت تمام اور کمال کی مستحق ہے (۳) ”تامة“ کا معنی یہ ہے کہ یہ دعوت منسوخ ہونے سے محفوظ ہے اور یہ قیامت تک باقی رہے گی۔

”الصلوة القائمة“ کا معنی یہ ہے کہ یہ نماز دائمی ہے اس کو کوئی ملت یا شریعت تبدیل کرے گی نہ منسوخ کرے گی اور جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں یہ نماز قائم رہے گی۔

”الوسيلة“ کا لغت میں معنی ہے: جس سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے اور حدیث میں اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ یہ جنت میں ایک مقام ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن کی شفاعت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔

”المقام المَحمود“ جو شخص بھی اس مقام کو دیکھے گا وہ اس کی تعریف اور تحسین کرے گا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شفاعت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ مقام ہے جس کی اولین اور آخرین تحسین کریں گے جس کی وجہ سے آپ کو تمام مخلوق پر فضیلت دی جائے گی آپ سے کہا جائے گا: آپ سوال کریں آپ کو عطاء کیا جائے گا آپ شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی ہر شخص آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جس پر فائز ہو کر میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقامِ محمود عطاء کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا تو پھر امت کو اس دعا کا حکم دینے کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے مراد اس مقامِ محمود کے دوام اور ثبات کا حصول ہے یا اس میں یہ اشارہ ہے کہ صالحین کے لیے بھی دعا کرنا جائز ہے اور جس مقام کا تو نے وعدہ فرمایا ہے اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

عَلَىٰ أَنْ يَتَّبِعَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ○ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا ○

(بنی اسرائیل: ۷۹)

(نخب افکار فی تنقیح مہانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۹۷-۹۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

رسول اللہ ﷺ کے لیے کس نیت سے وسیلہ کی دعا کرے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے لیے وسیلہ کی دعا کرنے کا حکم ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی شخص اس نیت سے یہ دعا کرے کہ اس کی دعا سے نبی ﷺ کو جنت میں وہ مقام ملے گا اور اگر کوئی شخص اس نیت سے یہ دعا کرتا ہے تو وہ سخت گم راہی میں مبتلا ہے دعا کرنے والے کو اس نیت سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ آپ کو تو یہ مقام بہر حال ملنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے میں یہ دعا اس لیے کر رہا ہوں کہ میرا شمار بھی آپ کے خیر خواہوں اور نمک خواروں میں ہو جائے اور اس دعا سے میرا بھلا ہوگا کہ مجھے آپ کے محبین میں شمار کیا جائے گا اور جو شخص کسی دوسرے کے لیے کسی نعمت کے حصول کی دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! اس کو بھی یہ نعمت عطا فرما۔ (صحیح مسلم: ۴۳۲ سنن ابوداؤد: ۱۵۳۳) تو اس دعا کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ مجھے بھی جنت میں کوئی مقام ملے۔

جائے۔

شفاعت کی اقسام

اس حدیث میں نبی ﷺ کی شفاعت کے حصول کا ذکر ہے، نبی ﷺ کی شفاعت کی کئی مشہور حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) بغیر حساب کے دخول جنت کی شفاعت (۲) نیک لوگوں کے لیے درجات کی بلندی کی شفاعت (۳) جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں ان کے لیے دخول جنت کی شفاعت (۴) جن کے گناہ زیادہ ہوں ان کے لیے مغفرت کی شفاعت (۵) تخفیف عذاب کی شفاعت آپ ہر شخص کے لیے اس کے حسب حال شفاعت فرمائیں گے۔

اذان کے بعد دعا کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تو دعا کرتے: اے اللہ! اس دعوتِ کاملہ اور اس دائمی قائم ہونے والی نماز کے رب! اپنے بندہ اور اپنے رسول (محمد ﷺ) پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں داخل کر دے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان کے بعد یہ دعا کی اللہ اس کو قیامت کے دن میری شفاعت میں داخل کر دے گا۔ (المعجم الاوسط: ۳۶۷۳، مکتبۃ المعارف، ریاض: ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی: "اشھد ان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبده ورسوله" اے اللہ! آپ پر صلوٰۃ نازل فرما اور آپ کو اس مقام تک پہنچا جو تیرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں داخل کر دے سو جو شخص یہ دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۵۵۴، الجامع الکبیر: ۲۲۱۱۸، اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے اس دعوتِ کاملہ اور اس دائمی نماز کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے لیے مخصوص ہے اور آپ کو فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے بے شک تو وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا۔ (سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۰، نشر النہد، لبنان)

۹۔ بَابُ الْأَسْتِہَامِ فِي الْأَذَانِ

اذان کے لیے قرعہ اندازی کرنا

قرعہ اندازی کا یہ طریقہ ہے کہ لوگ مختلف پرچیوں پر اپنا نام لکھتے، پھر کسی ایک پرچی کو اٹھا لیتے، پھر اس میں جس کا نام ہوتا وہ غالب ہو جاتا اور قرعہ اصول شریعت میں سے ایک اصل ہے، جب کسی چیز کے متعلق متعدد لوگوں کے دعوے ہوتے تو کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے قرعہ اندازی کی جاتی، لہذا جب کئی لوگ اذان کے لیے امیدوار ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے بھی قرعہ اندازی کی جائے گی۔

وَيَذْکُرُونَ أَنَّ أَقْوَامًا اخْتَلَفُوا فِي الْأَذَانِ فَأَقْرَعَ
اختلاف ہوا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ

اندازی کی۔

اس تعلیق کی امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ از عبد اللہ بن شبرمہ از شقیق روایت کی ہے کہ جب ہم نے دن کے ابتدائی حصہ میں قادیسیہ کو فتح کر لیا تو اذان دینے میں اختلاف ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قرعہ اندازی کی ایک شخص کے نام قرعہ

آیات تو اس نے اذان دی۔

القادیسیہ عراق میں ایک مشہور جگہ ہے جو ہری نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ کو حجاج کے ٹھہرنے کے لیے بنایا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۶۱۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهْمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهْمُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے خبر دی از سُمی مولی ابی بکر از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور صفِ اول میں کتنا اجر ہے پھر ان کو قرعہ اندازی کے بغیر اس کا موقع نہ ملے تو وہ قرعہ اندازی کریں گے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے تو وہ اس کی طرف ضرور سبقت کریں گے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے کے لیے ضرور آئیں گے خواہ وہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔

[اطراف الحدیث: ۶۵۳-۷۲۱-۷۲۸۹]

(صحیح مسلم: ۳۳۹، الرقم السلسل: ۹۵۹، سنن ترمذی: ۲۲۵، سنن نسائی: ۵۳۹، سنن ابن ماجہ: ۹۹۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۵۴، ۷۵۷-۱۳-۳۹۱، صحیح ابن حبان: ۲۱۵۳-۱۶۵۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۲۸، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۲۵، مسند ابویعلیٰ: ۶۳۷۵، موطأ امام مالک: ۱۵۳، دار المعرفۃ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۲۶-ج ۱۲ ص ۱۶۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التیمیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) سُمی مولی ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام القرشی المدنی، ان کو الحاروریہ نے قدید میں ۱۳۰ھ میں قتل کر دیا تھا (۴) ابو صالح ذکوان الزیاتی (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۱۸۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں اذان کے لیے قرعہ اندازی کا ذکر ہے۔

اذان کی فضیلت: حضرت سعد بن ابی وقاص کے قرعہ اندازی کرنے کا واقعہ اور قرعہ اندازی کی شرعی حیثیت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابو جعفر الداؤدی نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان میں اور صفِ اول میں نماز پڑھنے کا کیا اجر ہے۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ اگر ان کو اس کے عظیم ثواب کا پتا چل جائے تو وہ اس کی طرف سبقت کریں گے یعنی سب اذان دیں گے پھر ان میں جمعہ پڑھانے والا کوئی نہیں رہے گا کیونکہ جمعہ کا امام مؤذن نہیں ہوتا بلکہ جب امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے تب اس کے سامنے اذان دی جاتی ہے اس لیے حضرت عمر نے فرمایا تھا: اگر مجھے مخالفت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اذان دیتا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو قرعہ اندازی کرائی تھی اس کا قصہ یہ ہے کہ امام طبری نے ذکر کیا ہے کہ جب القادیسیہ فتح ہو گیا تو دن چڑھ گیا تھا اور لوگ دشمن کا پیچھا کر رہے تھے جب وہ واپس آئے تو ظہر کا وقت آچکا تھا اور مؤذن شہید ہو چکا تھا پھر لوگ اذان

دینے کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے حتیٰ کہ قریب تھا کہ تلواریں نکل آئیں پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور جس کے نام کا قرعہ نکلا اس نے اذان دی۔

”القرعة“ اسلام کے اصول میں سے ایک اصول ہے جب کسی چیز کی ابتداء کرنے کے متعلق کئی دعوے دار ہوں تو پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جاتی ہے۔

صفِ اول میں نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ اور دو پہر کو نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ

اس حدیث میں صفِ اول میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے کیونکہ صفِ اول کے نمازی کو جب امام جہرا نماز پڑھتا ہے تو قرآن مجید اور تکبیرات سننے کا موقع ملتا ہے اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آمین کہنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صفِ اول سے مراد مسجد میں جلد پہنچنا ہے اس لیے کہ جو شخص پہلے مسجد میں پہنچا اور اس نے نماز کا انتظار کیا وہ اس سے افضل ہے جو دیر سے مسجد میں پہنچا خواہ اس نے صفِ اول میں نماز پڑھی ہو کیونکہ جو نماز کا انتظار کرتا ہے اس کا نماز میں شمار ہوتا ہے۔

اور دو پہر کے وقت ظہر پڑھنے کی اس لیے فضیلت ہے کہ جس نے اپنے قبیلہ کو ترک کیا اور مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اور نماز کا انتظار کرتا رہا اس کا نماز میں شمار ہوتا ہے اور وہ اس مجاہد کی طرح ہے جو دشمنانِ اسلام کے خلاف سرحدِ اسلام پر کھڑا ہوا پھر دیتا ہے۔

عشاء اور فجر کی نماز کی فضیلت کی وجہ

اس حدیث میں عشاء اور فجر کی نماز کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان کے اوقات نفس پر بہت دشوار ہیں عشاء کا وقت تمکات سے آرام کے لیے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رات کو سکون کا سبب بنایا ہے اور رات کو عشاء پڑھنے کے لیے جانے میں حشرات الارض کے خوف کے ساتھ اندھیرے میں چلنے کی مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور فجر کے وقت میں سخت نیند کا دباؤ ہوتا ہے اس وقت آرام دہ بستر میں نیند کو چھوڑ کر اٹھنے میں نفس کے ساتھ سخت جہاد ہوتا ہے پھر صبح وضوء کر کے نماز کے لیے جانے میں جو مشقت ہوتی ہے وہ کسی اور وقت کی نماز میں نہیں ہوتی اس لیے آپ نے فرمایا ہے کہ منافقین پر سب سے زیادہ دشوار نماز عشاء اور فجر کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۲) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم جس شخص کو عشاء اور فجر کی نماز میں موجود نہیں پاتے تھے اس کے متعلق برا گمان کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے نزدیک تمام رات قیام کرنے سے بہتر یہ ہے کہ میں فجر کی نماز باجماعت پڑھوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۶۰) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص عشاء کی نماز میں حاضر ہوا گویا کہ اس نے آدھی رات قیام کیا اور جو شخص فجر کی نماز میں حاضر ہوا گویا کہ اس نے پوری رات قیام کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۷) آپ نے فرمایا: اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے کے لیے ضرور آئیں گے خواہ وہ گھسٹتے ہوئے آئیں جیسے پانچ وغیرہ۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۸۴۔ ج ۱ ص ۱۲۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

اذان کے درمیان بات کرنا

۱۰۔ بَابُ الْكَلَامِ فِي الْاَذَانِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اذان کے درمیان بات کرنے کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اذان کے درمیان بات کرنا جائز ہے۔

اور سلیمان بن صرد نے اپنی اذان کے درمیان کلام کیا۔

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِي اَذَانِهِ.

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

موسیٰ بن عبد اللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن مرد صحابی تھے وہ لشکر میں اذان دیتے تھے اور اذان کے درمیان اپنے غلام کو کسی کام کا حکم دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۹۸)

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤْذِنُ
اور حسن بصری نے کہا: اگر کوئی شخص اذان یا اقامت کے درمیان ہنسے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تعلیق باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے اگر امام بخاری درج ذیل تعلیق کو نقل کرتے تو مناسبت ہوتا: ابن علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یونس سے دریافت کیا کہ اذان اور اقامت کے درمیان بات کرنے کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن علان نے حدیث بیان کی از حسن بصری کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت: ۱۴۱۶ھ)

۶۱۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ أَيُّوبَ وَعَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِي، وَعَاصِمِ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَدَّغَ، فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ الصَّلَاةَ فِي الرَّحَالِ، فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَ هَذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ، وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ. [اطراف اللہ: ۶۶۸-۹۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب و عبد الحمید صاحب الزیادی و عاصم الاحول از عبد اللہ بن الحارث انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہمیں کچھ والے دن خطبہ دیا جب مؤذن "حی علی الفلاح" پر پہنچا تو انہوں نے اس کو حکم دیا کہ وہ کہے کہ "گھروں میں نماز پڑھو" پھر لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو حضرت ابن عباس نے کہا: جو مجھ سے افضل تھے انہوں نے یہ کیا ہے اور یہ عزیمت ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۷۵-۶۹۹، سنن ابوداؤد: ۱۰۶۶، سنن ابن ماجہ: ۹۳۹، المعجم الکبیر: ۱۴۸۷۲، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۷، طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۰۳-ج ۴)

ص ۳۰۲، مؤسسة الرسالة، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرہد (۲) حماد بن زید (۳) ایوب السختیانی (۴) عبد الحمید بن دینار صاحب الزیادی (۵) عاصم بن سلیمان الاحول (۶) عبد اللہ بن الحارث بن عم محمد بن سیرین ان کے داماد (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۸۵)

داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اس پر دلالت نہیں ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے بلکہ اس میں جو قول ذکر کیا گیا ہے وہ بھی اذان کا ایک جز ہے ہر چند کہ وہ اذان کے معروف اجزاء میں سے نہیں ہے تاہم اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے۔

اذان کے درمیان کلام کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عروہ بن الزبیر عطاء اور قتادہ نے کہا ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے اور ابوہریرہ نخعی ابن سیرین امام مالک ثوری اوزاعی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا

مکروہ ہے اور ابن القاسم مالکی نے المجموعہ میں کہا ہے کہ جب کسی شخص کو بچہ پر یا نابینا پر یا کسی جانور پر یہ خطرہ ہو کہ وہ کسی کنویں میں (یا کسی کھلے ہوئے گٹر) میں گر جائے گا تو وہ اذان کے درمیان کلام کر کے اسے تنبیہ کرے اور پھر دوبارہ وہیں سے اذان شروع کر دے اور الزہری نے کہا ہے کہ اگر اس نے اقامت کے درمیان کلام کیا تو اس کو دوبارہ پڑھے اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے اذان کے درمیان کلام کیا تو وہ اسی اذان کو جاری رکھے کیونکہ مؤذن نے کہا: نماز گھروں میں پڑھو اور اذان کو جاری رکھا اور دوبارہ اذان نہیں پڑھی سو اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اذان کے درمیان کلام کرنا جائز ہے اور یہ حدیث اس کے مخالفین پر حجت ہے۔

المہلب نے کہا ہے: چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعہ کے خطبہ میں مؤذن سے کہا تھا کہ کہو: نماز گھروں میں پڑھو اور یہ عزیمت ہے کہ انہوں نے تنہا جمعہ کی نماز پڑھی اور اس کے بعد عصر کی نماز نہیں پڑھی اور اس میں امام مالک کی دلیل ہے کہ بارش کے عذر کی وجہ سے ظہر اور عصر کی نماز کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۳۱۰-۳۰۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ) حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح ابن خزیمہ میں اس حدیث کی پوری عبارت ہے کہ جب مؤذن نے کہا: "اشهد ان محمداً رسول اللہ" تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اب "حی علی الصلوٰۃ" نہ کہو اور کہو: نماز اپنے گھروں میں پڑھو امام شافعی کے نزدیک یہ کلمات اذان کے بعد کہے جائیں علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ کلمات نفس اذان میں کہے جائیں۔ امام شافعی (اور امام ابو حنیفہ) کی دلیل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سردرات میں فحنان میں اذان دی پھر فرمایا: تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو پھر حضرت عمر نے ہمیں خبر دی کہ سردرات میں یا سفر میں بارش کی رات میں جو مؤذن اذان دیتا اس کو رسول اللہ ﷺ یہ حکم دیتے کہ وہ اذان کے بعد یہ کہے: سنو! تم گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۲، صحیح مسلم: ۶۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۰۶۳-۱۰۶۲، سنن نسائی: ۶۵۳)

امام شافعی نے کہا: ہمارے نزدیک دونوں امر جائز ہیں یعنی "حی الصلوٰۃ" کی جگہ یہ کہنا اور اذان کے بعد کہنا لیکن اذان کے بعد یہ کلمات کہنا زیادہ بہتر ہے۔

ابن علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں: لیکن میں نے اس کو ناپسند کیا کہ تم کچھڑ میں چلتے ہوئے آؤ۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۸-۲۱۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

نابینا کو جب کوئی شخص وقت کی خبر

دینے والا ہو تو اس کی اذان کا حکم

۱۱۔ بَابُ أَذَانِ الْأَعْمَى إِذَا

كَانَ لَهُ مَنْ يُخْبِرُهُ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نابینا مؤذن کی اذان کو مکروہ کہا ہے یہ کراہت اس صورت پر محمول ہے جب نابینا کو کوئی شخص وقت کی خبر دینے والا نہ ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور داؤدی نے یہ کہا ہے کہ نابینا کی اذان صحیح نہیں ہے علامہ السروجی نے اس کا رد کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے متعلق یہ غلط لکھا ہے ہاں! احناف کی الحیط میں یہ لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۸، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ الحیظ میں یہ لکھا ہے کہ نابینا کی اذان مکروہ ہے اس مسئلہ کے متعلق الحیظ کی عبارت درج ذیل ہے:

غلام دیہاتی، جنگل والے ولد الزناء اور نابینا کی اذان بغیر کراہت کے جائز ہے ہاں! ان کے غیر کی اذان اولیٰ ہے۔

(الحیظ البرہانی ج ۲ ص ۹۵، إدارة القرآن کراچی ۱۴۲۳ھ)

نابینا کی اذان کو فقہاء احناف نے خلاف اولیٰ کہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ از خود وقت کے مشاہدہ پر قادر نہیں ہے۔

۶۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ،
عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بِلَالًا
يُؤَذِّنُ بَلِيلٍ، فَكُلُّوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَنَادِيَ ابْنُ أُمِّ
مَكْتُومٍ، ثُمَّ قَالَ وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى، لَا يَنَادِي حَتَّى
يُقَالَ لَهُ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے
حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از
والد خود کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک بلال رات کو اذان
دیتے ہیں پس تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں پھر
فرمایا: وہ نابینا شخص ہیں وہ اس وقت اذان دیتے ہیں جب ان سے
کہا جائے: صبح ہو گئی، صبح ہو گئی۔

[اطراف الحدیث: ۶۲۰-۶۲۳-۱۹۱۸-۲۶۵۶-۲۳۸] (صحیح مسلم: ۱۰۹۲، الرقم المسلسل: ۲۴۹۵، سنن ترمذی: ۲۰۳، سنن نسائی: ۶۳۸،

مصنف عبد الرزاق: ۱۸۸۵، مسند الحمیدی: ۶۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۹، صحیح ابن خزیمہ: ۴۰۱، شرح معانی الآثار: ۸۱۳، صحیح ابن حبان: ۳۴۶۹، سنن

بیہقی ج ۱ ص ۳۸۰، شرح السنہ: ۳۳۳، موطأ امام مالک: ۱۶۵، دار المعرفۃ: مسند احمد ج ۲ ص ۹، طبع قدیم: مسند احمد: ۳۵۵۱-ج ۸ ص ۱۵۲، مؤسسة الرسالة،

بیروت: جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۳۰، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند طحاوی: ۳۹۴۰)

نابینا کی اذان کے متعلق مذاہب ائمہ اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نابینا کی اذان میں اختلاف ہے، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی اذان کو مکروہ کہا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی اقامت کو مکروہ کہا ہے اور ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے، روایت ہے کہ ابراہیم الخثعمی کے مؤذن نابینا تھے، امام مالک، فقہاء احناف، امام شافعی اور امام احمد نے اس کی اذان کی اجازت دی ہے، جب کہ اس کے پاس ایسا شخص ہو جو اس کو وقت بتا دے، کیونکہ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ اس وقت اذان دیتے تھے جب ان کو یہ خبر دی جاتی تھی کہ صبح ہو گئی، صبح ہو گئی۔

المہلب نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نابینا شخص جس آدمی کو اور اس کی آواز کو پہچانتا ہو اور اس کی خبر سننے کے متعلق کوئی شہادت دے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی، نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص میں کوئی جسمانی نقص ہو تو اس کو ممتاز اور متمیز کرنے کے لیے اس نقص کا ذکر کرنا جائز ہے اور یہ غیبت نہیں ہے، جیسے حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم کو نابینا کہا جاتا تھا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ کسی شخص کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر کے اس کا نام لینا جائز ہے جب کہ اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف مشہور ہو جیسے حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم کہا جاتا ہے، اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کی کنیت رکھنا جائز ہے، اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم سے دوبار کہا جاتا: صبح ہو گئی، صبح ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تاکید کے لیے کسی لفظ کو

دوبار ذکر کرنا صحیح ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حضرت عبداللہ ابن امّ مکتوم کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن امّ مکتوم کا نام عبداللہ ہے اور ان کو عمر و بھی کہا جاتا ہے اور یہی اکثر ہے یہ ابن قیس بن زائدہ القرشی العامری ہیں اور ان کی والدہ ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکبہ بن عامر بن مخزوم ہے اور یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ماموں کے بیٹے ہیں حضرت ابن امّ مکتوم نے نبی ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی نبی ﷺ نے ان کو مدینہ میں تیرہ مرتبہ اپنا خلیفہ بنایا یہ جنگ القادسیہ میں شریک ہوئے تھے اور اسی میں شہید ہو گئے تھے اس دن ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہما یعنی وقت واحد میں ورنہ ان کے علاوہ بھی آپ کے مؤذن تھے حضرت ابو محمد ورنہ رضی اللہ عنہ نے مکہ میں آپ کے لیے اذان دی ہے اور حضرت سعد القرظ نے آپ کے لیے قبا میں تین مرتبہ اذان دی ہے۔ (محب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے میں مذاہب ائمہ

امام اوزاعی، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، اسحاق، داؤد بن جریر طبری اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ فجر کی اذان کو اس کے وقت سے پہلے دینا جائز ہے امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے امام ابو یوسف کا بھی یہی مذہب ہے۔ سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام محمد اور امام زفر بن الھذیل رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی اذان کو اسی وقت دینا جائز ہے جب اس کا وقت داخل ہو جائے جس طرح دوسری نمازوں کی اذان کو اسی وقت دینا جائز ہے جب ان کا وقت داخل ہو جائے اور بعض اصحاب الحدیث نے یہ کہا ہے کہ یہ اس وقت جائز ہے جب ایک مسجد میں دو مؤذن ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے اور جب کسی مسجد میں صرف ایک مؤذن ہو تو پھر اس کے لیے اسی وقت اذان دینا جائز ہے جب اس نماز کا وقت آ جائے اس بناء پر یہ ہو سکتا ہے کہ جس وقت حضرت بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دی اس وقت وہی ایک مؤذن ہوں پھر ان کو دوبارہ اذان دینے کا حکم دیا اور حضرت ابن امّ مکتوم نے اقامت کہی کیونکہ حضرت بلال کی فجر سے پہلے اذان دینا ثابت ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ اذان میں اصل یہ ہے کہ وقت داخل ہونے کے بعد اذان دی جائے کیونکہ اذان سے نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر دی جاتی ہے اور اگر نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دی گئی تو اس میں تھمیل ہے اور یہ نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر نہیں ہے جیسا کہ فجر کے علاوہ دیگر نمازوں کی اذان میں ہے اور حضرت بلال جو فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دیتے تھے یہ اذان نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر نہیں تھی بلکہ یہ اس لیے تھی کہ سوئے ہوئے لوگ بیدار ہو جائیں اور روزہ دار سحری کریں اور جو شخص غائب ہو وہ لوٹ آئے اور اس پر دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے منع نہ کرے وہ اس لیے اذان دیتے ہیں کہ تم میں سے جو شخص تہجد پڑھ رہا ہو وہ لوٹ آئے اور جو سو رہا ہو وہ بیدار ہو جائے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۵)

(محب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۶-۵۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۳۳۲- ج ۳ ص ۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:

فجر کے وقت سے پہلے اذان دینے میں مذاہب۔

فجر کے بعد اذان

۱۲۔ بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فجر کی جواذان معتبر ہے وہ طلوع فجر کے بعد ہے۔

۶۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرْتَنِي حَفْصَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَقَامَ الصَّلَاةُ۔
 امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جب مؤذن صبح کی اذان کے لیے بیٹھ جاتا تو رسول اللہ ﷺ تخفیف کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھتے اس سے پہلے کہ نماز فجر کی اقامت کہی جاتی۔ [اطراف الحدیث: ۱۱۷۳-۱۱۸۱]

(صحیح مسلم: ۷۲۳، الرقم المسلسل: ۱۶۳۶، سنن ترمذی: ۷۳۳، سنن نسائی: ۱۳۵۵، سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۵، مسند الحمیدی: ۶۷۴، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱، طبع قدیم مسند احمد: ۳۵۹۳، ج ۸ ص ۱۹۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۰۵۰، مکتبۃ الرشذریاض: ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۹۰۳۹)
 اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ جب مؤذن اذان دینے کے لیے بیٹھ جاتا تو آپ فجر کی دو سنتیں پڑھتے تھے اور امام احمد کی روایت میں ہے: جب فجر روشن ہو جاتی تو آپ دو رکعت پڑھتے تھے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوع فجر کے بعد فجر کی اذان دی جاتی تھی اور فجر کی سنتیں دو رکعت ہیں اور ان کو تخفیف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

۶۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَيْنَ الْبَدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ۔ [طرف الحدیث: ۱۱۵۹]
 امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۷۲۳، الرقم المسلسل: ۱۶۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۳۵۵، سنن نسائی: ۹۳۵، مسند الحمیدی: ۱۸۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۱۳، صحیح ابن حبان: ۲۳۶۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۳-۳۴، مصنف عبدالرزاق: ۷۹۲، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۱۲۵، ج ۴ ص ۱۵۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)
 اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو حدیث: ۶۱۸ میں گزر چکی ہے۔

* مذکور الصدر دونوں حدیثیں شرح صحیح مسلم: ۱۵۸۱-۱۵۸۰، ج ۲ ص ۳۳۵ میں مذکور ہیں وہاں ان کی شرح نہیں کی گئی۔

۶۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بَلَالًا يُنَادِي بِلَيْلٍ فَكُلُّوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَنَادِيَ ابْنُ أُمِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بالال رات کو اذان دیتے ہیں تم

مکتوم۔

کھاتے پیتے رہا کرو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ الْأَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ

فجر سے پہلے اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ طلوع فجر سے پہلے اذان دینے کا کیا حکم ہے آیا وہ مشروع ہے یا نہیں اور اگر وہ مشروع ہے تو پھر طلوع فجر کے بعد اذان دی جائے گی یا نہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان التیمی نے حدیث بیان کی از ابو عثمان النہدی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو بلال کی اذان سحری کھانے سے منع نہ کرے کیونکہ وہ رات کو اذان دیتے ہیں تاکہ جو شخص نماز میں قیام کر رہا ہے وہ لوٹ آئے اور جو سویا ہوا ہے وہ بیدار ہو جائے آپ نے اپنی انگلیاں اوپر سے نیچے کر کے فرمایا: فجر یا صبح اس طرح نہیں ہے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: اس طرح ہے۔ زہیر نے اپنی ایک انگلی دوسری انگلی پر رکھ کر دائیں سے بائیں کھینچ کر دکھایا۔

۶۲۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدُكُمْ 'أَوْ أَحَدًا مِنْكُمْ' أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُورِهِ 'فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ' أَوْ يَنَادِي 'بَلِيلٌ' لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ 'وَلِيُنَبِّئَكُمْ نَائِمَكُمْ' وَلَيْسَ أَنْ يَقُولَ 'الْفَجْرُ' أَوْ 'الصُّبْحُ'. وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ 'وَرَفَعَهَا إِلَى فَوْقٍ' وَطَاطَأَ إِلَى أَسْفَلٍ 'حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا'. وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَابَتَيْهِ 'إِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْآخَرَى' ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ. [اطراف الحديث: ۵۲۹۸-۷۲۷۷]

(صحیح مسلم: ۱۰۹۳، رقم المسلسل: ۲۵۰۰، سنن ابوداؤد: ۲۳۳۷، سنن نبائی: ۶۳۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۳۸۰، صحیح ابن حبان: ۳۳۷۲، سنن ابوداؤد الطیالسی: ۳۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۹، المستعنی: ۱۵۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۲، المعجم الکبیر: ۱۰۵۵۸، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۵۳، ج ۶ ص ۱۶۶، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۱۹۳، مکتبۃ الرشید ریاض، ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۵۱۵۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس المعروف بشیخ الاسلام (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی (۳) سلیمان بن طرخان التیمی البصری (۴) ابو عثمان عبد الرحمان بن مل النہدی (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۹۵)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر سے پہلے اذان دیتے تھے۔

فجر سے پہلے اذان دینے کے وقت میں مختلف اقوال اور فجر کا ذب اور فجر صادق کی علامت

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ طلوع الفجر سے پہلے اذان دیتے تاکہ سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے اور جو تہجد کی نماز پڑھ رہا ہو وہ لوٹ جائے اور یہ لوگ سحری کھانے کی تیاری کریں اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک اور اذان کی ضرورت ہے جو طلوع الفجر کے بعد ہو جیسا کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے اور جو اذان طلوع الفجر سے پہلے دی جاتی ہے اس کے وقت میں اختلاف ہے بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ اس کا وقت فجر کا ذب اور فجر صادق کے درمیان

ہے، بعض نے کہا: آدھی رات کے وقت ہے، بعض نے کہا: تہائی رات کے وقت ہے، بعض نے کہا: رات کے آخری چھٹے حصہ میں۔
حدیث: ۶۱۷ میں مذاہب کا بیان گزر چکا ہے اور امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل کا بیان بھی کیا جا چکا ہے۔
اس حدیث میں فجر کاذب اور فجر صادق کا بیان ہے، فجر کاذب میں روشنی اوپر سے نیچے کی طرف پھیلتی ہے اور فجر صادق میں روشنی دائیں سے بائیں طرف پھیلتی ہے۔

۶۲۲، ۶۲۳ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (ح) وَحَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عِيسَى الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ بَلَالًا يُؤَذِّنُ بَلِيلٍ فَكُلُّوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے خبر دی، عبید اللہ نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ح) اور مجھے یوسف بن عیسیٰ المروزی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: بلال رات کو اذان دیتے ہیں، سو تم کھاتے اور پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔ [طرف الحدیث: ۱۹۱۹]

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۱۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۴ - بَابُ كَمْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَمَنْ يَنْتَظِرُ الْإِقَامَةَ الصَّلَاةَ

۶۲۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَغْفَلٍ الْمُزَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ثَلَاثًا لِمَنْ شَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از الجریری از ابن بریدہ از عبد اللہ بن مغفل المزنی کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، یہ اس کے لیے ہے جو [طرف الحدیث: ۶۲۷] پڑھنا چاہے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۸، الرقم المسلسل: ۱۹۰۸، سنن ابوداؤد: ۱۲۸۳، سنن ترمذی: ۱۸۵، سنن نسائی: ۶۸۲-۶۸۱، سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۷، صحیح ابن حبان: ۱۵۵۹، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۶۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۷۴، شرح السنہ: ۴۳۰، مسند احمد ج ۳ ص ۸۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۶۷۹۰- ج ۲ ص ۳۶، مؤسسة الرسالة بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۲۳۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۵۳۵۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن شاہین الواسطی (۲) خالد بن عبد اللہ الطحان (۳) الجریری وہ سعید بن ایاس ہیں (۴) ابن بریدہ وہ عبد اللہ بن حبیب السلمی ہیں یہ مرو کے قاضی تھے وہیں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۰۱)

اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کے متعلق حدیث

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث میں جو ارشاد ہے: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز

ہے۔ اس سے مراد ہے: اذان اور اقامت کے درمیان اور اقامت کے اوپر اذان کا اطلاق تغلیباً فرمایا ہے جیسے چاند اور سورج کو کہا جاتا ہے: قرین اور سورج کے اوپر قمر کا اطلاق تغلیباً ہوتا ہے باب کا عنوان ہے: اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہے اور جب اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہوگی تو اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ بھی ہوگا تاہم اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ پر یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! جب تم اذان دو تو اپنی اذان میں آہستہ آہستہ کلمات کہو اور جب اقامت کہو تو تیزی سے کلمات کہو اور اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ کرو جس میں کھانا کھانے والا اپنے کھانے سے فارغ ہو جائے اور مشروب پینے والا اپنے مشروب سے فارغ ہو جائے اور جس نے قضاء حاجت کرنی ہو وہ اس سے فارغ ہو جائے اور جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو اس وقت تک کھڑے نہ ہو۔

(سنن ترمذی: ۱۹۵، المستدرک ج ۱ ص ۲۰۲)

اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا جواز

علامہ ابن جوزی مالکی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ جس نماز کے لیے اذان دی گئی ہے اس وقت صرف وہی نماز پڑھنی جائز ہے اور کوئی اور نفل نماز نہیں پڑھی جاسکتی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس اذان کے بعد اور نوافل بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

(کشف المشکل ج ۱ ص ۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

مغرب کی اذان کے بعد نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے میں اختلاف ہے امام احمد بن حنبل کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ یہ دو رکعت جائز ہیں اور سنت نہیں ہیں۔ اثرم بیان کرتے ہیں: میں نے امام احمد سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے یہ دو رکعت صرف ایک مرتبہ پڑھی ہیں جب میں نے اس کے متعلق حدیث سنی انہوں نے کہا: اس کے متعلق جید احادیث ہیں جو نبی ﷺ آپ کے اصحاب اور تابعین سے مروی ہیں مگر یہ کہ آپ نے فرمایا: جو چاہے ان کو پڑھے ان کے پڑھنے کے جواز پر دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں غروب آفتاب کے بعد نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے مختار بن فلفل نے ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ بھی یہ دو رکعت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ ہمیں یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے پس آپ ہمیں ان کا حکم دیتے تھے نہ منع فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۸۳۶، الرقم المسلسل: ۱۹۰۶، سنن ابوداؤد: ۱۲۸۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے جب مؤذن نماز مغرب کی اذان دیتا تو صحابہ مسجد کے ستونوں کی طرف سبقت کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے حتیٰ کہ اگر کوئی مسافر مسجد میں داخل ہوتا تو لوگوں کو کثرت کے ساتھ اس نماز کو پڑھنے ہوئے دیکھ کر یہ گمان کرتا کہ نماز مغرب پڑھی جا چکی ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۳۷، الرقم المسلسل: ۱۹۰۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۰)

حضرت عبد اللہ مرنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو پھر تیسری بار فرمایا: جو چاہے اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اس کو سنت بنالیں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۲۸۱، مسند احمد ج ۵ ص ۵۵)

(المغنی ج ۲ ص ۳۲۵-۳۲۴ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ یہ دو رکعت مستحب نہیں ہیں۔

اس مسئلہ میں متقدمین کے دو قول ہیں صحابہ کی ایک جماعت اور متاخرین تابعین نے ان کو مستحب کہا ہے حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ نے ان کو مستحب نہیں کہا اسی طرح امام مالک اور اکثر فقہاء نے انہی نے کہا: یہ بدعت ہیں کیونکہ ان کو مستحب قرار دینا مغرب کی نماز کو اول وقت میں پڑھنے سے تاخیر کو مستلزم ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۳۹۴ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے ان دو رکعت پڑھنے کو جائز کہا ہے باقی فقہاء نے انکار کیا ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۱۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی کی شرح میں مذکور ہے کہ مغرب کی اذان کے علاوہ مؤذن اذان دینے کے بعد اتنا وقفہ کرے جس وقفہ میں ایسی دو رکعت نماز پڑھی جاسکے کہ ہر رکعت میں دس آیات پڑھی جائیں اور کم زور آدمی کے لیے ٹھہرے محلہ کے رئیس اور بڑے آدمی کے لیے نہ ٹھہرے یہ ہر نماز کے بعد کم از کم وقفہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۰۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَدَّنَ قَامَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُونَ السَّوَارِيَّ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذَلِكَ يُصَلُّونَ الرَّكَعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ . قَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيلٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن عامر الانصاری سے سنا کہ حضرت انس بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب مؤذن اذان دیتا تو نبی ﷺ کے اصحاب ستونوں کی طرف جھپٹتے حتیٰ کہ نبی ﷺ (حجرہ سے) نکل آتے اور وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ رہے ہوتے اور اذان اور اقامت کے درمیان اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ عثمان بن جبلة اور ابو داؤد نے شعبہ سے روایت کی ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان بہت کم وقفہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ۵۰۳ اور ۶۲۰ میں مطالعہ فرمائیں۔

جو اقامت کا انتظار کریں

۱۵ - بَابُ مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ

اس سے مراد امام ہے یا وہ مقتدی جو صف اول میں بیٹھا اقامت کا منتظر ہو یا جس کا گھر مسجد کے قریب ہو اور وہ اپنے گھر میں

اقامت کی آواز سن سکتا ہو۔

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر ایک مؤذن بھی سفر میں اذان دے دے تو وہ کافی ہے۔

۶۲۸۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِي، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عَشْرِينَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَجِيمًا رَفِيقًا، فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى أَهَالِنَا، قَالَ ارْجِعُوا فَكُونُوا فِيهِمْ، وَعَلِّمُوهُمْ، وَصَلُّوا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَلْيُؤْذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيُؤَمِّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم آپ کے پاس بیس راتیں ٹھہرے آپ بہت نرم دل مہربان تھے جب آپ نے دیکھا ہمیں اپنے گھروالوں کی یاد آرہی ہے تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر لوٹ جاؤ اور ان میں رہو ان کو تعلیم دو اور نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔

[اطراف الحدیث: ۲۳۰-۲۳۱-۲۵۸-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸]

[۶۰۰۸-۶۲۳۶]

(صحیح مسلم: ۶۷۴، الرقم المسلسل: ۱۵۰۷، سنن ابوداؤد: ۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵، سنن ترمذی: ۲۳۵، سنن نسائی: ۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۹۸۰، صحیح ابن خزیمہ: ۳۹۸، صحیح ابن حبان: ۱۶۵۸، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۷۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۷۱، المعجم الکبیر: ۶۳۵، ج ۱۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶، مسند احمد: ۱۵۵۹۸، ج ۲۳ ص ۳۶۲، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۱۳۵، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۶۶۶۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلیٰ بن اسد ابوالہیثم البصری العمری یہ بھڑ بن اسد کے بھائی ہیں، بصرہ میں رمضان کے مہینہ میں ۲۱۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) وہیب بن خالد البصری الکراچی (۳) ایوب السختیانی (۴) ابو قلابہ عبداللہ بن زید (۵) حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۲۰۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان

دے۔

حضرت ابن عمر کے اثر سے امام بخاری کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو روایت کر کے درج ذیل اثر کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ حضرت ابن عمر سفر میں کتنی بار اذان دیتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: دو

اذائیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۰۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۱ھ)

اس باب کی حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ سفر میں اذان دو بار نہیں دی جاتی، کیونکہ صبح کی اذان اور دوسری نمازوں کی اذان میں کوئی

فرق نہیں ہے، امام شافعی نے کہا: اگر بڑی مسجد ہو اور اس کی ہر جہت سے بہ یک وقت مؤذن اذان دے تاکہ ہر طرف کے لوگ اذان

سن لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اب چونکہ لاؤڈ اسپیکر کا رواج عام ہو گیا ہے اس لیے اب اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مسجد کی ہر طرف اسپیکر

نصب کر دیئے جاتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے: تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے اس سے معلوم ہوا کہ امامت اذان دینے سے افضل ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان دینی چاہیے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

جب مسافروں کی ایک جماعت ہو تو وہ

۱۸ - بَابُ الْأَذَانِ لِلْمُسَافِرِينَ إِذَا كَانُوا

اذان دیں اور اقامت کہیں

جَمَاعَةً، وَالْإِقَامَةُ

اور اسی طرح عرفہ اور مزدلفہ میں ہے اور مؤذن کا قول: سرہ

وَكَذَلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ وَقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلَاةُ

رات یا بارش والی رات میں نماز گھروں میں پڑھو۔

فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوْ الْمَطِيرَةِ.

عرفہ اور مزدلفہ کے ذکر سے امام بخاری نے حسب ذیل حدیثوں کی طرف اشارہ کیا ہے:

باب "حجة النسي" میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے اس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ میدان

عرفہ میں آئے (الی قولہ) پھر اذان دی اور اقامت کہی پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھائی

اور ان کے درمیان آپ نے کوئی نماز نہیں پڑھی پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر وقف کی جگہ آئے (الی قولہ) حتی کہ آپ المزلفہ میں

آئے پھر آپ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۱۸، الرقم المسلسل: ۲۹۰۱، سنن ابوداؤد: ۱۹۰۹-۱۹۰۵، سنن نسائی: ۲۷۴۳، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۴)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ جب حج کے لیے گئے تو آپ کے ساتھ متعدد اصحاب تھے اور آپ نے حج کے سفر میں

میدان عرفہ میں ظہر اور عصر کو جمع کیا اور ایک اذان اور ایک اقامت کہلوائی ہے نیز حدیث میں ہے:

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا پھر عشاء کی اذان کے وقت ہم المزلفہ میں

آئے پھر حضرت ابن مسعود نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان دی اور اقامت کہی پھر حضرت ابن مسعود نے مغرب کی نماز پڑھائی

پھر عشاء کی نماز دو رکعت پڑھائی پھر کہا: میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۷۵، صحیح مسلم: ۱۲۸۹، سنن ابوداؤد: ۱۹۳۴، سنن نسائی: ۳۰۲۷، مسند احمد ج ۱ ص ۴۶۱)

مزدلفہ کے سفر میں بھی اذان اور اقامت کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں عرفہ اور مزدلفہ کا ذکر کیا

ہے۔

اور مؤذن کا یہ کہنا کہ سردی کی رات میں بارش کی رات میں نمازیں گھروں میں پڑھو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

المہاجر بن ابی الحسن از زید بن وہب از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے پس مؤذن

نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ٹھنڈے

وقت میں اذان دو اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے

۶۲۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ

أَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبِرْدٌ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ

يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبِرْدٌ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبِرْدٌ

حَتَّى سَاوَى الظِّلَّ التَّلَوَّلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

اس سے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اذان دو اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں اذان دو حتیٰ کہ سایا ٹیلوں کے برابر ہو گیا، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۳۵ کا مطالعہ فرمائیں وہاں اس کا عنوان تھا: گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب مسافروں کی جماعت ہو تو وہ اذان دیں اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۶۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوِيرِثِ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيمَا ثُمَّ لِيَوْمَكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از خالد الحداد از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے پاس دو آدمی آئے جو سفر کا ارادہ کرتے تھے پس نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم دونوں نکلو تو تم دونوں اذان دینا اور اقامت کہنا پھر جو تم میں سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۲۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۶۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ أَتَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَابَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجِيمًا رَفِيقًا فَلَمَّا ظَنَّ أَنَا قَدْ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا أَوْ قَدْ كُنْشْنَا سَأَلْنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا؟ فَأَخْبَرَنَا قَالَ رَجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ مَرُوءَهُمْ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا أَوْ لَا أَحْفَظُهَا وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أَصَلِّي فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤْذِنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤْمَكُمُ أَكْبَرُكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور ہم ہم عمر نوجوان تھے ہم آپ کے پاس بیس دن اور بیس راتیں ٹھہرے اور رسول اللہ ﷺ نرم دل مہربان تھے جب آپ نے یہ گمان کیا کہ ہمیں اپنے گھر والوں کے پاس جانے کا شوق ہو رہا ہے تو آپ نے ہم سے پوچھا: ہم گھر میں کس کو چھوڑ آئے ہیں تو ہم نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ پس ان میں رہو اور ان کو تعلیم دو اور ان کو حکم دو اور آپ نے چند چیزیں یاد کر لیں جو مجھے یاد ہیں یا یاد نہیں ہیں۔ (ابو قلابہ کو شک ہے کہ حضرت مالک بن حویرث نے کیا کہا تھا) اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے سب سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۲۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۶۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ أَدْنَابُنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بَضْجَانٍ ثُمَّ قَالَ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُولُ عَلَى إِيْرِهِ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلِ الْبَارِدَةِ إِي الْمَطِيرَةِ فِي السَّفَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از عبید اللہ بن عمر انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سردرات میں بضعجان میں اذان دی پھر فرمایا: تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو پھر ہمیں یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کسی مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیتے وہ اذان دیتا پھر اذان کے بعد کہتا: سنو! سردرات میں یا بارش والی رات میں سفر میں گھروں میں نماز پڑھو۔

[طرف الحدیث: ۶۶۶]

(صحیح مسلم: ۶۹۷، رقم المسلسل: ۱۵۷۱، سنن ابوداؤد: ۱۰۶۳، سنن نسائی: ۶۵۳، موطأ امام مالک: ۱۶۱، صحیح ابن حبان: ۲۰۷۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۷۰، شرح السنہ: ۷۹۷، المستفی: ۳۵۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۹۹، مسند احمد ج ۲ ص ۶۳، طبع قدیم مسند احمد: ۵۳۰۲، ج ۹ ص ۲۲۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۳۹۳۳)

لفظ ”بضعجان“ کی تحقیق

اس حدیث میں ”بضعجان“ کا لفظ ہے علامہ زحشری متوفی ۵۸۳ھ نے لکھا ہے: بضعجان مکہ کی جانب ایک پہاڑ ہے۔ (الفاقی ج ۱ ص ۲۷۵) حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ صاحب الفائق نے کہا ہے کہ اس کے اور مکہ کے درمیان پچیس میل ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۹) علامہ عینی نے بھی اس عبارت کو نقل کر دیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۱۳) لیکن میں نے علامہ زحشری کی الفائق کو دیکھا اس میں یہ عبارت نہیں ہے نہ ہی صحاح اور لسان العرب میں ہے البتہ یاقوت الحموی التوفی ۶۲۶ھ نے لکھا ہے کہ علامہ واقدی نے المغازی میں لکھا ہے کہ بضعجان اور مکہ کے درمیان پچیس میل ہیں اور معراج کی حدیث میں ”بضعجان“ کا ذکر ہے جب قریش نے نبی ﷺ سے کہا: آپ کے صدق کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا: جب میں واپسی میں بضعجان کے پاس پہنچا تو میں فلاں قافلہ کے پاس سے گزرا میں نے وہاں لوگوں کو دیکھا ان کے برتن میں پانی تھا میں نے اس پانی کو پی لیا۔

(معجم البلدان ج ۱ ص ۳۵۳، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۹ھ)

لگتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے معجم البلدان یا علامہ واقدی کی مغازی میں یہ عبارت پڑھی اور بے توجہی سے صاحب الفائق لکھ دیا اور علامہ عینی نے اسی عبارت کو الزحشری سے بدل کر لکھ دیا کیونکہ الفائق زحشری کی تصنیف ہے اور حقیقت کا سراغ لگانے کی کوشش نہیں کی۔

سفر میں اذان دینے اور اقامت پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سفر میں اذان اور اقامت پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے ایک جماعت کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ مسافر ہر نماز کے لیے اذان دے اور اقامت کہے حضرت سلمان، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیب، فقہاء احناف، امام شافعی، امام احمد، احادیث اور ابو ثور کا یہی مذہب ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ مسافر کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اذان دے اور اگر چاہے تو وہ اقامت کہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عروہ ثوری اور لخصی کا یہی قول ہے اور ایک جماعت نے کہا: مسافر کا اقامت کہنا کافی ہے

حسن بھری اور قاسم کا یہی موقف ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں صبح کی نماز کے سوا ہر نماز کے لیے اقامت کہتے تھے اور صبح کی نماز میں اذان اور اقامت دونوں کہتے تھے۔

عطاء اور مجاہد یہ کہتے تھے کہ جو شخص سفر میں اقامت پڑھنا بھول گیا، وہ نماز کو دہرائے کیونکہ نبی ﷺ نے ان دو آدمیوں سے فرمایا جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے: جب تم سفر کے لیے نکلو تو اذان دینا اور اقامت کہنا۔ (صحیح البخاری: ۶۳۰) یہ نبی ﷺ کا امر (حکم) ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے، جمہور علماء کے نزدیک یہ امر استحباب اور حصول فضیلت کے لیے ہے، کیونکہ آپ نے دونوں کو اذان دینے کا حکم دیا ہے، حالانکہ ایک کا اذان دینا کافی ہے، جمہور علماء کے نزدیک اس باب کی احادیث میں سفر میں اذان اور اقامت استحباب پر محمول ہیں، جنگل میں بھی اذان اور اقامت کی ترغیب میں احادیث وارد ہیں اور جو شخص جنگل میں اذان دے کر نماز پڑھتا ہے اس کی اقتداء میں پہاڑوں کے برابر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۹۷۔ ج ۲ ص ۳۸۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① رجل کا معنی ② جماعت اور جمعہ سے رخصت ③ "الَا صَلُّوا فِي الرَّحَالِ" ④ اذان کے درمیان کلام کا حکم۔

۶۳۳ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ فَجَاءَهُ بِلَالٌ فَأَذَنَهُ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنْزَةِ حَتَّى رَكَّزَهَا بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن عون نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے باہر وادی ابطح میں دیکھا، آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کو نماز کی خبر دی، پھر حضرت بلال نیزہ لے کر باہر نکلے حتیٰ کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس وادی میں گاڑ دیا اور نماز کی اقامت کہی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: لوگوں کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا، وہاں اس حدیث میں صرف اتنا ذکر تھا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھائی اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا اور یہاں امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے درج کیا ہے کہ اس میں سفر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

۱۹ - بَابُ هَلْ يَتَّبِعُ الْمُؤَذِّنُ فَاَهُ هَهُنَا

وَهَهُنَا؟ وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْأَذَانِ؟

وَيَذْكُرُ عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ جَعَلَ إِصْبَعِيهِ فِي أُذُنَيْهِ۔

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی

انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈالا۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے: عمار بن سعد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور فرمایا: اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۱۰)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ إِصْبَعِيهِ فِي أُذُنَيْهِ۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالتے

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے: وکیح سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ سفیان نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا وہ اپنے اونٹ پر اذان دے رہے تھے انہوں نے وکیح سے کہا: کیا تم نے ان کو دیکھا وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۸۵)

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ اَنْ يُؤْذِنَ عَلٰی غَيْرِ وَضُوْءٍ۔ اور ابراہیم نے کہا: مؤذن بغیر وضوء کے اذان دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے: منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا کہ اگر بغیر وضوء کے اذان دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے پھر مؤذن اتر کر وضوء کر لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۸۸)

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْوَضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ۔ اور عطاء نے کہا: وضوء برحق اور سنت ہے۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے: ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عطاء نے کہا کہ حق اور سنت مسنونہ یہ ہے کہ کوئی مؤذن بغیر وضوء کے اذان نہ دے اور کہا: اذان نہ دی جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۸۰۳)

وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ اَحْيَانِهٖ۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری، کتاب الحيض، باب: ۷ میں ہے اس کا عنوان ہے: حائض حج بیت اللہ کے سواج کے تمام ارکان ادا کرے۔

۶۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا

سُفْيَانُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ اَنَّهُ رَأَى

بِلَالًا يُؤْذِنُ فَجَعَلْتُ اتَّبَعُ فَاهَا هَاهُنَا وَهَاهُنَا بِالْاَذَانِ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ از والد خود انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا پس میں (بھی) اذان میں حضرت بلال کی موافقت میں منہ ادھر ادھر (دائیں بائیں) کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے۔

شیخ نور الحق ابن عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب مؤذن دائیں اور بائیں اذان میں ”حی علی الصلوٰۃ“ اور ”حی علی الفلاح“ پر منہ پھیرے تو اس کے پیر اور اس کا سینہ اپنی جگہ قائم رہیں صرف منہ کو دائیں اور بائیں طرف پھیرے۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۲۲۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲۰ - بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ کسی آدمی کا یہ کہنا کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی تو وہ مکروہ ہے یا نہیں۔

وَمَكْرُوهُ ابْنُ سِيرِيْنٍ اَنْ يَقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ وَلٰكِنْ لِّيَقُلَ لَمْ نَذَرِكْ۔ اور ابن سیرین نے کہا کہ یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی لیکن اس کو یہ کہنا چاہیے کہ ہم نے نماز کو نہیں پایا۔

اس تعلق کی اصل یہ ہے کہ ابن عون بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سیرین اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص کہے کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی۔

گئی اور وہ کہتے تھے کہ ہم نے بنی فلاں کے ساتھ نماز کو نہیں پایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۸)
 وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَحُّ
 کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تم سے جو نماز فوت ہوگئی ہے اس کو پورا کرو۔

۶۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ
 يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَيْنَمَا
 نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ
 جَلْبَةَ الرِّجَالِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ مَا شَأْنُكُمْ؟ قَالُوا
 اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ . قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا إِذَا آتَيْتُمُ
 الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا
 فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا.
 امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان
 کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبد اللہ
 بن ابی قتادہ از والد خود انہوں نے کہا: جس وقت ہم نبی ﷺ کے
 ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اچانک آپ نے لوگوں کی آہٹیں اور
 آوازیں سنیں آپ نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: تمہیں کیا ہوا تھا؟
 انہوں نے کہا: ہم نماز میں ملنے کے لیے جلدی کر رہے تھے آپ
 نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو جب تم نماز پڑھنے کے لیے آؤ تو تم اطمینان
 اور سکون کے ساتھ آؤ تم کو جتنی نماز مل جائے اس کو پڑھ لو اور جتنی
 نماز تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کر لو۔

(صحیح مسلم: ۶۰۳، الرقم لمسلسل: ۱۳۳۸، صحیح ابن حبان: ۲۱۳، سنن دارمی: ۱۲۸۵، المعجم الاوسط: ۳۵۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۸، مسند احمد ج ۵

ص ۳۰۶، طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۶۰۸، ج ۳ ص ۳۷۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۸۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن زکین (۲) شیبان بن عبد الرحمن النخعی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) عبد اللہ بن ابی قتادہ (۵) حضرت ابو قتادہ
 رضی اللہ عنہ ان کا نام ہے: الحارث بن ربیع الانصاری۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۹)
 مسبوق کی رہی ہوئی نماز کے اول یا آخر میں مذاہب فقہاء
 اس حدیث میں ”جلبة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: آوازیں لوگوں کے جلدی جلدی چلنے کی وجہ سے اور ان کی حرکت کی وجہ
 سے آوازیں۔

مسبوق کی جو نماز رہ گئی ہے جس کو وہ بعد میں پڑھے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن المسیب، حسن بھری اور عطاء کے نزدیک وہ اس
 کی نماز کی اول ہے امام شافعی کا یہی قول ہے امام مالک اور امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے ان کا استدلال حدیث کے اس جملہ
 میں ہے: اور جو نماز تم سے فوت ہوگئی ہے اس کو پورا کرو۔ پورا کرو کا لفظ اس کو مستلزم ہے کہ اس کا ابتدائی حصہ رہ گیا ہے اور وہی نماز کا
 اول حصہ ہے۔

امام مالک نے کہا ہے: جس نماز کو اس کے امام کے ساتھ پالیا ہے وہ اس کی نماز کا اول حصہ ہے اور جو نماز اس کی رہ گئی ہے اس
 کی وہ قضاء کرے گا اس میں سورۃ فاتحہ پڑھے گا اور اس کے ساتھ سورت ملائے گا امام بیہقی نے از قتادہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کیا
 ہے کہ آپ نے فرمایا: تم نے اپنے امام کے ساتھ جو حصہ پالیا وہ تمہاری نماز کا اول ہے اور تم سے جو قرآن پڑھنا رہ گیا ہے اس کی
 قضاء کرو۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ مسبوق کی جو نماز رہ گئی ہے وہ افعال اور اقوال میں اس کی

قضاء کرے گا۔ علامہ ابن الجوزی نے کہا: ہمارے مذہب کے مشابہ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ اس کی نماز کا آخر ہے علامہ ابن بطلان نے کہا: حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ابراہیم النخعی، شعبی اور ابو قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے دوڑتے اور بھاگتے ہوئے نہیں آنا چاہیے سکون اور اطمینان کے ساتھ وقار کے ساتھ آنا چاہیے خواہ اس وجہ سے تکبیرۃ الاحرام یا نماز کی بعض رکعات رہ جائیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میری نماز فوت ہوگئی یا قضاء ہوگئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۲۱-۲۲۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۶۳- ج ۱ ص ۲۱۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:

نماز کو جاتے وقت دوڑنے کا حکم۔

نماز کے لیے دوڑتا ہوا نہ آئے

سکون اور وقار کے ساتھ آئے

۲۱ - بَابُ لَا يَسْعَى إِلَى الصَّلَاةِ

وَلَيَاتٍ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ

وَقَالَ مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا.

قَالَ أَبُو قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلیق میں وہی حدیث بیان کی ہے جس کو باب سابق میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے روایت ہے: تم

جتنی نماز کو پالو سو اس کو پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اس کو پورا کرو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی انہوں

نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ اور از الزہری از ابی سلمہ از

ابی ہریرہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب تم اقامت کو سنو تو نماز

کی طرف چل کر آؤ اور تم پر سکون اور وقار لازم ہے اور تم دوڑنا مت

پس جو نماز تم کو مل جائے اس کو پڑھ لو اور جو نماز تم سے فوت ہو جائے

اس کو پورا کرو۔

۶۳۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ قَالَ

حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَنِ

الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ

فَامْشُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ

وَلَا تُسْرِعُوا، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ

فَأَتِمُّوا. [طرف الحدیث: ۹۰۸]

(صحیح مسلم: ۶۰۲، رقم السلسل: ۱۳۳۳، سنن ترمذی: ۳۲۹، سنن نسائی: ۸۶۱، سنن ابن ماجہ: ۷۷۵، سنن ابوداؤد: ۵۷۲، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۶۵)

مصنف عبدالرزاق: ۳۴۰۴، المستثنی: ۳۰۶، شرح السنہ: ۴۴۱، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۷۰، طبع قدیم مسند احمد: ۶۶۲- ج ۱ ص ۹۶

مؤسستہ الرسالہ بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو گزشتہ حدیث: ۶۳۵ میں بیان کی جا چکی ہے۔

جب لوگ امام کو اقامت کے وقت

دیکھیں تو کب کھڑے ہوں

۲۲ - بَابُ مَتَى يَقُومُ النَّاسُ

إِذَا رَأَوْا الْإِمَامَ عِنْدَ الْإِقَامَةِ

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب لوگ نماز کی اقامت کے وقت امام کو دیکھیں تو کب کھڑے ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم

۶۳۷ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا

ہشام قال کتب الی یحیی عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقيمت الصلوۃ فلا تقوموا حتی ترونی۔ [اطراف الحدیث: ۶۳۸-۹۰۹]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میری طرف یحییٰ نے لکھا از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت نہ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم مجھے

دیکھ لو۔

(صحیح مسلم: ۶۰۴، الرقم المسلسل: ۱۳۴۰، سنن ابوداؤد: ۵۳۹-۵۴۰، سنن ترمذی: ۵۹۱، سنن نسائی: ۶۸۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۲۶، صحیح ابن حبان: ۲۲۲۲، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۹۱، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۷۸-۲۷۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۵، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶، طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۵۳۳، ج ۲ ص ۲۱۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۵۱، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ صحابہ کی جماعت اس وقت تک نہیں کھڑی ہوتی تھی حتیٰ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو حجرہ سے آتے ہوئے دیکھ لیتے۔

نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز کے لیے لوگ کس وقت کھڑے ہوں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے حضرت علی بن ابی طالب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما اور ابراہیم التحفی نے کہا ہے کہ لوگ بیٹھ کر انتظار کریں اور جب اقامت کہی جائے تو لوگ کھڑے نہ ہوں حتیٰ کہ امام آجائے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور حسن بصری اور عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ وہ امام کا کھڑے ہو کر انتظار کرتے تھے۔

جب امام مسجد میں ہو تو مقتدیوں کے کھڑے ہونے کے وقت میں اختلاف ہے سالم ابوقلابہ الزہری اور عطاء سے منقول ہے کہ وہ اول اقامت میں کھڑے ہوں امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے کہا ہے کہ مقتدی صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے اور جب مؤذن "قد قامت الصلوۃ" کہے تو امام "اللہ اکبر" کہے حضرت عید اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور ابراہیم التحفی بھی اسی طرح کرتے تھے حسن بصری امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ ابن الممنذ امام مالک امام شافعی اور تمام شہروں کے مسلمانوں کا اس پر عمل ہے کہ اقامت مکمل ہونے کے بعد امام اللہ اکبر کہے۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۳۱-۳۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت کے متعلق احادیث کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء کا یہ موقف ہے کہ جب امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں حتیٰ کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن "قد قامت الصلوۃ" کہتا اس کو ابن الممنذ رو غیرہ نے روایت کیا ہے اسی طرح امام سعید بن منصور نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے روایت کیا ہے سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے اور جب وہ کہے: "حی علی الصلوۃ"

تو صفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ کہے: ”لا الہ الا اللہ“ تو امام ”اللہ اکبر“ کہے، عون بن ابی حنیفہ سے روایت ہے کہ مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن ”حی علی الفلاح“ کہے اور جب وہ کہے: ”قد قامت الصلوۃ“ تو امام ”اللہ اکبر“ کہے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور کا موقف یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو نہ دیکھ لیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے حجرہ سے نکلنے سے پہلے اقامت کہی جاتی تھی اور یہ حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے معارض ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت تک اقامت نہیں کہتے تھے حتیٰ کہ نبی ﷺ حجرہ سے نکل آتے۔ (صحیح مسلم: ۶۰۶، رقم المسلسل: ۱۳۳۵) اور ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حجرہ سے نکلنے کا انتظار کرتے رہتے تھے وہ اقامت کی ابتداء اس وقت کرتے تھے جب اکثر لوگ آپ کو نہیں دیکھتے تھے پھر جب لوگ آپ کو دیکھ لیتے تو کھڑے ہو جاتے پھر آپ اپنی جگہ پر اس وقت کھڑے ہوتے جب لوگ صفیں برابر کر لیتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام عبدالرزاق نے از ابن جریج از ابن شہاب یہ روایت کی ہے کہ جب مؤذن ”اللہ اکبر“ کہتا تو لوگ کھڑے ہو جاتے اور نبی ﷺ اپنی جگہ پر اس وقت آتے تھے جب صفیں برابر ہو جاتیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۹۳۶) اور صحیح بخاری میں عنقریب یہ حدیث آئے گی کہ نماز کی اقامت کہی گئی تو لوگوں نے اپنی صفیں برابر کر لیں پھر نبی ﷺ حجرہ سے نکلے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۰) اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نماز کی اقامت کہی گئی پس ہم نے صفوں کو برابر کیا اس سے پہلے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکل کر آئیں۔ (صحیح مسلم: ۶۰۵، رقم المسلسل: ۱۳۳۲) اور امام ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی اور نبی ﷺ کے آنے سے پہلے لوگ کھڑے ہو جاتے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۳۱) ان حدیثوں کی حضرت ابوقادہ کی حدیث کے ساتھ تطبیق اس طرح ہے کہ بسا اوقات صحابہ اس طرح کرتے تھے اور نبی ﷺ بیان جواز کے لیے اس کو مقرر رکھتے تھے اور چونکہ صحابہ نبی ﷺ کے آنے سے پہلے کھڑے ہو جاتے تھے تو یہی نبی ﷺ کے منع کرنے کا باعث ہوا اور آپ نے فرمایا: جب تک تم مجھے آتا ہوا نہ دیکھ لو اس وقت تک مت کھڑے ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ کو گھر میں کوئی کام ہو جس کی وجہ سے آپ کو آنے میں تاخیر ہو جائے تو اگر صحابہ پہلے سے کھڑے ہو جائیں گے تو اتنی دیر تک کھڑے ہونے سے ان کو مشقت ہوگی اور ان پر انتظار شاق گزرے گا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۳۵-۲۳۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے کہا ہے کہ جب لوگ (مسجد میں) صف میں بیٹھے ہوئے ہوں تو جب مؤذن ”حی علی الصلوۃ“ کہے تو لوگ کھڑے ہو جائیں اور جب مؤذن ”قد قامت الصلوۃ“ کہے تو امام ”اللہ اکبر“ کہے کیونکہ مؤذن شرع میں امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے اور ”قد قامت الصلوۃ“ کا معنی ہے: بے شک نماز قائم ہو گئی لہذا مؤذن کی خبر کی تصدیق واجب ہے اور جب مسجد میں امام نہ ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو دیکھ نہ لیں۔ حافظ ابن حجر نے صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کی جو احادیث ذکر کی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے اقامت پڑھی گئی اور آپ کے مسجد میں آنے سے پہلے لوگ کھڑے ہو جاتے تھے علامہ عینی نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ابتدائی عمل تھا بعد میں رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کر دیا اور فرمایا: جب تک تم مجھے نہ دیکھو اس وقت تک مت کھڑے ہو۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۲۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

برصغیر کی مساجد میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں علماء کا اختلاف

ہمارے برصغیر کی مساجد میں علماء اہل سنت کی مساجد میں یہ طریقہ ہے کہ امام پہلے سے مصلیٰ پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور جب مؤذن ”حی علی الصلوٰۃ“ کہتا ہے تو امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور مکتبہ فکر دیوبند کی مساجد میں یہ طریقہ ہے کہ مؤذن کی تکبیر شروع کرتے ہی امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ وہ طریقہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمادیا تھا اور صحابہ کرام نے اس طریقہ کو ترک کر دیا تھا جیسا کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری کی عبارات سے واضح ہو چکا ہے اور امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ ”حی علی الصلوٰۃ“ پر کھڑا ہوا جائے۔

شیخ محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب میں وہ تفصیل ہے جو عالم گیری اور بدائع کے حوالے سے اوپر مذکور ہوئی کہ امام اور مقتدی اگر اقامت سے پہلے ہی مسجد میں موجود تھے تو صحیح روایت کے مطابق ”حی علی الفلاح“ پراٹھ جانا چاہیے اور اگر امام باہر سے آ رہا ہے اور وہ محراب کے کسی دروازہ سے یا اگلی صف کے سامنے سے آئے تو جس وقت مقتدی امام کو دیکھیں اس وقت کھڑے ہو جائیں اور اگر وہ پچھلی صفوں کی طرف سے آ رہا ہے تو وہ جس صف سے گزرے وہ صف کھڑی ہوتی چلی جائے۔

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۲۰-۳۱۹ مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۳۹۵ھ)

فقہ حنفی کی تمام کتب میں ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہونے کو مستحب لکھا ہے لیکن عالم گیری کی ایک عبارت اس کے خلاف ہے اس میں لکھا ہے:

جب کوئی شخص اقامت میں داخل ہو تو اس کے لیے کھڑے ہو کر (امام کا) انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن وہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن ”حی علی الفلاح“ کہے تو کھڑا ہو جائے۔ (مضمرات) (عالم گیری ج ۱ ص ۵۷ طبع مطبعہ امیر یہ کبریٰ بلاق مصر)

اس عبارت کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب امام مسجد میں نہ ہو اور لوگ اس کا انتظار کر رہے ہوں اور جب امام اور مقتدی مسجد میں ہوں تو پھر مستحب یہ ہے کہ سب بیٹھے رہیں اور جب مؤذن ”حی علی الفلاح“ کہے اس وقت کھڑے ہوں اور اس کا خلاف زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔

امام اور نمازیوں کا مسجد میں ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہونا اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی عبارات

اس سلسلہ میں فقہاء احناف کی عبارات حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوبکر بن مسعود کا سانی حنفی متوفی ۵۸ھ نماز کی سنن اور آداب میں لکھتے ہیں:

مؤذن جب ”حی علی الفلاح“ کہے تو اگر امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو لوگوں کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ آداب نماز میں لکھتے ہیں:

امام محمد نے ”الاصل“ (المبسوط) میں یہ کہا ہے کہ جب امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جب مؤذن

”حی علی الفلاح“ کہے تو وہ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۱۰۵ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۳ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ آداب نماز میں لکھتے ہیں:

اگر امام محراب کے قریب ہو تو جب مؤذن ”حی علی الفلاح“ کہے تو مستحب یہ ہے کہ سب جلدی کھڑے ہو جائیں۔

(المحررات ج ۱ ص ۳۰۳، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ حسن بن عمار بن شریک بن خنی متوفی ۱۰۶۹ھ آداب نماز میں لکھتے ہیں:

اور ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہونا پھر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب امام محراب کے قریب ہو تو امام کا اور لوگوں کا ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہونا۔

(نور الایضاح مع مراقی الفلاح ج ۱ ص ۳۷۷، طبع بیروت)

علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ آداب نماز میں لکھتے ہیں:

اگر امام محراب کے قریب ہو تو امام اور مقتدی کا ”حی علی الفلاح“ پر کھڑے ہونا۔ (علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:)

درر غرر میں مذکور ہے: ”حی علی الصلوٰۃ“ پر کھڑے ہونا۔ (الدر المختار و رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۶، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ مستحبات نماز میں لکھتے ہیں:

جب مکبر ”حی علی الفلاح“ کہے تو سب کا کھڑے ہو جانا۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۳۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۱۶ھ)

جلدی میں نماز کی طرف دوڑتا ہوا نہ جائے اور اس کو

۲۳۔ بَابُ لَا يَسْعَى إِلَى الصَّلَاةِ

چاہیے کہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو

مُسْتَعَجَلًا، وَلْيَقُمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث

۶۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از

يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ

عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ

ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو تم اس وقت

الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي، وَعَلَيْكُمْ

تک کھڑے مت ہو حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ لو اور تم پر سکون اور اطمینان

بِالسَّكِينَةِ تَابِعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ.

لازم ہے۔ علی بن المبارک نے شیبان کی (یحییٰ بن ابی کثیر سے

روایت میں) متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۶۳۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

آیا کسی ضرورت کی وجہ سے (نمازی)

۲۴۔ بَابُ هَلْ يَخْرُجُ مِنَ

مسجد سے نکل سکتا ہے؟

الْمَسْجِدِ لِعَلَّةٍ؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا اقامت پڑھی جانے کے بعد کوئی شخص کسی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے نکل سکتا ہے؟

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار

اقامت پڑھی جانے کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں حسب ذیل احادیث ہیں:

ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے مؤذن نے اذان دی پھر ایک شخص

اٹھ کر مسجد سے جانے لگا حضرت ابو ہریرہ کی نظر اس کا پیچھا کرتی رہی حتیٰ کہ وہ مسجد سے باہر نکل گیا پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

رہا یہ شخص تو اس نے ابو القاسم رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۵۸، رقم المسلسل: ۱۳۶۲، سنن ابوداؤد: ۵۳۶، سنن ترمذی: ۲۰۴، سنن نسائی: ۶۸۳، سنن ابن ماجہ: ۷۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میری مسجد میں اذان سنی پھر کسی کام کی وجہ سے مسجد سے نکل گیا پھر مسجد میں واپس نہیں آیا تو وہ شخص منافق ہے۔ (المعجم الاوسط: ۳۸۵۳، مکتبۃ العارف ریاض ۱۳۱۶ھ)

۶۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِلَتِ الصُّفُوفُ حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مَضَلَّاهُ انْتَضَرْنَا أَنْ يُكَبِّرَ انْصَرَفَ قَالَ عَلَى مَكَانِكُمْ فَمَكَّنَا عَلَى هَيْبَتِنَا حَتَّى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطِفُ رَأْسُهُ مَاءً وَقَدْ اغْتَسَلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ سے نکلے اس وقت نماز کی اقامت کہی جا چکی تھی اور صفیں برابر کی جا چکی تھیں حتیٰ کہ جب آپ جانماز پر کھڑے ہوئے ہم اس کے منتظر تھے کہ آپ تکبیر تحریمہ پڑھیں آپ لوٹ گئے اور فرمایا: تم اپنی جگہوں پر کھڑے رہو تو ہم اسی حالت میں کھڑے رہے حتیٰ کہ آپ ہماری طرف اس حال میں نکلے کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور بے شک آپ نے غسل کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۷۵ کا مطالعہ کریں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جب مسجد میں نمازی کو یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو وہ اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے اور تیمم نہ کرے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: کسی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے نکلنے کا جواز اور حدیث مذکور میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل

اس حدیث کے بعض اہم مسائل میں سے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی نسیان طاری ہوتا ہے اور یہ کہ ضرورت کی وجہ سے اقامت کے بعد کلام کیا جاسکتا ہے اور یہ کہ جس شخص پر غسل واجب ہو اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ فوراً غسل کرے۔

۲۵۔ بَابُ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ مَكَانَكُمْ

حَتَّى نَرْجِعَ نَنْتَظِرُوهُ

۶۴۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ قَالَ عَلَى مَكَانِكُمْ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً فَصَلَّى بِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی پس لوگوں نے اپنی صفیں برابر کیں پھر رسول اللہ ﷺ (حجرہ سے) باہر نکلے پس آگے بڑھے اس وقت آپ جنبی تھے پھر فرمایا: تم اپنی جگہوں پر ٹھہرو پس آپ نے غسل کیا پھر آپ باہر نکلے اور آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے پس آپ نے ان کو نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

۶۴۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ مَا كَذَبْتُ أَنْ أُصَلِّيَ حَتَّى كَادَتْ الشَّمْسُ تَغْرُبُ وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أَفْطَرَ الصَّائِمُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا . فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بُطْحَانَ وَأَنَا مَعَهُ فَتَوَضَّأْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ يَعْنِي الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ ..

کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ غزوہ خندق کے دن نبی ﷺ کے پاس حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج اسے غروب ہونے لگا اور اس وقت روزہ دار کے افطار کا وقت تھا پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی نماز نہیں پڑھی پھر نبی ﷺ مدینہ کی ایک وادی میں گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا پھر آپ نے وضوء کیا اور نماز پڑھائی یعنی سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی پھر اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۹۶ کا مطالعہ کریں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس شخص نے وقت نکلنے کے بعد جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی اور یہاں اس کا عنوان ہے: کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی۔

اقامت کے بعد امام کو کوئی

ضرورت پیش آئے

۲۷ - بَابُ الْإِمَامِ تَعْرِضُ

لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْإِقَامَةِ

اس باب کا حاصل یہ ہے کہ نماز پڑھانے سے پہلے امام کو کوئی کام پڑ جائے تو آیا وہ کام کر سکتا ہے یا نہیں اور اس کا جواب یہ ہے کہ کر سکتا ہے عنوان میں یہ قید لگائی ہے کہ اقامت کے بعد اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب اقامت کے بعد بھی وہ پیش آمدہ کام کر سکتا ہے تو اقامت سے پہلے تو یہ طریق اولیٰ کر سکتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر عبد اللہ بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی اس وقت نبی ﷺ مسجد کے ایک کونے میں ایک شخص سے سرگوشی کر رہے تھے پھر آپ نے نماز قائم نہیں کی حتیٰ کہ لوگ گئے۔

۶۴۲ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِي رَجُلًا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ.

(اطراف الحدیث: ۶۳۳-۶۳۹) (صحیح مسلم: ۳۷۶) رقم السلسل:

۸۱۰ سنن ابوداؤد: ۵۳۳ سنن نسائی: ۷۸۷

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ نماز کی اقامت کی جا چکی تھی

نبی ﷺ ایک شخص کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے اور آپ کی اس کے ساتھ سرگوشی طویل ہو گئی اور یہی وہ امام کی پیش آمدہ ضرورت ہے جس کا اس باب کے عنوان میں ذکر کیا گیا ہے۔

لوگوں کے سامنے دو آدمیوں کا سرگوشیاں کرنا اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا اور دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ لوگوں کی جماعت کے سامنے بھی دو آدمیوں کا سرگوشیوں میں بات کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا جائز ہے جب کوئی ضرورت ہو خصوصاً جب کوئی ایسا کام ہو جس کا دین سے تعلق ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کو اقل وقت سے مؤخر کرنا جائز ہے۔

۲۸۔ بَابُ الْكَلَامِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ

۶۴۳۔ حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبَنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلَاةُ؟ فَحَدَّثَنِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ثابت بنانی سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو نماز کی اقامت کے بعد کلام کرے؟ تو انہوں نے مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی کہ نماز کی اقامت کی گئی پھر نبی ﷺ کے سامنے ایک شخص پیش ہوا اس نے نماز کی اقامت کے بعد آپ کو (باتوں میں) روک لیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۶۴۲ کا مطالعہ کریں۔

۲۹۔ بَابُ وَجُوبِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنَّ مَنَعَتُهُ أُمَّةً عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةٌ لَمْ يُطْعَمَ.

نماز باجماعت کا واجب ہونا

اور حسن بصری نے کہا: اگر کسی شخص کو اس کی ماں ازارا ہے شفقت عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے منع کرے تو وہ اس کی اطاعت نہ کرے۔

امام بخاری نے حسن بصری کا جو یہ اثر ذکر کیا ہے اس سے یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے کیونکہ غیر معصیت میں والدین کی اطاعت کرنا فرض ہے اور تمام نمازوں میں سے خصوصاً عشاء کی نماز کا ذکر کیا ہے حالانکہ تمام نمازوں کا یہی حکم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز منافقین پر بہت دشوار تھی ہرچند کہ فجر کی نماز بھی اسی طرح ہے لیکن عشاء کے ذکر سے فجر کا حکم بھی معلوم ہو گیا اور ماں کا ذکر فرمایا ہے اس لیے کہ ماں کی شفقت اولاد پر باپ سے زیادہ ہوتی ہے۔

نماز باجماعت کے وجوب پر دلائل

تحقیق یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض عین یا فرض کفایہ نہیں ہے کیونکہ فرض ایسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو اس باب میں جو حدیث درج ہے اس سے اگرچہ جماعت سے نماز پڑھنے کا لزوم قطعیت سے ثابت ہوتا ہے مگر اس حدیث کا ثبوت قطعی نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے اور جب ثبوت اور لزوم میں سے ایک چیز قطعی ہو اور دوسری ظنی ہو تو پھر اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے فرضیت نہیں لہذا نماز باجماعت واجب ہے

فرض نہیں ہے اس کے وجوب کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (البقرہ: ۴۳) اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو

اس آیت میں رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اس لیے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہوگا اگر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ قرآن مجید تو قطعی الثبوت ہے لہذا جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت قطعی الدلالہ نہیں ہے کیونکہ رکوع کا معنی خشوع بھی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے بے شک میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کسی شخص کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پس وہ لکڑیاں جمع کرے پھر میں نماز کا حکم دوں پس نماز کے لیے اذان دی جائے پھر میں کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کو دیکھوں جو پیچھے رہے (اور نماز پڑھنے نہیں آئے) پھر میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! اگر ان میں سے کسی شخص کو یہ علم ہو کہ اس کو گوشت والی ہڈی یا بکری کے دوپائے مل جائیں گے تو وہ ضرور عشاء میں حاضر ہوگا۔

۶۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُمَرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبُ ثُمَّ أُمَرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ أُمَرَ رَجُلًا فَيُؤَمِّنُ النَّاسَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحْرِقَ عَلَيْهِمْ بَيُوتُهُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرَقًا سَمِينًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ.

[اطراف الحديث: ۶۵۷-۲۲۲۰-۲۲۲۳]

(صحیح مسلم: ۶۵۱، الرقم السلسل: ۱۳۵۳، سنن نسائی: ۸۴۴، مسند الحمیدی: ۹۵۶، المستدرک: ۳۰۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۸۱، موطأ امام مالک: ۲۹۶، دار المعرفۃ)

صحیح ابن حبان: ۲۰۹۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۵۵، شرح السنۃ: ۷۹۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴، طبع قدیم مسند احمد: ۷۳۲۸، ج ۱۲ ص ۲۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند طحاوی: ۷۷۱۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اس میں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے والوں پر وعید ہے اور یہ جماعت کے وجوب کی دلیل ہے۔

”عرقاً“ اور ”مرماتین“ کے معنی

اس حدیث میں ”عرقاً“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ایسی ہڈیاں جن پر باریک گوشت کی تہ چڑھی ہوئی ہو نیز اس میں ”مرماتین“

کا لفظ ہے یہ ”مرماۃ“ کا تشبیہ ہے اس کا معنی ہے: بکری کے گھر کا گوشت۔

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جماعت کی تاکید کا اور اس کی عظیم عبادت ہونے کا بیان ہے اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کی حفاظت کرنے کا حکم

ویا ہے قرآن مجید میں ہے:

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ. (البقرہ: ۲۳۸)

تمام نمازوں کی حفاظت کرو۔

نماز کی حفاظت کرنے کا ایک طریقہ اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا ہے۔

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت ہے سوائے اہل الظاہر (غیر مقلدین) کے کیونکہ ان کے مجزویک جماعت فرض ہے اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے۔

اس حدیث میں جس نماز کا ذکر ہے جس کے متعلق نبی ﷺ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اس کو پڑھانے کا حکم دیں پھر جو نماز پڑھنے کے لیے نہ آئیں ان کے گھروں کو آگ لگا دیں اس میں اختلاف ہے کہ وہ کون سی نماز تھی۔ بعض علماء نے کہا: اس سے مراد عشاء کی نماز ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ مسجد کے گرد رہتے ہیں اور عشاء کی نماز میں نہیں آتے وہ باز آ جائیں ورنہ میں ان کے گھروں کے گرد لکڑیوں کے گٹھے سے آگ لگا دوں گا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۲ طبع قدیم مسند احمد ج ۱۳ ص ۲۹۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے مراد جمعہ کی نماز ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ جمعہ کی نماز ہے اور یہی الحسن البصری کا قول ہے اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ جس حدیث میں نماز سے پیچھے رہنے والے کے لیے اس کے گھر کو آگ لگانے کا ذکر ہے وہ صرف جمعہ کی نماز ہے اور کوئی نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے منافقین مراد ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر ان کو یہ پتا چل جائے کہ ان کو گوشت والی ہڈی مل جائے گی تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں آئیں گے یہ منافقین کی صفت ہے مؤمنین کی صفت نہیں ہے۔ (جو فقہاء جماعت کو فرض یا واجب نہیں کہتے وہ اس حدیث کا یہی جواب دیتے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۳۳۸۔ ۳۳۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

باجماعت نماز پڑھنے کے وجوب میں احادیث اور آثار

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی سند کے ساتھ متعدد احادیث روایت کی ہیں جو جماعت سے نماز پڑھنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں بعض ازاں یہ ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا: میرے پاس کوئی ایسا بندہ نہیں جو نماز کی طرف میری رہنمائی کرے تو اس نے آپ سے سوال کیا کہ آپ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں آپ نے اس کو اجازت دے دی جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اس کا جواب دو (یعنی مسجد کی طرف چل کر)۔ (صحیح مسلم: ۶۵۳ سنن نسائی: ۸۵۰)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں اذان کو سنتا ہوں اور شاید کہ میرے پاس کوئی رہنمائی کرنے والا نہیں ہے کیا میں اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ بنا لوں؟ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جب تم اذان سنتے ہو تو پھر (مسجد کی طرف) نکلو۔ (رسول

اللہ ﷺ نے حضرت عتب بن مالک انصاری کو عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تھی اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عذر کی وجہ سے جماعت واجب نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

ابو الاحوص بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ کل اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کرے اس کو چاہیے کہ جب اذان دی جائے تو وہ نمازوں کی حفاظت کرے کیونکہ اللہ نے تمہارے نبی ﷺ کے لیے سنن الہدیٰ کو مشروع کیا ہے اور یہ نمازیں سنن الہدیٰ ہیں اور اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو جیسا کہ یہ جماعت چھوڑنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دیا تو تم گم راہ ہو جاؤ گے اور ہر وہ شخص جو اچھی طرح وضوء کرے پھر ان مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف جانے کا قصد کرے تو اللہ اس کے ہر قدم کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دے گا اور اس کا ایک درجہ بلند کرے گا اور اس کے ایک گناہ کو مٹا دے گا اور ہم نے اپنے مسلمانوں کا مشاہدہ کیا ہے جماعت کو صرف منافق چھوڑتا تھا جس کا نفاق معلوم ہوتا تھا اور بے شک ایک آدمی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں آتا تھا اور صف میں کھڑا ہو جاتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۶۵۳، الرقم المسلسل: ۱۳۶۱، سنن ابوداؤد: ۵۵۰، سنن نسائی: ۸۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اذان کے بعد مسجد سے باہر جا رہا تھا انہوں نے کہا: رہا یہ شخص تو اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۵۵، الرقم المسلسل: ۱۳۶۳)

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۵۹-۵۷ ملخصاً و مرتباً، نشر المکتبۃ الاسلامیہ)

نماز باجماعت کے واجب یا مسنون ہونے کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

جو مرد عاقل آزاد اور بغیر حرج کے چلنے پر قادر ہوں ان پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے عورتوں بچوں پاگلوں غلاموں اپا بچوں جس کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں جو بوڑھے چلنے پر قادر نہ ہوں اور بیماروں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں ہے۔ عورتوں پر جماعت اس لیے واجب نہیں ہے کہ ان کے گھر سے باہر نکلنے میں قتنہ ہے غلاموں پر اس لیے واجب نہیں کہ ان کے مالکوں کے منافع معطل ہوں گے اپاہج جس کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں اور بہت بوڑھے پر اس لیے واجب نہیں ہے کہ وہ چلنے پر قادر نہیں ہے اور بیمار پر اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس کو چلنے میں دشواری ہوگی اور ناپینا کے متعلق اجماع ہے کہ جب اس کو راستہ دکھانے والا نہ ہو تو اس پر جماعت واجب نہیں ہے اور اگر اس کو راستہ دکھانے والا ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر پھر بھی جماعت واجب نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس صورت میں اس پر جماعت واجب ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۶۶۳-۶۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

جماعت سے نماز پڑھنا سنت (مؤكدہ) ہے بلا عذر کسی کے لیے اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر جو لوگ جماعت سے نماز پڑھنے نہیں آتے ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (صحیح البخاری: ۶۳۴، صحیح مسلم: ۶۵۱، سنن نسائی: ۸۴۴)

امام محمد نے کہا ہے کہ معذوروں پر جماعت واجب نہیں ہے (جس کی تفصیل علامہ کاسانی کی عبارت میں ہے):

اور اگر اس سے جماعت فوت ہو جائے تو گھر میں اپنے گھر والوں کو جمع کر کے جماعت سے نماز پڑھ لے کیونکہ ہم نے روایت

کی ہے کہ جب نبی ﷺ صبح سے فارغ ہو کر آئے تو لوگ (مسجد میں) نماز سے فارغ ہو چکے تھے پھر آپ نے اپنے گھر میں گھر والوں کو جمع کر کے جماعت کروائی۔ ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کی اطراف سے نماز پڑھنے کے لیے آئے تو لوگ نماز پڑھ چکے تھے پھر آپ اپنے گھر گئے اور گھر والوں کو جمع کر کے انہیں نماز پڑھائی۔

حافظ نور الدین البیہقی متوفی ۸۰۷ھ نے کہا: اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵)

اور اگر اس نے تنہا نماز پڑھی تو جائز ہے کیونکہ ہم نے بیان کیا ہے کہ جماعت سنت ہے اس وجہ سے قضاء نماز کی جماعت واجب نہیں ہے اور سنت کو ترک کرنا جواز کو منع نہیں کرتا۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۲۱۱-۲۱۰ إدارة القرآن کراچی ۱۴۲۳ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد الحنفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جماعت مردوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے زاحدی نے کہا کہ تاکید سے فقہاء کی مراد وجوب ہے ماسوا جمعہ اور عید کے کہ ان میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے اور رمضان کے وتر میں سنت مستحبہ ہے اور غیر رمضان کے وتر میں نفل ہے اور دعوت دے کر جماعت کرنا مکروہ ہے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عبارت میں فقہاء کے دو اقوال کے درمیان تطبیق ہے ایک قول یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جماعت واجب ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ دونوں سے مراد واحد ہے کیونکہ احادیث میں جماعت کے ترک کرنے پر شدید وعید ہے۔ علامہ سراج الدین ابن نجیم نے لکھا ہے کہ جماعت واجب ہے اور اس کو سنت اس لیے کہا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے ایک بار بھی بلا عذر جماعت کو ترک کیا تو یہ گناہ ہے۔ یہ علماء عراق کا قول ہے اور علماء خراسان کا قول یہ ہے کہ جو عادت جماعت کو ترک کرے وہ گناہ گار ہوگا نیز علامہ سراج الدین ابن نجیم متوفی ۱۰۰۵ھ نے لکھا ہے کہ بارش کیچڑ آندھی شدید اندھیرے اور سخت سردی میں جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ (التہر القائق ج ۱ ص ۲۳۹-۲۳۸ قدیمی کتب خانہ کراچی) علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ نے لکھا ہے کہ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں لکھا ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے بغیر عذر کے اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اس عبارت کے اول سے جماعت کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس عبارت کے آخر سے جماعت کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (الی قولہ) ان دو باتوں میں موافقت اس طرح ہے کہ حدیث میں جو جماعت کے ترک پر وعید ہے وہ اس صورت میں ہے جب لوگ جماعت کو دائماً ترک کریں نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں نہ جائیں اور ہمیشہ گھروں میں نماز پڑھیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ نماز کے لیے حاضر نہ ہوں اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ گھروں میں نماز پڑھیں اور فعل مضارع دوام پر دلالت کرتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ بنو فلاں گندم کھاتے ہیں یعنی دائماً گندم کھاتے ہیں۔

پس بعض اوقات مسجد میں حاضر ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے اور سنت مؤکدہ دوام کے قریب ہے اس وقت ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے ترک جماعت پر وعید بھی فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت گھر میں یا بازار میں نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ ہے۔ (غنیۃ المستملی ص ۵۰۹-۵۰۸ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۱۲ھ) البتہ اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ علامہ سراج الدین نے کہا ہے کہ علماء عراق کے نزدیک ایک بار بھی بلا عذر جماعت کو ترک کرنا گناہ ہے۔

(الدر المختار در المحتار ج ۲ ص ۲۳۵-۲۳۴ مخرجا وموضعا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کا یہ اعتراض اس لیے ساقط ہے کہ خود علامہ سراج الدین نے یہ لکھا ہے کہ علماء خراسان کا قول یہ ہے کہ جو عادت جماعت کو ترک کرے وہ گناہ گار ہوگا اور میرے نزدیک علامہ حلبی کی تقریر میں بہت زبردست تحقیق ہے۔ ان کی تحقیق احادیث پر مبنی ہے اور انہوں نے بہ ظاہر متعارض احادیث میں تطبیق دی ہے کہ جن احادیث میں ترک جماعت پر وعید ہے ان کا تقاضا یہ ہے کہ کبھی کبھی جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے (اور عام حالت میں یعنی جب کوئی عذر نہ ہو تو سنت مؤکدہ ہے) اور جن احادیث میں نماز پڑھنے کو افضل فرمایا ہے وہ دوام پر محمول ہیں۔

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی عبارات

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

نماز باجماعت واجب ہے وجوب عین کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ. (النساء: ۱۰۲)

اور جب آپ ان (مسلمانوں میں موجود) ہوں تو آپ ان کے لیے نماز کو قائم کریں اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو۔

اور جب میدان جہاد میں اور حالت جہاد میں بھی باجماعت نماز پڑھنا واجب ہے تو حالت امن میں باجماعت نماز پڑھنا بہ طریق اولیٰ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَأَرْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ. (البقرہ: ۴۳)

اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

جماعت واجب کفایہ نہیں ہے لہذا جماعت کے تارک سے قتال کیا جائے گا جیسا کہ پانچ نمازوں کے تارک سے قتال کیا جاتا ہے۔

۔ (الاتقان مع کشاف الاتقان ج ۱ ص ۵۵۲-۵۵۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ منصور بن یونس بھوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

کیونکہ حدیث میں ہے: میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی اقامت کہی جائے پھر میں کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ نماز میں حاضر نہیں ہوئے ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ (صحیح البخاری: ۶۳۳، صحیح مسلم: ۶۵۱)

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی عبارات

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم: ۶۵۱ میں باجماعت نماز پڑھنے کے حکم کی تاکید ہے اس لیے ہمارے ائمہ میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ جماعت واجب علی الکفایہ ہے کیونکہ سنت کو قائم کرنا اور اس کو زندہ کرنا واجب علی الکفایہ ہے اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بچپس درجہ افضل ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۷۷، صحیح مسلم: ۶۳۹-۲۳۵، سنن ابوداؤد: ۵۵۹، صحیح ترمذی: ۶۰۳، سنن ابن ماجہ: ۷۸۶) خلاصہ یہ ہے کہ بغیر جماعت کے بھی نماز صحیح ہے لیکن جماعت کے ساتھ افضل ہے۔

(المہم ج ۲ ص ۲۷۷، دارالمنیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف میں سے علامہ حلبی حنفی کی بھی یہی تحقیق ہے۔

نیز علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم: ۶۳۹ سے یہ واضح ہو گیا کہ جماعت افضل ہے تاہم تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے اس حدیث میں داؤد ظاہری (غیر مقلدین کے امام) کا رد ہے جس نے کہا ہے کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے رد کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (المہم ج ۲ ص ۲۷۴ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

نماز باجماعت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی عبارات

صحیح مسلم: ۶۵۱ کی شرح میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب اور جمہور فقہاء نے ان احادیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ نماز کی صحت کے لیے جماعت شرط نہیں ہے داؤد ظاہری نے اس کے خلاف کہا ہے اور نہ ہی جماعت فرض عین ہے علماء کی ایک جماعت نے اس کے خلاف کہا ہے اور مختار یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے میں نے شرح المہذب میں اس کے دلائل تفصیل سے بیان کیے ہیں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۰۳۵ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کی ظاہر عبارت یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے امام شافعی کے اصحاب میں سے جمہور متقدمین کا یہی مذہب ہے اکثر حنفیہ اور مالکیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (یہ صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور باقی فقہاء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۳۹ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث صحیح مسلم: ۱۳۸۱۔ ج ۲ ص ۲۷۹ پر مذکور ہے اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) جماعت کی فضیلت اور اہمیت (۲) جماعت میں مذاہب (۳) جماعت کے فوائد۔

۳۰۔ بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

نماز باجماعت کی فضیلت

اس باب میں نماز باجماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ۔
اسود کی جب جماعت فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد میں چلے جاتے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ جب اسود کی نماز اپنے لوگوں کی مسجد میں فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد میں چلے جاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۰)

امام طحاوی نے فقہاء احناف اور امام مالک سے نقل کیا ہے کہ وہ چاہے تو اپنی مسجد میں تنہا نماز پڑھ لے اور چاہے تو دوسری مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے مگر امام مالک نے کہا ہے کہ ماسوا مسجد حرام اور مسجد نبوی کے کیونکہ ان دونوں مسجدوں کا اجر دوسری مساجد کے جماعت سے زیادہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۴۲)

امام بخاری کی تعلیق کے خلاف دیگر احادیث

اس مسئلہ میں امام بخاری کے نقل کردہ اثر کے مخالف دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

مجاہد نے کہا: جب تم سے تمہاری مسجد میں نماز فوت ہو جائے تو دوسری مساجد میں جماعت کو تلاش مت کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۲)

ابراہیم نے کہا: جب کسی شخص کی نماز اس کی مسجد میں فوت ہو جائے تو وہ دوسری مسجد کو تلاش نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۳) علقمہ سے بھی ایسا ہی اثر منقول ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۳)

حسن بصری سے کسی نے پوچھا: ایک شخص کی نماز اس کی مسجد میں فوت ہو گئی تو کیا وہ دوسری مسجد میں جائے؟ حسن بصری نے کہا: ہم نے مہاجرین کو اس طرح کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۹۵)

حیرت ہے کہ امام بخاری نے اسود کی روایت کو نقل کر دیا اور دیگر ان سے بڑے اور افضل تابعین کی روایات کو ترک کر دیا!

جماعت ثانیہ کی تحقیق

وَجَاءَ أَنَسٌ إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صَلَّيَ فِيهِ فَأَذَّنَ
وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً۔
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی تھی انہوں نے اذان دی اور اقامت پڑھی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابو عثمان العیشکری بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم صبح کی نماز پڑھ چکے تھے ان کے ساتھ ایک جماعت تھی انہوں نے ایک شخص کو اذان دینے کا حکم دیا اس نے اذان دی پھر سب نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں پھر حضرت انس نے اقامت پڑھنے کا حکم دیا پھر انہوں نے آگے بڑھ کر ان کو نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۳) ایک اور سند سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۷-۲۳۲۸-۲۳۲۵)

جماعت ثانیہ کے ثبوت میں دیگر احادیث و آثار

جماعت ثانیہ کے جواز کے متعلق دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اس وقت آیا جب نبی ﷺ نماز پڑھ چکے تھے آپ نے فرمایا: تم میں سے کون اس شخص پر تجارت (صدقہ) کرے گا لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے اس شخص کے ساتھ نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۶، مصنف عبدالرزاق: ۳۳۳۷)

حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص مسجد میں اس وقت داخل ہوا جب نبی ﷺ نماز پڑھ چکے تھے آپ نے فرمایا: سنو! کوئی شخص اس پر صدقہ کرے پس وہ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۷، سنن ترمذی: ۲۲۰، مسند احمد ج ۳ ص ۵)

عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم کے ساتھ محارب کی مسجد میں داخل ہوا وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے پس انہوں نے مجھے امامت کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۸)

زیاد قریش کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ میں حسن بصری کے ساتھ بصرہ کی مسجد میں داخل ہوا وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے پس انہوں نے مجھے امامت کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۹)

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ بصرہ کی مسجد الکلاء میں جماعت ہو چکی ہو اس کے بعد دوسری جماعت کرائی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۰)

منصور بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: لوگ حاکم کے ڈر کی وجہ سے دوسری جماعت کو ناپسند کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۱)

یہی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آئے اور ہم فجر کی نماز پڑھ چکے تھے انہوں نے نماز کی اقامت پڑھی پھر لوگوں کو نماز پڑھائی اور مسجد کے وسط میں کھڑے ہوئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۳)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اور سالم بن عطیہ نے مسجد حرام کی جماعت کے بعد مسجد حرام میں جماعت کرائی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۴)

سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں اس وقت داخل ہوئے جب وہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے تو انہوں نے علقمہ مسروق اور اسود کو جمع کر کے نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۶)

جماعت ثانیہ کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یحییٰ حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جماعت ثانیہ میں فقہاء کا اختلاف ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جماعت ثانیہ کرائی (اسی طرح حضرت انس نے اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بھی ہے جیسا کہ ابھی باحوالہ گزر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہ) عطاء اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد اسحاق اور اشب کا بھی یہی موقف ہے ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس مسجد میں ایک بار جماعت ہو چکی ہے اس میں دوبارہ جماعت نہ کرائی جائے۔ امام مالک اوزاعی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ ان ائمہ نے جماعت ثانیہ کو اس لیے ناپسند کیا ہے تاکہ امت کی وحدت نہ ٹوٹے اور اہل بدعت کو جماعت کی مخالفت کرنے کا موقع نہ ملے امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب مسجد راستہ میں ہو اور اس کا امام مقرر نہ ہو تو اس میں لوگ متعدد جماعتیں کرا سکتے ہیں۔ امام شافعی کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق ملا علی قاری کا مسلک

حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اس وقت آیا جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تھے آپ نے فرمایا: سنو! تم میں سے کوئی شخص اس پر صدقہ کرے پس اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

(سنن ترمذی: ۲۲۰، سنن ابوداؤد: ۵۷۴، مسند احمد ج ۳ ص ۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۶)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صدقہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اس کے ساتھ نیکی کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے تاکہ اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گویا کہ اس نے اس شخص کو صدقہ عطا کیا اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کو نیکی کی ترغیب دینا صدقہ ہے المظہر نے کہا: آپ نے اس کو صدقہ اس لیے فرمایا کہ اگر وہ شخص تنہا نماز پڑھتا تو اس کو صرف ایک نماز کا ثواب ملتا اب جب اس کی وجہ سے اس شخص نے اس کے ساتھ مل کر جماعت سے نماز پڑھی تو اس کو ستائیس نمازوں کا ثواب ملے گا گویا کہ یہ شخص اس پر چھبیس نمازوں کا صدقہ کرے

گا۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۲۵ المکتبۃ الحنفیہ پشاور)

جماعت ثانیہ کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد بن علی بن محمد ہکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ ہے مگر اس مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ نہیں ہے جو راستہ میں ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(جوہرہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تکرار جماعت کے مکروہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عبد الرحمان بن ابی بکر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں انصار میں صلح کرانے کے لیے نکلے جب واپس آئے تو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جا چکی تھی پھر رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں داخل ہوئے گھر کے بعض افراد کو جمع کیا اور ان کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی۔

(اکمال ابن عدی ج ۶ ص ۲۳۹۸ حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کی امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال

ثقات ہیں مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵ اور البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ تمام النسخ ص ۱۵۵)

اگر مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ نہ ہوتا تو آپ مسجد میں جماعت ثانیہ کراتے۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ شامی کا واضح تسامح ہے نبی ﷺ کے کسی کام کو نہ کرنے سے اس کی کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کام کو منع کرنے سے اس کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہ) علامہ شامی لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی جب مسجد میں جماعت فوت ہو جاتی تو وہ مسجد میں الگ الگ نماز پڑھتے۔ (میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کو تسامح ہوا ہے یہ حضرت انس کا قول نہیں بلکہ حسن بصری کا قول ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۹۷، بلکہ حضرت انس نے اس کے برخلاف مسجد میں جماعت ثانیہ کرائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۹۳، مصنف عبد الرزاق: ۳۲۲۶) اور حضرت ابن مسعود نے بھی جماعت ثانیہ کرائی ہے اور بہت فقہاء تابعین نے جماعت ثانیہ کرائی ہے جیسے ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

(علامہ شامی جماعت ثانیہ کی کراہت پر عقلی دلائل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:) اور اس لیے کہ جماعت ثانیہ کی تکرار جماعت اولیٰ کی تقلیل کی طرف پہنچائے گی اور اس لیے کہ جب لوگوں کو پتا ہوگا کہ ان سے جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ نماز پڑھنے کے لیے جلدی آئیں گے تو جماعت (اولیٰ) میں کثرت ہوگی اور اگر ان کو یہ پتا ہو کہ وہ دوبارہ جماعت کر لیں گے تو پھر وہ دیر سے آئیں گے۔ (بدائع) لہذا جو لوگ مسجد میں جماعت کے بعد داخل ہوں تو پھر وہ فردا فردا بغیر جماعت کے نماز پڑھیں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے۔ (ظہیریہ) اور شرح المنیۃ کے آخر میں مذکور ہے: امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ اگر جماعت میں تین سے زیادہ افراد ہوں تو جماعت مکروہ ہے ورنہ نہیں اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر جماعت ثانیہ جماعت اولیٰ کی ہیئت پر نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے اور جب امام محراب سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت مختلف ہو جاتی ہے اسی طرح الہزازیہ میں ہے اور تاتارخانیہ میں الولوالجیہ سے منقول ہے کہ ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور عنقریب "باب الامامة" میں ان شاء اللہ اس کی زیادہ تفصیل آئے گی ہاں! اگر راستہ کی مسجد ہو تو اس میں جماعت ثانیہ میں کوئی حرج نہیں ہے راستہ کی مسجد سے مراد ایسی مسجد ہے جس میں کوئی امام اور مؤذن مقرر نہ ہو سو اس مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے بلکہ افضل ہے۔

(الدر المختار رد المحتار ج ۲ ص ۵۹-۵۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس مسئلہ کے متعلق بحث الامامت میں لکھتے ہیں:

اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں جماعت کی تکرار مکروہ تحریمی ہے راستہ کی مسجد میں مکروہ نہیں ہے یا اس مسجد میں جس میں امام اور مؤذن مقرر نہ ہو۔ (الدر المختار)

یا اس صورت میں جب محلہ کی مسجد میں غیر اہل نے نماز پڑھائی ہو یا اہل نے نماز پڑھائی ہو لیکن بلند آواز سے اذان نہ دی ہو یا محلہ کی مسجد میں اذان اور اقامت کے بغیر جماعت ثانیہ کرائی جائے یا راستہ کی مسجد میں یا اس مسجد میں جس میں مؤذن اور امام مقرر نہ ہوں اور اس میں لوگ گروہ درگروہ نماز پڑھتے ہوں ان تمام صورتوں میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے اور راستہ کی مسجد میں افضل یہ ہے کہ ہر گروہ الگ الگ اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھے اور محلہ کی مسجد سے مراد یہ ہے کہ اس مسجد کے مؤذن اور امام معلوم اور معین ہوں۔ (الدر المختار رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۶-۲۳۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کی وضاحت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

(۱) جو مسجد شارع عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرائے کی ہے جس کے لیے اہل معین نہیں وقت پر جو لوگ گزرے یا اترے یا آئے یا پڑھ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت وہی ہے اور وہاں کا آنا اتفاقی و عارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع تکرار جماعت باذان جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ (ایک نماز کے) وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں۔

(۲) مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے اس میں اقامت جماعت انہیں کا حق ہے اگر ان کے غیر جماعت کر گئے تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز ہے جیسے کہ نماز جنازہ حالانکہ اس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر ولی بے اذن ولی پڑھا جائے اب ولی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا۔

(۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذان جدید بروجہ سنت اعادہ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو۔

(۵) محلے میں حنفی و غیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کر لی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرض طہارت یا فرض صلوٰۃ یا شرط امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چہارم سر سے کم کا مسح یا آب قلیل نجاست افتادہ سے وضو یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ منی یا صاحب ترتیب کا باوصف یا دو وسعت وقت بے ادائے فائتہ و قتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہ اپنی جماعت جدا گانہ کریں کہ اگرچہ شرعاً ان جماعت کرنے والوں کے لیے اسے جماعت اولیٰ مانے مگر حنفی تو اس میں اقتداء نہیں کر سکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو۔

(۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامۃ غیر مقلدین کہ خواہی نخو اہی اہل حق سے مخالفت اور مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب مہذب حنفیہ کی مضادات پر حریص ہوتے ہیں جب بھی حنفیہ کو ان کی اقتداء گناہ و ممنوع ہے اپنی جماعت جدا کریں۔

(۷) اس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نا معلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی ان کی اقتداء خالی از کراہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل مبین۔

(۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم یہ تصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل و اکمل اور اسی پر حرمین محترمین و مصر و شام وغیرہ بلاد دارالاسلام میں جموع مسلمین کا عمل۔

(۹) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسد العقیدہ بد مذہب بدعتی تھا، مثلاً وہابی یا تفسیلی یا معاذ اللہ امکان کذب الہی تعالیٰ شانہ ماننے والا یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی کو بُرا جاننے والا کہ عند تحقیق ایسوں کی اقتداء بکراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے۔

(۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زنا کار یا ڈاڑھی منڈا، سود خوار کہ یہ لوگ ان وہابیوں، کذابوں وغیرہم بد مذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں، پھر بھی ان کی اقتداء شرعاً بہت ناپسند۔

(۱۱) امام اولیٰ زرا بے علم، جاہل، نماز و طہارت کے مسائل سے غافل تھا، جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام۔

(۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں، مثلاً عیات، طیات، س، ص یا ح، یا ذ، ظ، میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس درافتن، ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں ”وَحَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ وَانَا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ پھر خواہ بے خیالی، بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پرواہی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتمد پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صورتوں میں مذہب متاخرین خود اس کی اپنی نماز کے لیے بہت وسعتیں دے، عند تحقیق بھی بہ شرائط معلومہ مضبوطہ کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیں تاکہ قادر ناقادر کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کر وہ جماعت اولیٰ ٹھہرے، لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے، یہ صورت صورت اولیٰ کی مانند ہے، اول باخر نسبتہ دارد غرض ایسی صورتیں جماعت ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلاً کلام کی گنجائش نہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعت اولیٰ اہل مسجد یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہ ہو تو ہمیں جماعت ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ در صورت کراہت قصداً تقویت اولیٰ کی رخصت جبکہ ثانیہ تطیفہ مل سکتی ہو اور در صورت فساد تو اس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۱۵-۱۱۳ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۱۵ھ)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اب محل نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان و اقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالیہ عن الکراہتہ ادا کر لی، پھر باقی ماندہ لوگ آئے، انہیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں، اور ہے تو بکراہت ہے یا بے کراہت؟ اس بارے میں عین تحقیق و حق و وثیق و حاصل اثیق و نظر دقیق و اثر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادة اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے، یہی ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا مذہب مہذب و ظاہر الروایہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۲۵ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۱۵ھ)

شیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی متوفی ۱۳۹۴ھ لکھتے ہیں:

جماعت ثانیہ کی کراہت صرف محلہ کی مسجد کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ راستہ اور بازار کی مسجد میں کراہت کی علت نہیں ہے اس میں کسی گروہ کی خصوصیت نہیں ہے، یہی امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ (رحمۃ اللہ ص ۲۴)

(اعلاء السنن ج ۳ ص ۴۳-۱۳ دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

جماعت ثانیہ کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء کی عبارات کا خلاصہ

میں کہتا ہوں کہ ائمہ ثلاثہ نے اپنے اجتہاد سے یہ قیود لگائی ہیں کہ محلہ کی مسجد میں جب اذان اور اقامت کے ساتھ صحیح نماز ہو گئی

تو اب اس میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ مکروہ ہے ورنہ حدیث میں عموم اور اطلاق کے ساتھ جماعت ثانیہ کی ترغیب ہے:

ایک شخص اس وقت آیا جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تھے آپ نے فرمایا: سنو! تم میں سے کوئی شخص اس پر صدقہ کرنے پس اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۰، سنن ابوداؤد: ۵۷۴) حضرت انس نے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے جماعت ثانیہ کرائی، فقہاء تابعین میں سے عبداللہ بن یزید، ابراہیم النخعی، حسن بصری، عطاء اور سالم بن عطیہ نے جماعت ثانیہ کرائی اور امام احمد بن حنبل نے بھی عموم اور اطلاق کے ساتھ جماعت ثانیہ کو جائز کہا ہے تاہم باقی ائمہ ثلاثہ نے جماعت اولی کی اہمیت اور کثرت قائم رکھنے کے لیے اپنے اجتہاد سے یہ قیود لگائی ہیں۔

۶۴۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةُ الْفَلْدِ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً. [طرف الحدیث: ۶۳۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں تنہا نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ فضیلت ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۳۹، الرقم المسلسل: ۱۳۳۵، سنن ترمذی: ۲۱۶، سنن نسائی: ۸۳۸، موطا امام مالک: ۲۹۳، صحیح ابن حبان: ۲۰۵۲، حلیۃ: ۱۱۱، ج ۶ ص ۳۵۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۵۹، شرح السنۃ: ۷۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۶۵، طبع قدیم مسند احمد: ۵۳۳۲، ج ۹ ص ۲۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف اس سے پہلے ہو چکا ہے اس حدیث کا عنوان جماعت کی فضیلت ہے اور اس عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت واضح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنا بھی جائز ہے لیکن جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے اور اس سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے، لیکن دائماً بغیر جماعت کے نماز نہ پڑھی جائے اور یہ کہ دائماً بغیر جماعت کے نماز پڑھنے پر وعید ہے اور یہ منافقین کا طریقہ ہے اس لیے اکثر اوقات جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت موکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے۔

۶۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ خُبَابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةُ الْفَلْدِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن خباب از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تنہا نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت ہے۔

۶۴۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسًا وَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عِشْرِينَ ضَعْفًا، وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ
الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا
الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةً،
وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، فَإِذَا صَلَّى، لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ
تُصَلِّي عَلَيْهِ، مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ،
اللَّهُمَّ ارْحَمَهُ، وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا انتَظَرَ
الصَّلَاةَ.

مرد کی جماعت کے ساتھ نماز اس کی گھر میں اور بازار میں نماز پر
پچیس درجہ افضل ہے کیونکہ جب وہ عمدہ طریقہ سے وضوء کرتا ہے
پھر مسجد کی طرف نکلتا ہے اور صرف نماز ہی کے لیے نکلتا ہے تو اس
کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور اس کے ایک گناہ
کو مٹا دیا جاتا ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو جب تک وہ نماز کی
جگہ پر رہتا ہے فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ!
اس پر رحمت نازل فرما اس پر رحم فرما اور تم میں سے کوئی شخص جب
تک نماز کے انتظار میں رہتا ہے اس کا نماز میں شمار ہوتا رہتا ہے۔

حدیث: ۶۴۷-۶۴۸ کی شرح، صحیح البخاری: ۴۷۷ میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: بازار کی
مسجد میں نماز اور یہاں اس کا عنوان ہے: جماعت کی فضیلت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۳۱۔ بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ

۶۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ
الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو
سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَفْضُلُ
صَلَاةِ الْجَمِيعِ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ، بِخَمْسٍ
وَعِشْرِينَ جُزْءًا، وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ
النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَقْرَأُوا
إِنْ شِئْتُمْ ﴿إِنْ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ (الاسراء: ۷۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں
نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی
کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو
یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز تم میں سے کسی
ایک کی تنہا نماز پر پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے اور فجر کی نماز میں
رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں پھر حضرت
ابو ہریرہ نے کہا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: بے شک فجر کے وقت
قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۷۸)

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۴۷۷ اور حدیث: ۵۵۴ کا مطالعہ کریں۔

۶۴۹۔ قَالَ شُعَيْبٌ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: شعیب نے کہا: اور مجھے نافع
نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ جماعت کے
ساتھ نماز تنہا نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۴۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

۶۵۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ
حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ
الدَّرْدَاءِ تَقُولُ دَخَلَ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ،
فَقُلْتُ مَا أَغْضَبَكَ؟ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أُمَّةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:
میں نے سالم سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ام الدرداء

میں نے سالم سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ام الدرداء

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّونَ جَمِيعًا۔
 سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حضرت ابو الدرداء رضی اللہ
 آئے وہ اس وقت غصہ میں تھے میں نے پوچھا: آپ کو کس نے
 غضب ناک کیا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں سیدنا محمد ﷺ کی
 امت سے کسی چیز کو نہیں پہچان رہا مگر یہ کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز
 پڑھتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص الخنسی الکوفی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق الخنسی (۳) سلیمان الاعمش (۴) سالم بن ابی الجعد
 (۵) حضرت ام الدرداء ان کا نام جیمہ ہے یہ ام الدرداء صغریٰ تابعیہ ہیں نہ کہ کبریٰ جن کا نام خیرہ ہے اور یہ صحابیہ ہیں ہم نے یہ اس
 لیے کہا ہے کہ حضرت ام الدرداء کبریٰ حضرت ابو الدرداء کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں اور ام الدرداء صغریٰ اس کے بعد کافی طویل
 زمانہ تک زندہ رہیں اور امام ابو حاتم نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ سالم بن ابی الجعد نے حضرت ابو الدرداء کا زمانہ نہیں پایا لہذا انہوں
 نے حضرت ام الدرداء کبریٰ کا زمانہ بھی نہیں پایا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ام الدرداء کا نام خیرہ بنت ابی حدرد الاسلمیہ ہے یہ
 فاضلات عاقلات اور عابدات صحابیہ سے ہیں یہ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں شام میں فوت ہو گئی تھیں علامہ کرمانی کا یہ کہنا غلط
 ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام الدرداء کبریٰ حضرت ابو الدرداء کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں (۶) حضرت
 ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ان کا نام عویر بن مالک ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۳۷)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب دین کے احکام میں سے کسی حکم کو مغیر کر دیا جائے تو اس کا رد کرنا چاہیے اور اس کو بدلنے کی
 کوشش کرنی چاہیے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اس پر اظہار غضب کرنا چاہیے۔

۶۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو
 أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي
 مُوسَى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ
 النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبَعْدَهُمْ فَأَبَعَدَهُمْ مَمْشًى
 وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ
 أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّي ثُمَّ يَنَامُ۔
 امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن العلاء نے
 حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی
 از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از ابی موسیٰ انہوں نے بیان کیا کہ نبی
 ﷺ نے فرمایا: نماز کا سب سے زیادہ اجر اس کو ملتا ہے جو سب
 سے زیادہ دور سے آتا ہے پھر جو اس کے بعد زیادہ دور سے چل کر
 آتا ہے اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا رہے حتیٰ کہ امام کے ساتھ
 نماز پڑھ لے اس کو اس سے زیادہ اجر ملتا ہے جو نماز پڑھ کر سو
 جائے۔

(صحیح مسلم: ۶۶۳، رقم المسلسل: ۱۳۸۵، سنن ابو داؤد: ۵۵۷)

(سنن ابن ماجہ: ۷۸۲)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

زیادہ مشقت اٹھا کر نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے

اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر نماز پڑھنے کے لیے آئے گا اس کو اتنا زیادہ اجر ملے گا اس کی
 وجہ یہ ہے کہ جو شخص زیادہ دور سے چل کر نماز پڑھنے کے لیے آئے گا اس کو زیادہ مشقت ہوگی اور سب سے زیادہ فضیلت اس عمل میں
 ہوتی ہے جس میں سب سے زیادہ مشقت ہو سو ہر وہ نماز جس میں زیادہ مشقت ہو اس میں زیادہ اجر ہوگا۔ اس میں زیادہ اجر کی وجہ یہ

ہے کہ وہ اس نماز میں امام کا انتظار کرتا ہے اور جتنی دیر وہ نماز کا انتظار کرے گا اس کا نماز میں ہی شمار ہوگا اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو مسجد زیادہ دور ہو اس میں نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھنے کے لیے زیادہ چلنا پڑتا ہے۔

۳۲۔ بَابُ فَضْلِ التَّهَجُّبِ إِلَى الظُّهْرِ

دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت

اس عنوان میں ”تہجیر“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ہر چیز کی ابتداء کی طرف پہنچنا اور اس کی طرف سبقت کرنا، یعنی ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنا۔ ”الہجیرۃ“ کا معنی ہے: دوپہر کی تیز گرمی۔ (المجد اردو ص ۱۱۵) علامہ نورالحق متوفی ۱۲۷۳ھ نے بھی اس کا یہی معنی لکھا ہے۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۲۲۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سی مولی ابو بکر از ابو صالح السمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص راستہ میں چل رہا تھا اس کو راستہ میں ایک کاٹا پڑا ہوا ملا اس نے اس کو ایک کنارہ پر کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کی قدر افزائی کی پس اس کو بخش دیا۔

۶۵۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخْرَعَهُ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغُفِّرَ لَهُ. [طرف الحدیث: ۲۳۷۲]

پھر فرمایا: شہداء پانچ ہیں: (۱) طاعون زدہ (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (۳) ڈوب کر مرنے والا (۴) دب کر مرنے والا (۵) اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا پھر فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ اذان دینے میں اور صف اول میں نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے پھر انہیں قرعہ اندازی کے بغیر اس کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔

۶۵۳۔ ثُمَّ قَالَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْغَرِيقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهْمُوا لَا سْتَهْمُوا عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۲۸۲۹-۲۸۳۰-۵۷۳۳]

اور اگر وہ یہ جان لیں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر وہ جان لیں کہ عشاء اور فجر میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کو پڑھنے کے لیے آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔

۶۵۴۔ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجُّبِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا.

حدیث: ۶۵۳ کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۱۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کا اجر

حدیث: ۶۵۲ میں مذکور ہے کہ جس شخص نے راستہ سے کاٹا ہٹا دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر افزائی کی اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کو قبول کر لیا اور اس کی تحسین فرمائی اور اس کو بخش دیا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا چاہیے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے اور جب راستہ سے ایک کانٹوں والی شاخ کو ہٹا دینے سے اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیتا ہے تو اس سے بڑے نیک اعمال پر اللہ تعالیٰ کتنا عظیم اجر عطا

فرمائے گا اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا!

شہید کا معنی اس کی وجہ تسمیہ اور اس کا شرعی حکم

حدیث: ۶۵۳ میں فرمایا: شہداء پانچ ہیں لفظ شہداء شہید کی جمع ہے اس کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ شہادت کا معنی حضور (حاضر ہونا) ہے اور شہید کے مرتے ہی اس کے پاس رحمت کے فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں پس یہ فعلیل بہ معنی مفعول ہے اور شہید بہ معنی مشہود ہے یا جنت اس کے سامنے حاضر کر دی جاتی ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ مرتے ہی اللہ تعالیٰ کے دربار مقدس میں حاضر ہو جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے کرامات رکھی ہیں ان کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے یا یہ قیامت کے دن نبی ﷺ کے ساتھ انبیاء کے منکرین کے خلاف شہادت دے گا مؤخر الذکر تمام صورتوں میں شہید بہ معنی شاہد ہے۔

اس حدیث میں جو شہید کی پانچ قسمیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے جو شخص میدان جہاد میں اللہ کے دین کو سر بلند کرتے ہوئے مارا گیا وہ حقیقت میں شہید ہے اور باقی چار حکمی شہید ہیں۔ جو شخص میدان جہاد میں قتل کیا گیا جس کو ظلماً قتل کیا گیا اس کو غسل نہیں دیا جائے گا نہ کفن دیا جائے گا یوں ہی خون میں لت پت دفن کر دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی امام شافعی کہتے ہیں کہ شہید چونکہ زندہ ہوتا ہے اس لیے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی ہم کہتے ہیں کہ پھر اس کو قبر میں دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا۔

حکمی شہداء کی تعداد

اس حدیث میں حکمی شہداء کی تعداد چار ہے علامہ عینی نے احادیث کے حوالے سے ان کی تعداد گیارہ لکھی ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۵۳) حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی تعداد بیس لکھی ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۰) اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد تیس ہے۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۲۶۱) اور ہم نے شرح صحیح مسلم میں شہداء کی تعداد پینتالیس لکھی ہے اور ہر قسم کے ثبوت میں باحوالہ حدیث ذکر کی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۹۳۵-۹۳۶) اور آل عمران: ۱۶۹ کی تفسیر میں ان کی تعداد ۵۱ تک پہنچا دی ہے۔ واللہ الحمد علی ذالک۔

(مسجد کو جاتے ہوئے) قدموں کا شمار

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے بنی سلمہ! تم اپنے قدموں کا شمار کیوں نہیں کرتے اور مجاہد نے کہا: اور جن اعمال کو لوگ آگے بھیجتے ہیں ہم ان کو لکھتے رہتے ہیں اور ان اعمال کو بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ (بیس: ۱۲) اس آیت میں "اثار" سے مراد ان کے قدموں کے نشان ہیں۔

۳۳۔ بَابُ احْتِسَابِ الْاَثَارِ

۶۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي سَلَمَةَ أَلَا تَحْتَسِبُونَ أَثَارَكُمْ؟ وَقَالَ مُجَاهِدٌ فِي قَوْلِهِ ﴿وَنُكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ﴾ (بیس: ۱۲) قَالَ خُطَاهُمْ.

[اطراف الحدیث: ۶۵۵-۶۵۶-۱۸۸۷]

(صحیح مسلم: ۶۶۵، الرقم المسلسل: ۱۳۹۱، سنن ابن ماجہ: ۷۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۰۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۳، شرح السنہ: ۳۶۹، مسند

جمع ج ۳ ص ۱۰۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۰۳۳، ج ۱۹ ص ۹۱، مؤسسة الرسالة، بیروت)

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

بنو سلمہ سے یہ کہنے کی وجہ کہ تمہارے قدموں کے نشان لکھے جائیں گے

اس حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: اے بنی سلمہ! بنی سلمہ انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے نبی ﷺ نے یہ خطاب ان سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ مدینہ منورہ کے دور کے محلہ سے منتقل ہو کر مسجد نبوی کے قریب میں رہائش پذیر ہونے کا ارادہ کر رہے تھے اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے گرد زمین خالی ہو گئی تو بنو سلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کر رہے ہو انہوں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! ہم نے یہ ارادہ کیا ہے آپ نے فرمایا: اے بنی سلمہ! تم اپنے گھروں میں ہی رہو تمہارے قدموں سے چلنے کے نشان لکھے جائیں گے (دوبارہ فرمایا: تم اپنے گھروں میں ہی رہو تمہارے قدموں سے چلنے کے نشان لکھے جائیں گے۔ (صحیح مسلم: ۶۶۵، رقم المسلسل: ۱۳۹۱، سنن ابن ماجہ: ۷۸۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے گھر مسجد نبوی سے دور تھے تو انہوں نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۸۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جتنا زیادہ قدموں سے چلنا پڑتا ہے اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے اور مسجد سے دور رہنے میں زیادہ فضیلت ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۹۔ ج ۲ ص ۳۰۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے عنوان ہیں:

① قریب والی مسجد کا حق ② پانچ نمازوں سے گناہوں کا دھلنا۔

۶۵۶ - وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ سَلَّمَ أَرَادُوا أَنْ يَتَحَوَّلُوا عَنْ مَنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوا قَرِيبًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعْرُوا الْمَدِينَةَ فَقَالَ أَلَا تَحْتَسِبُونَ أَنْ تَارَكُمُ؟ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ أَثَارُهُمْ أَنْ يُمْشِيَ فِي الْأَرْضِ بَارِجِلِهِمْ.

(جامع السانید لابن الجوزی: ۴۹۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بنو سلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے گھروں سے منتقل ہو جائیں اور نبی ﷺ (کی مسجد) کے قریب گھر بنالیں اور نبی ﷺ اس کو ناپسند کرتے تھے کہ مدینہ کو خالی کیا جائے تو آپ نے فرمایا: کیا تم اپنے قدموں کے نشانات کو شمار نہیں کرتے۔ مجاہد نے کہا: ان کے چلنے سے زمین پر جو قدموں کے نشانات پڑتے ہیں اس سے وہ مر جاتے ہیں۔

اگر قریب والی مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو تو اس کا حق ہے ورنہ جس مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو اس میں نماز پڑھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے لیے جتنے قدموں سے چلنا پڑے اتنا ثواب ملتا ہے عبد اللہ بن لبابہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنی مسجد کو چھوڑ کر جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جائے کیونکہ وہاں زیادہ لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے انہوں نے کہا:

کہ وہ اپنی مسجد کو نہ چھوڑے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت صرف جمعہ کی نماز پڑھنے میں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد سے دور گھر بنانے میں فضیلت ہے اگر اس کا گھر مسجد کے قریب ہو تو اس کو چھوڑ کر دور گھر بنایا جائے تو اس میں دو قول ہیں ہاں! اگر قریب والی مسجد کا امام بدعتی ہو یا بد مذہب ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں نماز پڑھے جہاں کا امام صحیح العقیدہ ہو۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۲۵۵-۲۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر قریب والی مسجد کا امام بد مذہب ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ایسی مسجد میں جا کر نماز پڑھے جس کے امام کا عقیدہ صحیح ہو۔

عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں ہے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ ان میں کتنا اجر ہے تو وہ ان نمازوں میں ضرور آئیں گے خواہ گھسنے ہوئے آئیں البتہ تحقیق یہ ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں مؤذن کو اذان دینے کا حکم دوں پھر نماز کی اقامت کہی جائے پھر میں کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر میں آگ کا شعلہ پکڑوں اور ان لوگوں کو آگ لگا دوں جو نماز پڑھنے کے لیے نہیں نکلے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۳۴ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: نماز باجماعت کا وجوب اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا: ہم سے یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: جب نماز کا وقت آئے تو تم دونوں اذان دینا اور نماز کی اقامت کہنا پھر جو تم دونوں میں بڑا ہو وہ نماز کی امامت کرائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۲۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس نے کہا: سفر میں ایک مؤذن اذان

۳۴۔ بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

۶۵۷۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلُ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَاتَوَّهَمَا وَلَوْ حَبَوًّا لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَيَقِيمَ ثُمَّ أُمَرَ رَجُلًا يَوْمَ النَّاسِ ثُمَّ أَخَذَ شُعْلًا مِنْ نَارٍ فَأَحْرَقَ عَلَى مَنْ لَا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ.

۳۵۔ بَابُ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ

۶۵۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوِيرِثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَضَعَتِ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا وَاقِيمَا ثُمَّ لِيَوْمَكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

دے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۳۶ - بَابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ

جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا

اور مساجد کی فضیلت

الصلوة، وَفَضْلُ الْمَسَاجِدِ

۶۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تَصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَوةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَوةُ تَحِبُّهُ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَوةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے تم میں سے کسی ایک کے لیے نزول رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہو (اور) جب تک وہ وضوء نہ توڑے وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو بخش دے اے اللہ! اس پر رحم فرما تم میں سے کسی ایک کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک نماز اس کو (مسجد میں) روکے رکھتی ہے اس کو گھر لوٹ کر جانے سے نماز کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۴۵ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسجد میں وضوء توڑنے کا حکم اور یہاں اس کا عنوان ہے: جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۶۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي حُذَيْفُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّتَا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا ففَاضَتْ عَيْنَاهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: ہمیں حذیفہ بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا (۳) وہ شخص جس کا دل مساجد میں معلق رہے (۴) وہ دو آدمی جو اللہ سے محبت رکھیں اسی کی محبت میں جمع ہوں اور اسی میں جدا ہوں (۵) وہ شخص جس کو کوئی خوب صورت اور اچھا اردالی عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔

[اطراف الحديث: ۶۸۰۶-۶۴۷۹-۱۳۲۳]

۳۳۸۶: سنن ابوداؤد الطیالسی: ۲۶۳۲: شعب الایمان: ۵۳۹: مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۹ طبع قدیم: مسند احمد: ۹۶۶۵۔ ج ۱۵ ص ۳۱۳: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت: جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۰۱: مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ: مسند الطحاوی: ۸۸۰۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) ضبیب بن عبد الرحمن بن ضبیب بن یساف ابو الحارث الانصاری المدنی: یہ عبید اللہ بن عمر کے ماموں ہیں (۵) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب: یہ عبید اللہ کے دادا ہیں (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۵۹)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان ہے: مساجد کی فضیلت اور اس حدیث میں مسجد کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جس شخص کا دل مسجد میں معلق رہے گا وہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ہوگا جب اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ شخص بھی اللہ کے سائے میں ہوگا جو اللہ کی عبادت میں جو ان ہوا یعنی وہ مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھتا رہا مسجد میں اعتکاف کرتا رہا اور دیگر ذکر اذکار کر رہا اور ان سب امور میں مسجد کی فضیلت ہے۔

اس حدیث میں جن سات آدمیوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں ہوں گے ان میں حصر نہیں ہے ان کے علاوہ اور نیک مسلمان بھی اللہ کے سائے میں ہوں گے حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ان دو کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس سے قرض معاف کر دیا اس کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا۔

(صحیح مسلم: ۳۰۰۶: رقم المسلسل: ۷۳۷۷: سنن ترمذی: ۱۳۰۶: مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۹۔ ج ۳ ص ۴۲۷: سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۷: سنن دارمی: ۲۶۱: مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۳: مشکوٰۃ: ۲۹۰۳: الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۶-۴۵: حلیۃ الاولیاء: ۲۰: ج ۲: کنز العمال: ۱۵۳۹۱)

اللہ کے سائے کی توجیہ

اس حدیث میں اللہ کے ”ظل“ (سائے) کا ذکر ہے جس چیز سے سورج کی روشنی یا دن کی روشنی چھپ جائے وہ چیز اس کا سایا ہوتی ہے۔ (قاموس ص ۱۰۲۸: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) عرف میں سایا کسی جسم کا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اس لیے اس کا سایا ہونا محال ہے اس لیے اس کی تاویل میں کہا جاتا ہے: اس سے مراد اس کے عرش کا سایا ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ سات آدمیوں کو اللہ اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۳: دار المعرفۃ بیروت) اور سائے کی اضافت جو عرش کی طرف ہے یہ تعظیم اور تشریف کے لیے ہے جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں ہے۔

”عدل“ کا معنی امام عادل کی تعریف امام عادل کی فضیلت اور امام غیر عادل کی مذمت میں احادیث

اس حدیث میں ”عدل“ کا ذکر ہے ”عدل“ کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا اور ”عدل“ کا معنی ہے: افراط اور تفريط کے درمیان کیفیت متوسطہ یعنی عقائد اور اعمال اور اخلاق میں کیفیت متوسطہ کا حامل ہونا یا حکمت اور اس سے مراد ہے: قوت عقلیہ، قوت غضبیہ اور قوت شہوانیہ میں متوازن ہونا اور عادل کا معنی ہے: جو اللہ کی اطاعت کرنے والا ہو اور امام عادل سے مراد ہے: صاحب ولایت عظمیٰ یعنی مقتدر اعلیٰ اس کے ساتھ ہر وہ شخص لاحق ہے جو کسی منصب پر فائز ہو اور وہ اس منصب کے تقاضوں کو پورا

کرے اور ان میں عدل کرے۔

امام عادل اور امام جائز کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت زبیر بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عدل کرنے والے حکام اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور رحمن عزوجل کی دائیں جانب ہوں گے اور اس کی دونوں جانبیں دائیں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ان میں عدل کرتے ہیں جن پر ان کو مقرر کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۲۷، رقم المسلسل: ۴۶۳۰، سنن نسائی: ۵۳۷۹)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے لوگوں پر حاکم بنایا ہو اور وہ اپنی رعایا کے ساتھ خیانت کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۰، صحیح مسلم: ۱۸۲۹، رقم المسلسل: ۴۶۳۷)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کا والی ہو پھر وہ ان کے حق میں کوشش اور خیر خواہی نہ کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم: رقم المسلسل: ۴۶۳۹)

ابو مریم ازدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا کوئی منصب سونپ دیا پھر وہ مسلمانوں کی ضروریات اور ان کے مسائل سے حجاب میں رہا تو اللہ بھی اس کی ضرورت حاجت اور فقر سے حجاب میں رہے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۹۳۸)

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو امام (مقتدر حاکم) حاجت مندوں، ضرورت مندوں اور مسکینوں کے لیے اپنے دروازہ کو بند کر دیتا ہے اللہ اس کی ضرورت حاجت اور مسکینی کے وقت اس کے اوپر اپنا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۳۳۲، مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جماعت مہاجرین! پانچ چیزیں ایسی ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے (تو اللہ تم پر ایک دوسرے کا خوف طاری کر دے گا) اور میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا نہ ہو! جس قوم میں بے حیائی کے کاموں کا ظہور ہوگا حتیٰ کہ وہ کھلے عام بے حیائی کریں گے تو ان میں طاعون کا ظہور ہوگا اور ان میں ایسی بیماریوں کا ظہور ہوگا جو ان سے پہلے لوگوں میں نہیں آئی ہوں گے (جیسے فی زمانہ ایسے لوگوں میں ایڈز کی بیماری آ گئی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور جو لوگ ناپ اور تول میں کمی کریں گے ان پر قحط سالی، شدید مشقت اور حکام کا ظلم مسلط کر دیا جائے گا اور جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیں گے ان پر آسمان سے بارشوں کو روک دیا جائے گا اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اور اس کے رسول کے عہد کو توڑیں گے تو اللہ ان پر دوسری قوموں سے ان کے دشمن کو مسلط کر دے گا اور وہ ان کے ہاتھوں سے ان کے اموال کو لے لیں گے اور جب مسلمانوں کے امام (ارباب اقتدار) کتاب اللہ کے مطابق حکم جاری نہیں کریں گے تو اللہ ان کے اوپر ایک دوسرے کا خوف طاری کر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۹)

جوانی میں عبادت کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں اس شخص کا ذکر ہے جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا۔

اس حدیث میں جوان کا ذکر ہے کیونکہ جوانی میں عبادت کرنا زیادہ سخت اور زیادہ دشوار ہے اس زمانہ میں انسان کی قوتیں خواہش کی پیروی زیادہ اچھی طرح کر سکتی ہیں اور اس پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور معصیت کے محرکات بہت ہوتے ہیں حضرت سلمان کی حدیث میں ہے کہ (وہ نو جوان سایہ رحمت میں ہوگا) جس نے اپنے شباب کو اپنی نشاط کو اللہ کی عبادت میں فنا کر دیا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۴)

مسجد کے ساتھ دل معلق ہونے کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکل آیا لیکن وہ اس کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہا اور وہ شخص نماز پڑھنے اور مسجد میں ذکر و اذکار کرنے اور اعتکاف کرنے سے شدید محبت کرنے والا ہے اور مسجد اللہ کا گھر ہے جو کسی کے گھر جائے وہ اس کی تکریم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ مسجد میں آنے والوں کی مہمانی فرماتا ہے۔

اللہ کی وجہ سے دو محبت کرنے والوں کی فضیلت میں احادیث

اور اس حدیث میں ہے: وہ دو آدمی جو اللہ سے محبت رکھیں اور اس کی محبت میں جمع ہوں اور اسی میں جدا ہوں۔

یعنی ان دو آدمیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملنا اور جدا ہونا اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے ہو کسی غرض دنیاوی کی وجہ سے نہ ہو جو لوگ کسی سے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں ان کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: میرے جلال (میری ذات) کی وجہ سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج کے دن میں ان کو اپنے سائے میں رکھوں گا جس دن میرے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۶، رقم المسلسل: ۶۴۲۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو لوگ میری ذات کی وجہ سے محبت کرتے ہیں ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے جن کی انبیاء اور شہداء تحسین کریں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۳۹۰، مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ایسے بندے ہیں جو نبی اور شہید نہیں ہیں قیامت کے دن ان کا اللہ کے نزدیک اور اس کی مجلس میں اللہ کے ساتھ قرب دیکھ کر انبیاء اور شہداء ان کی تحسین کریں گے پھر ایک اعرابی گھنٹوں کے بل گھسٹا ہوا آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! ہمیں ان کی صفات بیان کیجئے آپ نے فرمایا: وہ لوگوں کے ان قبائل سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں ایک دوسرے کی تصدیق کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کریں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے لیے نور کے منبر رکھ دے گا اس دن لوگ خوف زدہ ہوں گے اور وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے وہ اللہ عز وجل کے ایسے اولیاء ہیں جن پر کوئی خوف ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا امام ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۱۷۱-۱۷۰ طبع قدیم المستدرک: ۳۱۸، جدید الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۸، الاحسان ج ۲ ص ۳۳۳، کنز العمال ج ۹ ص ۱۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دو آدمی اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں ان دونوں میں افضل وہ شخص ہے جو دوسرے سے زیادہ اس سے محبت رکھتا ہو۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا ذہبی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۱۷۱ طبع قدیم المستدرک: ۳۲۳، جدید الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۶، الاحسان ج ۲ ص ۳۲۶، کنز العمال ج ۹ ص ۵)

حضرت ابو رزین بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابو رزین! جب تم اکیلے ہو تو اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے

حرکت دو اور اللہ کی خاطر محبت کرو اور اللہ کی خاطر بغض رکھو کیونکہ مسلمان جب اللہ کی خاطر کسی سے ملاقات کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کو رخصت کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اپنا فضل اس سے ملا کر رکھ اور اللہ کی وجہ سے محبت کرنے والوں کی فضیلت میں یہ حدیث ہے: امام مسلم اور امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے پس پشت دعا کرتا ہے تو اس کے ساتھ جو فرشتہ مقرر ہوتا ہے وہ کہتا ہے: آمین اور تمہیں بھی اس کی مثل عطا کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۳۲، الرقم المسلسل: ۶۸۰۰، سنن ابوداؤد: ۱۵۳۴) (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

خوف خدا کی بناء پر گناہ سے باز رہنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان پر عمل کرنے کا اجر و ثواب

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شخص جس کو کوئی خوب صورت اور مقتدر عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص اس سے کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی فضیلت ہے اور اس کے خوف کی وجہ سے گناہوں کے ترک کرنے کا بیان ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (النازعات: ۴۱-۴۰)

اور رہا وہ شخص جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے نفس کو خواہش پوری کرنے سے روکا تو جنت ہی اس کا

ٹھکانا ہے

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ (الرحمن: ۴۶)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عسا کر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ایوب الخزازی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نو جوان تھا جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا، حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے اس کا ایک بوڑھا باپ تھا وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا وہ اس پر فریفتہ ہو گئی تھی وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی داخل ہو گئی اس نو جوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور

اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

پھر وہ نو جوان بے ہوش ہو کر گر گیا اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نو جوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں اس کے گھر والے اسے اٹھا کر گھر میں لے گئے کافی رات گزرنے کے بعد وہ نو جوان ہوش میں آیا اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا: خیر ہے باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا۔ باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے اس آیت کو دہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا گھر والوں نے اس کو بلایا جلا یا لیکن وہ مر چکا تھا انہوں نے اس کو غسل دیا اور لے جا کر دفن کر دیا صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا: رات

وقت تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو پھر حضرت عمرؓ اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے حضرت عمرؓ نے کہا: اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے دو بار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع: ۱۱۳۔ ج ۱۹ ص ۱۹۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۴۷ھ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۰۱۔ سورہ الاعراف۔ ج ۳ ص ۲۶۹ طبع دار الاندلس بیروت شرح الصدور ص ۱۳ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۲ھ کنز العمال: ۴۶۳۴)

جب کوئی خوب صورت اور مقتدر عورت کسی جوان مرد کو گناہ کی دعوت دے اور وہ شخص محض خوفِ خدا سے گناہ سے باز رہے یہ بہت دشوار گزار گھاٹی ہے اور اس گھاٹی سے گزرنے والوں کے امام حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جب عزیز مصر کی بیوی نے ان سے کہا: وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا أَمْرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونَا مِنَ الصَّغِيرِينَ (یوسف: ۲۲) اور جس کام کام میں نے اسے حکم دیا ہے اگر اس نے وہ کام نہ کیا تو یہ ضرور قید کر دیا جائے گا اور یہ ضرور بے عزت لوگوں میں سے ہو جائے گا O

اس کے جواب میں حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی: قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ۔ یوسف نے کہا: اے میرے رب! جس (گناہ) کی طرف مجھے یہ عورتیں دعوت دے رہی ہیں اس کی بہ نسبت قید میں رہنا مجھے بہت پسند ہے۔

صدقاتِ نفلیہ کو چھپا کر دینے کی فضیلت اور صدقاتِ واجبہ کو کھلے عام دینے کا جواز
اور اس حدیث میں ذکر ہے: جو شخص چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتانہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں کب شعور ہے کہ وہ یہ جان لے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مبالغہ فرمایا ہے یعنی اگر بالفرض بائیں ہاتھ میں شعور ہوتا تو اس کو پھر بھی پتانہ چلتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے یا اگر بائیں جانب کوئی شخص کھڑا ہوتا تو اس کو بھی پتانہ چلتا کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا خرچ کیا ہے۔

اس حدیث میں خفیہ طور سے صدقہ دینے کی فضیلت ہے قرآن مجید میں ہے: وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اور اگر تم خفیہ طور سے فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر (البقرہ: ۲۷۱) ہے۔

نفلی صدقات کو خفیہ طور سے دینا یا کاری سے دور ہے اور اخلاص کے زیادہ قریب ہے اس لیے نفلی صدقات کو چھپا کر دینا افضل ہے حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کر کے اس پر نصب کر دیا تو زمین ٹھہر گئی پس فرشتوں کو پہاڑوں کی تخلیق سے بہت تعجب ہوا تب انہوں نے کہا: اے رب! کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! لو ہا ہے فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا

کوئی چیز لو ہے سے بھی زیادہ سخت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! آگ ہے فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! پانی ہے فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! ہوا ہے فرشتوں نے کہا: اے رب! کیا کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ ابن آدم ہے جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اس کو بائیں ہاتھ سے چھپاتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶۹، مسند ابویعلیٰ: ۴۳۱۰، شعب الایمان: ۴۳۴۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۴، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۲۵۳۔ ج ۱۹ ص ۲۷۷-۲۷۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

جو صدقات فرض ہوں جیسے زکوٰۃ اور نذر معین ان کو کھلے عام دینا بہتر ہے قرآن مجید میں ہے:
 اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ. (البقرہ: ۲۷۱)
 اگر تم صدقات کو کھلے عام دو تو وہ بھی اچھا ہے۔

اللہ کی یاد میں رونے کی اقسام اور خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: اور جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔

اس حدیث میں تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے رونے کا ذکر ہے کیونکہ تنہائی میں رونا اخلاص کے قریب اور ریاست سے بعید ہے پھر رونے والے کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں کبھی وہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور غضب کو یاد کر کے اس کے خوف سے روتا ہے اور کبھی اپنے گناہوں کو یاد کر کے ندامت سے روتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی صفات جمال کو یاد کر کے اس کی ملاقات کے شوق میں روتا ہے اور کبھی بندہ پر قرآن مجید سن کر رقت طاری ہوتی ہے اور وہ سوز و گداز کی کیفیت سے روتا ہے قرآن مجید میں ہے:

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ O (المائدہ: ۸۳)

اور جب وہ لوگ رسول کی طرف نازل کیے ہوئے کلام کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے پس تو ہم کو بھی (توحید کی) شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے O

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے خوف سے رویا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۳، سنن نسائی: ۳۱۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۳، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۲، المستدرک ج ۳ ص ۲۶۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دو (قسم کی) آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی: (۱) وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو (۲) وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ کی حفاظت میں (سرحد اسلام پر) رات گزاری ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۶۳۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کو یاد کیا پھر اس کی آنکھوں سے اللہ کے خوف سے آنسو بہے ہوں حتیٰ کہ اس کے آنسو زمین پر گرے ہوں اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب نہیں دے گا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۲۶۰، طبع قدیم، المستدرک: ۷۶۸، جدید الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۲۴، کنز العمال ج ۱ ص ۳۲۵) ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس حدیث کی شرح علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے بھی بہت تفصیل سے کی ہے ہم نے ان کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج کی ہے اور موضوع کی مناسبت سے ان سے بہت زیادہ احادیث بیان کی ہیں۔ واللہ الحمد۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۷۶- ج ۲ ص ۹۵۵- ۹۵۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۶۶۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا؟ فَقَالَ نَعَمْ أَخَرُ لَيْلَةٍ صَلَاةُ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ بَعْدَ مَا صَلَّى فَقَالَ صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوا وَلَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مِّنْذُ أَنْتَظَرْتُمُوهَا. قَالَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبَيْصِ خَاتَمِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے کوئی انگٹھی بتائی تھی؟ حضرت انس نے کہا: ہاں! ایک رات آپ نے عشاء کی نماز آدھی رات تک موخر کر دی پھر نماز پڑھنے کے بعد آپ نے ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تمہارا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا رہا جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے پس گویا کہ میں آپ کی انگٹھی کی چمک دیکھ رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۷۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

دن کی ابتداء میں اور دن ڈھلے
مسجد میں جانے کی فضیلت

۳۷- بَابُ فَضْلِ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

اس عنوان میں ”غدا“ اور ”راح“ کے الفاظ ہیں ”غدا“ کا معنی ہے: دن کی ابتداء سے طلوع شمس تک کسی وقت جانا۔ (مختار الصحاح ص ۲۷۹) اور ”راح“ کا معنی ہے: زوال شمس سے لے کر رات تک کسی وقت جانا۔ (مختار الصحاح ص ۱۶۳)

۶۶۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَطَرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ نَزْلَةً مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن مطرف نے خبر دی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جو شخص صبح مسجد میں گیا یا شام کو مسجد میں گیا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی تیار رکھے گا جب بھی وہ صبح یا شام کو گیا۔

(صحیح مسلم: ۶۶۹، رقم المسلسل: ۱۳۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۳۱۷، صحیح ابن خزيمة: ۱۳۹۶، صحیح ابن حبان: ۲۰۳، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۲۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۲، شرح الترمذی: ۳۶۷، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹، مسند احمد: ۱۰۶۰۸، ج ۱۶ ص ۳۵۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۵۱۸، مکتبۃ الرشیدیہ بیروت: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر ابو الحسن ان کو ابن المدنی البصری کہا جاتا تھا (۲) یزید بن ہارون بن زازان الواسطی (۳) محمد بن المطرف ابو عسان اللشی المدنی (۴) زید بن اسلم مولیٰ عمر بن الخطاب المدنی (۵) عطاء بن یسار ابو محمد الھلالی مولیٰ حضرت میمونہ بنت

الحارث رضی اللہ عنہ زوجہ نبی ﷺ یہ ۱۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۶۶-۲۶۵)

مسجد میں جانے کی ترغیب

اس حدیث میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے کی ترغیب دی گئی ہے اور دوام کے ساتھ نماز پڑھنے پر براہیجنت کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسجد میں آنے والوں کے لیے جنت میں مہمانی تیار کی ہے تو جو جماعت سے اخلاص کے ساتھ نماز پڑھے گا اور مسجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اور توبہ اور استغفار کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ کتنا عظیم اجر عطا فرمائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۲۳۔ ج ۲ ص ۳۰۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۸۔ بَابُ إِذَا أُقِيِمَتِ الصَّلَاةُ

فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ

جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو صرف

فرض نماز پڑھی جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از حفص بن عاصم از عبداللہ بن مالک ابن تحسین انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے۔

۶۶۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ

امام بخاری نے کہا: اور مجھے عبدالرحمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے بہز بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حفص بن عاصم سے سنا انہوں نے کہا: میں نے ازد کے ایک شخص سے سنا جن کو مالک بن تحسین کہا جاتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا وہ دو رکعت نماز پڑھ رہا تھا اور اس وقت نماز کی اقامت ہو چکی تھی جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اس کو گھیر لیا پس رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ غندر اور معاذ نے اس حدیث میں بہز بن اسد کی متابعت کی از شعبہ از مالک اور ابن اسحاق نے کہا: از سعد از حفص از عبداللہ بن تحسین اور حماد نے کہا: ہمیں سعد نے خبر دی از حفص از مالک۔

قَالَ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا بِهِزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِنْ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ بْنُ بُحَيْنَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا وَقَدْ أُقِيِمَتِ الصَّلَاةُ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِ النَّاسُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحُ أَرْبَعًا؟ الصُّبْحُ أَرْبَعًا؟ تَابَعَهُ غُنْدَرٌ وَمُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَالِكٍ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ حَفْصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُحَيْنَةَ. وَقَالَ حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا سَعْدٌ عَنْ حَفْصِ عَنْ مَالِكٍ.

(صحیح مسلم: ۱۱۷۱، الرقم المسلسل: ۱۶۱۹، سنن نسائی: ۸۶۷، سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۷۳۶)

صحیح ابن حبان: ۲۳۶۹، المعجم الکبیر: ۱۱۴۲، المستدرک ج ۱ ص ۳۰۷، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۸۲، مسند الزہرا: ۵۱۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۸، طبع قدیم مکتبۃ

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ ابو القاسم القرشی العامری الاوی المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف ابو اسحاق الزہری المدنی (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف (۴) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۵) عبد اللہ بن مالک ابن تحسینہ "تحسینہ ان کی ماں کا نام ہے" یہ حارث بن المطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہیں (۶) عبد الرحمان بن بشر بن الحکم بن محمد نیشاپوری یہ ۲۶۰ھ میں فوت ہوئے تھے (۷) بہز بن سعد ابو الاسود البصری (۸) شعبہ بن الحجاج (۹) مالک بن تحسینہ یہ عبد اللہ کے والد ہیں۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۶۷)

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: کیا صبح کی نماز چار رکعت ہے؟ یعنی آپ نے اس شخص پر انکار کیا جس نے اقامت کے وقت صبح کی دو سنتیں پڑھی تھیں۔ سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی اقامت کے وقت فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور یہی اس حدیث کا عنوان ہے۔

نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص فجر کی نماز پڑھنے کے لیے اس وقت مسجد میں داخل ہو جب فجر کی نماز کے لیے اقامت ہو رہی ہو تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ وہ فجر کی دو سنتیں پڑھے یا نہیں ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب امام نماز فجر پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد میں صبح کی دو سنتیں نہ پڑھے ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے حضرت ابن عمر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سعید بن جبیر عروہ ابن سیرین ابراہیم نخعی اور عطاء سے اسی طرح منقول ہے امام شافعی امام احمد اسحاق اور ابو ثور کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب اس کو یہ یقین ہو کہ وہ امام کے ساتھ دوسری رکعت کو پالے گا تو پھر مسجد کے باہر سنت فجر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے سنت فجر نہیں پڑھی اور وہ نماز فجر میں امام تک پہنچا اگر اس کو یہ خدشہ ہو کہ اگر وہ سنت فجر پڑھنے میں مشغول ہو تو ایک رکعت فوت ہو جائے گی لیکن اس کو دوسری رکعت مل جائے گی تو وہ دو رکعت سنت مسجد کے دروازہ پر پڑھ لے کیونکہ اگر اس نے دو رکعت سنت مسجد میں پڑھیں تو امام فرض پڑھانے میں مشغول ہوگا اور یہ اس وقت نفل پڑھنے میں مشغول ہوگا اور یہ مکروہ ہے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۰ سنن ابوداؤد: ۱۲۶۶ سنن ترمذی: ۴۲۱ سنن نسائی: ۸۶۳ سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۱ مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۵ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۸۲ صحیح ابن خزیڑ: ۱۱۲۳ شرح السنہ ج ۷ ص ۸۹ مجمع الروائد ج ۲ ص ۵ کامل ابن عدی ج ۱ ص ۳۶ مشکوٰۃ: ۱۰۵۸ کنز العمال: ۲۰۲۲۶ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۱۵ حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۳۸)

اس وقت سنت فجر پڑھنے کی خصوصیت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: صبح کی دو رکعت کو نہ چھوڑو خواہ تمہیں گھوڑے روند رہے ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۵۸) یہ اس صورت میں ہے جب وہ مسجد کے دروازہ پر دو رکعت سنت پڑھ لے اور فجر الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ کوئی شخص دو رکعت سنت صف میں کھڑے ہو کر پڑھے اور جماعت کی مخالفت کرے اور جو شخص جماعت کی صف کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت سنت پڑھے اور اس کے اور صف کے درمیان کوئی حائل نہ ہو الذخیرہ میں مذکور ہے کہ سنت فجر میں سنت یہ ہے کہ ان کو اپنے گھر میں پڑھے اگر گھر میں نہ پڑھ سکے تو مسجد کے دروازہ پر پڑھے اور اگر امام مسجد میں نماز پڑھا رہا ہو تو اگر امام مسجد کے صحن میں نماز پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد کے ہال میں سنت پڑھ لے اور اگر امام مسجد کے ہال میں نماز پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد کے صحن میں

سنت پڑھ لے اور محیط میں مذکور ہے کہ یہ تمام صورتیں مکروہ ہیں کیونکہ مسجد کا داخل ہو یا خارج ہال ہو یا صحن وہ سب مسجد واحد کے حکم میں ہے اور ظاہر یہ کہ نزدیک اگر وہ سنت پڑھ رہا ہو اور اقامت شروع ہو جائے تو وہ سنت کو منقطع کر دے۔

نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار

جو فقہاء اقامت کے وقت سنت فجر کو مکروہ قرار دیتے ہیں ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اس شخص نے مسجد کی جانب میں دو رکعت نماز پڑھیں پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جماعت میں داخل ہوا جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: اے فلان شخص! تم نے ان دو نمازوں میں سے کون سی نماز کو شمار کیا ہے؟ آیا وہ نماز جو تم نے تنہا پڑھی ہے یا وہ نماز جو تم نے ہمارے ساتھ پڑھی ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۱۳، الرقم المسلسل: ۱۶۲۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۶۵، سنن نسائی: ۸۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۲، مصنف عبدالرزاق: ۴۰۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اس وقت گھر سے نکلے جب نماز کی اقامت کہی گئی آپ نے دیکھا لوگ جلدی جلدی دو رکعت سنت پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا: کیا دو نمازیں ایک ساتھ پڑھی جا رہی ہیں؟ آپ نے اس سے منع کیا کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو مسجد میں نماز پڑھی جائے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں: جو لوگ اقامت کے وقت نماز پڑھتے تھے ان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مارا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۱)

حضرت ابن عمر اور ابن جبیر نے ایک شخص کو اقامت کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: کیا تم صبح کی چار رکعت پڑھ رہے ہو! (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۶۱)

مسلم بن عقیل نے کچھ لوگوں کو اقامت کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: تم پر افسوس ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۳، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اس وقت مؤذن اقامت کہہ رہا تھا انہوں نے اس پر نکل مارا اور کہا: تم صبح کی چار رکعت پڑھ رہے ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۰۶۱)

سعید بن جبیر نے کہا: اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۶)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۰، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ، مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰۰)

فزیل بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے دیکھا ایک شخص عصر کی اقامت کے وقت نماز پڑھ رہا ہے تو انہوں نے کہا: کیا تمہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ فلان کے بیٹے نے چھ رکعت نماز پڑھی پس میں نے ابراہیم سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا: اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۲)

فزیل بن عمرو نے کہا: ابراہیم نخعی یہ کہتے تھے کہ اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۴۳)

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دیکھا کہ مؤذن اقامت پڑھ رہا ہے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا: جب مؤذن اقامت پڑھ رہا ہو تو اس نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے جس کی اقامت پڑھی جا

رہی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۳۵)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے فجر کی دو رکعت سنت نہیں پڑھی تھیں وہ لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے پھر بیٹھ گئے اور جب سورج طلوع ہو کر چمکنے لگا تو انہوں نے دو رکعت سنت کی قضاء کی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۰۳۰)

صبح کی دو رکعت سنت کی احادیث میں بہت تاکید کی گئی ہے حدیث میں ہے:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نوافل میں سے کسی کی اتنی حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی دو رکعت (سنت) فجر کی حفاظت کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۵۴)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور اس وقت جماعت کھڑی ہو تو وہ مسجد سے باہر دو رکعت سنت فجر پڑھ لے یا مسجد کے کسی کونے میں پڑھ لے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۷۹-۲۸۰ مرتبہ و مخیر جاد مزید و موضحا دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نماز فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس وقت امام مسجد میں فرض پڑھانے میں مشغول ہو اس وقت سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے پیچھے دو رکعت سنت پڑھ لے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ جس صف میں جماعت کھڑی ہو اسی صف میں دو رکعت سنت پڑھے یا صف کے پیچھے کھڑا ہو کر متصل سنت فجر پڑھے اسی طرح نہایت اور معراج میں مذکور ہے: اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو سنت کو ترک کر دے کیونکہ مکروہ کو ترک کرنا سنت کے حصول پر مقدم ہے اگر مسجد کے ہال میں امام نماز پڑھا رہا ہو تو مسجد کے صحن میں سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح اگر امام صحن میں نماز پڑھا رہا ہو تو مسجد کے ہال میں سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ جس صف میں جماعت کھڑی ہوئی ہے اسی صف میں سنت فجر پڑھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سنت فجر کو گھر میں پڑھے ورنہ مسجد کے دروازہ پر پڑھے یا اگر جماعت ہال میں ہو تو صحن میں پڑھے اور بالعکس یا صحنوں کے پیچھے کسی ستون کے پاس پڑھے لیکن جب مسجد میں دو جگہیں ہوں اور امام ایک جگہ ہو تو وہ دوسری جگہ پڑھ لے لکھیط میں مذکور ہے کہ اس صورت میں اس لیے مکروہ نہیں ہے کہ وہ قوم کی مخالفت نہیں کر رہا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اب بھی مکروہ ہے کیونکہ پوری مسجد ایک مکان (جگہ) ہے اور جب مشائخ کا کسی کام میں اختلاف ہو تو افضل یہ ہے کہ وہ کام نہ کیا جائے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۷-۳۳۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

فقہاء نے جماعت فجر کے وقت مسجد کے دروازہ پر یا مسجد کے ستون کے پیچھے یا اگر ہال میں جماعت ہو رہی ہو تو صحن میں سنت فجر پڑھنے کو اس لیے جائز کہا ہے کہ ان صورتوں میں سنت پڑھنے والے تک امام کی آواز نہیں پہنچے گی لیکن ہمارے زمانہ میں مساجد میں لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے کوئی شخص مسجد میں جس جگہ بھی سنت فجر پڑھے گا اس تک امام کی آواز پہنچے گی اور قرآن مجید کا سننا فرض ہے اور وہ شخص اس فرض کا تارک ہوگا اس لیے لازم ہے کہ نمازی اپنے گھروں میں سنت فجر پڑھ کر مسجد میں آئیں تاکہ جماعت کے دوران سنت فجر کا پڑھنا لازم نہ آئے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۵۴۶-ج ۲ ص ۳۱۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① اقامت کے وقت سنت فجر پڑھنے کا حکم ② احناف کا نظریہ ③ لفظ "ابن" کے ساتھ صفت کا قاعدہ۔

۳۹ - بَابُ حَدِّ الْمَرِيضِ أَنْ يَشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

مریض کی حد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جماعت میں حاضر ہونے کے لیے مریض کی کتنی حد ہے کہ اس حد کے بعد مریض کے لیے جماعت میں حاضر ہونا مستحب نہیں ہے۔

۶۶۴ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ الْأَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَذَكَرْنَا الْمُوَظَّةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالتَّعْظِيمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذَنَ فَقَالَ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَأَعَادَ فَأَعَادُوا لَهُ فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَةً فَخَرَجَ يُهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَانِي أَنْظَرُ رَجُلَيْهِ تَخْطَانِ مِنَ الْوَجَعِ فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَكَانَكَ ثُمَّ أَتَى بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ قِيلَ لِلْأَعْمَشِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَوَتِهِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ بِرَأْسِهِ نَعَمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بَعْضُهُ وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم اسود نے کہا: ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے پس ہم نے نماز میں دوام اور اس کی تعظیم کا ذکر کیا حضرت عائشہ نے بیان کیا: جب رسول اللہ ﷺ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی تو نماز کا وقت آیا اور اس کی اذان دی گئی پس آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں آپ سے کہا گیا کہ ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھاسکیں گے اور آپ نے پھر دوبارہ فرمایا: گھر والوں نے پھر یہی کہا پھر آپ نے تیسری بار فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانے کی عورتوں (کی مثل) ہو ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس ابوبکر نکلے اور نماز پڑھائی پھر نبی ﷺ نے اپنی طبیعت میں کچھ افاقہ محسوس کیا تو آپ دو آدمیوں کے درمیان گھسٹے ہوئے نکلے گویا کہ میں آپ کے پیروں کو دیکھ رہی تھی درود کی وجہ سے آپ گھسٹ کر چل رہے تھے اور زمین پر نشان پڑ رہے تھے حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ رہو پھر آپ کو لایا گیا حتیٰ کہ آپ حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے الأعمش سے کہا گیا: اور نبی ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کے ساتھ پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے سر کے اشارے سے کہا: ہاں! اس حدیث کے بعض حصہ کو ابوداؤد نے از شعبہ از اعمش روایت کیا ہے اور ابو معاویہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر

کھڑے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب نبی ﷺ کی طبیعت بوجھل ہو گئی اور درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اس کی اجازت لی کہ آپ بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں سو انہوں نے آپ کو اس کی اجازت دے دی پھر آپ دو آدمیوں کے درمیان نکلے اور آپ کے دونوں پیر (گھسنے سے) زمین پر نشان بنا رہے تھے اور آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص کے درمیان تھے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا حضرت ابن عباس نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا شخص کون تھا جس کا حضرت عائشہ نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

۶۶۵۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ سَأَذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَمْرُضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَرَجُلٍ آخَرَ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَدْ كَرِهْتُ ذَلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي وَهَلْ تَدْرِي مِنَ الرَّجُلِ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

(صحیح مسلم: ۳۱۸، رقم المسلسل: ۹۱۱، سنن نسائی: ۸۳۴، سنن الکبریٰ للنسائی: ۷۰۸۴، سنن ابن ماجہ: ۱۶۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۳۳-۲۳۲، صحیح ابن حبان: ۶۶۰۲-۲۱۱۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۱، ۸۰، دلائل النبوة للبیہقی ج ۷ ص ۱۹۱-۱۹۰، مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۱، طبع قدیم مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵-۲۳۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن الجوزی: ۷۳۱۸، مکتبۃ الرشدریاض ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کی شرح کے سابقہ عنوانات

اس حدیث (۶۶۳-۶۶۵) کی عبارت کے بعض جملے صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکے ہیں جن کی شرح ہم وہاں کر چکے ہیں ہم پہلے ان جملوں کا ذکر کر رہے ہیں جن کی شرح ہم وہاں بیان کر چکے ہیں پھر جن جملوں کی وہاں شرح نہیں کی ان کا ذکر کر کے یہاں ان کی شرح کریں گے۔ صحیح البخاری: ۱۹۸ میں اس حدیث کی جو شرح کی ہے اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) نبی ﷺ شافی الامراض ہیں پھر وفات تک آپ کے بیمار رہنے کی توجیہ

(۲) آیا نبی ﷺ پر ازواج میں باریوں کی تقسیم واجب تھی یا نہیں؟

(۳) حضرت علی کا نام نہ لینے کی توجیہ

(۴) نبی ﷺ کو سات مشکوں کے پانی سے غسل کرانے کی حکمت

(۵) حدیث الباب کے دیگر مسائل

حدیث: ۶۶۵-۶۶۳ کی جن عبارات کی تشریح پہلے نہیں آئی ان کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے دوبار فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن ہر بار حضرت عائشہ نے

عرض کیا: ابوبکر رقیق القلب ہیں، جب وہ آپ کو نماز پڑھانے کی جگہ پر نہیں دیکھیں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے، تب تیسری بار آپ نے فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانے کی عورتوں (کی مثل) ہو، ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان عورتوں کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ اور تھا، زبان سے وہ عزیز مصر کی بیوی سے یہ کہہ رہی تھیں کہ تم ایک غلام پر فریفتہ ہو گئی ہو اور دل میں حضرت یوسف کی زیارت کا شوق تھا کہ ہم بھی دیکھیں وہ کتنا حسین شخص ہے، جس پر اس جیسی عورت فریفتہ ہو گئی ہے، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہ ظاہر یہ فرما رہی تھیں کہ آپ کسی اور کو نماز پڑھانے کے لیے فرمادیں، لیکن دل میں یہ تھا کہ حضرت ابوبکر ہی نماز پڑھائیں اور آپ کئی بار ان کو نماز پڑھانے کا حکم دے کر ان کی امامت اور پختہ اور مؤکد فرمادیں، کیونکہ اگر آپ صرف ایک بار ہی حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو مخالفین کہتے کہ آپ نے بیماری کے کسی حال میں حضرت ابوبکر کا نام لے دیا، اگر آپ تندرست ہوتے تو شاید کسی اور کا نام لیتے، یا آپ نے نسیان سے یا بے توجہی سے حضرت ابوبکر کا نام لیا تھا، اگر آپ کی کسی اور کی طرف توجہ دلائی جاتی تو شاید آپ اس کا نام لیتے، لیکن جب آپ نے بار بار حضرت ابوبکر کا نام لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کئی بار کہا: آپ کسی اور کا نام لے دیں، لیکن آپ نے فرمایا: ابوبکر ہی کو نماز پڑھانے کے لیے کہو تو واضح ہو گیا کہ آپ نے اتفاقاً یا سہو یا بیماری کے کسی حال میں ابوبکر کا نام نہیں لیا تھا، بلکہ پوری بصیرت، فکر، صائب اور صحیح تدبیر سے حضرت ابوبکر کا نام لیا تھا اور حضرت عائشہ بھی دل سے یہی چاہتی تھیں اس لیے آپ نے فرمایا کہ تم مصر کی عورتوں کی مثل ہو، ظاہر حضرت ابوبکر کی امامت سے منع کر رہی ہو اور دل سے یہ چاہتی ہو کہ ان کی امامت اور مؤکد ہو جائے۔

ایام مرض میں آپ نے مسجد میں جا کر جو نماز پڑھی تھی اس میں آپ امام تھے یا حضرت ابوبکر؟

اس میں روایات مختلف ہیں کہ نبی ﷺ اس نماز میں امام تھے یا مقتدی تھے، ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ امام تھے کیونکہ آپ حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھے تھے اور روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر مکبر تھے، آپ کی تکبیرات پہنچا رہے تھے اور ایک نماز میں بہ یک وقت دو اماموں کا ہونا جائز نہیں ہے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس نماز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ بہ کثرت احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے کیونکہ جس نماز میں نبی ﷺ امام تھے وہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی، اور جس نماز میں نبی ﷺ مقتدی تھے وہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی اور یہ آخری نماز تھی جو نبی ﷺ نے پڑھی، اس کے بعد آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۳)

نعیم بن ابی ہند نے کہا ہے کہ اس قصہ میں جو احادیث روایت کی گئی ہیں وہ سب صحیح ہیں، ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جس مرض میں نبی ﷺ کی وفات ہو گئی اس مرض میں آپ نے مسجد میں دو نمازیں پڑھی تھیں، ایک نماز میں آپ امام تھے اور دوسری نماز میں آپ مقتدی تھے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۸۰-۲۷۹)

ایام مرض میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نبی ﷺ کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اس مرض میں رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۲۶۲، سنن نسائی: ۷۸۱، مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ علامہ الدمیاطی نے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ کی شدت مرض کے دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۱۸، مکتبہ حقانیہ پشاور)

آپ کے قول، فعل اور تقریر سے حضرت ابوبکر کی امامت کا ثبوت

نبی ﷺ کی حدیث کی تین قسمیں ہیں: آپ کا قول، آپ کا فعل اور آپ کی تقریر، یعنی آپ کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو منع نہ فرمائیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت ان تینوں طریقوں سے ثابت ہے، آپ کا قول ہے: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (صحیح البخاری: ۶۶۳، صحیح مسلم: ۳۱۸) آپ کا فعل یہ ہے کہ آپ نے مرض و وفات میں حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲، سنن نسائی: ۷۸۱) اور آپ کی تقریر ہے کہ ایام مرض میں حضرت ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور آپ نے ان کو مقرر رکھا۔ (مرقات ج ۳ ص ۲۱۸)

رخصت کے ہوتے ہوئے شدت پر عمل کرنے کا جواز اور رسول اللہ ﷺ اور دیگر صالحین کا شدت مرض میں بھی جماعت سے نماز پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کے لیے رخصت ہو اس کے لیے شدت پر عمل کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ مرض کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز نہ پڑھیں، لیکن آپ نے اپنے نفس پر حالت شدت مرض میں مشقت برداشت کی جب کہ آپ تکلیف کی شدت کی وجہ سے پیر اٹھا کر چل بھی نہیں سکتے تھے اور آپ دو آدمیوں کے درمیان سہارے سے پیروں کو گھسیٹتے ہوئے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے گئے، سو اس حدیث میں رخصت کے باوجود شدت پر عمل کرنے کی دلیل ہے اور اس عمل سے آپ نے اپنی امت کو جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے، کیونکہ جماعت سے نماز پڑھنے کا بہت عظیم اجر ہے اور تا کہ کسی شخص کے لیے یہ گنجائش نہ رہے کہ جب وہ جماعت سے نماز پڑھنے پر قادر ہو تو وہ اپنے مرض کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز نہ پڑھے کیونکہ نبی ﷺ جب مرض کی شدت کی وجہ سے پیر اٹھا کر چل بھی نہیں سکتے تھے، پھر بھی آپ نے جماعت سے نماز پڑھنے کو ترک نہیں کیا، جب کہ اللہ تعالیٰ آپ کے تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کا اعلان فرما چکا ہے اور سلف صالحین نے آپ کی اسی سنت پر عمل کیا ہے۔

ربیع بن خثیم کو فالج ہو چکا تھا اور وہ دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جاتے تھے ان سے کہا جاتا کہ آپ معذور ہیں وہ کہتے کہ لیکن میں مؤذن سے سنتا ہوں: ”حی علی الصلوٰۃ“ ”حی علی الفلاح“ اور جو اذان سننے وہ نماز پڑھنے کے لیے جائے خواہ گھسٹتا ہوا جائے۔

ابو عبد الرحمن سلمی بیمار تھے ان کو اٹھا کر مسجد لے کر جایا جاتا تھا۔

سفیان نے بیان کیا کہ سوید بن غفلہ کی عمر ایک سو چھبیس (۱۲۶) سال تھی اور وہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں

جاتے تھے۔

ابو اسحاق الہمدانی سہارے کے ساتھ مسجد جاتے تھے وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد از خود اٹھنے پر قادر نہیں تھے حتیٰ کہ انہیں

اٹھایا جاتا۔

سعید بن المسیب نے کہا: تیس سال ہو گئے جب بھی مؤذن اذان دیتا ہے تو میں اس وقت مسجد میں ہوتا ہوں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام احمد رضا خان قدس سرہ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں: ضعف بدرجہ غایت ہے، نواں روز ہے بخار کا دورہ ہوا، ضعف کو اور قوت پہنچی، کئی روز تجربہ کیا، مسجد تک جانے آنے کی تھکاوٹ سے فوراً بخار آ جاتا ہے، مجبوراً کئی روز سے یہ معمول ہے کہ کرسی پر بٹھا کر چار آدمی لے جاتے اور لاتے ہیں، ظہر پڑھنے جاتا اور مغرب پڑھ کر آتا ہوں، طالب دعا ہوں۔

(مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی ص ۷۷ مکتبہ نبویہ لاہور)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

- (۱) رسول اللہ ﷺ شدت مرض کے باوجود جماعت سے نماز پڑھنے مسجد میں گئے، اس سے جماعت کی اہمیت معلوم ہوئی۔
- (۲) جب نماز میں کسی کو امام بنانے کا موقع آیا تو آپ نے تمام صحابہ میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد خلافت کے مستحق بھی حضرت ابوبکر تھے۔
- (۳) رسول اللہ ﷺ نے بیماری کے ایام گزارنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر منتخب کیا، اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت موجود تمام ازواج میں آپ کے نزدیک حضرت عائشہ سب سے افضل تھیں۔
- (۴) نبی ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، یہ سن کر حضرت عائشہ نے کہا: حضرت ابوبکر رقیق القلب ہیں، وہ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ جب اکابر کوئی حکم دیں تو اصاغر ان سے اختلاف رائے کر سکتے ہیں، لیکن جب اکابر اپنے حکم کو برقرار رکھیں تو اصاغر کو اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت عائشہ نے دوبار اپنی رائے پیش کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔
- (۵) جب نبی ﷺ مسجد میں پہنچے تو حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے، آپ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا، نبی ﷺ نے اشارہ کیا: تم اپنی جگہ نماز پڑھاتے رہو، اس کے باوجود حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ گئے، اور دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: جب میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ نماز پڑھاتے رہو تو تم کیوں پیچھے ہٹ گئے؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: ابو قحافہ کے بیٹے سے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے وہ نماز پڑھاتا رہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۳۳-۱۲۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب، حکم پر مقدم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی۔

- (۶) شدت مرض کی وجہ سے نبی ﷺ پست آواز سے تکبیرات پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے آپ کی تکبیرات سن رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ۴۱۸، رقم المسلسل: ۹۱۷) اس حدیث سے یہ معلوم ہو کہ جب امام کی آواز لوگوں تک نہ پہنچ سکے تو مکبر کھڑا کرنا چاہیے، فقہاء نے کہا ہے کہ جہاں تک امام کی آواز پہنچ رہی ہو وہاں مکبر کھڑا کرنا مکروہ ہے اور جب لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ امام کی آواز تمام نمازیوں تک پہنچ جاتی ہے تو پھر مکبر کھڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

- (۷) حضرت ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے وہاں سے قراءت شروع کی جہاں تک حضرت ابوبکر قراءت کر چکے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵، مسند احمد: ۲۳۵۵، دار الفکر) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر نے بھی پوری سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔

اور نہ رسول اللہ ﷺ نے پوری سورہ فاتحہ پڑھی اور یہ اس کی دلیل ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے اور یہی فقہاء احناف کثرہم اللہ کا مذہب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۳۰۔ ج ۱ ص ۱۹۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں (۲) حضرت ابوبکر کے امامت کرانے سے عذر پیش کرنے کا سبب (۳) عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنے کا بیان (۴) حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کا بیان (۵) حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث (۶) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ۔

بارش یا کسی اور سبب سے گھر
میں نماز پڑھنے کی رخصت

۴۰۔ بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ
وَالْعِلَّةِ أَنْ يُصَلِّيَ فِي رَحْلِهِ

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بارش ہو یا کوئی اور سبب ہو تو گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت ہے دیگر اسباب یہ ہیں کہ مثلاً شدید آندھی ہو، سخت اندھیرا ہو، راستہ میں کسی انسان یا حیوان کے حملہ کا خطرہ ہو۔

۶۶۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذَّنَ بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةِ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ ثُمَّ قَالَ أَلَا صَلُّوا فِي الرَّحَالِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ ذَاتِ بَرْدٍ وَمَطَرٍ يَقُولُ أَلَا صَلُّوا فِي الرَّحَالِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سردرات میں جب ہوا چل رہی تھی اذان دی پھر کہا: سنو! گھروں میں نماز پڑھو پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ مؤذن کو یہ حکم دیتے تھے کہ جب رات کو سردی یا بارش ہو تو وہ کہے کہ سنو! گھروں میں نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۳۲ کا مطالعہ فرمائیں۔ وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسافروں کی جماعت کے لیے اذان اور اقامت کہنا اور اس حدیث کا یہاں عنوان ہے: بارش یا کسی اور سبب سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت اس حدیث کی مطابقت اس عنوان کے ساتھ زیادہ واضح ہے۔

۶۶۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ عَتَبَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَوْمَ قَوْمَةٍ وَهُوَ أَعْمَى وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا تَكُونُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيرٌ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَجَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ آيِنَ تُحِبُّ أَنْ أَصَلِّيَ؟ فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از محمود بن الربیع الانصاری کہ حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور وہ اپنی قوم کی امامت کراتے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! (کبھی) اندھیرا ہوتا ہے اور (ندی میں) سیلاب ہوتا ہے اور میں نابینا ہوں پس یا رسول اللہ! آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھادیں تو میں اس کو اپنے نماز پڑھانے کی جگہ بنالوں گا سوان کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا: تم کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز

پڑھوں؟ انہوں نے اپنے گھر کی ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۲۵ کا مطالعہ فرمائیں وہاں اس کا عنوان تھا: گھروں میں مساجد اور یہاں اس کا عنوان ہے: بارش کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۴۱۔ بَابُ هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ؟ کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے
وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ؟ اور جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے؟

یعنی ہر چند کہ بارش کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت ہے لیکن اگر لوگ مسجد میں چلے جائیں تو ان کا نماز پڑھنا جائز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الحمید صاحب الزیادی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن الحارث سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کیچڑ والے دن میں خطبہ دیا اور مؤذن جب ”حی علی الصلوٰۃ“ پر پہنچا تو اسے حکم دیا کہ وہ یہ کہے: ”گھروں میں نماز پڑھو“ پس لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا گویا کہ انہوں نے اس کا انکار کیا حضرت ابن عباس نے فرمایا: گویا کہ تم اس کا انکار کر رہے ہو حالانکہ اس کام کو انہوں نے کیا ہے جو مجھ سے افضل تھے یعنی نبی ﷺ نے اور بے شک یہ کام عزیمت ہے اور میں نے اس کو ناپسند کیا کہ تمہیں حرج میں ڈالوں اور از حماد از عاصم از عبد اللہ بن الحارث از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی مثل مروی ہے البتہ انہوں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں تم کو مشقت میں مبتلا کروں اور تم اس حال میں آؤ کہ تم گھٹنوں تک کیچڑ میں لتھڑے ہوئے ہو۔

۶۶۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِي رَدُغٍ فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ قُلِ الصَّلَاةُ فِي الرَّحَالِ فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَكَانَتْهُمْ أَنْكَرُوا فَقَالَ كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هَذَا إِنَّ هَذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا عَزْمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أُؤْتِمَّكُمْ فَتَجِئُونَ وَتَدُوسُونَ الطِّينَ إِلَى رُكْبَتِكُمْ

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۱۶ کا مطالعہ کریں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اذان میں کلام کرنا اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: اور کیا امام بارش کے دن خطبہ دے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی ابی سلمہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا (کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے لیلۃ القدر کا ذکر سنا)

۶۶۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ السَّقْفُ وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ فَأَقْبَمَتْ

الصَّلَاةُ، قَرَأْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي
جَبْهَتِهِ. [اطراف الحديث: ۸۱۳-۸۳۶-۲۰۱۶-۲۰۱۸-۲۰۲۷-۲۰۳۶]

ہے؟) پس انہوں نے کہا: بادل آئے اور برسنے لگے، حتیٰ کہ مسجد
کی چھت ٹپکنے لگی اور وہ کھجور کے شہتروں سے بنی ہوئی تھی، پس نماز
کی اقامت کہی گئی پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پانی اور
مٹی میں سجدہ کر رہے تھے، حتیٰ کہ میں نے مٹی کا نشان آپ کے
چہرے پر دیکھا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۶۷، الرقم المسلسل: ۲۷۲۳، سنن ابوداؤد: ۱۳۸۲، سنن نسائی: ۱۳۵۲، سنن ابن ماجہ: ۱۷۶۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۲۰، صحیح ابن حبان: ۳۶۷۷، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۰۹، شعب الایمان: ۳۶۷۳، شرح النہ: ۱۸۲۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۸۶، ج ۱۷ ص ۲۸۱-۲۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح، باب الاعتکاف میں کی جائے گی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان
کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا:
ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ انصار کے ایک
شخص نے کہا: بے شک میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی طاقت
نہیں رکھتا، وہ شخص بھاری جسم کا تھا، اس شخص نے نبی ﷺ کے
لیے کھانا تیار کیا، پھر آپ کو گھر بلایا اور آپ کے لیے چٹائی بچھائی
اور چٹائی کی ایک طرف کودھویا، پس آپ نے اس پر دو رکعت نماز
پڑھی تو آل جارود کے ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا:
کیا نبی ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا:
میں نے آپ کو صرف اسی دن چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا
تھا۔

۶۷۰ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا
أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ قَالَ رَجُلٌ
مِّنَ الْأَنْصَارِ إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ، وَكَانَ
رَجُلًا ضَخْمًا، فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
طَعَامًا، فَدَعَاهُ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَبَسَطَ لَهُ حَصِيرًا، وَنَضَحَ
طَرَفَ الْحَصِيرِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكَعَتَيْنِ، فَقَالَ رَجُلٌ
مِّنَ آلِ الْجَارُودِ لَأَنَسٍ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّاهَا إِلَّا
يَوْمَئِذٍ. [اطراف الحديث: ۱۱۷۹-۶۰۸۰]

(سنن ابوداؤد: ۶۵۷، صحیح ابن حبان: ۲۰۷۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۸، شرح النہ: ۳۰۰۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۹۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱)

طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۳۲۹، ج ۱۹ ص ۳۳۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۲، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) انس بن سیرین، یہ محمد بن سیرین کے بھتیجے تھے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ
کے آزاد کردہ غلام تھے، یہ ۱۱۰ھ کے بعد فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۸۵)
حدیث کی عنوان سے مطابقت کے لیے یہ کافی ہے کہ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر ہو

اس حدیث کا عنوان ہے: کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے اور جمعہ کے دن خطبہ دے؟ اس حدیث پر یہ اعتراض ہے
کہ اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں حاضرین کو نماز پڑھانے کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ

ہے کہ اس انصاری نے کہا: میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ باقی حاضرین کو نماز پڑھاتے تھے اور اس حدیث کا یہی عنوان ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں خطبہ دینے کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت اس کو مستلزم نہیں ہے کہ عنوان کے ہر جز کا حدیث میں ذکر ہو۔ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر آ جائے تو وہ مطابقت کے لیے کافی ہے۔

اساتذہ اور علماء کو کھانے کی دعوت دینا چٹائی پر نماز پڑھنا اور نوافل کی جماعت کا ثبوت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اس انصاری نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی اس سے معلوم ہوا کہ تلامذہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کو کھانے کی دعوت دیں اور عام مسلمانوں کو کھانے کی دعوت دی اس سے معلوم ہوا کہ تلامذہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کو کھانے کی دعوت دیں اور عام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ علماء اور مشائخ کو کھانے کی دعوت دیا کریں اور اساتذہ اور علماء کو چاہیے کہ اگر انہیں کوئی عذر نہ ہو تو وہ اس دعوت کو قبول کیا کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چٹائی پر نماز پڑھائی اس سے معلوم ہوا کہ چٹائی پر نماز پڑھنا سنت ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد آپ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی اس حدیث میں نوافل کی جماعت کا ثبوت ہے۔

جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے دس اعذار

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس انصاری نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے کا عذر یہ بیان کیا کہ اس کا بدن بھاری ہے۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان المتوفی ۳۵۲ھ نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے احادیث سے دس اعذار بیان کیے ہیں جن کو ہم اختصار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں:

(۱) جب مرض کی وجہ سے انسان کو جماعت سے نماز پڑھنے پر قدرت نہ ہو تو جماعت کو ترک کرنا: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین دن نہیں آئے نماز کی اقامت کہی گئی اور حضرت ابو بکر نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ گئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرے سے حجاب اٹھایا ہم نبی ﷺ کے چہرے کی سفیدی دیکھ کر بہت خوش ہوئے پھر نبی ﷺ نے حضرت ابو بکر کو آگے بڑھ کر نماز پڑھنے کا اشارہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے پردہ گرا دیا پھر آپ نماز پڑھانے پر قادر نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے۔ (صحیح ابن حبان: ۲۰۶۵، صحیح البخاری: ۶۸۱، صحیح مسلم: ۴۱۹)

(۲) جب نماز مغرب کے وقت کھانا آ جائے تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رات کا کھانا اور نماز کا وقت ہو تو مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھاؤ۔ (صحیح ابن حبان: ۲۰۶۶، صحیح مسلم: ۵۵۷، صحیح بخاری: ۶۷۲، سنن ترمذی: ۳۵۳، سنن ابن ماجہ: ۹۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰)

(۳) جب وقت پر نماز کو پڑھنا بھول جائے یا نماز کے وقت آنکھ نہ کھلے تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین سے واپسی میں رات کے آخری حصہ میں نبی ﷺ ٹھہرے اور حضرت بلال کو جگانے پر مامور کیا پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے نہ حضرت بلال حتیٰ کہ سورج نکل آیا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کو بھول جائے یا اس وقت سو جائے تو اس کو جس وقت نماز یاد آئے اس وقت پڑھ لے۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۶۹، سنن ابوداؤد: ۴۳۵، صحیح مسلم: ۶۸۰، سنن ابن ماجہ: ۶۹۷، سنن ترمذی: ۴۱۶۳)

(۴) بھاری: جسم کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا: وہ اپنے بھاری جسم کی وجہ سے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا تو آپ میرے گھر آئیں اور نماز پڑھائیں تو میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ لوں۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۷۰، صحیح البخاری: ۱۱۷۹، سنن ابوداؤد: ۶۵۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱)

(۵) قضاء حاجت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

عبداللہ بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تھے ایک دن نماز کا وقت آیا اور وہ قضاء حاجت کے لیے چلے گئے پھر واپس آئے تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہو تو نماز سے پہلے بیت الخلاء جائے۔ (صحیح ابن حبان: ۲۰۷۱، صحیح ابن خزیمہ: ۹۳۲، سنن نسائی: ۸۵۱، سنن ابوداؤد: ۸۸، سنن ترمذی: ۱۳۲، سنن ابن ماجہ: ۶۱۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۵۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۳)

(۶) مسجد کے راستہ میں اگر جان اور مال پر حملہ کا خوف ہو تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت عبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: بارش کے ایام میں ان کے لیے مسجد میں جانا مشکل ہو جاتا ہے آپ میرے گھر آ کر نماز پڑھادیں تو میں اس جگہ مصلیٰ بنالوں گا آپ نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا۔ (صحیح ابن حبان: ۲۰۷۵، سنن ابوداؤد: ۱۰۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۳۳)

(۷) بارش کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سردی کی ایک رات میں اذان دی اور کہا: سنو! گھروں میں نماز پڑھو پھر بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سردرات میں یا بارش میں مؤذن کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ لوگوں سے کہے: سنو! گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۷۸، صحیح البخاری: ۶۶۶، صحیح مسلم: ۶۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۰۶۳)

(۸) اگر مسجد میں جانے سے بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے وہ اندھیری رات تھی یا بارش والی رات تھی تو رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے اعلان کیا کہ گھروں میں نماز پڑھو۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۸۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۵، المعجم الکبیر: ۱۳۱۰۲)

(۹) سخت سردی میں جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی تھی تو ان کے ساتھی نے اعلان کیا کہ گھروں میں نماز پڑھو اور بیان کیا کہ جب ایسی سردی ہوتی تھی تو آپ لوگوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دیتے۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۷۷-۲۰۷۸، سنن ابوداؤد: ۱۰۶۰، سنن ابن ماجہ: ۹۳۷، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰-۱۳)

(۱۰) کچا لہسن اور پیاز کھانے کے فوراً بعد جماعت کو ترک کرنا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لہسن اور پیاز کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس میں لہسن کی سخت بدبو ہوتی ہے آیا ہم اس کو حرام قرار دیں؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو کھاؤ اور تم میں سے جس نے اس کو کھایا ہو واپس وہ اس مسجد کے قریب نہ آئے حتیٰ کہ اس کی بدبو زائل ہو جائے۔

(صحیح ابن حبان: ۲۰۸۵، سنن ابوداؤد: ۳۸۲۳، صحیح مسلم: ۵۶۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۷، شرح السنہ: ۲۷۳۳)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی امام ابن حبان کے حوالے سے ان دس اعذار کو نقل کیا ہے البتہ انہوں نے احادیث ذکر نہیں کیں۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۱ھ)

چاشت کی نماز کا مستحب ہونا اور ام المؤمنین کے انکار کا جواب

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے اس انصاری کے گھر چاشت کی نماز پڑھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کو صرف اسی دن چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

لیکن نبی ﷺ نے دیگر مواقع پر بھی چاشت کی نماز پڑھی ہے حدیث میں ہے: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی ﷺ ان کے گھر آئے آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۶، صحیح مسلم: ۳۳۶، سنن نسائی: ۲۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور بے شک میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۷، صحیح مسلم: ۸۱۷، سنن ابوداؤد: ۱۲۹۳)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ کو دائماً چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا کیونکہ آپ ہمیشہ حضرت عائشہ کے گھر میں اس وقت نہیں ہوتے تھے کبھی دوسری ازواج کے گھر ہوتے تھے کبھی مسجد میں ہوتے تھے اور کبھی سفر میں ہوتے تھے اور کبھی آپ چاشت کی نماز کو ترک بھی کر دیتے تھے تاکہ آپ کے دائماً چاشت کی نماز پڑھنے کی وجہ سے وہ فرض نہ ہو جائے اور امت پر دشوار ہو۔

جب کھانا آ جائے اور نماز کی

اقامت کہی گئی ہو

۴۲ - بَابُ إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ

وَأُقِمَّتِ الصَّلَاةُ

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جب کھانا آ جائے اور اس وقت نماز کی اقامت کہی گئی ہو تو کھانے کو نماز پر مقدم کیا جائے گا۔

اور حضرت ابن عمر کھانے سے ابتداء کرتے تھے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ.

اس تعلیق کی اصل امام بخاری نے خود اس باب کی تیسری حدیث میں ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عمر کے لیے کھانا رکھا جاتا اور اس وقت نماز کی اقامت بھی پڑھی جاتی تو وہ نماز پڑھنے نہیں جاتے تھے حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو جاتے اور وہ امام کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہے ہوتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۶۷۳)

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: آدمی کی فقاہت یہ ہے کہ پہلے اپنی ضرورت پوری کر لے حتیٰ کہ اس وقت نماز شروع کرے جب اس کا دل اس کام سے فارغ ہو چکا ہو۔

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ مَنْ فَقِهَ الْمَرْءُ إِقْبَالَهُ عَلَى حَاجَتِهِ حَتَّى يَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ وَقَلْبُهُ فَارِغٌ.

اس تعلیق کی اصل امام عبد اللہ بن مبارک کی کتاب الزہد میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۸۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

۶۷۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وَضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِمَّتِ

الصَّلَاةُ قَابِدُونَ بِالْعِشَاءِ. [طرف الحدیث: ۵۳۶۵]

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب رات کا کھانا لایا جائے اور نماز کی اقامت کہی جائے تو رات کے کھانے سے ابتداء کرو۔

(صحیح مسلم: ۵۵۹، الرقم المسلسل: ۱۲۲۲، سنن ابن ماجہ: ۹۳۵، مسند الحمیدی: ۱۸۲، مسند ابویعلیٰ: ۴۳۳۱، مسند احمد ج ۶ ص ۴۰، مسند احمد: ۲۴۱۲۰-ج ۶ ص ۱۳۶، جامع السانید لابن الجوزی: ۷۳۷۲، مسند الطحاوی: ۹۲۸۹)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بھی ظاہر ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر نماز کی اقامت کے وقت کھانا آ جائے تو کھانے کو نماز پر مقدم کیا جائے۔

کھانے کو نماز پر مقدم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث کی تشریح میں فقہاء کا اختلاف ہے حضرت عمر بن الخطاب اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھانے کو نماز پر مقدم کرنا مستحب ہے فقہاء شافعیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اگر اس کو کھانے کی احتیاج ہو تو پہلے کھانا کھائے ورنہ پہلے نماز پڑھے امام غزالی نے کہا: اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ اتنی دیر میں کھانا خراب ہو جائے گا تو پہلے کھانا کھالے اور بعض فقہاء نے کوئی قید نہیں لگائی اور مطلقاً کہا کہ پہلے کھانا کھائے پھر نماز پڑھے امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ شیخ ابن حزم کا قول بہت افراط پر مبنی ہے انہوں نے کہا: اگر اس نے کھانے سے پہلے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز باطل ہے امام مالک نے کہا: اگر کھانا کم مقدار میں ہو تو پہلے کھانا کھالے اور امام مالک کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کا دل کھانے میں لگا رہے اور نماز میں بھی اس کو کھانے کا خیال آئے تو پہلے کھانا کھالے ورنہ پہلے نماز پڑھے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کا حق اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم ہے لیکن اس طرح نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق اچھی طرح ادا کیا جائے اور اس کا حق ادا کرتے وقت کسی اور چیز کا بالکل خیال نہ آئے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۸، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کا جواب جس میں نماز کو مؤخر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کو کھانے کی وجہ سے مؤخر کیا جائے نہ کسی اور وجہ سے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۵۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ حدیث سنن کی ہے لہذا یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی ثانیاً اس کا محمل یہ ہے کہ جب نماز کا وقت تنگ ہو اور کھانے کے بعد نماز کا وقت باقی نہ رہے تو پہلے نماز پڑھی جائے یا نماز کا وقت کافی ہو لیکن اس کو شدید بھوک نہ ہو اور کھانے کے ضائع ہونے یا کسی اور کے کھا لینے کا خطرہ نہ ہو تب بھی پہلے نماز پڑھ لی جائے ورنہ حدیث مذکور کے مطابق پہلے کھانا کھایا جائے۔

۶۷۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكِيرٍ قَالَ جَدُّنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَدِمَ الْعِشَاءُ قَابِدُوا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ. [طرف الحدیث: ۵۳۶۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب الزہری از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رات کا کھانا لایا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے کھانے سے ابتداء کرو اور اس سے پہلے نماز

مغرب نہ پڑھو اور رات کے کھانے سے اس میں غلٹ نہ کرو۔

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو حدیث: ۶۷۱ کی تخریج ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کا رات کا کھانا رکھا جائے اور (اسی وقت) نماز کی اقامت پڑھی جائے تو تم کھانے سے ابتداء کرو اور نماز کے لیے جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے کھانا رکھا جاتا اور اسی وقت نماز کی اقامت پڑھی جاتی تو وہ اس وقت تک نماز کے لیے نہ جاتے حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو جاتے اور وہ اس وقت امام کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہے ہوتے تھے۔

۶۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أَسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ عَشَاءُ أَحَدُكُمْ، وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَاْبْدُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضِعُ لَهُ الطَّعَامَ، وَتَقَامُ الصَّلَاةُ، فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ، وَإِنَّهُ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ. [اطراف الحديث: ۶۷۳ - ۵۴۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور زہیر اور وہب بن عثمان نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانے پر موجود ہو تو جلدی نہ کرے حتیٰ کہ کھانے سے اپنی حاجت پوری کرے خواہ نماز کی اقامت پڑھی جائے۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: اس حدیث کو ابراہیم بن المنذر نے از وہب بن عثمان روایت کیا اور وہب مدینی ہے۔

۶۷۴ - وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ، حَتَّى يَقْضَى حَاجَتُهُ مِنْهُ، وَإِنْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ عُثْمَانَ، وَوَهْبٌ مَدِينِيٌّ.

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۷۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

* اس باب کی احادیث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۷ پر بیان کی گئی ہیں اور ان کی شرح کا عنوان ہے: کھانے کو نماز پر مقدم کرنا۔

جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھا رہا ہو

۴۳ - بَابُ إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلَاةِ وَبِيَدِهِ مَا يَأْكُلُ

اس باب کو ان احادیث کے بعد ذکر کیا ہے جن میں طعام کو نماز پر مقدم کرنے کا حکم ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ طعام کو نماز پر مقدم کرنے کا حکم استحباب کے لیے ہے کیونکہ اگر یہ حکم وجوب کے لیے ہوتا تو نبی ﷺ چھری سے کاٹ کر گوشت کھاتے رہتے اور چھری نہ پھینکتے اور کھانا مکمل کر کے نماز پڑھاتے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان

۶۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنْ صَالِحٍ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا قَدْعِي إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السَّيِّئِينَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بکری کی ایک دسی دانتوں سے کھا رہے تھے پھر آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا آپ کھڑے ہو گئے اور چھری کو پھینک دیا پھر آپ نے نماز پڑھائی اور (نیا) وضوء نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے بکری کا گوشت اور سٹو کھا کر وضوء نہیں کیا اور یہاں اس کا عنوان ہے: جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھا رہا ہو اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۴۴ - بَابُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَهْلِهِ

جو شخص گھر کے کام کاج میں مشغول ہو پھر نماز

کی اقامت کہی جائے تو وہ گھر سے نکل جائے

فَاقِيَمَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ

گزشتہ ابواب میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جب کھانے کے وقت نماز کی اقامت کہی جائے تو مستحب یہ ہے کہ اگر وقت تنگ نہ ہو تو پہلے کھانا کھائے پھر نماز کو جائے اور اس کے برخلاف اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر انسان گھر کے کام کاج میں مشغول ہو اور اس وقت نماز کی اقامت کہی جائے تو کام چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لیے جائے۔

۶۷۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الحکم نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ گھر کے کام کاج اور گھر والوں کی خدمت میں مشغول رہتے تھے پھر جب نماز کا وقت آتا تو نماز کی طرف چلے جاتے۔

الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ؟ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

[اطراف الحدیث: ۵۳۶۳-۶۰۳۹]

(سنن ترمذی: ۲۳۸۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۸۳، شرح السنہ: ۳۶۷۸، الادب المفرد: ۵۳۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۱۵، دلائل النبوة ج ۱ ص ۳۲۷)

الادب للبیہقی: ۸۳۶، مسند احمد ج ۶ ص ۳۹، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۲۲۶، ج ۳ ص ۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید ابن الجوزی: ۷۲۵۹،

مکتبۃ الرشدریاض ۱۳۲۶ھ)

کام کاج کے کپڑوں میں اور آستینوں کو اوڑس کر مالکیہ کے نزدیک نماز پڑھنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علماء اور صالحین اپنے گھر میں اپنے ذاتی کام اور اپنے اہل و عیال کے کام از خود انجام دیتے تھے اور انسان کام کاج کے وقت اپنی شلوار کے پانچے اور آستین اوپر جڑھا لیتا ہے اور چونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نماز کے لیے جاتے وقت اپنے کپڑوں کو ٹھیک کر لیتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور شلوار کے پانچوں کو اور آستینوں کو اوڑسنا اس وقت مکروہ ہے جب آدمی نماز کے لیے آستینوں کو اور پانچوں کو جڑھائے اور اس ہیئت کے ساتھ نماز کا قصد

کرے اسی طرح امام مالک نے کہا ہے کہ گھر کے کام کے کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۳۶۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

روئی اور معمولی کپڑوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے

میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ نے بیان جواز کے لیے گھر کے کام کاج کے کپڑوں میں نماز پڑھی ہے ورنہ جب انسان روئی کپڑے پہنے ہوئے دنیا کے بڑے لوگوں کے سامنے جانا پسند نہیں کرتا تو ایسے کپڑے پہن کر اللہ کے سامنے کھڑے ہونا کب پسندیدہ ہو سکتا ہے اور یہ ثابت نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے دو قسم کے کپڑے تھے ایک کام کاج کے لیے اور دوسرے نماز پڑھنے کے۔ حضرت عمر نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔ (صحیح البخاری: ۳۶۵)

امام ابن عبد البر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نافع کو دیکھا کہ وہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے ہیں حضرت عمر نے پوچھا: کیا تم دو کپڑے نہیں پہنتے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت عمر نے پوچھا: اگر تمہیں کسی گھر میں بلایا جائے تو کیا تم ایک کپڑا پہن کر چلے جاؤ گے؟ انہوں نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے فرمایا: یہ بتاؤ! اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کے لیے زینت والا لباس پہنا جائے یا لوگ؟ نافع نے کہا: اللہ عزوجل زیادہ حق دار ہے۔ قاضی نے کہا: عام لوگوں کی بہ نسبت امام کے لیے یہ حکم زیادہ مؤکد ہے کہ وہ نماز پڑھاتے وقت عمدہ اور مکمل لباس پہنے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۳۷-۱۳۶ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

نیز علامہ ابن بطلال مالکی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پانچے چڑھا کر اور آستینوں کو چڑھا کر نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے آستینیں اور پانچے چڑھائے ہوئے تھے اور گھر کے کام کے لیے یہ لازم نہیں ہے اور گھر کے بعض کام اس کے بغیر بھی ہو سکتے ہیں اور جب نبی ﷺ نے نماز میں کپڑا چڑھانے یا موڑنے سے منع فرمایا ہے تو وہ خود کیسے کپڑا موڑ سکتے ہیں یا چڑھا سکتے ہیں حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ کپڑے کو موڑیں اور نہ بالوں کو۔ (صحیح البخاری: ۸۱۰، صحیح مسلم: ۴۹۰، سنن ابوداؤد: ۸۸۹، سنن ترمذی: ۲۷۳، سنن ابن ماجہ: ۸۸۳، سنن دارمی: ۱۴۹۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۳، مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۵)

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی ممانعت آستینوں کے چڑھانے کو بھی شامل ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں: اسی طرح یہ ممانعت شلوار کے پانچے چڑھانے کو بھی شامل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: بالوں اور کپڑوں کو موڑنے کی ممانعت تنزیہی ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۹ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے: علامہ خیر الدین رملی کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ کراہت

تحریمی ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

نبی ﷺ کی تواضع، سادگی اور محاسن اخلاق

اس حدیث میں نبی ﷺ کی سادگی اور تواضع کا بیان ہے کہ نبی ﷺ گھر کے کام کر لیتے تھے اور گھر والوں کی خدمت میں

مشغول رہتے تھے اس کی زیادہ تفصیل اس حدیث میں ہے:

عمرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا عمل کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ بشروں میں سے ایک بشر تھے اپنے کپڑے کو صاف کرتے تھے اپنی بکری کا دودھ دہ لیتے تھے اور اپنی خدمت کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی: ۳۴۳)

اور دوسری روایات میں اس طرح ہے: نبی ﷺ اپنی جوتی کی مرمت کر لیتے تھے اپنا (پھنا ہوا) کپڑا اسی لیتے تھے اور گھر میں اس طرح کام کرتے تھے جس طرح تم میں سے کوئی ایک شخص کام کرتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۴۹۲، مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۷-۱۷۱-۱۰۶، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۳۸۳، مسند ابویعلیٰ: ۲۶۵۳، صحیح ابن حبان: ۲۱۳۳، شرح السنہ: ۳۶۷۵-۳۶۷۸)

ہم نبی ﷺ کے مقابلہ میں ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں لیکن ہمیں اپنے گھر کے اس طرح کے کاموں سے عار محسوس ہوتا ہے اور ہم یہ کام اپنے نوکروں سے کراتے ہیں سو ہمارا یہ طرز معاشرت سنت کی اتباع سے محروم اور قابلِ صدمہ ملامت ہے۔

۴۵۔ بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيدُ إِلَّا أَنْ يُعَلِّمَهُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنَّتَهُ

جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھا لی اور اس کا ارادہ صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کو نبی ﷺ کی نماز اور اس کے طریقہ کی تعلیم دے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ انہوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ہمارے اس مسجد میں آئے انہوں نے کہا: میں تمہیں نماز پڑھا رہا ہوں اور میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے (میں صرف یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ تمہیں دکھاؤں کہ) نبی ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے میں نے ابوقلابہ سے پوچھا: وہ کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: جس طرح ہمارے یہ شیخ نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے یہ شیخ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اس سے پہلے کہ وہ رکعت اولیٰ میں کھڑے ہوتے۔

۶۷۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحَوِيرِثِ فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ إِنِّي لَا صَلَّيْتُ بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ أَصَلِّيْتُ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي؟ قَالَ مِثْلَ شَيْخِنَا هَذَا. وَكَانَ شَيْخًا يَجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ قَبْلَ أَنْ يَنْهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى.

[اطراف الحدیث: ۸۰۲-۸۱۸-۸۲۳]

(سنن ابوداؤد: ۸۳۲، سنن نسائی: ۱۱۵۰، سنن ترمذی: ۲۸۷، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۶-۳۴۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۳۹، صحیح ابن خزمہ: ۶۸۷، صحیح ابن حبان: ۱۹۳۵، المعجم الکبیر: ۶۳۲، ج ۱۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۲۳، المستقی: ۲۰۳، شرح السنہ: ۶۶۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۵۹۹، ج ۲۳ ص ۳۶۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۱۳۸، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۳۲۶، مسند طحاوی: ۶۶۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ التمیمی (۲) وہیب بن خالد صاحب الکرامیسی (۳) ایوب بن ابی تمیمہ السخنیانی (۴) ابوقلابہ

عبداللہ بن زید الجرمی (۵) حضرت مالک بن الحویرث اللخثی رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۹۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے (میں صرف یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ تمہیں دکھلاؤں کہ) نبی ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے۔

نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے لوگوں کو نماز پڑھانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسروں کو نماز کی اور اس طرح وضوء کی تعلیم دے نماز پڑھ کر دکھائے اور اسی طرح وضوء کر کے دکھائے اور اسی حدیث سے امام شافعی نے جلسہ استراحت کے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے یعنی پہلی رکعت کے دو سجدے کرنے کے بعد بیٹھ جائے اور پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۳۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

جلسہ استراحت میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پہلی رکعت پڑھ کر بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے: یہ مستحب ہے بعض شافعیہ نے کہا ہے: اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ پہلی رکعت کے دو سجدے کرنے کے بعد نہ بیٹھے امام ابو حنیفہ امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام احمد کا بھی یہ موقف ہے حضرت ابن عمر حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس حضرت عمر حضرت علی رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے علامہ ابن قدامہ نے کہا: امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ جلسہ استراحت کے بعد بیٹھ جائے اور ایک قول ہے کہ کمزور آدمی بیٹھ جائے اور صحت مند آدمی دوسرا سجدہ کرتے ہی کھڑا ہو جائے امام احمد نے کہا: جلسہ استراحت کو ترک کرنے کے متعلق بہت احادیث ہیں اور النعمان بن ابی عیاش نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے متعدد اصحاب کو پایا جو پہلی رکعت کے بعد نہیں بیٹھتے تھے امام ترمذی نے کہا: اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔

ابوالزناد نے کہا: سنت یہ ہے کہ ایک رکعت کے بعد نہ بیٹھا جائے اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے

کہ ضعف کی وجہ سے نبی ﷺ ایک رکعت پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۸۸)

جلسہ استراحت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے فقہاء احناف کے نزدیک عذر کی حالت میں جب انسان بوڑھا ہو یا

ضعیف ہو تو جلسہ استراحت مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً جلسہ استراحت مستحب ہے۔

اصحاب علم و فضل نماز پڑھانے کے

۴۶ - بَابُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ

زیادہ حق دار ہیں

أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے

۶۷۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ قَالَ حَدَّثَنَا

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی

حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ

حَدَّثَنِي أَبُو بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّهُ وَجُلُّ رَفِيقٍ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. قَالَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَعَادَتْ فَقَالَ مَرِيءٌ أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنْ كُنَّ صَوَاحِبُ يُونُسَ. فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحديث: ۳۳۸۵]

(صحیح مسلم: ۳۲۰، رقم السلسل: ۹۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۲ طبع قدیم)

زائدہ از عبد الملک بن عمیر انہوں نے کہا: مجھے ابو بردہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ بیمار ہو گئے پس آپ کا مرض زیادہ ہو گیا آپ نے فرمایا: ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ رفیق القلب شخص ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھاسکیں گے آپ نے فرمایا: ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات دہرائی آپ ﷺ نے فرمایا: ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو پھر حضرت ابو بکر کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پیغام دینے والا آیا پس حضرت ابو بکر نے نبی ﷺ کی حیات میں نمازیں پڑھائیں۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ تمام صحابہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا علم اور فضل سب سے زیادہ تھا اس لیے آپ نے ان کو امام بنانے کا حکم دیا اس حدیث کے باقی فوائد اور مسائل صحیح البخاری: ۶۶۳ میں بیان کیے جا چکے ہیں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مریض کی وہ حد جب تک وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکے اور یہاں اس کا عنوان ہے: اصحاب علم و فضل نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۶۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْمَعْ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قَوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْمَعْ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلْتُ حَفْصَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكَ لَا تَنْتَنُ صَوَاحِبُ يُونُسَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكَ خَيْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں فرمایا: ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ اپنے رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے لہذا آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت حفصہ سے کہا کہ تم آپ سے کہو کہ حضرت ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو حضرت حفصہ نے ایسا ہی کیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوڑو! بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں (کی مثل) ہو ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں

تب حضرت حصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: میں تم سے کبھی خبر حاصل نہیں کر سکتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۶۶۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہوں نے نبی ﷺ کی اتباع کی، آپ کی خدمت کی اور آپ کی مجلس میں رہے (انہوں نے بیان کیا: نبی ﷺ کی جس درود میں وفات ہو گئی تھی اس درود میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھا رہے تھے حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور مسلمان نماز میں صفیں باندھے ہوئے تھے تو نبی ﷺ نے حجرہ کا پردہ کھولا، آپ کھڑے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہے تھے اور آپ کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح تھا، پھر آپ ہنستے ہوئے مسکرائے، پس ہم نے خیال کیا کہ نبی ﷺ کو دیکھنے کی خوشی کی زیادتی کی وجہ سے ہم قند میں پڑ جائیں گے، سو حضرت ابوبکر نے اپنی ایڑیوں کو پیچھے کیا تاکہ وہ صف سے مل جائیں اور انہوں نے گمان کیا کہ نبی ﷺ نماز پڑھانے کے لیے تشریف لا رہے ہیں تو نبی ﷺ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز پوری کرو اور پردہ گرا دیا اور آپ اسی دن فوت ہو گئے۔

۶۸۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَخَدَمَهُ وَصَحْبَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ، زَهُمُ صُفُوفٌ فِي الصَّلَاةِ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْرَ الْحُجْرَةِ، يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ، كَانَ وَجْهُهُ وَرَقَةً مُصْحَفٍ، ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ، فَهَمَمْنَا أَنْ نَفْتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَصَّ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبِيهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ، وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَيْمُوا صَلَواتَكُمْ. وَأَرَخَى السِّتْرَ، فَتَوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحديث: ۶۸۱-۷۵۳-۱۲۰۵-۴۴۳۸]

(صحیح مسلم: ۴۱۹، رقم المسلسل: ۹۱۹)

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۶۶۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ تین دن تک نبی ﷺ حجرہ میں نہیں نکلے، سو نماز کی اقامت کہی گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، پھر نبی ﷺ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا، پھر جب نبی ﷺ کے چہرہ ہمارے لیے ظاہر ہوا تو ہم نے نبی ﷺ کے چہرے پر زیادہ خوب صورت کوئی منظر نہیں دیکھا تھا، جب آپ کا چہرہ ہمارے لیے ظاہر ہوا تو نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابوبکر

۶۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا، فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ، فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ، فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا نَظَرْنَا مَنْظُرًا كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وَضَحَ لَنَا، فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمْ، وَأَرَخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ الْحَبَابُ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ.

کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھیں اور نبی ﷺ نے پردہ گرا دیا، پھر آپ نماز پر قادر نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آخر حیات تک رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے اور آپ نے ان کو معزول نہیں کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ سے اشارہ کرنا کلام کے قائم مقام ہے۔

۶۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قِيلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ . قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَفِيقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ مَرْوَةَ فَيُصَلِّي . فَعَاوَدَتْهُ قَالَ مَرْوَةُ فَيُصَلِّي . إِنَّكَ صَوَاحِبُ يُونُسَ . تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيُّ وَاسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ عَنْ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عُقَيْلٌ وَمَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمزہ بن عبد اللہ کہ ان کو ان کے والد سے خبر ملی کہ جب رسول اللہ ﷺ کا درد زیادہ ہو گیا تو آپ سے نماز کے متعلق کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ نے کہا: ابوبکر رقیق القلب ہیں، جب وہ قرآن پڑھیں گے تو وہ رونا شروع کر دیں گے، آپ نے فرمایا: ان ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دو، حضرت عائشہ نے پھر دوبارہ کہا، آپ نے فرمایا: ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دو بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں (کی مثل) ہو۔ یونس بن یزید کی زبیدی نے متابعت کی ہے اور الزہری کے بھتیجے نے اور اسحاق بن یحییٰ الکلبی نے از الزہری اور عقیل اور معمر نے کہا از الزہری از حمزہ از نبی ﷺ۔

ان تمام احادیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۶۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

۴۷ - بَابُ مَنْ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْإِمَامِ لِعَلَّةِ

جو شخص کسی سبب کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی سبب عارض کی وجہ سے نمازیوں میں سے کوئی شخص امام کے پہلو میں کھڑا ہو تو یہ جائز ہے ایک سبب عارض تو اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ اثناء نماز میں تشریف لے آئے دوسرا سبب عارض یہ ہے کہ جگہ تنگ ہو اور امام کے لیے اگلی صف میں کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو اور تیسرا سبب یہ ہے کہ مقتدی ایک ہی ہو جیسے تہجد کی نماز میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی دائیں جانب کھڑے تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ آپ کی بیماری میں نماز پڑھائیں تو حضرت ابوبکر

۶۸۳ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ . قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فِي نَفْسِهِ خَفَةً، فَخَرَجَ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يَوْمَ النَّاسِ، فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ. فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ.

لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے عروہ نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ کو اپنی طبیعت میں افاقہ محسوس ہوا، پس آپ حجرہ سے نکلے پس اس وقت حضرت ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے پھر جب حضرت ابو بکر نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹ گئے پس آپ نے اشارہ کیا کہ تم اسی طرح رہو، پھر رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر کے پہلو میں بیٹھ گئے، پس حضرت ابو بکر رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر کی نماز کے ساتھ (ان کی تکبیرات پر) نماز پڑھا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۶۶۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

۴۸ - بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَوْمِ النَّاسِ، فَجَاءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ، فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ، جَازَتْ صَلَاتُهُ

جو شخص لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے داخل ہوا، پھر پہلا (اصل) امام آ گیا تب امام پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے نماز جائز ہے

اس عنوان میں امام اول سے مراد ہے جو اصل امام ہو اور نماز پڑھانے کے لیے مقرر ہو اور بعد میں جو امام اول ذکر کیا ہے اس سے مراد وہ امام ہے جو کسی عارضہ کی وجہ سے نماز پڑھا رہا ہے۔ اگرچہ قاعدہ یہ ہے کہ جب معرفہ مکرر ہو تو ثانی عین اول ہوتا ہے مگر یہ اس وقت ہے جب وہاں پر کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جو تعیین مراد پر دلالت کرے۔

فِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اس عنوان کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: از نبی ﷺ۔

یعنی اس کے متعلق کہ ایک امام نماز پڑھا رہا تھا، پھر وہ امام آ گیا جو اصل امام تھا، پھر وہ امام پیچھے ہٹے یا نہ ہٹے نماز پوری ہو جائے گی۔

۶۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ، فَحَانَتْ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَتُصَلِّي لِلنَّاسِ فَأَقِيمَ؟ قَالَ نَعَمْ، فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ، فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا اكْتَمَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ التَّفْتَ، فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم بن دینار از سہل بن سعد الساعدی کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف کی طرف ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے گئے، پس نماز کا وقت آ گیا، پھر مؤذن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، پس کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں نماز کی اقامت پڑھوں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: ہاں! پھر حضرت ابو بکر نے نماز پڑھائی، پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور لوگ اس وقت نماز پڑھنے میں مشغول تھے نبی ﷺ صفوں کے درمیان سے گزرے ہوئے آئے حتیٰ کہ (پہلی) صف میں آ کر کھڑے ہو گئے پس لوگوں نے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَمُكْتُ مَكَانَكَ. فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ، ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تَتَّبِعَ إِذَا أَمَرْتُكَ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِي بِرَأْيِكُمْ أَكْثَرْتُمْ التَّصْفِيقَ؟ مَنْ رَأَى شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ تَفِئَتْ إِلَيْهِ وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ. [أطراف الحديث: ۱۲۰۱-۱۲۰۳-۱۲۱۸-۱۲۳۳-۲۶۹۰-]

[۲۶۹۳-۷۱۹۰]

نے تالیاں بجا ئیں اور حضرت ابو بکر نماز میں ادھر ادھر التفات نہیں کرتے تھے جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجا ئیں تو انہوں نے توجہ کی پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا رسول اللہ ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں حضرت ابو بکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا پھر حضرت ابو بکر پیچھے ہو گئے حتیٰ کہ صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابو بکر! تم کو اپنی جگہ برقرار رہنے سے کس چیز نے منع کیا جب میں نے تمہیں (نماز پڑھاتے رہنے کا) حکم دیا تھا؟ حضرت ابو بکر نے کہا: ابو قحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھائے پھر رسول اللہ ﷺ نے (لوگوں سے) فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں نے تم کو بہت زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا؟ جس شخص کی نماز میں کوئی امر پیش آ جائے وہ سبحان اللہ کہے جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف التفات کیا جائے گا تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۲۱، الرقم المسلسل: ۹۲۳، سنن ابوداؤد: ۹۳۰، سنن نسائی: ۷۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۵، سنن دارمی: ۱۳۶۲، مسند ابویعلیٰ: ۷۵۲۳، صحیح ابن خزیمہ: ۸۵۳، صحیح ابن حبان: ۲۲۶۱، المعجم الکبیر: ۵۹۳۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۸۱۶، ج ۷ ص ۳۷۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۱۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التیمی القانی (۲) امام مالک بن انس اصبحی (۳) ابو حازم سلمہ بن دینار (۴) حضرت سہل بن سعد الساعدی رحمہ اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۰۳)

بنو عمرو بن عوف کا تعارف اور ان کی طرف جانے کا وقت اور جانے کی وجہ

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ بنو عمرو بن عوف کی طرف گئے یہ لوگ مالک بن اوس کی اولاد سے تھے اور یہ قبائیں رہتے تھے انصار کے دو قبیلے تھے: اوس اور الخزرج اور بنو عمرو بن عوف اوس کی شاخ تھی نبی ﷺ کے وہاں جانے کا سبب یہ تھا کہ اہل قباء آپس میں لڑ پڑے تھے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر مارنے رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا: چلو! ہم ان کے درمیان صلح کرائیں امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ آپ ظہر کی اذان کے بعد وہاں گئے تھے اور امام ابوداؤد نے اس طرح روایت کیا ہے:

بنو عمرو بن عوف کی طرف جانے کے متعلق حدیث

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان لڑائی ہو گئی، نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ ظہر کے بعد ان کے درمیان صلح کرانے گئے، پس آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر عصر کی نماز کا وقت آ جائے اور میں تمہارے پاس نہ آؤں تو پھر ابو بکر کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس جب عصر کا وقت آ گیا تو حضرت بلال نے اذان دی، پھر اقامت کی، پھر حضرت ابو بکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہا، سو انہوں نے نماز پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۹۴۱، سنن نسائی: ۷۹۲)

نماز میں حضرت ابو بکر نے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے اس سلسلہ میں حدیث

اس حدیث میں ہے: حضرت ابو بکر نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا، اس کی تفصیل امام احمد کی اس روایت میں ہے:

پھر نبی ﷺ نے حضرت ابو بکر سے پوچھا: تم نے اپنے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے؟ اور جب میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا تھا کہ اسی جگہ قائم رہو تو تمہیں کس چیز نے منع کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس لیے بلند کیے کہ میں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے مجھے اسی جگہ قائم رہنے کا اشارہ کیا اور ابوقحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھائے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۸، مسند احمد: ۲۲۸۶۳، ج ۳ ص ۵۰۸-۵۰۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

دو فریقوں کے درمیان صلح کرانا، ایک نماز کو دو اماموں کا پڑھانا اور امام مسجد

وقت پر موجود نہ ہو تو دوسرے کا نماز پڑھا دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

- (۱) نبی ﷺ بنو عمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانی چاہیے اور فتنہ کے مادہ کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہیے اور تمام مسلمانوں کو ایک بات پر متفق کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
- (۲) سربراہ ملک کو چاہیے کہ عوام کی اصلاح کرنے کے لیے وہ خود سعی کرے اور یہ چیز امام کی مصلحت پر مقدم ہے کیونکہ نبی ﷺ نماز کی امامت چھوڑ کر امت کی اصلاح کے لیے تشریف لے گئے۔

- (۳) نماز عصر کا کچھ حصہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور باقی حصہ نبی ﷺ نے پڑھایا، اس سے معلوم ہوا کہ ایک نماز کو دو اماموں کی اقتداء میں پڑھنا جائز ہے، اسی حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے امام نماز کے دوران کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر نماز سے نکل جائے تو یہ جائز ہے، غیر مقلدین کا اس میں اختلاف ہے اور ان کا مسلک اس حدیث سے باطل ہے۔

- (۴) نمازوں کا جو امام مقرر ہوا اگر کسی وجہ سے وہ نماز کے وقت موجود نہ ہو تو نمازیوں کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی اہل فہم کو امام بنا کر اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لیں، بشرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو جس طرح نبی ﷺ وقت پر تشریف نہیں لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ نماز پڑھا دیں۔

- (۵) نبی ﷺ کے آنے پر حضرت ابو بکر پیچھے ہٹ گئے اور نبی ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنا اور حضرت ابو بکر کا افضل امت ہونا

امام ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ نماز میں آپ کی تعظیم کی جائے۔

آپ کے آنے کے بعد کوئی اور شخص نماز نہ پڑھائے اگر مسجد کے امام کے علاوہ کوئی اور شخص نماز پڑھا رہا ہو اور اثناء نماز میں مسجد کا امام آجائے تو اس کی تعظیم کے لیے نماز کے دوران اس امام کا پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ حالت نماز میں کسی اور شخص کی تعظیم کرنا جائز نہیں ہے۔

(۶) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنا جائز ہے۔

(۷) نبی ﷺ نے حضرت بلال سے فرمایا تھا: اگر میں نماز کے وقت پر نہ آؤں تو ابو بکر کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے نزدیک تمام صحابہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی سب سے افضل تھے اور وہی آپ کے نزدیک امامت اور خلافت کے لائق تھے۔

نماز میں کسی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

(۸) جب نبی ﷺ نے حضرت ابو بکر کو اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں تو انہوں نے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے لیکن جب کسی شخص نے الحمد للہ کہہ کر کسی کو جواب دینے کا ارادہ کیا تو اس کی نماز کے فاسد ہونے کے متعلق مشائخ کا اختلاف ہے اور الحیظ میں مذکور ہے کہ کسی شخص کو چھینک آئی اور اس نے دل میں الحمد للہ کہا اور زبان کو حرکت نہیں دی تو امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس نے زبان کو حرکت دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امام کو لقمہ دینا جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو نماز میں کوئی امر پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ یہ تعلیم اور تلقین ہے۔

السفاقی نے کہا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ جس شخص نے نماز میں اپنی خوشی کی خبر دینے کے لیے الحمد للہ کہا تو اس سے اس کی نماز میں کوئی ضرر نہیں ہوگا اور ابن القاسم نے کہا: جس نے مصیبت کی خبر دینے کے لیے نماز میں ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ پڑھایا کسی بات کی خبر دینے کے لیے کہا: ”الحمد للہ علی کل حال“ تو اس کی نماز جائز ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب نمازی کو یہ خطرہ ہو کہ نابینا کنویں میں گر جائے گا یا سانپ پر اس کا پیر پڑ جائے گا تو اس کو متنبہ کرنے کے لیے وہ سبحان اللہ کہے تو یہ جائز ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک ان تمام صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

بلا ضرورت نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی ممانعت اور بہ وقت ضرورت مڑ کر دیکھنے کے متعلق احادیث

(۹) جب لوگوں نے بہ کثرت تالیاں بجائیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا، جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اگر نماز میں ادھر ادھر معمولی سا التفات کیا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ اس صورت میں ہے جب ضرورت کے موقع پر التفات کیا جائے اور بلا ضرورت ادھر ادھر نماز میں التفات کرنا ممنوع ہے حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن ابی شیبہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور وہاں دیکھا کہ لوگ آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر رہے ہیں آپ نے فرمایا: لوگ آسمان کی طرف نظریں اٹھانے سے باز آجائیں ورنہ ان کی آنکھیں واپس نہیں لوٹیں گی۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۲، صحیح مسلم: ۳۲۸، سنن نسائی: ۱۱۸۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں نظریں

اوپر اٹھاتے ہیں پھر اس میں سختی کرتے ہوئے فرمایا: یہ لوگ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بصارت سلب کر لی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۷۵۰، سنن ابوداؤد: ۹۱۳، سنن نسائی: ۱۱۹۲، سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۳)

ضرورت کے موقع پر نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

سہل بن الحنظلہ بیان کرتے ہیں: صبح کی نماز کے لیے تحویب کی گئی اس وقت نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ گھائی کی طرف مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۶)

امام ابوداؤد نے کہا: آپ نے رات کو ایک گھوڑے سوار کو گھائی کی طرف حفاظت کے لیے بھیجا تھا آپ اس کو مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں دائیں بائیں مڑ کر دیکھتے تھے اور اپنی گردن کو پیچھے موڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۱۹۷، سنن ترمذی: ۵۸۷)

نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانے کے متعلق مذاہب ائمہ

(۱۰) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب نماز میں امام کو کوئی عذر پیش آ جائے تو وہ کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر نماز سے باہر نکل سکتا ہے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اور حسن بصری، علقمہ، انحنی اور ثوری سے اسی طرح مروی ہے اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام کے لیے صفوں کے درمیان سے گزرنے کا جواز، عمل قلیل کا مفسد صلوٰۃ نہ ہونا اور دینی وجاہت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

(۱۱) اس حدیث میں امام کے لیے صفوں کے درمیان سے اگلی صف میں پہنچنے کا جواز ہے اور دوسروں کے لیے یہ مکروہ ہے۔
(۱۲) نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر سے معلوم کیا کہ آپ میرے حکم دینے کے باوجود نماز پڑھانے پر برقرار کیوں نہیں رہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر تابع امیر کے حکم پر عمل نہ کرے تو اس کو زبردستی کرنے سے پہلے اس کے عمل نہ کرنے کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔

(۱۳) حضرت ابوبکر اپنی جگہ سے پچھلی صف میں آ گئے اس سے معلوم ہوا کہ عمل قلیل مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔

(۱۴) دین میں وجاہت عطا فرمانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس پر شکر ادا کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی امامت کو قبول فرمایا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۰۹-۳۰۷ ملخصاً، بحر جاوہر فیضا، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ادب کا حکم پر مقدم ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ نماز پڑھاتے رہو لیکن حضرت ابوبکر کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی امامت کرنا ادب کے خلاف تھا اس لیے انہوں نے آپ کے ادب کو آپ کے حکم پر مقدم کیا اسی طرح جب حدیبیہ میں صلح نامہ لکھا جا رہا تھا اور اس میں یہ لکھا گیا: یہ محمد رسول اللہ کی جانب سے عظماء قریش کی طرف ہے تو اس پر قریش نے اعتراض کیا کہ ہم اس کو نہیں مانتے اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو عمرہ کرنے سے منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبد اللہ ہیں آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی ہوں پھر آپ نے حضرت علی سے فرمایا: ”رسول اللہ“ کے الفاظ منادوا انہوں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! میں آپ کے نام کو کبھی نہیں مٹاؤں گا پھر رسول اللہ ﷺ نے وہ مکتوب لے کر یہ لکھ دیا: یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۹۹)

یہاں بھی نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ محمد رسول اللہ جو لکھا ہوا ہے اس کو منادؤں لیکن چونکہ اس کو مٹانا ادب کے خلاف تھا اس لیے حضرت علی نے اس نام کو نہیں مٹایا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے نزدیک ادب حکم پر مقدم ہے اور حدیث قرطاس میں حضرت عمر نے آپ کی محبت اور بیماری میں آپ کو زحمت سے بچانے کے لیے آپ کے حکم کو مؤخر کیا تھا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کے وقت پر نہ پہنچنے کی وجہ سے خود نماز پڑھا دی تھی۔ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے جنگل میں گئے میں بھی نماز فجر سے پہلے آپ کے ساتھ پانی لے کر گیا پھر جب رسول اللہ ﷺ میری طرف واپس آئے تو میں مشکیزہ سے پانی لے کر آپ کے ہاتھوں پر ڈالنے لگا آپ نے تین بار اپنے ہاتھ دھوئے پھر اپنا چہرہ دھویا پھر اپنے جبہ سے اپنے ہاتھ نکالنے لگے جبہ کی آستینیں تنگ تھیں تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ جبہ میں داخل کیے حتیٰ کہ جبہ کے نیچے سے اپنی دونوں کلائیوں کو نکال لیا اور اپنی کلائیوں کو لمبائیوں تک دھویا پھر اپنے موزوں پر مسح کیا پھر آپ نماز کی طرف گئے حضرت مغیرہ نے کہا: میں آپ کے ساتھ آیا حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا تھا اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی پس رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتوں میں سے ایک رکعت کو پالیا اور آپ نے لوگوں کے ساتھ دوسری رکعت پڑھی جب حضرت عبدالرحمان بن عوف نے سلام پھیرا تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھی یہ ماجرا دیکھ کر مسلمان بہت گھبرا گئے اور انہوں نے بہت زیادہ بار سبحان اللہ کہا جب نبی ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو آپ نے لوگوں کی طرف مڑ کر فرمایا: تم نے اچھا کیا یا فرمایا: تم نے درست کیا اور اس بات پر ان کی تحسین کی کہ انہوں نے وقت پر نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم: ۱۰۵، الرقم المسلسل: ۲۷۳)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۵۳۔ ج ۱ ص ۱۲۱۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:

باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔

جب سب قراءت میں برابر ہوں تو جوان میں

بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے پاس آئے اور ہم سب جوان تھے ہم آپ کے پاس تقریباً بیس راہیں تھیں اور نبی ﷺ بہت مہربان تھے پس آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو حکم دو کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں اس وقت میں اور اس وقت میں اور اس وقت میں جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے۔

۴۹ - بَابُ إِذَا اسْتَوَوْا فِي

الْقِرَاءَةِ فَلْيُؤَمِّمَهُمُ اكْبَرُهُمْ

۶۸۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَابَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عَشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجِيمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى بِلَادِكُمْ فَعَلِمْتُمْوَهُمْ مَرُّوَهُمْ فَلْيُصَلُّوا صَلَوةً كَذَا فِي جَيْنٍ كَذَا وَصَلَوةً كَذَا فِي جَيْنٍ كَذَا وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَوةُ فَلْيُؤَمِّمُوا لَكُمْ أَحَدَكُمْ وَلْيُؤَمِّمَهُمُ اكْبَرُهُمْ

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۲۸ کا مطالعہ فرمائیں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس شخص نے کہا: سفر میں ایک

مؤذن اذان دے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جو بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۰۔ بَابُ إِذَا زَارَ الْإِمَامُ

قَوْمًا فَأَمَّهُمْ

۶۸۶ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ سَمِعْتُ عَتَبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَأَشْرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ میں جس جگہ چاہتا تھا میں نے اس کی طرف اشارہ کیا پس آپ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں پھر آپ نے سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۵ میں تفصیل سے گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: گھروں میں مساجد اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: جب امام کچھ لوگوں کی زیارت کرے پھر ان کو نماز پڑھائے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ

اس کی اقتداء کی جائے

اور جس مرض میں نبی ﷺ کی وفات ہو گئی اس مرض میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کوئی شخص امام سے پہلے (سجدہ سے) سر اٹھالے تو اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر میں امام نے سر اٹھایا ہے پھر امام کی اتباع کرے۔

۵۱۔ بَابُ إِنَّمَا جُعِلَ

الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ

وَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ.

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۶۶۴ میں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ يَعُودُ فِيمَكَ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ ثُمَّ يَتَّبِعُ الْإِمَامَ.

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

ابو حیان الشَّجعی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رکوع اور سجود میں اپنے اماموں پر سبقت نہ کرو اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنا سر اٹھالے اور امام ابھی سجدہ میں ہو تو وہ سجدہ کرے اور اتنی دیر ٹھہرا رہے جتنی دیر اس نے امام پر سبقت کی ہے۔ (معنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۰)

وَقَالَ الْحَسَنُ فَيَمْنُ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكَعَتَيْنِ
وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُودِ يَسْجُدُ لِلرَّكَعَةِ الْآخِرَةِ
سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِي الرَّكَعَةَ الْأُولَى بِسُجُودِهَا
وَفَيَمْنُ نِسِي سَجْدَةً حَتَّى قَامَ يَسْجُدُ

اور الحسن البصری نے کہا: جو شخص امام کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے اور سجدہ پر قادر نہ ہو تو وہ آخری رکعت میں دو سجدے کرے پھر پہلی رکعت کو اس کے سجدہ کے ساتھ قضاء کرے اور جو شخص سجدہ کرنا بھول گیا، حتیٰ کہ کھڑا ہو گیا، وہ شخص سجدہ کرے۔

اس تعلق کی اصل یہ ہے: امام سعید بن منصور اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: جو شخص جمعہ کے دن رکوع کرے اور لوگوں کے رش کی وجہ سے سجدہ پر قادر نہ ہو تو جب وہ نماز سے فارغ ہو تو پہلی رکعت کے دو سجدے کر لے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت نماز پڑھے اور دو سجدے کر لے۔ حسن بصری نے جمعہ کا ذکر اس لیے کیا کہ اس نماز میں رش بہت ہوتا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص نماز کی پہلی رکعت میں سجدہ کرنا بھول جائے اور کھڑا ہو جائے تو وہ اس رکعت کو لغو قرار دے اور دوبارہ رکعت پڑھے اور اس میں دو سجدے کرے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اس سے زیادہ مکمل بیان کیا ہے کہ جو شخص نماز کی پہلی رکعت میں ایک سجدہ کرنا بھول جائے اور اس کو یاد نہ آئے حتیٰ کہ آخری رکعت آجائے تو وہ اس رکعت میں تین سجدے کر لے اور اگر اس کو سلام سے پہلے یاد آجائے تو وہ ایک سجدہ کر لے اور اگر اس کو نماز مکمل کرنے کے بعد یاد آئے تو دوبارہ نماز پڑھے۔

رش کے مسئلہ میں امام مالک نے کہا ہے کہ کسی کی پشت پر سجدہ نہ کرے اور ہمارے اصحاب اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر رش ہو تو وہ کسی کی پشت پر سجدہ کرے اور اس نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۱۳-۳۱۲)

ان تمام تعلیقات میں امام کی متابعت پر تفریع ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

۶۸۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ أَلَا تَحَدِّثُنِي عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ بَلَى، ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ. قَالَتْ فَفَعَلْنَا، فَاغْتَسَلَ، فَذَهَبَ لِنُؤءٍ فَأَغْمَى عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ. قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِنُؤءٍ فَأَغْمَى عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِنُؤءٍ فَأَغْمَى عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ؟ قُلْنَا لَا، هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ انہوں نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا پس میں نے کہا: کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے متعلق حدیث نہیں بیان کریں گی؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! رسول اللہ ﷺ کی طبیعت بوجھل ہو گئی آپ نے پوچھا: آیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ نے فرمایا: میرے لیے ایک لگن (ٹب) میں پانی ڈالو حضرت عائشہ نے بیان کیا: ہم نے ایسا کر لیا آپ نے اس میں غسل کیا پھر آپ مشقت سے اٹھنے لگے پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر آپ کو ہوش آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ نے فرمایا: میرے لیے ٹب میں پانی رکھو آپ ٹب میں بیٹھ گئے پھر آپ نے غسل کیا پھر آپ اٹھنے لگے پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر آپ ہوش

وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُونَ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبُصُولِهِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةَ، فَأَرْسَلَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، بَانَ يُصَلِّي
 بِالنَّاسِ، فَاتَاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ
 وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ، فَقَالَ لَهُ
 عُمَرُ أَنْتَ أَحَقُّ بِذَلِكَ، فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ
 ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ
 خِيفَةً، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ، لِبُصُولِهِ
 الظُّهْرِ، وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ
 ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 بَانَ لَا يَتَأَخَّرُ، قَالَ أَجْلِسَانِي إِلَى جَنْبِهِ، فَاجْلَسَاهُ إِلَى
 جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ فَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ يَأْتِمُ
 بِبُصُولَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ بِبُصُولَةِ
 أَبِي بَكْرٍ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ. قَالَ
 عَبْدُ اللَّهِ فَذَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ
 أَلَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ هَاتِ، فَعَرَضْتُ
 عَلَيْهِ حَدِيثَهَا، فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ
 أَسَمْتُ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ؟ قُلْتُ لَا،
 قَالَ هُوَ عَلِيٌّ.

میں آئے تو آپ نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے
 کہا: نہیں! یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں! پس آپ نے
 فرمایا: میرے لیے نب میں پانی رکھو! آپ نب میں بیٹھ گئے پھر
 آپ نے غسل کیا پھر آپ اٹھنے لگے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو
 گئی پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے پوچھا: کیا لوگوں نے نماز
 پڑھ لی؟ ہم نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں!
 اور اس وقت لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے عشاء کی نماز کے لیے
 نب ﷺ کا انتظار کر رہے تھے پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت
 ابوبکر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں! پس حضرت
 ابوبکر کے پاس قاصد گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دیتے
 ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں! حضرت ابوبکر رقیق القلب تھے
 انہوں نے کہا: اے عمر! تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ! حضرت عمر نے ان
 سے کہا: آپ امامت کے زیادہ حق دار ہیں! پھر ان ایام میں حضرت
 ابوبکر نے نماز پڑھائی! پھر نبی ﷺ نے اپنی طبیعت میں افادہ
 محسوس کیا تو آپ ظہر کی نماز کے لیے دو آدمیوں کے درمیان نکلے
 ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت ابوبکر لوگوں کو
 نماز پڑھا رہے تھے جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تھا وہ پیچھے
 ہٹنے لگے! نبی ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ پیچھے نہ ہوں! آپ
 نے فرمایا: مجھے ابوبکر کے پہلو کی طرف بٹھا دو! انہوں نے آپ کو
 حضرت ابوبکر کے پہلو کی طرف بٹھا دیا! پھر حضرت ابوبکر نماز پڑھ
 رہے تھے اور وہ نبی ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ
 حضرت ابوبکر کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور نبی ﷺ بیٹھے
 ہوئے تھے۔ عبید اللہ نے کہا: پھر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے
 پاس گیا! میں نے ان سے کہا: کیا میں آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے نبی ﷺ کے مرض کے متعلق بیان
 کی ہے؟ انہوں نے کہا: سناؤ! پھر میں نے ان کو حضرت عائشہ کی
 بیان کی ہوئی حدیث سنائی! انہوں نے اس میں سے کسی چیز کا انکار
 نہیں کیا! سوا اس کے کہ انہوں نے پوچھا: کیا حضرت عائشہ نے

اس دوسرے شخص کا نام لیا تھا جو حضرت عباس کے ساتھ تھا؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۹۸ اور ۶۶۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

۶۸۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں نماز پڑھی اس وقت آپ بیمار تھے سو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائیں جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "ربنا ولك الحمد" اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

[اطراف الحدیث: ۱۱۱۳-۱۲۳۶-۵۶۵۸]

(صحیح مسلم: ۳۱۲، الرقم المسلسل: ۹۰۱، سنن ابوداؤد: ۶۰۵، سنن ترمذی: ۳۶۱، سنن نسائی: ۸۲۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۱۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۵، مسند ابویعلیٰ: ۳۸۰، شرح معانی الآثار: ۲۳۰۸-۲۳۰۲، منتخب الفکار فی تنقیح مباحی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۲۹، موطأ امام مالک: ۳۱۰، مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۲۵۰-ج ۴ ص ۲۹۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید ابن الجوزی: ۳۷۳، ۳۷۴، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۹۳۶۳)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔

نبی ﷺ کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا سبب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ گھوڑے سے گر گئے آپ کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا سو ہم آپ کی عیادت کرنے کے لیے گئے پھر نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی لہذا ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی جب آپ نے نماز ادا کر لی تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے تو تم بھی سجدہ سے سر اٹھاؤ اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "ربنا ولك الحمد" کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ۶۸۹)

جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:-

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام احمد بن حنبل اور امام اوزاعی نے اس حدیث کے ظاہر کے مطابق کہا ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو لوگ بھی اس کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھیں خواہ ان کو کوئی عذر ہو یا نہ ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ نے ایک روایت میں یہ کہا ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کی نماز اس شخص کے پیچھے جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو خواہ مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھے یا کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔

امام ابو حنیفہ امام شافعی اور جمہور متقدمین رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کی نماز بیٹھنے والے کے پیچھے صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی ﷺ نے مرض و وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اگرچہ بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ امام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور نبی ﷺ ان کی اقتداء کر رہے تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ نبی ﷺ ہی امام تھے اور امام مسلم نے اس باب کے بعد صراحۃً اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر کی اقتداء کر رہے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۱۵۸۹، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

مرض و وفات میں جو نماز نبی ﷺ نے پڑھی اس میں آپ کے امام ہونے پر دلائل

امام جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المصری المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اسود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: پس رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور یہ امام کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور اگر حضرت ابو بکر امام ہوتے تو نبی ﷺ ان کی دائیں جانب بیٹھتے پس جب آپ حضرت ابو بکر کی بائیں جانب بیٹھے اور حضرت ابو بکر آپ کی دائیں جانب تھے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ امام تھے اور حضرت ابو بکر مقتدی تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے جس جگہ قراءت ختم کی تھی رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ سے قراءت شروع کی۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر نے قراءت منقطع کر دی اور رسول اللہ ﷺ نے قراءت شروع کر دی اور یہ رسول اللہ ﷺ کے امام ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر آپ امام نہ ہوتے تو آپ قراءت نہ کرتے کیونکہ یہ وہ نماز تھی جس میں جہراً قراءت کی جاتی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کو علم نہ ہوتا حضرت ابو بکر نے قراءت کہاں ختم کی ہے اور نہ حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو اس کا علم ہوتا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ جہری نماز تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس نماز میں جہراً قراءت کی تھی اور تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ اس نماز میں رسول اللہ ﷺ ہی امام تھے۔

نظر صحیح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر مقتدی کو عذر نہ ہو تو اس سے قیام ساقط نہیں ہوگا کیونکہ جب مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو تو جو چیز مقتدی پر فرض ہو وہ امام کی نماز میں داخل ہونے سے اس سے ساقط نہیں ہوتی جب مقیم مثلاً ظہر کی نماز مسافر امام کی اقتداء میں

ہے تو اس پر چار رکعت نماز پڑھنی فرض ہیں اور مسافر امام دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہے اور اس کی اقتداء کرنے سے مقیم پر لازم نہیں آتا کہ وہ بھی دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ دو رکعت نماز اور پڑھے اور اس پر جو چار رکعت نماز ظہر فرض تھی اس کو پورا کرے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مقتدی پر جو چیز فرض ہے وہ امام کی اقتداء کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی پس جو مقتدی تندرست ہو اس پر نماز میں قیام فرض ہے اور بیمار امام جو قیام پر قادر نہ ہو اس کی اقتداء کرنے کی وجہ سے تندرست مقتدی سے نماز میں قیام ساقط نہیں ہوگا جیسے نبی ﷺ بیمار تھے اور آپ قیام پر قادر نہ تھے تو آپ کی اقتداء کرنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر اور دوسرے نمازیوں سے قیام ساقط نہیں ہوا رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر نے اور باقی نمازیوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۵-۵۲۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس قاعدہ پر سب کا اتفاق ہے کہ جب مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو تو جو چیز اس پر پہلے فرض نہ ہو تو امام کی نماز میں داخل ہونے سے وہ چیز اس پر فرض ہو جاتی ہے جیسے مسافر مثلاً مقیم امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھے تو پہلے اس پر چار رکعت نماز پڑھنی فرض نہیں تھی مگر اب مقیم امام کی اقتداء کرنے کی وجہ سے اس پر بھی چار رکعت پڑھنا فرض ہو گئی اس طرح جو چیز اس پر پہلے فرض تھی اب امام کی اقتداء سے وہ فرض اس سے ساقط نہیں ہوگا مثلاً مقیم نے مسافر امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی تو پہلے اس پر چار رکعت نماز فرض تھی اور مسافر امام نے دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا تو مقیم مقتدی سے دو رکعت پڑھنے کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی اسی طرح جب صحت مند شخص بیمار کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو امام کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی وجہ سے صحت مند شخص سے قیام کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی۔ (مخبر الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۱۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس باب کی حدیث صحیح البخاری: ۶۸۸ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی اور فرمایا: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اور یہ حدیث اس تحقیق کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے مرض قدیم کا ذکر ہے اور مرض وفات میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر اور تمام صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور اس سے پہلا حکم منسوخ ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۲۵ ج ۱ ص ۱۱۹۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① رسول اللہ ﷺ کے گھوڑی سے گرنے کی حکمتیں ② امام کے لیے ”ربنا ولك الحمد“ کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ ③ جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ۔

۶۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجَحَشَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَصَلَّى صَلَوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قَائِمًا فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے آپ اس گھوڑے سے گر گئے اور آپ کی دائیں جانب زخمی ہو گئی سو آپ نے نمازوں میں سے کوئی نماز بیٹھ کر پڑھی لہذا ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ

وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ الْحَمِيدِيُّ قَوْلُهُ إِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا هُوَ فِي مَرَضِهِ الْقَدِيمِ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا، وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا، لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُودِ، وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ فَالْآخِرُ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم "ربنا ولك الحمد" کہو اور جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: حمیدی نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو آپ کا یہ ارشاد آپ کے مرض قدیم میں تھا اس کے بعد نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور ہمیشہ آخری حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور آخری حدیث نبی ﷺ کا یہ عمل ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، گزشتہ حدیث: ۶۸۸ کے تحت کی جا چکی ہے۔

۵۲۔ بَابُ مَتَى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ

جو لوگ امام کے پیچھے ہیں وہ کب سجدہ کریں

قَالَ أَنَسٌ فَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امام سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

کرو۔

اس تعلق کی اصل، صحیح البخاری: ۷۳۲ "باب ايجاب التكبير" میں ہے اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ جب امام سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

جب امام سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

۶۹۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ، حَتَّى يَقَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا، ثُمَّ نَقَعَ سُجُودًا بَعْدَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ جھولے نہیں تھے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ "سمع الله لمن حمده" فرماتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پشت کو ٹیڑھا نہ کرتا حتیٰ کہ نبی ﷺ سجدہ کر لیتے پھر اس کے بعد ہم سجدہ کرتے۔

حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ

امام بخاری نے کہا: اس حدیث کو ہمیں ابو نعیم نے بیان کیا انہوں نے کہا: اس حدیث کی مثل۔

نَحْوُهُ بِهَذَا. | اطراف الحدیث: ۷۳۷-۸۱۱ |

(صحیح مسلم: ۴۷۴، رقم المسلسل: ۱۰۳۳، سنن ابوداؤد: ۶۲۰، سنن ترمذی: ۲۸۱، سنن نسائی: ۸۲۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۱۸، صحیح ابن حبان: ۲۲۲۷، المعجم الصغیر: ۷۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۲، شرح السنہ: ۸۴۷، مسند ابویعلیٰ: ۱۶۷۶، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۵۱۱، ج ۳۰ ص ۴۷۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۵۵، مکتبۃ الرشدریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن سرحد (۲) یحییٰ بن القطان (۳) سفیان الثوری (۴) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی (۵) عبد اللہ بن یزید الخطمی
ان کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا (۶) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۲۲)

متابعت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نماز کے افعال میں امام کی اتباع کرنا واجب ہے اور متابعت کا معنی یہ ہے کہ کسی رکن کو امام کے شروع کرنے کے بعد اور اس رکن سے امام کے فارغ ہونے سے پہلے مقتدی اس رکن کو شروع کرنے حتیٰ کہ متابعت کا معنی متحقق ہو اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کو چاہیے کہ وہ امام کی طرف دیکھتا رہے حتیٰ کہ اس کو پتا چل جائے کہ امام ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف کس طرح منتقل ہو رہا ہے۔

اس شخص کا گناہ جس نے امام سے پہلے سر اٹھایا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے نہیں ڈرتا کہ جب وہ امام سے پہلے سر اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اللہ تعالیٰ اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا دے؟

۵۳ - بَابُ إِثْمٍ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ

۶۹۱ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ أَوْ لَا

يَخْشَى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ

اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ صُورَتَهُ صُورَةَ

حِمَارٍ؟ (صحیح مسلم: ۴۷۴، رقم المسلسل: ۹۳۸، سنن ترمذی: ۵۸۲،

سنن ابوداؤد: ۶۲۳، سنن نسائی: ۸۲۷، سنن ابن ماجہ: ۹۶۱، جامع المسانید

لابن الجوزی: ۳۸۶۱، مکتبۃ الرشدریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال السلمی الاغاطی البصری ابو محمد (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) محمد بن زیاد الحنفی المدنی ساکن البصرہ (۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۲۵)

اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق علماء کے اقوال

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا دے۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس حدیث میں گدھے کے سر یا گدھے کی صورت سے مجازاً یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو انتہائی بے وقوف بنا دے کیونکہ اس امت میں مسخ کا وقوع جائز نہیں ہے۔

قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا: اس امت میں گدھے کی صورت میں مسخ ہونے کا وجود نہیں ہے کیونکہ یہ امت مسخ سے مامون اور محفوظ ہے اور گدھے کی صورت میں مسخ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس شخص میں بصیرت کم ہوگی اور عناد زیادہ ہوگا، لیکن ان علماء کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ امت مسخ سے مامون اور محفوظ ہے کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت کے آخر میں بھی مسخ کا وقوع ہوگا۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۲۷۷)

اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق احادیث

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر عذاب کا نزول حلال ہو جائے گا، آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) جب مال غنیمت کو (ذاتی) دولت بنالیا جائے (۲) اور امانت کو مال غنیمت بنالیا جائے (۳) اور زکوٰۃ کو جرمانہ بنالیا جائے (۴) اور کوئی شخص اپنی بیوی کی اطاعت کرے (۵) اور ماں کی نافرمانی کرے (۶) اور دوست کے ساتھ نیکی کرے (۷) اور باپ کے ساتھ بدی کرے (۸) اور مساجد میں آوازیں بلند کی جائیں (۹) اور قوم کا سردار رذیل ترین شخص ہو (۱۰) اور کسی شخص کے شر کے خوف سے اس کی عزت کی جائے (۱۱) اور شرابی پی جائیں (۱۲) اور ریشم پہنا جائے (۱۳) اور گانے والیاں رکھی جائیں (۱۴) اور آلات غنا استعمال کریں (۱۵) اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں پس اس وقت تم سرخ آندھیوں کا اور زمین میں دھنسنے کا اور صورتوں کے مسخ ہونے کا انتظار کرو۔ (سنن ترمذی: ۲۲۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مال غنیمت کو دولت بنالیا جائے اور امانت کو مال غنیمت بنالیا جائے اور زکوٰۃ کو جرمانہ کہا جائے اور غیر دین کا علم حاصل کیا جائے ایک شخص اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے اپنے دوست کو قریب کرے اور اپنے باپ کو دور رکھے مساجد میں آوازوں کا ظہور ہو سب سے بڑے فاسق کو قبیلہ کا سردار بنایا جائے اور سب سے رذیل شخص کو قوم کا سردار بنایا جائے اور کسی شخص کے شر کے خوف سے اس کی عزت کی جائے گانے والیوں کا اور آلات غنا کا ظہور ہو اور شرابی پی جائیں اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں اس وقت تم سرخ آندھیوں اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنسنے کا اور شکلوں کے مسخ ہونے کا اور سنگ ریزوں کے برسنے کا اور دیگر نشانیوں کا انتظار کرو۔ (نشانیاں اس طرح پے بہ پے آئیں گی جیسے کسی ہار کے دانے ٹوٹ کر گرنے لگیں۔ (المسند الجامع: ۱۵۲۳۸، سنن ترمذی: ۲۲۱۱))

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں زمین میں دھنسا بھی ہے صورتوں کا مسخ ہونا بھی ہے اور سنگ ریزوں کا برسنا بھی ہے ایک مسلمان شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب گانے والیوں کا آلات غنا کا اور شراب نوشی کا ظہور ہو۔ (سنن ترمذی: ۲۲۱۲)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۶۶۰۔ ج ۱ ص ۱۲۷ پر مذکور ہے وہاں اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ گدھے کی صورت سے مراد اس کی صفت ہے۔

غلام اور آزاد شدہ غلام کی امامت

۵۴۔ بَابُ إِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى

مصحف (قرآن مجید) سے دیکھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق

وَكَاثُ عَائِشَةَ يَوْمَهَا عَبْدُهَا ذُكْوَانٌ مِنَ

الْمُصْحَفِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت ان کے غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر کراتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابوبکر بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے ایک غلام کو بہ طور مدبر آزاد کیا، وہ ان کی رمضان میں مصحف سے دیکھ کر امت کراتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۱۶)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن سیرین، الحکم بن عتیبہ، عطاء اور حسن بصری نے مصحف سے (دیکھ کر) نماز پڑھانے کی اجازت دی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے اور ان کا غلام ان کے پیچھے مصحف لے کر کھڑا ہوتا تھا اور جب کسی آیت میں ان کو اشتباہ ہوتا تو وہ ان کو مصحف کھول کر وہ جگہ دکھا دیتا، امام مالک نے مصحف سے دیکھ کر تراویح کی امامت کی اجازت دی ہے اور ابراہیم النخعی، سعید بن المسیب، شعبی اور حسن بصری نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح نصاریٰ عبادت کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کی روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نمازی کا مصحف سے دیکھ کر نماز میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے اور دوسرے فقہاء نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ یہ نماز میں عمل کثیر ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۶، دارالمعرفۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اگر مصحف سے قرآن پڑھا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی خواہ اس کو قرآن یاد ہو یا نہ یاد ہو، بلکہ جب اس کو سورۃ الفاتحہ حفظ نہ ہو تو اس پر مصحف سے دیکھ کر پڑھنا واجب ہے اور اگر اس نے کبھی کبھی نماز میں ورق پلٹے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اگر اس نے قرآن مجید کے علاوہ کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھا اور اس کو دل میں دہرایا تو اس سے بھی نماز باطل نہیں ہوگی، خواہ وہ طویل عبارت ہو، اس کی امام شافعی نے تصریح کی ہے اور ہمارے اصحاب اس پر متفق ہیں اور ہمارے نزدیک تلقین سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(شرح المہذب ج ۵ ص ۱۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

نماز میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے، خواہ وہ حافظ ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے غلام ذکوان ان کو رمضان میں مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھاتے تھے الزہری نے کہا: ہمارے عمدہ لوگ مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھتے تھے خواہ وہ حافظ

ہوں۔ (کشاف القناع ج ۱ ص ۴۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ

حافظ عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

یہود کی مشابہت کی وجہ سے اس کو مکروہ کہنا بھی ٹھیک نہ ہوا کیونکہ اگر ان کی مخالفت شارع کو مقصود ہوتی تو اس کے لیے ہدایت دی جوتی، علاوہ ازیں جواز کے قائلین میں حضرت عائشہ ہیں جو صحابیہ ہیں اور مانعین میں صرف تابعین ہیں۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۹۰ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا ۳۰۳۰ھ)

مصحف سے دیکھ کر امامت کرانے کی ممانعت میں فقہاء تابعین کے آثار

العیاش العامری بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن حنظلہ البکری ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ لوگوں کو مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھا رہا تھا انہوں نے اس کو ناگ سے مارا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۳)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد الرحمن مصحف سے دیکھ کر نماز پڑھانے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۳)۔
الاعمش بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم الخثعمی اس کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ ایک شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے وہ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۵، مصنف عبد الرزاق: ۳۹۳۹) مغیرہ ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ فقہاء تابعین اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۶)

لیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص مصحف سے پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۷، مصنف عبد الرزاق: ۳۹۳۰)

قنادہ نے کہا: حسن بصری اس کو مکروہ کہتے تھے اور انہوں نے کہا: اس طرح نصاریٰ کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۲۹)۔
حماد اور قنادہ اس کو مکروہ کہتے تھے کہ کوئی شخص رمضان میں مصحف کو دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۳۰)

عامر نے کہا: مصحف سے امامت نہ کرائی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۲۳۱)

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۵۶۵ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کے لیے اس طرح امامت کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ مصحف میں دیکھ کر پڑھ رہا ہو فرض میں نہ نفل میں اگر اس کو یہ علم ہو کہ یہ جائز نہیں ہے پھر بھی وہ اس طرح نماز پڑھائے تو اس کی نماز باطل ہے اور جن نمازیوں کو یہ علم ہو کہ یہ جائز نہیں ہے ان کی نماز بھی باطل ہے۔

شیخ ابن حزم نے کہا: جس شخص کو قرآن حفظ نہیں ہے اس کو اللہ نے اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ اس کو نماز میں پڑھے جو اس کو حفظ نہیں ہے کیونکہ یہ اس کی طاقت میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ: ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا۔

اور جس چیز کا وہ مکلف نہیں ہے اس کو نماز میں کرنا باطل ہے اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنا ایسا عمل ہے کہ نماز میں اس کے جواز کے متعلق شارع علیہ السلام کی کوئی تصریح نہیں ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک نماز میں مشغولیت ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے اور سعید بن المسیب اور حسن بصری اور دوسرے فقہاء تابعین کا یہی قول ہے۔ (المجلد بالآثار ج ۳ ص ۱۴۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب امام نے مصحف سے دیکھ کر قراءت کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسف اور امام شافعی نے کہا: یہ نماز مکمل ہے کیونکہ اس نماز کے ساتھ ایک اور عبادت مل گئی ہے البتہ یہ نماز مکروہ ہے کیونکہ یہ اہل کتاب کی عبادت کے مشابہ ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ مصحف کو اٹھانا اس کو پڑھنا اور اس کے ورق پلٹنا عمل کثیر ہے اور اس لیے کہ اس میں مصحف سے استفادہ ہے اور اس سے لقمہ لینا ہے پس یہ اس طرح ہے جس طرح خارج از نماز سے نماز میں لقمہ لیا جائے۔ دوسری دلیل کے اعتبار سے اس میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ مصحف کو اٹھایا ہو یا رکھا ہو۔

(ہدایہ اولین ص ۱۱۸-۱۱۷ کارخانہ اسلامی کتب کراچی ۳۸)

علامہ کمال الدین عبدالواحد بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ سے جو یہ روایت ہے کہ ذکوان ان کو مصحف سے نماز پڑھاتے تھے اس کی توجیہ یہ ہے کہ وہاں مصحف کسی چیز پر رکھا ہوا تھا اور ذکوان مصحف کو ہاتھ میں اٹھاتے تھے نہ اس کے ورق پلٹتے تھے بلکہ کسی چیز پر مصحف شریف رکھا ہوا تھا اور وہ اس پر نظر ڈال لیتے تھے اور اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ ذکوان نماز شروع کرنے سے پہلے مصحف سے مطلوبہ سورت نکال کر پڑھ لیتے تھے اور اس کو حضرت عائشہ نے مجازاً مصحف سے امامت کرانا فرمایا۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْغُلَامِ الَّذِي لَمْ يَحْتَلِمَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَهُمْ أَقْرَبُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ يَغْيِرُ عَلَيْهِ

اور طوائف کے بیٹے اور دیہاتی اور نابالغ لڑکے کی امامت کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو کتاب اللہ کی زیادہ قراءت کرنے والا ہو وہ ان کی امامت کرے اور غلام کو بغیر کسی علت کے جماعت کرانے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

اس تعلیق میں جن کی امامت کا ذکر کیا گیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

غلام کو امام بنانے کے متعلق احادیث

ابوسفیان بیان کرتے ہیں کہ وہ بنو عبد الاشہل کی امامت کراتے تھے اور وہ مکاتب تھے (یعنی غلام تھے) اور ان کی آزادی کی قیمت مقرر تھی) اور ان میں نبی ﷺ کے اصحاب بھی تھے ان میں محمد بن مسلمہ اور سلمہ بن سلمہ بھی تھے انہوں نے اس غلام کو امامت سے مؤخر کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب انہوں نے اس کی قراءت سنی تو کہا: اس جیسے شخص کو مؤخر نہیں کیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۰۴)

الضحاک نے کہا: غلام آزاد لوگوں کی امامت نہ کرائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۱۳)

غلام کی امامت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کے علاوہ حضرت ابوذر حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود صحابہ میں سے اور تابعین میں سے حسن بصری ابن سیرین النخعی الشعمی احناف اور فقہاء میں سے الثوری امام ابو حنیفہ امام شافعی امام احمد اور اسحاق غلام کی اقتداء میں نماز کو جائز قرار دیتے ہیں ابو مجلز نے غلام کی امامت کو مکروہ کہا ہے امام مالک نے کہا ہے کہ آزاد لوگوں کو غلام نماز نہ پڑھاتے سوائے اس صورت کے کہ غلام قاری ہو اور آزاد لوگ قراءت پر قادر نہ ہوں البتہ جمعہ اور عید میں اس کی امامت جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ اور عید میں اس پر واجب نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سنو! اور اطاعت کرو خواہ تم پر حبشی کو حاکم بنا دیا جائے جس کا سر انگوڑی کی مثل ہو۔ (صحیح البخاری: ۱۳۲، صحیح مسلم: ۱۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۲)

جب نبی ﷺ نے حبشی غلام کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۳۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

غلام کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ مرغینانی حنفی نے لکھا ہے: غلام کو امام بنانا مکروہ (تجزیہ) ہے کیونکہ وہ احکام نماز کی تعلیم کے لیے فارغ نہیں ہوتا۔

(ہدایہ اولین ص ۱۰۱، کارخانہ اسلامی کتب کراچی ۳۸)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غلام کی امامت مکروہ تجزیہ ہے کیونکہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت میں مشغول رہتا ہے۔ البسوط میں مذکور ہے کہ غلام کی امامت جائز ہے اور اس کے غیر کی امامت مستحب ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آزاد اس سے اولیٰ ہے کیونکہ امامت بہت عظیم منصب ہے اور آزاد اس کے زیادہ لائق ہے جو غلام فقیہ ہو وہ امامت کے زیادہ لائق ہے کیونکہ حضرت ابوحنیفہ کے آزاد شدہ غلام سالم مسجد قباء میں مہاجرین اولین کی امامت کراتے تھے اور ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے کیونکہ ان کو ان سب سے زیادہ قرآن حفظ تھا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۲۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

طوائف کے بیٹے کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات

وکیع نے کہا: ہمیں امام ابوحنیفہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے عطاء سے ولد الزنا کی امامت کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیا ان میں ایسے لوگ نہیں ہیں جو ہم سے زیادہ روزے رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۹۱)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابراہیم النخعی، شععی، عطاء اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ولد الزنا جب نیکو کار ہو تو اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کے ماں باپ کا اس پر بالکل گناہ نہیں ہے قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ. (الانعام: ۱۶۳)

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

ثوری، امام ابوحنیفہ، اوزاعی، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

عمر بن عبدالعزیز اور مجاہد نے کہا ہے کہ ولد الزنا کی امامت مکروہ ہے امام مالک نے کہا: میرے نزدیک اس کو مستقل امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو گناہ سمجھتے ہیں۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۳۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ولد الزنا کی امامت مکروہ (تجزیہ) ہے کیونکہ اس کا کوئی باپ نہیں ہے جو شفقت سے اس کو ادب سکھائے پس اس پر جہل

غالب رہے گا اور اس کو امام بنانے سے لوگ نفرت کریں گے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۰۱، کارخانہ اسلامی کتب کراچی ۳۸)

امام شافعی نے کہا: میرے نزدیک اس کو امام بنانا مکروہ ہے جس کا باپ معروف نہ ہو ابن حزم نے کہا: تابعین، خاص غلام اور

الزناء اور ان کی اصداء اور قرشی سب برابر ہیں ان کے درمیان صرف قراءت کے اعتبار سے فضیلت ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ نے کہا ہے کہ غلام اور ولد الزناء کی امامت مکروہ (تزیہی) ہے کیونکہ ان کی تکریم نہیں کی جاتی لیکن اگر ان کو امام بنا دیا جائے تو جائز ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۰ فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۶)

دیہاتی کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات

عباس جریری بیان کرتے ہیں کہ ابو مجلز اعرابی کی امامت کو مکروہ کہتے تھے اور حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۸۱)

دارم بیان کرتے ہیں: میں نے سالم سے پوچھا: کیا اعرابی مہاجر کو امام بنایا جائے انہوں نے کہا: جب وہ نیک ہو تو پھر اس میں کیا حرج ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۸۲)

حماد بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم التحفی نے کہا: اعرابی کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۸۳)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اعرابی کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۸۵)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر اعرابی (دیہاتی) عالم ہو تو وہ اور شہری برابر ہیں لیکن زیادہ تر دیہاتی نماز کے احکام سے جاہل ہوتے ہیں ابو مجلز اور امام مالک نے ان کی امامت کو مکروہ کہا ہے انہوں نے کہا: دیہاتی کو امام نہ بنایا جائے خواہ وہ سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو کیونکہ وہ نماز کے احکام سے جاہل ہوتے ہیں امام ابو حنیفہ امام شافعی ثوری اور اسحاق نے ان کی امامت کو جائز کہا ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

دیہاتی کی امامت مکروہ (تزیہی) ہے کیونکہ دیہاتیوں پر جہل کا غلبہ ہوتا ہے اور اگر غلام و زالدنا اور اعرابی کو امام بنا دیا جائے تو جائز ہے کیونکہ حدیث میں ہے: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۳۳)

(ہدایہ اولین ص ۱۰۱ کارخانہ اسلامی کتب کراچی ۳۸)

علامہ عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے کراہت کے ساتھ ان کی امامت کو جائز کہا ہے کیونکہ ان پر جہل کا غلبہ ہوتا ہے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

تابلغ لڑکے کی امامت کے متعلق احادیث اور آثار

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ تابلغ لڑکے کو امام نہ بنایا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۸۵۶)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۳۸۵۷)

عبدالحزیز بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سوید لڑکے تھے اور ان کو طائف کے لوگوں نے تراویح میں امام بنا دیا پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر اس کے متعلق مشورہ طلب کیا حضرت عمر ناراض ہوئے اور ان کو جواب لکھا: جب تک کوئی لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۸۵۹)

معمر بیان کرتے ہیں کہ ضحاک بن قیس نے ایک نابالغ لڑکے کو امام مقرر کر دیا اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی ان سے کہا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا: اس لڑکے کو مجھ سے زیادہ قرآن یاد ہے میں نے اس کو اس لیے امام بنایا ہے معمر نے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ کے عہد میں ایک نابالغ لڑکا نماز پڑھاتا تھا اور اس کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۳۸۶۰)

معمر ایوب سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے مکہ فتح کیا تو آپ کے پاس لوگوں کے وفود آئے ایک لڑکا قبیلہ جرم سے تھا جس کا نام عمرو بن سلمہ تھا جب بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے والوں میں سے کوئی شخص ان کے پاس سے گزرتا وہ اس سے قرآن مجید سن کر یاد کر لیتے تھے اس کو اپنی قوم میں سب سے زیادہ قرآن یاد تھا وہ اپنی قوم کی امامت کراتے تھے اور وہ اس وقت نابالغ تھے انہوں نے پرانا تہبند باندھا ہوا تھا قبیلہ کی ایک بوڑھی عورت نے کہا: تم اپنے امام کو کپڑے کیوں نہیں پہناتے؟ پھر ان کی قوم نے ان کے لیے تین درہم کا تہ بند خریدا انہوں نے کہا: مجھے اس سے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۸۶۱)

نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حسن بصری نے نابالغ لڑکے کی امامت کو جائز کہا ہے امام شافعی اسحاق اور ابو ثور کا یہی قول ہے عطاء اور شعبی نے اس کو مکروہ کہا ہے امام مالک ثوری اور امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۸۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)۔ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے غزوہ فتح مکہ کے باب میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سات سال کی عمر میں اپنی قوم کی امامت کراتے تھے اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے وہ نوافل کی جماعت کراتے ہوں نہ کہ فرائض کی اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرائض کی جماعت کراتے تھے کیونکہ نبی ﷺ نے اس وفد سے فرمایا: تم فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھو پس جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو وہ امامت کرائے حضرت عمرو بن سلمہ نے کہا: پس انہوں نے تلاش کیا تو کسی کو مجھ سے زیادہ قرآن یاد نہیں تھا تو انہوں نے مجھے امام بنادیا اور اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی۔ (صحیح البخاری: ۴۳۰۴) اس حدیث میں فرائض کی امامت کی تصریح ہے۔

نیز حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں (قبیلہ) جرم کے جس مجمع میں ہوتا تو میں ہی ان کا امام ہوتا تھا اور میں اس وقت سے لے کر آج تک ان کے جنازوں کی امامت کراتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۵۸۷)

اس حدیث میں فرائض اور نوافل دونوں کی امامت کی تصریح ہے۔

ابن حزم نے اس پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو وہ امامت کرائے اور یہ حکم بالغوں کی طرف متوجہ ہے حضرت عمرو بن سلمہ کی طرف یہ حکم متوجہ نہیں ہے کیونکہ وہ نابالغ تھے اور نابالغ سے قلم تکلیف اٹھایا گیا ہے ابن حزم کی یہ دلیل قاسد ہے کیونکہ حضرت عمرو بن سلمہ خود امام نہیں بنے تھے ان کے قبیلہ کے لوگوں نے ان کو امام بنایا تھا اور وہ سب بالغ تھے۔

حسن بصری اور امام شافعی نے کہا ہے کہ بچے کی امامت جائز ہے اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام

احمد سے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں اور ان کی مشہور روایت یہ ہے کہ نوافل میں اس کی امامت جائز ہے اور فرائض میں اس کی امامت جائز نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۷-۲۸۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

سمجھ دار نابالغ لڑکے کا فرائض میں بالغوں کی امامت کرنا صحیح نہیں ہے اور نوافل میں امامت کرنا صحیح ہے (الی قولہ) ولد الزناء اور اعرابی کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الاتقاع ج ۱ ص ۵۸۸-۵۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نابالغ لڑکے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے امام احمد کا بھی یہی قول ہے داؤد نے کہا ہے کہ نفل کے متعلق امام ابو حنیفہ سے دو روایتیں منقول ہیں امام احمد نے بھی کہا ہے کہ اس کی اقتداء میں نفل جائز ہیں حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو وہ امامت نہ کرائے اسی طرح حضرت ابن مسعود نے کہا ہے: ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ نابالغ لڑکے کو اگر تراویح میں امام بنا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۹۲ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ اَبْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْاَوَّلُونَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعَ بَقْبَاءَ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمُهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ وَكَانَ اكْثَرُهُمْ قُرَانًا. [طرف الحدیث: ۷۱۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن منذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں آنے سے پہلے مہاجرین اولین کی جماعت قباء میں آئی تو وہاں حضرت ابو حذیفہ کے آزاد شدہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ ان کی امامت کرتے تھے اور

(سنن ابوداؤد: ۵۸۸، صحیح ابن خزیمرہ: ۱۵۱۱) ان کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر ابو اسحاق الحزازی المدنی (۲) انس بن عیاض (۳) عبید اللہ العمری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۱)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اور حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ کا تعارف

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی توجیہ یہ ہے کہ کبار قرشی صحابہ کا حضرت سالم کو امام بنانے پر اتفاق تھا اور حضرت سالم انصار کی ایک عورت کے غلام تھے جس نے ان کو آزاد کر دیا تھا اور ان کے آزاد کیے جانے سے پہلے ان کو امام بنایا گیا تھا اور اس سے امام بخاری کے اس قول کی مناسبت ظاہر ہو گئی اور غلام کو بغیر کسی علت کے جماعت کرانے سے منع نہیں کیا جائے گا ان کو انصار کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا اس کے باوجود ان کو کہا جاتا: حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آزاد ہونے کے بعد حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ ملازم رہے اور ان کو حضرت ابو حذیفہ نے اپنا بیٹا بنالیا تھا اور جب باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنے سے ممانعت کر دی گئی تو سالم بن ابو حذیفہ کے بجائے سالم مولیٰ ابو حذیفہ کہا جانے لگا حضرت سالم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۷)

۶۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحُ عَنْ أَنَسٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِسْمَعُوا وَأَطِيعُوا
وَأِنْ اسْتَعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَانَ رَأْسُهُ زَيْبَةً.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے
کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح
نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے
فرمایا: سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کسی حبشی کو حاکم بنادیا جائے جس
[اطراف الحدیث: ۶۹۶-۷۱۴]

کا سر انگور کی طرح ہو۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۰، سنن کبریٰ: ج ۸ ص ۱۵۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۸۷، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۲۵، شرح السنہ: ۲۳۵۲، شعب الایمان:

۷۳۴۶، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۱۲۶، ج ۱۹ ص ۱۷۸، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع البسائیہ لابن الجوزی: ۱۵۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابوالتیاح، ان کا نام یزید بن حمید الضحیٰ ہے (۵) حضرت
انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حبشی غلام کے احکام سننے اور اس کی اطاعت
کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو یہ نماز میں بھی اس کی اقتداء کرنے کو مستلزم ہے اور جب اس کو امیر
اور والی بنانا جائز ہے تو نماز میں بھی امام بنانا جائز ہے۔

غلام کے حاکم بننے کی توجیہ اور جو اپنی طاقت سے اقتدار پر قبضہ کرے اس کی اطاعت کا وجوب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غلام کو امام بنانے کی صحت پر دلیل ہے علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ غلام کو اعمال
اور حکام میں سے بنانا جائز ہے اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ غلام کو ائمہ اور خلفاء سے بنانا جائز ہے، کیونکہ خلافت قریش کے
ساتھ مخصوص ہے اور اس میں دوسروں کا دخل نہیں ہے، علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ غلام کو والی بنانا کس طرح جائز ہے جب کہ ولایت کی
شرط حریت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کو بعض ائمہ والی بنادیں یا وہ غلام خود اپنی طاقت سے غالب ہو کر والی بن جائے
نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر سلاطین ظلم بھی کریں پھر بھی ان کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ایسا فتنہ پیدا
ہوگا جس سے بہت سی جانیں اور مال ضائع ہوں گے اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ باغی کی اطاعت کرنا واجب ہے کیونکہ آپ
نے حبشی کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حبشی غلبہ سے اقتدار پر قابض ہوا ہوگا اور فقہاء کا اس پر
اتفاق ہے کہ متغلب جب تک جمعہ جماعت، عید اور جہاد کو قائم کرتا رہے اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۵۵۔ بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الْإِمَامُ

جب امام کی نماز مکمل نہ ہو اور مقتدی

وَأَتَمَّ مَنْ خَلْفَهُ

کی نماز مکمل ہو جائے

امام بخاری نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آیا یہ صورت درست ہے یا نہیں، امام شافعی کے نزدیک یہ ہو سکتا ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو
جائے اور مقتدی کی نماز فاسد نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک اقتداء فقط متابعت کا نام ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب امام کی نماز
فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو مضمّن ہوتی ہے، امام بخاری نے عنوان میں یہ ذکر

نہیں کیا کہ یہ صورت درست ہے یا نہیں تاکہ اس حدیث کا عنوان دونوں مذہبوں کو شامل ہو جائے۔

۶۹۴۔ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصَلُّونَ لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ وَإِنْ أَخْطَوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ. (سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۷۔ شرح النبی: ۸۳۹، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۸۲۶۳، ج ۱۳ ص ۲۹۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن سہل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الحسن بن موسیٰ الاشیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ائمہ) تمہاری نمازیں پڑھائیں گے اگر انہوں نے صحیح نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے اور اگر انہوں نے خطا کی تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الفضل بن سہل بن ابراہیم الاعرج البغدادی یہ امام بخاری کے کم سن اساتذہ میں سے ہیں امام بخاری سے پہلے فوت ہوئے تھے امام بخاری عید الفطر کی شب ۲۵۶ھ میں فوت ہوئے تھے اور الفضل بن سہل بغداد میں پیر کے دن ۲۷ صفر ۲۵۵ھ میں فوت ہوئے تھے (۲) الحسن بن موسیٰ الاشیب ابوعلی الکوفی یہ خراسان کے رہنے والے تھے اور بغداد میں رہے حمص، موصل، پھر طبرستان میں قاضی رہے اور ۲۰۹ھ میں فوت ہو گئے (۳) عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار مدنی یہ حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے (۴) زید بن اسلم ابواسامہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (۵) عطاء بن یسار ابو محمد یہ حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب امام کی نماز مکمل نہیں ہوئی اور مقتدی کی نماز مکمل ہوگی تو مقتدی پر کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ذر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حاکم ہوں گے جو نماز کو فوت کریں گے یا نماز کو مؤخر کریں گے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم نماز اپنے وقت پر پڑھنا اور اگر تم اس نماز کو ان کے ساتھ پالو تو اس کو پڑھ لیتا وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۶۳۸، سنن ابوداؤد: ۳۳۱، سنن ترمذی: ۱۷۶، سنن نسائی: ۷۷۳)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب میرے بعد تم پر ایسے حکمران ہوں گے جن کو نماز اپنے وقت پر پڑھنے سے کچھ چیزیں روک لیں گی پس تم اپنے وقت پر نماز پڑھنا ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگر تم چاہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۸۹)

حضرت قبیصہ بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد تم پر ایسے حکمران ہوں گے جو نمازوں کو مؤخر کریں گے پس تمہارے لیے ان نمازوں کا ثواب ہوگا اور ان کے لیے ان نمازوں کا عذاب ہوگا پس جب تک وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں تم ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۳)

تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے پہلے لوگ گھروں میں وقت پر اپنی نماز پڑھیں
 علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام کا رکوع اور سجود ناقص ہو تو اس کی اقتداء میں پڑھنے والوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی، ماسوا اس صورت کے کہ نماز کے فرائض میں نقص ہو پھر اس کی اقتداء جائز نہیں ہے (علامہ ابن بطل کی اس عبارت میں خدشہ ہے کیونکہ رکوع اور سجود نماز کے فرائض میں سے تو ہیں۔ سعیدی غفرلہ) اگر اس کو اس امام سے خطرہ ہو تو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے بعد اس کی اقتداء میں بھی نماز پڑھ لے اور اس امام کی اقتداء میں نماز نفل ہو جائے گی، آپ نے جو فرمایا ہے: اگر انہوں نے صحیح نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اگر انہوں نے نماز اس کے وقت میں پڑھائی تو اس کا ثواب تمہارے لیے ہے اور اگر انہوں نے خطا کی یعنی نماز کا وقت نکلنے کے بعد نماز پڑھی تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے، بنو امیہ اسی طرح نماز میں بہت زیادہ تاخیر کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو نمازوں کو ان کا وقت نکلنے کے بعد پڑھیں گے، پس جب تم ایسے لوگوں کو پاؤ تو نمازوں کو ان کے اوقات میں اپنے گھروں میں پڑھو پھر ان کے ساتھ بھی نماز پڑھو اور اس کو نفل قرار دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۰)

اس حدیث کو حضرت ثوبان اور حضرت ابوذر نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تفسیر ہے جس میں آپ نے فرمایا: اگر وہ خطا کریں تو تمہارے لیے اس کا ثواب ہے اور ان کے لیے اس کا عذاب ہے، یعنی تمہارے لیے اس نماز کا ثواب ہوگا جو تم نے وقت کے اندر گھر میں پڑھی ہے اور سلف صالحین کی جماعت اسی طرح کرتی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجاج نے عرفات میں نماز کو مؤخر کر دیا تو حضرت ابن عمر نے اپنے خیمہ میں نماز پڑھ لی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۵)

حجاج جمعہ کی نماز کو مؤخر کرتا تھا اور حضرت ابو وائل ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں، پھر مسجد جائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۷)

ابراہیم النخعی اپنے گھر میں نماز پڑھتے، پھر جا کر حجاج کے ساتھ نماز پڑھتے اور مسروق زیاد کے ساتھ اسی طرح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۲)

تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں لوگ نماز پڑھیں اور گھروں میں اپنی نماز نہ پڑھیں
 امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ بسام نے ابو جعفر محمد بن علی سے امراء کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: ان کے ساتھ نماز پڑھو اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مروان کی اقتداء میں نماز کو شمار کرتے تھے، میں نے کہا: لوگوں کا گمان ہے کہ وہ تقیہ کرتے تھے، انہوں نے کہا: یہ تقیہ کیسے ہو سکتا ہے بے شک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مروان کو اس کے منہ پر برا کہتے تھے اور وہ اس وقت منبر پر ہوتا تھا، حتیٰ کہ وہ پیٹھ پھیر لیتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۶۷)

جعفر بن محمد سے کہا گیا کہ آپ کے والد گھر جا کر نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! وہ امام کی نمازوں پر زیادہ نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۹)

ابراہیم نے کہا: جب ائمہ نماز کو وقت سے تھوڑا سا مؤخر کرتے تھے تو حضرت عبداللہ بن مسعود ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے: ہر وہ نیا کام جس کی رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کوئی مثال نہ ہو اس کی دو قسمیں ہیں: اول بدعت ضلالہ ہے یہ وہ نیا کام ہے جو سنت کے مخالف اور اس کا مغیر ہو اور اس کو دین میں داخل کر لیا جائے اور ثانی بدعت حسنہ ہے یہ وہ نیا کام ہے جس کو مؤمنین نیک قرار دیں اور وہ کام کتاب یا سنت یا آثار صحابہ یا اجماع کے خلاف نہ ہو اور یہاں بدعت سے مراد بدعت ضلالہ ہے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: بدعت سے مراد وہ اعتقاد ہے جو اہل سنت والجماعت کے خلاف ہو۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۸۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بدعت سے مراد بدعت قبیحہ ہے اور بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: الواجبہ المندوبہ المحرمہ المکروہہ اور المباحہ امام شافعی نے فرمایا: المحدثات (نئے کاموں) کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم ہے جو کتاب یا سنت یا آثار صحابہ یا اجماع کے خلاف ہو اور یہی بدعت ضلالہ ہے اور دوسری وہ قسم ہے جو ان امور کے مخالف نہ ہو اور یہ قسم غیر مذموم ہے۔

(شرح الکرمانی جز ۵ ص ۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

بدعت وہ نیا کام ہے جس کی شریعت میں اصل نہ ہو اور وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: حسنہ اور قبیحہ اور اس جگہ بدعت سے مراد بدعت قبیحہ ہے۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۲۳۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلَّى وَعَلَيْهِ بَدْعُهُ. اور حسن بصری نے کہا: نماز پڑھو اور اس کی بدعت اس کے

اوپر ہے۔

حسن بصری سے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس کی اقتداء میں نماز پڑھو اور اس کی بدعت کا گناہ اس کے اوپر ہے اس تعلق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۶)

محمد یحییٰ کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

در مختار میں مذکور ہے کہ بدعتی کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے اور بدعت کی تعریف یہ ہے: جو چیز رسول اللہ ﷺ سے معروف ہو اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اور یہ خلاف کسی عناد سے نہ ہو بلکہ شبہ سے ہو اور جو ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ خوارج کی بھی نہیں کیونکہ ان کی بدعت تاویل اور شبہ سے ہے اور جو چیز ضروریات دین سے ہو اس کا انکار کفر ہے جیسے کوئی کہے: اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور حضرت ابوبکر صدیق کی صحابیت کا انکار کرے سو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا اصلاً صحیح نہیں ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶) (حاشیہ لامع الدراری ج ۱ ص ۲۶۹ ایچ۔ ایم۔ سعید کہنی کراچی)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین حنفی دمشقی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) بدعت واجبہ جیسے گمراہ فرقوں کا رد کرنا اور کتاب و سنت کو سمجھنے کے لیے علم نحو کو پڑھنا (۲) بدعت مستحبہ جیسے سرائے اور دینی مدارس کو بنانا اور ہر وہ نیک کام جو عہد رسالت اور عہد صحابہ میں نہیں تھا (۳) بدعت مباحہ جیسے عمدہ پوشاک پہننا اور لذیذ کھانے کھانا (۴) بدعت مکروہہ جیسے مساجد کو مزین کرنا (۵) بدعت محرمہ یا ضلالہ یہ وہ نیا کام ہے جو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے خلاف اور اس کا مغیر ہو اور اس کی بنیاد کسی شبہ پر ہو اور اس کو دین تو قیوم اور صراط مستقیم بنالیا جائے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

نواب صدیق حسن بھوپالی کا اقسام بدعت کا انکار کرنا اور مصنف کا ان پر رد

شیخ محمد صدیق بن حسن بھوپالی التونی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے بدعت کی واجبہ مستحبہ، محرمہ مکروہہ اور مباحہ کی طرف تقسیم کی ہے اور ان کے علاوہ دیگر نے حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم کی ہے جیسا کہ اہل بدعت کی اس جماعت نے کہا ہے جن کے دلوں میں پچھڑے (شرک) کی محبت پلا دی گئی اور اس تقسیم کے ثبوت میں کتاب ہے نہ سنت صحیحہ ہے ان لوگوں نے اس تقسیم کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور اہل حق نے ان کا شدید رد کیا ہے۔ (حالانکہ یہ تقسیم امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے جیسا کہ علامہ کرمانی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(السراج الوہاج ج ۲ ص ۱۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

نواب صدیق حسن خان کے ممدوح ابن تیمیہ اور شوکانی کا بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم کرنا

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی التونی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

دین میں بدعت نکالنا اگرچہ اصل میں مذموم ہے جیسا کہ کتاب اور سنت کی اس پر دلالت ہے اور اس میں بدعات قولیہ اور فعلیہ برابر ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے یہ طریق عموم فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۶۷ سنن نسائی: ۱۵۷۸ سنن ابن ماجہ: ۴۵ سند احمد ج ۳ ص ۳۱۰) اور اس حدیث کے عموم پر عمل کرنا واجب ہے اور جس نے بدعت کی دو قسمیں کی ہیں: حسن اور قبیح اس نے خطا کی ہے جیسا کہ فقہاء متکلمین اور صوفیاء نے کیا ہے اور ہر وہ طریقہ جو نص نبوت کے خلاف ہو وہ گمراہی ہے۔ اور جس کام کا نام بدعت حسنہ رکھا گیا ہے اور اس کا حسن دلائل شرعیہ سے ثابت ہے تو اس کے لیے دو چیزوں میں سے ایک لازم ہے:

(۱) یا تو یہ کہا جائے گا کہ وہ کام دین میں بدعت نہیں ہے اگرچہ اس کو لغت کے اعتبار سے بدعت کہا جائے گا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نعم البدعة هذه"۔ (صحیح البخاری: ۲۰۱۰)

(۲) یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث: ہر بدعت گمراہی ہے اس کا حکم عام ہے مگر اس سے بعض بدعات خاص کر لی گئی ہیں کیونکہ اس عموم کا معارض رائج ہے اور جیسا کہ کتاب اور سنت کے اور عموماً تخصیص کے بعد اپنے عموم پر باقی رہتے ہیں اسی طرح یہ حکم عام بھی ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۱۰ ص ۲۱۵-۲۱۴ دار الجیل ریاض ۱۴۱۸ھ)

نیز شیخ ابن تیمیہ بدعات سیئہ کا ذکر کرتے ہیں:

اسی معنی کی وجہ سے شطرنج اور جوئے کی دیگر اقسام مکروہ ہیں کیونکہ یہ آپس میں عداوت اور بغض پیدا کرتی ہیں۔ اسی طرح غنا ہے کیونکہ یہ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اور زنا کی طرف ابھارتا ہے اور قلب کو علم نافع اور عمل صالح سے روکتا ہے اور برائیوں کی دعوت دیتا ہے اور نیکیوں سے منع کرتا ہے۔

اسی طرح بدعات اعتقاد یہ اور عملیہ ہوتی ہیں جو کلمات طیبہ اور اعمال صالحہ سے روکتی ہیں اور وہ حق کے ترک کو متضمن ہوتی ہیں اور ان میں اعتقاد اور عمل کا فساد ہوتا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۱۰۷ دار الجیل ریاض ۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ بدعت حسنہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

جو علماء بدعت کی حسنہ اور سیئہ کی طرف تقسیم کے قائل ہیں ان کے نزدیک بدعت حسنہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ جن اہل علم کی

اقتداء کی جاتی ہے انہوں نے اس کو مستحب قرار دیا ہو اور اس کے استحباب پر دلیل شرعی قائم ہو۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۸۷ دار البیروتیہ ریاض ۱۴۱۸ھ)

شیخ ابن تیمیہ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی مزید مثالیں دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ کام جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا (تراویح کی جماعت) یہ سنت ہے لیکن انہوں نے کہا: ”نعم البدعة هذه“ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۰۱۰) یہ اچھی بدعت ہے کیونکہ یہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہے اور صحابہ نے وہ کام کیا جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نہیں کرتے تھے یعنی اس کی مثل کے لیے مجتمع ہونا اور یہ شریعت میں سنت ہے۔

اسی طرح یہود اور نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالنا اور یہ حجاز، یمن اور یمامہ ہے اور ہر وہ شہر جس پر فارس اور روم نہیں پہنچا تھا جزیرہ عرب ہے اور شہروں میں سے ایک شہر ہے جیسے کوفہ اور بصرہ اور قرآن کو مصحف واحد میں جمع کرنا اور وظائف مقرر کرنا اور جمعہ کے دن پہلی اذان دینا اور عید کے دن شہر سے باہر نماز پڑھانے کے لیے امام مقرر کرنا اور اس قسم کے اور بہت کام جن کو خلفاء راشدین نے سنت قرار دیا کیونکہ ان کاموں کو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے سنت بنایا لہذا یہ تمام کام سنت ہیں اگرچہ لغت کے اعتبار سے ان کاموں کو بدعت کہا جاتا ہے۔

رہا یہ آواز بلند نہایت کرنا اور اس کو بار بار دہرانا تو وہ بدعت سیئہ ہے اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے نہ خلفاء راشدین نے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۲ دار البیروتیہ ریاض ۱۴۱۸ھ)

بدعت کی تقسیم کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات

مشہور غیر مقلد عالم محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”نعم البدعة“۔ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۰۱۰) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ”فتح الباری“ (ج ۲ ص ۷۸۲ دار الفکر بیروت) میں کہا: بدعت اصل میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور شریعت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جو سنت کے مقابل ہو پس بدعت مذموم ہوتی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ نیا کام اگر اس اصول کے تحت درج ہو جو شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ نیا کام اس اصول کے تحت درج ہو جو شریعت میں قبیح ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہے ورنہ وہ مباح کی قسم سے ہے اور بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۱۲ دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

ایک اور غیر مقلد شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

بدعت لغویہ کی یہ قسمیں ہیں: مباحہ، مکروہہ، حسنہ اور سیئہ۔ (ہدیۃ الہدی ص ۱۱۶ طبع قدیم میور پرپس دہلی ۱۳۲۵ھ)

شیخ ابوالحسن عبداللہ بن محمد عبدالسلام مبارک پوری لکھتے ہیں:

بدعت ضلالہ سے مراد وہ بدعت ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو اور جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو جو اس پر دلالت نہ کرے وہ بدعت لغوی ہے اور سلف صالحین کے کلام میں جس بدعت کو حسن کہا گیا ہے اس سے مراد یہی بدعت ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے متعلق کہا: یہ اچھی بدعت ہے۔ (مرعاة المفاتیح ج ۱ ص ۲۶۳ مکتبۃ الریحان سلفیہ سرگودھا طبع ثانی)

نواب صدیق حسن خان نے بدعت کی تقسیم کرنے والوں کے متعلق کہا ہے: ان کے دلوں میں شرک کی محبت پلا دی گئی ہے نواب صاحب کے نزدیک شیخ ابن تیمیہ قاضی شوکانی، شیخ وحید الزمان اور شیخ مبارک پوری ایسے منادی غیر مقلدین بھی شرک کے ہیں!

* ہم نے بیان القرآن میں الحدید: ۲ کی تفسیر میں میں فقہاء اسلام کی عبارات اور ان کے دلائل پیش کیے ہیں جو بدعت کی تقسیم کرتے ہیں کیا یہ سب شرک کے ٹھہرے ہیں۔

۶۹۵۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ بْنِ خِيَارٍ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُوَ مَحْصُورٌ فَقَالَ إِنَّكَ إِمَامٌ عَامَّةٌ وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرَى وَيُصَلِّي لَنَا إِمَامٌ فِتْنَةٌ وَنَخْرُجُ! فَقَالَ الصَّلَاةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسِنْ مَعَهُمْ وَإِذَا أَسَاوُوا فَاجْتَنِبْ إِسَاءَتَهُمْ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا تَرَى أَنَّ يُصَلِّيَ خَلْفَ الْمُخَنَّبِ إِلَّا مِنْ صَرُورَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا.

امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: اور ہم سے محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم کو الزہری نے حدیث بیان کی از حمید بن عبد الرحمن از عبید اللہ بن عدی بن خیار کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت وہ اپنے گھر میں مقید تھے انہوں نے کہا: بے شک آپ تمام مسلمانوں کے سربراہ ہیں اور آپ پر وہ افتاد ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور ہمیں فتنہ برپا کرنے والا امام نماز پڑھا رہا ہے اور ہم حرج میں مبتلا ہیں حضرت عثمان نے فرمایا: نماز لوگوں کا بہترین نیک عمل ہے سو جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو ان کی بُرائی سے اجتناب کرو اور زبیدی نے کہا: زہری نے بیان کیا کہ ہم بغیر شدید ضرورت کے منحنث کی اقتداء میں نماز جائز نہیں سمجھتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الفریابی (۲) عبد الرحمن بن عمر والاوزاعی (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حمید بن عبد الرحمن بن عوف (۵) عبید اللہ بن عدی النوفلی المدنی التابعی انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا تھا لیکن یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کی زیارت کی یہ قریش کے فقہاء اور ثقات سے تھے اور یہ الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۷) باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہمیں فتنہ برپا کرنے والا امام نماز پڑھا رہا ہے۔

حضرت عثمان کے ایام فتنہ میں امام فتنہ کا مصداق کون تھا؟

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ ابن وضاح نے کہا ہے کہ امام فتنہ عبد الرحمن بن عدیس البلوئی تھا یہی وہ شخص تھا جس نے اہل مصر کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکایا تھا علامہ ابن الجوزی نے کہا کہ کنانہ بن بشر نمازیں پڑھاتا تھا اور یہ خوارج کے سرداروں میں سے ایک تھا جب ان لوگوں نے مدینہ پر یورش کی تو اس وقت حضرت عثمان ایک ماہ تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے تھے پھر جب وہ ایک دن نماز پڑھانے کے لیے نکلے تو انہوں نے آپ پر کنکر مارے حتیٰ کہ آپ منبر پر گر پڑے اور اس دن آپ نماز نہ پڑھا سکے پھر اس دن حضرت ابو امامہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے ان کو نماز پڑھانے سے منع کر دیا پھر کبھی عبد الرحمن بن عدیس نماز پڑھاتا تھا اور کبھی کنانہ بن بشر نماز پڑھاتا تھا پھر اسی حالت پر دس دن گزر گئے۔

اگر تم سوال کرو کہ مسلمانوں کو حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف حضرت علی بن ابی طالب حضرت ابویوب انصاری اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے بھی نماز پڑھائی ہے تو ان کے متعلق کیسے کہا جائے گا کہ یہ امام فتنہ تھے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے اس سے مراد ہے: ایام فتنہ میں ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے۔

آیا حضرت عثمان نے باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی یا نہیں!

حضرت عثمان نے فرمایا: نماز لوگوں کا بہترین عمل ہے سو جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو۔
حضرت عثمان کے اس قول سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان ان باغیوں کو برا نہیں کہتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے بہترین نیک عمل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس وقت وہ کوئی بُرائی کریں تو ان کی مذمت نہ کی جائے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس جواب سے یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تھی ابن المنیر نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عثمان کے نزدیک ان باغیوں کی اقتداء میں نماز جائز نہ تھی اور ہو سکتا ہے ان کے کلام کا یہ معنی ہو کہ جو نماز صحیح ہو لوگوں کا بہترین نیک عمل ہے اور خروج کرنے والوں اور باغیوں کی نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ کافر ہیں یا فاسق ہیں لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ سہل بن یوسف انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تھا لوگ ان کی اقتداء میں نماز کو مکروہ جانتے تھے سو حضرت عثمان کے کیونکہ انہوں نے کہا: جو نماز کی دعوت دے اس کی دعوت پر عمل کرو۔

متغلب فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور جمعہ کو ترک نہ کرنا خواہ جمعہ عادل پڑھائے یا ظالم

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ان کی اقتداء میں نماز پڑھ لینا اس سے بہتر ہے کہ تنہا نماز پڑھی جائے اور جماعت کو معطل کر دیا جائے۔

امام محمد بن الحسن نے کہا ہے کہ اگر شہر میں کوئی شخص اپنی قوت سے غالب آجائے اور لوگوں کو جمعہ پڑھائے تو یہ جائز ہے اور حسن بصری سے منقول ہے کہ ان ایام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازیں جمعہ اور عید پڑھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے زیادہ لائق تھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے راضی تھے اور انہوں نے ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں خواہ انہوں نے حضرت عثمان کی اجازت سے یہ نمازیں پڑھائیں یا ان کی اجازت کے بغیر۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خطبہ دیا اور اس میں یہ بھی فرمایا: یاد رکھو! میں نے اس مقام میں اور اس دن میں اور اس مہینہ میں اور اس سال میں اب سے لے کر قیامت تک جمعہ کو فرض کر دیا ہے پس جس نے میری حیات میں یا میرے بعد جمعہ کو ترک کر دیا حالانکہ اس کے لیے امام عادل یا امام ظالم موجود تھا اور اس کے ترک کرنے کا سبب جمعہ کی تخفیف کرنا تھا یا جمعہ کا انکار کرنا تو اللہ اس کے متفرق امور کو جمع نہ کرے اور اس کے کام میں برکت نہ دے سنو! اس کی نماز مقبول ہے نہ زکوٰۃ نہ حج نہ روزہ نہ کوئی اور نیکی حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے اور جو توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (الحديث سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۱)

اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جمعہ صرف سلطان قائم کرے گا (یعنی ملک کا سربراہ) یا جس کو وہ حکم دے مثلاً سلطان کا نائب قاضی اور خطیب۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کی سند میں عبد اللہ بن محمد ہے اور وہ مجروح راوی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی متعدد سندیں ہیں جن کی وجہ سے اس کو قوت حاصل ہو گئی ہے اور اس سے استدلال کرنا صحیح ہے۔

رہا باغیوں اور بدعتیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا تو اس میں علماء کا اختلاف ہے ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے ان میں سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ وہ حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اسی طرح ابن ابی لیلیٰ اور سعید بن جبیر تھے بعد میں ان دونوں نے اس کے خلاف خروج کیا انھوں نے کہا: وہ حکام کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے وہ جیسے بھی ہوں اور ابو اؤل

ابن ابی عبید کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے، میمون بن مہران سے سوال کیا گیا کہ باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: تم ان کے لیے نماز نہیں پڑھتے، تم اللہ کے لیے نماز پڑھتے ہو اور ہم حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور وہ حروری ازرقی تھا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۹ ملخصاً وخرجا دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت عثمان کے ایام فتنہ میں نماز پڑھانے والے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عبید اللہ بن عدی بن خیاری نے کہا: ہمیں امام فتنہ نماز پڑھا رہے ہیں اس کی تشریح میں دو قول ہیں: ابن وضاح نے کہا: امام فتنہ عبد الرحمان بن عدیس بلوی ہے جس نے اہل مصر کو حضرت عثمان کے خلاف بغاوت پر اکسایا تھا۔

دوسرا قول ابو جعفر داؤدی کا ہے انہوں نے کہا: ایام فتنہ میں کوئی باغی نماز نہیں پڑھاتا تھا کیونکہ حضرت عثمان نے کہا: نماز لوگوں کا بہترین عمل ہے پس جب لوگ نیک کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب حضرت عثمان محصور تھے تو فضلاء صحابہ نے نمازیں پڑھائیں ان میں حضرت ابویوب انصاری، حضرت سہل بن حنیف اور ان کے بیٹے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم تھے۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ عقبہ بن مسلم مزنی بیان کرتے ہیں کہ آخری بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن نکلے انہوں نے سرخ حلتہ پہنا ہوا تھا ان کے سر اور ڈاڑھی پر زرد رنگ کا خضاب لگا ہوا تھا جب حضرت عثمان منبر تک پہنچے تو لوگوں نے ان کو کنکر مارنے شروع کر دیے پھر حضرت عثمان نماز نہ پڑھا سکے اور لوگوں کو حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے نماز پڑھائی۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس وقت حضرت عثمان محصور تھے۔

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ انہوں نے اس رات خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کی آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا: اللہ نے تمہیں ایک قمیص پہنائی ہے اگر لوگ تم سے یہ ارادہ کریں کہ تم اس قمیص کو اتارو تو تم اس کو مت اتارنا آپ کی اس سے مراد خلافت تھی اور نبی ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ حضرت عثمان اس بلوی کی مصیبت میں شہید ہوں گے اس لیے وہ خلافت سے سبک دوش نہیں ہوئے اور انہوں نے اپنے نفس پر شدت برداشت کی تاکہ انہیں شہادت اور عظیم اجر حاصل ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۷ سنن سعید بن منصور: ۲۹۴۶)

ابو جعفر داؤدی نے کہا ہے کہ جب محاصرہ طویل ہو گیا تو ایک مدت تک حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے پھر حضرت ابویوب رک گئے اور حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نماز پڑھاتے رہے پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی کیونکہ جمعہ اور عید کی نماز وہی پڑھا سکتے ہیں جو ائمہ میں سے ہوں اور امامت کے مستحق ہوں حضرت علی نے یہ اس لیے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے شہر میں آپ کی سنت ضائع نہ ہو۔

منش کی اقتداء میں نماز اس وقت جائز ہے جب وہ برسر اقتدار ہو۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۸۶-۳۸۷ ملخصاً وخرجا دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

فساق، فجار اور باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان کی اقتداء میں تم پر فرض نماز پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو خواہ وہ گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۳۳-۵۹۳، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲۱)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں حضرت ابن الزبیر اور حجاج کی لڑائی سے الگ رہے اور حجاج منیٰ میں نماز پڑھاتا تھا اور حضرت ابن عمر حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مروان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے کسی نے پوچھا: وہ گھر جا کر نماز کو دہراتے نہیں تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! وہ ائمہ کی نماز پر اضافہ نہیں کرتے تھے۔

عبدالکریم البکاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے دس اصحاب کو دیکھا وہ سب ظالم حکام کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۲۲-۱۲۱، نشر السنۃ، ملتان)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

باغیوں اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ ان کی اقتداء میں نماز جائز ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھی اور ابن ابی لیلیٰ نے بھی حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھی اور سعید بن جبیر نے بھی اس کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

انہی نے کہا: امراء کے جو بھی عقائد ہوں لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور ابووائل مختار کی اقتداء میں جمعہ پڑھتے تھے۔ اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ میں اباضیہ اور واصلیہ کی اقتداء میں نماز کو پسند نہیں کرتا۔ ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اگر مسجد کا امام قدری (منکر تقدیر) ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ دوسرے امام کی اقتداء میں نماز پڑھے۔

ابن القاسم مالکی نے کہا: امام مالک سے اہل بدعت کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز کو دہرانے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے توقف کیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۸۷-۳۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا موقف

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، تنہا نماز پڑھنے کی بہ نسبت ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۰، دار المعرفۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز صحیح ہے حرام نہیں ہے لیکن وہ مکروہ ہے اسی طرح اس بدعتی کی اقتداء مکروہ ہے جس کی بدعت کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی جاتی امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ فاسق اور بدعتی کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے اور اگر پڑھ لی تو صحیح ہے۔ (شرح المہذب ج ۵ ص ۳۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

فاسق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موسیٰ بن احمد الحجاوی الحسنبی المتوفی ۹۶۰ھ اور علامہ السہوتی الحسنبی المتوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے ہیں:

فاسق مثلاً شرابی یا زانی اور بدعتی مثلاً خارجی یا رافضی کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت مرد کی امامت نہ کرے نہ اعرابی مہاجر کی اور نہ اجرمومن کی سوا اس کے کہ سلطان اس کو کوڑوں اور تلوار سے ڈرا کر مجبور کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۱) خواہ اس کے فسق کا ابتداء علم ہو یا نہ ہو اور علم کے بعد نماز دہرائے اور جمعہ اور عید بغیر اعادہ کے جائز ہے بہ شرطیکہ اس کے غیر کی اقتداء میں نماز پڑھنا مشکل ہو اور اس کو ان کی ایذا رسانی کا خطرہ ہو تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھ کر دہرائے۔

(الاقناع وکشاف القناع ج ۱ ص ۵۷۷-۵۷۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

فاسق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (سنن دارقطنی: ۱۷۴۳) ج ۲ ص ۵۷۷ دار المعرفۃ بیروت) اور اس لیے کہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے نہیں رُکے حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق شخص تھا اس کے باوجود فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ اس سے جماعت کم ہوگئی اور بہت کم لوگ فاسق کی اقتداء میں رغبت کریں گے۔

شیخ الاسلام نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے کہ اہل بدعت کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے اس سے مراد وہ اہل بدعت ہیں جن کی بدعت کی وجہ سے ان کی تکفیر نہ کی گئی ہو اور جن کی بدعت کی وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی ہو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے جیسے منکر تقدیر اور غالی رافضی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر ہو۔ (المحیط الہدائی ج ۲ ص ۱۷۸ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۳ھ)

علامہ حسن بن منصور اوز جندی حنفی المتوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

جہمیہ قدریہ اور رافضی غالی وغیرہم کے سوا دیگر کی اقتداء جائز اور مکروہ (تنبیہ) ہے اسی طرح اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے جو سودخوری میں معروف ہو یا فاسق معلن ہو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے مروی ہے: جو شخص فاسق یا بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھے وہ جماعت کا ثواب پالے گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی حاشیہ ج ۱ ص ۹۲-۹۱ مطبعہ امیریہ کبریٰ بواق مصر ۱۳۱۰ھ)

علامہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے فرمایا: نابینا دیہاتی غلام ولد الزنا اور فاسق کی امامت جائز ہے اور دوسروں کی امامت میرے نزدیک مستحب ہے۔ علامہ سرخسی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: معظم شخص کو امام بنانے میں جماعت کی کثرت ہوگی اس لیے وہ اولیٰ ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم یہ کہتے ہیں کہ فاسق کو امامت کے لیے مقدم کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور مکروہ (تنبیہ) ہے ہماری دلیل یہ احادیث ہیں: ہر امام کی اقتداء میں نماز واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۳۳ سنن دارقطنی: ۱۷۴۳) اور صحابہ اور تابعین حجاج کی اقتداء میں جمعہ اور دیگر نمازیں پڑھتے تھے اور وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق تھا حتیٰ کہ حسن بصری نے کہا: اگر ہر امت اپنے تمام خبیثوں کو لائے اور ہم صرف حجاج کو لائیں تو ہم غالب رہیں گے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۱۳۳-۱۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فاسق وغیرہ کی اقتداء میں نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸-۲۵۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

شیخ تھانوی کی صحیح بخاری اور مشکوٰۃ کی معروف حدیث سے بے خبری

شیخ اشرف علی تھانوی سے سوال کیا گیا:

ہماری کتب فقہ میں ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے لیکن جب حضرت عثمان کے زمانہ میں بلوہ ہوا اور حضرات صحابہ نے بلوایوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حضرت عثمان سے پوچھا تو آپ نے اجازت دی اور یہ نہیں فرمایا کہ پڑھ کر پھر اعادہ کر لیا کرو حالانکہ بلوایوں سے زیادہ اور کون فاسق اور بدعتی ہو گا خصوصاً ایسے بلوائی جنہوں نے خلیفہ برحق امیر المؤمنین داماد رسول مقبول ﷺ داخل عشرہ مبشرہ پر بلوہ کیا۔

الجواب: یہ روایت مجھ کو نہیں ملی اگر حوالہ لکھا جاوے تو تحقیق کی جاوے۔ (بوادر النواص ۲۰۱، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء)

یہ روایت صحیح البخاری ج ۱ ص ۹۶، طبع ہند اور مشکوٰۃ ص ۶۲ طبع ہند پر مذکور ہے یہ دونوں متداول درسی حدیث کی کتابیں ہیں اور موقوف علیہ اور درجہ حدیث کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہیں حیرت ہے کہ تھانوی صاحب جو حکیم الامت کہلاتے تھے ان کو اس معروف حدیث کی خبر نہ تھی!!

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی التیاح انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو خواہ حبشی کے لیے جس کا سر انگور کی مثل ہو۔

۶۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي ذَرٍّ اِسْمَعْ وَأَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَانَ رَأْسُهُ زَبِيَّةً.

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۹۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

جب دو نمازی ہوں تو مقتدی امام

کی دائیں جانب کھڑا ہو

۵۷ - بَابُ يَقُومُ عَنْ يَمِينِ الْإِمَامِ

بِحِذَائِهِ سَوَاءٌ إِذَا كَانَا اثْنَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی ابی الحکم انہوں نے بیان کیا: میں نے سعید بن جبیر سے عنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری پس رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر آ کر آپ نے چار رکعات نماز پڑھی پھر آپ گئے پھر آپ اٹھے پس میں آ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا آپ نے مجھے دائیں جانب کر دیا پھر آپ نے پانچ رکعات نماز پڑھی

۶۹۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ ابْنَ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجَنَّتْ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى خُمُسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَةً أَوْ قَالَ خَطِيطَةً ثُمَّ خَرَجَ

إِلَى الصَّلَاةِ.

پڑھی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ سو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے خرائے سنے پھر آپ نماز کی طرف چلے گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۷۱ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو علم کی باتیں کرنا۔

جب نمازی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو
اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو ان
دونوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی

۵۸۔ بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْإِمَامِ
فَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ إِلَى يَمِينِهِ لَمْ تَفْسُدْ
صَلَوَتُهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امام احمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عبد ربہ بن سعید از خرمہ بن سلیمان از کریب مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس سو یا اس رات نبی ﷺ ان کے پاس تھے آپ نے وضو کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پس میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا آپ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا پھر آپ نے تیرہ رکعات نماز پڑھی پھر آپ سو گئے حتیٰ کہ آپ نے خرائے لیے اور جب آپ سوتے تو خرائے لیتے تھے پھر آپ کے پاس مؤذن آیا پس آپ حجرہ سے باہر نکلے پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔ عمرو نے کہا: میں نے یہ حدیث کبیر کو بیان کی انہوں نے کہا: مجھے کریب نے یہ حدیث اسی طرح بیان کی۔

۶۹۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأْتُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ عَلَى يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ آتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ عَمْرُو فَحَدَّثْتُ بِهِ بُكَيْرًا فَقَالَ حَدَّثَنِي كُرَيْبٌ بِذَلِكَ.

اس کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۷۱ میں مطالعہ فرمائیں۔

جب امام نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کرے
پھر نمازی آئیں تو ان کی نیت کرے

۵۹۔ يَابُ إِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِمَامُ أَنْ
يَوْمَ ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَأَمَّهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ایوب از عبد اللہ بن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری پس نبی ﷺ رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا تو آپ نے مجھے میرے سر سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا۔

۶۹۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَتُّ عِنْدَ خَالَتِي فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ أَصَلِّي مَعَهُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِرَأْسِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۷۱۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۶۰۔ بَابُ إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ، وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ، فَخَرَجَ فَصَلَّى

جب امام لمبی نماز پڑھائے اور نمازی کو کوئی کام ہو تو وہ اقتداء چھوڑ کر نماز پڑھے

۷۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَوْمُ قَوْمِهِ. [أطراف الحديث: ۷۰۱-۷۰۵-۷۱۱-۷۱۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کے پاس نماز پڑھتے تھے پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔

۷۰۱۔ قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَوْمُ قَوْمِهِ، فَصَلَّى الْعِشَاءَ، فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ، فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ، فَكَانَ مُعَاذًا تَنَاولَ مِنْهُ، فَبَلَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ فَتَانُ، فَتَانُ، فَتَانُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، أَوْ قَالَ فَاتِنَا، فَاتِنَا، فَاتِنَا. وَأَمَرَهُ بِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفْصَلِ، قَالَ عَمْرُو لَا أَحْفَظُهُمَا.

امام بخاری نے کہا: اور ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے سو انہوں نے عشاء کی نماز پڑھائی پس اس میں سورہ بقرہ پڑھی تو ایک شخص نماز سے نکل گیا پس گویا کہ حضرت معاذ نے اس کو برا کہا پھر نبی ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے تین بار فرمایا: تم بہت فتنہ ڈالتے ہو تم بہت فتنہ ڈالتے والے ہو تم بہت فتنہ ڈالتے والے ہو یا فرمایا: تم فتنہ ڈالتے والے ہو تم فتنہ ڈالتے والے ہو تم فتنہ ڈالتے والے ہو اور ان کو حکم دیا کہ اوساط مفصل کی دو سورتیں پڑھو عمرو نے کہا: مجھے وہ یاد نہیں ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۶۵، الرقم المسلسل: ۱۰۲۲، سنن ابوداؤد: ۷۹۰، سنن نسائی: ۹۹۸، سنن ترمذی: ۵۸۳، سنن ابن ماجہ: ۹۸۶، سنن کبریٰ: ۱۶۷۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۸، شرح معانی الآثار: ۲۳۱۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸، طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۱۹۰ ج ۲ ص ۲۲، مؤسستہ الرسالہ بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

اوساط مفصل کی دو سورتوں کا بیان

اس حدیث میں اوساط مفصل کی دو سورتوں کا ذکر ہے اوساط مفصل سورۃ التکویر سے سورۃ الضحیٰ تک ہیں طوال مفصل سورۃ الحجرات سے "والسماء ذات البروج" تک ہیں اور قصار مفصل سورۃ الضحیٰ سے آخر قرآن تک ہیں۔ راوی عمرو نے کہا: مجھے وہ دو سورتیں یاد نہیں ہیں۔ ابوالزبیر نے عمرو کو بتایا: ہمیں حضرت جابر نے بتایا کہ آپ نے فرمایا تھا: تم "والشمس وضحاها" اور "الضحیٰ" پڑھو "واللیل اذا یغشی" اور "سبح اسم ربک الاعلیٰ" پڑھو۔ (صحیح مسلم: ۴۶۵، الرقم المسلسل: ۱۰۲۲، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۸)

جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد اس سے نکلنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے تخفیف کے ساتھ نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے سو جس نے طویل نماز پڑھائی اس نے آپ کی معصیت کی اور معصیت کرنے والے کی مخالفت کرنا جائز ہے کیونکہ صرف نیکی کی اطاعت کی جاتی ہے۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ جو شخص حضرت معاذ کی نماز سے نکل گیا تھا نبی ﷺ نے اس پر انکار نہیں کیا اور نہ اس کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا ابن القصار نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ ایک شخص امام کی نماز میں داخل ہوا پس اس نے کچھ نماز پڑھ لی آیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس نماز سے نکل کر تنہا اپنی نماز پوری کرے امام شافعی نے کہا: اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے خواہ اس کا عذر ہو یا نہ ہو اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۹۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ حضرت معاذ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے امام کی اقتداء کی پھر امام سے الگ ہونے کی اور کسی عذر کی وجہ سے تنہا نماز پوری کرنے کی نیت کی تو یہ جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور نہ اس کے فعل پر انکار کیا اور جن اعذار کی وجہ سے کوئی شخص امام کی اقتداء سے نکل سکتا ہے وہ یہ ہیں: (۱) امام کی لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے اس کو مشقت ہو (۲) وہ بیمار ہو (۳) اس پر غلبہ ہو (۴) اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز ہو جس کے خراب ہونے کا خطرہ ہو۔

اور اگر بغیر کسی عذر کے وہ اقتداء سے نکل جائے تو اس میں امام احمد کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی دوسرا قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ کبھی مقتدی تنہا نماز پڑھتا ہے جیسے مسبوق۔

(المغنی ج ۲ ص ۳۴۹-۳۴۸ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

عذر کی حالت میں جماعت سے نکلنے کا جواز اور بغیر عذر کے جماعت سے نکلنے کا عدم جواز

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ مقتدی کے لیے کسی صورت میں امام کی اقتداء سے نکلنا جائز نہیں ہے خواہ اس کو عذر ہو یا نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اپنے عمل کو باطل کرنا ہے اور قرآن مجید نے اپنے اعمال کو باطل کرنے سے منع کیا ہے:

وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ. (محمد: ۳۳)

اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۵۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ بغیر عذر کے جماعت سے نکل کر تنہا نماز پڑھنا جماعت سے نماز پڑھنے کے عمل کو باطل کرنا ہے اور یہ صحیح نہیں اور جمہور ائمہ بھی اس کے قائل ہیں لیکن اگر کسی شخص کو نماز میں شدید کھانسی اٹھ رہی ہو یا دمہ کی وجہ سے سانس لینے میں شدید تکلیف ہو رہی ہو اور امام نماز میں غیر معمولی تطویل کر رہا ہو تو جمہور ائمہ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ جماعت سے نکل کر اپنی نماز تنہا پوری کرے اور اپنے مرض کا تدارک کرے کیونکہ اسلام نے ہر مشکل کا حل رکھا ہے اور جب اس نے جماعت سے نکل کر اپنی نماز پوری کر لی تو اس نے اپنے عمل کو باطل نہیں کیا اور حدیث میں ہے:

جب حضرت معاذ نے سورۃ البقرۃ پڑھنی شروع کی تو وہ شخص سلام پھیر کے جماعت سے نکل گیا اور تنہا نماز پوری کی اور واپس چلا گیا لوگوں نے اس سے کہا: اے فلاں! کیا تم منافق ہو گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! بلکہ میں ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس

جا کر اس واقعہ کی خبر دوں گا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اونٹوں پر پانی لا کر لاتے ہیں اور اپنے کھیتوں اور باغوں کو پانی دیتے ہیں ہم دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے ہیں پھر وہ یہاں آئے اور انہوں نے نماز میں سورۃ البقرہ شروع کر دی تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا: اے معاذ! تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو تم یہ سورتیں نماز میں پڑھو: ”والشمس وضوحا“ والضحیٰ واللیل اذا یغشی“ وسبح اسم ربك الاعلیٰ۔“

(صحیح مسلم: ۱۰۲۲-۳۶۵ سنن ابوداؤد: ۷۹۰-۶۰۰ سنن نسائی: ۹۹۸ سنن ابن ماجہ: ۹۸۶)

اس حدیث میں امام کی تطویل کی وجہ سے دن بھر کے تھکے بارے اس شخص کو مشقت اور تھکاوٹ ہو رہی تھی اس لیے اس نے جماعت سے نکل کر الگ پوری نماز پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ عذر صحیح کی وجہ سے جماعت سے نکلنا جائز ہے اور جب عذر کی وجہ سے ابتداء جماعت کو ترک کرنا جائز ہے تو عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد بھی اس سے نکلنا جائز ہے اور اسلام میں ہر مشکل کا حل موجود ہے اور یہ صحیح اور صریح حدیث ہمارے اصحاب کے اقوال پر مقدم ہے جب کہ ہمارے اصحاب کی طرف سے اس حدیث کی کوئی توجیہ بھی منقول نہیں ہے۔

حضرت معاذ کی نماز سے نکلنے والے صحابی کے نام کے متعلق دو روایتیں

جو شخص حضرت معاذ کی نماز سے نکل گیا اس کے نام کے متعلق دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام حرام بن ملحان تھا اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام سلیم تھا اور وہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا۔ حرام نام کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے پس حضرت حرام ان کی نماز میں داخل ہوئے اس وقت ان کا ارادہ اپنی کھجوروں کے باغ کو سیراب کرنا تھا جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت معاذ لمبی نماز پڑھا رہے ہیں تو انہوں نے اپنی مختصر نماز پڑھی اور اپنے باغ میں پانی دینے چلے گئے حضرت معاذ نے کہا: یہ منافق ہے اپنی کھجوروں کو پانی دینے کے لیے اس نے جلدی نماز پڑھی پس حرام نے نبی ﷺ سے اس وقت حضرت معاذ کی شکایت کی جب حضرت معاذ بھی نبی ﷺ کے پاس تھے انہوں نے کہا: میں اپنی کھجوروں کو پانی دینا چاہتا تھا میں مسجد میں داخل ہوا تا کہ قوم کے ساتھ نماز پڑھوں جب انہوں نے لمبی نماز شروع کر دی تو میں نے اپنی مختصر نماز پڑھی اور اپنی کھجوروں کو پانی دیا اس پر انہوں نے مجھے منافق کہا تب نبی ﷺ نے حضرت معاذ کو کہا: تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو لوگوں کو لمبی نماز نہ پڑھاؤ ”سبح اسم ربك الاعلیٰ“ پڑھاؤ اور ”والشمس وضوحا“ اور ان کی مثل پڑھو۔

(مسند ابی داؤد: ۴۸۱ سنن ابی داؤد: ۱۱۶۷ مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۳ طبع قدیم مسند احمد: ۲۷۳ ج ۱۹ ص ۲۷۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو کوئی ضروری کام ہو اور امام لمبی نماز پڑھانے لگے تو وہ امام کی نماز سے نکل کر اپنی الگ مختصر نماز پڑھ لے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے لمبی نماز پڑھانے پر حضرت معاذ کو ڈانٹا اور حضرت حرام پر ان کی نماز سے نکلنے پر انکار یا عتاب نہیں فرمایا۔

اس شخص کا نام سلیم ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

معاذ بن رفاعہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کے ایک شخص کا نام سلیم تھا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! ہمارے سو جانے کے بعد ہمارے پاس حضرت معاذ آتے ہیں اور ہم دن بھر کام کرتے رہتے ہیں پھر یہ اذان دیتے ہیں ہم ان کے پاس جاتے ہیں پھر یہ ہم کو لمبی نماز پڑھاتے ہیں تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! تم بہت فتنہ ڈالنے

والے نہ بنو یا تو صرف میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔ الحدیث

(المعجم الکبیر: ۶۳۹۱، مسند احمد ج ۵ ص ۷۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۰۶۹۹۔ ج ۳۴ ص ۳۰۷، مؤسسة الرسالة بیروت)

نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے کے جواز میں مذاہب ائمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز صحیح ہے کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پہلے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں عشاء کی فرض نماز کی نیت کرتے تھے اور بعد میں اپنی قوم کو جو امامت کراتے تھے اس میں نفل کی نیت کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۵، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ ضنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور ہمارے اکثر اصحاب کا یہی مختار ہے ازہری، امام مالک اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے کیونکہ حدیث میں ہے: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ (صحیح البخاری: ۶۸۹) اور اس لیے کہ مقتدی کی نماز امام کی نیت سے ادا کی جاتی ہے اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز جائز ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۴۳۷-۴۳۶، دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا عدم جواز

علامہ علاء الدین مغلطی ابن فلیح حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

اگر نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز جائز ہو تو صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ آپ ایک فریق کو مکمل فرض نماز پڑھا دیتے اور دوسرا فریق فرض پڑھنے کے لیے آپ کی اقتداء کرتا اور آپ اس کو نفل نماز پڑھاتے اور پھر اس کی کوئی ضرورت نہ رہتی کہ ایک فریق دشمن کے سامنے کھڑا رہتا اور دوسرا فریق آپ کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھ کر دشمن کے سامنے چلا جاتا اور پہلا فریق آپ کے پیچھے آ کر دوسری رکعت نماز پڑھتا اور دوسری رکعت مسبوق کی طرح پڑھتا اور پہلا فریق باقی ماندہ ایک رکعت لاحق کی طرح پڑھتا اور اس طرح ہر ایک کی نماز میں عمل کثیر لازم آتا جو دوسری نمازوں میں جائز نہیں ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۷۰، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۲۳ھ)

امام ابو حنیفہ کی قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

یہ حدیث حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۶۵، مسند ابو یعلیٰ: ۴۵۶۲، صحیح ابن حبان: ۱۶۷۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۳۲، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۱-۴۳۵، شرح مشکل الآثار: ۲۱۹۵)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک امام کے ضامن ہونے کا معنی یہ ہے کہ مقتدی کی نماز صحت، فساد اور سہو میں امام کی نماز کے ضمن میں ہوتی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر امام بے وضوء یا جنبی ہو کر نماز پڑھائے اور مقتدی پاک اور با وضوء ہوں یا امام کی شرم گاہ کھلی ہو اور مقتدی کی شرم

گاہ مستور ہو تو اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مقتدی کی نماز نہیں ہوگی۔

(شرح مشکل الآثار ج ۵ ص ۳۳۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعة الثانیہ ۱۴۲۷ھ)

جب یہ واضح ہو گیا کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ضمن میں ہوتی ہے تو فرض پڑھنے والے کی اقتداء میں تو نفل پڑھنے والے کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ اور فرض کے ضمن میں نفل ہوتا ہے لیکن نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ اور نفل کے ضمن میں فرض نہیں ہوتا۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں عشاء کی فرض نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم بنو سلمہ میں جا کر عشاء کی نفل نماز پڑھاتے تھے حتیٰ کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا جواز ثابت ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک سند سے حدیث مروی ہے کہ وہ نفل نماز پڑھاتے تھے:

از ابن جریج از عمرو بن دینار انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر اپنی قوم کو جا کر عشاء کی نماز پڑھاتے اور یہ حضرت معاذ کی نفل نماز ہوتی اور ان کی قوم کی فرض نماز ہوتی۔ (سنن دارقطنی: ۱۰۶۱-۱۰۶۰، دار المعرفۃ، مسند امام شافعی ص ۵۷، دار الکتب العلمیہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عیینہ نے بھی اس حدیث کو عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے جیسا کہ ابن جریج نے روایت کیا ہے اور ابن عیینہ کی روایت ابن جریج سے زیادہ تام اور زیادہ حسن ہے اور اس روایت میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ یہ حضرت معاذ کی نفل نماز تھی اور ان کی قوم کی فرض نماز تھی پس یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اضافہ ابن جریج کا قول ہو یا عمرو بن دینار کا قول ہو یا حضرت جابر کا قول ہو لہذا یہ ان تین میں سے جس کا بھی قول ہو اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت معاذ ان کو جو نماز پڑھاتے وہ نفل نماز تھی کیونکہ انہوں نے اس قول کو حضرت معاذ سے نقل نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی طرف سے ایک بات کہی ہے اور ہو سکتا ہے حقیقت اس کے خلاف ہو اور اگر یہ ثابت ہو کہ حضرت معاذ اپنی قوم کو نفل پڑھاتے تھے تو یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو نفل پڑھاتے تھے اور نہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے نفل پڑھانے کی خبر دی گئی اور آپ نے ان کو اس عمل پر برقرار رکھا۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۷-۵۲۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ زیادہ مستند روایات میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ عشاء کی نماز حضرت معاذ کے لیے نفل تھی اور ان کی قوم کے لیے فرض تھی کیونکہ ابوالبرکات ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ امام احمد نے اس اضافہ کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ محفوظ نہیں ہے امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس اضافہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ نے اس اضافہ کے بغیر اس حدیث کو روایت کیا ہے اسی طرح امام مسلم نے اس اضافہ کے بغیر اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۶۵) اسی طرح امام بخاری نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷)

(نخب الافکار فی تنقیح مہانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۱۵۷-۱۵۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے وہ از خود یہ عمل کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایسا نہیں کرتے تھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت معاذ بن رفاعہ الزرقی بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کے ایک شخص جن کا نام سلیم تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم دن بھر کام کرتے رہتے ہیں پھر شام کو ہمارے پاس حضرت معاذ آتے ہیں پھر اذان دیتے ہیں اور لمبی نماز پڑھاتے ہیں تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! بہت فتنہ ڈالنے والے نہ بنو یا تو صرف میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۷۴)

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ دو کاموں میں سے ایک کام کریں یا صرف میرے ساتھ عشاء کی نماز پڑھیں یا صرف اپنی قوم کو نماز پڑھائیں اور حضرت معاذ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد جو اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے وہ نبی ﷺ کے حکم سے نہیں پڑھاتے تھے بلکہ آپ نے اس سے منع فرما دیا تھا۔

اگر بالفرض نبی ﷺ نے حضرت معاذ کو یہ حکم دیا ہو کہ تم میرے ساتھ عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد اپنی قوم کو عشاء کی فرض نماز پڑھاؤ تو یہ ابتداء کی بات ہے جب ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھا جاتا تھا بعد میں آپ نے اس سے منع فرما دیا اور یہ عمل منسوخ ہو گیا اور ہم نے اس حدیث کو اس کی سند کے ساتھ باب صلوٰۃ الخوف میں ذکر کیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۲۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام طحاوی نے جن احادیث کا حوالہ دیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم ایک دن میں ایک نماز کو دو بار نہ پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۵۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱-۱۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۳، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۱۶-۳۱۵، صحیح ابن خزیمرہ: ۱۶۳۱، شرح السنن ج ۳

ص ۴۳۱، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۸۵، مشکوٰۃ: ۲۱۵۷)

حضرت میمونہ کے غلام سلیمان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو البلاط (مدینہ منورہ کا معروف مقام) میں بیٹھے ہوئے دیکھا اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! آپ نماز نہیں پڑھ رہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن میں ایک نماز کو دو بارہ نہیں پڑھا جاتا۔ (سنن نسائی: ۸۵۶، سنن دارقطنی: ۱۵۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۸، صحیح ابن حبان: ۲۳۸۹)

خلاصہ بحث

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو جو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے اس سے فقہاء شافعیہ نے جو یہ استدلال کیا تھا کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز جائز ہے امام طحاوی نے اس کے متعدد جواب دیئے ایک جواب یہ دیا کہ حضرت معاذ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت معاذ کی وہ نماز نفل تھی اور جس روایت میں اس کا نفل ہونا مذکور ہے مستند احادیث میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ حضرت معاذ نبی ﷺ کے حکم سے ان کو نماز نہیں پڑھاتے تھے تیسرا جواب یہ دیا کہ اگر آپ نے حکم دیا بھی ہو تو یہ ابتداء کی بات ہے اور چوتھا قوی جواب دیا کہ امام کی نماز مقتدی کو متضمن ہوتی ہے اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا۔ امام طحاوی کی یہ تحقیق بہت کافی اور وافی ہے تاہم علامہ ابن العربی مالکی نے بھی اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے ہیں مزید شرح صدر کے لیے ہم ان جوابات کا بھی خلاصہ ذکر کر رہے ہیں:

حضرت معاذ کی حدیث سے فقہاء شافعیہ کے موقف کا رد

حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی التوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذؓ نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے اس کے پانچ محامل ہیں:

(۱) حضرت معاذ نفل پڑھتے تھے اور ان کی قوم فرض پڑھتی تھی یہ امام شافعی کا قول ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے اس کا انکار کیا ہے (امام احمد کا بھی مختار قول یہی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور حدیث میں حضرت معاذ کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے اور حضرت جابر کا یہ قول ہے کہ ان کی نماز نفل تھی اور ان کی قوم کی نماز فرض تھی حضرت جابر کا یہ قول غیب کی خبر ہے حضرت جابر کو حضرت معاذ کی نیت کی کس نے خبر دی اگر یہ کہا جائے کہ حضرت معاذ بہت بڑے فقیہ تھے وہ نبی ﷺ کی اقتداء میں فرض چھوڑ کر دوسروں کو فرض کی امامت کیسے کرا سکتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ مدینہ کی تمام مساجد کے ائمہ نبی ﷺ کی اقتداء میں فرض چھوڑ کر اپنی اپنی مساجد میں فرض نماز پڑھاتے تھے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کر کے وہاں نماز پڑھانے سے فضیلت حاصل ہوتی تھی اور حضرت معاذ کو اس سے زیادہ فضیلت حاصل ہوتی تھی کیونکہ وہ آپ کی اقتداء میں نفل پڑھ کر پھر اپنی قوم کو عشاء کے فرض پڑھاتے تھے۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اقتداء میں دن کی نمازیں پڑھتے تھے اور ان سے رات کی نماز رہ جاتی تھی کیونکہ ان کی قوم دن میں کام کرتی تھی اور راوی نے حضرت معاذ کی دو وقتوں کی نماز کی خبر دی ہے نہ کہ ایک وقت کی نماز کی۔

(۳) اس حدیث میں صرف حضرت معاذ کے نماز پڑھانے کا ذکر ہے اس نماز کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔

(۴) حدیث میں ہے کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ (صحیح البخاری: ۶۸۹) اور رکوع سجود وغیرہ ارکان میں امام کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے اور سب سے بڑا رکن نماز کی نیت ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ جو امام تھے وہ عشاء کے نفل کی نیت کریں اور ان کے مقتدی عشاء کے فرض کی نیت کریں یہ نماز اس وقت صحیح ہو سکتی تھی کہ حضرت معاذ عشاء کے فرض پڑھانے کی نیت کریں۔

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام ضامن ہے (سنن ترمذی: ۲۰۷) یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۵۶-۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ) واضح رہے کہ اکثر فقہاء حنبلیہ بھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے ساتھ ہیں کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۹۴۳۔ ج ۱ ص ۱۲۵۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: متفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی ممانعت میں مذاہب ائمہ اور جمہور فقہاء کے دلائل۔

قیام رکوع اور سجود پورا کرنے میں

امام کا تخفیف کرنا

۶۱۔ بَابُ تَخْفِيفِ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ

وَاتِّمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

۷۰۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے

کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قیس سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں ایک شخص کی وجہ سے صبح کی نماز چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ وہ ہم کو بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے پس میں نے اس دن سے پہلے کبھی نبی ﷺ کو اتنے غضب سے نصیحت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے کچھ آدمی لوگوں کو متنفر کرتے ہیں، تم میں سے جو شخص بھی لوگوں کو نماز پڑھائے، وہ اختصار کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ لوگوں میں کم زور بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

مَسْعُودٌ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فَلَانٍ، مِمَّا يُطِيلُ بِنَا، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ مُنْقَرِبِينَ، فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

باب مذکور کی حدیث صحیح البخاری: ۹۰ میں بھی مذکور ہے وہاں اس کا عنوان ہے: کوئی ناپسندیدہ بات دیکھ کر غضب سے نصیحت کرنا، اور یہاں اس کا عنوان ہے: قیام اور رکوع اور سجود پورا کرنے میں امام کا تخفیف کرنا، اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۹۰ میں کی گئی ہے۔

جب کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر

چاہے لمبی نماز پڑھے

۶۲ - بَابُ إِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ

فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تخفیف کا جو حکم دیا گیا ہے، وہ ائمہ کو دیا گیا ہے کیونکہ ان کے پیچھے ایسے نمازی بھی ہوتے ہیں جو لمبی نماز کی طاقت نہیں رکھتے اور جب کوئی انسان صرف اپنی نماز پڑھے تو وہ چاہے لمبی نماز پڑھے، چاہے مختصر پڑھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے۔

۷۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ.

ہمارے دور کا المیہ یہ ہے کہ جب امام نماز پڑھاتے ہیں تو لمبی نماز پڑھاتے ہیں اور جب اپنی نماز پڑھتے ہیں تو نہایت مختصر اور سرعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

جس شخص نے اپنے امام کی لمبی نماز

پڑھانے کی شکایت کی

۶۳ - بَابُ مَنْ شَكَا

إِمَامَهُ إِذَا طَوَّلَ

وَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ طَوَّلْتُ بِنَا يَا بَنِيَّ.

اور ابواسید نے کہا: اے میرے بیٹے! تم نے ہمارے ساتھ لمبی نماز کر دی۔

اس تعلق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے از وکیع از عبد الرحمن بن سلیمان بن الغلیل 'انہوں نے کہا: مجھے المنذر بن ابی اسید الانصاری نے بیان کیا کہ میرے والد میرے پیچھے نماز پڑھتے تھے بعض اوقات وہ مجھ سے کہتے: اے میرے بیٹے! تم نے آج نماز لمبی پڑھائی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۱۶)

ابواسید کا نام مالک بن ربیعہ الانصاری الساعدی المدنی ہے یہ تمام غزوات میں حاضر رہے تھے اور یہ بدرین میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے تھے ۳۰ھ کا ایک قول ہے ۶۰ھ کا دوسرا قول ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۵۳)

۷۰۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فُلَانٌ فِيهَا فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُهُ غَضِبَ فِي مَوْضِعٍ كَانَ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنْفِرِينَ فَمَنْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے بیان کیا: یا رسول اللہ! میں فجر کی جماعت چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ فلاں شخص بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے پس رسول اللہ ﷺ بہت سخت غضب ناک ہوئے میں نے آپ کو اس دن سے زیادہ کسی جگہ اتنے غضب میں نہیں دیکھا آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے بعض شخص لوگوں کو تنفر کرنے والے ہیں پس جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے وہ اختصار کرے کیونکہ اس کے پیچھے کم زور بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۰ میں گزر چکی ہے۔

۷۰۵- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دَثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ أَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّيْلُ فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّي فترك نَاضِحَهُ وَأَقْبَلَ إِلَى مُعَاذٍ فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ أَوْ النَّسَاءِ فَإِنْ طَلَقَ الرَّجُلُ وَبَلَغَهُ أَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَا إِلَيْهِ مُعَاذًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ أَفَتَأْنِ أَنْتَ؟ أَوْ أَفَاتَيْنِ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَوْ لَا صَلَّيْتُ «سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا» وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى فَإِنَّهُ يُصَلِّي وَرَاءَكَ الْكَبِيرُ وَالضَّعِيفُ وَذُو الْحَاجَةِ. أَحْسِبُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا 'انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی دو پانی لادنے والے اونٹوں کو لے کر آیا اس وقت رات اپنے بازو پھیلا چکی تھی اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا اس نے اپنے اونٹ کو چھوڑ دیا اور حضرت معاذ کی طرف بڑھا حضرت معاذ نے سورۃ البقرہ یا سورۃ النساء شروع کر دی وہ شخص (واپس) چلا گیا حضرت معاذ کو یہ خبر پہنچی تو وہ اس شخص پر ناراض ہوئے وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور حضرت معاذ کی شکایت کی تب نبی ﷺ نے

هَذَا فِي الْحَدِيثِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَتَابِعَهُ سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ وَمُسْعَرٌ وَالشَّيْبَانِيُّ قَالَ عَمْرُو وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنُ مِقْسَمٍ وَأَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَرَأَ مُعَاذُ فِي الْعِشَاءِ بِالْبَقْرَةِ. وَتَابِعَهُ الْأَعْمَشُ عَنْ مُحَارِبٍ.

فرمایا: اے معاذ! کیا تم بہت فتنہ ڈالنے والے ہو؟ یا فرمایا: تم فتنہ ڈالنے والے ہو؟ یہ آپ نے تین بار فرمایا، تم نے یہ سورتیں کیوں نہ پڑھیں: ”سبح اسم ربك الاعلىٰ“ والشمس وضوحها“ واللیل اذا يغشى“ کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے کم زور اور ضرورت مند بھی نماز پڑھتے ہیں (شعبہ نے کہا: میں گمان کرتا ہوں کہ یہ (آخری جملہ) بھی اس حدیث میں ہے۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: سعید بن مسروق، مسعر اور شیبانی نے شعبہ کی متابعت کی ہے۔ عمرو اور عبید اللہ بن مقسم اور ابو الزبیر نے جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت معاذ نے عشاء میں سورۃ بقرہ پڑھی۔ اس حدیث میں شعبہ نے الاعمش کی از محارب متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۷۰۰ میں گزر چکی ہے۔

نماز میں اختصار اور اس کو مکمل کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ مختصر نماز پڑھتے تھے اور اس (کے ارکان) کو مکمل کرتے تھے۔

۶۴ - بَابُ الْإِيجَازِ فِي الصَّلَاةِ وَإِكْمَالِهَا
۷۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوجِزُ الصَّلَاةَ وَيُكْمِلُهَا.

(صحیح مسلم: ۴۶۹، رقم المسلسل: ۱۰۳۳، سنن ابن ماجہ: ۹۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۳، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۵، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱ طبع

قدیم مسند احمد: ۱۱۹۹۰ ج ۱۹ ص ۳۸، مؤسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابعت واضح ہے۔

جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کی

۶۵ - بَابُ مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود ابو قتادہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور لمبی نماز پڑھانے کا ارادہ کرتا ہوں پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں

۷۰۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أَطَوِّلَ فِيهَا فَاسْمَعْ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزْ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةً أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ.

تَابَعَهُ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَبَقِيَّةٌ عَنْ
بكر اور ابن المبارک اور بقیہ نے ولید بن مسلم کی متابعت کی ہے [طرف الحدیث: ۸۶۸]
الاوزاعی۔

(صحیح مسلم: ۳۷۰، رقم السلسل: ۱۰۳، سنن ابوداؤد: ۷۸۹، سنن ابن ماجہ: ۹۸۹، سنن نسائی: ۸۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۷، مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۵، طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۶۰۲، ج ۳ ص ۲۸۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء ابواسحاق الرازی (۲) الولید بن مسلم (۳) عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی (۴) یحییٰ بن ابی کثیر (۵) عبداللہ بن ابی قتادہ ابو یحییٰ الانصاری اسلمی (۶) ان کے والد حضرت الحارث بن ربیع الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۵۸)

آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

شععی، حسن بصری اور عبدالرحمن بن لیلیٰ نے کہا ہے کہ جب امام رکوع میں ہو اور وہ کسی کے آنے کی آہٹ سنے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رکوع کی تسبیحات کو معمول سے کچھ زیادہ کر دے تاکہ آنے والے اس کی نماز میں شامل ہو جائیں کیونکہ جب بچہ کے رونے کی آواز سن کر نماز کی تسبیحات میں اختصار کیا جاسکتا ہے تو آنے والوں کی آہٹ سن کر تسبیحات کو بڑھایا بھی جاسکتا ہے۔

امام احمد ابو ثور اور اسحاق نے کہا ہے: جب تک نمازیوں پر دشوار نہ ہو ان کا انتظار کر سکتا ہے۔

امام مالک نے کہا: ان کا انتظار نہ کرے کیونکہ اس سے دوسرے نمازیوں کو ضرر ہوگا۔

امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ وہ اپنے معمول کے مطابق رکوع کرے۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مسئلہ مذکور میں فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اختصار کا معنی یہ ہے کہ آپ قراءت کو کم کر دیتے تھے وکیع نے اپنی سند کے ساتھ ابوساٹط سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلی رکعت میں تقریباً ساٹھ آیات پڑھیں پھر آپ نے بچے کے رونے کی آواز سنی تو دوسری رکعت میں تین آیات پڑھیں اور آنے والے نمازیوں کے انتظار میں تسبیحات زیادہ پڑھنے میں اختلاف ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۷۳، مکتبۃ زار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب کی کتب میں سے الذخیرہ میں مذکور ہے کہ امام رکوع میں جوتیوں کی آہٹ سنے تو کیا وہ آنے والے نمازیوں کا انتظار کرے؟ امام ابو یوسف نے کہا: میں نے یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے پوچھا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ قرار دیا اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا: مجھے اس پر شرک کا خطرہ ہے اور ہشام نے امام محمد سے اس کی کراہت کو روایت کیا ہے، شععی نے کہا: اگر ایک یا دو تسبیح کی مقدار زیادہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ابوالقاسم الصغار نے کہا ہے: اگر آنے والا غنی ہو تو پھر انتظار کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر وہ فقیر ہو تو پھر جائز ہے ابو الیث نے کہا ہے کہ اگر امام آنے والے کو پہچانتا ہو تو پھر تسبیحات زیادہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو پہچانتا نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عبادت پر اعانت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے خصوصیت کے ساتھ رکوع کو لمبا کرنا مکروہ ہے جب کہ رکوع لمبا کرنے سے اس کا ارادہ اللہ عزوجل کا تقرب نہ ہو ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ ظالم کے ظلم اور اس کے شر کو دفع کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرے تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۶۰-۳۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

رکوع کو لمبا کرنا یا قراءت کو لمبا کرنا تاکہ آنے والے نمازی کو رکعت مل جائے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ آنے والے کو پہچانتا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہ اس فعل سے اللہ تعالیٰ کے حصول قرب کا ارادہ کرے تو یہ بالاتفاق مکروہ نہیں ہے لیکن یہ بہت نادر ہے اور اس کو مسئلۃ الریاء کہا جاتا ہے اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں ایسے فعل کو ترک کرنا افضل ہے جو عدم اخلاص کا شبہ پیدا کرے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کام کو چھوڑ دو جو شک پیدا کرے اور وہ کام کرو جس میں شک نہ ہو۔ (سنن ترمذی: ۲۵۱۸ مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰) اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس میں عبادت پر اعانت ہے تو اس سے نمازی کی سستی اور نماز کے لیے جلدی نہ آنے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی تیاری نہ کرنے پر بھی اعانت ہے لہذا اولیٰ یہ ہے کہ اس کو ترک کر دیا جائے۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج ۲ ص ۱۷۶-۱۷۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۹۵۹۔ ج ۱ ص ۱۲۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:

بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا حکم۔

۷۰۸۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَوةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شریک بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شریک بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے زیادہ کسی امام کے پیچھے خفیف اور مکمل نماز نہیں پڑھی اور اگر آپ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس خوف سے نماز میں تخفیف کر دیتے کہ اس کی ماں فتنہ میں پڑ جائے گی۔

۷۰۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَاسْمَعْ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزْ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میں نماز میں

شِدَّةٌ وَجِدَ امِّهِ مِنْ بُكَائِهِ. [طرف الحدیث: ۷۱۰]

داخل ہوتا ہوں اور میرا ارادہ نماز لمبی کرنے کا ہوتا ہے پس میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں بہت مضطرب ہوگی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۷۰۷ء ملاحظہ فرمائیں۔

۷۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ فَأُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزُ مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجِدِ امِّهِ مِنْ بُكَائِهِ. وَقَالَ مُوسَى حَدَّثَنَا ابْنُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نماز میں داخل ہوتا ہوں پس اس کو لمبی پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز کو مختصر کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں بہت مضطرب ہوگی اور موسیٰ نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی نبی ﷺ۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۷۰۷ء کا مطالعہ فرمائیں۔

۶۶ - بَابُ إِذَا صَلَّى ثُمَّ أَمَّ قَوْمًا

جب کسی شخص نے نماز پڑھی پھر اپنی قوم کو نماز پڑھائی

یعنی جب کسی شخص نے امام کے ساتھ نماز پڑھی پھر جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھائی تو اس کا کیا حکم ہے؟

۷۱۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب ابو النعمان نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عمرو بن دینار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کے پاس جاتے تھے پھر ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۰۰ء کا مطالعہ فرمائیں۔

جس نے نمازیوں کو امام کی تکبیر سنائی

۶۷ - بَابُ مَنْ أَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ

۷۱۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از اسود

مَرْضَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي
مَاتَ فِيهِ، أَتَاهُ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ، فَقَالَ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ
فَلْيُصَلِّ. قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، إِنْ يَقُمْ
فَقَامَكَ يَبْكِي، فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ، قَالَ مُرُّوا أَبَا
بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ. فَقُلْتُ مِثْلَهُ، فَقَالَ فِي الثَّلَاثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ
تَكُنْ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ.
فَصَلَّى، وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهَادِي
بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَخُطُّ بِرِجْلِهِ الْأَرْضَ،
فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلِّ.
فَتَأَخَّرَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَقَعَدَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنْبِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ
النَّاسَ التَّكْبِيرَ. تَابَعَهُ مُحَاضِرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ.

الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: جب نبی ﷺ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی تو آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے آئے آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں میں نے کہا: حضرت ابوبکر بہت نرم دل ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رو پڑیں گے پس قرآن نہیں پڑھ سکیں گے آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں میں نے پھر اسی طرح کہا آپ نے پھر تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں پس حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی اور نبی ﷺ دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے گویا کہ میں آپ کی طرف دیکھ رہی تھی آپ پیہر گھسیٹ کر زمین پر چل رہے تھے جس سے زمین پر نشان پڑ رہے تھے جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے آپ نے اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور نبی ﷺ حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر نمازیوں کو تکبیر سنارہے تھے۔ عبد اللہ بن داؤد نے اس حدیث میں محاضر کی متابعت کی ہے از الاعمش۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۶۵-۶۶۴ کا مطالعہ فرمائیں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس حد تک مریض جماعت میں حاضر ہو اور اس حدیث میں اس کا عنوان ہے: جس نے نمازیوں کو امام کی تکبیر سنائی اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی منجائش ہے۔

ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور نمازی

۶۸ - بَابُ الرَّجُلِ يَأْتِمُّ بِالْإِمَامِ وَيَأْتِمُّ

مقتدی کی اقتداء کریں

النَّاسُ بِالْمَأْمُومِ

یعنی جو شخص امام کی اقتداء کر رہا ہے نمازی اس شخص کی اقتداء کریں اور اس کی تکبیرات سن کر رکوع اور سجود کریں۔

وَيُذَكِّرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِتْمُوا بِي، وَلْيَأْتِمُّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ.

اور نبی ﷺ سے یہ حدیث ذکر کی جاتی ہے: تم میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد کے لوگ تمہاری اقتداء کریں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو پیچھے دیکھا تو ان سے فرمایا: آگے آؤ اور میری اقتداء کرو اور تمہارے بعد کے لوگ تمہاری اقتداء کریں گے اور ایک قوم ہمیشہ پیچھے ہوتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ ان کو پیچھے کر دے گا۔

(صحیح مسلم: ۳۳۸، سنن ابوداؤد: ۶۸۰، سنن نسائی: ۷۹۵، سنن ابن ماجہ: ۹۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۳، کنز العمال: ۸۰۸، ۸۰۹)

حافظ علاء الدین مغلطائی ابن فلیح الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المنذری نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد منافقین کے متعلق ہے اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ علم میں اور نبی ﷺ کے نزدیک مرتبہ میں پیچھے ہیں وہ آگے بڑھیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: صف اولیٰ میں اعرابی، انجی اور نابالغ لڑکا آگے نہ آئے۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۸۱)

نبی ﷺ نے کامل عقل والوں کو اگلی صف میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تا کہ اگر نماز میں خلیفہ بنانے کی ضرورت پڑے تو ان کو خلیفہ بنایا جائے یا وہ نبی ﷺ سے احادیث سن کر پہنچائیں اور وہ آپ کی احادیث سن کر منضبط کر سکیں اور وہ اگلی صف میں بیٹھنے کے مستحق ہیں اور تا کہ بعد والے ان کی اقتداء کریں۔ (شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۵۹-۱۶۵۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۲۳ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی اور

الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت بوجھل ہو گئی تو حضرت بلال

رضی اللہ عنہ آپ کو اذان کی اطلاع دینے آئے آپ نے فرمایا: ابو بکر

یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے عرض کیا: یا رسول

اللہ! حضرت ابو بکر نرم دل آدمی ہیں اور بے شک وہ جب بھی آپ

کی جگہ کھڑے ہوں گے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے کاش

آپ حضرت عمر کو یہ حکم دے دیتے آپ نے فرمایا: ابو بکر کو یہ حکم

پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ

سے کہا: آپ کہیے کہ حضرت ابو بکر نرم دل آدمی ہیں اور جب وہ

آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو سنا نہیں سکیں گے تو کاش

آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیتے آپ نے فرمایا: بے شک

سب حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو ابو بکر کو یہ حکم

پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر جب حضرت ابو بکر نماز

پڑھانے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں تخفیف محسوس

کی پس آپ دو آدمیوں کے درمیان کھڑے ہو کر (ان کے

سہارے سے) چلنے لگے اور آپ کے دونوں پیر زمین پر گھسے

رہے تھے حتیٰ کہ آپ مسجد میں داخل ہو گئے جب حضرت ابو بکر

نے آپ کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے

کی طرف اشارہ کیا (کہ نماز پڑھاتے رہو) پھر رسول اللہ ﷺ

۷۱۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو

مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ

عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ جَاءَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ مَرُّوا أَبَا

بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا

بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى مَا يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ

النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ

بِالنَّاسِ. فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قَوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ

أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ

أَمَرْتُ عُمَرَ قَالَ إِنَّكَ لَأَنْتَ صَوَاحِبُ يُوسُفَ

مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَلَمَّا دَخَلَ فِي

الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

نَفْسِهِ خِيفَةً فَقَامَ يُهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرَجُلَاهُ

يَخْطِئَانِ فِي الْأَرْضِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا

سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ

إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي

بَكْرٍ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيُ قَائِمًا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ قَاعِدًا يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ

بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ

مُقْتَدُونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

آ کر حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے پس حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے حضرت ابوبکر رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۶۶۵-۶۶۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

جب امام کو شک ہو تو کیا وہ لوگوں کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟

۶۹۔ بَابُ هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ

إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ مثلاً جب مقتدی امام کو یہ بتائے کہ اس سے ایک رکعت رہ گئی ہے تو کیا وہ اس کے قول کی طرف رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک کے اس میں مختلف قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے قول کی طرف رجوع کرے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور ان کے قول کی طرف رجوع نہ کرے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے علامہ ابن التین نے کہا: یہ بھی احتمال ہے کہ جب حضرت ذوالیدین نے یہ کہا تھا: کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں یا رسول اللہ! تو آپ کو اس سے شک ہوا ہو پھر آپ نے باقی نمازیوں سے یقین حاصل کرنے کے لیے سوال کیا پھر جب باقی نمازیوں نے حضرت ذوالیدین کے قول کی تصدیق کر دی تو آپ کو حضرت ذوالیدین کے قول کی صحت کا یقین ہو گیا اور اسی کے موافق امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۶۶-۳۶۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جب امام کو نماز کی رکعات میں شک ہو تو وہ اقتداء کرنے والے نمازیوں سے رجوع کرے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے یہ صحیح نہیں لکھا کیونکہ یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب نہیں ہے بلکہ کسی بھی امام کا مذہب نہیں ہو سکتا کیونکہ نماز میں مقتدی کا امام سے کلام کرنا اور امام کا دوسرے نمازیوں سے اس کی تصدیق کرنا اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام کرنا جائز تھا پھر یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے کیونکہ نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ان کے نزدیک نماز میں کلام کرنا جائز نہیں ہے اور حدیث میں ہے: حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہماری اس نماز میں لوگوں کے کلام کی صلاحیت نہیں ہے اس نماز میں تسبیح، تکبیر اور قرآن کا پڑھنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳، سنن ابوداؤد: ۹۳۰، سنن نسائی: ۱۲۱۸) اگر امام قراءت میں غلطی کرے تو اس کو لقمہ دینا جائز ہے اور اگر کسی چیز پر امام کو متنبہ کرنا ہو تو مقتدی سبحان اللہ کہے کیونکہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تمہاری نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو سبحان اللہ کہو۔

(صحیح البخاری: ۶۸۳، صحیح مسلم: ۴۲۱، سنن ابوداؤد: ۹۳۰، سنن دارمی: ۹۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک بن انس از ایوب بن ابی تمیمہ السخیتی از محمد بن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ دو رکعت نماز پڑھ کر مڑ گئے تو آپ سے حضرت ذوالیدین نے کہا: یا رسول اللہ!

۷۱۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ

ذُو الْيَدَيْنِ أَقْصَرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ.

کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ تب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ تو نمازیوں نے کہا: جی ہاں! پھر رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت مزید پڑھیں پھر آپ نے سلام پھیرا اور اللہ اکبر کہا پھر آپ نے اپنے سجدہ کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس نے مسجد اور غیر مسجد میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

۷۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكَعَتَيْنِ فَقِيلَ صَلَّيْتَ رَكَعَتَيْنِ! فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھائی آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی ہے پس آپ نے (مزید) دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے سلام پھیرا اور (سہو کے) دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۸۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

جب امام نماز میں روئے

۷۰ - بَابُ إِذَا بَكَى الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيجَ عُمَرَ وَأَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوفِ يَقْرَأُ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ (يوسف: ۸۶).

اور عبد اللہ بن شداد نے کہا: میں نے آخری صف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی آپ اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے: میں اپنے غم اور پریشانی کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ (یوسف: ۸۶)

اس تعلق کی اصل یہ ہے: امام بیہقی روایت کرتے ہیں: علقمہ بن وقاص نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز میں سورہ یوسف پڑھ رہے تھے اس وقت میں آخری صف میں تھا حتیٰ کہ جب حضرت یوسف کا ذکر آیا تو میں نے حضرت عمر کے رونے کی آواز سنی۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۵۱) اس حدیث میں ”نشیج“ کا لفظ ہے ”نشیج“ کا معنی ہے: رونے کی ایسی آواز جو سینہ میں گھٹا کر رہ جائے جیسے بچہ سسکیاں لے کر روتا ہے۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

السفاقي نے کہا ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے فقہاء نے رونے کی اجازت دی ہے اور آواز سے رونے میں اختلاف ہے ابن المبارک نے کہا: اگر وہ اکثر آواز سے روتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے امام ابو حنیفہ نے کہا: اگر رونے سے اس کی آواز بلند ہو جائے تو اگر جنت اور دوزخ کے ذکر سے ایسا ہوا ہے تو وہ نماز منقطع نہ کرے اور اگر درود یا کسی مصیبت کی وجہ سے ایسا ہوا تو نماز منقطع کر دے۔ امام شافعی اور ابو ثور نے کہا ہے کہ آواز سے رونے میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں اگر اس کی آواز سے با معنی کلام ہو جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی اور شععی اور نخعی نے کہا ہے کہ وہ نماز دہرائے گا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۶۸-۳۶۷)

۷۱۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ فَقَالَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ لِحَفْصَةَ قَوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنْتَ لَأَنْتَنَ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ. قَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأَصِيبَ مِنْكَ خَيْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا: ابو بکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے عرض کیا کہ حضرت ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے نمازیوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ نماز پڑھائیں آپ نے فرمایا: ابو بکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ نبی ﷺ سے کہیں کہ حضرت ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے پس آپ حضرت عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پس حضرت حفصہ نے ایسا کیا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چپ کرؤ بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی مثل ہو ابو بکر کو یہ حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: میں آپ سے خیر حاصل نہیں کر سکتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۶۵-۶۶۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

اقامت اور اس کے بعد

صفوں کو برابر کرنا

۷۱ - بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ

عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن مرہ نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے سالم بن ابی الجعد سے سنا انہوں نے کہا: میں نے النعمان بن بشیر سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم ضرور اپنی صفوں کو برابر رکھو ورنہ اللہ تمہارے چہروں کو گدی کے پیچھے لگا دے گا۔

۷۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ مَرْثَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسَوَّيَنَّ صُفُوفُكُمْ أَوْ لَيَخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

(صحیح مسلم: ۳۳۶، الرقم المسلسل: ۹۵۳، سنن ابوداؤد: ۶۶۵-۶۶۳، سنن ترمذی: ۲۲۷۰، سنن نسائی: ۸۱۰، سنن ابن ماجہ: ۹۹۳، سنن ابوداؤد الطیالسی:

۷۹۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۰، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۳۸۹، ج ۳ ص ۳۰۸، جامع المسانید ابن الجوزی: ۶۵۲۰، مکتبۃ الرشید

ریاض ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم ضرور اپنی صفوں کو برابر رکھو۔

صفوں کو برابر کرنے کے متعلق مزید احادیث اور اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء

حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیچ الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس عبارت سے بھی مروی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں جو صفوں کو متصل رکھتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۹۹۹، مسند احمد ج ۶ ص ۶۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۱، المستدرک ج ۱ ص ۲۱۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۵۰، شرح السنن ج ۳ ص ۳۷۲، صحیح

ابن حبان: ۳۹۴، کنز العمال: ۲۰۵۵۳)

اس حدیث کے یہ الفاظ بھی ہیں:

اپنی صفوں کو قائم رکھو اور کندھوں کو ملا کر رکھو اور خلل کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کو ملائم رکھو اور شیاطین کے لیے کشادگی

کو نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اللہ اس کو قطع کرے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۶۶، مصنف عبدالرزاق: ۲۳۳۱، الترغیب ج ۱ ص ۳۱۹، مشکوٰۃ: ۱۱۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو نماز میں اپنے کندھوں کو

ملائے رکھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۶۷۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۱، صحیح ابن حبان: ۹۳۷، المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۲۰۵، مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰، الترغیب ج ۱ ص ۳۲۲،

مشکوٰۃ: ۱۰۹۹، تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۵۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی صفوں کو متصل رکھو اور ان کے درمیان مقابرت کرو اور

گردنوں کو متوازی رکھو پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں ضرور دیکھ رہا ہوں کہ شیطان بکری کے بچہ

کی طرح تمہاری صفوں کے خلل کے درمیان داخل ہو رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۰، صحیح ابن حبان: ۳۸۷، صحیح ابن

خزیمہ: ۱۵۳۵، شرح السنن ج ۳ ص ۳۶۹، الترغیب ج ۱ ص ۳۱۸، مشکوٰۃ: ۱۰۹۳)

ابن حزم نے کہا ہے کہ صفوں کو متصل رکھنا فرض ہے اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہ سنت ہے۔ اس

حدیث میں فرمایا: ورنہ اللہ تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت کر دے گا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت کو واقع کر دے گا۔

کیونکہ ان کا صفوں میں مخالفت کرنا صفوں کے ظاہر میں اختلاف ہے اور ظاہر کا اختلاف باطن کے اختلاف کا سبب ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۶۸۰-۱۶۷۸، مکتبہ نزار، مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۳۲۳ھ)

صفوں کو برابر رکھنے اور چہروں کے درمیان مخالفت کرنے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صفوں کے برابر کرنے کا معنی یہ ہے کہ نمازی صف میں ایک سمت پر (متوازی) کھڑے ہوں اور درمیان میں خلل اور خالی جگہ

نہ ہو۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: اللہ تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت کر دے گا اس کے کئی معانی ہیں:

(۱) اگر تم نے صفیں متصل نہ رکھیں تو اللہ تمہارے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا۔

(۲) اللہ تمہارے دلوں میں عداوت اور بغض پیدا کر دے گا۔

(۳) اللہ تمہارے چہروں کو تمہاری گدی کے پیچھے لگا دے گا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۷۰-۳۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۸۱۔ ج ۱ ص ۱۲۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① ار باب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان ② عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی توجیہ۔

۷۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوا الصُّفُوفَ فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِي. [اطراف الحدیث: ۷۱۹-۷۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صفیں قائم رکھو اور مل کر کھڑے ہو کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

نبی ﷺ کے پس پشت دیکھنے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس پشت دیکھنا نبی ﷺ کا معجزہ ہے اور آپ کی خصوصیت ہے مختار بن محمد نے اپنے رسالہ الناصر یہ میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی مثل دو آنکھیں تھیں جن سے آپ دیکھتے تھے اور آپ کے کپڑے آپ کی نظر کے لیے حاجب اور رکاوٹ نہیں ہوتے تھے ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد علم ہے یعنی آپ کو پیٹھ کے پیچھے کا بھی علم ہوتا تھا یہ تاویل بلا ضرورت ہے بلکہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا اولیٰ ہے علامہ قرطبی نے کہا: یہ شارع علیہ السلام کی کرامات میں سے ہے امام احمد اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کا یہ دیکھنا حقیقتہً آنکھ سے دیکھنا ہے اور از روئے عقل اس میں کوئی مانع نہیں ہے اور شریعت میں یہ وارد ہے لہذا اس کے موافق کہنا واجب ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرنا ضروری ہے اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

ابن الملک نے کہا: یہ ان معجزات میں سے ہے جو نبی ﷺ کو عطا کیے گئے تھے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ ان کشف میں سے ہے جو ان دلوں کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں جن پر علوم غیب ظاہر ہوتے ہیں۔ (مرقات ج ۲ ص ۵۹۱ المکتبۃ الحنفیہ پشاور)

علامہ حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کو یہ علم اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے اور اس کے منکشف کرنے سے تھا۔

(شرح الطیبی ج ۲ ص ۳۲۶ إدارة القرآن کراچی ۱۴۱۳ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام المازری نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ کی پشت میں ادراک پیدا کیا تھا جس سے آپ پس پشت دیکھتے تھے آپ کو اس سے بہت زیادہ معجزات عطا کیے گئے تھے اس لیے اس کا انکار نہ کیا جائے اور قہی بن محمد قرطبی متوفی ۵۷۳ھ نے کہا ہے کہ آپ اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے اور امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ یہ آپ کی آنکھ سے حقیقی رویت تھی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے بعض علماء نے کہا: اس سے مراد علم ہے اور ظاہر احادیث اس قول کا رد کرتی ہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ زیادتی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج میں عطا فرمائی تھی۔

(اکمال المعلم بطوائف مسلم ج ۲ ص ۳۳۶ دار الوفاء ۱۳۱۹ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ نے بھی اس حدیث کی یہی تقریر کی ہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۵۸-۵۷ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی مالکی اندلسی متوفی ۸۲۸ھ نے بھی اس حدیث کی یہی تقریر کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۱۷-۳۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ سامنے سے اور پس پشت یکساں دیکھتے تھے یہ آپ کا معجزہ تھا یہ وحی اور الہام سے کبھی کبھی ہوتا تھا دائمی نہیں تھا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی اور یہ پتا نہ چلا کہ وہ کہاں گئی ہے تو منافقوں نے کہا: محمد (ﷺ) یہ کہتے ہیں کہ میرے پاس آسمانوں کی خبر پہنچتی ہے اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر کسی چیز کو نہیں جانتا اور مجھے ابھی میرے رب نے خبر دی ہے کہ وہ اونٹنی فلاں جگہ پر ہے اور اس کی مہار فلاں درخت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے نیز آپ نے فرمایا: میں بشر ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے بتلانے بغیر نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے اور نماز نبی ﷺ کے افضل و ارفع حالات سے ہے اور نماز میں آپ کو حقائق اشیاء کا انکشاف اور موجودات خارجیہ کی اطلاع بہت اکمل اور اتم طریقہ سے ہوتی ہے اور نماز میں آپ کا استغراق کائنات سے بے خبری کا سبب نہیں ہوتا اور مشائخ قدست اسرار ہم کہتے ہیں کہ نماز مقام کشف و حضور ہے اور کسی چیز سے بے خبری اور اضمحلال کا سبب نہیں ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی مانند دیکھنے کا آلہ پیدا کیا گیا تھا لیکن یہ قول کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ (امداد اللمعات ج ۱ ص ۳۹۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے اس دیکھنے کی حقیقت کیا ہے اس کی اور آپ کے تمام احوال کی حقیقت کوئی نہیں جانتا تاہم قیاس اور عقل سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا یہ دیکھنا آنکھ سے تھا یا دل سے تھا اور ہر صورت میں یہ حالت نماز کے ساتھ مخصوص تھی کیونکہ نماز مکمل انکشاف کا محل ہے اور نور کی زیادتی کا موجب ہے اور یا یہ دیکھنا عام احوال اور اوقات کو محیط ہے۔ اگر رویت بصری ہو تو ان ہی آنکھوں سے ہے جو سر میں ہیں یا اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ قوت بصریہ کو بدن کے ہر جز میں پیدا کر دے یا یہ طور معجزہ نبی ﷺ کے کسی چیز کو دیکھنے میں اس کے سامنے ہونے کی شرط نہ ہو۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی طرح دو آنکھیں تھیں اور آپ ان آنکھوں سے دیکھتے تھے اور کپڑے دیکھنے سے مانع نہیں تھے یا قبلہ کی دیوار میں پیچھے کی چیزیں آئینہ کی طرح منعکس

ہو جاتی تھیں سو آپ ان چیزوں کا مشاہدہ کرتے تھے لیکن یہ قول بہت عجیب ہے اگر صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ہو تو ”اقتنا و صدقنا“ ورنہ اس میں توقف ہے اور اگر اس سے روایت قلبی مراد ہو تو پھر یہ وحی اور خبر دینے کی قسم سے ہے اور کشف اور الہام ہے اور علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جس طرح آپ کے قلب شریف میں علم معقولات کا احاطہ اور وسعت عطا کی گئی تھی اسی طرح آپ کے حواس میں بھی محسوسات کا احاطہ اور وسعت عطا کی گئی تھی اور چہ جہات (سامنے پیچھے دائیں بائیں اوپر اور نیچے) آپ کے لیے ایک جہت کے حکم میں کر دی گئی تھیں اور آپ بہ یک وقت تمام جہات کا مشاہدہ کرتے تھے اور اس جگہ یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں بندہ ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ سامنے اور پیچھے کی چیزوں کا منکشف ہونا نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر عام ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے بتانے اور خبر دینے پر موقوف ہے جیسا کہ تمام مغیبات کا یہی حکم ہے کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی پر موقوف ہے جیسا کہ آپ کو گم شدہ اونٹنی کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے بتانے سے ہوا۔

(مدارج النبوة ج ۱ ص ۷۱ مکتبہ نوریہ رضویہ عکبر)

علامہ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

آپ نے جو فرمایا ہے: میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں اس سے مراد حقیقی دیکھنا ہے اور وہ ان ہی آنکھوں کے ساتھ تھا اور کسی چیز کو دیکھنے کے لیے اس کے سامنے ہونے کی شرط عادی ہے اور یہ عادت نبی ﷺ کے حق میں نہیں تھی اور یہ بھی علماء نے کہا ہے کہ آپ کی پشت میں سوئی کی نوک کی مثل دو سوراخ تھے اور ان سے آپ پس پشت دیکھتے تھے اور کپڑے اس دیکھنے میں مانع نہیں تھے اور آپ کا یہ دیکھنا بھی از قبیل معجزات تھا۔ (تیسیر القاری ج ۱ ص ۱۵۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نبی ﷺ پس پشت کس طرح دیکھتے تھے اس کی تفصیل اور تحقیق میں ہم نے بہت علماء کی عبارات ذکر کی ہیں لیکن سب سے جامع اور کامل عبارت ملا علی قاری ہردی کی ہے جس کو ہم اس بحث کے آخر میں پیش کر رہے ہیں:

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا پس پشت دیکھنا حالت نماز میں تھا نماز کی حالت میں آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی تھی جس کی وجہ سے آپ پر انتہائی قرب کا فیضان کیا جاتا تھا اور آپ پر بہ طور معجزہ تجلیات کا نزول ہوتا تھا جس کی وجہ سے آپ پر حقائق موجودات منکشف ہو جاتے تھے سو آپ پیچھے کی چیزوں کا بھی اسی طرح ادراک کرتے تھے جس طرح سامنے کی چیزوں کا ادراک کرتے تھے ہر چند کہ آپ عالم الغیب میں مستغرق اور منہمک ہوتے تھے تب بھی عالم شہادت کی کوئی چیز آپ سے مخفی نہیں ہوتی تھی اور وہ جو حدیث میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے اگر یہ حدیث صحیح ہو تو آپ کے اس دیکھنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس میں علم کی نفی نماز سے باہر ہے اور آپ کے اس دیکھنے کا عموم حالت نماز میں ہے اور علماء نے کہا ہے کہ آپ کے دو کندھوں کے درمیان دو آنکھیں تھیں جو سوئی کی نوک کے برابر تھیں اور ان سے آپ اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سر کی آنکھوں سے دیکھتے تھے علاوہ ازیں اس دیکھنے کی اس حدیث کے ساتھ کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری کی اس حدیث میں آنکھ سے پس پشت دیکھنے کا ثبوت ہے اور دیوار کے پیچھے والی حدیث میں علم غیب کی نفی ہے لہذا ثبوت اور نفی کا تعلق ایک چیز کے ساتھ نہیں ہے اور عام مخلوق کا دیکھنا اس طرح ہوتا ہے کہ شعاع بھری سامنے کی چیز پر پڑتی ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا یہ دیکھنا بہ طور معجزہ تھا اور آنکھ کو پیدا کرنے والا اس پر قادر ہے کہ وہ پس پشت بھی دیکھنے کو پیدا کر دے۔ بعض علماء نے کہا کہ پس پشت

جو صورتیں تھیں وہ دیوار قبلہ میں نقش ہو جاتی تھیں سو آپ ان کو دیکھ لیتے تھے لیکن یہ قول اس لیے مردود ہے کہ اس کے ثبوت میں کوئی حدیث نہیں ہے، بعض نے کہا: آپ کو وحی اور الہام سے پس پشت کی خبر دی جاتی تھی، یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ آپ مشاہدہ فرماتے تھے اور وہ حدیث جو ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے، وہ اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ نے بے شمار غیوب کی خبر دی ہے اور وہ جو گم شدہ اوثنی کا واقعہ ہے جس پر منافقوں نے طعن کیا تھا تو بعد میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرمادیا تھا کہ وہ اوثنی کس جگہ ہے اور آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے اسی چیز کا علم ہوتا ہے جس کا علم مجھے اللہ عطا کرتا ہے اور مجھے میرے رب نے مطلع کیا ہے کہ وہ اوثنی فلاں جگہ پر ہے اور اس کی مہار فلاں درخت میں پھنسی ہوئی ہے، پھر صحابہ گئے تو اس اوثنی کو آپ کی خبر کے مطابق پالیا، خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے احوال مختلف ہوتے ہیں اسی وجہ سے ایک وقت میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہیں دیکھا حالانکہ وہ کنواں آپ کے شہر کے قریب تھا اور دوسرے وقت میں آپ نے فرمایا: مجھے یوسف کی قمیص کی خوشبو آ رہی ہے جب کہ وہ قافلہ ابھی مصر سے روانہ ہوا تھا اور ابھی ان کے شہر نہیں پہنچا تھا۔

(مرقات ج ۲ ص ۵۲۶، مکتبہ خانہ پشاور)

”میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے“ اس حدیث کی تحقیق

علامہ محمد عبدالرحمان السخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ) نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، لیکن انہوں نے تخریج رافعی کی تلخیص میں نبی ﷺ کے خصائص میں یہ حدیث ذکر کی ہے: آپ جس طرح سامنے دیکھتے تھے اسی طرح پس پشت بھی دیکھتے تھے پھر کہا ہے: یہ خصوصیت حالت نماز میں ہے تاکہ اس حدیث سے تعارض نہ ہو، جس حدیث میں ہے: میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث وارد ہے لیکن دونوں حدیثوں کے محل الگ الگ ہیں پہلی حدیث میں آنکھ سے دیکھنے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں علم غیب کی نفی ہے اور آپ نے بہ کثرت غیوب کی خبر دی ہے پس اس کی نظیر یہ حدیث ہے: میں کسی چیز کو نہیں جانتا سوا ان چیزوں کے جن کا مجھے اللہ عزوجل نے علم عطا کیا ہے اور ابن ملقن نے کہا ہے: اور ہمارے شیخ نے بھی ان کی موافقت کی ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے: مجھے دیوار کے پیچھے دکھائی نہیں دیتا لیکن اس کا صحیح بخاری کی حدیث سے تعارض نہیں ہے کیونکہ اس میں پس پشت دیکھنے کا ثبوت حالت نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں خارج از نماز کی نفی ہے۔

(القاصد الحسنہ: ۹۳۴ ص ۳۶۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی من وعن یہی عبارت نقل کی ہے۔

(کشف الخفاء و مزیل الالباس ج ۲ ص ۱۷۸، مکتبۃ الغزالی دمشق)

علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الشذرة فی الاحادیث الشترہ ج ۲ ص ۹۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن ملقن وغیرہا نے اس حدیث پر درایۃ بحث کی ہے اور روایۃ بحث نہیں کی، یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ یہ حدیث کتب حدیث میں سے کس کتاب میں ہے یہ حدیث صرف لوگوں کی زبان پر ہے، کتب حدیث میں سے کسی کتاب میں یہ حدیث نہیں ہے اسی لیے محققین نے کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

نبی ﷺ کے علم کی وسعت کے ثبوت میں یہ حدیث کافی ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہم میں ایک جگہ کھڑے ہوئے، پھر ہم کو مخلوق کی ابتداء سے خبریں دینی شروع

کیں حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۹۲)

علماء دیوبند نبی ﷺ کے علم کی وسعت کے ثبوت میں جو صحیح احادیث وارد ہیں ان سے صرف نظر کر کے آپ کے علم کی وسعت کی نفی میں ایسی بے سند اور بے اصل احادیث کو پیش کر کے خوش ہوتے ہیں چنانچہ شیخ خلیل احمد سہارن پوری متوفی ۱۳۴۶ھ لکھتے ہیں: ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔ الی قولہ۔ اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (برہین قاطعہ ص ۵۱، مطبع بلالی ہند)

حالانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا بلکہ اس کو ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۷، سکھر)

صحیح البخاری: ۴۱۸ میں ہم نے اس حدیث کی مختصر شرح کی تھی اور یہاں اس حدیث پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔

صفیں برابر کرتے ہوئے امام کا

نمازیوں کی طرف متوجہ ہونا

۷۲۔ بَابُ إِقْبَالِ الْإِمَامِ النَّاسِ عِنْدَ

تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجا نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ بن قدامہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ نماز کی اقامت پڑھی گئی پس رسول اللہ ﷺ اپنے چہرے سے ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر آپ نے فرمایا: تم اپنی صفوں کو قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو پس بے شک میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

۷۱۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قَدَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي.

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۸۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

صفِ اوّل (کی فضیلت)

۷۳۔ بَابُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از امام مالک از سی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شہداء (یہ ہیں:) غرق ہونے والا طاعون میں فوت ہونے والا پیٹ کی بیماری میں فوت ہونے والا طب کر فوت ہونے والا۔

۷۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَمِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهَدَاءُ الْغَرَقُ وَالْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْهَدِيمُ.

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۵۳ کا مطالعہ کریں۔

۷۲۱۔ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجِيرِ لَأَسْتَبَقُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَأَسْتَهْمُوا۔
اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر لوگ جان لیں کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کتنا اجر ہے تو وہ ان کو پڑھنے ضرور آئیں گے خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں اور اگر وہ جان لیں کہ صف اول میں نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہے تو وہ ضرور اس کے لیے قرعہ اندازی کریں گے۔

اس عنوان کے مطابق دوسری حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۶۵۳ کا مطالعہ کریں وہاں اس کا عنوان تھا: دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت۔

صف کو قائم کرنا نماز کے اتمام سے ہے
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی ازہام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو تم اس سے اختلاف نہ کرو پس جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "ربنا لك الحمد" اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو نماز میں صف کو قائم رکھو کیونکہ صف کو قائم رکھنا نماز کے حسن (میں) سے ہے۔

۷۴۔ بَابُ إِقَامَةِ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ
۷۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ وَأَقِيمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ [طرف الحدیث: ۷۲۲]

(سنن ابوداؤد: ۶۰۳-۶۰۴، سنن نسائی: ۹۲۰، سنن ابن ماجہ: ۸۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۷، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۲۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۷، طبع قدیم مسند احمد: ۸۸۸۹، ج ۱ ص ۳۶۹، مؤسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۶۸۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: تم اپنی صفوں کو برابر رکھو کیونکہ صفوں کو برابر رکھنا بھی اقامت نماز (میں) سے ہے۔

۷۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ۔

اس سے پہلے حدیث: ۸۲۲ میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ نماز کو قائم کرنا نماز کے حسن (میں) سے ہے اس سے معلوم

ہوا کہ صف کو قائم کرنا سنت ہے اور اس حدیث میں فرمایا ہے کہ صفوں کو قائم رکھنا اقامت (میں) سے ہے اس کا محمل یہ ہے کہ صفوں کو قائم رکھنا مستحب ہے۔

جو صفوں کو قائم نہ رکھیں ان کا گناہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن موسیٰ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبید الطائی نے خبر دی از بشیر بن یسار الانصاری از حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مدینہ میں آئے ان سے پوچھا گیا کہ جب سے رسول اللہ ﷺ کا عہد گزرا ہے آپ کس چیز کا انکار کر رہے ہیں (خلاف معمولی پارہے ہیں)؟ انہوں نے کہا: میں کسی چیز کا انکار نہیں کر رہا (کسی چیز کو خلاف معمول نہیں پارہا) سوا اس کے کہ تم صفوں کو قائم نہیں کرتے اور عقبہ بن عبید نے کہا از بشیر بن یسار: ہمارے پاس حضرت انس بن مالک اس قول کے ساتھ آئے۔

۷۵۔ بَابُ إِثْمٍ مِّنْ لَّمْ يُتِمَّ الصُّفُوفَ

۷۲۴۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبِيدٍ الطَّائِيُّ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَقِيلَ لَهُ مَا أَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهْدِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ مَا أَنْكَرْتُ شَيْئًا إِلَّا أَنْكُمْ لَا تُقِيمُونَ الصُّفُوفَ. وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَدِمَ عَلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْمَدِينَةَ بِهَذَا.

(جامع السانید لابن الجوزی: ۵۷۲، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

نمازوں کی صفوں کو برابر رکھنے کا وجوب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث باب کے اس طرح مطابق ہے کہ حضرت انس نے صفوں کو برابر نہ رکھنے پر ناگواری کا اظہار کیا ہے اور ان کی یہ ناگواری اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے نزدیک صفوں کو برابر رکھنا واجب ہے اور واجب کا تارک گناہ گار ہے امام بخاری نے جو اس حدیث کے عنوان میں گناہ کا لفظ لکھا ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ صفوں کے برابر رکھنے کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صفوں کو برابر نہ رکھنے پر شدید وعید آئی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ ترک سنت پر بھی انکار کیا جاتا ہے اس لیے اس کو ترک کرنے والے کا گناہ ثابت نہیں ہوا اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو تو وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے اور جب کہ صفوں کے برابر نہ کرنے پر وعید بھی ہے اور حضرت انس کا ناگواری ظاہر کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں صفوں کو برابر رکھا جاتا تھا اور جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں نے اس طریقہ کی مخالفت کی ہے تو انہوں نے اس پر انکار فرمایا ہے اور نبی ﷺ کے طریقہ کی مخالفت گناہ کو واجب کرتی ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص صف سے باہر پیر رکھتا تھا حضرت عمر اس کے پیر پر ضرب لگاتے تھے اور حضرت سید بن غفلہ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ حضرت بلال ہمارے کندھوں کو برابر کرتے تھے اور نماز میں ہمارے پیروں پر ضرب لگاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نماز کی صفوں کو برابر رکھنا واجب ہے البتہ صفوں کو برابر رکھنا چونکہ نماز کی حقیقت سے خارج ہے اس لیے اگر کسی کی نماز میں صف برابر نہ ہو تو اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۷۶-۳۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے صفوں کو برابر کرنے کا وجوب نبی ﷺ کے اس صیغہ امر سے مستنبط کیا ہے: ”سَوُّوا صُفُوفَكُمْ“ اپنی صفوں کو برابر کرو اور آپ کے اس ارشاد کے عموم سے ”صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي صُلًى“ اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور اس کے ترک پر وعید قائم ہونے سے کہ ورنہ اللہ تمہارے سروں کو گدی کے پیچھے لگا دے گا ان ہی قرآن کی وجہ سے حضرت انس نے ان لوگوں پر ناگواری کا اظہار کیا تھا جو صفوں کو برابر نہیں رکھتے تھے ہر چند کہ ترک سنت مؤکدہ پر بھی انکار کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۷۶۔ بَابُ الصَّاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ

صف میں کندھے کو کندھے کے

وَالْقَدَمَ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ

ساتھ ملانا اور قدم کو قدم سے

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ يُلْزِقُ

اور النعمان بن بشیر نے کہا: میں نے ہم میں سے ایک شخص کو

كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

دیکھا وہ اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملاتا تھا۔

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ابو القاسم الجذلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چہرے سے نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے پھر تین مرتبہ فرمایا: اپنی صفوں کو قائم کرو اور اللہ کی قسم! اگر تم نے اپنی صفوں کو قائم نہیں کیا تو اللہ تمہارے دلوں میں مخالفت پیدا کر دے گا حضرت النعمان نے کہا: پھر میں نے دیکھا ایک شخص اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے ملاتا تھا اور اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے سے ملاتا تھا اور اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملاتا تھا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ٹخنہ وہ ہڈی ہے جو پنڈلی کی جڑ اور جوڑ میں دونوں طرف ہوتی ہے نہ کہ وہ ایک ہڈی جو وسط قدم میں ہوتی

ہے۔

صفوں کو برابر رکھنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صفیں قائم رکھو اور کندھوں کو برابر رکھو اور خالی جگہ کو پُر کرو اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اللہ اس کو قطع کرے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۶۶، سنن نسائی: ۸۱۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صفوں کو ملاؤ اور ان کے درمیان قرب رکھو اور گردنوں کو متوازی رکھو پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! پس بے شک میں دیکھتا ہوں کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح صف کی خالی جگہوں میں داخل ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۷، سنن نسائی: ۸۱۳)

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی تو انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکڑی کیوں بنائی گئی تھی؟ میں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس لکڑی پر ہاتھ رکھ کر فرماتے: برابر برابر کھڑے ہو اور صفیں سیدھی رکھو۔ (سنن ابوداؤد: ۶۶۹)

جماعت میں اپنا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے سے ملانا چاہیے

علامہ محمد امین عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۳ھ لکھتے ہیں:

قیام میں دو پیروں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کا فاصلہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملاؤ اس سے جماعت میں ملانا مراد ہے یعنی ہر شخص دوسرے شخص کی جانب میں کھڑا ہو اسی طرح فتاویٰ سمرقند میں ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

۷۲۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي. وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنَكِبَهُ بِمَنَكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: تم اپنی صفیں قائم رکھو کیونکہ میں تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں اور ہم میں سے ایک شخص اپنا کندھا اپنے صاحب کے کندھے سے اور اپنا قدم اپنے صاحب کے قدم سے ملاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۱۸ کا مطالعہ کریں وہاں اس کا عنوان تھا: اقامت کے وقت اور اقامت کے بعد صفوں کو قائم رکھنا۔

جماعت کی صف میں کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی تحقیق

علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

”کعبہ بکعب صاحبہ“ یعنی وہ اپنا ٹخنہ اپنے صاحب کے ٹخنے سے ملاتا تھا جو اس کے برابر میں تھا۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۷۸ ۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: اور معمر نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص آج اس طرح کرے (یعنی اپنا ٹخنہ اپنے صاحب کے ٹخنے سے ملائے) تو وہ شخص اس طرح بھاگے گا جیسے سرکش خچر بھاگتا ہے۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۷۸ ۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۰۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

کہ حدیث میں قدم کو قدم کے ساتھ ملانے سے مراد صفوں کو برابر کرنے میں اور صف کے بیچ میں کشادگی اور خلل کو ختم کرنے میں مبالغہ ہے۔ (تیسیر القاری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور وہ جو حدیث میں مذکور ہے (کہ ٹخنوں کو ٹخنوں سے چپکاؤ) اس سے مراد جماعت ہے یعنی (ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کا مطلب یہ ہے) کہ ہر ایک دوسرے کی جانب میں کھڑا ہو جیسا کہ فتاویٰ سمرقندی میں ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانے سے مراد صف کی درستگی اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۰۸ دار المعرفہ بیروت)

شیخ ظفر احمد عثمانی التھانوی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانے میں بعض لوگوں نے اس حدیث پر اس طرح عمل کیا ہے کہ تم ان کو دیکھو گے کہ وہ اپنے قدموں کو اپنے قریب صف میں کھڑے ہوئے لوگوں کے قدموں کے ساتھ ملاتے ہیں اور پوری نماز میں تکلف سے یہ کام کرتے ہیں اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کے ساتھ اگر ٹخنوں کو بھی ٹخنوں کے ساتھ ملایا جائے تو اس میں بہت بھاری مشقت ہے خصوصاً اسی حالت پر نماز کے آخر تک برقرار رہتے ہوئے جیسا کہ مشاہدہ ہے اور قرآن و حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حرج اور تنگی کو اٹھا لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں تمام اعضاء کو دوسرے آدمی کے تمام اعضاء کے ساتھ ملانا ممکن نہیں ہے کیونکہ نمازی مختلف قد اور قامت کے ہوتے ہیں لہذا جس حدیث میں ٹخنوں سے ٹخنوں کو ملانے کا حکم ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے کے بالمقابل اور متوازی ہو اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے کہ اس سے مراد صفوں کو برابر رکھنے اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے اور عون المعبود میں حضرت ابن عمر کی حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ اپنے کندھے دوسرے کے کندھے کے متوازی رکھو اور اپنے قدم دوسرے کے قدم کے متوازی رکھو۔

اور شیخ نے کہا ہے کہ اگر کندھوں سے کندھے اور ٹخنوں سے ٹخنے حقیقتاً چپکانا یا ملانا مراد ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کے شروع میں ایسا کیا جائے یہ مراد نہیں ہے کہ پوری نماز اس طرح پڑھ لی جائے۔

اور معمر کی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں: اور اگر آج میں کسی کے ساتھ ایسا کروں تو وہ اس طرح بھاگے گا جیسا سرکش خچر بھاگتا ہے پس اگر یہ نماز کی سنتوں میں سے سنت مقصودہ ہوتی تو صحابہ میں سے کوئی متفرق نہ ہوتا اور نہ بھاگتا پس صحیح وہ ہے جو ہم نے کہا ہے کہ اقامت کے وقت صفوں کو برابر رکھنے کے لیے فرمایا ہے نہ کہ اقامت کے بعد نماز کے اندر۔

(اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۳۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شیخ انور شاہ کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

”الزاق المنكب بالمنكب“ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس قول سے مراد صف کو برابر کرنے اور خلل کو بند کرنے میں مبالغہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء اربعہ کے نزدیک بھی یہی مراد ہے کہ درمیان میں اتنی کشادگی نہ ہو کہ اس میں تیسرے آدمی کی گنجائش ہو اور دو آدمیوں کے درمیان فاصلہ باقی رہے۔ شرح وقایہ میں ہے کہ دونوں کے درمیان چار انگل کے برابر فاصلہ ہو اور یہی شافعیہ کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک بالشت کا فاصلہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے متقدمین میں نہیں پایا کہ وہ جماعت اور اکیلے نماز پڑھنے کے حال میں ٹخنوں کو متصل رکھنے میں فرق کرتے ہوں بایں معنی کہ وہ اپنے قدموں کے درمیان جماعت کی حالت میں اکیلے نماز پڑھنے سے زیادہ فاصلہ رکھتے ہوں اور یہ مسئلہ فقط غیر مقلدین نے ایجاد کیا ہے اور ان کے پاس سوائے لفظ ”الزاق“ کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ الی قولہ

اور حاصل یہ ہے کہ ہم نے صحابہ اور تابعین کو جماعت اور اکیلے نماز پڑھنے کے قیام میں کوئی فرق کرتے ہوئے نہیں پایا۔ اسی سے ہمیں معلوم ہوا کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کا قول صف کی برابری اور کشادگی کو بند کرنے کے بارے میں وارد ہوا ہے۔ پھر سوچو اور جلدی مت کرو کہ کندھوں کو کندھوں سے ملانے کے ساتھ قدموں کو قدموں سے ملانا سخت مشقت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس کے بعد ممکن ہے پس یہ (غیر مقلدین کی) من گھڑت بات ہے متقدمین میں اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ الی قولہ اور خلاصہ یہ ہے کہ فاصلہ دونوں قدموں کے درمیان سنت ہے اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے اس لیے کہ وہ اس کے علاوہ کا نہ ذکر کرتے

ہیں اور نہ درپے ہوتے ہیں پس ان ہی متقدمین کی قیادت کافی ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۳۷-۲۳۶ مطبوعہ تجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

غیر مقلدین نے (ٹخنوں کو ٹخنوں سے چپکانے کا قول) یہاں سے لے لیا اور وہ قدموں کو پھیلا پھیلا کر ایک دوسرے سے چپکاتے ہیں حالانکہ جس طرح قدم کا قدم کے ساتھ ”الزاق“ مذکور ہے اسی طرح ”منکب“ کا ”منکب“ کے ساتھ بھی منقول ہے اور دونوں کا ”الزاق“ ایک ساتھ نہیں ہو سکتا جب قدم کو قدم کے ساتھ ملائیں گے تو ”منکب“ کو ”منکب“ کے ساتھ نہیں ملا سکتے معلوم ہوا کہ حقیقت میں محاذات مراد ہے نہ یہ کہ بالکل چپکا دیئے جائیں۔ (انعام الباری دروس بخاری ج ۳ ص ۲۲۰ مکتبۃ الحراء کراچی)

مصنف کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں کندھوں کو کندھوں کے ساتھ اور ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملانے کا جو حکم ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جماعت میں نمازی اپنے ٹخنے دوسرے نمازی کے ٹخنوں کے متوازی اور متقابل رکھے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک نمازی اپنے ٹخنے دوسرے نمازی کے ساتھ چپکائے رکھے جب کہ پوری نماز میں اس طرح کرنا عملاً سخت دشوار ہے اور دین میں سہولت ہے تنگی نہیں ہے اور صحابہ اور تابعین کے دور میں اس پر عمل نہیں کیا جاتا تھا جیسا کہ معمر کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ صحیح بخاری کے تمام متقدمین اور متاخرین شارحین نے اسی طرح لکھا ہے صرف غیر مقلدین نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے اجتماعی موقف سے الگ رکھا ہے۔

جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب کھڑا ہو
اور امام اس کو دائیں جانب کر دے
تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی

۷۷ - بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ
الْإِمَامِ وَحَوْلَهُ الْإِمَامُ خَلْفَهُ
إِلَى يَمِينِهِ تَمَّتْ صَلَاتُهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں داؤد نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از کریب مولیٰ حضرت ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنے پیچھے سے اپنی دائیں جانب کر دیا پھر آپ نے نماز پڑھی اور سو گئے پس آپ کے پاس مؤذن آیا پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

۷۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِي مِنْ وَرَائِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى وَرَقَدَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۷ کا مطالعہ کریں وہاں اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد علم کی باتیں کرنا۔

تنہا ایک عورت کی بھی صف ہوتی ہے

۷۸ - بَابُ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا تَكُونُ صَفًّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسحاق از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اور یتیم نے ہمارے گھر میں نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی

۷۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا

اور میری والدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۸۰ کا مطالعہ کریں وہاں اس حدیث کا عنوان ہے: چٹائی پر نماز پڑھنا۔

۷۹۔ بَابُ مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ

۷۲۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قُمْتُ لَيْلَةً أُصَلِّي عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدِي أَوْ بَعْضِي حَتَّى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ وَقَالَ بِيَدِهِ مِنْ وَرَائِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثابت بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از شعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ایک رات نبی ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا آپ نے میرا ہاتھ یا میرا بازو پکڑ کر مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا اور اپنے ہاتھ سے میرے پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۷ کا مطالعہ کریں وہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد علم کی باتیں کرنا۔

۸۰۔ بَابُ إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ أَوْ سِتْرَةٌ

قَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهْرٌ

حسن بھری نے کہا: جب تمہارے اور امام کے درمیان (بڑا یا چھوٹا) دریا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

علامہ بدرالدین عینی نے کہا: اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۸۳)

وَقَالَ أَبُو مَجْلَزٍ يَأْتُمُ بِالْإِمَامِ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ أَوْ جِدَارٌ إِذَا سَمِعَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

لیٹ بیان کرتے ہیں کہ جو عورت نماز پڑھتی ہے اور اس کے اور امام کے درمیان دیوار ہو اگر وہ امام کی تکبیر سنتی ہے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از یحییٰ بن سعید الانصاری از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ رات کو حجرہ میں نماز پڑھتے تھے اور حجرہ کی دیوار چھوٹی تھی پس لوگوں نے نبی ﷺ کو دیکھ لیا پھر لوگ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے پس صبح کو انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا پس نبی ﷺ نے دوسری رات بھی قیام کیا لوگوں نے پھر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی اس طرح انہوں نے دو راتیں یا تین راتیں کیا حتیٰ کہ

۷۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فِي حُجْرَتِهِ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيرٌ فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ أَنْاسٌ يُصَلُّونَ بِصَلَوَتِهِ فَأَصْبَحُوا فَتَحَدَّثُوا بِذَلِكَ فَقَامَ لَيْلَةَ الثَّانِيَةِ فَقَامَ مَعَهُ أَنْاسٌ يُصَلُّونَ بِصَلَوَتِهِ صَنَعُوا ذَلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ

ذَلِكَ، جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذَلِكَ النَّاسُ فَقَالَ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ.

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے، پس نماز کے لیے نہیں نکلے پھر جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ خوف ہوا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔

[اطراف الحدیث: ۴۰: ۹۴۳-۱۱۲۹-۲۰۱۱-۲۰۱۲-۵۸۶۱] (صحیح مسلم: ۷۸۱، الرقم السلسل: ۱۷۹۴، سنن ابوداؤد: ۱۳۴، سنن ترمذی: ۳۵۰، سنن نسائی: ۱۶۰۰-۱۵۵۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۰۴، شرح مشکل الآثار: ۶۱۳، صحیح ابن حبان: ۲۴۹۱، سنن بیہقی: ۳۸۹۲، المعجم الاوسط: ۳۱۹۰، شرح السنن: ۹۹۵، السنن الکبریٰ: ۱۲۹۳، شرح معانی الآثار: ۲۰۱۳، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲، طبع قدیم مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۸، مؤسسة الرسالة بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۲۱، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سلام (۲) عبدہ بن سلام الکلابی العامری الکوفی، ان کا نام عبد الرحمان ہے اور عبدہ ان کا لقب ہے اور لقب زیادہ مشہور ہے، ان کی کنیت ابو محمد ہے (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) عمرہ بنت عبد الرحمان الانصاریہ المدنیہ (۵) حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۸۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر لوگ کھڑے ہو کر آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔

نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنا افضل ہے

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفل نماز مسجد کی بہ نسبت گھر میں پڑھنا افضل ہے خواہ وہ مسجد نبوی ہو، مسجد اقصیٰ ہو یا کعبہ ہو۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۷۴، مؤسسة الرسالة بیروت الطبعة الثانیہ: ۱۴۲۷ھ)

نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنے کی افضلیت پر مزید بحث و تحقیق حدیث: ۷۳۱ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

اگر امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں مذاہب فقہاء -----

اور امام مالک کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ ہو یا دیوار ہو تو پھر نماز جائز ہے یا نہیں، ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے، حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا یہی موقف ہے۔ سالم اور ابن سیرین کا بھی یہی نظریہ ہے۔

عروہ اپنے گھر میں امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ان کے گھر اور مسجد کے درمیان راستہ تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۶۳)

امام مالک نے کہا: نمازی اور امام کے درمیان راستہ ہو یا چھوٹا دریا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح جو کشتیاں قریب قریب ہوں اور امام ان میں سے کسی ایک کشتی میں ہو تو اس کی اقتداء میں باقی کشتیوں میں نماز جائز ہے۔

عطاء نے کہا: جب نمازی کو امام کا علم ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نمازی اور امام کے درمیان راستہ ہو یا دریا ہو یا دیوار ہو تو پھر نمازی امام کی نماز کے

ساتھ شریک نہیں ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۵۳)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک راستہ میں صفیں متصل نہ ہوں اور یہی لیث اوزاعی اور اشہب مالکی کا قول ہے۔

اسی طرح جب کوئی شخص کسی گھر میں قید ہو اور امام کی آواز اس تک پہنچ رہی ہے تو پانچ نمازیں اور جمعہ اس کی اقتداء میں پڑھنا جائز ہے امام ابو حنیفہ نے جمعہ اور پانچ نمازیں پڑھنے کی اجازت دی ہے اور امام مالک نے صرف جمعہ کی اجازت دی ہے۔ امام شافعی نے کہا: جس شخص کو کسی جگہ قید کر دیا گیا ہو تو اس کا امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا صرف اسی صورت میں جائز ہے جب کہ اس جگہ تک صفیں متصل ہوں۔

جو فقہاء اس طرح نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں ان کی دلیل حضرت عائشہ کی یہ حدیث صحیح البخاری: ۷۲۹ اور حضرت زید بن ثابت کی حدیث صحیح البخاری: ۷۳۰ ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے حجرہ میں نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اگر یہ جائز نہ ہوتا تو نبی ﷺ صحابہ کو اس کی تعلیم دیتے کیونکہ آپ کو معلم بنا کر بھیجا گیا تھا۔ ابن القصار نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج اپنے اپنے حجرہوں میں نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتی تھیں اور آپ مسجد میں نماز پڑھاتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے اصحاب کی اقتداء میں نماز پڑھتی تھیں جب کہ امام اور نمازیوں کے درمیان تکبیرات کو سننے سے کوئی چیز حائل نہیں تھی اور اس کی دلیل نابینا نمازی کی اقتداء کرنا ہے اور جن نمازیوں کے اور ان کے امام کے درمیان بہت کثیر صفیں حائل ہوتی ہیں اور ستون حائل ہوتا ہے لہذا ان کی اقتداء سے منع کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک اگر امام اور مقتدی کے درمیان اونچی دیوار شارع عام ----- یا دریا حائل ہو تو اقتداء جائز نہیں

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

جب امام اور مقتدی کے درمیان دیوار ہو تو اقتداء جائز ہے حاکم شہید نے کہا ہے کہ چھوٹی دیوار ہو تو اقتداء جائز ہے اور چھوٹی دیوار کا مصداق ایسی دیوار ہے جس پر چڑھنے میں عام آدمی کو مشقت نہ ہو اور بڑی دیوار میں اس لیے اقتداء جائز نہیں ہے کہ مقتدی پر امام کا حال مخفی رہے گا۔

اگر مقتدی اور امام کے درمیان بڑا راستہ ہو یا بڑا دریا ہو تو ہمارے نزدیک اقتداء جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص امام کے ساتھ نہیں ہے جس کے اور امام کے درمیان دریا ہو یا راستہ ہو یا عورتوں کی صف ہو کیونکہ ان دونوں کا مکان (مقام) مختلف ہو گیا اور اختلاف مکان صحت اقتداء سے مانع ہے اور جو راستہ اقتداء سے مانع ہے اس کی تفسیر میں فقہاء نے کہا ہے کہ جس راستہ سے تیل گاڑی (تانگہ یا کار) گزر سکے یا اونٹ گزر سکے یا وہ عام گزرگاہ ہو تو اگر امام اور مقتدی کے درمیان ایسا راستہ ہو تو وہ اقتداء سے مانع ہے اسی طرح وہ بڑا دریا جو صحت اقتداء سے مانع ہے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ جس دریا میں چھوٹی بڑی کشتیاں چلتی ہوں۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۱۹۱-۱۹۲، ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۲۳ھ)

حاکم شہید نے لکھا ہے: جب کسی شخص نے مسجد کی چھت پر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی تو اس کی نماز ہو جائے گی اور اگر مسجد کے پہلو میں سطح پر نماز پڑھی اور اس کے اور امام کے درمیان عام راستہ نہیں ہے پھر بھی نماز ہو جائے گی۔ علامہ سرخسی نے اس کی شرح میں

اتباع کرنا واجب ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ ان پر اصالۃ رات کی نماز واجب ہوتی اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی نماز کو پڑھنے کی نذر مان لیتا ہے تو وہ اس پر واجب ہو جاتی ہے اور یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ نماز اس پر اصالۃ واجب ہے۔

اس حدیث سے جو دیگر مسائل مستنبط ہوتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) اگر امام نے نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کی ہو، پھر بھی اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ صحابہ نے اچانک حجرہ کی دیوار کے پیچھے سے نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنی شروع کر دی تھی اور نبی ﷺ نے علم ہونے کے بعد اس کا رد نہیں فرمایا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

(۲) اس حدیث میں نفل کو جماعت سے پڑھنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ نفل گھر میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فرائض کے علاوہ مرد کی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱، صحیح مسلم: ۷۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۰۴۳، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷).

(۳) اس حدیث میں نبی ﷺ کی شفقت کا بیان ہے، آپ نے اس خدشہ سے رات کی نماز نہیں پڑھی کہ پھر امت پر یہ نماز واجب ہو جائے گی اور امت کی اکثریت اس کو پڑھنے سے عاجز ہوگی۔

(۳) امام اور مقتدی کے درمیان دیوار ہو تو وہ اقتداء سے مانع نہیں ہے بشرطیکہ نمازیوں پر امام کے افعال مشتبہ نہ ہوں۔

(عمدة القاري ج ٥ ص ٣٨٥ - ٣٨٣ دار الكتب العلمية بيروت ١٤٢١هـ)

اس حدیث سے نماز تراویح کی مشروعیت پر بھی استدلال کیا جاتا ہے اس پر ہم ان شاء اللہ ”کتاب صلوٰۃ التراویح“ صحیح البخاری: ۲۰۰۸ میں مفصل بحث کریں گے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۶۸۱-۱۶۸۰۔ ج ۲ ص ۴۹۳-۴۹۲ پر مذکور ہے، اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① قیام رمضان ② کرم رسالت ③ عبادت سے گناہوں کی بخشش ④ رکعات تراویح میں مذاہب ⑤ بیس رکعات تراویح پر دلائل ⑥ تراویح میں ختم قرآن ⑦ رمضان میں ختم قرآن کا نذائے ⑧ غیر مقلدین سے گزارش ⑨ تنہاء عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے۔

٨١ - بَابُ صَلَوةِ اللَّيْلِ

رات کی نماز

٧٣٠ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَيْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ حَصِيرٌ يَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ فَثَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ فَصَلُّوا وَرَاءَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی فدیہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از المقبری از ابی سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ کے پاس ایک چٹائی تھی جس کو آپ دن میں بچھاتے تھے اور رات کو آپ اس کو حجرہ کی مثل بنا لیتے تھے پس آپ کی طرف کچھ لوگ آئے اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۷۲۹ میں تفصیل سے کی جا چکی ہے۔

۷۳۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَقْبَةَ عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً قَالَ حَبِيبُ اللَّهِ قَالَ مِنْ حَصِيرٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى فِيهَا لَيْلِي فَصَلَّى بِصَلَوَتِهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِي رَأَيْتُمْ مِنْ صَنِيعِكُمْ فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ قَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا وَهَبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ عَنْ زَيْدٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [اطراف الحديث: ۶۱۱۳-۷۲۹۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم ابی النضر از بسر بن سعید از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ نے حجرہ بنایا: انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ رمضان میں چٹائی سے بنایا تھا: آپ نے اس حجرہ میں کئی راتیں نمازیں پڑھیں: پس آپ کے اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی: پس جب آپ کو ان کے نماز پڑھنے کا علم ہوا تو آپ گھر بیٹھنے لگے پھر آپ ان کی طرف نکلے اور فرمایا: میں نے تمہارے فعل کو دیکھ لیا: پس اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو: پس بہترین نماز وہ نماز ہے جو فرض کے علاوہ مرد اپنے گھر میں پڑھے۔ عفان نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: میں نے ابوالنضر سے سنا از بسر از زید از نبی ﷺ۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۷۲۹ میں کی جا چکی ہے تاہم بعض ضروری امور ذکر کیے جا رہے ہیں:

نوافل کو گھر میں پڑھنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں (فرض) نماز پڑھ لے تو اپنی نماز کا ایک حصہ اپنے گھر کے لیے رکھ لے اللہ اس کی نماز کے سبب سے اس کے گھر میں خیر رکھنے والا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۷۸، الرقم المسلسل: ۱۷۹۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنی نماز میں سے کچھ اپنے گھروں میں رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۱۸۷، صحیح مسلم: ۷۷۷، الرقم المسلسل: ۱۷۸۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۸-۱۰۳۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو ان کی مثال زندہ اور مرزہ کی طرح ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۹۲-۷۷۹، صحیح البخاری: ۶۳۰۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا نور ہے: پس تم اپنے گھروں کو منور کرو۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۵) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: میرا اپنے گھر میں نماز پڑھنا یا مسجد میں نماز پڑھنا ان میں سے کون سی نماز پڑھنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم میرا گھر نہیں دیکھتے وہ مسجد سے کس قدر قریب ہے اور میں اپنے گھر میں نماز پڑھوں یہ مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے سوا اس کے کہ وہ فرض نماز ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۸) اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں۔

حضرت صہیب بن النعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے اس کی اس

نماز پر فضیلت جس کو لوگ دیکھ رہے ہوں اس طرح ہے جیسے فرض کی فضیلت نفل پر ہے۔ (المعجم الکبیر: ۷۳۲۲) حافظ البیہقی نے کہا ہے: اس کی سند میں ایک راوی محمد بن مصعب القرظی ہے اس کو ابن معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور امام احمد نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں بھی نماز پڑھنے سے افضل ہے ماسوا فرض نماز کے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۳۳، سنن ترمذی: ۳۵۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲)

مسجد نبوی اور مسجد حرام کی بھی بہ نسبت گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد کی مذکور الصدر حدیث (۱۰۳۳) کی بناء پر اگر کوئی شخص مسجد نبوی میں نفل پڑھے تو اس کو ایک ہزار نوافل کا ثواب ہو گا جس قول کے مطابق نوافل بھی اجر کو دگنا چوگنا کرنے میں داخل ہیں اور جب وہ نفل گھر میں پڑھے گا تو اس کا اجر ہزار نمازوں سے افضل ہو گا بلکہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اجر کو دگنا چوگنا کرنا تمام حرم میں حاصل ہوتا ہے اور انہوں نے حدیث کے عموم سے چند نوافل کو مستثنیٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کو گھر سے باہر (میدان یا مسجد میں) پڑھنا زیادہ کامل ہے اور یہ وہ نوافل ہیں جن میں جماعت مشروع ہے جیسے عیدین، استسقاء اور سورج گرہن کی نمازیں۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۸۹-۳۸۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس روایت (صحیح البخاری: ۷۳۱) سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں نوافل پڑھنے کو مسجد میں نوافل پڑھنے پر فضیلت دی ہے خواہ وہ آپ کی مسجد (نبوی) ہو۔

(شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۷۴، مؤسسۃ الرسالہ: ۱۴۲۷ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۵۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

نبی ﷺ نے گھروں میں نوافل پڑھنے کی جو ترغیب دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگوں سے پوشیدگی اور ریاکاری سے حفاظت ہے اور اس لیے تاکہ گھر عبادت سے متبرک ہو اور اس میں رحمت کا اور فرشتوں کا نزول ہو اور شیاطین اس سے دور بھاگیں۔

صحیح البخاری کی ”کتاب الاذان“ کا اختتام

الحمد لله رب العلمین! آج ۸ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ / ۳۰ دسمبر ۲۰۰۶ء بہ روز ہفتہ صحیح البخاری کی ”کتاب الاذان“ ختم ہوگئی اس کے بعد ان شاء اللہ ”کتاب صفة الصلوة“ شروع ہوگی۔

”کتاب الاذان“ میں ۱۲۲ احادیث مرفوعہ تھیں جن میں ۹۶ احادیث موصولہ تھیں اور ۲۶ احادیث معلقہ تھیں۔

اللہ العظیم! میری اس کاوش کو قبول فرماتا، میری خطاؤں سے درگزر فرماتا، نعمۃ الباری کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرماتا اور اپنی رحمت سے اس کو مکمل فرمادینا اور اپنی رحمت سے میری والدین کی میرے اساتذہ کی میرے احباب کی اس کتاب کے ناشر، معاونین اور قارئین کی مغفرت فرمادینا۔ (آمین)





نحمدہ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

أَبْوَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ

نماز کی صفت کے ابواب

امام بخاری ”کتاب الاذان“ سے فارغ ہو گئے جس میں جماعت اقامت اور صفوں کو برابر کرنے کے متعلق احادیث تھیں اس کے بعد اب نماز کی صفت کے ابواب اور اس کی تمام انواع اور تفصیل کے متعلق احادیث کی روایت کو شروع کیا۔

۸۲۔ بَابُ إِيْجَابِ التَّكْبِيْرِ

تکبیر پڑھنے کا وجوب

اور نماز کا افتتاح

وَأَفْتِيْحُ الصَّلَاةِ

اس باب میں ”تکبیرۃ الاحرام“ کا بیان ہے ”تکبیرۃ الاحرام“ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ نے فرمایا: یہ نماز کی شرط ہے اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے فرمایا: یہ نماز کا رکن ہے۔

نماز میں اللہ اکبر سے نماز کے افتتاح میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تکبیرۃ الاحرام کے وجوب میں فقہاء کا اختلاف ہے جمہور فقہاء کے نزدیک یہ واجب ہے اور بعض علماء کے نزدیک یہ سنت ہے سعید بن المسیب، الحسن البصری، الحکم الزہری اور الاوزاعی نے یہ کہا ہے کہ رکوع کی تکبیر، تکبیر تحریمہ سے کفایت کرتی ہے۔ ابن القاسم نے المدونہ میں امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ اگر مقتدی تکبیر تحریمہ پڑھنا بھول گیا اور اس نے رکوع کی تکبیر پڑھ لی اور اس سے تکبیر تحریمہ کی نیت کر لی تو یہ اس کے لیے جائز ہے (الی قولہ) اور جو فقہاء تکبیر تحریمہ کو واجب کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۸) اس حدیث میں آپ نے تکبیر تحریمہ کا ذکر فرمایا اور کسی تکبیر کا ذکر نہیں فرمایا اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل تسلیم (سلام

پھیرنا) ہے۔ (المعجم الکبیر: ۸۲۷۱) (اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۴)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک نماز صرف اللہ اکبر کہنے سے منعقد ہوتی ہے اور حضرت ابن مسعود طاؤس ایوب امام مالک، ثوری اور امام شافعی یہ کہتے تھے کہ نماز کا افتتاح تکبیر سے ہوتا ہے عام متقدمین اور متاخرین اہل علم کا یہی قول ہے مگر امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نماز ”اللہ اکبر“ سے بھی منعقد ہو جاتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم کو بھی تعظیم سے کہا

جائے اس سے نماز منعقد ہو جاتی ہے جیسے اللہ عظیم یا کبیر یا جلیل اور سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں اور بہ لحاظ تعظیم ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۱، سنن ترمذی: ۲۳۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۳، سنن داری: ۶۸۷) اور نبی ﷺ نے اعرابی سے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔

(صحیح البخاری: ۵۷۵، صحیح مسلم: ۲۹۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۷) (المغنی ج ۲ ص ۹-۸، دارالحدیث قاہرہ: ۱۳۲۵ھ)

امام ابوحنیفہؒ ”تکبیرۃ الاحرام“ کو شرط فرماتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى (الاعلیٰ: ۱۵)

اور اس نے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پس نماز پڑھی

اور رب کا نام عام ہے وہ اللہ اکبر اور دوسرے اسماء کو شامل ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے پس آپ کی دائیں جانب زخمی ہو گئی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن آپ نے ہمیں نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے پس ہم نے بھی آپ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سب سجدہ کرو اور جب وہ ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہے تو تم کہو: ”ربنا ولك الحمد“۔

۷۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَجَحَشَ شِقَّةَ الْأَيْمَنِ، قَالَ أَنَسُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَصَلَّى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلَوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا، ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۶۸۹، اور ۳۷۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: چھت، منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا۔

مرض یا کمزوری کی وہ حد جس میں نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس لیے ہم بیٹھ کر نماز پڑھنے کی تفصیل بیان کر رہے ہیں:

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: اگر اتنا کم زور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لیے جانے کے بعد کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے جماعت میسر ہو تو جماعت سے ورنہ تنہا۔ (در مختار و رد المحتار)

مسئلہ: کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قراءت سے مجبور محض ہو جاتا ہے۔ یوں ہی کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے یا دیر میں اچھا ہو گا یا ناقابل برداشت تکلیف ہوگی تو بیٹھ کر پڑھے۔ (غنیہ)

مسئلہ: اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔ (غنیہ)

مسئلہ: اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگر چہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔ (غنیہ)

تنبیہ ضروری: آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی، بیٹھ کر نماز شروع کر دی، حالانکہ وہی لوگ اس حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ اس سے بھی زیادہ دیر کھڑے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں، ان کو چاہیے کہ ان مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی ہوں ان کا اعادہ فرض ہے۔ یوں ہی اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں، ان کا پھیرنا فرض اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۳۹-۳۸ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم

ہمارے دور میں مسجد کے ہال کی دونوں جانبوں میں کرسیاں رکھی جاتی ہیں اور بوڑھے لوگ جن میں سے بعض اچھے خاصے صحت مند بھی ہوتے ہیں، وہ کرسیوں پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، بعض کرسیوں کے ساتھ میز بھی پیوست ہوتی ہے اور یہ لوگ اس پر بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھتے ہیں، یہ لوگ بہر حال اتنے صحت مند اور توانا ہوتے ہیں کہ اپنے گھروں سے خود چل کر آتے ہیں اور جماعت کے بعد یہ لوگ کھڑے ہو کر دوسرے لوگوں سے باتیں بھی کرتے رہتے ہیں اور اگر یہ کبھی اتنی دیر سے آئیں کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو پچھلی صفوں میں کھڑے ہو کر صحت مند لوگوں کی طرح نماز بھی پڑھتے ہیں۔

صدر الشریعہ نے فقہاء کے حوالہ جات کے ساتھ کمزور یا بیمار آدمی کے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے جواز کی جو حد اور صورت لکھی ہے، اس کے موافق ان لوگوں کا زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے چہ جائے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا۔

نماز ایسی عبادت ہے جس میں بدنی مشقت ہوتی ہے اور اس میں اللہ کے سامنے عجز و تذلل ہوتا ہے، جب کہ کرسی پر انسان کز و فر اور شان و شوکت سے بیٹھتا ہے، کرسی اقتدار کی علامت ہے اور نماز میں اللہ کے سامنے تذلل، افتقار اور احتیاج کا اظہار ہوتا ہے اور یہ اس وقت بہت ہی معیوب لگتا ہے جب یہ لوگ کرسی صف کے درمیان رکھ لیتے ہیں اور اس کرسی کی وجہ سے صف متصل نہیں رہتی اور صف کو متصل نہ رکھنے پر نبی ﷺ نے شدید وعید سنائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا نماز کی حقیقت اور اس کی روح کے خلاف ہے۔ اگر کوئی آدمی ایسا معذور ہے کہ وہ زمین پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا یا ڈاکٹر اسے گھٹنے موڑنے سے منع کر دے تو وہ ٹانگیں پھیلا کر زمین پر بیٹھ جائے اور اگر اس کے کولہے کی ہڈی نرم ہے تو وہ اپنے کولہوں کے نیچے قوم کی گدی بچھا کر زمین پر بیٹھ جائے۔ معروف طریقہ سے تشہد میں نہیں بیٹھ سکتا تو چار زانو زمین پر بیٹھ جائے، بہر حال زمین پر بیٹھے۔ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے زمانہ میں بھی بوڑھے اور کمزور آدمی ہوتے تھے لیکن کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھی ہو، حالانکہ اس زمانے میں بھی کرسیاں موجود تھیں۔ کرسی پر انسان آرام اور آسانی کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز بدنی مشقت کا نام ہے یا انسان کرسی پر اقتدار اور تکبر کے اظہار کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز اللہ کے سامنے عجز اور افتقار کا نام ہے اور یا انسان کرسی پر اپنے مرتبہ اور امتیاز کو

دکھانے کے لیے بیٹھتا ہے اور نماز اللہ کے سامنے انکسار کا نام ہے۔ انسان نے آج کے دور میں سہولت اور تعیش کی بہت راہیں اور صورتیں نکال لی ہیں، خدا را نماز اور عبادت کو تو اپنی سہولت اور تعیش کا ذریعہ نہ بنائیں!!!

۷۳۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجَحَشَ فَصَلَّى لَنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے پس آپ زخمی ہو گئے پھر آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی، پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا لك الحمد" کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۸۷۳ اور ۷۲۲ کا مطالعہ کریں۔

۷۳۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْوَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ کہے "سمع اللہ لمن حمدہ" تو تم کہو: "ربنا ولك الحمد" اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۸۷۳ کا مطالعہ کریں۔

امام صرف "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے اور مقتدی صرف "ربنا لك الحمد" کہے

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المحضی التوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

پھر امام رکوع سے سر اٹھائے اور کہے: "سمع اللہ لمن حمدہ" اور مقتدی کہے: "ربنا لك الحمد"۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام "ربنا لك الحمد" نہ کہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک امام اس کو دل میں پڑھے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ان دونوں ذکروں کو جمع کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۸۳۵-۸۹۵-۸۳۹-۸۳۸-۸۳۶، صحیح مسلم: ۲۰۱-۲۰۲، سنن ابوداؤد: ۸۳۶، سنن ترمذی: ۲۶۶، سنن نسائی: ۱۰۶۵) اور اس لیے کہ امام دوسروں کو اللہ کی حمد کرنے کی ترغیب دے رہا ہے تو اپنے آپ کو نہ بھولے اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب امام کہے: ”سمع اللہ لمن حمدہ“ تو تم کہو: ”ربنا لك الحمد“۔

(صحیح البخاری: ۵۲۰۱-۵۲۶۹-۱۱۹۱-۱۱۱۳-۸۰۵-۸۳۳-۸۳۲-۸۳۱، صحیح مسلم: ۳۰۹-۳۱۱، سنن ابوداؤد: ۸۳۸، سنن ترمذی: ۲۶۷، سنن نسائی: ۱۰۶۲، شرح معانی الآثار: ۱۳۹۱)

یہ تقسیم ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے اسی وجہ سے ہمارے نزدیک مقتدی ”سمع اللہ لمن حمدہ“ نہ کہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے اور امام اعظم کی یہ بھی دلیل ہے کہ جب امام بھی ”ربنا لك الحمد“ کہے گا تو امام کی حمد مقتدی کی حمد کے بعد واقع ہوگی اور یہ موضوع کے خلاف ہے اور امام شافعی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے ہمارے نزدیک وہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص تنہا نماز پڑھے یعنی اس وقت وہ ”سمع اللہ لمن حمدہ“ بھی کہے اور ”ربنا لك الحمد“ بھی کہے۔

(ہدایہ اولین ص ۸۹، اسلامی کارخانہ کتب کراچی)

”ربنا لك الحمد“ کی جگہ ”اللہم ربنا ولك الحمد“ کہنا افضل ہے

علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

افضل یہ ہے کہ مقتدی کہے: ”اللہم ربنا ولك الحمد“۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۱۷۸، دار احیاء التراث العربی بیروت) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہے تو تم کہو: ”اللہم ربنا لك الحمد“ پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے تمام گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(صحیح البخاری: ۷۹۶، صحیح مسلم: ۴۰۹، سنن ترمذی: ۲۶۷، سنن نسائی: ۱۰۶۲)

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہے تو تم کہو: ”اللہم ربنا ولك الحمد“۔

(شرح معانی الآثار مستدرج ج ۲ ص ۳۳۸-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰)

تکبیرہ اولیٰ میں افتتاح نماز

کے ساتھ رفع یدین کرنا

۸۳۔ بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ

الْأُولَىٰ مَعَ الْإِفْتِتَاحِ سَوَاءً

یعنی جب آدمی نماز شروع کرے تو اس کے ساتھ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک بلند کرے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں تک رفع یدین کرتے (ہاتھ بلند کرتے) اور جب رکوع کے لیے تکبیر پڑھتے اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے اور فرماتے: ”سمع اللہ لمن حمدہ“ ربنا ولك الحمد“ اور سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔

۷۳۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ أَيْضًا، وَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ.

[اطراف الحدیث: ۴۳۶-۴۳۸-۴۳۹] (صحیح مسلم: ۳۹۰، الرقم المسلسل: ۸۳۷، سنن ابوداؤد: ۷۲۱، سنن ترمذی: ۲۵۵، سنن نسائی: ۸۷۶، سنن ابن ماجہ: ۸۵۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۳-۲۳۴، المستفی: ۱۷۷، مسند ابویعلیٰ: ۵۳۲۰، صحیح ابن حبان: ۱۸۶۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۹، مصنف عبد الرزاق: ۲۵۱۸، صحیح ابن خزیمہ: ۴۵۶، شرح معانی الآثار: ۱۳۰۳، مسند احمد ج ۲ ص ۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۵۳۰، ج ۸ ص ۱۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۳۹۵۱)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں تک رفع یدین کرتے۔

رفع یدین کے وقت کانوں یا کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ کندھوں کے متوازی رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ اور علامہ عبد الرحمان بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں: ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے افتتاح کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کا افتتاح کیا اور کندھوں کے متوازی رفع یدین کیا۔ (صحیح بخاری: ۷۳۵، صحیح مسلم: ۳۹۰) اور نمازی کو اس میں اختیار ہے کہ وہ کانوں کی لوتک ہاتھ بلند کرے یا کندھوں کے متوازی تک اس میں اختیار اس وجہ سے ہے کہ یہ دونوں صورتیں نبی ﷺ سے مروی ہیں، کندھوں کے متوازی ہاتھ بلند کرنے کی حدیث حضرت ابو حمید، حضرت ابن عمر، حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہ امام شافعی اور اسحاق کا قول ہے اور کانوں کی لوتک ہاتھ اٹھانے کی حدیث حضرت وائل بن حجر اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نماز میں داخل ہوئے تو آپ نے کانوں کے متوازی ہاتھوں کو بلند کر کے اللہ اکبر کہا۔ (صحیح مسلم: ۴۰۱، سنن ابوداؤد: ۷۳۷-۷۳۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۷-۳۱۸، شرح معانی الآثار: ۱۱۳۲)

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اللہ اکبر کہتے تو ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرتے۔

(صحیح مسلم: ۳۹۱، سنن ابوداؤد: ۷۳۵، سنن نسائی: ۸۷۹، سنن ابن ماجہ: ۸۵۹، شرح معانی الآثار: ۱۱۳۳)

اکثر اہل علم نے حضرت ابو وائل اور حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث پر عمل کیا ہے اور امام احمد کا میلان پہلی حدیث کی طرف زیادہ ہے، اثرم نے کہا: میں نے امام ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ کہاں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں؟ انہوں نے کہا: رہا میں! تو میں کندھوں تک اٹھاتا ہوں جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے اور جو شخص کانوں کے متوازی تک ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ بھی مستحسن ہے اور میری وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث کے راوی اکثر ہیں اور نبی ﷺ کے زیادہ قریب ہیں اور دوسری حدیث پر عمل کرنے کو میں اس لیے جائز کہتا ہوں کہ وہ حدیث بھی صحیح ہے اور نبی ﷺ کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی کانوں تک۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۷-۱۶، شرح الکبیر ج ۲ ص ۱۷-۱۶، دار الحدیث قاہرہ: ۱۳۲۵ھ)

رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اسی طرح رفع یدین کرے جس طرح تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کرتا۔

تھا خواہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے خواہ کانوں تک۔ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت جابرؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن الزبیر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصریؒ عطاء طاؤسؒ مجاہد سالمؒ سعید بن جبیر اور دیگر کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی اور ایک روایت کے موافق امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اور ثوری اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ صرف تکبیرہ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پس انہوں نے نماز پڑھی اور صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۷۳۸، سنن ترمذی: ۲۵۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸)

امام ترمذی نے کہا: حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے افتتاح کے وقت کانوں تک رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۳۹، سنن ترمذی: ۲۳۰، سنن نسائی: ۸۸۲)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ان دو حدیثوں پر عمل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقہ تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اور آپ کے احوال کے ظاہر اور باطن کے عالم تھے اس لیے حضرت ابن مسعود کی روایت کو ان کی روایت پر مقدم کیا جائے گا جن کا حال اس طرح نہیں ہے ایک شخص نے رفع یدین کے متعلق حضرت وائل بن حجر کی روایت کی تو اس سے ابراہیم نخعی نے کہا: شاید حضرت وائل نے نبی ﷺ کے ساتھ صرف ایک بار نماز پڑھی ہو کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ان کی روایت پر عمل کریں اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کو چھوڑ دیں جن کی نبی ﷺ کے ساتھ کوئی نماز نہیں چھوٹی۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ از الزہری از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو کندھوں تک ہاتھ بلند کر کے رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھانے کا ارادہ کرتے اور سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۷۳۵، صحیح مسلم: ۳۹۰)

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت وائل بن حجرؓ حضرت مالک بن الحویرثؓ حضرت انسؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابوسعیدؓ حضرت سہل بن سعدؓ حضرت محمد بن مسلمہؓ حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت جابر بن عمر اللیثیؓ سے رفع یدین کے متعلق احادیث مروی ہیں اور حدیث متواتر کے حکم میں ہیں ان کے بہ کثرت راوی ہیں اور ان کی سند صحیح ہے اور ان پر صحابہ اور فقہاء تابعین نے عمل کیا ہے اور جنہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان پر انہوں نے رد کیا ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۳۹-۳۸، دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

ترک رفع یدین کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ان آثار کی طرف بعض ائمہ گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور قیام کے وقت رفع یدین کرنا واجب ہے اور دوسرے ائمہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ صرف تکبیرہ اولیٰ کے وقت رفع یدین واجب ہے اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز کا افتتاح کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو دونوں ہاتھ کانوں کی نو تک بلند کرتے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۵۲-۷۵۰-۷۳۹، سنن ترمذی: ۲۳۰، سنن نسائی: ۸۸۲)

مخرج معانی الآثار: ۱۳۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۴۰، مصنف عبدالرزاق: ۲۵۳۴

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۴۸، سنن ترمذی: ۲۵۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸، شرح معانی الآثار: ۱۳۱۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۱)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے افتتاح نماز کے وقت اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا، انہوں نے کہا کہ اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ آپ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے پچاس مرتبہ آپ کو ترک رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۳۱۸)

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۳۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۲، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب صرف نماز کے افتتاح میں رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۶، شرح معانی الآثار: ۱۳۲۱)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سات مقامات کے سوا رفع یدین نہ کیا جائے: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے (۳، ۴) صفا اور مروہ پر (۵) عرفات میں (۶) مزدلفہ میں اور (۷) شیطان کو نکلیاں مارتے وقت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۰)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۲)

اسود اور علقمہ صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۳)

اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی، انہوں نے صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کیا اور عبدالملک نے کہا: میں نے شعبی، ابراہیم اور ابواسحاق کی اقتداء میں نماز پڑھی، وہ سب صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۴)

رکوع کے ساتھ ثبوت رفع یدین کی روایات کے جوابات اور ترک رفع یدین کی قیاس سے تائید

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جب کہ صحیح سند سے ثابت ہے تو یہ رفع یدین ترک کرنے والوں کی نہایت قوی دلیل ہے اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تو ان سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے بعد انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی، انہوں نے صرف تکبیرۃ اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۲، شرح معانی الآثار: ۱۳۲۳)

یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا، پھر انہوں نے نبی ﷺ کے بعد رفع یدین کو ترک کر دیا اور یہ اسی وقت ممکن ہوا جب ان کے نزدیک رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا اور ان کے نزدیک اس پر دلیل قائم ہو چکی تھی۔ نیز حضرت عمر بن الخطاب سے بھی مروی ہے کہ وہ صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۵۳)

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر یہ مخفی رہا تھا کہ نبی ﷺ رکوع اور سجود میں رفع یدین کرتے تھے؟

کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی مخالفت کرتے تھے اور ہمارے نزدیک یہ محال ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے وہ از اسماعیل بن عیاش از صالح بن کیسان روایت کرتے ہیں اور ان کے نزدیک غیر شامیین میں اسماعیل کی روایت حجت نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق ان کا زعم یہ ہے کہ وہ خطا ہے اور اس کو صرف عبد الوہاب الشافعی نے مرفوع روایت کیا ہے باقی ائمہ نے اس کو موقوف روایت کیا ہے۔

عبد الحمید بن جعفر کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ عبد الحمید کو ضعیف قرار دیتے تھے تو اس متنازعہ معاملہ میں اس کی روایت کیسے معتبر ہوگی۔

اگر نظر اور قیاس سے اس مسئلہ کو دیکھیں تو اس پر اتفاق ہے کہ تکبیرۃ اولیٰ میں رفع یدین ہے اور دو سجدہ کے درمیان کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہے اور رکوع کی تکبیر میں اختلاف ہے کہ اس میں رفع یدین ہے یا نہیں اب یہ دیکھیں کہ رکوع کی تکبیر تکبیرۃ تحریمہ کی مثل ہے یا دو سجدوں کی تکبیر کی مثل ہے سو ہم دیکھتے ہیں کہ تکبیرۃ تحریمہ فرض ہے اور رکوع اور سجدہ کی تکبیر سنت ہے پس رکوع کی تکبیر سجدہ کی تکبیر کی مثل ہے نہ کہ تکبیرۃ تحریمہ کی پس جس طرح سجدہ کی تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں ہے اسی طرح رکوع کے ساتھ کی تکبیر میں بھی رفع یدین نہیں ہوگا سو یہی نظر اور قیاس کا تقاضا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۵-۲۹۱ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۶۵۔ ج ۱ ص ۱۱۰۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① رفع یدین کی حکمتیں ② رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء ③ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار ④ رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء ⑤ رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل ⑥ تکبیرۃ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار ⑦ ثبوت رفع یدین اور اس کے ترک میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ ⑧ حضرت البراء کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب ⑨ ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں ⑩ حضرت ابو حمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب ⑪ حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب ⑫ حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب ⑬ حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب ⑭ نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء ⑮ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار ⑯ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث و نظر۔

(نمازی) جب اللہ اکبر کہے جب رکوع کرے

اور رکوع سے سر اٹھائے تو رفع یدین کرے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خبر دی انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو

۸۴۔ بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ

وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ

۷۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَا حَذَوِ

مَنْكِبَيْهِ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَكْبُرُ لِلرُّكُوعِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَيَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ.

رفع یدین کرتے حتیٰ کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے متوازی ہوتے اور جب آپ رکوع کے لیے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی اسی طرح کرتے اور آپ فرماتے: ”سمع الله لمن حمده“ اور آپ سجدہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۳۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۳۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي قَلَابَةَ أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هَكَذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی خالد از ابی قلابہ انہوں نے حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۷۳۵ کا مطالعہ کریں۔

کہاں تک ہاتھوں کو بلند کرے؟

۸۵ - بَابُ إِلَى آيِنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ؟

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّوْ مَنْكِبَيْهِ.

اور ابو حمید نے اپنے اصحاب میں کہا کہ نبی ﷺ نے کندھوں کے متوازی ہاتھ بلند کیے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

محمد بن عمرو بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے اصحاب کی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے پس ہم نے نبی ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز یاد ہے میں نے آپ کو دیکھا جب آپ اللہ اکبر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے متوازی رکھتے۔ (صحیح البخاری: ۸۲۸، سنن ابوداؤد: ۷۴۴)

۷۳۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يَكْبُرُ، حَتَّى يَجْعَلَهُمَا حَدَّوْ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَسْجُدُ، وَلَا حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا نبی ﷺ نے نماز کا تکبیر سے افتتاح کیا پس انہوں نے تکبیر پڑھتے ہوئے کندھوں کے متوازی رفع یدین کیا اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہی تو اس کی مثل کیا اور جب کہا: ”سمع الله لمن حمده“ تو اس کی مثل کیا اور کہا: ”ربنا ولك الحمد“ اور سجدہ کے وقت اس طرح نہیں کیا اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اس طرح کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۳۵ کا مطالعہ کریں۔

۸۶۔ بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ

جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو
تو رفع الیدین کرنا

یعنی جب دو رکعت کے بعد تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو رفع الیدین کرنا۔

۷۳۹۔ حَدَّثَنَا عِيَّاشُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَثَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ وَمُوسَى بْنُ عُقْبَةَ مُخْتَصَرًا. (مسند الطحاوی: ۳۹۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت ابن عمر جب نماز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب "سمع الله لمن حمده" کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نبی ﷺ تک مرفوع کیا ہے اور اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور اس حدیث کو ابن طہمان نے از ایوب اور از موسیٰ بن عقبہ اختصار سے روایت کیا ہے۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا جو ذکر ہے وہ زائد ہے اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے اس کے لیے اس حدیث کو قبول کرنا واجب ہے اور امام احمد بن حنبل دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو کر رفع یدین کرتے تھے حالانکہ وہ ہر جھکتے وقت اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور ممکن ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے ان پر رد کیا ہو۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مسئلہ مذکور میں فقہاء شافعیہ کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں اور اہل علم کے نزدیک زیادتی مقبول ہوتی ہے علامہ ابن بطل نے کہا: جو رفع یدین کا قائل ہے اس پر اس زیادتی کو قبول کرنا واجب ہے علامہ خطابی نے کہا: امام شافعی نے اس پر عمل نہیں کیا اور ان کے قاعدہ کے مطابق حدیث میں جو الفاظ زائد ہوں ان کا قبول کرنا لازم ہے امام ابن خزیمہ نے کہا: دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا سنت ہے اگرچہ امام شافعی نے اس کا ذکر نہیں کیا پس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ سنت پر عمل کرو اور میرے قول کو چھوڑ دو ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس حدیث کے موافق عمل امام شافعی کا مذہب نہیں ہے اور انہوں نے جو کہا ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے اس کا محمل یہ ہے کہ جب انہیں کسی مسئلہ پر حدیث ملے اور جب حدیث مل جائے اور وہ اس کو قبول نہ کریں یا اس کی

تاویل کر دیں تو پھر وہ حدیث ان کا مذہب نہیں ہے اور یہاں اسی طرح ہے کیونکہ امام شافعی نے کہا ہے کہ نماز میں صرف تین جگہ رفع یدین ہے نماز کے افتتاح کے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۱۷-۳۱۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)
مسئلہ مذکورہ میں فقہاء حنبلیہ کی تحقیق

حافظ زین الدین عبدالرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع یدین نہ کرے امام احمد نے کہا: میں اس پر عمل نہیں کرتا اور نہ یہ میرا مذہب ہے اور انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر نماز میں ان تین مقامات کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ نا رفع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نے پہلی تکبیر کے بعد رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا اس کے بعد آپ تکبیر پڑھتے تھے اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۳۲۱ دار ابن الجوزی ۱۴۱۷ھ)

مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے خلاف منقول ہے کیونکہ عاصم بن کلیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۳۲۰) اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی نے نبی ﷺ کو پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور وہ اس کو ترک کر دیں سوا اس صورت کے کہ ان کے نزدیک ان کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا ہو اور یہ روایت جس میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کا ذکر ہے اس کا ضعف اس طرح ثابت ہے کہ یہ حدیث ایک اور سند سے ثابت ہے اور اس میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا ذکر نہیں ہے علامہ النووی نے الروضۃ میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے کتاب الام میں اس حدیث کو ذکر کر کے اس پر کلام کیا ہے اور لکھا ہے کہ نماز میں رفع یدین صرف تین جگہ کیا جائے پہلی تکبیر کے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

غیر مقلدین کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا سنت ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۵۱)

نماز میں دایاں ہاتھ

بائیں ہاتھ پر رکھنا

۸۷۔ بَابُ وَضْعِ الْيَمْنِي عَلَى

الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی حالت قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی حازم از سہل بن سعد انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ایک شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھے ابو حازم نے کہا کہ سہل نے اس قول کو صرف نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسماعیل نے کہا: اس قول کو منسوب کیا جاتا ہے اور یہ نہیں کہا کہ سہل نے اس قول کو منسوب کیا ہے۔

۷۴۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَمْنِي عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ. قَالَ أَبُو حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يُنْمَى ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ إِسْمَاعِيلُ يُنْمَى ذَلِكَ، وَلَمْ يَقُلْ يُنْمَى.

(موطأ امام مالک: ۳۸۵، المعجم الکبیر: ۵۷۷۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۸۴۹۔ ج ۳ ص ۳۹۸)

(مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور فریقین کے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک نماز کی حالت قیام میں ہاتھ باندھنے چاہئیں، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور عام اہل علم کا یہی مذہب ہے، حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے، ابن المنذر نے اس قول کو امام مالک سے بھی نقل کیا ہے، سعید بن جبیر، ابی مجلز، ابی ثور، ابی عبید، ابن جریر، داؤد کا بھی یہی مذہب ہے، حضرت ابوبکر، حضرت عائشہ اور جمہور فقہاء کا یہی قول ہے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۴۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نماز کی حالت قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہیے، ان میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں اور یہی ثوری اور فقہاء احناف کا قول ہے، ابن حبیب نے کہا: میں نے مطرف اور ابن ماضون سے اس کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا: فرض اور نفل میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے اس قول کو امام مالک سے روایت کیا ہے، اشہب، ابن نافع اور ابن وہب نے بھی اس قول کو امام مالک سے روایت کیا ہے، اور یہی امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے اور یہ باب خشوع سے ہے۔

عطاء نے کہا: جو چاہے اس کو کرے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے اور یہ امام اوزاعی کا قول ہے۔

ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ نماز کی حالت قیام میں ہاتھ چھوڑ دینے چاہئیں، یہ قول حضرت ابن الزبیر، الحسن البصری اور سعید بن المسیب سے مروی ہے، سعید بن جبیر نے ایک شخص کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، انہوں نے جا کر اس کے ہاتھ کھول دیئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۳-۳۹۵۲-۳۹۵۰-۳۹۴۹)

ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ میں فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو پسند نہیں کرتا اور نوافل میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں طویل قیام ہوتا ہے۔

ہاتھ باندھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ہبل بن سعد، حضرت ابن مسعود اور حضرت وائل بن حجر نے نبی ﷺ سے ہاتھ باندھنے کو روایت کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سنت ہے۔

ابن القصار نے کہا: جنہوں نے ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ نماز میں عمل ہے اور نمازی اس میں مشغول ہوتا ہے اور بعض اوقات اس میں زیادہ داخل ہوتا ہے اور نبی ﷺ نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دی اور اس کو ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں دیا، اگر یہ کہا جائے کہ ہاتھ باندھنا خشوع کی علامت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خشوع اللہ کے لیے ہے اور وہ نماز میں اخلاص ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۴۲۶-۴۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے میں نبی ﷺ سے آثار مختلف نہیں ہیں، صرف حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ہاتھ چھوڑ

کر نماز پڑھتے تھے اور اس کے خلاف یہ حدیث ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے، جمہور فقہاء تابعین اور اکثر فقہاء مسلمین جو اہل الرائے اور اہل الاثر سے ہیں ان کا یہی موقف ہے، لیکن ابن القاسم نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ نماز میں ہاتھ چھوڑنے چاہئیں، امام مالک نے کہا: نماز میں ہاتھ باندھنے کی حدیث کا تعلق صرف نوافل سے ہے کیونکہ ان میں طویل قیام ہوتا ہے اور ہاتھ باندھنے کو ترک کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، ابن القاسم کے علاوہ دوسروں نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ فرض اور نفل دونوں میں ہاتھ باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیث بن سعد نے کہا: ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، ہاں! اگر نماز میں قیام لمبا ہو اور وہ تھک جائے تو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام عبد الرزاق نے کہا: میں نے ابن جریج کو دیکھا وہ چادر اور تہبند باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے ہاتھ چھوڑے ہوئے تھے۔

اوزاعی نے کہا: جو چاہے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے۔

سنیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور ان کے اصحاب اور الحسن بن صالح اور امام احمد بن حنبل، ابو ثور، داؤد بن علی اور طبری نے کہا ہے کہ فرض اور نفل میں نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے اور ان سب نے کہا: یہ سنت مسنونہ ہے، امام شافعی نے کہا کہ سینہ کے پاس ہاتھ رکھے اور حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انہوں نے سینہ کے پاس ہاتھ رکھے۔

طاؤس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے، پھر نماز میں ان کو سینہ پر باندھتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۵۹، مصنف عبد الرزق: ۳۳۱، المعجم الکبیر: ۱۰۳۵۸)

ثوری، امام ابو حنیفہ اور اسحاق نے کہا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے۔ یہ حدیث حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ابو حنیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنت سے یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۵۶)

عبد الرحمن بن اسحاق کوئی سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلی سے ہتھیلی کو پکڑا جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۵۸)

امام احمد بن حنبل نے کہا: ناف کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں اور اگر ناف کے نیچے بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا: ہم ذکر کر چکے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی کا بھی نماز کی حالت قیام میں ہاتھ باندھنے کے متعلق اختلاف نہیں ہے، لیکن حسن بصری اور ابراہیم نخعی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے اور یہ کوئی خاص اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس کو مکروہ کہنے میں ہے اور کئی دفعہ عالم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتا ہے تاکہ ہاتھ باندھنے کو واجب نہ سمجھا جائے۔ (تمہید ج ۸ ص ۱۶۱-۱۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

(فتح المالک بتویب التہذیب لابن عبد البر علی موطأ امام مالک ج ۳ ص ۱۹۹-۱۹۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار

ابو معشر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نماز میں ناف کے نیچے بائیں ہاتھ کے اوپر دایاں ہاتھ رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۹)

حجاج بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو بکر سے سوال کیا کہ نمازی نماز میں ہاتھ کس طرح رکھے؟ انہوں نے کہا: دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندرونی حصہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے بیرونی حصہ پر ناف کے نیچے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۲)

ابو حنیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی سنت سے یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ کے اوپر ہاتھ رکھا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۵ سنن ابوداؤد: ۷۵۶ مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰)

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے متعلق آثار

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ اور ابراہیم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۹)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۰)

عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن المسیب کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵۲)

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی آپ نے اپنے سینہ کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۶۳۱)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے پھر ان کو سینہ پر باندھ لیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الکوفہ: ۲ کی تفسیر میں فرمایا: دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر سینہ کے اوپر رکھا جائے۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱ نشر السنۃ لماتان)

سینہ پر اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کون سا طریقہ افضل ہے؟

ایک قول یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے میں زیادہ خشوع ہے کیونکہ اس میں نماز میں نور ایمان کی حفاظت ہے لہذا یہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر شرم گاہ کی طرف اشارہ کرنے سے افضل ہے ہم کہتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور شرم گاہ کو چھپانے اور تہبند کو پھسل کر گرنے سے محفوظ رکھنے کا سبب ہے اور یہ ایسے ہے جیسے بادشاہوں کے سامنے لوگ ادب کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور سینہ پر ہاتھ باندھنے میں عورتوں کے ساتھ تشبہ ہے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۴۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نماز میں خشوع کا بیان

۸۸۔ بَابُ الْخُشُوعِ فِي الصَّلَاةِ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خُشِعُونَ ۝ (المؤمنون: ۱-۲)

بے شک وہ مومن کامیاب ہیں ۝ جو اپنی نماز میں اللہ سے عاجزی کرتے ہیں ۝

اس سے پہلے باب میں نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر کیا تھا جو خشوع پر دلالت کرتا ہے اور ادب کا طریقہ ہے اور عبث سے مانع ہے پس اس باب میں خشوع پر ترغیب کا ذکر کیا۔

۷۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ
هَاهُنَا؟ وَاللّٰهُ مَا یَخْفِیْ عَلَیْ رُكُوعُكُمْ وَلَا خُشُوعُكُمْ
وَإِنِّیْ لَا رَأَکُمْ وَرَاءَ ظَهْرِیْ.

از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میرا قبلہ یہاں ہے؟ اور اللہ کی قسم! مجھ پر
تمہارا رکوع مخفی ہے اور نہ تمہارا خشوع (پوشیدہ ہے) اور بے شک
میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی ضرور دیکھتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

۷۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ
قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ أَقِمْوْا
الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَإِنَّ اللّٰهَ إِنِّیْ لَا رَأَکُمْ مِنْ بَعْدِیْ
وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِیْ إِذَا رُكِعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث
بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی: انہوں نے
کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: میں نے قتادہ
سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے
فرمایا: رکوع اور سجود کو طمانیت سے ادا کرو! پس اللہ کی قسم! میں تم کو
اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں اور بعض اوقات فرمایا: اپنی پشت کے
پیچھے سے جب تم رکوع کرتے ہو اور سجدہ کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۷۱۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے

۸۹۔ بَابُ مَا يَقُولُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نمازی تکبیر افتتاح کے بعد کیا کہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث
بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از
انس کہ نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کا افتتاح
”الحمد لله رب العلمین“ سے کرتے تھے۔

۷۴۳۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم
وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانُوا يَفْتَتِحُونَ
الصَّلَاةَ بِالحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

(سنن ابوداؤد: ۷۸۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۹۸۳، سنن دارمی: ۱۲۴۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۱۳۵، ج ۱۹ ص ۱۸۳، مؤسسۃ

الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۷۴، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۲۳۶)

نماز میں بسم اللہ کو جہر آنہ پڑھنے کی دلیل

اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نماز میں بسم اللہ کو جہر آنہ نہیں پڑھا جاتا تھا بلکہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام بسم اللہ کو آہستہ
پڑھتے تھے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے
حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث
بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ بن القعقاع نے حدیث بیان کی:
انہوں نے کہا: ہمیں ابو زرہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا:
ہمیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے بیان کیا کہ

۷۴۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ
قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم يَسْكُتُ بَيْنَ
التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَهُ قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هُنِيئَةٌ

فَقُلْتُ يَا بَنِي وَامِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِسْكَاتِكَ بَيْنَ
التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ، مَا تَقُولُ؟ قَالَ أَقُولُ اللَّهُمَّ بَاعِدْ
بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ، كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ
الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ
وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ. (صحیح مسلم: ۵۹۸، الرقم المسلسل: ۱۳۳۰، سنن
نسائی: ۸۹۱-۶۰، سنن ابن ماجہ: ۸۰۵، سنن ابوداؤد: ۷۸۱، کتاب الدعاء:
۵۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۱۳-۲۱۳، مسند ابویعلیٰ: ۶۱۹، صحیح
ابن خزیمہ: ۱۵۷۹، صحیح ابن حبان: ۱۷۷۵، المستثنیٰ: ۳۲۰، سنن دارقطنی
ج ۱ ص ۳۳۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۹۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱، طبع قدیم
مسند احمد: ۱۶۴-۷۱ ج ۱۲ ص ۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان خاموشی کا ایک
وقفہ کرتے تھے ابو زرہ نے کہا: حضرت ابو ہریرہ نے خاموشی کے
وقفہ کی جگہ میرا گمان ہے "ہنیۃ" کہا، یعنی تھوڑا سا میں نے کہا:
یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں آپ تکبیر اور
قراءت کے درمیانی وقفہ میں کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں
یہ دعا کرتا ہوں: اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان
اس طرح دوری کر دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان
دوری کی ہے اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے
جس طرح سفید کپڑا میل سے پاک ہو جاتا ہے اے اللہ! میری
خطاؤں کو پانی سے برف اور اولوں سے دھو دے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری التبوذکی (۲) عبد الواحد بن زیاد العبدی ابوبشر البصری (۳) عمارہ بن القعقاع بن شبرمہ
النضی الکونی (۴) ابو زرہ اور وہ عمرو بن جریر الجبلی ہیں ان کے نام میں اختلاف ہے ایک قول ہے: ان کا نام ہرم ہے دوسرا قول ہے:
ان کا نام عبد اللہ ہے اور عبد الرحمان جریر اور عمرو کے بھی اقوال ہیں (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۴۲۸)
باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان اس دعا کو پڑھتے
تھے۔

خطا کا معنی اور خطاؤں سے پاک کرنے کی دعا سے کیا مراد ہے

اس حدیث میں "خطایای" کا لفظ ہے "خطیئة" کی جمع ہے "خطاء" کا معنی ہے: ذنب اور "اثم" اس سے مراد یہ ہے
کہ جب بھی میرا کوئی گناہ مقدر کیا جائے تو میرے اور اس گناہ کے درمیان اتنی دوری کر دے جتنی دوری مشرق اور مغرب کے درمیان
ہے ایک تاویل یہ ہے کہ جو خطا پہلے ہو چکی ہے اس کو معاف فرما دے اور آئندہ کے لیے مجھے خطا سے بچا، مشرق اور مغرب سے
مراد یہ ہے کہ چونکہ مشرق اور مغرب کا ملنا محال ہے اسی طرح میرا گناہ سے متصف ہونا محال کر دے پانی اور برف سے دھونے سے
مراد یہ ہے کہ مجھے کامل طریقہ سے پاک کر دے۔

علامہ فضل اللہ بن الحسن التورپشتی المتوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے پاک کرنے والی ان متعدد چیزوں کا ذکر فرمایا جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں تاکہ آپ کو طہارت کاملہ حاصل ہو
اور اس کے ضمن میں مغفرت کی ان اقسام کا حصول مراد ہے جن سے گناہوں سے مغفرت حاصل ہوتی ہے یعنی اپنی مغفرت کی انواع
اور اقسام سے خطاؤں کو دھو ڈال جس طرح حدث اور جنابت پانی سے زائل ہوتی ہے اسی طرح خطاؤں کو پانی سے زائل فرما دے۔

(کتاب التفسیر فی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۳۳، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۲۲ھ)

نبی ﷺ معصوم ہیں آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے، صغیرہ نہ کبیرہ، سہوانہ نہ عمداء، صورۃ نہ حقیقۃ، اور اس جگہ خطاؤں سے مراد بہ ظاہر

خلافِ اولیٰ کام ہیں اور آپ یہ دعا تعلیم امت کے لیے کرتے تھے تاکہ آپ کی امت کے افراد نماز کے شروع میں ہی اپنی مغفرت کی دعا کیا کریں۔

حدیث میں مذکور افتتاح نماز کی دعا بعض اوقات پر محمول ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے ہمیشہ اس دعا کو نہیں پڑھا، ورنہ اہل مدینہ اس کو بہ کثرت نقل کرتے اور اس پر عمل کرتے ہو سکتا ہے آپ نے کسی وقت یہ دعا پڑھی ہو، پھر اس کو ترک کر دیا ہوتا کہ آپ کی امت کے لیے تخفیف اور آسانی ہو۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۴۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

نماز کے افتتاح کی وہ دعا جس پر آپ نے دوام کیا

امام بخاری نے جو اس حدیث کو ذکر کیا ہے اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت یہ دعا کرنی چاہیے اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد نماز کے شروع میں درج ذیل دعا کے قائل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا کرتے: ”سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک“۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۶، سنن ترمذی: ۲۴۳، سنن ابن ماجہ: ۸۰۶، مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۳-۲۴۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۵، سنن ترمذی: ۲۴۲، سنن نسائی: ۸۹۸، سنن ابن ماجہ: ۸۰۳)

یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس کے تمام راوی ثقات ہیں۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۰۰)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

سلف صالحین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے درمیان اس دعا کے ساتھ نماز کو شروع کرتے تھے، اسود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی، حضرت عمر نے اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ دعا پڑھی: ”سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک“۔ امام احمد بن حنبل نے اس دعا کو اختیار کیا ہے اور دوسری دعاؤں کے ساتھ نماز کے افتتاح کو بھی جائز قرار دیا ہے کیونکہ وہ بھی نبی ﷺ سے ثابت ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے: ”وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین، ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین، لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین، انت الملک لا الہ الا انت انت ربی وانا عبدک ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی جمیعا“ لا یغفر الذنوب الا انت واهدنی لاحسن الاخلاق لا یتهدی لاحسنها الا انت واصرف عنی سیتها لا یصرف عنی سیتها الا انت لیبیک وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک والشر لیس الا لیک، انا بک والیک تبارکت ربنا وتعالیت استغفرک واتوب الیک“۔

(صحیح مسلم: ۷۷۱، الرقم المسلسل: ۱۷۸۱، سنن ابوداؤد: ۷۶۰-۷۶۳، سنن ترمذی: ۳۴۳۲، سنن نسائی: ۸۹۳)

دعاء مذکورہ کا ترجمہ: ”میں ہر باطل سے جدا ہوتے ہوئے اپنا منہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو

لَجِئْتُكُمْ بِقَطَافٍ مِّنْ قِطَافِهَا، وَذَنْتُ مِنِّي النَّارَ حَتَّى قُلْتُ أَيْ رَبِّ، وَأَنَا مَعَهُمْ؟ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهَا قَالَ تَخْدِشُهَا هَرَّةٌ، قُلْتُ مَا شَأْنُ هَذِهِ؟ قَالُوا حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، لَا أَطْعَمْتُهَا، وَلَا أَرْسَلْتُهَا تَأْكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ أَنَّهَا قَالَ مِنْ خَشْيَيشِ الْأَرْضِ أَوْ خَشْيَاشِ. [طرف الحدیث: ۲۳۶۴]

پس طویل رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سراٹھایا، پس سجدہ کیا، پس طویل سجدہ کیا، پھر آپ نماز سے فارغ ہو کر نمازیوں کی طرف مڑے، پس فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جنت میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ اگر میں جرأت کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا اور دوزخ میرے قریب کر دی گئی، حتیٰ کہ میں نے کہا: اے میرے رب! کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟ پس اس وقت ایک عورت تھی جس کو ایک بلی نوج رہی تھی، میں نے کہا: اس کو بلی کیوں نوج رہی ہے؟ فرشتوں نے کہا: اس نے اس بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر گئی، اس عورت نے بلی کو کچھ کھلایا نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ کچھ کھا لیتی۔ نافع نے کہا: میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: وہ زمین کے کوڑے کرکٹ سے کچھ کھا لیتی۔

(صحیح مسلم: ۹۰۷، رقم المسلسل: ۲۰۷۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۹)

سنن نسائی: ۱۳۹۳، مصنف عبد الرزاق: ۴۹۲۵، سنن دارمی: ۱۵۲۸، صحیح

ابن حبان: ۲۸۵۳-۲۸۳۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۲۱، شرح السنہ: ۱۱۳۰،

مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۷۲-ج ۳ ص ۳۳۳، مؤسسۃ

الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۹۸۳، مکتبۃ الرشد ریاض

(۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن محمد بن الحكم بن ابی مریم الحجی (۲) نافع بن عمر بن عبد اللہ الحجی القرشی، یہ اہل مکہ سے تھے، طبری نے ذکر کیا ہے کہ یہ مکہ میں ۱۶۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی ملیکہ، ابو ملیکہ کا نام زہیر بن عبد اللہ التیمی ہے، یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں قاضی تھے (۴) حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا، ان ہی کو ذات الطاقین کہا جاتا تھا، یعنی دو کمر بند والی، یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، یہ مکہ میں ۷۳ھ میں فوت ہو گئی تھیں، اس وقت ان کی عمر ایک سو سال تھی۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۳۶)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مناسبت

اس باب کا عنوان ہے: نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے، اور اس حدیث میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے اور بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے، لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اس نماز میں لمبا قیام کیا اور طویل قیام تکبیر تحریر پڑھنے، دعاء افتتاح اور قرآن مجید پڑھنے کو مستلزم ہے اور اس اعتبار سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: اے میرے رب! میں ان کے ساتھ ہوں، ہر چند کہ اس میں دعا نہیں لیکن اس میں مناجات ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ہر طرح کے عاجزانہ کلمات سے دعا کرنا جائز ہے اور دعا قرآن مجید کے الفاظ کے ساتھ خاص نہیں اور اس میں بعض حنفیہ کا اختلاف ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۲۳) میں کہتا ہوں کہ اس میں فقہاء احناف کا اختلاف نہیں ہے، انہوں نے بھی ایسے کلمات کے ساتھ دعا کو جائز کہا ہے۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے: نبی ﷺ نماز کے آخر میں یہ دعا کرتے تھے: ”اللهم انی اعوذ بک من المغموم والمائم ومن فتنة المحيا والممات“ اے اللہ! میں قرض اور گناہ سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۸۳۲) (الموسم ج ۱ ص ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۱ھ)

سورج گہن کی نماز کے راویوں کی تعداد

سورج گہن کی نماز چوبیس صحابہ سے مروی ہے: (۱) حضرت اسماء بنت ابی بکر (۲) حضرت ابن عباس (۳) حضرت علی بن ابی طالب (۴) حضرت عائشہ (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو (۶) حضرت النعمان بن بشیر (۷) حضرت المغیرہ بن شعبہ (۸) حضرت ابوسعود (۹) حضرت ابوبکرہ (۱۰) حضرت سمرہ بن جندب (۱۱) حضرت ابن عمر (۱۲) حضرت قبیصہ الہلالی (۱۳) حضرت جابر (۱۴) حضرت ابوموسیٰ (۱۵) حضرت عبدالرحمان بن سمرہ (۱۶) حضرت ابی بن کعب (۱۷) حضرت بلال (۱۸) حضرت حذیفہ (۱۹) حضرت محمود بن لبید (۲۰) حضرت ابو الدرداء (۲۱) حضرت ابو ہریرہ (۲۲) حضرت ام سفیان (۲۳) حضرت عقبہ بن عامر (۲۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم۔

صلوٰۃ کسوف کا معنی

”کسوف“ کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور ”خسوف“ کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا اور توسعا ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے سورج گہن کا معنی ہے: سورج کا نور اور اس کی روشنی چھپ جائے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب سورج اور زمین کے درمیان چاند حائل ہو جائے اسی طرح چاند گہن کا معنی ہے: چاند کا نور اور اس کی روشنی چھپ جائے اور سورج یا چاند کا کچھ حصہ سیاہ پڑ جائے اگر سورج مکمل سیاہ ہو جائے تو پھر یہ مکمل سورج گہن ہوتا ہے چند سال پہلے پاکستان میں عصر کے بعد مکمل سورج گہن ہو گیا تھا اور گہرا اندھیرا چھا گیا تھا۔

سورج گہن کی نماز کے ثبوت میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورج گہن کی نماز واجب نہیں ہے تاہم یہ نماز سنت اور مستحب ہے اور اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج گہن کی دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم یہ گہن دیکھو تو اللہ عزوجل کے ذکر اور اس کی نماز کی پناہ میں آؤ۔ (سنن نسائی: ۱۳۸۲)

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا (بنی اسرائیل: ۵۹) اور ہم صرف ڈر پیدا کرنے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں ○

سورج اور چاند کو گہن لگنا اللہ کی ان نشانیوں میں سے ہے جن سے اللہ عزوجل بندوں کو ڈراتا ہے تاکہ وہ گناہوں کو چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور یہ سوچ کر ڈریں کہ اس دنیا میں سب سے بڑی چیز سورج ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بے نور کر دیا تو وہ ہماری آنکھوں سے بصارت کا نور اور ہمارے دلوں سے ایمان کا نور زائل کرنے پر اس سے زیادہ قادر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہیے اور توبہ اور استغفار کر کے اس کو راضی کرنا چاہیے۔

سورج گہن کی نماز میں مذاہب ائمہ

امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک سورج گہن کی نماز عام معمول کی نمازوں کی طرح ادا کی جائے گی اور ایک رکعت میں ایک ہی رکوع کیا جائے گا۔ امام مالک امام شافعی امام احمد اور علماء حجاز کے نزدیک سورج گہن کی نماز کی دو رکعت ہیں اور ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہیں۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ہر رکعت میں تین رکوع ہیں ائمہ ثلاثہ نے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں ایک رکعت میں دو رکوع کا ذکر کیا ہے یہ حدیث صحاح ستہ میں مذکور ہے۔
فقہاء احناف کے مسلک کے موافق احادیث

ہمارا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے نماز میں قیام کیا اور لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے پھر آپ نے رکوع کیا اور لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پس لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے پھر آپ نے سجدہ کیا پھر لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا پھر لگتا تھا کہ آپ (دوسرا) سجدہ نہیں کریں گے پھر آپ نے سجدہ کیا پھر لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا پھر آپ نے اسی کی مثل دوسری رکعت پڑھی۔

نبی ﷺ سجدہ میں ہانپ رہے تھے اور اُف اُف کر رہے تھے پھر آپ نے فرمایا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ تو میرے ہوتے ہوئے ان کو عذاب نہیں دے گا! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ جب یہ استغفار کر رہے ہوں گے تو تو ان کو عذاب نہیں دے گا! رسول اللہ ﷺ اپنی اس نماز میں خوف زدہ ہوئے پھر سورج منکشف ہو گیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۹۳، سنن نسائی: ۱۳۹۲)

نیز ہمارا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا آپ خوف زدہ ہوئے اور تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ مسجد میں آئے پھر آپ ہم کو نماز پڑھاتے رہے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا پھر آپ نے فرمایا: لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ کسی عظیم آدمی کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگتا ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں بے شک اللہ عزوجل جب اپنی مخلوق میں سے کسی کے لیے ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس کے حکم کے تابع ہوتی ہے پس جب تم اس کو دیکھو تو اس طرح نماز پڑھو جیسے نئی فرض نماز پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۲، سنن نسائی: ۱۳۸۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۲)

اس حدیث سے بھی ہمارا استدلال ہے:

حضرت قبیسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگا پس رسول اللہ ﷺ گھبرائے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے اور میں اس دن آپ کے ساتھ مدینہ میں تھا آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں بہت طویل قیام کیا پھر آپ نماز سے فارغ ہو کر نمازیوں کی طرف مڑے اور اس وقت سورج روشن ہو گیا پھر آپ نے فرمایا: اللہ ان نشانیوں سے ڈراتا ہے پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اس طرح نماز پڑھو جیسے تم نئی فرض نماز پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۸۵، سنن نسائی: ۱۳۸۳)

نیز ہمارا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پس سورج کو گہن لگ گیا پس نبی ﷺ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے اٹھے حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہو گئے پھر ہم داخل ہوئے پس آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی حتیٰ کہ سورج روشن ہو گیا پس آپ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن لگا ہے وہ کھل جائے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۰، مسند احمد ج ۵ ص ۷۷، معجم اوسط: ۸۷۲، سنن نسائی: ۱۳۹۸)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۱، صحیح مسلم: ۹۱۱، سنن نسائی: ۱۳۵۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۲، صحیح مسلم: ۹۱۳)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا اس دن آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم اس کو دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۳، صحیح مسلم: ۹۱۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۸۴۳)

ان تمام احادیث میں سورج گہن کی نماز میں دو یا دو سے زائد رکوع کرنے کا ذکر نہیں ہے صرف نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور اس سے متبادروہی نماز ہے جو معمول کے مطابق پڑھی جاتی ہے جس میں صرف ایک رکوع ہوتا ہے۔

سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں ایک سے زائد رکوع کی روایات مضطرب ہیں

سورج گہن کی جن حدیثوں میں ایک سے زائد رکوع کا ذکر کیا گیا ہے وہ مضطرب ہیں ان میں ایک رکعت میں دو سے پانچ رکوع تک کا ذکر کیا گیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۰۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۹، سنن نسائی: ۱۳۷۴)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۴۶، صحیح مسلم: ۹۰۱، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۰، سنن نسائی: ۱۳۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۳)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۸۱، سنن نسائی: ۱۳۶۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک رکعت میں تین رکوع کرنے کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۰۲، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۷، سنن نسائی: ۱۳۶۶)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک رکعت میں تین رکوع کی حدیث مروی ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۰۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک رکعت میں چار رکوع کی حدیث مروی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۰۸، سنن ترمذی: ۵۶۰، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۳، سنن نسائی: ۱۳۶۳-۱۳۶۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک رکعت میں پانچ رکوع کی حدیث مروی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۸۴)

یہ تمام احادیث مضطرب ہیں ان میں ایک رکعت میں ۲، ۳ اور ۵ رکوع تک کی روایات ہیں اور مضطرب احادیث سے

استدلال نہیں کیا جاتا اس لیے اصل اور معمول کے مطابق ایک رکعت میں ایک رکوع کی روایت پر عمل کیا جائے گا اور یہی امام ابو حنیفہ

رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

سورج گہن کی نماز کے مسائل

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سورج گہن کی نماز کو چپکے چپکے پڑھا جائے گا اور چاند گہن کی نماز کو بلند آواز سے پڑھا جائے گا۔ سورج گہن کی نماز کو جماعت سے پڑھا جائے گا اور اس کے بعد خطبہ بھی دیا جائے گا ہمارے اور امام مالک کے نزدیک چاند گہن کی نماز کو جماعت سے نہیں پڑھا جائے گا ہر شخص انفرادی طور پر نماز پڑھے گا اور دعا کرے گا اور امام شافعی کے نزدیک چاند گہن کی نماز سورج گہن کی نماز کی طرح پڑھی جائے گی۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۴۳-۳۴۴ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

عنقریب ”باب صلوٰۃ الکسوف“ آئے گا نماز کسوف میں ائمہ اربعہ کے مذاہب اور فقہاء احناف کے مذاہب کی مؤید احادیث اور ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات ہم نے یہاں ذکر کر دیئے ہیں مزید تفصیل ان شاء اللہ ہم وہاں بیان کریں گے۔

نماز میں امام کی طرف

نظر اٹھا کر دیکھنا

۹۱۔ بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى

الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ

باب سابق اور اس باب میں مناسبت یہ ہے کہ نمازی جب تکبیر تحریر سے نماز کا افتتاح کر کے دعا افتتاح پڑھتا ہے تو پھر اپنی نماز کی اصلاح کے لیے امام کی طرف دیکھتا ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے سورج گہن کی نماز میں فرمایا: پس میں نے دیکھا کہ دوزخ کی بعض آگ بعض کو توڑ رہی تھی جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ فَرَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَاخَّرْتُ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۲۱۲ میں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از عمارہ بن عمیر از ابی معمر وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہم نے کہا: تم کس چیز سے اس کو پہچانتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

۷۴۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِحَبَابٍ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ ذَلِكَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابٍ لِحَيْتِهِ.

[اطراف الحدیث: ۷۶۰-۷۶۱-۷۷۷]

(سنن ابوداؤد: ۸۰۱، سنن ابن ماجہ: ۸۲۶، صحیح ابن خزیمہ: ۵۰۶، مسند الحمیدی: ۱۵۶، صحیح ابن حبان: ۱۸۲۶، المعجم الکبیر: ۳۶۸۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۷، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹، طبع قدیم مسند احمد ج ۳ ص ۵۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المنانید لابن الجوزی: ۱۵۹۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶، مسند الطحاوی: ۱۸۶۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری القزوکی (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) سلیمان الاعمش (۴) عمارہ بن عمیر التیمی بن تیم اللہ الکوفی (۵) ابو معمر عبد اللہ بن سجرہ الازدی (۶) حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ابو عبد اللہ التیمی زمانہ جاہلیت میں یہ قیدی تھے ایک غزوہ

عورت نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا یہ سابقین اسلام میں سے تھے اور ان مسلمانوں میں سے چھٹے تھے جن کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا یہ غزوات میں حاضر ہوتے تھے ان سے ۳۲ احادیث مروی ہیں امام بخاری نے ان کی پانچ احادیث روایت کی ہیں ۳۷ میں کوفہ میں فوت ہو گئے تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے لوٹے تو یہ پہلے شخص تھے جن کی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۴۴۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کی ڈاڑھی کے ملنے کی وجہ سے کیونکہ صحابہ آپ کو نماز میں دیکھتے رہتے تھے حتیٰ کہ وہ نبی ﷺ کی ڈاڑھی کو ہلتا ہوا دیکھتے تھے۔

نماز میں نمازی کی طرف دیکھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ نمازی اپنی نماز میں کس طرف نظر رکھے امام ابو حنیفہ امام شافعی اور اسحاق نے کہا ہے کہ نمازی اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے ابراہیم نخعی اور ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے امام شافعی نے کہا: یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اور امام مالک نے کہا: نمازی اپنے امام کی طرف دیکھے اور اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ حالت قیام میں اپنے سجدہ کی جگہ کو دیکھے اور اس کے دیکھنے کی جگہ کے لیے کوئی حد معین نہیں ہے اور اس باب کی احادیث امام مالک کے لیے حجت ہیں۔

المہلب نے کہا: جب نبی ﷺ پر دوزخ پیش کی گئی اور آپ پیچھے ہٹے تو صحابہ نے نبی ﷺ کی طرف نہیں دیکھا اور نہ انہوں نے آپ کی ڈاڑھی کو ہلتے ہوئے دیکھا اور نہ انہوں نے اس سے آپ کی قراءت پر استدلال کیا اور نہ اس کو نقل کیا اور نہ انہوں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے دیکھا جب آپ کو جنت دکھائی گئی تھی اس حدیث کی مثل وہ حدیث ہے جس میں آپ کا یہ ارشاد ہے: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے کیونکہ امام کی اتباع اس وقت کی جائے گی جب امام کے جھکنے اور اٹھنے میں اس کی حرکات کا مشاہدہ کیا جائے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۴۳۳)

میں کہتا ہوں کہ المہلب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ صحابہ نے آپ کی ڈاڑھی کو ہلتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ آپ کو دوزخ دیکھنے کے بعد پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا اور نہ جنت دیکھ کر اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا اور تمام احادیث اس کے خلاف ہیں۔

المہلب کے علاوہ دوسرے شارحین نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے انگور کے خوشے کو اس لیے نہیں پکڑا تھا کہ وہ جنت کا طعام ہے اور جنت کا طعام فنا نہیں ہوتا اور دنیا میں صرف اسی طعام کو کھانا جائز ہے جو فنا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو فنا کے لیے بنایا ہے اس لیے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوگی جس کا تعلق بقا سے ہو۔

ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت کرنے کے متعلق احادیث

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

جو علماء نماز میں امام کی قراءت کو ناجائز کہتے ہیں ان کے خلاف دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعت میں جہراً قراءت کرتا ہے اور بعد کی رکعات میں آہستہ قراءت کرتا ہے اور جہر کے ساقط ہونے سے مطلقاً قراءت ساقط نہیں ہوتی تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں بھی قراءت کی جاتی ہو اور یہی امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اس کی تائید حسب ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

ابو عثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ظہر اور عصر کی نمازوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ ”قَالَ وَالْقُرْآنُ الْمَجِيدُ“

پڑھ رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵۶-۳۵۳ شرح معانی الآثار: ۱۲۰۸)

ابو رافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حکم دیتے تھے یا اس کو پسند کرتے تھے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملا کر پڑھی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۳ شرح معانی الآثار: ۲۰۹)

یزید الفقیر نے بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملائے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۶۱ شرح معانی الآثار: ۱۲۱۶)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملا یا کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۶۳ شرح معانی الآثار: ۱۲۱۷) (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۷۲-۲۷۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

۷۴۷۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أُنَبَّأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ يَخْطُبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَكَانَ غَيْرَ كَذُوبٍ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا صَلُّوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامُوا قِيَامًا حَتَّى يَرَوْهُ قَدْ سَجَدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن یزید سے خطبہ میں سنا انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں تھے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پس آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو وہ سب کھڑے رہتے حتیٰ کہ وہ آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۶۹۰ کا مطالعہ کریں وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جو نمازی امام کے پیچھے ہے وہ کب سجدہ کرے۔

۷۴۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاولُ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعَّكَمْتَ قَالَ إِنِّي أُرِيتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاولْتُ مِنْهَا عُنُقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهَا لَأَكَلْتُ مِنْهَا مَا بَقِيََتِ الدُّنْيَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا پس آپ نے نماز پڑھی صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ اپنی جگہ سے کسی چیز کو پکڑ رہے تھے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ رہے تھے آپ نے فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی پس میں نے جنت کے ایک خوشہ کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔

اس حدیث کی تخریج صحیح البخاری: ۷۳۵ میں کی جا چکی ہے۔

۷۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَفِيَ الْمُنْبَرُ، فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قَبْلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْآنَ مِنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمْ الصَّلَاةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، مُمَثَّلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ هَذَا الْجِدَارِ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ثَلَاثًا.

ہمیں حلال بن علی نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر آپ منبر پر چڑھے پھر آپ نے اپنے ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کیا پھر آپ نے فرمایا: ابھی جب میں نے تمہیں نماز پڑھائی تھی تو قبلہ کی اس دیوار میں میں نے جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں آپ نے تین بار فرمایا: میں نے آج کی مثال خیر اور شر کو نہیں دیکھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال کو؟

اس سے پہلے صحیح البخاری: ۷۴۵ میں مذکور ہے کہ جنت میرے قریب کر دی گئی تھی حتیٰ کہ اگر میں جرات کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا اور صحیح البخاری: ۷۴۸ میں مذکور ہے: پس میں نے جنت کے ایک خوشہ کو پکڑنے کا ارادہ کیا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آپ نے بنفسہ جنت کو دیکھا تھا اور اسی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ دوزخ کو دیکھ کر پیچھے ہٹے اور اس حدیث: ۷۴۹ میں مذکور ہے: میں نے قبلہ کی اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں اس سے بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ آپ نے جنت اور دوزخ کو نہیں دیکھا تھا بلکہ ان کی مثالوں اور تصویر کو قبلہ کی دیوار میں دیکھا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یہ دو واقعات ہیں ایک واقعہ میں آپ نے خود جنت کو دیکھا اور اس کے خوشوں کو توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور نہ جنت کی تصویر سے خوشہ توڑنا تو غیر معقول ہے اسی طرح آپ نے خود دوزخ کو دیکھا اور اگر آپ نے دوزخ نہ دیکھی ہوتی اور صرف اس کی تصویر دیکھی ہوتی تو اس کی تصویر دیکھ کر اس سے پیچھے ہٹنا غیر معقول ہے ہاں! دوسری مرتبہ آپ کو قبلہ کی دیوار میں جنت اور دوزخ کی تصویر دکھائی گئی تھی۔

سید احمد رضا بجنوری دیوبندی لکھتے ہیں:

حضرت علامہ عثمانی نے فتح الملہم ج ۲ ص ۳۵۶ میں فتح الباری کے حوالے سے علامہ قرطبی کا قول نقل کیا کہ یہ موجب مذہب اہل سنت جنت و دوزخ اس وقت موجود ہیں اور حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک خاص ادراک کی قوت عطا فرمائی تھی جس سے آپ نے ان دونوں کا ادراک حقیقہ فرمایا ہے۔ (انوار الباری ج ۱ ص ۳۳۶ ادارۃ تالیفات اشرفیہ ماتان)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس سے مراد جنت کا علم نہیں ہے

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: میں نے اپنی اس نماز میں جس چیز کو دیکھ لیا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۰۴، ابواب المسلسل: ۲۰۶) اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم نہیں ہے بلکہ حقیقت میں آپ کا آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے جنت میں معین اور مخصوص لوگوں کو دیکھا اور جنت کی نعمتوں کو دیکھا اور انکوور کے خوشوں کو دیکھا اور ان کو توڑنے کا ارادہ کیا اور ان چیزوں کو اپنے ظاہر پر باقی رکھنا محال نہیں ہے خصوصاً اہل سنت کے مذہب پر کیونکہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں اور موجود ہیں جیسا کہ کتاب اور سنت میں اس پر دلیل ہے اور یہ اس کی طرف راجع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ادراک پیدا کیا ہے جس سے آپ نے جنت اور دوزخ کا حقیقت میں ادراک کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے

لیے بیت المقدس کا ادراک پیدا کیا تھا اور آپ بیت المقدس کو دیکھ کر مشرکین کو اس کی نشانیاں بتا رہے تھے۔

اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیوار قبلہ کے عرض میں جنت اور دوزخ کی مثال اور تصویر بنادی تھی جیسے آئینہ میں چیزوں کی مثال اور تصویر دکھائی دیتی ہے۔ صحیح البخاری: ۴۹۷ میں ہے: میں نے قبلہ کی اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی مثالیں دیکھیں اور دوسری حدیث میں ہے: ابھی اس دیوار کے عرض میں میرے سامنے جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا جب میں نماز پڑھا رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۰) اور شفاف اجسام میں کسی چیز کا دکھائی دینا محال نہیں ہے جس طرح آئینہ میں ہوتا ہے اور دکھائی دینے کے لیے آئینہ کی طرح شفاف جسم کی شرط عادی ہے عقلی نہیں ہے خصوصاً نبی ﷺ کے لیے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شرط عقلی ہے تو ہو سکتا ہے یہ امور اس دیوار کے جسم میں موجود ہوں اور ان کا ادراک نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہو (اور یہ آپ کا معجزہ ہو)۔

(المفہم ج ۲ ص ۵۵۳-۵۵۴ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

صحیح یہ ہے کہ آپ کے جنت اور دوزخ کو دیکھنے کے متعدد واقعات ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

نبی ﷺ نے جنت اور دوزخ کو متعدد بار دیکھا تھا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھ سے جنت اور دوزخ کو دیکھا تھا بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کے اور جنت و دوزخ کے درمیان جو حجابات ہیں ان حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا پس آپ نے ان کی حقیقت کو دیکھ لیا تھا اور آپ کے اور جنت و دوزخ کے درمیان جو مسافت ہے اس مسافت کو پیٹ دیا گیا تھا حتیٰ کہ آپ کے لیے یہ ممکن ہو گیا تھا کہ آپ جنت کے خوشوں کو پکڑ سکیں ظاہر حدیث کے اعتبار سے یہ قول بہت مطابقت رکھتا ہے اور اس کی تائید حضرت اسماء کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو (صحیح البخاری: ۴۵۵ میں) گزر چکی ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ جنت میرے قریب کر دی گئی حتیٰ کہ اگر میں جرات کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا اور بعض علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ قبلہ کی دیوار میں جنت کی مثال بنادی گئی تھی جیسے آئینہ میں کسی چیز کی صورت دکھائی دیتی ہے پس آپ نے تمام چیزوں کو قبلہ کی دیوار میں دیکھ لیا اور اس کی تائید حضرت انس کی اس حدیث سے ہوتی ہے: بے شک ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ کی مثال پیش کی گئی۔ (صحیح البخاری: ۲۹۴-۵۳۰) اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آئینہ کی مثل کسی چیز میں صورت تب نظر آتی ہے جب وہ جسم صیقل اور شفاف ہو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط عادی ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ کے لیے خلاف عادت اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی صورتیں دکھائی گئی ہوں لیکن یہ اور قصہ ہے جو ظہر کی نماز میں پیش آتا تھا اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ نے جنت اور دوزخ کو دوبارہ دیکھا ہو (ایک بار اصل جنت اور دوزخ کو اور دوسری بار ان کی مثالوں کو جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے۔ سعیدی غفرلہ) بلکہ آپ نے مختلف صورتوں میں متعدد بار جنت اور دوزخ کو دیکھا اور اس شخص کا قول بہت بعید ہے جس نے کہا: جنت اور دوزخ کو دیکھنے سے مراد ان کا علم ہے علامہ قرطبی نے اس کا بہت رد کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

جنت کے خوشوں کو توڑنے کا ارادہ بدلنے کی وجوہ

نیز حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اور بے شک میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میرا ارادہ تھا کہ میں جنت کے پھلوں میں سے کچھ پکڑ لوں تاکہ تم جنت کے پھلوں کو دیکھو پھر مجھے یہ خیال آیا کہ میں ایسا نہ کروں۔ (صحیح مسلم: ۹۰۴ رقم السلسل: ۲۰۶۷)

آپ کے ارادہ بدلنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ دنیا کے پھل فانی ہیں اور جنت کے پھل غیر فانی ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر صحابہ جنت کے پھلوں کو دیکھ لیتے تو پھر ان کا جنت پر ایمان بالغیب نہ رہتا بلکہ ایمان بالشہادت ہو جاتا، تیسری وجہ یہ ہے کہ جنت اعمال کی جزاء ہے اور جزاء آخرت میں ملتی ہے اور یہ دنیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: اگر میں جنت کے خوشے کو پکڑ لیتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک یہ دنیا قائم رہتی۔ (صحیح البخاری: ۷۳۸)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ جب تک تم زندہ رہتے اس کا ذائقہ تمہارے منہ میں باقی رہتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۳، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

نماز میں نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا

۹۲۔ بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟ اس باب کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور خارج نماز میں دعا کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنا جائز ہے جیسا کہ نماز کا قبلہ کعبہ ہے اسی طرح دعا کا قبلہ آسمان ہے اور جس طرح نماز میں کعبہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اسی طرح دعا کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

۷۵۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ؟ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَيَنْتَهَنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَتُخَطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عربہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف اپنی نظریں اٹھاتے ہیں؟ پھر آپ نے اس میں سختی کی حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: لوگ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بصارت چھین لی جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: ۹۱۳، سنن نسائی: ۱۱۹۲، سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۰، سنن دارمی: ۱۳۰۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۹۱۸، سنن ترمذی: ۳۳۰۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۲۶، ج ۱۹ ص ۴۱۶، مؤسسة الرسالة بیروت، جامع المسانید ۱۱، ابن الجوزی: ۳۶۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف اپنی نظریں اٹھاتے ہیں۔

نماز میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کا مکروہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا مکروہ ہے۔ ابن سیرین نے کہا ہے کہ نبی ﷺ بھی نماز

میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (المومنون: ۲)

اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے نماز میں اپنا سر جھکا لیا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۳۹۳)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

خارج از نماز آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنے کا حکم

علامہ بدرالدین عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا بالاتفاق مکروہ ہے ابن حزم نے کہا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے البتہ خارج از نماز دعا کرتے وقت آسمان کی طرف دیکھنے میں اختلاف ہے شریح نے دیکھا ایک شخص باتھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا انہوں نے کہا: تم اپنی نظر نیچی رکھو تم اس کو دیکھ سکتے ہو نہ اس کو پاسکتے ہو اگر تم یہ کہو کہ اگر کوئی شخص نماز میں اپنی آنکھیں بند کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام طحاوی کہتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے امام مالک نے کہا: فرض اور نفل دونوں میں اس میں کوئی حرج نہیں علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی ضرر نہ ہو تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس سے نماز میں خشوع بھی ہے اور آنکھوں کو ادھر ادھر پھیرنے اور ذہن کے بھٹکنے سے روکنا بھی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نماز شروع کرتے تو صرف اپنی جگہ گاہ پر نظر رکھتے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۵۳-۳۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۳۔ بَابُ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ نماز میں التفات کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے کا کیا حکم ہے یہ ظاہر یہ مکروہ ہے۔

۷۵۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سَلِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ | طرف الحدیث: ۳۲۹۱ |

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاخوص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اشعث بن سلیم نے حدیث بیان کی از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں التفات کرنے کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا: یہ بندہ کی نماز کا ایک حصہ اچک لیتا ہے جو شیطان اچک لیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۱۰۰ سنن ترمذی: ۵۹۰ سنن نسائی: ۱۱۹۵ السنن الکبریٰ: ۱۱۱۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۰ مسند ابویعلیٰ: ۳۶۳ صحیح ابن

خزیمہ: ۳۸۳ حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۰ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸۱ شرح السنہ: ۷۳۲ صحیح ابن حبان: ۲۲۸ مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۵ طبع قدیم مسند احمد:

۲۴۷۶-۲۴۷۷ ج ۳ ص ۲۶۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرہد (۲) ابوالاخوص سلام بن سلیم حافظ کوئی (۳) اشعث بن سلیم (۴) ان کے والد سلیم بن الاسود الکوفی

(۵) مسروق بن الاحمد الحمدانی الکوفی (۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۳۵۳)

نماز کے حصہ کو شیطان کے اچکنے کا معنی

شیطان کے اچکنے کا معنی یہ ہے کہ جب نمازی نماز میں ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اس وقت شیطان کامیاب ہو جاتا ہے اور اس کو عبادت سے دور رکھتا ہے جس سے بسا اوقات نمازی کو سہو ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے کوئی رکن چھوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ حضور قلب کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ نہیں رہتا اور اس کا ذہن غیر مقصود چیزوں میں مستغرق ہو جاتا ہے اور جب کہ یہ فعل ناپسندیدہ ہے اس لیے اس کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا اسی وجہ سے فقہاء نے کہا ہے کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا مکروہ ہے۔

علامہ شرف الدین محمد بن عبد اللہ الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص نماز میں ادھر ادھر التفات کرتا ہے اس کی نماز سے خشوع نکل جاتا ہے اس وجہ سے اس کو شیطان کا اچکنا کہتے ہیں کیونکہ یہ قبیح اور بُرا کام ہے یا اس لیے کہ نمازی اس وقت اپنے رب سے مناجات میں مستغرق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور شیطان اس کی طرف گھات لگائے ہوتا ہے کہ کب اس کو موقع ملے پس جب نمازی ادھر ادھر متوجہ ہوتا ہے تو شیطان اس کو غیبت جانتا ہے اور اس کی نماز سے اتنا حصہ اچک لیتا ہے یعنی اتنے حصہ میں اس کی نماز میں خشوع نہیں رہتا۔

اچکنے کا معنی یہ ہے کہ جب نمازی دائیں بائیں سینہ موڑے بغیر دیکھتا ہے تو اس وقت اس کی نماز میں خشوع نہیں رہتا جو نماز میں مطلوب ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خُشْعُونَ (المؤمنون: ۲) وہ لوگ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں ○

اس سے نماز باطل نہیں ہوتی لیکن کامل نہیں ہوتی اور اگر قبلہ سے اس کا سینہ پھر جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

(الکشاف عن حقائق السنن ج ۲ ص ۳۹۹ دار القرآن کراچی ۱۴۱۳ھ)

نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے کا حکم

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن بزیہ نے کہا ہے کہ اس کو شیطان کا اچکنا اس لیے کہتے ہیں کہ نماز کے اتنے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ منقطع ہو جاتی ہے پھر اس پر اجماع ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے بعض شوافع نے کہا ہے کہ یہ حرام ہے۔

علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ نے لکھا ہے: جو التفات مکروہ ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ نمازی اپنی گردن کو موڑے حتیٰ کہ وہ سمت قبلہ سے نکل جائے اور وہ اپنے جسم کے بعض حصہ سے قبلہ کی دائیں یا بائیں جانب منحرف ہو جائے اور اگر وہ اپنے تمام بدن کے ساتھ قبلہ سے منحرف ہو جائے تو پھر اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس نے گردن کو موڑے بغیر اپنی آنکھوں کی طرف سے دائیں یا بائیں جانب دیکھا تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۱۱۵-۱۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

(عمدة القاری ج ۵ ص ۳۵۵-۳۵۴ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نماز میں التفات کے متعلق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز میں (کسی طرف) التفات کرنے سے بچو کیونکہ نماز میں

التفات کرنا ہلاکت ہے۔ (سنن ترمذی: ۵۸۹)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمیشہ بندہ کی نماز میں اس کی طرف متوجہ

رہتا ہے جب تک وہ کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور جب وہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے توجہ ہٹا لیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۰۹، سنن نسائی: ۱۱۹۵، مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۲)

حضرت الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے پس جب تم نماز پڑھو تو (کسی اور طرف) التفات نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے چہرے کو اپنے بندہ کی نماز میں اس کے سامنے رکھتا ہے جب تک وہ کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ (سنن ترمذی: ۲۸۶۳)

علامہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ نمازی حالت قیام میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے اور حالت رکوع میں اپنے قدموں کی پشت پر نظر رکھے اور سجدہ میں اپنی ناک کے نرم گوشوں پر نظر رکھے اور قعدہ میں اپنی گود پر نظر رکھے اور جب پہلا سلام پھیرے تو اپنے دائیں کندھے پر نظر رکھے اور جب دوسرا سلام پھیرے تو بائیں کندھے پر نظر رکھے۔

(المبسوط ج ۱ ص ۱۱۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے ایک نقش و نگار والی چادر میں نماز پڑھی پھر آپ نے فرمایا: اس چادر کے نقش و نگار نے مجھے اپنی طرف مشغول کر دیا اس کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور مجھ کو

سادہ چادر لا دو۔

۷۵۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خِمِصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِي هَذِهِ إِذْ هَبُّوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأَتُونِي بِأَنْبَجَانِيَّةٍ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۳ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جب کسی شخص نے نقش و نگار والے کپڑے میں نماز پڑھی اور اس کے نقوش کی طرف التفات کیا اور یہاں اس کا عنوان ہے: نماز میں التفات کرنا اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

کیا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھے؟ کسی چیز یا قبلہ کی جانب بلغم کو دیکھے (تو کیا کرے)

اور سہل نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں مڑے تو انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا۔

۹۴۔ بَابٌ هَلْ يَلْتَفِتُ لَأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ أَوْ يَرَى شَيْئًا أَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ؟

وَقَالَ سَهْلٌ لَتَفَتَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَرَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۶۸۴ میں ہے یہ حدیث مفصل شرح کے ساتھ گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم پڑا ہوا دیکھا اس وقت آپ لوگوں کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے پس آپ نے اس کو کھرچا پھر آپ نے لوگوں کی طرف مڑ کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو تو اس کے

۷۵۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُصَلِّي بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ حِينَ أَنْصَرَفَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللَّهَ قَبْلَ وَجْهِهِ فَلَا يَتَّخِذَنَّ أَحَدٌ قَبْلَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ. وَرَوَاهُ مُوسَى

بْنُ عُقْبَةَ، وَابْنُ أَبِي رَوَادٍ، عَنْ نَافِعٍ.

چہرے کے سامنے اللہ تعالیٰ ہوتا ہے، پس تم میں سے کوئی شخص نماز میں اپنے چہرے کے سامنے نہ تھوکے اور اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ اور ابن ابی رواد نے نافع سے روایت کیا ہے۔

نماز میں عمل قلیل کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے قبلہ کی جانب سے بلغم کو کھرچا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھتے ہوئے بلغم کو قبلہ کی جانب سے کھرچا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز کی حالت میں قبلہ کی جانب سے بلغم کو کھرچنا کیا ایسا عمل نہیں ہے جس سے نماز فاسد ہو جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل قلیل ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی چادر میں بلغم کو تھوک کر پھر اس کو چادر میں مل کر پیٹ لے اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں آئی اور رسول اللہ ﷺ گھر میں نماز پڑھ رہے تھے اور دروازہ بند تھا، پھر آپ چلے آئے کہ آپ نے دروازہ کھول دیا، پھر آپ اپنی جگہ لوٹ گئے، حضرت عائشہ نے بتایا کہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔

(سنن ترمذی: ۶۰۱، سنن ابوداؤد: ۹۲۲، سنن نسائی: ۱۲۰۵، مسند احمد ج ۶ ص ۳۱)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ آپ دروازہ کھولنے کے لیے تین قدم سے کم چلے کیونکہ دروازہ آپ کے مصلے کے قریب تھا اور دروازہ آپ نے ایک ہاتھ سے کھولا اس لیے کہ تین قدم سے زیادہ نماز میں چلنا اور دونوں ہاتھوں سے دروازہ کھولنا عمل کثیر ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر نمازی نے دروازہ بند کیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس نے دروازہ کھولا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ عموماً دروازہ کھولنے کے لیے دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنا پڑتا ہے اور یہ عمل کثیر ہے اور دروازہ کو بند کرنا اس طرح نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر اس نے ایک ہاتھ سے دروازہ کھولا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

یہ حدیث صحیح البخاری: ۴۰۶ میں گزر چکی اس کی باقی شرح کا مطالعہ وہاں فرمائیں۔

۷۵۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَقِيلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا الْمُسْلِمُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ، فَتَبَسَّمَ بِضَحْكٍ، وَنَكَّصَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى عَقِيْبِهِ، لِيَصِلَ لَهُ الصَّفُّ، فَظَنَّ أَنَّهُ يُرِيدُ الْخُرُوجَ، وَهُمْ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَيْمُوا صَلَاتَكُمْ، فَأَرَخَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے تو اچانک رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے پردہ اٹھایا اور صحابہ کی طرف دیکھا وہ صفیں باندھے ہوئے تھے سو آپ ہنستے ہوئے مسکرائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہوئے تاکہ وہ صف سے مل جائیں، انہوں نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ حجرہ سے نکلنے کا ارادہ کر رہے ہیں اور صحابہ

السُّتْرُ وَتَوَفَّى مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ.

نے یہ ارادہ کیا کہ وہ (خوشی کے غلبہ سے) نماز توڑ دیں گے آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم نماز پوری کرو پس آپ نے پردہ گرا دیا اور اس دن کے آخر میں آپ وصال فرما گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۸۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اہل علم و فضل امامت کے زیادہ حق دار ہیں اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھنا اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب نبی ﷺ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا تو تمام صحابہ نے مڑ کر آپ کی طرف دیکھا۔

۹۵۔ بَابُ وَجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ

وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي

الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ

فِيهَا وَمَا يُخَافُ

امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب خواہ حضر میں ہوں یا سفر میں اور کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ آواز سے

یعنی تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنا واجب ہے حضر میں بھی اور سفر میں بھی خواہ نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے خواہ آہستہ آواز سے اور خواہ نمازی امام ہو یا مقتدی ہو امام بخاری نے مقتدی کے قرآن پڑھنے کی قید اپنے مذہب کے موافق لگائی ہے کیونکہ فقہاء احناف کے نزدیک مقتدی پر قرآن پڑھنا واجب نہیں ہے امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے امام بخاری نے تنہا نماز پڑھنے والے کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ امام کے حکم میں ہے۔

۷۵۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

قَالَ شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُ، فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَارًا، فَشَكُّوا

حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ

فَقَالَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا

تُحْسِنُ تُصَلِّي، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ أَمَّا أَنَا وَاللَّهِ فَإِنِّي

كُنْتُ أَصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَا أَخْرَمَ عَنْهَا، أَصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ، فَأَرْكَدُ

فِي الْأَوَّلِينَ، وَأَخِفُّ فِي الْآخِرِينَ. قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ

بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ. فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رَجُلَيْنِ

إِلَى الْكُوفَةِ، فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلُ الْكُوفَةِ، وَلَمْ يَدْعُ

مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيُشْنُونَ عَلَيْهِ مَعْرُوفًا، حَتَّى

دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ

أَسَامَةُ بْنُ قُضَادَةَ، يُكْنَى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ أَمَّا إِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک بن عمیر نے حدیث بیان کی از جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی حضرت عمر نے حضرت سعد کو معزول کر دیا اور اہل کوفہ پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو عامل بنا دیا اہل کوفہ نے اپنی شکایت میں یہ ذکر کیا کہ حضرت سعد اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے حضرت عمر نے ان کو بلوایا پھر کہا: اے ابواسحاق! یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے حضرت ابواسحاق نے کہا: سنیں! اللہ کی قسم! میں ان کو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے نماز پڑھاتا ہوں میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں میں پہلی دو رکعتوں میں لمبا قیام کرتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں حضرت عمر نے کہا: اے ابواسحاق! تمہارے متعلق یہی گمان تھا پھر حضرت عمر نے حضرت سعد کے ساتھ ایک شخص کو یا کئی اشخاص کو کوفہ کی طرف بھیجا پھر

نَشَدْتَنَا، فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ
بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللَّهِ
لَا دُعُونَ بَشَلَابِ اللَّهِ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا، قَامَ
رِيَاءً وَسَمْعَةً، فَأَظِلُّ عُمُرَهُ، وَأَظِلُّ فَقْرَهُ، وَعَرِضُهُ
بِالْفِتَنِ. قَالَ وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سِيلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ
مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا
رَأَيْتُهُ بَعْدُ، قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ
وَأَنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطَّرِيقِ يَغْمِزُهُنَّ.

| اطراف الحديث: ۷۵۸-۷۷۰ |

(صحیح مسلم: ۳۵۳، الرقم الحسلی: ۹۹۸، سنن ابوداؤد: ۸۰۳، سنن
نسائی: ۱۰۰۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۷، مصنف عبدالرزاق: ۷۰۶، مصنف
ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۲، مسند لمیزار: ۱۰۶۲، مسند ابویعلیٰ: ۶۹۳، صحیح ابن
خزیمہ: ۵۰۸، المعجم الکبیر: ۳۰۸، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۶۱، سنن بیہقی
ج ۲ ص ۶۵، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۵، مسند احمد ج ۱ ص ۷۶، طبع قدیم
مسند احمد: ۱۵۱۸- ج ۳ ص ۱۰۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت سعد کے متعلق اہل کوفہ سے پوچھا اور ہر مسجد والوں سے
حضرت سعد کے متعلق سوال کیا، سب ان کی تعریف اور تحسین
کرتے تھے حتیٰ کہ وہ بنو عبس کی ایک مسجد میں گئے تو ان میں سے
اسامہ بن قتادہ نام کا ایک شخص کھڑا ہوا، جس کی کنیت ابوسعہ تھی،
اس نے کہا: بہر حال جب تم نے ہمیں قسم دی ہے تو سنو! بے شک
حضرت سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتے اور برابر برابر (مال غنیمت)
تقسیم نہیں کرتے اور مقدمات میں عدل نہیں کرتے، حضرت سعد
نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! میں (اس کے خلاف) تین دعائیں کرتا
ہوں: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور دکھانے اور سنانے کے
لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کے فقر کو زیادہ کر اور اس کو
فتنوں میں مبتلا کر دے، حضرت جابر بن سمرہ نے کہا: بعد میں جب
اس شخص کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتا تھا: میں بہت بوڑھا اور
فتنہ میں مبتلا ہوں، مجھے حضرت سعد کی دعا سے فتنہ کا سامنا
ہے۔ عبد الملک نے کہا: میں نے بعد میں اس شخص کو دیکھا، بڑھا پے
کی وجہ سے اس کی بھوئیں اس کی آنکھوں پر گر گئی تھیں اور وہ راستے
میں لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) ابو عوانہ اور ان کا نام الوضاح بن عبد اللہ الشکری ہے، یہ ربیع الاول ۱۷۶ھ میں
فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الملک بن عمیر بن سوید الکوفی، انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی
ہیں اور یہ ذوالحجہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے اور یہ کوفہ کے قاضی تھے (۴) حضرت جابر بن سمرہ بن جنادہ العامری اسوائی، ان کی کنیت
ابو خالدہ یا ابو عبد اللہ ہے، ان کے والد صحابی تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ۱۳۶ احادیث روایت کی ہیں، جن میں سے دو
حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام مسلم ۲۶ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے
بھانجے تھے، ان کی کوفہ میں سکونت تھی اور انہوں نے وہیں گھر بنالیا تھا اور بشر بن مروان کی حکومت میں ان کی وفات ہو گئی تھی، ایک قول
یہ ہے کہ یہ مختار کے ایام میں ۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ابی وقاص کا نام مالک بن اہیب ہے،
یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں، جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی، مدینہ منورہ سے دس میل دور عقیق میں ان کا محل تھا، وہیں ان کی
وفات ہوئی تھی، پھر لوگ ان کے جنازہ کو مدینہ میں لے کر آئے اور ۵۵ھ میں ان کو البقیع میں دفن کیا گیا، عشرہ مبشرہ میں سب سے
آخر میں ان کی وفات ہوئی ہے، ان کی عمر میں اختلاف ہے، آخری قول یہ ہے کہ ان کی عمر ۸۳ سال تھی (۶) حضرت عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، یہ ۳۷ھ میں جنگ صفین میں شہید کیے گئے، اس وقت ان کی عمر ۹۳ سال تھی، حضرت امیر المؤمنین
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی (۸) اسامہ بن قتادہ (۹) جس شخص کو حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ بھیجا

تھا ان کا نام محمد بن مسلمہ انصاری تھا ابن التین نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ عبداللہ بن ارقم کو بھیجا تھا امام محمد بن مسلمہ نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے ان کے ساتھ تین آدمی بھیجے تھے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۷۷-۶۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو اپنے مخالف کے لیے دعا ضرر کی اس کی تفصیل

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: اے اللہ! اس کی عمر لمبی کر حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ اس کی عمر بہت لمبی ہو حتیٰ کہ وہ ”ارذل العمر“ اور ”اسفل السافلین“ تک پہنچ جائے اور اس کے تمام اعضاء ضعیف ہو جائیں اور کہا: اس کا فقر لمبا کر یعنی اس کے پاس مال کم ہو اور اس کے عیال اور مصارف زیادہ ہوں اور تیسری دعا یہ کی کہ اس کو فتنوں میں مبتلا کر۔

حضرت سعد نے اس کے لیے یہ تین دعائیں اس لیے کی تھیں کہ اس مخالف یعنی اسامہ بن قتادہ نے حضرت سعد سے تین ایسے فضائل کی نفی کی تھی جو تمام کمالات اور فضائل کی اصل ہیں اس نے کہا: یہ لشکر کے ساتھ نہیں جاتے اور اس طرح حضرت سعد سے شجاعت کی نفی کی اور اس نے کہا: یہ برابر برابر تقسیم نہیں کرتے اور اس طرح حضرت سعد سے حکمت کی نفی کی پھر کہا: یہ مقدمات میں عدل نہیں کرتے اور اس سے حضرت سعد کی عدالت کی نفی کی ان تین عیوب کے مقابلہ میں حضرت سعد نے اس کے لیے تین دعائیں ضرر کیں حضرت سعد نے دعا کی: اس کی عمر لمبی کر تا کہ اس کے جسم کو ضرر پہنچے اور دعا کی: اس کے فقر کو لمبا کر تا کہ یہ دنیا میں ذلیل و خوار ہو اور یہ فتنوں میں مبتلا ہو تا کہ اس کی آخرت خراب ہو اس نے حضرت سعد کو جو رسوا کرنے کا ارادہ کیا تھا اس میں ناکام ہوا اور خود رسوائی اس کا مقصد بن گئی۔

جو شخص مظلوم ہو اس کی دعا قبول ہوتی ہے حضرت سعد بن ابی وقاص مظلوم تھے اسامہ بن قتادہ نے ان پر جھوٹے الزام لگائے تھے اور وہ مستجاب الدعوات تھے حدیث میں ہے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! جب سعد دعا کرے تو اس کی دعا کو قبول فرما۔

(سنن ترمذی: ۲۷۵۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام ابو حنیفہ کا اپنے موقف پر استدلال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں کم قراءت کرتا ہوں۔

حدیث کے اس قطعہ سے ہمارے اصحاب نے امام ابو حنیفہ کے مذہب پر استدلال کیا ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت واجب ہے اور بعد کی دو رکعتوں میں قراءت واجب نہیں ہے۔

صاحب الہدایہ وغیرہ نے کہا ہے: اگر چاہے تو بعد کی دو رکعتوں میں قرآن مجید پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اور اگر چاہے تو خاموش رہے حضرت علیؓ حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح منقول ہے مگر افضل یہ ہے کہ وہ قرآن پڑھے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ نمازی کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاقْرَءْ وَ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (الزلزلہ: ۲۰)

اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا پس قرآن پڑھنے کے لیے پہلی رکعت متعین ہو گئی اور دوسری رکعت میں ہم نے قرآن مجید کے پڑھنے کو پہلی رکعت سے استدلال کرتے ہوئے واجب کہا ہے کیونکہ یہ دونوں رکعتیں ہر اعتبار سے ایک دوسرے کے متشابہ ہیں۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نماز کی پہلی دو رکعت میں قراءت کے وجوب اور دوسری دو رکعت میں قراءت کے استحباب کے متعلق آثار
اس حدیث میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں اس کا معنی ہے: میں ان میں قرآن نہیں
پڑھتا جیسا کہ صحیح البخاری: ۷۷۰ میں اس کی تصریح ہے یا ان میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے یا تسبیح پڑھتے تھے۔
ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ
پڑھتے اور جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکیں اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۲)
الشعمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے شریع کی طرف لکھا کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جائے اور
آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۳)
یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء یہ کہتے تھے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت
پڑھو اور آخری دو رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھو اور مغرب کی آخری رکعت میں اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۵)

یزید الفقیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں
میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۸)
محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دن کی نمازوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتی تھیں اور آخری رکعتوں میں سورہ
فاتحہ پڑھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۳۶)
ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو اور دوسری
اور دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۲)
حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی دو رکعت میں قرآن پڑھتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں تسبیح پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۳)

ابن الاسود نے کہا: پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جائے اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح اور تکبیر کو پڑھا
جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی توجیہ اور ظالم کے خلاف دعا کرنے کا جواز
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی تھی پھر بھی حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا تھا اس میں یہ
دلیل ہے کہ مصلحت کی وجہ سے بے قصور عامل کو بھی معزول کرنا جائز ہے امام مالک نے کہا کہ حضرت عمر نے حضرت سعد کو معزول کر
دیا حالانکہ قیامت تک ان سے زیادہ نیک عامل آنے والا نہیں تھا حضرت عمر نے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے ایسا کیا تھا حضرت
عمر نے فرمایا: میں نے احتیاط کی وجہ سے ایسا کیا تھا ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس لیے ایسا کیا کہ وہ کسی عامل کو چار سال سے
بہر زیادہ اس کے منصب پر برقرار نہیں رکھتے تھے۔

ہمارے دور میں معمول یہ ہے کہ جس افسر کے خلاف کوئی ماتحت شکایت کرے اس کی شکایت اس افسر کے پاس بھیج دی جاتی
ہے جس کے نتیجہ میں وہ افسر اس ماتحت کے خلاف انتقامی کارروائی کرتا ہے حضرت عمر نے جس افسر کے خلاف شکایت تھی اس کو

معزول کر کے اس کے خلاف تفتیش اور تحقیق کی تاکہ عدل کے تقاضے پورے ہو جائیں اور یہ نہ کہا جائے کہ اس افسر کے اقتدار کی وجہ سے لوگوں نے اس کے خلاف زبان نہیں کھولی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن قتادہ کے خلاف تین دعائے ضرر کیں اس میں یہ دلیل ہے کہ ظالم کے خلاف دعاء ضرر کرنا جائز ہے اور یہ دعاء ضرر اس کو مستلزم نہیں ہے کہ حضرت سعد اس سے معصیت کے وقوع کو طلب کر رہے تھے اس کی ثبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کے خلاف یہ دعاء ضرر ہے:

رَبَّنَا أَطْمِسْ عَلَيَّ أَمْوَالَهُمْ وَاشْدُدْ عَلَيَّ قُلُوبَهُمْ
فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَذُوقُوا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (یونس: ۸۸)
اے ہمارے رب! ان کے اموال کو نیست و نابود کر دے اور
ان کے دلوں کو سخت کر دے سو یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں
کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں ○

انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کی توجیہ

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو اپنی قوم کے لیے ہدایت کی دعا کرتے ہیں نہ کہ ان کے خلاف ہلاکت کی دعا کرتے ہیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعاء ضرر کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر طرح سے قوم کو دعوت اور تبلیغ کر دی جائے اور ان پر حجت تمام کر دی جائے اور قوم پھر بھی ایمان نہ لائے اور اس کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہے تو پھر آخری چارہ کار یہ رہ جاتا ہے کہ اس قوم کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق نبی کی زبان سے اس قوم کے خلاف ہلاکت کی دعا جاری ہو جاتی ہے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو تبلیغ کی اس کے باوجود جب معدودے چند لوگوں کے سوا وہ ایمان نہیں لائے تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے خلاف یہ دعا کی:

وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ
دَيَّارًا إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا
فَاجِرًا كَفَّارًا (نوح: ۲۷-۲۶)
اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! تو زمین پر کسی
والے کافر کو نہ چھوڑنا ○ اگر تو انہیں چھوڑے گا تو یہ ضرور ہت دھرم
کافروں کو جنم دیں گے ○

انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز

ان آیات کے ترجمہ اور تفسیر میں اردو مترجمین نے بددعا کا لفظ استعمال کیا ہے:
یونس: ۸۸ کی تفسیر میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:
اگرچہ پیغمبر کا کام پیغام حق سنانا ہوتا ہے بددعا کرنا نہیں ہوتا لیکن جب کسی قوم کی ہدایت کا امکان ہی باقی نہ رہے تو باذن الہی بددعا کرتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۳۲۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۳۰۲ھ)
شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

آپ نے بددعا کی کہ اے خداوند! ان کے اموال کو تباہ اور ملیا میٹ کر دے۔

(حاشیہ شبیر احمد عثمانی بر ترجمہ شیخ محمود الحسن دیوبندی ص ۲۸۲ طبع کراچی)

نوح: ۲۷-۲۶ کی تفسیر میں غیر مقلد عالم صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

یہ بددعا اس وقت کی جب حضرت نوح علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے بالکل مایوس ہو گئے۔

(شیخ جوہار گزہمی کے ترجمہ پر شیخ صلاح الدین کا حاشیہ ص ۱۶۳ شاہ فہد پرنٹنگ پریس)

سید مودودی نے لکھا ہے: حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بددعا کسی بے صبری کی بناء پر نہ تھی، حضرت موسیٰ نے بھی فرعون اور قوم یحون کے حق میں یہ بددعا کی تھی۔ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۰۴)

ہمارے نزدیک کسی بھی نبی علیہ السلام کا کیا ہوا کوئی بھی کام بد نہیں ہوتا، نبی کا ہر کام نیک اور حسن ہوتا ہے اور اس کا کام امت کے لیے لائق اتباع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو کام بد ہو اس سے اجتناب واجب ہوتا ہے اور نبی کے کسی بھی کام کو بد کہنا اس نبی کی ایک گونہ توہین ہے اس سے احتراز کرنا اور اس پر توبہ کرنا واجب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث صحیح مسلم: ۹۱۹۔ ج ۱ ص ۱۲۴۹ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۵۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ
عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از محمود بن الربیع از
حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو
شخص سورہ فاتحہ کو نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہوتی۔

(صحیح مسلم: ۳۹۴، رقم المسلسل: ۸۵۰، سنن ابوداؤد: ۸۴۲، سنن ترمذی: ۲۴۷، سنن نسائی: ۹۱۱، سنن ابن ماجہ: ۸۳۷، مسند الحمیدی: ۳۸۶،
معجم ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۶۰، المستدرک ج ۱ ص ۳۸۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۵، صحیح ابن حبان: ۱۷۸۲، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۲-۳۲۱، المستدرک ج ۱ ص ۲۳۸،
سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۴، طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۶۷۷-۲۲۶۷۸، ج ۳ ص ۳۵۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی:
۲۶۸۸، مکتبۃ الرشدریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۲۸۷۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر المدنی البصری (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) محمود بن الربیع بن
سراقہ الخزرجی الانصاری، یہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے داماد تھے ان کو یاد ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر کے کنویں سے
دول میں پانی لے کر ان کے چہرے پر کھلی کی تھی اس وقت ان کی عمر پانچ سال تھی (۵) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۴)

حدیث مذکور کا باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونا

اس حدیث کا عنوان ہے: امام اور مقتدیوں کا سفر اور حضر کی تمام نمازوں میں قرآن پڑھنا خواہ جہری نماز ہو یا سری اور یہ
عنوان اس سے عام ہے کہ امام اور مقتدی سورہ فاتحہ پڑھیں یا کوئی اور سورت پڑھیں اور چونکہ باب کے عنوان میں سورہ فاتحہ کا ذکر
نہیں ہے اس لیے یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن المبارک، اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابو ثور، داؤد بن علی وغیرہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا

ہے کہ تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کو پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابن العربی مالکی نے احکام القرآن میں کہا ہے کہ ہمارے علماء کے اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں: (۱) ابن القاسم مالکی نے

کہا ہے: جب امام آہستہ قراءت کرے اس وقت اس کے پیچھے قراءت کرے (۲) ابن وہب اور اشہب نے کہا ہے: وہ سورہ فاتحہ پڑھے (۳) محمد بن عبدالحکم نے کہا ہے: امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور اگر وہ نہیں پڑھے گا تب بھی کافی ہے گویا کہ ان کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلے نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(احکام القرآن ج ۸ ص ۸۷۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

ابو عمرو ابن عبد البر نے تمہید میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک کا قول مختلف نہیں ہے کہ جو شخص دو رکعت کی نماز میں سے کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور جو شخص تین رکعت نماز یا چار رکعت نماز کی کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس مسئلہ میں امام مالک کے اقوال مختلف ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ نماز دہرائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے تو نماز ہو جائے گی۔

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ جب تک وہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان بن ابی العاص اور خوات بن جبر سے مروی ہے انہوں نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا متعین نہیں ہے وہ قرآن مجید میں سے کہیں سے بھی ایک آیت پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ (المغنی ج ۲ ص ۳۲ دارالحدیث قاہرہ ۱۳۲۵ھ)

ابن حزم نے محلی میں کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کا ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا فرض ہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو اس میں فرض اور نفل برابر ہیں۔ الثوری اور اوزاعی نے ایک روایت میں اور امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف امام محمد اور امام احمد نے ایک روایت میں کہا ہے اور عبد اللہ بن وہب اور اشہب مالکی نے کہا ہے کہ مقتدی ہرگز قرآن نہ پڑھے نہ سورہ فاتحہ نہ کسی اور سورت کو کسی نماز میں اور یہی ابن المسیب اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے اور فقہاء حجاز اور شام نے کہا ہے کہ جہری نمازوں میں نمازی قراءت نہ کرے اور سب سے پہلے نمازوں میں قراءت کرے اور امام شافعی نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سورہ فاتحہ کے بغیر جس نماز کی نفی کر دی ہے۔ (محلی ج ۳ ص ۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۳ء)

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر ہمارا قرآن مجید سے استدلال اور فقہاء ثلاثہ کے اعتراضات کے جوابات علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فَاقْرَءْ وَامَّا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (الزلزلہ: ۲۰)

پس جتنا قرآن تم آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اس کو پڑھو۔

اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آسانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس کو سورۃ الفاتحہ کے ساتھ مقید کرنا نص قرآن پر زیادتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے عموم کو منسوخ کرتا ہے پس جس کم سے کم آیت پر قرآن کریم کا اطلاق ہو اس کو پڑھنا فرض ہے کیونکہ قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کے علاوہ قرآن مجید پڑھنا فرض نہیں ہے پس متعین ہو گیا کہ اس آیت میں نماز میں قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ یہ آیت تہجد کی نماز کے متعلق ہے اور تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے تو اس آیت سے استدلال کیسے صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کا رکن ہونا مشروع ہو چکا ہے وہ منسوخ نہیں ہوگا تہجد کی نماز کا صرف وجوب منسوخ نہیں ہے نہ کہ نماز کے فرائض اس کی شرائط اور باقی احکام اس کی دلیل یہ ہے کہ تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کے بعد یہ حکم دیا گیا: "فَاقْرَءْ"

مَا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ“ (الزلزلہ: ۲۰) اور تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہونے کے بعد تہجد کا نفل ہونا باقی رہا اور جن فقہاء نے فرض میں سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کو شرط کہا ہے انہوں نے نفل میں بھی سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کو فرض کہا ہے اور جن فقہاء نے اس کو فرض نماز میں شرط نہیں کہا انہوں نے اس کو نفل نماز میں بھی فرض نہیں کہا اور یہ آیت نفل نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی نفی کرتی ہے پس فرض نماز میں بھی اس کے پڑھنے کی نفی ہو جائے گی کیونکہ ان میں فرق کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں لفظ ”ما“ مجمل ہے اور حدیث سے اس کی تفصیل اور تعیین ہو گئی ہے اور وہ سورۃ فاتحہ کو پڑھنا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ آیت مجمل ہوتی تو بیان سے پہلے اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوتا جب کہ ایسا نہیں ہے درحقیقت اس آیت میں لفظ ”ما“ عام ہے اور ہمارے نزدیک عام کو خاص پر محمول نہیں کیا جاتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث مشہور ہے اور علماء امت نے اس کو قبول کیا ہے اور حدیث مشہور سے قرآن مجید پر زیادتی کرنا جائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حدیث مشہور ہے کیونکہ حدیث مشہور وہ ہوتی ہے جس کو فقہاء تابعین نے قبول کیا ہو اور فقہاء تابعین کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ یہ حدیث مشہور ہے تو حدیث مشہور کے ساتھ قرآن مجید پر زیادتی اس وقت جائز ہوتی ہے جب وہ حدیث محکم ہو اور یہ حدیث محکم نہیں ہے اس حدیث کا قطعی طور پر یہ معنی نہیں ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز جائز نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی جیسا کہ درج ذیل حدیث کا یہ معنی کیا جاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔

(سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۱، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۰، المستدرک ج ۱ ص ۲۳۶، کنز العمال: ۲۰۷۳)

اس حدیث کی بھی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر کامل نہیں ہوتی۔

فقہاء احناف نے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی

قراءت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۵۰، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۵-۳۲۳، شرح معانی الآثار: ۱۲۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶، مجمع الزوائد ج ۲

ص ۱۱۱، کنز العمال: ۱۹۶۸۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶۱)

علامہ عینی کا امام ابو حنیفہ کے دفاع میں امام دارقطنی پر رد کرنا

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق ازرق نے حدیث بیان کی از امام ابو حنیفہ از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبد اللہ بن ابی شداد از حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے امام ابو حنیفہ اور الحسن بن عمارہ کے سوا اور کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۶۶۹، دار المعرفۃ بیروت)

علامہ عینی امام دارقطنی پر رد کرتے ہیں:

اگر دارقطنی میں ادب ہوتا اور وہ حیا کرتا تو امام اعظم ابو حنیفہ کے متعلق ایسے الفاظ نہ کہتا کیونکہ وہ اہل مشرق اور اہل مغرب کے امام ہیں یحییٰ بن معین نے کہا: وہ ثقہ مامون ہیں میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے ان کو ضعیف کہا ہو شعبہ نے کہا: وہ اہل دین میں ثقہ اور صادق ہیں عبد اللہ بن مبارک اور دیگر ائمہ نے ان کی تحسین کی ہے امام مالک امام شافعی اور امام احمد سے ان کے محامد اور

مناقب منقول ہیں یہ دارقطنی کا تعصب ہے جو اس نے امام اعظم کو ضعیف کہا ہے درحقیقت دارقطنی خود ضعیف کہلانے کا مستحق ہے اس نے اپنی سنن میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کی اسانید سقیمہ (ضعیفہ) معلولہ منکرہ غریبہ اور موضوعہ ہیں۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حیرت ہے کہ امام دارقطنی، امام شافعی کے مقلد ہیں اور امام شافعی، امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

کاش! امام دارقطنی، امام اعظم ابوحنیفہ کو ضعیف کہتے وقت کم از کم اپنے امام کے قول کی لاج رکھ لیتے!

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کا نماز میں پوری سورہ فاتحہ نہ پڑھنا

ہمارا استدلال اس حدیث سے بھی ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کے مرض وفات میں پڑھائی ہوئی نماز کے متعلق بیان کیا کہ نبی ﷺ نے وہاں سے قراءت شروع کی جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوری سورۃ الفاتحہ پڑھی تھی نہ رسول اللہ ﷺ نے، کیونکہ جہاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قراءت چھوڑی تھی وہیں سے رسول اللہ ﷺ نے قراءت کی ابتداء کی تھی لہذا پوری سورۃ الفاتحہ کسی نے بھی نہیں پڑھی تھی اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ کو نماز میں پڑھنا واجب نہیں ہے۔

امام کے پیچھے قراءت ترک کرنے کے متعلق احادیث آثار اور فتاویٰ تابعین

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی العبسی المتوفی ۲۳۵ھ اور امام عبد الرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی ان کا گمان تھا کہ وہ صبح کی نماز تھی آپ نے نماز پڑھانے کے بعد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے قرآن پڑھا ہے؟ ایک شخص نے کہا: جی! میں نے پڑھا ہے آپ نے فرمایا: میں (دل میں) کہہ رہا تھا: کیا ہوا جو قرآن مجھ سے کھنچ رہا ہے (یعنی میری زبان پر نہیں آ رہا)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۷، مصنف عبد الرزاق: ۲۷۹۸)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ”سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ (الاعلیٰ: ۱) پڑھی ہے؟ نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے پڑھی ہے آپ نے فرمایا: میں نے جان لیا تھا کہ تم میں سے کسی نے مجھے خلل میں ڈالا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۷، مصنف عبد الرزاق: ۲۸۰۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پیچھے قرآن پڑھا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: تم میرے قرآن پڑھنے میں خلل ڈالتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۷، مصنف عبد الرزاق: ۲۸۰۳-۲۸۰۴)

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۷، مصنف عبد الرزاق: ۲۸۰۰)

ابوداؤد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: آیا میں امام کے پیچھے قرآن پڑھوں؟ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: نماز میں مشغولیت ہے اور تمہاری قراءت کے لیے امام کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۰، مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۶)

ابو یعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا اس نے فطرت سے خطا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۴)

ابونجاد نے حضرت سعد سے روایت کیا کہ میری خواہش ہے کہ جو امام کے پیچھے قرآن پڑھے اس کے منہ میں انگارے ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۲)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن کو پڑھنا نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۳)

نافع اور ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں امام کا قرآن پڑھنا کافی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۴)

اسود نے کہا: اگر میں انگارے چباؤں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں امام کے پیچھے قرآن کو پڑھوں جب کہ مجھے معلوم ہو کہ امام قرآن پڑھ رہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۶)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھا جائے گا خواہ امام جبراً پڑھے یا سزا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۵)

الاسود بن یزید نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے اس کے منہ میں منی بھر دی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۹، مصنف عبدالرزاق: ۲۸۱۰)

ابو ہارون نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کے متعلق سوال کیا انہوں نے فرمایا: اس کے لیے امام کافی

ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۹۱)

سعید بن جبیر سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ امام کے پیچھے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۹۲)

قنادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن المسیب نے کہا: امام کے لیے خاموش رہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۹۳)

محمد نے کہا: میرے علم کے مطابق امام کے پیچھے قرآن پڑھنا سنت نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۹۴)

ابراہیم النخعی امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۹۵)

ضحاک امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۹۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۹۸، مصنف عبدالرزاق: ۲۸۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۹۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کا قرآن پڑھنا اس کا قرآن پڑھنا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۲)

ابو اسحاق شیبانی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ عہد لیا کہ تم امام کے ساتھ قرآن نہیں پڑھو گے اور عبد اللہ بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے ساتھ قرآن پڑھنا فطرت میں سے نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۷)

حضرت عمر نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے اس کے منہ میں پتھر بھر دو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۹)

علقمہ بن قیس نے کہا: میری خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۸۱۱)

اسود نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے اس کے منہ میں انگارے بھر دیئے جائیں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۸۱۲)

عبدالرحمن بن زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع فرمایا اور ہمارے شیوخ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۱۳)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جو شخص امام کے پیچھے ہو کیا اس کے لیے امام کی قراءت کافی ہے؟ خواہ سڑی نماز ہو یا جہری؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۲۱)

ان کثیر احادیث آثار اور فتاویٰ تابعین سے واضح ہو گیا کہ نماز میں امام کے پیچھے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث آثار میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا بھی حکم ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک حدیث میں کسی کام کی اباحت ہو اور دوسری میں ممانعت ہو تو ممانعت کی احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے خصوصاً جب کہ ممانعت کی احادیث میں اس قدر شدید وعید ہو کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے اس کے منہ میں مٹی بھر دو یا پتھر بھر دو یا آگ بھر دو۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۷۸۔ ج ۱ ص ۱۱۲۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) قراءت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) قراءت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۳) قراءت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۴) قراءت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ (۵) سورہ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید احادیث آثار صحابہ سے استدلال (۶) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث و نظر (۷) قراءت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات۔

۷۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: 'مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي صَلَاتِهِ وَهُوَ يَتْلُو عَلَيْهِ' (امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبد اللہ انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والد خود)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ، وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فَرَجَعَ فَصَلَّى كَمَا صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، ثَلَاثًا، فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أَحْسِنُ غَيْرَهُ! فَعَلِمَنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا.

[اطراف الحدیث: ۷۹۳-۶۲۵۱-۶۲۵۲-۶۶۶۷]

از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے پھر ایک شخص داخل ہوا پس اس نے نماز پڑھی پھر نبی ﷺ کو سلام کیا پس آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: لوٹ جاؤ پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی سو وہ لوٹ گیا پھر اس نے اس طرح نماز پڑھی جس طرح پہلے نماز پڑھی تھی پھر نبی ﷺ کو سلام کیا آپ نے فرمایا: لوٹ جاؤ پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی یہ تین مرتبہ ہوا پھر اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا سو آپ مجھے تعلیم دیجئے پس آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو پس اللہ اکبر کہو پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کرو پھر تم رکوع سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر تم سجدہ کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو پھر تم سجدہ سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرو۔

(صحیح مسلم: ۳۹۷، الرقم السلسل: ۸۶۰، سنن ابوداؤد: ۸۵۶، سنن ترمذی: ۳۰۳، سنن نسائی: ۸۸۴، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۰، مسند ابویعلیٰ: ۶۵۷، صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۱، صحیح ابن حبان: ۱۸۹۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸۷، شرح معانی الآثار: ۱۳۵۸، مسند احمد ج ۲ ص ۷۳، طبع قدیم مسند احمد: ۹۶۳۵، ج ۱۵ ص ۴۰۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید ابن الجوزی: ۳۶۰۸، مکتبۃ الرشید ریاض، مسند الطحاوی: ۷۶۰۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) سعید المقبری (۵) ان کے والد ابوسعید ان کا نام کیسان اللشی الجندی ہے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۳)
اس حدیث کا عنوان ہے: امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو۔

سلام کا جواب دینے کی اہمیت اور اعرابی کو نماز دہرانے کے حکم کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے پہلے اس اعرابی کے سلام کا جواب دیا اور بعد میں اس کو نماز کی تعلیم دی اس سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب دینا واجب ہے اور جو چیز زیادہ اہم ہو اس کو مقدم کیا جائے۔

آپ نے فرمایا: لوٹ جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے اس حدیث کی شرح میں کہا: جو شخص علم نہ ہونے کی وجہ سے غلط طریقہ سے نماز پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ علامہ یعنی فرماتے ہیں: بلکہ نبی ﷺ کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوئی، کیونکہ ازا لقصیٰ از سعید المقبریٰ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم نے اس طرح کیا تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی۔

(سنن ابوداؤد: ۸۵۶)

نبی ﷺ نے اس اعرابی کی پڑھی ہوئی نماز کو نماز فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوئی۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اس اعرابی کی نفس نماز ہو گئی تھی تو آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ اس کی نماز کامل طرح سے ہو جائے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ وہ رکوع کرے تو سیدھا رکوع کرے اور سجدہ کی مقدار یہ ہے کہ وہ اطمینان سے سجدہ کرے اور اس مقدار کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۰۱)

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اللہ اکبر سے شروع کرنا فرض ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: پھر تم قرآن پڑھو اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرآن مجید پڑھنا فرض ہے۔

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے کی دلیل اور رکوع اور سجود میں طمانیت کے وجوب کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ نماز میں مطلقاً قرآن پڑھنا فرض ہے کیونکہ یہ تعلیم کا مقام ہے اگر سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر کر دیتے پس اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔

اس حدیث میں آپ نے رکوع اور سجود دونوں میں اطمینان سے رکوع کرنے اور اطمینان سے سجدہ کرنے کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود دونوں میں طمانیت واجب ہے۔

آخری دو رکعت میں قرآن پڑھنے کے وجوب پر علامہ خطابی کا استدلال

اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: اپنی تمام نماز میں اس طرح کرو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا فرض ہے جس طرح ہر رکعت میں رکوع اور سجود فرض ہے اس کے برخلاف فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو آخری دو رکعت میں قرآن پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اور اگر اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا پھر بھی اس کی نماز ہو جائے گی اور اس کے ثبوت میں انہوں نے از حارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث ذکر کی ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۳) حالانکہ متقدمین اور متاخرین نے الحارث پر جرح کی ہے، شععی نے حارث پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے اور اگر بالفرض حضرت علی کی یہ روایت صحیح بھی ہو پھر بھی حجت نہیں ہے کیونکہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے ان میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شامل ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور

کوئی سورت پڑھی جائے اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۱۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)
فرض کی آخری دو رکعت میں قرآن مجید پڑھنے کا واجب نہ ہونا

علامہ عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اگر ہم یہ مان لیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا واجب ہے تو دوسری حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پہلی دو رکعت کی قراءت ہی بعد کی دو رکعت کی قراءت ہے کیونکہ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ جب اہل کوفہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی امامت کی شکایت کی تو حضرت سعد نے کہا:
 ارکد فی الاولین واحذف فی الاخرین۔
 میں پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتا ہوں اور بعد کی دو

(صحیح البخاری: ۷۷۰) رکعتوں میں قراءت کو حذف (ترک) کر دیتا ہوں۔

اور اگر انہوں نے از حارث از حضرت علی کی روایت پر اعتراض کیا ہے تو امام عبدالرزاق نے از معمر از الزہری از عبید اللہ بن ابی رافع روایت کی ہے کہ حضرت علی ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھتے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۵۸) اسی طرح علقمہ نے آخری دو رکعت میں ایک حرف بھی نہیں پڑھا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۵۹) اور یہ صحیح حدیث علامہ خطابی کے قول کے منافی ہے بلکہ از عبید اللہ از حضرت علی بھی یہ حدیث ثابت ہے اور علامہ خطابی نے جو کہا ہے کہ متعدد صحابہ سے حضرت علی کے قول کے خلاف ثابت ہے یہ بھی درست نہیں کیونکہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بھی بعد کی دو رکعت میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۷۷۰) نیز حدیث میں ہے:

حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو اور بعد کی دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۲) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے (عبدالرزاق: ۲۶۶۵) اور ابراہیم نخعی سے بھی مروی ہے (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۵) اور ابن الاسود سے بھی مروی ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۶)

البتذیب میں مذکور ہے: امام ابن جریر طبری نے از حماد از ابراہیم از ابن مسعود روایت کی کہ وہ ظہر اور عصر کی آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے اور حلال بن شان نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن یزید کے پاس نماز پڑھی میں نے سنا وہ تسبیح پڑھ رہے تھے اور منصور نے از جریر از ابراہیم روایت کی کہ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں قراءت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور سفیان ثوری نے کہا: پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو یا سورہ فاتحہ کے برابر تسبیح پڑھو اور اگر تم صرف تسبیح پڑھو تو وہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اعرابی کی حدیث میں دیگر واجبات کو ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں بعض دوسرے واجبات کو نہیں بیان کیا گیا مثلاً نیت، قعدہ اخیرہ اور ترتیب ارکان اسی طرح بعض وہ افعال جن کے وجوب میں اختلاف ہے جیسے تشہد اخیر نبی ﷺ پر درود اور لفظ سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرنا اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ تمام افعال اس اعرابی کو معلوم ہوں اسی لیے آپ نے ان کو بیان نہیں فرمایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے ان اشیاء کا ذکر کیا ہو لیکن راوی نے اختصار کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیا ہو۔

اس جگہ یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے اس اعرابی کو تین بار فرمایا: نماز دوبارہ پڑھو تو آپ نے پہلی بار ہی اس کو نماز کا طریقہ کیوں نہ بتا دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس اعرابی نے یہ نہیں کہا تھا: مجھے تعلیم دیجئے جب اس نے یہ کہا: میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا سو آپ مجھے تعلیم دیجئے تب آپ نے اس کو نماز کا طریقہ بتایا کیونکہ طلب کے بعد جو چیز حاصل ہو وہ یاد

رہتی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۰-۲۵ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۸۹ ج ۱ ص ۱۲۸ پر ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۹۶ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

ظہر کی نماز میں قرآن پڑھنا

۷۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

قَالَ سَعْدُ كُنْتُ أَصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّوْتِي الْعِشِيِّ لَا أَخْرُمُ عَنْهَا كُنْتُ

أَرْكُذُ فِي الْأَوَّلِينَ وَأَخِفُّ فِي الْآخِرِينَ فَقَالَ

عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک

بن عمیر از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت

سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اہل کوفہ کو اس طرح نماز پڑھاتا ہوں جس

طرح رسول اللہ ﷺ ظہر یا عصر کی نماز پڑھاتے تھے میں اس

میں کوئی کمی نہیں کرتا میں پہلی دو رکعت میں طویل قیام کرتا ہوں اور

بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

تمہارے متعلق یہی گمان ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۵۵ کا مطالعہ فرمائیں اس حدیث میں جو فرمایا کہ بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا

ہوں اس کا معنی ہے: میں بعد کی دو رکعت میں قرآن نہیں پڑھتا یا صرف سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں یا صرف تسبیح پڑھتا ہوں جیسا کہ ہم صحیح

بخاری: ۷۵۵ میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں نیز اس کی تائید میں یہ آثار ہیں:

آخری دو رکعت میں قرآن مجید نہ پڑھنے کے متعلق مزید آثار

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

علقمہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جہری اور سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھتے تھے پہلی

دو رکعت میں اور نہ آخری دو رکعت میں اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے اور آخری دو

رکعت میں بالکل قرآن نہ پڑھتے۔ (موطأ امام محمد ص ۹۸-۹۷ نور محمد ص ۱۵۷ الطابع کراچی)

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری متوفی ۱۸۲ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ قرآن

مجید پڑھتے تھے اور آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ (کتاب الآثار لابن یوسف: ۱۱۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبانی نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبد اللہ

بن ابی قتادہ از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نماز ظہر کی

پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے پہلی رکعت

میں طویل قراءت کرتے تھے اور دوسری رکعت میں کم پڑھتے تھے اور

کبھی کبھی ہمیں آیت سناتے تھے اور نماز عصر میں (بھی) سورۃ الفاتحہ

اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آپ پہلی رکعت طویل پڑھتے تھے اور

۷۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ

يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ

الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

وَسُورَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَيُقْصِرُ فِي الثَّانِيَةِ

وَيُسْمِعُ الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ

الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَكَانَ

يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَيَقْصِرُ نماز فجر کی پہلی رکعت بھی طویل پڑھتے تھے اور دوسری رکعت قصیر فی الثانیۃ۔ [اطراف الحدیث: ۷۶۲-۷۶۶-۷۷۸-۷۷۹] (مختصر) پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۴۵۱، رقم المسلسل: ۹۹۳، سنن ابوداؤد: ۸۰۰-۷۹۹-۷۹۸، سنن نسائی: ۹۷۸، سنن ابن ماجہ: ۸۲۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۵۶-ج ۲ ص ۲۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۸۵۷، سنن کبریٰ: ۱۰۳۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۸۸، شرح مشکل الآثار: ۲۶۲۳، شرح معانی الآثار: ۱۱۸۸، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۵۲۰-ج ۳ ص ۱۹۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۶۲، مکتبۃ الرشید ریاض، مسند الطحاوی: ۷۳۷۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) شیبان بن عبد الرحمن (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) عبد اللہ بن ابی قتادہ (۵) ان کے والد ابوقتادہ الحارث بن ربیع۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔

نماز کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی بہ نسبت زیادہ قراءت کرتے تھے اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام محمد بن الحسن کا مذہب اس حدیث کے موافق ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ ظہر کی پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت برابر ہونی چاہیے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ فجر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت ہونی چاہیے پھر ہم نے اس مسئلہ میں حسب ذیل احادیث دیکھیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قیام کرتے تھے اور ہر رکعت میں تیس آیات پڑھنے کی مقدار کے برابر قیام کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں اس مقدار کی نصف کے برابر قیام کرتے تھے اور عصر کی پہلی دو رکعت میں پندرہ آیات پڑھنے کی مقدار کے برابر قیام کرتے تھے اور آخری دو رکعت میں اس مقدار کی نصف کے برابر قیام کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۴۵۲، شرح السنۃ: ۵۹۳، سنن دارمی: ۱۲۸۸، صحیح ابن حبان: ۱۸۲۵، شرح مشکل الآثار: ۲۶۲۵)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں کے قیام میں برابر برابر قرآن مجید پڑھتے تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: اہل کوفہ نے آپ کی ہر چیز میں شکایت کی ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی حضرت سعد نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں طول دیتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو حذف (ترک) کر دیتا ہوں اور جس چیز میں میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کی ہے اس کو ترک نہیں کرتا حضرت عمر نے کہا: آپ کے ساتھ یہی گمان ہے۔ (مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۶، مسند احمد: ۱۵۱۰، صحیح البخاری: ۷۷۰، مسند ابویعلیٰ: ۶۹۲، شرح السنۃ: ۶۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۵، صحیح مسلم: ۴۵۳، شرح مشکل الآثار: ۲۶۲۹)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد نے حضرت عمر کو یہ خبر دی کہ وہ نماز کی پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتے ہیں اور

بعد کی دو رکعتوں میں قراءت کو حذف کر دیتے ہیں اور حضرت عمرؓ نے اس طریقہ پر ان کی تعریف کی۔

(شرح مشکل الآثار ج ۱۲ ص ۵۰-۵۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۷ھ)

نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن نہ پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

نماز کی آخری دو رکعتوں کی قراءت میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ ثوری اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ نماز کی کو اختیار ہے کہ ان رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھے، تسبیح پڑھے یا کچھ بھی نہ پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہریؒ انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن ابی رافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ حضرت علیؓ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ الزہریؒ نے کہا: حضرت جابرؓ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے تھے اور دوسری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے الزہریؒ نے کہا: نماز کی اپنے امام کی اقتداء کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۶۵۸، شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۵۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتی تھیں اور فرماتی تھیں: ان دو رکعتوں میں دعا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۶۶۵، شرح مشکل الآثار ج ۱ ص ۵۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنا تسبیح پڑھنے سے زیادہ مستحب ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱ ص ۵۸-۵۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۷ھ)

اس کا خلاصہ کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں کیا پڑھا جائے

آخری دو رکعتوں کے متعلق آثار مختلف ہیں حضرت ابوسعید خدریؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت ہوتی تھی اور امام محمد بن حسن شیبانی کا یہی مذہب ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ وہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن بالکل نہیں پڑھتے تھے، تسبیح پڑھتے یا سورہ فاتحہ بہ طور دعا پڑھتے تھے اور یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے اور حضرت ابن مسعودؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۹۱۵۔ ج ۱ ص ۱۲۷ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۶۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ سَأَلْنَا خُبَّابًا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بَأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابٍ لِحَيْتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمارہ نے حدیث بیان کی از ابی معمر انہوں نے کہا: ہم نے حضرت خبابؓ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی ﷺ ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! ہم نے کہا: آپ اس کو کیسے پہچانتے تھے؟ انہوں نے کہا: نبی ﷺ کی ڈاڑھی ہلنے کی

وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۹۷۔ بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعَصْرِ

۷۶۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِحَبَابِ بْنِ الْأَرْتِ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ بَأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَاءَتَهُ؟ قَالَ بِاضْطِرَابٍ لِحَيْتِهِ.

عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الأعمش از عمارہ بن عمیر از ابی معمر انہوں نے کہا: میں نے حضرت حباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: آپ کو کس طرح معلوم ہوتا تھا کہ نبی ﷺ قرآن پڑھ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ہلنے سے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۷۶۱ میں مطالعہ کریں۔

۷۶۲۔ حَدَّثَنَا الْمُكَنِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةِ سُورَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے یہ حدیث بیان کی از ہشام از یحییٰ بن ابی کثیر از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں سناتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۵۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۸۔ بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

۷۶۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُتْبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهِيَ يَقْرَأُ (وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا) (المرسلات: ۱) فَقَالَتْ يَا بَنِيَّ وَاللَّهِ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَةِ تِلْكَ هَذِهِ السُّورَةِ إِنَّهَا لَا تُخْرِ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ.

مغرب کی نماز میں قرآن پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ان سے سنا جب کہ وہ ”والمرسلات عرفا“ (المرسلات: ۱) پڑھ رہے تھے انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کی قسم! تم نے اپنی اس سورت کی قراءت سے مجھے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی اس آخری سورت کی قراءت کی یاد دلادی آپ اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۴۴۲۹]

(صحیح مسلم: ۴۶۲، الرقم المسلسل: ۱۰۱۵، سنن ابوداؤد: ۸۱۰، سنن ترمذی: ۳۰۸، سنن نسائی: ۹۸۶، سنن ابن ماجہ: ۸۳۱، السنن الکبریٰ: ۱۱۶۳، المستدرک: ۲۵، مجمع الرواۃ ج ۲ ص ۴۹، مستدرک ج ۶ ص ۳۳۸، طبع قدیم مسند احمد: ۲۶۸، ج ۳ ص ۳۴۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی ﷺ مغرب کی نماز میں سورہ المرسلات کو پڑھتے کرتے تھے۔

نبی ﷺ کی پڑھی ہوئی آخری نماز کا مصداق

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت آپ نے اپنے مرض کی وجہ سے اپنے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی آپ نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس میں آپ نے سورۃ المرسلات پڑھی اس کے بعد آپ نے کوئی نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ اللہ عزوجل سے واصل ہو گئے۔ (سنن ترمذی: ۲۰۸، سنن نسائی: ۹۸۵، صحیح البخاری: ۴۴۲۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں جو آخری نماز پڑھی وہ مغرب کی نماز تھی اور اس کے معارض یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مرض وفات میں جو آخری نماز پڑھی وہ ظہر کی نماز تھی۔

(صحیح البخاری: ۶۸۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام الفضل نے جو روایت کی ہے کہ آپ نے زندگی میں آخر میں جو نماز پڑھی وہ مغرب کی نماز تھی یہ وہ نماز ہے جو آپ نے گھر میں پڑھی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو بتایا ہے کہ آپ کی آخری نماز ظہر کی نماز تھی یہ وہ نماز تھی جو آپ نے مسجد میں پڑھی تھی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث

بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از عروہ بن الزبیر از مروان بن الحکم وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ مغرب میں قصار مفصل (چھوٹی چھوٹی سورتیں) پڑھتے ہیں حالانکہ میں نے سنا ہے کہ نبی ﷺ بڑی سے بڑی سورتیں بھی (نماز مغرب میں) پڑھتے تھے۔

۷۶۴ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفْصَلِ، وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِطَوَلَى الطُّوَلَيْنِ؟

(سنن ابوداؤد: ۸۱۲، سنن نسائی: ۹۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۵۱۵، المعجم الکبیر: ۴۸۱۲، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۶۳۱-۲۵ ج ۲)

ص ۵۰۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۲۰۰۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل البصری (۲) عبد الملک بن جریج (۳) عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ ان کا نام زبیر بن عبد اللہ المکی ہے (۴) عروہ بن الزبیر العوام (۵) مروان بن الحکم بن العاص ابو الحکم المدنی علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ اس نے نبی ﷺ کی زیارت نہیں کی کیونکہ یہ بچپن میں اپنے والد کے ساتھ طائف چلا گیا تھا (۶) حضرت زید بن ثابت بن ضحاک الانصاری۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۴)

حضرت زید بن ثابت نے مروان سے جس وقت سوال کیا تھا اس وقت وہ مدینہ کا گورنر تھا۔

مفصل کا معنی اور اس کی اقسام

طوال مفصل سورہ محمد سے لے کر سورہ "والسماۃ ذات البروج" تک ہیں اور اوساط مفصل سورہ "والسماۃ ذات البروج" سے لے کر سورہ "البینۃ" تک ہیں اور قصار مفصل سورہ "البینۃ" سے لے کر آخر قرآن تک ہیں۔ "المفصل" کا معنی ہے: ایک آیت کا دوسری آیت سے فصل، طوال مفصل کا معنی ہے: جس سورت میں بڑی بڑی آیات ہوں اور قصار مفصل کا معنی ہے: جس سورت میں چھوٹی چھوٹی آیات ہوں اس حدیث میں "طول الطولیین" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بڑی بڑی سورتیں اور مطلقاً مفصل سورہ الحجرات سے لے کر آخر قرآن تک کی سورتیں ہیں۔

مغرب کے کم وقت میں نبی ﷺ کا سورۃ الاعراف پڑھ لینا

بعض احادیث میں ہے کہ نبی ﷺ مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھتے تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھی اور اس کو دو رکعتوں میں تقسیم کیا۔ (سنن نسائی: ۹۸۷، سنن ابوداؤد: ۸۱۲)

سورۃ الاعراف میں دو سو چھ آیات اور چوبیس رکوع ہیں اور یہ سوا پارہ پر مشتمل ہے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر ترتیل کے ساتھ مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھی جائے تو خدشہ ہے کہ مغرب کا وقت نکل جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرح نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ آپ کا معاملہ یہ تھا کہ آپ زیادہ آیات پڑھتے تھے اور آپ کی نماز پھر بھی خفیف ہوتی تھی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کی اقتداء میں اتنی خفیف نماز نہیں پڑھی جو تمام ہو۔ (المجم الاوسط: ۵۳۸۸، حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں: مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷۳)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ساٹھ سے لے کر سو آیات تک پڑھتے تھے اور وہ نماز نہایت خفیف ہوتی تھی اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر قراءت کو بہت آسان کر دیا گیا تھا وہ اپنی سواری پر زین بچھانے کا حکم دیتے اور زین بچھانے سے پہلے قراءت ختم کر لیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۱۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳)

اور جب حضرت داؤد علیہ السلام پر قراءت اتنی خفیف کر دی گئی تھی تو ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ تو اس کے بہت زیادہ لائق ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے قرآن پڑھنے سے صحابہ کو اس قدر کیف اور سرور حاصل ہوتا تھا کہ ان کو وقت کا پتا ہی نہیں چلتا تھا اور ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ کاش! یوں ہی آپ سے قرآن سنتے سنتے ان کی عمر تمام ہو جائے۔

مغرب کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

۹۹۔ بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود انہوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورہ الطور پڑھتے

۷۶۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ.

۱۰۰۔ بَابُ الْجَهْرِ فِي الْعِشَاءِ

۷۶۶ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ (الانشقاق: ۱). فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهُ؟ قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى أَلْقَاهُ. [اطراف الحديث: ۷۶۸-۱۰۷۳-۱۰۷۸]

عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود ابوبکر از ابورافع انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: جب آسمان کوشق کر دیا جائے گا (الانشقاق: ۱) پس انہوں نے سجدہ کیا میں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: میں نے ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کے پیچھے اس آیت پر سجدہ کیا ہے تو میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ آپ سے ملاقات کروں۔

(صحیح مسلم: ۱۲۷۶-۵۷۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۰۸، سنن نسائی: ۹۶۷، سنن دارمی: ۱۳۶۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم مسند احمد: ۹۳۳۸)

(ج ۱۵ ص ۲۰۳، مؤسسة الرسالة، بیروت)

سورة الانشقاق کے سجدہ کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا ہے کہ سورة الانشقاق میں سجدہ تلاوت نہیں ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف دلیل ہے کہ سورة الانشقاق میں سجدہ ہے خواہ اس سورت کو فرض میں پڑھا جائے یا نفل میں پڑھا جائے نماز میں پڑھا جائے یا خارج از نماز پڑھا جائے اس سورت میں کس آیت پر سجدہ کیا جائے اس میں بھی اختلاف ہے اس حدیث میں الانشقاق: ۱ کا ذکر ہے ایک قول ہے کہ اس آیت پر سجدہ ہے:

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ

اور جب ان (کافروں) پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ

(الانشقاق: ۲۱) نہیں کرتے

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کے آخر میں سجدہ ہے۔

اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ابوالقاسم کہا ہے سو اس میں آپ کا ذکر کثرت سے کرنے کا جواز ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہمارے نزدیک سورة الانشقاق کی آیت: ۲۱ کے تحت ہی سجدہ کیا جائے گا کیونکہ آیت کا مضمون اسی کی تائید کرتا ہے۔ حدیث میں جو پہلی آیت مذکور ہے اس سے سورت کا نام مراد ہے۔

۷۶۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث

عَدِي قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی

وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى

انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ

الرَّكَعَتَيْنِ، بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ.

ایک سفر میں تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کی دو رکعتوں میں سے

[اطراف الحديث: ۷۶۹-۳۹۵۲-۷۵۳۶]

ایک رکعت میں "والتين والزيتون" پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۴۶۳، رقم المسلسل: ۱۰۱۹، سنن ابوداؤد: ۱۲۲۱، سنن ترمذی: ۳۱۰، سنن ابن ماجہ: ۸۳۵-۸۳۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۳، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۹۳، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۶۹۸-ج ۳ ص ۶۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۲۹، مسند الطحاوی: ۷۲۲)

فجر، ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں قراءت کی مقدار اور سفر میں قراءت کم کرنا

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنی چاہیے اور سفر میں نماز میں تخفیف کرنی چاہیے کیونکہ سفر میں نمازیوں پر سفر کی مشقت کی وجہ سے تھکاوٹ کا غلبہ ہوتا ہے اس سے پہلے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری ہے وہ حضر کے حال پر محمول ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز میں النجم پڑھی، حضرت ابن عمر نے سورۃ البینہ پڑھی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سورۃ العادیات پڑھی اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فجر کی نماز میں سورۃ الفاتحہ کے علاوہ چالیس آیات پڑھی جائیں، ایک روایت ہے: پچاس آیات پڑھی جائیں، ایک اور روایت میں ہے: ساٹھ سے لے کر سو آیات تک پڑھی جائیں، مشائخ نے کہا ہے: یہ سب سے واضح روایت ہے، بعض نے کہا ہے: سردیوں میں سو آیات پڑھے اور گرمیوں میں چالیس آیات پڑھے، اصل میں نے کہا ہے کہ ظہر میں فجر سے کم پڑھنا چاہیے اور عصر میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ بیس آیات پڑھنی چاہئیں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۳-۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

رہا مغرب کی نماز میں قراءت کی مقدار تو اس کا ذکر اس سے پہلے باب میں آچکا ہے کہ مغرب کی نماز میں قصار مفصل یعنی چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھنی چاہئیں۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۹۴۰-ج ۱ ص ۱۲۵۴ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

عشاء کی نماز میں آیت سجدہ

کو پڑھنا

۱۰۱۔ بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي

الْعِشَاءِ بِالسَّجْدَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں التیمی نے حدیث بیان کی از بکر ابی رافع انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: جب آسمان کو شق کر دیا جائے گا (الانشاق: ۱) پھر انہوں نے سجدہ کیا، میں نے کہا: یہ کیسا سجدہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ابو القاسم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس آیت پر سجدہ کیا، پس میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں آپ سے ملاقات کر لوں۔

۷۶۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ عَنْ بَكْرِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ (الانشاق: ۱) فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هَذِهِ؟ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَرَأَى أَنْ سَجُدَ بِهَا حَتَّى الْقَاهِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۲ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

۷۶۹ - حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ ﴿وَالَّذِينَ وَالزَّيْتُونَ﴾ (الہین: ۱) فِي الْعِشَاءِ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ قِرَاءَةً.

عشاء کی نماز میں قرآن پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: پس ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں البراء رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو نماز عشاء میں یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے: انجیر اور زیتون کی قسم (الہین: ۱) اور میں نے آپ سے زیادہ حسین آواز یا حسین قراءت اور کسی سے نہیں سنی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۶۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۳ - بَابُ يُطَوَّلُ فِي الْأُولَيَيْنِ

وَيُحَذَفُ فِي الْآخَرَتَيْنِ

۷۷۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكَّوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلَاةِ! قَالَ أَمَّا أَنَا، فَأَمَدُّ فِي الْأُولَيَيْنِ، وَأُحَذِفُ فِي الْآخَرَتَيْنِ، وَلَا أُلْوِمَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ صَدَقْتَ! ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ، أَوْ ظَنِّي بِكَ.

پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو ترک کر دے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی عون، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: اہل کوفہ نے آپ کی ہر چیز میں شکایت کی ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی! حضرت سعد نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھتا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز میں جس چیز کی اقتداء کی ہے اس کو میں ترک نہیں کرتا۔ حضرت عمر نے کہا: آپ نے سچ کہا اور آپ کے ساتھ یہی گمان تھا یا آپ کے ساتھ میرا یہی گمان تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۴ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطُّورِ.

نماز فجر میں قرآن پڑھنا

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی ﷺ نے سورہ الطور پڑھی۔

اس تعلق کی اصل یہ ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجہ بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر طواف کرو پس میں نے طواف کیا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ یہ آیات پڑھ رہے تھے: "وَالطُّورِ ۝ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ ۝" (الطور: ۱-۲)۔

۷۷۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ؟ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ، وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَلَا يُجِبُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَيُصَلِّي الصُّبْحَ، فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيسَهُ، وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ، أَوْ أَحَدَهُمَا، مَا بَيْنَ السِّتِينَ إِلَى الْمِائَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سیار بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں اور میرے والد حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ہم نے ان سے نمازوں کے وقت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ ظہر کی نماز سورج کے زوال کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب کوئی شخص مدینہ کے آخر سے لوٹ آتا تھا اور اس وقت سورج چمک رہا ہوتا تھا اور میں بھول گیا کہ مغرب کے متعلق انہوں نے کیا کہا تھا اور آپ عشاء کی نماز میں تہائی رات تک کی تاخیر میں کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور فجر کی نماز آپ اس وقت پڑھتے تھے جب کوئی شخص نماز سے مڑتا تو اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا اور آپ دو رکعتوں میں یا دو میں سے ایک رکعت میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے وہاں اس کے باب کا عنوان تھا: نماز ظہر کا وقت زوال آفتاب ہے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نماز فجر میں قرآن پڑھنا اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۷۷۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ يَقْرَأُ، فَمَا أَسْمَعُنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعَنَاكُمْ، وَمَا أَخْفَى عَنَّا أَخْفَيْنَا عَنْكُمْ، وَإِنْ لَمْ تَزِدْ عَلَى أَمِّ الْقُرْآنِ أَجْزَاءً، وَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے: ہر وہ نماز جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے پس جس نماز میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قرآن سنایا، ہم اس میں تم کو قرآن سناتے ہیں اور جس نماز میں آپ نے ہمارے سامنے آہستہ قرآن پڑھا، ہم اس نماز میں تمہارے سامنے آہستہ قرآن پڑھتے ہیں اور اگر تم (نماز میں) سورہ فاتحہ سے زیادہ قراءت نہ کرو تو تمہارے لیے کافی ہے اور اگر تم اس سے زیادہ قراءت کرو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔

(سنن نسائی: ۹۶۶-۹۶۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۶۲)

سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰، صحیح ابن حبان: ۱۷۸۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸

طبع قدیم مسند احمد: ۷۵۰۳-ج ۱۲ ص ۴۷۱، مؤسسة الرسالة: بیروت

مسند الطحاوی: ۷۷۹۸

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: نماز فجر میں قرآن پڑھنا، یہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں فجر کی نماز میں قرآن مجید پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، تاہم اس میں یہ ذکر ہے کہ ہر وہ نماز جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور اس میں نماز فجر بھی داخل ہے، جس میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اور اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔ اس حدیث میں ان نمازوں کا ذکر ہے جن میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور جن میں آہستہ قراءت کی جائے۔

ان نمازوں کی تفصیل جن میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے اور جن میں آہستہ قرآن پڑھا جائے۔ اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نماز میں قرآن مجید کا پڑھنا واجب ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے تھے آپ بلند آواز سے بھی قرآن کریم پڑھتے تھے اور آہستہ آواز سے بھی، بعض نمازوں میں آپ بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے جیسے مغرب، عشاء، فجر، جمعہ اور نماز عیدین اور بعض نمازوں میں آپ آہستہ آواز سے قرآن پڑھتے تھے جیسے ظہر، عصر اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں، امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نماز استسقاء میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور چاند گہن اور سورج گہن کی نمازوں میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھا جائے گا اور امام ابو یوسف نے کہا: ان نمازوں میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے گا، امام شافعی نے کہا: سورج گہن کی نماز میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا اور چاند گہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا، اور رہے باقی نوافل تو دن کی نمازوں میں ان میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا اور رات کی نمازوں میں نمازی کو اختیار ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر تم سورہ فاتحہ سے زیادہ قراءت نہ کرو تو تمہارے لیے کافی ہے اور اگر تم اس سے زیادہ قراءت کرو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز (کامل) نہیں ہوئی۔

(صحیح البخاری: ۵۶، صحیح مسلم: ۳۹۳، سنن ابوداؤد: ۸۲۲، سنن ترمذی: ۳۱۱، سنن نسائی: ۹۱۰، سنن ابن ماجہ: ۸۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی وہ نماز قبول نہیں کی جاتی۔ (صحیح ابن خزیمرہ: ۳۸۹، صحیح ابن حبان: ۱۷۸۱، المستدرک ج ۱ ص ۲۳۹، مسند احمد ج ۵ ص ۷۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۹، سنن ترمذی: ۳۱۱)

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۹۸، سنن نسائی: ۹۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۴۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۱۸، سنن ابن ماجہ: ۸۳۹، مسند احمد ج ۳ ص ۴۵)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن نسائی: ۹۲۳، سنن ابن ماجہ: ۸۴۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۴۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶۸)

نماز فجر میں بلند آواز سے

قرآن مجید پڑھنا

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے لوگوں کے پیچھے طواف کیا اور نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور سورۃ الطور کی قراءت کر رہے تھے۔

۱۰۵۔ بَابُ الْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ

صَلَاةِ الصُّبْحِ

وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَاءَ النَّاسِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَيَقْرَأُ بِالطُّورِ.

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۱۶۱۹ میں ہے اور اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۱۷۷۳ میں درج ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما: وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار کا ارادہ کر کے روانہ ہوئے اور ان دنوں آسمان کی خبر اور شیاطین کے درمیان کوئی چیز حائل ہو چکی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے گئے تھے پس شیاطین اپنی قوم کی طرف گئے اور ان سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہمارے اوپر آگ کے گولے پھینکے گئے ہیں انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی نئی چیز حائل ہوئی ہے پس زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور تفتیش کرو کہ تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے پھر وہ لوگ روانہ ہوئے اور تہامہ کی طرف گئے جہاں نبی ﷺ عکاظ کے بازار کا قصد کر کے گئے تھے اور کھجور کے ایک درخت کے پاس اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے جب ان جنات نے قرآن سنا تو اس کی طرف کان لگائے پس انہوں نے کہا: یہ ہے وہ چیز اللہ کی قسم! تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان جو چیز حائل ہوئی ہے وہ یہی چیز ہے پس یہیں سے وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے پس کہا: اے ہماری قوم! ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی

۷۷۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عَكَاظٍ وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا مَا لَكُمْ؟ فَقَالُوا حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ! قَالُوا مَا خَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَّثَ فَاضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانظُرُوا مَا هَذَا الَّذِي خَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ. فَانْصَرَفَ أُولَئِكَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوا نَحْوَ تِهَامَةٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةٍ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عَكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوا لَهُ فَقَالُوا هَذَا وَاللَّهِ الَّذِي خَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهَذَا الَّذِي رَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ وَقَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَأَمَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا (البقرہ: ۱۷۷-۱۷۸). فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْقَوْلُ أَوْحَى إِلَيَّ (البقرہ: ۱). وَإِنَّمَا أَوْحَى إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ.

[طرف الحدیث: ۴۹۲۱] (صحیح مسلم: ۴۴۹، الرقم المسلسل: ۹۸۹) سنن ترمذی: ۳۳۲۳، السنن الکبریٰ: ۱۱۶۲۵-۱۱۶۲۴، مسند ابویعلیٰ: ۲۳۶۹، صحیح ابن حبان: ۶۵۲۶، المستدرک ج ۲ ص ۵۰۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۵، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۲، طبع قدیم، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۱۲۰) کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (البجن: ۱-۲) تب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل کی: ”آپ کہیے: میری طرف وحی کی گئی ہے“ (البجن: ۱) حالانکہ آپ کی طرف صرف جن کے قول کی وحی کی گئی تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) ابو عوانہ الوضاح الیشکری (۳) جعفر بن ابی وحشیہ، ان کی کنیت ابو بشر ہے اور ان کے والد کا نام وحشیہ ایاس ہے (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۵۰) اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے جب جنات نے قرآن سنا تو اس کی طرف کان لگائے۔

عکاظ کا لغوی اور عرفی معنی اور اس کا محل وقوع

اس حدیث میں عکاظ کے بازار کا لفظ ہے۔ یہ عرب کے بازار کا نام ہے، عرب اس بازار میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اپنے فخر کا اظہار کرتے تھے شعراء اس میں آکر اپنا تازہ کلام سناتے تھے بعض نے کہا: ”عکظ“ کا معنی ہے: کسی جگہ ٹھہر کر باہم مشورہ کرنا۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوهری المتوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں: عکاظ عرب کے بازار کا نام ہے جو مکہ کی جانب تھا، عرب اس بازار میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اس میں ایک ماہ قیام کرتے تھے اس میں خرید و فروخت کرتے تھے شعراء اس میں اپنے اشعار پڑھتے تھے اور عرب اس میں فخر کا اظہار کرتے تھے۔

(الصحاح ج ۳ ص ۱۱۷۴، دارالعلم للملایین، ۱۳۷۶ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

”عکظ دابتہ“ کا معنی ہے: اس نے اپنی سواری کو ٹھہرایا، ”تعکظ القوم“ کا معنی ہے: لوگوں نے کسی جگہ ٹھہر کر اپنے معاملات پر غور و فکر کیا، عکاظ عرب کا ایک بازار ہے جس میں لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اپنے فخر کا اظہار کرتے تھے اس بازار کا ذکر حدیث میں ہے، ازہری نے کہا ہے: یہ عرب کے ایک بازار کا نام ہے، عرب کے مختلف قبائل اس میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور شعراء اس میں اپنا تازہ کلام سناتے تھے یہ بازار مکہ کے قریب ہے، عرب اس میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور اس میں ایک مہینہ ٹھہرتے تھے خرید و فروخت کرتے تھے اور فخر کا اظہار کرتے تھے جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس بازار کو منہدم کر دیا گیا۔

(لسان العرب ج ۱۰ ص ۲۴۲، دارصادر بیروت، ۲۰۰۳ء)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

”عکاظ“ کا تلفظ ”غراب“ کی طرح ہے، یہ نخلہ اور طائف کے درمیان صحراء میں ایک بازار ہے، عرب یکم ذوالقعدة کو یہاں آتے تھے اور بیس دن تک یہاں ٹھہرتے تھے اس میں قبائل عرب جمع ہوتے تھے اس میں خرید و فروخت ہوتی تھی اور شعراء شاعری ہوتی تھی۔

(القاموس المحیط ص ۶۹۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

جاہلیت میں عربوں کا یہ دستور تھا کہ وہ ہر سال ایک نخلستان میں جمع ہوتے تھے جو طائف سے اندازاً ۱۵ میل اور مکہ سے تین دن کی مسافت پر واقع تھا اس میں عرب جمع ہو کر فخریہ قصائد پڑھتے تھے اور جو قصیدہ بہترین قرار دیا جاتا تھا اس کو دیوار کعبہ پر لٹکا دیتے تھے۔ یہ مقام سوق عکاظ کہلاتا تھا۔ (معجم البلدان ص ۲۴۴ شیخ غلام علی ایندلسی پبلشرز لاہور کراچی)

اس اعتراض کا جواب کہ فجر کی نماز تو معراج میں فرض ہوئی تھی اور یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے اور صبح کی نماز باقی نمازوں کے ساتھ شب معراج میں فرض ہوئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رائج قول یہ ہے کہ معراج ہجرت سے دو یا تین سال پہلے ہوئی ہے لہذا یہ قصہ معراج کے بعد ہوا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ اور اسی طرح آپ کے اصحاب معراج سے پہلے بھی فجر کی نماز پڑھتے تھے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی کوئی نماز فرض تھی یا نہیں؟ پس یہ حدیث اس قول کے مطابق ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے نماز فرض تھی پس اس حدیث میں نماز فجر کا اطلاق اس اعتبار سے ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ فجر کی نماز پانچ فرض نمازوں میں سے ایک ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۵۱)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پر یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے حالانکہ وہ اس قصہ کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئے ہوں گے کیونکہ وہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور یہ ہجرت سے کافی پہلے کا واقعہ ہے تاہم اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ قصہ کسی اور صحابی سے سنا ہو اور یہ حدیث مرسل ہو۔

شیاطین اور جنات کے معانی اور محامل

اس حدیث میں ”شیاطین“ کا لفظ ہے نا فرمان جنات کو ”شیاطین“ کہتے ہیں اور یہ ابلیس کی اولاد ہیں اور یہاں اس سے مراد بہت سرکش جنات ہیں یہ ابلیس کے مددگار ہیں اور لوگوں کو گم راہ کرنے میں اس کی مدد کرتے ہیں الجوہری نے کہا ہے کہ جنات انسانوں اور چوپایوں میں سے جو بھی سرکش ہو اس کو شیطان کہتے ہیں اور قاضی ابویعلیٰ نے کہا ہے کہ سرکش جنات کو شیاطین کہتے ہیں۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ جب صرف ”الجن“ کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد جن ہی ہوتا ہے اور اگر اس سے مراد وہ جن ہو جو انسانوں کے ساتھ رہتا ہو تو اس کو ”عامر“ کہتے ہیں اور اس کی جمع ”عمار“ ہے اور اگر اس سے مراد وہ جو بچوں کو عارض ہوتا ہے تو ان کو ارواح کہا جاتا ہے پس اگر وہ خبیث ہو تو وہ شیطان ہے اور اگر اس کی خباثت زیادہ ہو تو پھر وہ عفریت ہے اور اس کی جمع عفریت ہے۔

اس حدیث میں جن اور شیطان کا ذکر ہے لیکن ان دونوں کی نوع واحد ہے اور ان کی اصناف مختلف ہیں ان میں سے کافر کو ”شیطان“ کہا جاتا ہے اور مومن کو ”الجن“ کہا جاتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۵۲)

”شہاب ثاقب“ کا معنی

اس حدیث میں ”شہاب“ کا ذکر ہے وہ آگ کا چمک دار شعلہ ہے گویا کہ ایک ستارہ ٹوٹا ہے اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے بھی شیاطین پر آگ کے گولے مارے جاتے تھے یا نہیں قرآن مجید میں ہے:

أَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرًا شَدِيدًا (جنات نے کہا:) ہم نے آسمان کو چھو کر دیکھا تو ہم نے اس

کو سخت محافطوں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا

وَشُهَبًا (الجن: ۸)

شیاطین نے ان شہابوں کو بہت عجیب و غریب اور ایک نئی چیز پایا تو انہوں نے تمام دنیا میں گھوم پھر کر دیکھا تو انہوں نے یہ جانا کہ یہ نبی ﷺ کی بعثت کے بعد ان کو آسمانوں پر جانے سے روکنے کا ایک ذریعہ ہے ظاہر قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۵۲)

اردو لغت بورڈ کے مرتبین نے لکھا ہے:

وہ چھوٹے چھوٹے اجرام یا شہاب جن کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے زمین کی حرکت سے مخالف سمت میں حرکت کرتے ہوئے زمین کے کرہ ہوائی سے متصادم ہوتے ہیں تو ان کی رفتار اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ ہوا کی مزاحمت سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ ان کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ نظام شمسی کے جن مختلف ارکان کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ان کے علاوہ بے شمار اور چھوٹے چھوٹے اجرام ہیں جن کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔ (علم بینت ص ۱۱۰) (اردو لغت ج ۱۲ ص ۵۰) (اردو لغت بورڈ کراچی جنوری ۱۹۹۱ء)

* شہاب ثاقب کی مزید تحقیق کے لیے تفسیر تبیان القرآن میں الجن: ۸ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس جنات کے وفد کے آنے کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس قصہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہجرت سے تین سال پہلے کا ہے۔ علامہ واقذی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۲۷ شوال کو طائف کی طرف گئے تھے اور ۲۳ ذوالقعدہ کو مکہ میں واپس آئے تھے اور مکہ میں تین ماہ ٹھہرے تھے اور آپ کے پاس الحجون کے جنات نبوت کے گیارہویں سال میں آئے تھے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ جنات صرف ایک رات میں آپ کے پاس آئے تھے یہ صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ جنات کا وفد آپ کے پاس متعدد بار آیا تھا۔

جنات کی پیدائش ان کی موت اور ان کی جزاء اور سزا کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے جنات کو پیدا کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنات زمین کے رہنے والے ہیں اور فرشتے آسمان کے رہنے والے ہیں۔

جنات پر موت آتی ہے اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں ان پر موت نہیں آتی وہ ابلیس کے ساتھ ہی مریں گے جنات کے انجام کے متعلق بھی اختلاف ہے جنہوں نے کہا: جنات شیطان کی اولاد نہیں ہیں انہوں نے کہا: ان میں سے مؤمنین جنت میں داخل ہوں گے اور جنہوں نے کہا: وہ شیطان کی اولاد ہیں انہوں نے کہا: وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے حسن بصری کے نزدیک جنات جنت میں داخل ہوں گے اور مجاہد کے نزدیک وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے انہوں نے کہا: جنات میں سے جو مؤمنین ہیں ان کی جزا اس کے سوا نہیں ہے کہ ان کو دوزخ سے نجات مل جائے گی قرآن مجید میں ہے:

(رسول اللہ ﷺ کے پاس جو جنات کا وفد آیا تھا اس نے اپنی قوم سے جا کر کہا:)

يَقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِزَّكُمْ مِنْ عَذَابِ الْيَمِّ (الاحقاف: ۲۱)

اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت

قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ اللہ تمہارے بعض گناہوں کو بخش

دے گا اور تم کو دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا O

اس آیت میں ایمان لانے کی وجہ سے جنات کی مغفرت اور ان کو عذاب سے نجات دینے کا وعدہ فرمایا ہے 'جنت میں داخل کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا' اس وجہ سے مجاہد نے کہا کہ مؤمنین جنات کی جزاء صرف یہ ہے کہ ان کی عذاب سے نجات ہو جائے گی۔
امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے 'آخرت میں جنات سے کہا جائے گا: مٹی ہو جاؤ' جس طرح جانوروں سے کہا جائے گا: ایک روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ اس مسئلہ میں متردد تھے اور ان کو جزم اور یقین نہیں تھا۔

دوسرے علماء کا مذہب یہ ہے کہ جنات کے بُرے کاموں پر ان کو سزا دی جائے گی اور ان کے نیک کاموں پر ان کو جزا دی جائے گی 'جس طرح انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے' امام مالک، امام شافعی اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۵۵)
کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں سے خطاب کیا: اے جنات اور انسانوں کی جماعت! (الانعام: ۱۳۰) پھر فرمایا:
لِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا وَمَا رَّبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (الانعام: ۱۳۲)
ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے سبب سے درجات ہیں اور آپ کا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے O

رسول اللہ ﷺ جنات اور انسانوں کے رسول ہیں

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے اور اسی کے موافق امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ جنات اور انسانوں دونوں کے رسول ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے انبیاء علیہم السلام پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو طہارت کا آلہ اور مسجد بنا دیا گیا ہے اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور تمام نبیوں کو مجھ پر ختم کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۲۳، سنن ابن ماجہ: ۵۶۷، سنن ترمذی: ۱۵۵۳، مسند ابویعلیٰ: ۶۳۹۱، مشکل الآثار: ۱۰۲۵، صحیح ابن حبان: ۲۳۱۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۳، شرح السنہ: ۳۶۱۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۳۳۷، ج ۱۵ ص ۱۹۵-۱۹۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے انسانوں اور جنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور ہر گورے اور کالے کی طرف۔ الحدیث (دلائل النبوة لابی نعیم: ۲۵)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سو ان کے جو جنات اور انسانوں میں سے کافر ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۶۷۲، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۳)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۹۰۹، ج ۱ ص ۱۲۳۳ پر مذکور ہے اس کی شرح میں جنات سے آپ کی ملاقات کا بیان ہے۔

۷۷۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أُمِرَ وَسَكَّتْ فِيمَا أُمِرَ ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ (مریم: ۶۴) ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱)۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان رکعات میں قرآن پڑھا جن میں آپ کو حکم دیا گیا تھا اور ان رکعات میں سکوت کیا جن میں آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ "اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے" (مسند الطحاوی: ۳۱۳۳)

(مریم: ۶۳) اور ”تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) میں عمدہ نمونہ ہے“ (الاحزاب: ۲۱)۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) اسماعیل بن ابراہیم المعروف بن ابن علیہ (۳) ایوب السختیانی (۴) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۵۶)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ نے ان رکعات میں قرآن پڑھا جن میں آپ کو (قرآن پڑھنے کا) حکم دیا گیا تھا کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جن رکعات میں آپ کو بلند آواز سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا اور اس باب کا عنوان ہے: نماز فجر میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا نیز اس حدیث میں ہے کہ آپ ان رکعات میں خاموش رہتے جن رکعات میں آپ کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا تھا اس جملہ کا یہ معنی نہیں کہ ان رکعات میں قراءت نہیں کرتے تھے کیونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آپ نماز میں قرآن پڑھتے تھے بعض رکعات میں بلند آواز سے قراءت کرتے تھے اور بعض رکعت میں آہستہ آواز سے قراءت کرتے تھے جیسے مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعات میں بلند آواز سے قراءت کرتے تھے اسی طرح ظہر اور عصر کی رکعات میں آہستہ آواز سے قراءت کرتے تھے۔

اس حدیث میں مریم: ۶۳ اور الاحزاب: ۲۱ کو ذکر کرنے کی توجیہ

امام بخاری نے اس حدیث میں یہ آیت ذکر کی: ”وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا“ (مریم: ۶۳) اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ نماز کے مفصل احوال قرآن مجید میں نازل فرمائے تو وہ ان کو نازل فرما دیتا حتیٰ کہ قرآن مجید میں ایسی آیات نازل ہو جاتیں کہ فلاں نماز میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور فلاں نماز میں آہستہ قراءت کی جائے اور فلاں نماز کی پہلی رکعات میں بلند آواز سے قراءت کی جائے اور آخری رکعات میں آہستہ قراءت کی جائے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے نسیان کی وجہ سے ان احکام کے نازل کرنے کو ترک نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان احکام کی تفصیل اور جہر اور اخفاء کو نبی ﷺ کے طریقہ نماز پر چھوڑ دیا یعنی قرآن مجید میں جو چیزیں مجمل چھوڑ دی گئی ہیں ان کی تفصیل نبی ﷺ کی سیرت میں ہے اسی لیے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

یعنی تم ان نمازوں میں بلند آواز سے قراءت کرو جن میں نبی ﷺ نے بلند آواز سے قراءت کی ہے اور ان نمازوں میں آہستہ قراءت کرو جن میں آپ نے آہستہ قراءت کی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۳۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ (النحل: ۴۴) اور ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو وضاحت سے بیان کر دیں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کیے گئے ہیں۔

یعنی اس کتاب میں جو احکام مجمل نازل کیے گئے ہیں آپ اپنے قول اور عمل سے ان کی تفصیل بیان کر دیں قرآن مجید میں پانچ نمازیں بیان کی ہیں ان کی رکعات کی تعداد بیان نہیں کی وہ آپ نے بیان فرمائی ہیں قیام رکوع اور سجود کی ترتیب بیان نہیں کی قیام رکوع اور سجود میں کیا پڑھا جائے گا یہ بیان نہیں کیا قعدہ جلسہ اور تشہد کو بیان نہیں کیا یہ سب آپ نے اپنے قول اور عمل سے بیان فرمایا ہے قرآن پڑھنے کا حکم دیا لیکن یہ نہیں بیان فرمایا کہ کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ قرآن پڑھا جائے گا ان سب چیزوں کی تفصیل نبی ﷺ کے قول اور عمل اور آپ کے نمونہ میں ہے۔

۱۰۶۔ بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ

فِي الرَّكْعَةِ وَالْقِرَاءَةِ بِالْخَوَاتِيمِ

وَبِسُورَةٍ قَبْلَ سُورَةٍ

وَبِأَوَّلِ سُورَةٍ

نماز کی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے

پڑھنا اور سورت کی آخری آیات کو پڑھنا

اور ایک سورت سے پہلی سورت کو پڑھنا

اور سورت کے اوّل حصہ کو پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان میں چار صورتوں کا ذکر کیا اس باب کی حدیث میں تین صورتوں کا ذکر تو آ گیا ہے ایک صورت کا ذکر نہیں آیا اور وہ ہے: کسی سورت کی آخری آیات کو پڑھنا تاہم وہ بھی جائز ہے کیونکہ ان چاروں صورتوں میں بہر حال قرآن مجید ہی کو پڑھا جائے گا۔

اور حضرت عبداللہ بن السائب سے اس روایت کو ذکر کیا جاتا

ہے کہ نبی ﷺ نے نماز فجر میں سورۃ المؤمنون پڑھی حتیٰ کہ جب موسیٰ اور ہارون کا ذکر آیا یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو آپ کو کھانسی آئی پس آپ نے رکوع کر لیا۔

وَيَذْكُرُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُونَ فِي الصُّبْحِ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسَى أَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ.

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مکہ میں ہمیں نماز فجر پڑھائی آپ نے سورۃ المؤمنون کو شروع کیا حتیٰ کہ موسیٰ اور ہارون کا ذکر آیا یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو نبی ﷺ کو کھانسی آئی پس آپ نے رکوع کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن السائب اس موقع پر حاضر تھے۔ (صحیح مسلم: ۳۵۵، رقم المسلسل: ۱۰۰۴، سنن ابوداؤد: ۶۳۹، سنن نسائی: ۱۰۰۷، سنن ابن ماجہ: ۸۲۰)

نماز میں قرآن کریم پڑھنے کی جو چار صورتیں عنوان میں ذکر کی گئی تھیں یہ ان میں سے چوتھی صورت ہے یعنی سورت کے اوّل حصہ کو پڑھنا اور یہ تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں اگر مکمل سورت نہ پڑھی جائے بلکہ اس کے بعض حصہ کو پڑھ لیا جائے تو یہ جائز ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز فجر میں لمبی سورت پڑھنی چاہیے اور اگر کسی عذر کی وجہ سے سورت کو قطع کر لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ کی ایک

سوہیں آیات پڑھیں اور دوسری رکعت میں مثنائی کی کوئی سورت

پڑھی۔

وَقَرَأَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى بِمِائَةِ وَعِشْرِينَ آيَةً مِنَ الْبَقَرَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِنَ الْمَثَانِي.

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۶۳ میں ہے عنوان میں جو چار صورتیں ذکر کی گئی ہیں یہ ان میں سے کوئی صورت

نہیں لیکن یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت کی جاسکتی ہے۔ اس تعلیق میں "مثنائی"

کا لفظ ہے اور مثانی کی تعریف حسب ذیل ہے:

مثانی کی تعریفات

(۱) قرآن مجید میں مثانی وہ سورتیں ہیں جن میں ایک جیسی آیات کا بار بار ذکر ہو جیسے سورہ الرحمن۔

(۲) ایک قول ہے کہ مثانی سورہ فاتحہ ہے کیونکہ اس کا دو بار نزول ہوا ہے۔

(۳) سورۃ البقرہ سے لے کر سورۃ التوبہ تک ہر سورت مثانی ہے۔

(۴) تمام قرآن کریم مثانی ہے کیونکہ اس میں قصص اور امثال کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔

(۵) جن سورتوں میں آیات کی تعداد سو سے کم ہو وہ مثانی ہیں۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۵۹)

وَقَرَأَ الْاٰخِنْفُ بِالْكَهْفِ فِي الْاَوَّلٰی وَفِي الثَّانِیَةِ
یُوسُفَ اَوْ یُونُسَ وَذَكَرَ اَنَّهُ صَلَّى مَعَ عُمَرَ رَضِیَ
اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ الصُّبْحَ بِهَمَا۔
اور حضرت الاحنف نے نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ الکہف
پڑھی اور دوسری میں سورہ یوسف یا سورہ یونس پڑھی اور انہوں نے
ذکر کیا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز میں یہ دو
سورتیں پڑھیں۔

یہ عنوان کی تیسری صورت کے مطابق ہے کہ پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھے اور دوسری رکعت میں اس سے پہلے والی سورت
پڑھے۔ اس تعلیق کو امام ابو نعیم نے المستخرج میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۶۰)

وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ بِارْبَعِیْنِ اَیَةً مِّنَ الْاَنْفَالِ
وَفِي الثَّانِیَةِ بِسُورَةِ مِّنَ الْمُفَصَّلِ۔
اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ
الانفال کی چالیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں المفصل کی
سورت پڑھی۔

یہ عنوان کی چوتھی صورت کے موافق ہے یعنی پہلی رکعت میں سورۃ الانفال کی چالیس آیتیں پڑھیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ
الانفال کی چالیس آیات پڑھنے سے یہ تو لازم نہیں ہے کہ وہ اس سورت کا اول حصہ ہو وہ درمیانی یا آخری حصہ بھی ہو سکتا ہے؟ اس کا
جواب یہ ہے کہ سنن سعید بن منصور میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن مسعود نے سورۃ الانفال سے قراءت کا افتتاح کیا تھا اور افتتاح
اول سے ہوتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبدالرزاق: ۲۶۷۰ میں ہے۔

سورۃ الحجرات سے لے کر آخر قرآن مجید تک کی سورتوں کو ”المفصل“ کہتے ہیں۔

وَقَالَ قَتَادَةُ فَمَنْ يَّقْرَأُ سُورَةً وَاحِدَةً فِي
رَكْعَتَيْنِ اَوْ يَرُدُّ سُورَةً وَاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ كُلُّ
كِتَابِ اللّٰهِ۔
اور قتادہ نے کہا: جو شخص ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھتا
ہے یا ایک سورت کو دو رکعتوں میں مکرر پڑھتا ہے تو یہ سب کتاب
اللہ ہیں۔

یہ صورت عنوان میں ذکر کی ہوئی صورتوں میں سے ایک بھی نہیں ہے علامہ عینی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب نے اس تعلیق سے
یہ استدلال کیا ہے کہ ایک سورت کو دو رکعتوں میں مکرر پڑھنا مکروہ نہیں ہے ایک قول ہے کہ مکروہ ہے علامہ سرخسی حنفی متونی ۸۳ھ
نے لکھا ہے: ایسا کرنا نہیں چاہیے اور اگر کر لیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور افضل یہ ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھے اور فرض
نماز میں مکمل سورت پڑھے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۷۴م - وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَوْمُهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ، وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُورَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ، افْتَتَحَ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ حَتَّى يَقْرَغَ مِنْهَا، ثُمَّ يَقْرَأُ سُورَةً أُخْرَى مَعَهَا، وَكَانَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوا إِنَّكَ تَفْتَحُ بِهَذِهِ السُّورَةِ، ثُمَّ لَا تَرَى أَنَّهَا تُجْزِيكَ حَتَّى تَقْرَأَ بِأُخْرَى؟ فَأَمَّا أَنْ تَقْرَأَ بِهَا، وَأَمَّا أَنْ تَدْعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرَى، فَقَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِهَا، إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أُوْتِمَّكُمْ بِذَلِكَ فَعَلْتُ، وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ، وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ، وَكَرِهُوا أَنْ يَوْمَهُمْ غَيْرُهُ، فَلَمَّا آتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ يَا فَلَانُ، مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ؟ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلَى لُزُومِ هَذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ؟ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهَا، فَقَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَذْخَلَكَ الْجَنَّةَ.

(سنن ترمذی: ۲۹۰۱، سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۱-۶۰، المعجم الاوسط:

۸۹۸، جامع السانید لابن الجوزی: ۵۳۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

امام بخاری ذکر کرتے ہیں: اور عبید اللہ بن عمر نے کہا از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص مسجد قبا میں ان کو نماز پڑھاتے تھے وہ جب بھی نماز میں ان کے لیے کسی سورت کو پڑھنا شروع کرتے تو اپنی قراءت کا افتتاح ”قل هو اللہ احد“ سے کرتے حتیٰ کہ اس سورت سے فارغ ہو جاتے پھر اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے ان کے اصحاب نے ان سے یہ کہا: آپ اس سورت سے افتتاح کرتے ہیں پھر آپ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سورت کا پڑھنا کافی ہے حتیٰ کہ آپ دوسری سورت پڑھتے ہیں پس (آئندہ) آپ یا تو اسی سورت کو پڑھیں یا اس کو چھوڑ دیں اور دوسری سورت پڑھیں انہوں نے کہا: میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں اگر تم چاہتے ہو کہ میں تم کو اسی طرح نماز پڑھاؤں تو میں پڑھاؤں گا اور اگر تم اس کو ناپسند کردو تو میں تم کو چھوڑ دوں گا اور وہاں کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان سب سے افضل ہیں اور انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ انہیں کوئی اور شخص نماز پڑھائے جب ان لوگوں کے پاس نبی ﷺ تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی آپ نے فرمایا: اے فلاں! تمہیں اپنے اصحاب کی بات ماننے سے کیا چیز مانع ہے؟ اور اس سورت کو ہر رکعت میں لازماً پڑھنے پر کیا چیز برا بیگنہ کرتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا: اس سورت سے تمہاری محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (۲) ثابت البنانی (۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۶۲)

تعلیق مذکور کی یہ حدیث بھی عنوان کے جز اول کے موافق ہے اور وہ ہے: دو رکعتوں میں دو سورتوں کو جمع کرنا کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ امام ”قل هو اللہ احد“ سے سورت کو شروع کرتے تھے اور پھر اس کی قراءت سے فارغ ہونے کے بعد کوئی اور سورت پڑھتے تھے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے اور یہی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا ہے۔

مسجد قبا کے امام مذکور کا تعارف

اس حدیث میں مذکور ہے: انصار کے ایک شخص مسجد قبا میں ان کو نماز پڑھاتے تھے۔ ان کا نام کلثوم بن ہذم تھا ان کا تعلق بنو عمرو

بن عوف سے تھا اور وہ قباء کے رہنے والے تھے اور نبی ﷺ جب ہجرت کر کے قباء کی طرف آئے تو ان ہی کے پاس ٹھہرے تھے ایک قول ہے کہ وہ قتادہ بن نعمان تھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۶۲)

ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ فقہاء تابعین میں سے سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، علقمہ، سوید بن غفلہ، ابراہیم النخعی اور سفیان الثوری کا یہی مسلک ہے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان، حضرت حذیفہ، حضرت ابن عمر اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہم کا بھی یہ موقف ہے۔

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے پر دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ اپنی قراءت کا افتتاح ”قل هو اللہ احد“ سے کرتے تھے پھر اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت کلثوم بن ہدم نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے اور بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس طریقہ کی تصویب کر دی اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض نہیں ہے۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں: نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا شرط نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ راوی نے اس حدیث میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا شرط ہے پس اس حدیث کی یہ تاویل ہے کہ حضرت کلثوم بن ہدم نے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد ”قل هو اللہ احد“ سے افتتاح کیا یا اس حدیث میں سورہ فاتحہ کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ مذکور ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۴۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تاویل ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور اس پر کوئی قرینہ نہیں ہے نیز اہل قباء نے حضرت کلثوم پر یہ اعتراض کیا تھا کہ وہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرتے ہیں جس سے ان کی نماز میں کوئی ضرر نہیں ہوتا تھا پس اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا شرط ہوتا تو وہ اس سے بہت زیادہ انکار کرتے اور ان کے خلاف Hot Issue بنالیتے اور اپنی نماز دہراتے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت کلثوم بن ہدم کی حدیث کی تائید میں یہ حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے سورۃ البقرہ سے نماز کا افتتاح کیا میں نے (دل میں) کہا: آپ اس سورت کو ختم کر کے رکوع کریں گے پھر آپ نے آل عمران سے افتتاح کیا میں نے (دل میں) کہا: آپ اس کو ختم کر کے رکوع کریں گے پھر آپ نے سورۃ النساء کو شروع کیا میں نے (دل میں) کہا: آپ اس پر رکوع کریں گے آپ نے اس سورت کو پڑھا حتیٰ کہ اس کو ختم کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۰۳، صحیح مسلم: ۷۷۲، سنن نسائی: ۱۱۳۳، مسند احمد ج ۵ ص ۸۴)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کا افتتاح سورۃ البقرہ سے کیا یعنی آپ نے نماز کے شروع میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔

جب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کے کرنے پر جنت کی بشارت ہے تو صاحب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کا خیر ہونا زیادہ لائق ہے

نبی ﷺ نے حضرت کلثوم بن جہم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے نماز کی ہر رکعت میں سورۃ "قل هو اللہ احد" پڑھنے کو کیوں لازم کر لیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اس سورت کی محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کے دل کا کسی سورت کی طرف میلان ہو اور وہ اس کو نماز میں پڑھنے پر دوام کرے تو یہ جائز ہے نبی ﷺ نے حضرت کلثوم بن جہم کو جنت کی بشارت دی اور جنت میں وہی شخص داخل ہوگا جس کا ایمان پر خاتمہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو علم تھا کہ حضرت کلثوم تاحیات ایمان پر قائم رہیں گے۔

حضرت کلثوم نے سورۃ "قل هو اللہ احد" سے محبت کی وجہ سے اس کو نماز میں پڑھنا لازم کر لیا اور آپ نے ان کو جنت کی بشارت دی تو اگر ہم رسول اللہ ﷺ سے محبت کی وجہ سے اذان کے بعد آپ پر بغیر لزوم کے درود شریف پڑھیں یا آپ کی تعظیم کے قصد سے کھڑے ہو کر آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھیں یا آپ کی تعظیم کے اظہار کے لیے محافل میلاد میں آپ کے فضائل بیان کریں یا آپ کی محبت سے یا رسول اللہ کہیں تو کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کے مستحق نہیں ہوں گے!

رسول اللہ ﷺ نے نماز کی ہر رکعت کے آغاز میں سورۃ "قل هو اللہ احد" پڑھنے کا حکم نہیں دیا، حضرت کلثوم محض اس سورت سے محبت کی وجہ سے اس کو پڑھتے تھے اور وہ اس سے بدعتی نہیں ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے اور یا رسول اللہ کہنے والے بدعتی کیوں ہوں گے! واضح رہے کہ محبت کی وجہ سے یا رسول اللہ کہنا مخالفین کے نزدیک بھی جائز ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل اعتقاد کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیوں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو، محبت میں یا عرض حال محل تحسّر و حرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت۔ (فتاویٰ رشیدیہ کال بیوب ص ۶۸ محمد سعید ایندلسی تاجران کتب کراچی)

مخالفین نے اہل سنت پر جو شرک اور بدعت کے فتوے عائد کیے ہیں، حضرت کلثوم کی حدیث مذکور اور شیخ گنگوہی کی مذکور الصدر عبارت سے ان تمام فتاویٰ کا باطل اور مردود ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

۷۷۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ هَذَا كَهَيْئَةِ الشَّعْرِ! لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ، فَذَكَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ، انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا، انہوں نے کہا: ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس نے کہا: میں نے آج مفصل (سورہ محمد سے آخر قرآن تک کی کوئی سورت) کو ایک رات

عَشْرِينَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ، سُورَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ. [اطراف الحدیث: ۴۹۹۶-۵۰۳۳]

میں پڑھا، حضرت ابن مسعود نے کہا: تم نے اس کو شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا، میں ان سورتوں کی نظائر کو جانتا ہوں جن کو نبی ﷺ ملا کر پڑھتے تھے پھر انہوں نے مفصل سے بیس سورتیں پڑھیں، ہر رکعت میں دو سورتیں۔

(صحیح مسلم: ۸۲۲، الرقم المسلسل: ۱۸۷۷، سنن ترمذی: ۶۰۲، سنن نسائی: ۱۰۰۵، مسند ابویعلیٰ: ۵۲۲۲، صحیح ابن خزیمرہ: ۵۳۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۹، السنن الکبریٰ: ۱۰۷۶، المعجم الکبیر: ۹۸۶۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۰۷، ج ۶ ص ۹۷-۹۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۵۰۷۲)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے پہلے جز کے ساتھ مطابقت ہے یعنی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا۔

ان دو سورتوں کی نظائر جن کو رسول اللہ ﷺ ایک رکعت میں جمع کرتے تھے

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا: میں ایک رکعت میں مفصل کو پڑھتا ہوں، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: کیا تم شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھتے ہو یا جیسے درخت سے سوکھی ہوئی کھجوریں جھرتی ہیں، لیکن نبی ﷺ ایک رکعت میں دو ایسی سورتوں کو پڑھتے تھے جو ایک دوسرے کی نظیر تھیں: (۱) ”والنجم“ اور ”الرحمن“ ایک رکعت میں (۲) اور ”اقتربت“ اور ”الحاقہ“ ایک رکعت میں (۳) ”والطور“ اور ”الذاریات“ ایک رکعت میں (۴) ”اذا وقعت“ اور ”النون“ ایک رکعت میں (۵) ”سائل“ اور ”النزعۃ“ ایک رکعت میں (۶) ”ویل للمطففین“ اور ”عبس“ ایک رکعت میں (۷) ”المذثر“ اور ”المزمل“ ایک رکعت میں (۸) ”هل اتی“ اور ”لا اقسام بیوم القيامة“ ایک رکعت میں (۹) ”عم يتساءلون“ اور ”المرسلات“ ایک رکعت میں (۱۰) ”الدخان“ اور ”اذا الشمس کورت“ ایک رکعت میں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۹۶)

مفصل کی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا آپ کا معمول تھا اور بعض اوقات آپ سورہ بقرہ۔۔۔۔۔ اور دوسری لمبی سورتوں کو بھی جمع کرتے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قرآن مجید کو جلدی جلدی اور تیز تیز پڑھنے کی ممانعت ہے اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر تدریس سے پڑھنے کی ترغیب ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے تھوڑی مقدار میں تیز تیز پڑھنے کی اجازت دی ہے، نیز اس سے معلوم ہوا کہ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کر کے پڑھنا جائز ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ دونوں رکعتیں برابر ہوں ماسوا فجر کی نماز کے، فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبا کرنا افضل ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو سے زیادہ سورتوں کو بھی پڑھنا جائز ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ عبد اللہ بن شقیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: کیا رسول اللہ ﷺ کئی سورتوں کو جمع کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں! مفصل کی کئی سورتوں کو جمع کرتے تھے، بعض احادیث میں آیا ہے کہ آپ سورۃ البقرہ اور دوسری لمبی سورتوں کو تہجد کی رکعت میں جمع کرتے تھے وہ مفصل کی سورتوں کو جمع کر کے پڑھنے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وہ نادرا ہوتا تھا، قاضی عیاض نے حضرت ابن مسعود کی حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ آپ جو ایک رکعت میں مفصل کی دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے وہ آپ کا کمال

اوقات میں معمول تھا اور وہ جو بعض احادیث میں سورہ بقرہ وغیرہا کو ایک رکعت میں پڑھنے کا ذکر ہے وہ بہت نادر ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۶۶-۶۵ 'دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید کی پہلی سات سورتوں کو طوال کہتے ہیں اس کے بعد جن سورتوں میں سو کے قریب آیات ہوں ان کو ذات التین کہتے ہیں اور جن میں سو سے کم آیات ہوں ان کو مثانی کہتے ہیں اور سورۃ الحجرات سے آخر قرآن تک کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۰۹- ج ۲ ص ۵۹۹ پر مذکور ہے اس کی وہاں بغیر عنوان کے مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۰۷۔ بَابُ يَقْرَأُ فِي الْآخِرَيْنِ

آخری دو رکعتوں میں فاتحہ الكتاب

کو پڑھا جائے

بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ نبی ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور ہمیں سناتے تھے اور پہلی رکعت اتنی لمبی پڑھتے تھے جتنی لمبی دوسری رکعت نہیں پڑھتے تھے اور اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح میں۔

۷۷۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهَكَذَا فِي الصُّبْحِ.

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۵۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

جس نے ظہر اور عصر میں

آہستہ قرآن پڑھا

۱۰۸۔ بَابُ مَنْ خَافَتْ الْقِرَاءَةَ

فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الأعمش از عمارہ بن عمیر از ابی معمر وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قرآن پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہم نے پوچھا: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا: آپ کی ڈاڑھی کے ملنے کی وجہ سے۔

۷۷۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قُلْتُ لِحَبَابٍ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ؟ قَالَ بِاضْطِرَابٍ لِحَيْتِهِ.

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ۷۴۷ میں مطالعہ کریں۔

جب امام آیت کو سنائے

۱۰۹۔ بَابُ إِذَا أَسْمَعَ الْإِمَامُ الْآيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے

۷۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ

عبداللہ بن ابی قتادہ نے حدیث بیان کی از والد خود کہ نبی ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھتے اور کبھی کبھی ہمیں آیت سناتے اور آپ پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَةً مَعَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَوةِ الظُّهْرِ وَصَلَوةِ الْعَصْرِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى.

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ۷۵۹ میں مطالعہ کریں۔

پہلی رکعت کو لمبا کرے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود کہ نبی ﷺ ظہر کی پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے اور دوسری رکعت کو کم کرتے تھے اور یہ آپ نماز فجر میں کرتے تھے۔

۱۱۰ - بَابُ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى

۷۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَوةِ الظُّهْرِ وَيَقْصِرُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي صَلَوةِ الصُّبْحِ.

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ۷۵۹ میں مطالعہ کریں۔

بلند آواز سے آمین کہنا

آمین کا وزن کلام عرب کے اوزان میں سے نہیں ہے اور یہ ہانبل اور قائل کی مثل ہے اور اس کی اصل ہے: ”یا اللہ استجب دعاءنا“ اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اس میں سے حرف ندا کو ساقط کر دیا گیا ہے اور مذ کو اس کا قائم مقام کر دیا گیا امام عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آمین اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور حلال بن یساف سے مروی ہے کہ جس طرح ”صہ“ کا معنی ”اسکت“ ہے اور یہ اسم فعل ہے اسی طرح یہ بھی اسم فعل ہے۔

آمین کے معنی کی تحقیق

اس کے معنی میں ایک قول یہ ہے کہ چاہیے اس طرح ہو جائے دوسرا قول ہے: قبول فرما تیسرا قول ہے: ہماری امید کو نامراد نہ کرنا چوتھا قول ہے: اس پر تیرے سوا اور کوئی قادر نہیں ہے پانچواں قول ہے: یہ اللہ کی اپنے بندوں پر مہر ہے جس کے سبب سے وہ ان سے آفات کو دور کرتا ہے چھٹا قول ہے: یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اس کی تاویل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ابو ہریرہ نمیری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بہت گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی دعا کی مقبولیت واجب ہے اگر اس نے اس پر مہر لگا دی لوگوں میں سے ایک شخص نے پوچھا: وہ کس چیز سے مہر لگائے؟ آپ نے فرمایا: آمین سے پس اگر اس نے اپنی دعا آمین پر ختم کی تو اس کا مقبول ہونا واجب ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۳۸)

جو شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو یا امام ہو یا مقتدی ہو یا خارج از نماز دعا کر رہا ہو ان سب کے لیے آمین کہنا سنت ہے اسی طرح نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد اور سورت ملانے سے پہلے آمین کہنا سنت ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۶۹-۶۸)

اور عطاء نے کہا: آمین دعا ہے حضرت ابن الزبیر نے آمین کہی اور ان کے پیچھے والوں نے آمین کہی حتیٰ کہ مسجد گونج اٹھی۔

وَقَالَ عَطَاءٌ 'أَمِينَ دُعَاءٌ' أَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتَّى إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لِلجَّةِ.

اس تعلق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

ابن جریج عطاء سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن جریج سے پوچھا: کیا حضرت ابن الزبیر سورہ فاتحہ کے بعد آمین پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور جو ان کے پیچھے نمازی تھے وہ بھی آمین پڑھتے تھے حتیٰ کہ مسجد گونج جاتی تھی پھر عطاء نے کہا: آمین دعا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۳۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آواز بلند امام سے کہتے تھے:

وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُنَادِي الْإِمَامَ لَا تَفْتِنِي بِأَمِينٍ.

ہماری آمین کو چھوڑ نہ دینا۔

اس تعلق کی اصل 'مصنف عبدالرزاق: ۲۶۳۲' کا آخری حصہ ہے۔

اور نافع نے کہا: حضرت ابن عمر آمین کو نہیں چھوڑتے تھے اور آمین کہنے پر برا بیگنہ کرتے تھے اور میں نے ان سے اس کے متعلق اچھی بات سنی ہے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدْعُهُ وَيَحْضُهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذَلِكَ خَيْرًا.

اس تعلق کی اصل میں درج ذیل حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سورہ فاتحہ ختم کرتے تو آمین پڑھتے اور اس کو ختم کرنے کے بعد آمین کو نہیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کو اس کے پڑھنے پر برا بیگنہ کرتے تھے اور میں نے ان سے اس کے متعلق اچھی بات سنی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۳۳)

۷۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينَهُ الْمَلَائِكَةُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ 'أَمِينَ'.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن مسیب والی سلمہ بن عبد الرحمان ان دونوں نے ان کو خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو پس بے شک جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گئی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ابن شہاب نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ آمین کہتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۶۳۰۲]

یہ عنوان کے مطابق ظاہر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جب امام آمین کہے تو وہ آمین کہیں۔

مُطَابَقَتُهُ لِلتَّرْجَمَةِ ظَاهِرَةٌ لِأَنَّهُ ﷺ أَمَرَ الْقَوْمَ بِالتَّأْمِينِ عِنْدَ تَأْمِينِ الْإِمَامِ.

(صحیح مسلم: ۳۱۰، رقم السلسل: ۸۹۰، سنن ابوداؤد: ۹۳۶، سنن ترمذی: ۲۵۰، سنن نسائی: ۹۲۸، موطا امام مالک: ۱۹۸، دار المعرفۃ السنن: ۳۲۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۵، شرح السنہ: ۵۸۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۵۹، طبع قدیم مسند احمد: ۹۹۲۱، ج ۱ ص ۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

باب کا عنوان ہے: جب امام بلند آواز سے آمین کہے اور اس حدیث کی اس سے مطابقت اس جملہ میں ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔

آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں متعدد اقوال

آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ فرشتے کرانا کا تین ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو صبح اور شام باری باری آتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ آسمان کے فرشتے ہیں کیونکہ امام بیہقی کی روایت میں ہے: جب پڑھنے والا ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ (الفاتحہ: ۷) کہتا ہے اور اس کے پیچھے نمازی آمین کہتے ہیں اور ان کا آمین کہنا آسمان کے فرشتوں کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو ان کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۵، نشر النملتان) ایک قول ہے: تمام فرشتے آمین کہتے ہیں۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۷۱) امام کے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام کے آمین کہنے میں اختلاف ہے، مطرف اور ابن المباحثون نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ امام بھی مقتدی کی مثل آمین کہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے اور یہی امام ابو حنیفہ، اوزاعی، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق وغیرہ کا مذہب ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام آمین نہ کہے آمین صرف اس کے پیچھے نمازی کہیں امام مالک کا یہ قول ”مدونہ“ میں ہے اور ان کے مصری اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: جب امام کہے: ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ (الفاتحہ: ۷) تو تم آمین کہو۔ (مسند احمد: ۹۹۲۲) اگر امام کے لیے بھی آمین کہنا مشروع ہوتا تو نبی ﷺ یوں فرماتے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو اور ہم نے دیکھا کہ سورۃ الفاتحہ دعا ہے پس امام دعا کرنے والا ہے اور مقتدی آمین کہنے والا ہے اور اسی طرح لوگوں کا معمول ہے کہ ایک شخص دعا کرتا ہے اور سننے والا آمین کہتا ہے۔

جو فقہاء امام کے آمین کہنے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو۔ (صحیح البخاری: ۷۸۰) اور یہ اس کی دلیل ہے کہ امام آمین کہے گا اور یہ معلوم ہے کہ مقتدی آمین کہتا ہے تو امام کو بھی آمین کہنا چاہیے اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ کا یہ قول بھی دلیل ہے کہ وہ امام سے کہتے تھے کہ تم ہماری آمین کو چھوڑ نہ دینا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۶۳۲) اس سے معلوم ہوا کہ امام آمین کہتا ہے اور ابن شہاب الزہری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ آمین کہتے تھے۔

بلند آواز سے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء

بلند آواز سے آمین کہنے میں بھی اختلاف ہے امام شافعی، امام احمد اور اسحاق وغیرہ نے کہا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین کہے اور ابن وہب اور ابو مصعب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ امام آہستہ آمین کہے اور یہی فقہاء احناف کا قول ہے اور حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی یہی مروی ہے اور النخعی، الشعمی اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔

بلند آواز سے آمین کہنے والوں کی دلیل نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو (صحیح البخاری: ۷۸۰) اگر امام آہستہ آمین کہے گا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہوگا کہ وہ اس کے آمین کہنے کے بعد آمین کہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ضرور ممکن ہوگا کیونکہ آمین کہنے کا وقت اور محل متعین ہے جب امام ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ (الفاتحہ: ۷) کہے گا اور اس کے بعد خواہ وہ آہستہ آمین کہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے آمین کہہ لیں گے۔

علامہ ابن بطل لکھتے ہیں: عطاء نے کہا: میں اماموں سے سنتا ہوں وہ سورۃ الفاتحہ کے بعد آمین کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازی بھی آمین کہتے ہیں حتیٰ کہ مسجد گونج اٹھتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بلند آواز سے آمین کہنا ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ عطاء نے جن اماموں کا بلند آواز سے آمین کہنا نقل کیا ہے وہ لوگ آہستہ آمین کہنے کے دلائل پر مطلع نہیں ہوئے۔

علامہ ابن بطل لکھتے ہیں: آمین آہستہ کہنے والوں کی دلیل یہ آیت ہے:

أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً. (الاعراف: ۵۵)

یعنی آمین دعا ہے لہذا اس کو بھی چپکے چپکے مانگنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی اس پر مدح فرمائی کہ انہوں نے چپکے چپکے دعا کی:

إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا (مریم: ۳)

نیز قرآن مجید میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے متعلق ہے:

قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا. (یونس: ۸۹)

تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔

امام ابن جریر نے کہا: حضرت موسیٰ دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون آمین کہتے تھے۔

(جامع البیان ج ۸ ص ۱۸۵ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور دعا میں اصل یہ ہے کہ آہستہ آواز سے کی جائے۔

ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ امام کے بلند آواز سے آمین کہنے کے متعلق میں نے ابن شہاب کی روایت کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں دیکھی۔

علامہ ابن بطل مزید لکھتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ نے جو بہ آواز بلند امام سے کہا: مجھ پر آمین کہنے میں سبقت نہ کرنا اس کا معنی یہ ہے کہ میری اقامت ختم کرنے سے پہلے سورہ فاتحہ نہ پڑھ لینا حتیٰ کہ مجھے تمہارے ساتھ آمین کہنے کا موقع نہ مل سکے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تم بلند آواز سے آمین کہو۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۴۷۳-۴۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

آہستہ آمین کہنے کے متعلق احادیث اور آثار

عالم بن اہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ پڑھا پھر کہا: آمین اور اپنی آواز آہستہ رکھی۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸)

ابراہیم نخعی نے کہا: چار چیزوں کو امام آہستہ پڑھے: (۱) ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ (۲) ”اعوذ باللہ“ (۳) ”آمین“ (۴) جب امام ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہے تو وہ کہے: ”ربنا لک الحمد“۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۵۹۸)

ابراہیم نے کہا: پانچ چیزوں کو آہستہ پڑھا جائے: (۱) ”سبحانک اللہم وبحمدک“ (۲) ”اعوذ باللہ“ (۳) ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ (۴) ”آمین“ (۵) جب امام ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہے تو نمازی کہے: ”ربنا لک الحمد“۔

(مصنف عبد الرزاق: ۲۵۹۹)

منصور نے بیان کیا کہ ابراہیم آہستہ آمین کہتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۶۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے دعا کی تو حضرت ہارون نے ان کی دعا پر آمین

هُرَيْرَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَنُعَيْمُ الْمُجَمَّرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. [طرف الحدیث: ۴۴۷۵]

ابو ہریرہؓ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ یہی کی متابعت محمد بن عمروؓ نے کی ہے از ابی سلمہ از حضرت ابی ہریرہؓ از نبی ﷺ اور نعیم المجرمؓ نے بھی یہی کی متابعت از حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۳۵، سنن نسائی: ۹۲۶، سنن ابن ماجہ: ۸۵۲، سنن دارمی: ۱۲۴۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۹۸۰۳، ج ۱۵ ص ۵۰۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۸۸، مکتبۃ الرشید ریاض، ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت اور آہستہ آمین کہنے کی دلیل

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا، جب کہ اس حدیث میں مقتدی کے بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر نہیں ہے، صرف یہ ذکر ہے کہ جب امام "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" (الفاتحہ: ۷) کہے تو تم آمین کہو یہ نہیں فرمایا کہ تم بلند آواز سے آمین کہو آپ نے مطلقاً آمین کہنے کا حکم دیا ہے، خواہ مقتدی آہستہ آمین کہے یا بلند آواز سے آمین کہے، بلکہ یہ حدیث آہستہ آمین کہنے کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے گا اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا اور فرشتوں کے قول کی موافقت آہستہ آمین کہنے میں ہے کیونکہ فرشتے بلند آواز سے آمین نہیں کہتے۔

آمین کہنے میں یہ ظاہر دو حدیثوں کے تعارض میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی ایک روایت میں ہے: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔ (صحیح البخاری: ۷۸۰) اور اس باب کی حدیث میں ہے: "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" (الفاتحہ: ۷) کہے تو تم آمین کہو۔ (صحیح البخاری: ۷۸۲) یہ ظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، امام طبری نے ان دو حدیثوں میں تطبیق دی ہے، انہوں نے کہا: یہ دونوں حدیثیں حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، پس حدیث: ۷۸۲ میں نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ جب مقتدی امام کے فاتحہ الکتاب سے فارغ ہونے کے بعد آمین کہے گا تو اس کے سابقہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اور حدیث: ۷۸۰ میں یہ خبر دی ہے کہ جب مقتدی امام کے آمین کہنے کے بعد آمین کہے گا تو اس تب بھی اس کو یہی اجر ملے گا اور یہ معلوم ہے کہ امام سورۃ الفاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے لہذا ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

حدیث مذکور کو عنوان کے مطابق کرنے کی علامہ ابن بطلال کی سعی لا حاصل

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے: اس حدیث کا عنوان ہے: مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا، اور اس عنوان کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے اس میں مقتدی کے بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر نہیں ہے، لیکن جب امام بلند آواز سے آمین کہے گا اور مقتدی کو امام کی اتباع کرنے کا حکم ہے تو وہ بھی بلند آواز سے آمین کہے گا، اس وجہ سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ اس

حدیث کو عنوان کے مطابق کرنے کے لیے علامہ ابن بطل کی یہ کوشش فضول ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ کب ذکر ہے کہ امام بلند آواز سے آمین کہے حتیٰ کہ اس کی اتباع میں مقتدی بھی بلند آواز سے آمین کہے بہر حال یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔
آمین بالجہر اور آمین بالسر کی دونوں حدیثیں صحیح اور معمول بہ ہیں

نیز علامہ ابن بطل لکھتے ہیں: فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مقتدی آہستہ آمین کہے امام طبری نے کہا ہے کہ بلند آواز سے آمین کہنے اور آہستہ آمین کہنے کی دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ہر دو حدیثوں پر امت کے فقہاء نے عمل کیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کو اختیار دیا ہے کہ وہ جس طریقہ پر چاہیں عمل کر لیں اور اکثر صحابہ اور فقہاء تابعین کا مختار آہستہ آمین پڑھنا تھا۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

سورہ فاتحہ کو بلند آواز سے پڑھنے اور نبی ﷺ کے بلند آواز سے آمین پڑھنے کے تعارض کا جواب
 علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور ایک روایت میں امام مالک نے کہا ہے کہ آمین کو آہستہ کہنا سنت ہے کیونکہ یہ دعا ہے تو اس کو تشہد کی طرح آہستہ پڑھنا چاہیے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے آمین پڑھی اور آواز بلند کی۔ (سنن ابوداؤد: ۹۳۲)

نیز سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو بلند آواز سے بھی پڑھا جاتا ہے اسی طرح آمین کو بھی بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۷۷ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی دو حیثیتیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی ہے قرآن مجید بھی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے اور چونکہ اس میں دو حیثیتیں ہیں اس لیے اس کو قرآن مجید کی تلاوت کی حیثیت سے بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے اور دعا کی حیثیت سے اس کو نماز کی آخری رکعت میں آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

اور نبی ﷺ نے ابتداء میں آمین کو بلند آواز سے پڑھا تا کہ مسلمانوں کو آمین پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے اور جب مسلمانوں کو تعلیم ہو گئی تو پھر آپ نے آمین کو آہستہ پڑھا اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو گئی۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۱۹۔ ج ۱ ص ۱۱۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۳) آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۴) آمین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ (۵) آمین بالسر پر دلائل۔

جب کسی شخص نے صف میں واصل

ہونے سے پہلے رکوع کر لیا

۱۱۴۔ بَابُ إِذَا رَكَعَ

دُونَ الصَّفِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حام نے حدیث بیان کی ازہم الامم اور وہ زیادہ ہے از الحسن از ابی بکرہ وہ نبی ﷺ تک گئے اس وقت آپ رکوع میں تھے انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع

۷۸۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

هَمَّامٌ عَنِ الْأَعْلَمِ وَهُوَ زِيَادٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ

یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: دو تکبیریں پڑھنا مستحب ہے اگر اس کو جلدی ہو یا وہ بھول جائے تو ایک تکبیر بھی کافی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۲۸، مجلس علمی بیروت ۱۳۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لے اس کے متعلق اختلاف ہے، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کیا اور حالت رکوع میں چلتے ہوئے صف تک پہنچے، سعید بن جبیر، عروہ بن الزبیر، ابوسلمہ اور عطاء نے بھی اس طرح کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم آؤ اور امام رکوع میں ہو اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے تم نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دیئے تو تم نے جماعت کو پایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۳۴، مجلس علمی بیروت ۱۳۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۲۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

امام مالک اور لیث نے کہا: اگر کوئی شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لے اور چلتا ہوا صف تک پہنچے تو اگر وہ صف کے قریب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ ایک شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لے اور پھر آگے جائے تو یہ مکروہ ہے اور اگر ایک جماعت ایسا کرے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ اس کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے کہا: امام مالک، فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا: جو شخص تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے نماز نہ پڑھے اس کی نماز جائز ہے، امام مالک نے کہا: وہ کسی شخص کو اپنی طرف نہ کھینچے، امام اوزاعی، امام احمد، اسحاق اور اہل الظاہر نے کہا: اگر ایک شخص نے تنہا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تمہاری حرص کو زیادہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا پس اس میں یہ دلیل ہے کہ ان کی نماز صحیح نہ تھی۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۷۶-۷۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

ہم کہتے ہیں کہ اگر حضرت ابوبکر کی نماز صحیح نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ان کو نماز دہرانے کا حکم دیتے حالانکہ آپ نے ان کو نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص تنہا صف کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے، یہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۱۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

۱۱۵۔ بَابُ اِتِّمَامِ التَّكْبِيرِ فِي الرُّكُوعِ

تکبیر کو مکمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ تکبیر کو مد کے ساتھ اور کھینچ کر پڑھا جائے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

کر کے بیان کیا ہے۔

اس باب میں اور اس کے قریب والے باب میں یہ روایت ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۸۱۸ میں مذکور ہے۔

۷۸۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَابِشِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ
عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ
عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ ذَكَرْنَا هَذَا الرَّجُلَ صَلَوةً
كُنَّا نُصَلِّيْهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَذَكَرْنَا أَنَّهُ كَانَ يَكْبُرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق الوابشی نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از البحریری از
ابی العلاء از مطرف از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی پھر انہوں
نے کہا کہ اس شخص نے ہمیں وہ نماز یاد دلادی جو ہم رسول اللہ
ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے پس انہوں نے ذکر کیا کہ آپ
[اطراف الحدیث: ۷۸۶-۸۲۶]

(صحیح مسلم: ۳۹۳، الرقم المسلسل: ۸۳۹، سنن ابوداؤد: ۸۳۵، سنن نسائی: ۱۰۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱، المعجم الکبیر: ۲۵۹، ج ۱۸، صحیح
ابن خزیمہ: ۵۸۱، مسند ابی یوسف: ۳۵۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۸۳، ج ۳۳ ص ۷۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن
الجوزی: ۵۸۲۵، مکتبۃ الرشذریاض: ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن شاہین ابوبشر الوابشی (۲) خالد بن عبد اللہ الطحان (۳) سعید بن ایاس البحریری (۴) ابوالعلاء یزید بن عبد اللہ
بن الثخیر (۵) مطرف یہ یزید بن عبد اللہ کے بھائی ہیں (۶) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۸۳)
اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ جب بھی اوپر اٹھتے یا نیچے جھکتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔
نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء
علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ہر بار اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیرات کو پڑھنا صحابہ کرام کا معمول نہیں تھا اگر یہ بات
نہ ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیر پڑھتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
اٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیر پڑھ کر یہ نہ فرماتے کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نماز پڑھا رہا ہوں اس میں یہ دلیل ہے
کہ تکبیرۃ تحریمہ کے علاوہ نماز میں تکبیر پڑھنا نماز کا رکن نہیں ہے سلف صالحین کی ایک جماعت نے یہ تکبیرات پڑھی ہیں اور ایک
جماعت نے ان تکبیرات کو ترک کر دیا ہے اور جنہوں نے نماز میں ان تکبیرات کو نہیں پڑھا ان سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان تکبیرات
کے بغیر تمہاری نماز مکمل نہیں ہوئی۔

جو صحابہ نماز میں ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات پڑھتے تھے ان کے اسماء یہ ہیں: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت
عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں
سے مکحول اور الثعمی اور ائمہ میں سے امام مالک، اوزاعی، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، ابو ثور اور دیگر فقہاء۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۸۰-۳۷۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب رکوع سے پشت اوپر اٹھاتے تو فرماتے: ”سمع اللہ لمن حمدہ“ پھر کھڑے ہوتے فرماتے: ”ربنا لك الحمد“ پھر سجدہ میں جاتے ہوئے فرماتے: اللہ اکبر پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے فرماتے: اللہ اکبر پھر تمام نماز اسی طرح پڑھتے اور دو رکعت کے جلسہ کے بعد اٹھتے تو فرماتے: اللہ اکبر۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳۳۹۹، صحیح مسلم: ۳۹۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۰)

شقیق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے اللہ اکبر پڑھتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۲۵۰۳)

عبد الرحمن الاصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان جب اٹھتے اور جھکتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۲۵۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲-۱۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۹۲، مجلس علمی بیروت)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ سالم بن عبد اللہ بن عمر جب بھی جھکتے یا اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۲۵۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۶، مجلس علمی بیروت: ۱۳۲ھ)

وہب بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۲۵۰۵)

نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات نہ پڑھنے کے متعلق آثار

سعید بن عبد الرحمن بن ابی ابراہیم اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ تمام تکبیرات نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۳، مجلس علمی بیروت، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۸۷، التاریخ الکبیر: ۲۵۴۰، سنن ابوداؤد: ۸۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۷-۴۰۶)

الحسن بن عمران بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز تمام تکبیرات نہیں پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۳، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۹۸، دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۲، إدارة القرآن)

ابراہیم بیان کرتے ہیں: جس نے سب سے پہلے تکبیرات پڑھنے میں کمی کی وہ زیادہ تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۰، دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۲، إدارة القرآن)

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے تکبیرات میں کمی کی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے اپنے بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے کمی کی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۲، المطالب العالیہ: ۵۱۳)

یزید الفقیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نماز میں کم تکبیرات پڑھتے تھے مسعر نے کہا: جب وہ رکوع کرنے کے بعد سجدہ کی طرف جاتے ہوئے جھکتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے اور جب دوسرے سجدہ کا ارادہ کرتے تو تکبیر نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۹، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۳، دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۲، إدارة القرآن)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ القاسم بن محمد نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور جب وہ اوپر اٹھے اور سجدہ میں گئے تو انہوں نے

تکبیر نہیں پڑھی نماز کے بعد میں نے ان سے کہا: مجھے نافع نے خبر دی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ کے پیچھے نماز پڑھی تو جب وہ اوپر اٹھتے اور سجدہ کرتے تو تکبیر پڑھتے تھے تو القاسم ناراض ہوئے اور کہا: تمہارا باپ مر جائے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر ہر وہ کام واجب ہے جو حضرت ابو ہریرہ کرتے تھے؟ کیا تم نے نافع سے پوچھا نہیں؟ کیا حضرت عبداللہ بن عمر بھی اس طرح کرتے تھے؟

(مصنف عبدالرزاق: ۲۵۱۵)

سب سے پہلے تکبیرات کو ترک کرنے والے کا مصداق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مطرف بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ان تکبیرات کو سب سے پہلے کس نے ترک کیا؟ انہوں نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب بوڑھے اور کم زور ہو گئے تو انہوں نے ان کو ترک کر دیا تھا یہ بھی وہ سکتا ہے کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنا ترک کر دیا ہو اور امام طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تکبیرات کو ترک کیا تھا اور ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے زیاد نے تکبیرات کو ترک کیا تھا اور یہ پہلی روایت کے منافی نہیں ہے کیونکہ زیاد نے حضرت معاویہ کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا اور حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کے ترک کرنے کی وجہ سے ترک کیا تھا بعض اہل علم نے کہا ہے کہ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کو ترک کر دیا تھا اور وہ آہستہ تکبیر پڑھتے تھے اور ابن المہذوب نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر اور دیگر اسلاف تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کوئی تکبیر نہیں پڑھتے تھے اور بعض نے یہ فرق کیا ہے کہ امام تو تمام تکبیرات پڑھے تاکہ اس کے انتقال کا پتا چلے اور جب وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو اسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

تکبیرات انتقال کو ترک کرنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھنی چاہیے۔ نبی ﷺ صحابہ اور فقہاء تابعین نے جو بعض اوقات نماز کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے ہوئے تکبیرات نہیں پڑھیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو پڑھنا لازم نہیں ہے اور ان کو ترک کرنا جائز ہے یا راویوں نے ان تکبیرات کو نہیں سنا اور یہ کہہ دیا کہ انہوں نے یہ تکبیرات نہیں پڑھیں شرح المہذب میں مذکور ہے کہ ارکان سے منتقل ہوتے وقت ان تکبیرات کو پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ابتداء میں نمازی کو تکبیر پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا تو نماز کے درمیان میں بھی تکبیرات پڑھنے کا حکم دیا تاکہ نماز میں یکسانیت ہو مگر پہلی تکبیر تحریمہ لازم ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۸۵-۸۴ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

تکبیرات انتقال کے حکم شرعی میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر نے کہا: تکبیرات انتقال سے نماز کو مزین کیا جاتا ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے: یہ تکبیرات اس لیے ہیں تاکہ امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کا پتا چلتا رہے اور یہ صرف جماعت میں سنت ہیں اور جو شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر یہ تکبیرات نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک کے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے ابن القاسم نے کہا: جس نے نماز میں تین تکبیرات کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہولہ لازم ہے اگر سجدہ سہولہ نہیں کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اصبح بن الفرج ابن طواز اور ابن حبیب نے کہا: اس پر سجدہ سہولہ لازم نہیں ہے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بھی اس پر سجدہ سہولہ لازم نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء کا مختار یہ ہے کہ تکبیرۃ تحریمہ کے علاوہ نماز کی تکبیرات انتقالات سنت ہیں ان کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی خواہ ان کو عمدًا ترک کیا جائے یا سہواً۔

امام احمد اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک تکبیر کو بھی عمدًا ترک کیا اس پر اس نماز کو دوبارہ پڑھنا لازم ہے اور اگر سہواً ترک کیا تو اس پر اعادہ نہیں ہے نیز امام احمد نے کہا: نماز کے افعال کی فرض اور سنت کی طرف تقسیم کرنا باطل ہے انہوں نے کہا: نماز کے تمام افعال واجب ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۳۳ دار ابن الجوزی الدمام ۱۴۱۷ھ)

۷۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فَيَكْبِرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ إِنِّي لَا شَبَهَكُمْ صَلَوةَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور جب بھی نماز میں جھکتے یا اٹھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب وہ نماز پڑھ کر مڑے تو انہوں نے کہا: میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز پڑھاتا ہوں۔

[اطراف الحدیث: ۷۸۹-۷۹۵-۸۰۳]

(صحیح مسلم: ۳۹۲، رقم المسلسل: ۸۳۳، سنن نسائی: ۱۱۵۵، مصنف عبد الرزاق: ۲۳۹۵، صحیح ابن خزيمة: ۵۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۰ طبع قدیم)

مسند احمد: ۷۵۳- ج ۱۳ ص ۹۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی مفصل شرح حدیث: ۷۸۳ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۷۱- ج ۱ ص ۱۱۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح میں نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ بیان کیے گئے ہیں۔

سجدہ میں تکبیر کو مکمل پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از غیلان بن جریر از مطرف بن عبد اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی وہ جب سجدہ کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تو اللہ اکبر پڑھتے جب انہوں نے نماز پوری کر لی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

۱۱۶ - بَابُ اِتِّمَامِ التَّكْبِيرِ فِي السُّجُودِ

۷۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ غِيلَانَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ مَطْرِفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ أَخَذَ بِيَدِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرْنِي هَذَا صَلَوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا صَلَوةً مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: انہوں نے مجھے سیدنا محمد ﷺ کی نماز یاد دلا دی یا انہوں نے کہا: انہوں نے ہمیں سیدنا محمد ﷺ کی نماز پڑھائی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۷۸۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلَوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُمَّ لَكَ؟ [طرف الحدیث: ۷۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عوف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از ابی بشر از عکرمہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو مقام (مقام ابراہیم) کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ ہر بار جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھتا تھا اور جب وہ کھڑا ہوتا اور جب نیچے جاتا تو میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا: تمہاری ماں مرجائے کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی نماز نہیں ہے؟

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

سجدہ سے اٹھ کر تکبیر پڑھنا

۱۱۷ - بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ

۷۸۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِينَ تَكْبِيرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ أَحَقُّ فَقَالَ تَكَلَّفْتَ أَمَّا اسُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبَانٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے خبر دی از قتادہ از عکرمہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مکہ میں ایک شیخ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے نماز میں بائیس بار تکبیر پڑھی میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ شخص احق ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہاری ماں تمہیں روئے یہ ابو القاسم رضی اللہ عنہ کی سنت ہے اور موسیٰ نے کہا: ہمیں ابان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کا مطالعہ کریں۔

۷۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يَكْبُرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقبیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو قیام کے وقت اللہ اکبر پڑھتے جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر پڑھتے پھر

الرُّكْعَةِ . ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثَّانِيَةِ بَعْدَ الْجُلُوسِ .

جب رکوع سے پشت سیدھی کر کے کھڑے ہوتے تو ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہتے پھر کھڑے ہوتے تو ”ربنا لك الحمد“ کہتے۔ عبد اللہ نے کہا: ”ولك الحمد“ کہتے پھر جب جھکتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب (سجدہ سے) اپنا سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب (دوبارہ) سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب (سجدہ سے) سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے پھر پوری نماز میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ اس کو ختم کر لیتے اور جب دو رکعت پڑھ کر بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۷۸۴ کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۸ - بَابُ وَضْعِ الْأَكْفِ

عَلَى الرُّكْبِ فِي الرُّكُوعِ

رکوع میں ہتھیلیوں کو

گھٹنوں پر رکھنا

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا جائے اور دونوں ہتھیلیاں جوڑ کر ان کو رانوں کے درمیان رکھنا جس کو تطبیق کہتے ہیں یہ عمل اب منسوخ ہو چکا ہے۔

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ أَمَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدِيهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ .

اور ابو حمید نے اپنے اصحاب میں کہا: نبی ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر جما کر رکھا۔

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۸۲۸ میں مذکور ہے۔

۷۹۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي قُطَيْبٍ بَيْنَ كَفَّيْ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فِجَذَيَّ فَتَهَانِي أَبِي وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَتَهَانَا عَنْهُ وَأَمَرْنَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكْبِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی یعفور انہوں نے کہا: میں نے مصعب بن سعد سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی میں نے اپنی دونوں ہتھیلیاں جوڑ کر اپنی رانوں کے درمیان رکھیں تو مجھے میرے والد نے منع کیا اور بتایا کہ ہم پہلے اس طرح کرتے تھے پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور ہم کو یہ حکم دیا گیا کہ ہم اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھیں۔

(صحیح مسلم: ۵۳۵، رقم المسلسل: ۱۱۷۴، سنن ابوداؤد: ۸۶۷، سنن ترمذی: ۲۵۹، سنن نسائی: ۱۰۳۲، سنن ابن ماجہ: ۸۷۳، مسند ابی یوسف: ۱۱۶۳، مسند ابی حنبلہ: ۱۸۸۴، سنن بیہقی: ۱۸۸۴، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۷، مصنف عبد الرزاق: ۲۸۶۳، مسند الحمیدی: ۷۹، سنن دارمی: ۱۳۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۸۸۴، سنن بیہقی: ۱۸۸۴، مسند احمد: ۸۳، ج ۱ ص ۱۸۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۷، ج ۳ ص ۱۳۹، مؤسسة الرسالة، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابو یعفور ان کا نام وقدان العبدي الکوفی ہے

(۴) مصعب بن سعد بن ابی وقاص، ابوزرارہ المدنی، یہ ۱۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۹۱)

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ثوری، اوزاعی، ابن سیرین، حسن بصری، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ان کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ نمازی جب رکوع کرے تو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے اور اپنی انگلیوں کو کھلا رکھے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے متعلق احادیث

عطاء بن السائب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سالم البراء نے حدیث بیان کی اور وہ میرے نزدیک مجھ سے زیادہ ثقہ ہیں انہوں نے کہا: ہم سے حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر انہوں نے طویل حدیث ذکر کی، پھر انہوں نے رکوع کیا اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو متفرق رکھا۔

(سنن ابوداؤد: ۸۶۳، شرح معانی الآثار: ۱۳۳)

عمر بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو حمید الساعدی نے نبی ﷺ کے دس اصحاب رضی اللہ عنہم کے سامنے کہا: جن میں سے ایک حضرت ابوقنادہ بھی تھے حضرت ابو حمید نے کہا: میں آپ سب سے زیادہ نبی ﷺ کی نماز کے طریقہ کو جانتا ہوں ان اصحاب نے کہا: اچھا! آپ ہمیں نماز پڑھ کر دکھائیں، پھر حضرت ابو حمید نماز پڑھنے کھڑے ہوئے انہوں نے اپنے کندھوں تک رفع یدین کیا، پھر اللہ اکبر کہا، پھر قرآن پڑھا، پھر اللہ اکبر کہا، پھر اپنے کندھوں تک رفع یدین کیا، پھر اللہ اکبر کہہ کر زمین کی طرف جھکے اور جب انہوں نے رکوع کیا تو انہوں نے اپنے گھٹنوں پر اس طرح ہاتھ رکھے جیسے ان کو پکڑ رہے ہوں، تو سب نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

(سنن ابوداؤد: ۷۳۳، سنن ترمذی: ۲۶۰، شرح معانی الآثار: ۱۳۳۸)

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ حضرت ابو حمید نے رفع یدین کیا اور اسے نبی ﷺ کا طریقہ قرار دیا وہ ابتداء زمانہ پر محمول ہے۔ نبی ﷺ نے اور آپ کے اصحاب نے بعد میں رفع یدین ترک کر دیا تھا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا تو اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۳۹-۸۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۴، شرح معانی الآثار: ۱۳۴۰)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم پہلے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر رانوں کے درمیان رکھتے تھے پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور گھٹنوں کے اوپر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ (صحیح البخاری: ۷۹۰)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ نماز کے باقی تمام ارکان میں اعضاء کو ملایا نہیں جاتا بلکہ کھلا رکھا جاتا ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

(سنن ابوداؤد: ۸۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۸، شرح معانی الآثار: ۱۳۴۵)

پس جب نماز میں سنت یہ ہے کہ اعضاء کو کشادہ رکھا جائے نہ کہ اعضاء کو ملایا جائے تو پھر تطبیق کے منسوخ ہونے کی تائید ہوگی اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۰۰-۲۹۶ ملخصاً: قدیمی کتب خانہ کراچی) * باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۹۳۔ ج ۲ ص ۸۹ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱۹۔ بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوعُ

جب کوئی نمازی پورا رکوع نہ کرے اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی نمازی رکوع میں پوری طرح کمر نہ جھکائے تو اس کا کیا حکم ہے اس باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے گا اسی طرح اگر کوئی اعتدال سے سجدہ نہ کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے امام بخاری نے اس کے لیے الگ باب قائم کیا ہے۔

۷۹۱۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ رَأَى حَذِيفَةَ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَلَوْ مِثْلَ مِثٍّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا اس نے نماز میں پوری طرح رکوع اور سجدہ نہیں کیا انہوں نے اس سے کہا: تم نے (کامل) نماز نہیں پڑھی اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مر گئے تو تم اس طریقہ کے خلاف مرو گے جس طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو پیدا کیا ہے۔

(سنن نسائی: ۱۳۱۱، السنن الکبریٰ: ۶۰۸، مصنف عبد الرزاق: ۳۷۳۲، مسند ابی حنبلہ: ۲۸۱۹، مسند ابی حنبلہ: ۱۸۹۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۸۶، شرح السنن: ۶۱۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۳، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۲۵۸، ج ۳ ص ۳۸۳، مؤسسة الرسالة بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۳۹، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث سے امام ابو یوسف اور امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ رکوع، قومہ سجود اور جلسہ میں طہانیت فرض ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ان میں طہانیت واجب ہے اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم صحیح البخاری: ۷۹۳ میں بیان کریں گے۔

۱۲۰۔ بَابُ اسْتِوَاءِ الظَّهْرِ فِي الرُّكُوعِ

رکوع میں پشت کو سیدھا رکھنا وقال أَبُو حَمِيدٍ فِي أَصْحَابِهِ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَضَرَ ظَهْرَهُ۔ اور حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ نبی ﷺ نے رکوع کیا پھر اپنی کمر کو جھکایا۔

اس تعلق کی مفصل حدیث امام بخاری نے صحیح البخاری: ۸۲۸ میں روایت کی ہے۔

اس باب کے ثبوت میں امام بخاری نے کوئی حدیث اپنی سند سے روایت نہیں کی۔

۱۲۱۔ بَابُ حَدِّ اِتِّمَامِ الرُّكُوعِ

رکوع پورا کرنے کی حد اور رکوع میں اعتدال اور طہانیت

۷۹۲۔ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبر نے حدیث

قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ الْبَرَاءِ
قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسُجُودُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ
مَخَالَفًا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے
کہا: ہمیں الحکم نے خبر دی از ابن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ
انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کا رکوع اور سجود اور دو سجودوں کے
درمیان جلسہ (یعنی بیٹھنا) اور رکوع سے سر اٹھا کر قومہ (کھڑے ہونا)

[اطراف الحدیث: ۸۰۱-۸۲۰] سوا قیام اور قعود کے سب برابر تھے۔

(صحیح مسلم: ۴۷۱، رقم المسلسل: ۱۰۳۹، سنن ابوداؤد: ۸۵۲-۸۵۳، سنن ترمذی: ۲۸۰-۲۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۶۱۰، صحیح ابن حبان: ۱۸۸۳، سنن
دارمی: ۱۳۳۳، شرح النبی: ۶۲۸، شرح مشکل الآثار: ۵۰۳۹، مسند ابویعلیٰ: ۱۶۸۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۰، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۲۶۹، ج ۳ ص ۳۱۵۔
۳۱۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۲۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۷ھ، مسند الطحاوی: ۷۲۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بدل بن الحمر التیمی البزوی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الحکم بن عتیبہ الکوفی (۴) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ الانصاری الکوفی ان
کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے تھے انہوں نے ۱۲۰ صحابہ کو پایا تھا عبد الملک بن عمیر کہتے ہیں: میں نے ایک حلقہ میں ابن ابی لیلیٰ کو پایا
اس میں متعدد صحابہ بیٹھے ہوئے ان سے حدیث سن رہے تھے یہ ۸۳ھ میں بصرہ کے دریا میں ڈوب کر فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت
البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۹۶)

رکوع اور سجود کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مقدار اور رکوع میں اعتدال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے: اس حدیث میں جو رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ کی صفات بیان کی گئی ہیں یہ نماز باجماعت کی اکمل صفات ہیں
اور جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ رکوع اور سجود کو قیام سے دگنا لبا کرے اور اس میں کم از کم مقدار یہ ہے کہ
رکوع میں اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر جمالے۔

ابو الجوزاء نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنے سر کو نہ اوپر اٹھاتے اور نہ نیچے
جھکاتے اور سر کو درمیان میں رکھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۱، مجلس علمی بیروت، صحیح مسلم: ۲۳۰)

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا: اگر نبی ﷺ کے کندھوں کے اوپر پانی ڈالا جاتا تو وہ ٹھہر جاتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۷، مجلس
علمی بیروت، مصنف عبدالرزاق: ۲۸۷۲، سنن ابن ماجہ: ۸۷۲، المعجم الکبیر: ۱۲۷۸۱، ج ۱۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۳۴۱)

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

رکوع میں اعتدال اور پشت کو سیدھا رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ثقیف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: رکوع میں کمر کو نیڑھا کرنے سے بچو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۲، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۸۷، دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۲، ادارة القرآن)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب نے کہا: جب تم رکوع کرو تو اپنا چہرہ قبلہ کے سامنے رکھو اور اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر

رکھو اور گدھے کی طرح ٹیڑھے اور کبڑے نہ بنو یعنی سر کو بہت نیچے نہ جھکاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی

شیبہ: ۲۵۸۸ دارالکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۲، ادارۃ القرآن کراچی)

مغیرہ نے بیان کیا کہ جو شخص رکوع میں سر اوپر کرے یا نیچے کرے اس کو ابراہیم نخعی مکروہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۰۴، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۸۹، دارالکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۲، ادارۃ القرآن)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۹۶۰ - ج ۱ ص ۱۲۶۴ پر مذکور ہے اس کی شرح میں رکوع اور سجود کی تسبیحات کی مقدار کا بیان ہے۔

جس نے رکوع صحیح نہیں کیا، اس کو نبی ﷺ نے نماز دہرانے کا حکم دیا

۱۲۲ - بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ بِالْإِعَادَةِ

۷۹۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. ثَلَاثًا، فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، فَمَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ، فَعَلِمَنِي، قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی از عبد اللہ انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مسجد میں داخل ہوئے پھر ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، پس اس نے نماز پڑھی پھر وہ آیا اور اس نے نبی ﷺ کو سلام کیا، نبی ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا: واپس جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، پس اس نے نماز پڑھی، پھر آیا پس اس نے سلام کیا، پس آپ نے فرمایا: واپس جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ مکالمہ تین بار ہوا، پھر اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس سے زیادہ اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، پس آپ مجھے نماز سکھائیے، آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر تم آسانی سے جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھو، پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کر لو، پھر رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہو حتیٰ کہ اعتدال سے سیدھے کھڑے ہو، جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اعتدال سے سجدہ کر لو، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر (دوسرا) سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کر لو، پھر اپنی پوری نماز اس طرح پڑھو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس شخص نے اطمینان کے ساتھ رکوع اور سجدہ اور قنوت (رکوع) کے بعد کھڑے ہونا اور جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) اطمینان اور اعتدال کے ساتھ نہیں کیا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

تعديل ارکان کی فرضیت میں اختلاف فقہاء

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

رکوع اور سجدہ کو اطمینان اور اعتدال کے ساتھ کرنا امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک واجب ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی نے کہا: ایک تسبیح کی مقدار طمانیت اور اعتدال فرض ہے حتیٰ کہ اگر طمانیت کو ترک کر دیا تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک نماز جائز ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک نماز جائز نہیں ہے تو وہ اور جلسہ میں بھی یہی اختلاف ہے۔ اس مسئلہ کا عنوان یہ ہے کہ تعديل ارکان امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک فرض نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔

امام شافعی اور امام ابو یوسف نے اعرابی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ اس نے طمانیت سے رکوع اور سجود نہیں کیا تھا تو نبی ﷺ نے اس کو نماز دہرانے کا حکم دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۷۹۳) اور نماز کو اسی وقت دہرایا جاتا ہے جب نماز فاسد ہو دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس نمازی سے فرمایا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس کو طمانیت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا اور یہ حکم فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا. (الحج: ۷۷)

اس آیت میں مطلق رکوع اور سجدہ کرنے کا حکم دیا اور طمانیت کی قید نہیں لگائی اور رکوع کا معنی لغت میں ”جھکنا“ ہے اور سجدہ کا معنی لغت میں ”رکھنا“ ہے اور طمانیت کا معنی ہے: اصل فعل پر دوام کرنا۔

اور یہی اعرابی کی حدیث تو وہ خبر واحد ہے اور وہ قرآن مجید کے اطلاق کو منسوخ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی لیکن وہ مکمل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے پس رکوع اور سجود کو اعتدال سے کرنا واجب ہوگا اور آپ نے جو فرمایا تھا: تم نے نماز نہیں پڑھی اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے کامل نماز نہیں پڑھی امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک رکوع میں طمانیت واجب ہے حتیٰ کہ اگر نمازی نے بھولے سے طمانیت کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو کرنا واجب ہے یہ کرنی کے نزدیک ہے اور ابو عبد اللہ جرجانی کے نزدیک طمانیت سنت ہے اور اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا لیکن کرنی کا قول صحیح ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۷-۲۸۶۔ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے یہ ثوری امام ابو یوسف اور اوزاعی امام شافعی امام احمد اسحاق اور ابن وہب مالکی کا مذہب ہے اور ابن القاسم مالکی اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ رکوع اور سجود میں طمانیت واجب ہے۔ علامہ ابن بطلال نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۴۸۵ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

رکوع میں دعا کرنا

۱۲۳۔ بَابُ الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوعِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ

۷۹۴۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضَّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے سجدہ میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میرے تمام گناہوں کو بخش دے، چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ پہلے اور آخری گناہ ظاہر گناہ اور پوشیدہ گناہ۔ (صحیح مسلم: ۴۸۳، سنن ابوداؤد: ۸۷۸)

آپ کا کوئی گناہ نہیں تھا آپ اظہارِ عبودیت اور تعلیم امت کے لیے یہ دعا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو گم پایا میں نے سجدہ گاہ کو چھوا تو اس وقت آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں پیر نصب تھے اور آپ اس وقت یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں تیری ایسی حمد نہیں کر سکا جیسی تو نے خود اپنی حمد کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۸۶، سنن ابوداؤد: ۸۷۹، سنن نسائی: ۱۶۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں یہ دعا کیا کرتے تھے: ”سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ“۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۸۹، صحیح مسلم: ۲۲۳، سنن ابوداؤد: ۸۶۸، سنن نسائی: ۶۳۶، مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۵، ۹۳، ۳۵)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۹۸۸۔ ج ۱ ص ۱۷۵ پر مذکور ہے اس کی شرح میں نبی ﷺ کے استغفار کی سترہ توجیہات ہیں۔

امام اور مقتدی جب رکوع سے
سراٹھائیں تو کیا کہیں

۱۲۴۔ بَابُ مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ
إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

۷۹۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ
سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ
الْحَمْدُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يَكْبِّرُ. وَإِذَا قَامَ مِنَ
السَّجْدَتَيْنِ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذنب نے حدیث بیان کی از سعید مقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: جب نبی ﷺ ”سمع الله لمن حمده“ پڑھتے تو کہتے: ”ربنا ولك الحمد“ اور نبی ﷺ جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سراٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۸۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

”اللهم ربنا ولك الحمد“ کی فضیلت

۱۲۵۔ بَابُ فَضْلِ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

۷۹۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا
مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ
فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مِنْ وَافِقِ قَوْلِهِ
قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام ”سمع الله لمن حمده“ کہے تو تم کہو: ”اللهم ربنا لك الحمد“ کیونکہ جس شخص کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

[طرف الحدیث: ۳۲۲۸] (صحیح مسلم: ۴۰۹، رقم المسلسل: ۸۸۸، سنن ابوداؤد: ۸۳۸، سنن ترمذی: ۲۶۷، سنن نسائی: ۱۰۶۳، السنن الکبریٰ: ۶۵۰)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۶۔ باب

باب

امام بخاری نے اس حدیث کے باب کا عنوان ذکر نہیں کیا اور جس باب کے بعد عنوان ذکر نہ ہو تو وہ باب ابواب سابقہ کا تتمہ ہوتا ہے سو یہ باب بھی ابواب سابقہ کا تتمہ ہے۔

۷۹۷۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لِأَقْرَبَنِّ صَلَوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقْنُتُ فِي الرُّكْعَةِ الْآخِرَى مِنْ صَلَوةِ الظُّهْرِ وَصَلَوةِ الْعِشَاءِ وَصَلَوةِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَيَدْعُو لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ. [اطراف الحديث: ۸۰۳-۱۰۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں ضرور نبی ﷺ کی نماز کے قریب نماز پڑھوں گا پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر کی دوسری رکعت میں اور عشاء کی نماز میں اور صبح کی نماز میں ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کے بعد دعائے قنوت پڑھتے تھے اس میں مومنوں کے لیے دعائے خیر کرتے اور کفار پر لعنت کرتے۔

[۲۹۳۲-۳۳۸۱-۳۵۶۰-۳۵۹۸-۶۲۰۰-۶۳۹۳-۶۹۴۰]

(صحیح مسلم: ۶۷۶، الرقم المسلسل: ۱۵۱۶، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۰، سنن نسائی: ۱۰۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۱۷-۳۱۶، مسند الحمیدی ج ۲ ص ۲۰۱، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۷۳، صحیح ابن خزیمہ: ۶۱۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳-۱۹۷، شرح النہ: ۶۳۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹، طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۶۰-ج ۱۲ ص ۲۰۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ ابوزید البصری (۲) ہشام الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبدالرحمان (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۰۴)

اس حدیث میں ظہر کی دوسری رکعت کا ذکر ہے اور سنن ابوداؤد اور دوسری احادیث میں ظہر کی آخری رکعت کا ذکر ہے۔

رکوع کے بعد دعا پڑھنے میں مذاہب فقہاء

حافظ زین الدین عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو لانے سے امام بخاری کا مقصود دعائے قنوت کو بیان کرنا نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے دعائے قنوت کے اثبات کے لیے ابواب الوتر کے آخر میں مستقل باب ذکر کیا ہے اور قنوت کے متعلق وہاں ان شاء اللہ مستقل بحث آئے گی امام بخاری کا یہاں مقصود یہ ہے کہ جب نمازی ”سمع اللہ لمن حمدہ“ اور ”ربنا ولك الحمد“ کہے تو اسی پر اقتصار نہ کرے بلکہ دیگر اذکار اور دعائیں بھی مانگے اس سلسلہ میں نبی ﷺ سے احادیث صریحہ مروی ہیں کہ نبی ﷺ ”سمع اللہ لمن حمدہ“ اور ”ربنا ولك الحمد“ کے بعد دیگر اذکار بھی پڑھتے تھے اور دعائیں بھی کرتے تھے امام بخاری نے ان احادیث کی روایت اس لیے نہیں کی کہ وہ احادیث ان کی شرط کے مطابق نہیں تھیں امام مسلم اور دیگر محدثین نے ان احادیث کی روایت کی ہے ان میں سے ایک حدیث یہ ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا کرتے:

اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمَوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ وَمِلْءُ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔ اے اللہ ہمارے رب! تیرے لیے ایسی حمد ہے جس سے آسمان بھر جائیں اور زمین بھر جائے اور ان کے درمیان کی چیزیں

بھر جائیں اور جس چیز کو تو چاہے وہ بھر جائے۔

(صحیح مسلم: ۷۷۱، سنن ابوداؤد: ۷۴۳، سنن ترمذی: ۲۶۶، سنن نسائی: ۸۹۶، سنن ابن ماجہ: ۸۶۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۶-۲۷۵-۲۷۴-۲۷۳-۲۷۲-۲۷۱-۲۷۰-۲۶۹-۲۶۸-۲۶۷-۲۶۶-۲۶۵-۲۶۴-۲۶۳-۲۶۲-۲۶۱-۲۶۰-۲۵۹-۲۵۸-۲۵۷-۲۵۶-۲۵۵-۲۵۴-۲۵۳-۲۵۲-۲۵۱-۲۵۰-۲۴۹-۲۴۸-۲۴۷-۲۴۶-۲۴۵-۲۴۴-۲۴۳-۲۴۲-۲۴۱-۲۴۰-۲۳۹-۲۳۸-۲۳۷-۲۳۶-۲۳۵-۲۳۴-۲۳۳-۲۳۲-۲۳۱-۲۳۰-۲۲۹-۲۲۸-۲۲۷-۲۲۶-۲۲۵-۲۲۴-۲۲۳-۲۲۲-۲۲۱-۲۲۰-۲۱۹-۲۱۸-۲۱۷-۲۱۶-۲۱۵-۲۱۴-۲۱۳-۲۱۲-۲۱۱-۲۱۰-۲۰۹-۲۰۸-۲۰۷-۲۰۶-۲۰۵-۲۰۴-۲۰۳-۲۰۲-۲۰۱-۲۰۰-۱۹۹-۱۹۸-۱۹۷-۱۹۶-۱۹۵-۱۹۴-۱۹۳-۱۹۲-۱۹۱-۱۹۰-۱۸۹-۱۸۸-۱۸۷-۱۸۶-۱۸۵-۱۸۴-۱۸۳-۱۸۲-۱۸۱-۱۸۰-۱۷۹-۱۷۸-۱۷۷-۱۷۶-۱۷۵-۱۷۴-۱۷۳-۱۷۲-۱۷۱-۱۷۰-۱۶۹-۱۶۸-۱۶۷-۱۶۶-۱۶۵-۱۶۴-۱۶۳-۱۶۲-۱۶۱-۱۶۰-۱۵۹-۱۵۸-۱۵۷-۱۵۶-۱۵۵-۱۵۴-۱۵۳-۱۵۲-۱۵۱-۱۵۰-۱۴۹-۱۴۸-۱۴۷-۱۴۶-۱۴۵-۱۴۴-۱۴۳-۱۴۲-۱۴۱-۱۴۰-۱۳۹-۱۳۸-۱۳۷-۱۳۶-۱۳۵-۱۳۴-۱۳۳-۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰-۱۲۹-۱۲۸-۱۲۷-۱۲۶-۱۲۵-۱۲۴-۱۲۳-۱۲۲-۱۲۱-۱۲۰-۱۱۹-۱۱۸-۱۱۷-۱۱۶-۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱)

امام شافعی اور اسحاق نے ”سمع اللہ لمن حمدہ“ اور ”ربنا ولك الحمد“ کے بعد ان اذکار کے پڑھنے کو نماز میں مستحب قرار دیا ہے، خواہ نماز فرض ہو یا نفل اور فقہاء احناف نے ”سمع اللہ لمن حمدہ“ اور ”ربنا ولك الحمد“ کے علاوہ کسی اور دعایا ذکر پڑھنے کو مستحب نہیں قرار دیا ہے، البتہ انہوں نے کہا کہ یہ اذکار نوافل میں پڑھنے پر محمول ہیں، امام احمد نے کہا: ”ملء ما شئت“ تک یہ دعا پڑھی جائے اور اس سے زائد نہ پڑھی جائے اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ دعا فرائض میں بھی پڑھنی مستحب ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۸۰-۷۷ ملخصاً دار ابن الجوزیہ ریاض ۱۴۱۷ھ)

دعاء قنوت کو رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ظہر، عشاء اور صبح کی نمازوں میں دعاء قنوت پڑھنا مستحب ہے اور ظاہریہ (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ دعاء قنوت تمام نمازوں میں پڑھنی مستحسن ہے، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھی جائے، ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے، امام مالک اور ایک روایت میں امام احمد سے یہ منقول ہے کہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک دعاء قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت البراء بن عازب، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے اور تابعین میں سے عمر بن عبد العزیز، عبید السلمانی، حمید الطویل اور عبد اللہ بن المبارک کا بھی یہی موقف ہے، علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک اس میں نمازی کو اختیار ہے، خواہ وہ رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھے یا رکوع کے بعد اور یہ امام احمد سے منقول ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۰۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۹۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ الْقُنُوتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ. [طرف الحديث: ۱۰۰۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، از خالد الحداء از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہوں نے کہا: مغرب اور فجر میں قنوت پڑھی جاتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۶۷۸، سنن ترمذی: ۳۰۱، سنن نسائی: ۱۰۷۴، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۱، مسند الطحاوی: ۲۵۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن ابی الاسود ابوالاسود کا نام ہے: حمید بن الاسود ابوبکر البصری، یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) اسماعیل بن علیہ (۳) خالد بن مہران الحداء (۴) ابوقلابہ (۵) عبد اللہ بن زید بن عمرو الجرمی (۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۰۶)

فجر اور مغرب کی نمازوں میں دعاء قنوت کا منسوخ ہونا اور علامہ خطابی کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے مغرب اور فجر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی جاتی تھی پھر اس کو ترک کر دیا گیا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک مہینہ دعاء قنوت پڑھی پھر اس کو ترک کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۶۷۷، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۵)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے قبیلہ رغل اور ذکوان وغیرہ مخصوص قبائل کے خلاف دعا کو ترک کر دیا تھا اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ نے مطلقاً قنوت کو ترک کر دیا تھا یا آپ نے چار نمازوں میں قنوت کو ترک کر دیا تھا اور فجر کی نماز میں قنوت کو ترک نہیں کیا تھا۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۵۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: یہ کلام بلا دلیل ہے اور محض تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے کیونکہ اس حدیث میں ضمیر قنوت کی طرف راجع ہے اور یہ عام ہے اور تمام نمازوں کے قنوت کی طرف راجع ہے اس حدیث میں یہ کہنا کہ آپ نے فجر کی نماز کے علاوہ قنوت کو ترک کر دیا تھا یہ بھی بلا دلیل ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فجر کی نماز کی تخصیص کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ دنیا سے رخصت

ہو گئے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۹۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۲)

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ میں لکھا ہے کہ سند ایہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کی سند میں ابو جعفر رازی ہے ابن المدینی نے کہا: اس کا حافظ مختلط ہو گیا تھا یحییٰ نے کہا: وہ خطا کرتا تھا امام احمد نے کہا: وہ حدیث میں قوی نہیں ہے ابن حبان نے کہا: وہ مشاہیر سے مناکیر کی روایت میں منفرد تھا۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۰۷-۱۰۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھنے کے متعلق آثار

میں کہتا ہوں کہ امام عبدالرزاق نے اس حدیث کے معارض متعدد آثار روایت کیے ہیں:

اسود بن یزید اور عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھی انہوں نے دعاء قنوت نہیں پڑھی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۹۹۲)

علقہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۹۶۳)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۹۶۶)

ابن ابی نجیح بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ سے پوچھا: کیا حضرت عمر بن الخطاب صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟

انہوں نے کہا: نہیں ایہ لوگوں نے بعد میں بدعت نکالی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۴۹۷۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۴۵۳-ج ۲ ص ۳۱۸ پر بیان کی گئی ہے اس کی شرح میں قنوت فجر میں مذاہب اور

شافعیہ اور مالکیہ کے جوابات کا ذکر ہے۔

۷۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجَمِّرِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى ابْنِ خَلَادٍ الزُّرْقِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرْقِيُّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نَصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنْ الْمُتَكَلِّمُ؟ قَالَ أَنَا، قَالَ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَتَدَرَوْنَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نعیم بن عبداللہ الحمر از علی بن یحییٰ بن خلاد الزرقی از والد خود از رفاعہ بن رافع الزرقی انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک دن نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب نبی ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپ نے فرمایا: ”سمع الله لمن حمده“ تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے کہا: ”ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه“ جب آپ نماز پڑھ کر مڑے تو آپ نے پوچھا: یہ (کلمات) کون پڑھ رہا تھا؟ اس نے کہا: میں نے فرمایا: میں نے دیکھا میں نے زیادہ فرشتے ان کلمات کی طرف سبقت کر رہے تھے کہ ان میں سے کون ان کلمات کو پہلے لکھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۷۷۰، سنن نسائی: ۱۰۶۱، السنن الکبریٰ: ۶۳۹، صحیح ابن خزیمہ: ۶۱۳، صحیح ابن حبان: ۱۹۱۰، المعجم الکبیر: ۴۵۳۱، المستدرک ج ۱ ص ۲۲۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۵، سنن ابوداؤد: ۷۷۳، سنن ترمذی: ۴۰۴، مسند احمد ج ۴ ص ۳۴۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۹۹۶، ج ۳ ص ۳۳۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۷۷، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن مسلمہ القعقی (۲) امام مالک بن انس (۳) نعیم بن عبداللہ الحمر (۴) علی بن یحییٰ بن خلاد الانصاری المدنی یہ ۱۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ان کے والد یحییٰ بن خلاد بن رافع، ان کو نبی ﷺ نے گھٹی دی تھی (۶) ان کے چچا حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک زرقی رضی اللہ عنہ تھے یہ تمام غزوات میں حاضر رہے اور ان سے چوبیس احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری نے تین احادیث روایت کی ہیں یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۰۷)

حمد مذکور کے دیگر کلمات

اس حدیث میں ذکر ہے: ”حمداً طيباً“ اس کا معنی ہے: ایسی حمد جو دکھانے اور سنانے سے پاک ہو اور ”مبارکاً فيه“ کا ذکر ہے اس کا معنی ہے: جس میں بہت زیادہ خیر ہو سنن نسائی کی روایت میں ہے: ”مبارکاً عليه“ اس کا معنی ہے: ایسی حمد جو باقی رہے اس حمد کے یہ کلمات بھی منقول ہیں:

”الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه مبارکاً عليه کما يحب ربنا ويرضى“

(سنن ابوداؤد: ۷۷۳، سنن ترمذی: ۴۰۴، سنن نسائی: ۹۳۰)

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اس صحابی نے بلند آواز سے حمد کے کلمات کہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بہ آواز بلند ذکر کرنا جائز ہے جب کہ اس سے کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ ہو۔

(۲) اپنے اجتہاد سے ذکر ماثور میں اضافہ کرنا جائز ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۰۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح نہیں کیونکہ یہ اضافہ صرف ان کے اجتہاد سے نہیں تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی تقریر سے تھا کیونکہ آپ نے اس اضافہ کو سن کر رد نہیں فرمایا بلکہ اس اضافہ کی تحسین فرمائی تھی لہذا یہ بھی ذکر ماثور ہو گیا۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۲۷۔ بَابُ الْإِطْمَانِيَّةِ حِينَ

يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَوَى جَالِسًا حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ. اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۸۲۸ میں ہے۔

اور حمید نے کہا کہ نبی ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھایا پھر سیدھے بیٹھ گئے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا۔

۸۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ أَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يُصَلِّي، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى نَقُولَ قَدْ نَسِيَ. [طرف الحديث: ۸۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ثابت انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمارے لیے نبی ﷺ کی نماز کی صفت بیان کرتے تھے آپ نماز پڑھتے تھے پس جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے حتیٰ کہ ہم کہتے: شاید آپ بھول گئے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۷۲، الرقم لمسلم: ۱۰۴۲، مسند ابو یعلیٰ: ۳۳۶۳، صحیح ابن خزیمہ: ۶۰۹، صحیح ابن حبان: ۱۸۸۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۶، طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۳۶۹، ج ۲ ص ۷۵-۷۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

تومہ میں آپ کا طویل قیام

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نیچے جھک کر سجدہ میں جانا بھول گئے، علامہ ابن حجر نے کہا: یہ احتمال ہے کہ حضرت انس کی مراد یہ ہو کہ آپ یہ بھول گئے کہ آپ نماز میں ہیں یا آپ نے یہ گمان کیا کہ یہ قنوت کا وقت ہے اور آپ اعتدال سے کھڑے رہے یا جب آپ بیٹھے ہوتے تو یہ گمان کرتے کہ یہ تشهد کا وقت ہے اور ہم یہ کہتے کہ آپ قیام کے طول کی وجہ سے بھول گئے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۶۹، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے متعلق یہ تمام گمان آپ کی شان کے لائق نہیں ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا منشاء صرف اتنا ہے کہ آپ رکوع سے سر اٹھا کر بہت طویل قیام کرتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۹۶۲، ج ۱ ص ۱۲۶۵ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۸۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث

الْحَكَمُ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسُجُودُهُ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ کا رکوع اور سجود اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے اور دو سجدوں کے درمیان ان سب کا وقت برابر برابر ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۷۹۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۰۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِينَا كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَلِكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلَاةٍ، فَقَامَ قَامَكَنَّ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ قَامَكَنَّ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَنْصَبَ هُنَيْئَةً، قَالَ أَبُو قَلَابَةَ فَصَلَّى بِنَا صَلَاةَ شَيْخِنَا هَذَا أَبِي بُرَيْدٍ، وَكَانَ أَبُو بُرَيْدٍ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْأُخْرَى اسْتَوَى قَاعِدًا، ثُمَّ نَهَضَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت مالک بن الحویرث ہمیں دکھا رہے تھے کہ نبی ﷺ کی نماز کس طرح تھی اور یہ نماز کا وقت نہیں تھا، سو وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے جم کر قیام کیا، پھر رکوع کیا، پس جم کر رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سیدھے کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ ہر جوڑا اپنی جگہ پر آ گیا، ابو قلابہ کہتے ہیں: پھر ہم کو اس بوڑھے ابی برید کی طرح نماز پڑھائی (اس سے حضرت عمرو بن سلمہ کی طرف اشارہ کیا) جب انہوں نے دوسرے سجدہ سے اپنا سر اٹھایا تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، پھر کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۷۷ میں گزر چکی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: جس شخص نے نماز پڑھائی اور نماز سے اس کا قصد صرف نبی ﷺ کی نماز کی تعلیم دینا تھا، اور یہاں اس کا عنوان ہے: رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان سے کھڑے ہونا، اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۱۲۸ - بَابُ يَهْوَى بِالتَّكْبِيرِ حِينَ يَسْجُدُ

سجدہ کے وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے جھکنا

اس عنوان میں ”یہوی“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: گرتے ہوئے، جس طرح پانی اوپر سے نیچے گرتا ہے، اور اس کا معنی جلدی کرتے ہوئے بھی ہے اور اگر دواؤ پر زبر ہو ”یہوی“ تو اس کا معنی ہے: محبت کرتے ہوئے۔

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكُوتِهِ.

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھوں کو رکھتے۔

اس تعلیق کی اصل، شرح معانی الآثار: ۶/۱۳۷، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۹۹ اور مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۱ میں ہے۔

سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے یا اپنے گھٹنوں کو؟

بعض احادیث میں ہے کہ سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور بعض احادیث میں ہے: پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھے، ہاتھوں کو پہلے رکھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو اس طرح نہ بیٹھے

جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے لیکن پہلے ہاتھ رکھے پھر گھٹنے رکھے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۳۰۰، سنن ترمذی: ۲۶۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۱، شرح معانی الآثار: ۱۳۷۸)

امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہی مسلک ہے۔

پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

اور سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھنے کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھتے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۳۸، سنن ترمذی: ۲۶۸، سنن ابن ماجہ: ۲۸۲، شرح معانی الآثار: ۱۳۸۱)

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہی مذہب ہے اور اکثر صحابہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں پر گرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۱۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳، إدارة القرآن، کراچی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سجدہ میں جاتے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے اور

جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۰، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۵، دارالکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳)

عبداللہ بن مسلم بن یسار اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ سجدہ میں جاتے تو پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے پھر

ہاتھوں کو پھر سر کو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۱، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۶، دارالکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳، إدارة القرآن)

مہدی بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین کو دیکھا وہ اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۳، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۹، دارالکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳، إدارة القرآن)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے

گھٹنوں کو زمین پر رکھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۶-۲۷۱۱، دارالکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۳، إدارة القرآن)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری

انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام اور

ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر نماز

میں تکبیر پڑھتے خواہ فرض نماز ہو یا غیر فرض ہو رمضان ہو یا غیر

رمضان ہو پس جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو تکبیر پڑھتے پھر

رکوع کے وقت تکبیر پڑھتے پھر سجدہ سے پہلے کہتے: "سمع اللہ

لمن حمدہ" پھر کہتے: "ربنا ولك الحمد" پھر سجدہ میں

گرتے ہوئے اللہ اکبر کہتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر

۸۰۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنْ

الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ

الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ

أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ

وغيرها في رمضان وغيره فيكبر حين يقوم ثم

يكبر حين يركع ثم يقول سمع الله لمن حمده ثم

يقول ربنا ولك الحمد قبل أن يسجد ثم يقول

الله أكبر حين يهوي ساجدا ثم يكبر حين يرفع

رأسه من السجود ثم يكبر حين يسجد ثم يكبر

حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، اِنِّي لَا قَرْبَ لَكُمْ شَبَّهَا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۸۰۴۔ قَالَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. يَدْعُو لِرَجَالٍ فَيَسْمِيَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ، فَيَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعِيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، وَالْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطَأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ. وَأَهْلَ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِنْ مُضَرَ مُخَالِفُونَ لَهُ.

جن مسلمانوں کے حق میں آپ نے دعائے خیر کی

ولید سے مراد ہے: الولید بن الولید بن المغیرہ بن عبد اللہ مخزومی، یہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ غزوہ بدر کے دن ان کو حالت کفر میں گرفتار کیا گیا تھا، جب انہوں نے فدیہ دیا تو یہ اسلام لے آئے، ان سے کہا گیا کہ آپ فدیہ دینے سے پہلے اسلام کیوں نہیں لائے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میرے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ قید سے گھبرا کر اسلام لائے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے یہ کفار سے رہائی پا گئے۔

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ جنگ بدر کے دن ان کو حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا اور ان کو مکہ لے گئے تھے وہاں جا کر یہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ دعائے قنوت میں ان کا نام لے کر ان کے لیے دعا کرتے تھے تو یہ ان سے نجات پا کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور رسول اللہ ﷺ کی حیات میں وہیں فوت ہو گئے۔

سلمہ بن ہشام بن المغیرہ یہ ابو جہل کے بھائی تھے یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اسلام لانے کی پاداش میں ان کو تکلیفیں دی جاتی تھیں، ان کو قریش نے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کرنے دی، پھر انہوں نے غزوہ خندق کے بعد ہجرت کی اور غزوہ موتہ میں حاضر ہوئے اور یہ مرج الصفر یا اجنادین میں شہید ہوئے۔

عیاش بن ابی ربیعہ ابی ربیعہ کا نام عمرو بن المغیرہ ہے یہ ابو جہل کے اخیانی (ماں شریک) بھائی تھے اور بہت پہلے اسلام لا چکے تھے ابو جہل نے ان کو مکہ میں باندھ کر رکھا ہوا تھا یہ ملک شام میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے۔

کہتے پھر دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو جاتے پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ کہتے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز تمہارے قریب کر رہا ہوں بے شک ضرور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

ابوبکر بن عبد الرحمن اور ابوسلمہ دونوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے: "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد" کچھ لوگوں کا نام لے کر ان کے حق میں دعائے خیر کرتے سو آپ کہتے: اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ربیعہ کو اور کمزور مومنوں کو اے اللہ! مضر کو شدت سے روند ڈال اور ان پر ایسے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے اور ان دنوں میں مضراہل مشرق تھے جو آپ کے مخالف تھے۔

جن لوگوں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی

مضر بن نزار بن معد بن عدنان یہ بہت بڑا خاندان ہے اور اس میں بہت قبائل ہیں جیسے قریش، اسد اور تمیم وغیرہ آپ کا ارشاد ہے: جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے اس میں مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جیسے ان پر بہت لمبے عرصہ تک قحط رہا اور وہ کئی سالوں تک مشقت اور مصیبت کو برداشت کرتے رہے اسی طرح مضر بھی لمبے عرصہ تک مصائب کا شکار رہے۔

اس حدیث کے باقی فوائد صحیح البخاری: ۷۹۷ میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

۸۰۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَقَطَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ، وَرَبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ، فَجَحَشَ شِقَّةُ الْإِيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدَةً، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا وَقَعَدْنَا. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُوْدًا، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا. قَالَ سُفْيَانُ كَذَا جَاءَ بِهِ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ لَقَدْ حَفِظْتُ كَذَا، قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ. حَفِظْتُ مِنْ شِقَّةِ الْإِيْمَنِ، فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَنَا عِنْدَهُ فَجَحَشَ سَاقَهُ الْإِيْمَنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے کئی مرتبہ حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے پس آپ کی دائیں جانب زخمی ہو گئی ہم آپ کے پاس آپ کی عیادت کے لیے آئے پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ سفیان نے کہا: ہم نے بیٹھ کر نماز پڑھی جب آپ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہے تو تم کہو: ”ربنا ولك الحمد“ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔ سفیان نے کہا: اسی طرح معمر نے روایت کی ہے میں نے کہا: ہاں! اس نے اس کو اسی طرح یاد رکھا الزہری نے کہا ہے: ”ولك الحمد“ میں نے دائیں جانب کو یاد رکھا ہے جب ہم الزہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے کہا: اور میں ان کے پاس تھا کہ آپ کی دائیں پنڈلی زخمی ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۷۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

سجدہ کی فضیلت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور عطاء بن یزید اللیثی نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا:

۱۲۹ - بَابُ فَضْلِ السُّجُودِ

۸۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ هَلْ تَمَارُونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ؟

قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ فَهَلْ تَمَارُونَ فِي الشَّمْسِ
لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ؟ قَالُوا لَا، قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ
كَذَلِكَ، يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُولُ مَنْ كَانَ
يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ، وَمِنْهُمْ
مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيتَ، وَتَبْقَى
هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا، فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ فَيَقُولُ أَنَا
رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا، فَإِذَا
جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ، فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ
فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا، فَيَدْعُوهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ
ظَهْرَانِي جَهَنَّمَ، فَاكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ
بِأَمْرِهِ، وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ، وَكَلَامُ
الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللَّهُمَّ سَلِّمْ وَسَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ
كَالَلِبِ، مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ
السَّعْدَانِ؟ قَالُوا نَعَمْ، قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ،
غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عَظَمِهَا إِلَّا اللَّهُ، تَخْطِفُ النَّاسَ
بِأَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يُتَوَقَّى بِعَمَلِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ
يُخْرَدِلُ ثُمَّ يَنْجُو، حَتَّى إِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَحْمَةً مَنْ أَرَادَ
مِنْ أَهْلِ النَّارِ، أَمَرَ اللَّهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مَنْ
كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ، فَيُخْرِجُونَهُمْ وَيَعْرِفُونَهُمْ بِأَنْوَاعِ
السُّجُودِ، وَحَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ،
فَيُخْرِجُونَ مِنَ النَّارِ، فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ، إِلَّا
أَثَرَ السُّجُودِ، فَيُخْرِجُونَ مِنَ النَّارِ قَدْ امْتَحَشُوا،
فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ
فِي حِمِيلِ السَّيْلِ، ثُمَّ يَفْرُغُ اللَّهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ
الْعِبَادِ، وَيَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَهُوَ اخِرُ أَهْلِ
النَّارِ دُخُولًا الْجَنَّةَ، مُقْبِلًا بِوَجْهِهِ قِبَلَ النَّارِ، فَيَقُولُ يَا
رَبِّ اضْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ، قَدْ قَشَيْتَنِي رِبْحَهَا،
وَأَحْرَقَنِي ذِكَاوُهَا، فَيَقُولُ هَلْ عَسَيْتَ أَنْ فَعِلَ ذَلِكَ
بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذَلِكَ؟ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ، فَيُعْطَى

کیا تمہیں پورے چاند کی رات کو چاند کو دیکھنے میں کوئی رکاوٹ ہوتی
ہے جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں! یا رسول
اللہ! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں رکاوٹ ہوتی
ہے جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ صحابہ نے کہا: نہیں! آپ نے
فرمایا: پس تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے قیامت کے دن لوگوں
کو جمع کیا جائے گا، پس اللہ فرمائے گا: جو شخص جس کی عبادت کرتا تھا
وہ اس کے پیچھے جائے گا، پس ان میں سے بعض سورج کی اتباع کریں
گے اور ان میں سے بعض چاند کی اتباع کریں گے اور ان میں سے
بعض بتوں کی اتباع کریں گے اور یہ امت باقی رہے گی اس امت
میں اس کے منافقین بھی ہوں گے پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ آ کر
فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں، پس وہ کہیں گے: ہم یہیں رہیں
گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آ جائے، پس جب ہمارا رب
آ جائے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے، پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ
آئے گا، پس فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں، سو وہ کہیں گے: تو ہمارا
رب ہے، پس وہ ان کو بلائے گا، پھر جہنم کے وسط کے اوپر ایک پل
بچھا دیا جائے گا، پس رسولوں میں سے میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی
امت کے ساتھ اس پر سے گزرے گا اور اس دن رسولوں کے سوا
کوئی بات نہیں کرے گا اور اس دن رسولوں کا کلام یہ ہوگا: اے
اللہ! سلامت رکھ سلامت رکھ! اور جہنم میں درخت سعدان کے
کانٹوں کی طرح آنکڑے (ہک) ہوں گے، کیا تم نے درخت
سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! آپ نے
فرمایا: پس بے شک وہ آنکڑے درخت سعدان کے کانٹوں کی مثل
ہوں گے لیکن اللہ کے سوا ان کے عظیم ہونے کی مقدار کو کوئی نہیں
جانتا، وہ ان کو ان کے گناہوں کی مقدار کے حساب سے اچک (پکڑ)
لیں گے، سو ان میں سے بعض اپنے گناہ کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں
گے اور ان میں سے بعض کٹ جائیں گے، پھر نجات پا جائیں گے
حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے جن پر رحمت کا ارادہ فرمائے گا
تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کی
عبادت کرتا تھا اس کو نکال دیں، پھر فرشتے ان کو نکال دیں گے اور وہ

اللّٰهُ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ، فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ، فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ، رَأَى بِهَجَّتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ، ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِمْنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أُعْطِيتَ الْعُهُودَ وَالْمِيثَاقَ، أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ؟ فَيَقُولُ يَا رَبِّ لَا أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ، فَيَقُولُ فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيتَ ذَلِكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَهُ؟ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ، لَا أَسْأَلُ غَيْرَ ذَلِكَ، فَيُعْطِي رَبُّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ، فَيَقْدِمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا، فَرَأَى زَهْرَتَهَا، وَمَا فِيهَا مِنَ النَّصْرَةِ وَالسُّرُورِ، فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ، فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى وَيَحْكُ يَا ابْنَ آدَمَ، مَا أَغْدَرَكَ! أَلَيْسَ قَدْ أُعْطِيتَ الْعُهُودَ وَالْمِيثَاقَ، أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيتَ؟ فَيَقُولُ يَا رَبِّ! لَا تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ، فَيَضْحَكُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ، ثُمَّ يَأْذُنُ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ أُمْنِيَّتُهُ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ زِدْ مِنْ كَذَا وَكَذَا، أَقْبَلَ يُذَكِّرُهُ رَبُّهُ، حَتَّى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكَ ذَلِكَ وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَمْ أَحْفَظْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَوْلَهُ لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ ذَلِكَ لَكَ وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ. [أطراف الحديث: ۶۵۷۳-۷۴۳۷]

(صحیح مسلم: ۱۸۲، رقم المسلسل: ۳۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۵۶)

السنۃ لابن ابی عاصم: ۳۵۵، صحیح ابن حبان: ۷۴۲۹، سنن نسائی: ۱۱۳۹

السنن الکبریٰ: ۱۱۶۳، سنن دارمی: ۲۸۰۱، صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۵، مسند

ان کو سجدہ کی نشانیوں سے پہچانیں گے اور اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی نشانیوں کو کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے، سو ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا، وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر ان پر حیات کا پانی اٹھایا جائے گا، پس وہ اس طرح اُگیں گے جس طرح دانہ سیلاب کی مٹی میں اُگتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی ہوگا اور وہ دوزخ سے نکلنے والوں میں سے آخری شخص ہوگا اور جنت میں داخل ہونے والوں میں بھی آخری شخص ہوگا، اس وقت اس کا چہرہ دوزخ کی طرف ہوگا، وہ کہے گا: اے میرے رب! میرا چہرہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے، اس کی بدبو نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور اس کی تیزی نے مجھے جلا ڈالا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارے ساتھ ایسا کر دیا گیا تو شاید تم پھر اس کے علاوہ اور کوئی سوال کرو گے، پس وہ کہے گا: نہیں، تیری عزت کی قسم! پھر اللہ تعالیٰ اس سے پختہ عہد اور میثاق لے گا، پس اللہ اس کے چہرے کو دوزخ سے پھیر دے گا، پس جب وہ جنت کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کی تروتازگی دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ اس کو خاموش رکھنا چاہے گا وہ خاموش کھڑا رہے گا، پھر کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازہ پر پہنچا دے، پس اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تم نے پختہ عہد اور میثاق نہیں کیا تھا کہ تم پہلے سوال کے علاوہ اور کوئی سوال نہیں کرو گے؟ پس وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے بد نصیب نہ ہو جاؤں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارا یہ سوال پورا کر دیا گیا تو پھر تو قہر ہے کہ تم کوئی اور سوال تو نہیں کرو گے، وہ کہے گا: نہیں، تیری عزت کی قسم! میں اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ جو عہد اور میثاق چاہے گا اس سے لے گا، پھر وہ اس کو جنت کے دروازہ پر لے جائے گا، پس جب وہ جنت کے دروازہ پر پہنچے گا اور جنت کی رونق اور تروتازگی اور خوش نمائی دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ تعالیٰ اس کو خاموش رکھنا چاہے گا وہ خاموش رہے گا، پھر وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھ کو جنت میں داخل کر دے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! تم پر افسوس ہے، تم نے

احمد ج ۲ ص ۲۷۶ طبع قدیم مسند احمد: ۷۷۱ ج ۱۳ ص ۱۳۴ مؤسسۃ
الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۴ مکتبۃ الرشید ریاض
(۵۱۳۲۷)

عہد شکن ہو! کیا تم نے پختہ عہد اور میثاق نہیں کیے تھے کہ تم کو جو کچھ
دیا گیا ہے تم اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کرو گے؟ پس وہ کہے گا:
اے میرے رب! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بد نصیب نہ
بنا، پس اللہ عزوجل اس سے ہنسے گا، پھر اس کو جنت میں داخل
ہونے کی اجازت دے گا، پھر اس سے فرمائے گا: اب تم تمنا کرو،
پس وہ تمنا کرے گا، حتیٰ کہ جب اس کی تمنا پوری ہو جائے گی تو اللہ
اسے فرمائے گا: اور فلاں فلاں چیز کو زیادہ کرو اور اس کا رب
عزوجل اس کو چیزیں یاد دلائے گا، حتیٰ کہ جب اس کی تمنائیں ختم
ہو جائیں گی تو اللہ اس سے فرمائے گا: تم یہ چیزیں بھی لے لو اور ان
کے ساتھ ان کی ایک مثل اور لے لو۔ حضرت ابوسعید خدری نے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ
عزوجل ارشاد فرمائے گا: تمہارے لیے یہ چیزیں بھی ہیں اور ان کی
دس مثالیں اور ہیں، حضرت ابو ہریرہ نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ
کا صرف یہ قول یاد ہے: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے
یہ چیزیں ہیں اور ان کے ساتھ ان کی ایک مثل ہے، حضرت ابوسعید
خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ سے یہ سنا تھا: تمہارے لیے یہ
ہیں اور ان کی دس مثالیں ہیں۔

اس حدیث کے چہر جال ہیں اور ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی نشانیوں کو کھانا آگ پر حرام کر دیا

ہے۔

”طواغیت“ کا معنی اور اس کی تفصیل

اس حدیث میں ”طواغیت“ کا لفظ ہے ”طواغوت“ کی جمع ہے ”طغیان“ کا مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ سرکشی کرنے والا
ابن سیدہ نے کہا کہ اللہ عزوجل کو چھوڑ کر جس کی عبادت کی جائے اس کو ”طواغوت“ کہتے ہیں، واحد جمع مذکر اور مؤنث سب پر اس لفظ کا
اطلاق ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ”طواغوت“ شیطان ہے، ایک قول ہے: جس پتھر کی عبادت کی جائے وہ ”طواغوت“ ہے، الصحاح
میں مذکور ہے: جو گمراہ کرنے والوں کا سردار ہو وہ ”طواغوت“ ہے، المغنیث میں ہے: شیطان نے جس کی عبادت کو مزین کر دیا ہو وہ
”طواغوت“ ہے، ابن جریر نے کہا: ساحر ”طواغوت“ ہے، ابو العالیہ نے کہا: کاہن ”طواغوت“ ہے۔ (واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ
حضرت عزیر علیہ السلام سیدہ مریم اور فرشتوں کی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے مگر ان پر ”طواغوت“ کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کس صفت میں آئے گا جو مسلمان اس کو نہیں پہچانیں گے اور اس سلسلہ میں بحث و نظر

اس حدیث میں مذکور ہے: اس امت کے پاس اللہ تعالیٰ آ کر فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں، پس وہ کہیں گے: ہم یہیں رہیں

گئے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آجائے۔

اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعض فرشتے آئیں گے اور اس فرشتے کے اوپر حدوث کی علامتیں ہوں گی اس وجہ سے وہ اس کے رب ہونے کا انکار کر دیں گے یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایسی صورت میں آئے گا جو صفات الوہیت کے مشابہ نہیں ہوگی، تاکہ امت مسلمہ کا امتحان لے اور یہ مؤمنین کا آخری امتحان ہوگا اور جب وہ فرشتہ یا اس صورت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں تو وہ اس پر مخلوق کی علامات دیکھ کر کہیں گے کہ وہ ان کا رب نہیں ہے۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صورت کا ذکر ہے اور صورت کیفیت ہے اور اللہ تعالیٰ کیفیت سے منزہ ہے سو اس میں صورت بہ معنی صفت ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر فرشتہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو یہ جھوٹ ہے اور فرشتے معصوم ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے بہ طور امتحان کہیں گے اور یہ گناہ نہیں ہے دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا ذکر ہے اور اس امت میں منافقین بھی ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے اس کا جواب یہ ہے کہ اس امت کے مجموعہ میں منافقین بھی ہیں اور مسلمین بھی ہیں اور جب مجموعہ پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مجموعہ کے ہر فرد پر وہ حکم ہو اس لیے اس امت کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ منافقین بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھیں دوسری بار اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ تجلی فرمائے گا جن میں علامات حدوث نہیں ہوں گی اس لیے مسلمان ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہاں! تو ہمارا رب ہے۔

”یوبق“ اور ”یخردل“ کا معنی اور مرجحہ معتزلہ اور خوارج کا رد

اس حدیث میں ”یوبق“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وہ ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اس میں ”یخردل“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کٹ جائیں گے۔ ابن قریول نے کہا: ”خردلہ“ کا معنی ہے: گوشت کو کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دینا۔ اس حدیث میں مذکور ہے: فرشتے ان کو سجدہ کی نشانیوں سے پہچانیں گے یہ سات اعضاء ہیں: پیشانی، یا چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پیر اور بعض نے کہا: صرف پیشانی، نیز اس حدیث میں ہے: وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حقیقہً جل کر کوئلہ ہو جائیں گے اور اس میں مرجحہ کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مؤمن خواہ کوئی گناہ کریں ان کو عذاب نہیں ہوگا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ سورۃ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے لیکن ان کا ادراک سلب کر لیا جائے گا اس لیے ان کو درد کا احساس نہیں ہوگا اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا. (الزمر: ۵۳)

تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

تاہم یہ قطعی اور لازمی امر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے عموم اور شمول کی وجہ سے ایک ظنی امر ہے اور حدیث میں ہے کہ میں اپنے بندہ کے اس ظن کے موافق ہوتا ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵۔ ج ۳ ص ۱۰۶ الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۹۳)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا اس حدیث میں معتزلہ اور خوارج کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص گناہ کبیرہ کر کے بغیر توبہ کے مر گیا اس کو دائمی عذاب ہوگا اور اس کو دوزخ سے نکالا نہیں جائے گا۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر اہل سنت کے دلائل اور معتزلہ کی دلیل کے جوابات

اس حدیث میں دلیل ہے کہ آخرت میں مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے قرآن مجید میں ہے:

وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝
بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے ۝ اپنے رب کی
(القیامۃ: ۲۲-۲۳) طرف دیکھنے والے ہوں گے ۝

معترکہ اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا انکار کرتے ہیں اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:
لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ
آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک
(الانعام: ۱۰۳) فرماتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ادراک سے مراد یہاں پر احاطہ ہے اور جب مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو وہ اس کا احاطہ
نہیں کر سکیں گے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دنیا میں انسانوں کی آنکھیں مراد ہیں یا آخرت میں کفار کی آنکھیں مراد ہیں یا
آخرت کے بعض احوال میں مسلمانوں کی آنکھیں مراد ہیں۔

سجدہ کی فضیلت میں دیگر احادیث

اس حدیث میں سجدہ کی فضیلت کا ذکر ہے سجدہ کی فضیلت کے متعلق دیگر یہ احادیث ہیں:
حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: آپ مجھے وہ عمل بتائیں جس کو میں کروں تو
اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے آپ نے فرمایا: تم بہ کثرت اللہ تعالیٰ کے لیے سجدے کرو کیونکہ جب بھی تم اللہ کے لیے سجدہ کرو
گے اللہ اس سجدہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کر دے گا اور تمہارا ایک گناہ گرا دے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۸، سنن ترمذی: ۳۸۹-۳۸۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۳)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتا تھا میں آپ کے وضوء اور
طہارت کے لیے پانی لے کر آیا آپ نے مجھ سے فرمایا: سوال کرو میں نے کہا: میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا
ہوں آپ نے فرمایا: یا اس کے سوا کوئی اور سوال؟ میں نے کہا: مجھے یہ کافی ہے آپ نے فرمایا: پھر تم بہ کثرت سجدے کر کے میری مدد
کرو۔ (صحیح مسلم: ۲۸۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۰، سنن ترمذی: ۳۴۱۶، سنن نسائی: ۱۱۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب حالت سجدہ
میں ہوتا ہے پس تم (سجدہ میں) بہ کثرت دعا کرو۔ (صحیح مسلم: ۳۸۲، سنن ابوداؤد: ۸۷۵، سنن نسائی: ۱۱۳۷)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۵۹-ج ۱ ص ۷۸۲ پر مذکور ہے وہاں اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی رویت میں اہل قبلہ کے مذاہب ② اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان۔

سجدہ میں بازوؤں کو کشادہ رکھے

اور (پیٹ سے) دور رکھے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر
از ابن ہرمرز از حضرت عبد اللہ ابن مالک ابن حسیہ کہ نبی ﷺ
جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں
کی سفیدی ظاہر ہوتی اور لیٹ نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے اس

۱۳۰ - بَابُ يَبْدِي ضَبْعِيْهِ

وَيُجَافِي فِي السُّجُودِ

۸۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ
مُضَرَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ ابْنِ هُرْمُزٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
مَالِكٍ بْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
إِذَا صَلَّى قَرَّحَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ ابْطِينِهِ .
وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ نَحْوَهُ .

حدیث کی مثل بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۹۰ کا مطالعہ فرمائیں وہاں بھی اس حدیث کا یہی عنوان تھا۔

انگلیوں کی اطراف کا منہ

۱۳۱ - بَابُ يَسْتَقْبِلُ

قبلہ کی طرف رکھے

بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ

یعنی نماز میں پیروں کی انگلیوں کا منہ قبلہ کی طرف رکھے۔

اس حدیث کی حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ

قَالَ أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى

سے روایت کی ہے۔

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یعنی حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نماز میں پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف رکھنے یہ حدیث صحیح

البخاری: ۸۲۸ میں آئے گی سجدہ میں انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر رکھنا فرض یا واجب نہیں ہے سنت یا مستحب ہے۔ اس کی تفصیل ہم

نے شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹۱ پر بیان کر دی ہے۔

جب نمازی پورا سجدہ نہ کرے

۱۳۲ - بَابُ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُودَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے

۸۰۸ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از

مَهْدِيٍّ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ

واصل از ابی وائل از حذیفہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک

رَأَى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ، فَلَمَّا قَضَى

شخص کو دیکھا وہ نماز میں رکوع اور سجود مکمل نہیں کر رہا تھا جب اس

صَلَوْتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ، قَالَ وَاحِسْبُهُ قَالَ

نے نماز پڑھ لی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم نے

وَلَوْ مَتَّ مَتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

(کامل) نماز نہیں پڑھی اور اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے)

وَسَلَّمَ.

مر گئے تو نبی ﷺ کی سنت کے خلاف پرمرو گے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۹ میں گزر چکی ہے وہاں بھی اس حدیث کا یہی عنوان تھا۔

سجدہ سات ہڈیوں پر ہے

۱۳۳ - بَابُ السُّجُودِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ

سات ہڈیوں سے مراد سات اعضاء ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان

۸۰۹ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ

کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن

عَمْرٍو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَمَرَ

دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ بیان کرتے ہیں کہ نبی

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ

ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ آپ

أَعْضَاءٍ وَلَا يَكْفَى شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا أَلْجَبْهَةً وَالْيَدَيْنِ

بالوں کو موڑیں نہ کپڑے کو موڑیں (وہ سات اعضاء یہ ہیں:)

وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ.

پیشانی دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے دونوں پیر۔

[اطراف الحدیث: ۸۱۰-۸۱۲-۸۱۵-۸۱۶]

(صحیح مسلم: ۳۹۰، الرقم المسلسل: ۱۰۷۶، سنن ابوداؤد: ۸۸۹، سنن ترمذی: ۲۷۳، سنن نسائی: ۱۰۹۲، سنن ابن ماجہ: ۸۸۳، المعجم الکبیر: ۱۰۸۵۸، مسند احمد: ۴۹۳، مسند ابویعلیٰ: ۲۳۸۹، المستمعی: ۱۹۹، صحیح ابن خزیر: ۶۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۴۹۷۱، شرح السنن: ۱۸۸، صحیح ابن حبان: ۱۹۲۳، مسند احمد)

ج ۱ ص ۱۲۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۳۰، مکتبۃ الرشید، ریاض، ۱۴۲۷ھ، مسند الطحاوی: (۳۱۰۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قبیصہ بن عقبہ بن عامر الکوفی (۲) سفیان ثوری (۳) عمرو بن دینار (۴) طاؤس بن کيسان (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۸)

جن اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے ان میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، عطاء، طاؤس، الحسن، ابن سیرین، قاسم، سالم، شعبی اور زہری نے کہا: جب کسی شخص نے پیشانی پر سجدہ کیا اور اس کی ناک زمین پر نہیں لگی تو یہ کافی ہے، امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے اور ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ پیشانی کے ساتھ ناک پر بھی سجدہ کرے، امام ابو حنیفہ نے کہا: اگر نمازی پیشانی کے بغیر صرف ناک پر سجدہ کرے تو یہ بھی کافی ہے، طاؤس، ابن سیرین اور ابن القاسم نے بھی اس کی مثل کہا ہے۔

ابراہیم النخعی، عکرمہ، ابن ابی لیلیٰ اور سعید بن جبیر نے کہا: پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے، امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے اپنی ناک زمین پر نہیں رکھی اس نے سجدہ نہیں کیا۔

امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ ان سات اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے، جس نے ان میں سے بعض اعضاء پر سجدہ کیا اس کا سجدہ ادا نہیں ہوا۔

چہرے کے علاوہ باقی چھ اعضاء پر سجدہ فرض نہ ہونے کے دلائل

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ بعض احادیث میں ہے: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پیشانی پر اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا۔

ابن القصار نے کہا: تمام زمانوں کا اجماع حجت ہے اور ہم نے تابعین کے زمانہ میں وہ قول پائے ہیں: (۱) بعض نے کہا: پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے (۲) بعض نے کہا: صرف پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے اور جس نے کہا: صرف ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے وہ ان کے اجماع سے خارج ہے اور جس نے کہا: ان سات اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد جگہ سجدہ کا ذکر کیا ہے، لیکن چہرے کے سوا اور کسی عضو کا ذکر نہیں کیا۔

وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے

يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ. (بنی اسرائیل: ۱۰۹)

ہیں۔

سَيَمَاحُ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ. (الفتح: ۲۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سجدہ کی آیات میں سجدہ میں بار بار یہ پڑھتے:

سجد وجہی للذی خلقہ وشق سمعہ وبصرہ

میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا، جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی سماعت اور بصارت کو کھول کر ان میں ادراک پیدا

بحولہ وقوتہ۔

کیا اور ان کو اپنی قوت اور طاقت سے بنایا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۱۳، سنن ترمذی: ۵۸۰، سنن نسائی: ۱۱۲۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۹، دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۷، مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۷، کنز العمال: ۱۹۸۱۲، مشکوٰۃ: ۱۰۳۵)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اعرابی سے فرمایا:

فیسجد فیمكن وجہہ وربما قال جہتہ من الارض. (سنن ابوداؤد: ۸۵۸، اتحاف ۲ ص ۳۸۱، المعجم الکبیر: ۲۵۲۵) پیشانی کو زمین سے لگا کر رکھے۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کے لیے چہرہ یا پیشانی کے لیے اور کسی عضو کا ذکر نہیں کیا۔

اور جب نمازی سجدہ سے عاجز ہو تو وہ سجدہ کے لیے صرف سر سے اشارہ کر سکتا ہے اور ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کے لیے اشارہ نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کا تعلق صرف چہرے سے ہے اور باقی چھ اعضاء میں سے اور کسی عضو سے سجدہ کا تعلق نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان تمام اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممتنع نہیں ہے کہ کسی فعل کا حکم دیا جائے اور اس فعل کی بعض چیزوں کو کرنا فرض ہو اور بعض چیزوں کو کرنا فرض نہ ہو (جیسے نماز میں تکبیرۃ تحریمہ پڑھنا فرض ہے اور انتقالات ارکان کی تکبیرات پڑھنا سنت ہے اور تسبیحات کو پڑھنا مستحب ہے۔ سعیدی غفرلہ) اسی طرح سجدہ میں چہرہ کو زمین پر رکھنا فرض ہے اور باقی چھ اعضاء کو زمین پر رکھنا فرض نہیں ہے اور ہم نے ان چھ چیزوں کی تخصیص کتاب اور سنت کی دلالت سے کی ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۵۰۵-۵۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے اس حدیث کی بہت عمدہ شرح کی ہے لیکن اس میں انہوں نے جو لکھا ہے کہ جس نے سجدہ میں صرف ناک کو زمین پر رکھنے کو کافی کہا ہے اس کا قول اجماع سے خارج ہے اس میں انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس کا جواب حسب ذیل ہے:

امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطلال کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطلال کا اعتراض امام ابوحنیفہ پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ حدیث سے صرف چہرہ کو زمین پر لگانا فرض ہے اور اس سے مراد پورے چہرہ کو زمین پر لگانا نہیں ہے ورنہ صرف پیشانی کو زمین پر لگانا کافی نہ ہوتا بلکہ چہرے کے بعض اجزاء کو زمین پر لگانا فرض ہے اور ناک زمین پر رکھنے سے بھی چہرے کا بعض حصہ زمین پر لگ جاتا ہے اس لیے صرف ناک کا زمین پر لگ جانا بھی سجدہ کے لیے کافی ہے امام اعظم کا دوسرا قول یہ ہے کہ بغیر عذر کے صرف ناک پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۰)

ناک پر سجدہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام اعظم کے مذہب کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو اپنی ناک کو زمین کے ساتھ لگائے کیونکہ اللہ نے اس کو طلب کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۸۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۲، إدارة القرآن کراچی)

عبداللہ بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں: میرے پاس سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ گزرے اس وقت میں سجدہ کر رہا تھا انہوں نے کہا:

اے عیسیٰ کے بیٹے! اللہ کے لیے اپنی ناک زمین پر رکھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن، کراچی) وقاء بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: کسی شخص کی نماز اس وقت تک کامل نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اپنی ناک زمین پر نہ لگائے جس طرح وہ اپنی پیشانی زمین پر لگاتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن، کراچی) انیوب بیان کرتے ہیں کہ طاؤس سے ناک پر سجدہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: کیا وہ چہرہ کا مکرم جز نہیں ہے! (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن، کراچی) عاصم بیان کرتے ہیں کہ جب ابن سیرین ایسی جگہ نماز پڑھتے جہاں ناک نہ لگ سکتی تو وہ دوسری جگہ چلے جاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن، کراچی) ثابت بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع بن جبیر کو دیکھا وہ زمین پر اپنی ناک لگاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن، کراچی) عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک انسان کے پاس سے گزرے جو سجدہ میں اپنی ناک کو زمین پر نہیں رکھ رہا تھا آپ نے فرمایا: جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں اپنی ناک کو زمین پر نہیں لگایا اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۱۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن، مراسل ابوداؤد: ۴۴، مصنف عبدالرزاق: ۲۹۸۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۳، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۸، المستدرک ج ۱ ص ۲۷۰-۲۷۱)

اگر علامہ ابن بطلان آثار کا مطالعہ کر لیتے تو صرف ناک پر سجدہ کو کافی قرار دینے کی وجہ سے امام اعظم پر یہ طعن نہ کرتے کہ ان کا یہ قول فقہاء تابعین کے اجماع سے خارج ہے۔

تاہم امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کیا جائے اس پر دلیل یہ حدیث ہے: عبد الجبار بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ اپنی پیشانی اور اپنی ناک پر سجدہ کر رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۸۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۲۶۲، ادارۃ القرآن، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵-۳۱۷، المعجم الکبیر: ۶۵، ج ۲۲، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۲۶)

بالوں یا کپڑوں کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ بالوں کو موڑیں نہ کپڑوں کو موڑیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بالوں اور کپڑوں کو موڑنا مکروہ ہے ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ صرف حالت نماز میں مکروہ ہے قاضی عیاض نے اس کا رد کیا ہے کہ یہ جمہور کے خلاف ہے انہوں نے کہا ہے کہ نماز ہو یا غیر نماز یہ ہر حال میں مکروہ ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، مگر اس میں مذکور ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اگر اس نے اسی حال میں نماز پڑھی تو اس نے اچھا نہیں کیا، لیکن اس کی نماز صحیح ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ (بالوں اور کپڑوں کو نہ موڑنا) استحباب پر مبنی ہے جس نے ایسا کیا اور جماعت کھڑی ہوگئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔

بال موڑنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے بالوں کو سر کے وسط میں اکٹھا کرنے کے دھاگے سے باندھ لے اس سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ اس کو ایسی حالت میں نماز پڑھنی چاہیے کہ اس کے بال بھی اس کے ساتھ جبدہ کریں۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۳۱، ملخصاً، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ خیر الدین رملی نے لکھا ہے کہ نماز میں کپڑے کو اٹھانا مکروہ تحریمی ہے جیسے کپڑے کو موڑنا۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر مٹی سے بچانے کے لیے کپڑے کو اٹھایا جائے تو پھر حرج نہیں ہے۔

خلاصہ اور منیہ میں مذکور ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک موڑا جائے تو پھر مکروہ ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کہنیوں سے کم آستینوں کو موڑا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے، لیکن البحر الرائق میں مذکور ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ہر صورت میں کپڑا موڑنا مکروہ ہے کیونکہ کپڑا موڑنا ہر صورت میں صادق آتا ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۰، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی یا دامن سمیٹے نماز پڑھنا بھی مکروہ تنزیہی ہے خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔ (بہار شریعت حصہ ۳ ص ۸۴، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ عینی حنفی نے تلویح اور علامہ ابن التین کے حوالے سے لکھا ہے کہ کپڑا موڑنا مکروہ تنزیہی ہے علامہ شامی اور صاحب البحر الرائق کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی نے مکروہ تحریمی کی تصریح کی ہے قوت دلیل سے بہر حال یہی رائج ہے لیکن یہ وہ مکروہ تحریمی نہیں ہے جس سے نماز واجب الاعداد ہو۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۹۹۸۔ ج ۱ ص ۱۲۸ پر مذکور ہے اس شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) اعضاء سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ (۲) سجدہ میں پیرزمین پر رکھنے کی فرضیت کی تحقیق (۳) سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پیٹ لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق (۴) نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم۔

یہ شرح ۱۰۵ صفحات پر محیط ہے اور کسی کتاب میں ایسی تحقیق نہیں ہے۔

۸۱۰۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَرْنَا أَنْ نَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَلَا شَعْرًا۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از طاووس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ ہم کپڑا موڑیں اور نہ بال۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۷۰۹ میں گزر گئی ہے۔

۸۱۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطَمِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ قَالَ كُنَّا نَصَلِّيْ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَالَ سَمِعَ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبد اللہ بن یزید الخطمی انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن البراء بن عازب نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں ہیں انہوں نے کہا:

اللّٰهُ لِمَنْ حَمَدَهُ . لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ .

ہم نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے پس جب آپ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ کو نہیں موڑتا تھا حتیٰ کہ نبی ﷺ اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۹۰ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جو امام کے پیچھے نمازی ہیں وہ کب سجدہ کریں۔

ناک پر سجدہ کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی پر اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک پر اشارہ کیا اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور قدموں کی اطراف پر اور ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ موڑیں۔

۱۳۴ - بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ

۸۱۲ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكُفُّ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ .

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۰۹ میں گزر گئی ہے۔

مٹی یا کیچڑ میں ناک

پر سجدہ کرنا

اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود ناک پر سجدہ کرنے کی تاکید ہے کیونکہ جب آپ نے مٹی یا کیچڑ کے باوجود ناک پر سجدہ کرنے کو ترک نہیں کیا تو جب مٹی یا کیچڑ نہ ہو تو ناک پر سجدہ کرنا زیادہ لائق ہے۔

۱۳۵ - بَابُ السُّجُودِ عَلَى

الْأَنْفِ فِي الطِّينِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا پس میں نے کہا: کیا آپ ہمارے ساتھ کھجوروں کے باغ کی طرف نہیں چلتے وہاں ہم باتیں کریں؟ سو وہ نکلے ابو سلمہ نے کہا: پس میں نے کہا: آپ ہمیں وہ حدیث بیان کریں جو آپ نے نبی ﷺ سے لیتے القدر کے بارے میں سنی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا پس آپ کے پاس حضرت جبریل آئے اور انہوں نے کہا: آپ جس چیز کو طلب کر رہے ہیں وہ آگے ہے پھر آپ نے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا سو ہم نے بھی آپ کے

۸۱۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ أَلَا تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ؟ فَخَرَجَ فَقَالَ قُلْتُ حَدَّثَنِي مَا سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ؟ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ الْأَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا صَبِيحَةَ عَشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ مَنْ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ، فَإِنِّي أَرَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسَيْتُهَا، وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ فِي وَتَرٍ، وَإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَمَاءٍ، وَكَأَن سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيدَ النَّخْلِ، وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا، فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَأَمْطَرْنَا، فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ وَالْمَاءِ عَلَى جَبْهَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْنَبَتِهِ، تَصْدِيقٌ رُؤْيَاهُ.

ساتھ اعتکاف کیا، آپ کے پاس پھر حضرت جبریل آئے اور کہا: آپ جس چیز کو طلب کر رہے ہیں وہ آپ کے آگے ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے بیس رمضان کی صبح کو کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: جس شخص نے نبی ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ لوٹ جائے کیونکہ میں نے لیلۃ القدر کو دیکھ لیا اور بے شک مجھے وہ بھلا دی گئی اور وہ آخری عشرہ کی طاق رات میں ہے اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں اور مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی بنی ہوئی تھی اور ہم آسمان میں کوئی چیز نہیں دیکھ رہے تھے، پھر بادل آیا اور ہم پر بارش ہوئی، پس نبی ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ میں نے مٹی اور پانی کا نشان آپ کی پیشانی اور ناک پر دیکھا، یہ آپ کے خواب کی تصدیق تھی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَانَ الْحَمِيدِيُّ يَحْتَجُّ بِهَذَا الْحَدِيثِ يَقُولُ لَا يَمَسَحُ.

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: گویا کہ حمیدی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: مسح نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۶۹ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے۔

پیشانی اور ناک پر سجدہ کرنے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ سجدہ صرف پیشانی اور ناک پر فرض ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس حدیث میں سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے، اس سے مراد ساتوں اعضاء پر سجدہ کی فرضیت نہیں ہے بلکہ صرف پیشانی اور ناک پر سجدہ کی فرضیت ہے۔

زیادہ کیچڑ میں نماز پڑھنے کا عدم جواز

اس حدیث میں کیچڑ پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے، لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ جب بہت معمولی کیچڑ ہو، لیکن جب زیادہ کیچڑ ہو جس سے چہرہ اور کپڑے کیچڑ میں لتھڑ جائیں تو اس پر نماز پڑھنی جائز نہیں ہے ایسی صورت میں آپ نے سواری پر نماز پڑھی ہے۔

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے وہ ایک تنگ جگہ پر پہنچے، پس نماز کا وقت آ گیا، اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے کیچڑ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے سواری پر اذان اور اقامت کہی (یعنی اس کا حکم دیا) پھر اپنی سواری پر آگے بڑھ کر ان کو نماز پڑھائی، آپ اشارے سے نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ جھکا ہوا کرتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۴۱۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۳)

اور یہ دین میں آسانی کے مشابہ ہے اور اپنے کپڑوں کو کیچڑ میں لتھیرنا کوئی عبادت نہیں ہے اور سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے جب اور کوئی خشک جگہ نہ ہو۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۵۰۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۳۶۔ بَابُ عَقْدِ الثِّيَابِ وَشِدِّهَا

وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِذَا خَافَ

أَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ

جب شرم گاہ کھل جانے کا خطرہ ہو

تو کپڑے کو گرہ لگانا

اور باندھنا

سجود کے ابواب میں اس حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بعض اوقات ستر کھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے خصوصاً جب نمازی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہا ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابی حازم از سہل بن سعد انہوں نے کہا: لوگ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور چادروں کے چھوٹی ہونے کی وجہ سے انہوں نے ان چادروں کو اپنی گردنوں میں گرہ لگا کر باندھا ہوا ہوتا تھا پس خواتین سے کہا گیا: تم اس وقت تک اپنے سروں کو نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

۸۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ عَاقِدُونَ أَرْزِهِمْ مِنَ الصَّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جب کپڑا تنگ ہو۔

۱۳۷۔ بَابُ لَا يَكْفُ شَعْرًا

۸۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا يَكْفُ ثَوْبَهُ وَلَا شَعْرَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں از عمرو بن دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ کپڑوں کو موڑیں اور نہ بالوں کو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۰۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۔ بَابُ لَا يَكْفُ ثَوْبَهُ فِي الصَّلَاةِ

۸۱۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ لَا أَكْفُ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا.

نمازی نماز میں اپنے کپڑے کو نہ موڑے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں نہ بالوں کو موڑوں اور نہ کپڑے کو۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۰۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۹ - بَابُ التَّسْبِيحِ

وَالدُّعَاءِ فِي السُّجُودِ

سجدہ میں تسبیح پڑھنا

اور دعا کرنا

۸۱۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي. يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ میں اکثر یہ پڑھتے تھے: ”سبحانک اللہ ربنا وبحمدک اللہم اغفر لی“ آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے۔

النصر: ۳ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کریں اور اپنے رب سے مغفرت طلب کریں اس لیے آپ رکوع اور سجود میں تسبیح پڑھتے اور مغفرت کی دعا کرتے تھے۔

اس حدیث کی باقی شرح صحیح البخاری: ۶۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۰ - بَابُ الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا

۸۱۸ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ مَالِكََ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَا صَحَابَةَ إِلَّا أَنْتُمْ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ وَذَلِكَ فِي غَيْرِ حِينَ صَلَوةٍ فَقَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ هُنَيْئَةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيْئَةً فَصَلَّى صَلَوةَ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ شَيْخِنَا هَذَا. قَالَ أَيُّوبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهُ! كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ کہ حضرت مالک بن الحویرث نے اپنے اصحاب سے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ کے نماز (کے طریقہ) کی خبر نہ دوں اور اس وقت کسی نماز کا وقت نہیں تھا پھر انہوں نے قیام کیا پھر رکوع کیا پھر اللہ اکبر کہا پھر اپنا سر اٹھایا پھر تھوڑی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ کیا پھر اپنا سر اٹھایا تھوڑی دیر (بیٹھے) رہے پھر انہوں نے ہمارے ان بوڑھے حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب نے کہا: انہوں نے ایسا فعل کیا جیسے میں نے اوروں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا وہ تیسری اور چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۷۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: نبی ﷺ کی نماز کے طریقہ کی تعلیم دینے کے لیے نماز پڑھنا۔

۸۱۹ - قَالَ فَاتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى أَهْلِيكُمْ صَلُّوا صَلَوةَ كَذَا فِي حِينَ كَذَا صَلُّوا صَلَوةَ كَذَا فِي حِينَ كَذَا فَإِذَا خَضَرَتِ الصَّلَوةُ فَلْيُؤْذِنِ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤَمِّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی ﷺ کے پاس آئے پھر ہم آپ کے پاس ٹھہرے پھر آپ نے فرمایا: اگر تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں سے بڑی عمر کا تمہیں نماز پڑھائے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۲۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: سفر میں ایک مؤذن اذان دے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد محمد بن عبد اللہ الزبیری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از الحکم از عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کا سجود اور رکوع اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا سب تقریباً برابر تھے۔

۸۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ سُجُودُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوعُهُ وَقُعُودُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۹۲ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: بے شک میں تمہیں نماز پڑھانے میں اس طریقہ سے بالکل کمی نہیں کرتا جس طریقہ سے میں نے نبی ﷺ کو ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ ثابت نے کہا: حضرت انس اپنی نماز میں وہ کام کرتے تھے جس کو میں نے تمہیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو کھڑے رہتے حتیٰ کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ یہ بھول گئے ہیں اور دو سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھتے کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ یہ بھول گئے ہیں۔

۸۲۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنِّي لَا أَلُوَّ أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا. قَالَ ثَابِتٌ كَانَ أَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَكُمُ تَصْنَعُونَهُ! كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ، وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۰۰ میں گزر چکی ہے۔

نمازی سجدہ میں اپنی کلاںیاں

نہ بچھائے

حضرت ابو حمید نے کہا: نبی ﷺ نے سجدہ کیا اور اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا نہ ان کو بچھایا اور نہ ان کو پہلوؤں سے دور رکھا۔ اس تعلق کی اصل، صحیح البخاری: ۸۲۸ میں ہے جس کا ذکر تین ابواب کے بعد آ رہا ہے۔

۱۴۱۔ بَابُ لَا يَفْتَرِشُ

ذِرَاعِيهِ فِي السُّجُودِ

وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا.

اس تعلق کی اصل، صحیح البخاری: ۸۲۸ میں ہے جس کا ذکر تین ابواب کے بعد آ رہا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: سجدہ میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنی کلاںیوں کو اس طرح نہ بچھائے جس طرح کتاب بچھاتا ہے۔

۸۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِغْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيَهُ ابْسَاطَ الْكَلْبِ.

(صحیح مسلم: ۴۹۳، الرقم المسلسل: ۱۰۸۲، سنن ابوداؤد: ۸۹۷، سنن نسائی: ۱۱۰۹، سنن ابن ماجہ: ۸۹۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۸۵۳، صحیح ابن حبان: ۱۹۲۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۰۶۶، ج ۱۹ ص ۱۲۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۷ھ) کتے کی طرح ہاتھ بچھانے کا معنی یہ ہے کہ ہتھیلیوں کے ساتھ کہنیوں کو زمین پر رکھے یعنی نمازی اپنے ہاتھوں کو بچھانے اور ہتھیلیوں کو زمین پر رکھنے اور کہنیوں کو زمین سے اٹھانے کے درمیان رکھے اور پیٹ کو رانوں سے نہ ملائے۔

حافظ علاء الدین مغلطائی حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

عبدالرحمن بن شبل بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کوئے کی طرح چونچ مارنے اور درندہ کی طرح ہاتھ بچھانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۹۲، مسند احمد ج ۵ ص ۷۷، المستدرک ج ۱ ص ۲۲۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۱۸)

اس کے معارض یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے آپ سے شکایت کی کہ جب وہ ہاتھوں کو کشادہ کر کے سجدہ کرتے ہیں تو ان کو مشقت ہوتی ہے تب آپ نے ان سے فرمایا: تم گھٹنوں سے مدد لو۔

(سنن ابوداؤد: ۹۰۲، سنن ترمذی: ۲۸۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۱۷، المستدرک ج ۱ ص ۲۲۹، صحیح ابن حبان: ۵۰۷، کنز العمال: ۱۹۷۹۴) ابن عجلان نے کہا: یعنی جب سجدہ میں مشقت ہو تو اپنی کہنیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لے۔

(شرح سنن ابن ماجہ ج ۵ ص ۱۵۲۸، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے درندہ کی طرح کلائیوں کو بچھانے سے منع فرمایا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ہیئت مکروہ ہے اور اس کی ضد مستحب ہے یعنی سجدہ میں بازوؤں کو زمین سے اٹھا کر کشادہ رکھے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ جب وہ اپنے بازوؤں کو کشادہ رکھے گا تو چہرے پر اس کا اعتماد کم ہوگا اور اس کی ناک پر اثر نہیں ہوگا اور زمین پر چہرہ رکھنے سے اس کو تکلیف نہیں ہوگی اور نماز میں اس کو تشویش نہیں ہوگی اور جب وہ اپنے بازوؤں کو زمین پر بچھائے گا تو اس کا اعتماد اور سہارا چہرے پر ہوگا اور اس وقت اس کو تکلیف اور خلل ہوگا یہ مردوں کے سجدہ کرنے کا حکم ہے اور عورتوں کے لیے سجدہ کرنے کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے بازوؤں کو زمین پر بچھا کر اور رانوں کو پیٹ سے ملا کر رکھیں۔ (المفہم ج ۲ ص ۹۶، دار ابن کثیر بیروت: ۱۴۲۰ھ)

مردوں کے لیے سجدہ میں بازو کشادہ رکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے بازوؤں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔ (صحیح مسلم: ۴۹۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۵)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ پیچھے سے آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی اور جب آپ بیٹھتے تو بائیں ران پر بیٹھتے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۷، سنن ابوداؤد: ۸۹۸، سنن نسائی: ۱۱۰۸، سنن ابن ماجہ: ۸۸۰، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو آپ کے ہاتھوں کے درمیان سے بکری کا بچہ گزرنا چاہتا تھا گزر سکتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۴۹۶، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵-۳۳۲)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۰۰۴، ج ۱ ص ۱۳۰۳ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۴۲ - بَابُ مَنْ اسْتَوَى قَاعِدًا

فِي وَتَرٍ مِّنْ صَلَوتِهِ ثُمَّ نَهَضَ

۸۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَاذَا كَانَ فِي وَتَرٍ مِّنْ صَلَوتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا.

جو نمازی نماز کی طاق رکعت

میں بیٹھ کر پھر کھڑا ہوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن صباح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں خالد حداء نے خبر دی از ابی قلابہ انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن الحویرث اللیثی نے خبر دی کہ انہوں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پس جب آپ نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو اس وقت کھڑے نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ سیدھے بیٹھ جاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۳۴، سنن ترمذی: ۲۸۷، سنن نسائی: ۱۱۵۱، مسند الطحاوی: ۶۶۶۹، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۱۳۸، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲ھ)

جلسہ استراحت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جلسہ استراحت کا ثبوت ہے یعنی پہلی رکعت کے دو سجدوں کے بعد بیٹھ جائے پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو اسی طرح تیسری رکعت کے دو سجدوں کے بعد بیٹھ جائے پھر چوتھی رکعت کے لیے کھڑا ہو۔
جمہور علماء نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے کو ترک کر دیا اور انہوں نے کہا: جب پہلی رکعت یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو اپنے پیروں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے اور بیٹھ کر کھڑا نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے اسی طرح مروی ہے۔ النعمان بن ابی عیاش بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے متعدد اصحاب کو دیکھا کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد بغیر بیٹھے دوسری اور چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے لکن طاق رکعت کے بعد جلدی کھڑے ہوتے تھے الزہری نے کہا: ہمارے شیوخ اسی طرح کہتے تھے۔

ابوالزناد نے کہا: یہی سنت ہے امام مالک، ثوری، فقہاء احناف، امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے امام احمد بن حنبل نے کہا: اکثر احادیث میں اسی طرح ہے حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔
امام شافعی نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ آدمی اپنی نماز کی طاق رکعت کے بعد بیٹھ جائے اس کے بعد اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہو۔

جلسہ استراحت کے ترک پر جمہور فقہاء کے دلائل

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کے خلاف جمہور فقہاء کی حجت یہ ہے:

عباس بن سہل الساعدی بیان کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں ان کے والد جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے تھے حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابواسید اور حضرت ابو حمید الساعدی انصاری بیٹھے ہوئے نماز کے متعلق مذاکرہ کر رہے تھے حضرت ابو حمید نے کہا: میں نماز کے متعلق تم سب سے زیادہ جانتا ہوں انہوں نے کہا: آپ ہمیں نماز پڑھ کر دکھائیں پس حضرت ابو حمید نے اللہ اکبر پڑھ کر قیام کیا اور اس میں رفع یدین کیا پھر طویل حدیث ذکر کی اور اس میں ذکر ہے کہ جب انہوں نے پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی اور تیسری رکعت میں جب اٹھنے کا ارادہ کرتے تو بیٹھتے نہیں تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

الزہری بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ کے بعد جب کھڑے ہوتے تو اسی طرح کھڑے ہو جاتے

اور بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم پہلی رکعت کے آخری سجدہ کے بعد جلدی کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۱۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

نعمان بن ابی عیاش بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کے ایک سے زیادہ اصحاب کو دیکھا، وہ جب پہلی اور تیسری رکعت کا

دوسرا سجدہ کرتے تو اسی طرح کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۱۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۸۹،

دارالکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۵، إدارة القرآن کراچی)

جلسہ استراحت کے مسنون نہ ہونے پر مزید دلائل

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب امام مالک اور ثوری نے کہا ہے کہ اپنے قدموں کے سروں پر بغیر بیٹھے کھڑا ہو اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ

جب نمازی سجدہ سے سر اٹھائے تو بیٹھ جائے پھر زمین پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس کے سہارے سے سیدھا کھڑا ہو۔

امام ابو جعفر نے کہا: حضرت ابو حمید الساعدی کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ سجدہ سے سر اٹھا کر بغیر بیٹھے کھڑے ہو جاتے تھے

اور حضرت مالک بن الحویرث کی حدیث میں ہے کہ آپ بیٹھ کر کھڑے ہوتے تھے ہو سکتا ہے کہ آپ کا بیٹھنا کسی عذر کی وجہ سے ہو اور

حضرت رفاع بن رافع کی حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: پھر سجدہ کرو پس اعتدال سے سجدہ

کرو پھر کھڑے ہو۔ اس حدیث میں آپ نے اس اعرابی کو دو سجدوں کے بعد بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نمازی اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے اور اسی کے ساتھ اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہو اور یہ نہیں ہے

کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور پھر دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو اگر یہ جلسہ استراحت مسنون ہوتا تو پھر اس کے بعد

کھڑے ہونے کے لیے بھی تکبیر پڑھی جاتی جیسے نماز کے تمام انتقالات میں تکبیر پڑھی جاتی ہے۔

(مختصر اختلاف العلماء ج ۱ ص ۲۱۳-۲۱۴، دارالبیضاء اسلامیہ بیروت ۱۴۱ھ)

نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے

جب کسی رکعت کے لیے کھڑا ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب

از ابی قلابہ انہوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت مالک بن الحویرث

رضی اللہ عنہ آئے پس انہوں نے ہم کو ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی

پھر انہوں نے کہا: میں تم کو نماز پڑھا رہا ہوں اور میرا ارادہ نماز

پڑھانے کا نہیں ہے لیکن میرا ارادہ یہ ہے کہ میں تم کو یہ دکھاؤں کہ

۱۴۳ - بَابُ كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى

الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ

۸۲۴ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ

عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ

الْحَوِيرِثِ فَقَصَلَنِي بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ إِنِّي

لَأُصَلِّي بَكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ وَلَكِنْ أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ

كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَالَ

أَيُّوبُ فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَاتُهُ؟ قَالَ

مِثْلَ صَلَوةٍ شَيْخِنَا هَذَا، يَعْنِي عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ. قَالَ أَيُّوبُ وَكَانَ ذَلِكَ الشَّيْخُ يُسَمُّ التَّكْبِيرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ، وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ قَامَ.

میں نے نبی ﷺ کو کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایوب نے کہا: پس میں نے ابو قلابہ سے پوچھا: اور ان کی نماز کس طرح تھی؟ انہوں نے کہا: ہمارے اس بوڑھے شخص کی نماز کی طرح اور ان کی اس سے مراد حضرت عمرو بن سلمہ تھے۔ ایوب نے کہا: اور وہ بوڑھے شخص پوری تکبیر پڑھتے تھے اور جب وہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر ٹیک لگاتے پھر کھڑے ہوتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۷۷ میں گزر چکی ہے وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور اس کا ارادہ صرف نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ سکھانا ہو اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

نمازی دونوں سجدوں سے اٹھتے

وقت تکبیر پڑھے

۱۴۴ - بَابُ يَكْبُرُ وَهُوَ يَنْهَضُ

مِنَ السَّجْدَتَيْنِ

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب نمازی پہلا تشہد پڑھنے کے بعد دو سجدے کر کے تیسری رکعت کے لیے اٹھنے لگے تو تکبیر پڑھے۔

اور حضرت ابن الزبیر سجدہ سے اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھتے تھے۔

وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَكْبُرُ فِي نَهْضَتِهِ.

اس تعلق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۳۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور جب سجدہ کیا اور جب سر اٹھایا اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوئے اور کہا: میں نے اسی طرح نبی ﷺ کو دیکھا ہے۔

۸۲۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَحِينَ سَجَدَ وَحِينَ رَفَعَ وَحِينَ قَامَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۰ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸ جامع المسانید لابن

الجزوی: ۲۰۹۱ مکتبۃ الرشاد ریاض ۱۳۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن صالح ابو زکریا الوحاشی الحمصی (۲) فلیح بن سلیمان بن ابی المغیرہ ان کا نام عبد الملک ہے اور ان کا لقب فلیح ہے ان کا لقب ان کے نام سے زیادہ مشہور ہے (۳) سعید بن الحارث بن المعلى الانصاری المدنی (۴) حضرت ابوسعید الخدری ان کا نام سعید بن مالک ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۳۳-۱۳۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی

۸۲۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا غِيلَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ صَلَوةً خَلْفَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي

طَالِبَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ كَبَّرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ، أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي، فَقَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا هَذَا صَلَوةٌ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ لَقَدْ ذَكَرْنِي هَذَا صَلَوةٌ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مطرف وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، پس جب وہ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے، پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: انہوں نے ہمیں اسی طرح نماز پڑھائی ہے جس طرح سیدنا محمد ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے تھے یا کہا: انہوں نے مجھے سیدنا محمد ﷺ کی نماز یاد دلادی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۸۴ میں گزر چکی ہے۔

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

اور حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ تھیں۔

۱۴۵۔ بَابُ سُنَّةِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُّدِ

وَكَاثُ أُمِّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِي صَلَوتِهَا جَلْسَةَ الرَّجُلِ، وَكَانَتْ فَقِيهَةً.

ام الدرداء کا نام خیرہ بنت ابی حدرد ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ہجیمہ ہے، جن کا نام خیرہ ہے، وہ ام الدرداء کبیرہ صحابیہ ہیں اور جس کا نام ہجیمہ ہے وہ ام الدرداء صغیرہ تابعیہ ہیں۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۳۲)

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

مکحول بیان کرتے ہیں کہ ام الدرداء نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸، دار الکتب العلمیہ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۰، ۲، ادارة القرآن، کراچی)

نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں اختلاف ہے، ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ عورت مرد کی طرح بیٹھے جیسے حضرت ام الدرداء کا فعل تھا، لکنی اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔

دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ وہ جس طرح چاہے بیٹھے، یہ عطاء، شععی، فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے اور صفیہ چار زانو بیٹھتی تھیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خواتین بھی اسی طرح بیٹھتی تھیں، اور بعض متقدمین نے کہا ہے کہ عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چار زانو بیٹھیں اور مردوں کی طرح نہ بیٹھیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۵۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ تشہد میں مردوں کی طرح بیٹھے اور وہ یہ ہے کہ دایاں پیر کھڑا کر دے اور بایاں پیر بچھا دے، ابراہیم لکنی، امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اسی طرح کہا ہے، حضرت انس سے بھی اسی طرح مروی ہے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت اپنے بائیں کوسے پر بیٹھے اور اپنی طاقت کے مطابق اپنے جسم کے اجزاء کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائے اور رکوع، سجدہ اور جلسہ (بیٹھنے) میں اپنے اعضاء کو کشادہ نہ رکھے، یہ خلاف مردوں کے اور ایک قوم نے کہا: وہ جس طرح چاہے بیٹھے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۳۵، دار الکتب العلمیہ، ۱۳۲۱ھ)

عورت کے بیٹھنے کے متعلق علامہ عینی نے جو فقہاء احناف کا مذہب لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

عورت کے نماز میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کے طریقہ میں فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

عورت اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے اور اپنے دونوں پیروں کو دائیں جانب سے نکالے اس میں اس کے لیے زیادہ ستر ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدیع الدین حنفی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ فرض ستر کی رعایت کرنا سنیت قعدہ سے اولیٰ ہے۔ (البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۲ ص ۳۰۵ مکتبہ حقانیہ ملتان)

علامہ ابوبکر محمد بن احمد السرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

عورت سجدہ میں اپنے جسم کو سمیٹے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے ملائے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے سجدہ کے طریقہ میں مروی ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ عورت میں اصل ستر ہے سو جو طریقہ عورت کے ستر کے زیادہ موافق ہو وہ اولیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: عورت مستورہ ہے یعنی چھپائی جانے والی ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۱۷۳ صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۵) (المبسوط ج ۱ ص ۱۱۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

عورت قعدہ میں اس طرح بیٹھے جس میں اس کے لیے زیادہ ستر ہو۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۸۳ اداریۃ القرآن کراچی ۱۴۲۳ھ)

علامہ عثمان بن علی الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

عورت جھکے اور سجدہ میں اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملائے کیونکہ یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت کو ایک دوسرے سے ملاؤ کیونکہ عورت اس میں مرد کی طرح نہیں ہے۔ (تخصیص الخیر ج ۱ ص ۳۹۳ مراسیل ابوداؤد: ۸۷ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳)

(مزید لکھتے ہیں:) عورت نماز کی دس چیزوں میں مرد کے خلاف ہے عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے گی اور اپنے سینہ کے نیچے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے گی اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر گھٹنوں تک رکھے گی سجدہ میں اپنی بغلوں کو ظاہر نہیں کرے گی تشہد میں اپنے کولہے کے اوپر بیٹھے گی رکوع میں اپنی انگلیوں کو متفرق نہیں رکھے گی مردوں کی امامت نہیں کرے گی ان کی جماعت مکروہ ہے اور ان کی امامت ان کے وسط میں کھڑی ہوگی۔ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۰۷ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ نے لکھا ہے: عورت تشہد میں اپنے کولہے پر بیٹھے کیونکہ اس کا زیادہ ستر اس میں ہے۔

(تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۱۳ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے الخزان کے حوالہ سے چند مزید چیزوں کا اضافہ کیا ہے جن میں عورت کی نماز کے احکام مردوں کے خلاف ہیں انہوں نے کہا ہے: عورت کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جانا مکروہ ہے اور وہ جماعت میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوگی عورت پر جمعہ فرض نہیں ہے لیکن پڑھے گی تو جمعہ ادا ہو جائے گا نہ عورت پر عید اور تکبیرات تشریق ہیں اور نہ اس پر صبح کی نماز سفیدی میں مستحب ہے نہ وہ جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے خلاصہ یہ ہے کہ نماز کے احکام میں عورت چھبیس (۲۶) چیزوں میں مرد کے احکام کے خلاف ہے البحر الرائق اور غنیۃ

المستملی میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۷-۱۸۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

عورتوں کی نماز کے طریقہ کے متعلق احادیث اور آثار

علقہ حضرت وائل بن حجر سے راوی ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے وائل بن حجر! جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے مقابل اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ اپنے سینے کے مقابل اٹھائے۔

(معجم کبیر ج ۲ ص ۲۰ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۳-۱۰۲ ج ۹ ص ۷۳)

خالد بن الحجاج بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چار زانو (آلتی پالٹی مار کر) بیٹھیں اور مردوں کی طرح سرین پر نہ بیٹھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۹ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳-۲ دار الکتب العلمیہ بیروت مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۰ دار الفکر القرآن کراچی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نماز میں چار زانو بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۰ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳-۲ دار الکتب العلمیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۰ دار الفکر القرآن کراچی) اس حدیث میں جس صفیہ کا ذکر ہے یہ ابو عبیدہ کی بیٹی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زوجہ ہیں۔ قتادہ نے کہا: عورت کو جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۳ مجلس علمی مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۷-۲ دار الکتب العلمیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۰ دار الفکر القرآن)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ازواج نماز میں چار زانو بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۵ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹-۲ دار الکتب العلمیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۰ دار الفکر القرآن) ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا عورت دو رکعت کے بعد اپنے بائیں کولے پر بیٹھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ میرے نزدیک دائیں کولے پر بیٹھنے کی بہ نسبت مستحسن ہے۔ الحدیث

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۷ مجلس علمی بیروت ۱۴۲ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱-۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

نماز میں عورت کے سجدہ کرنے کا طریقہ

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنے جسم کو سمیٹے اور اپنی رانوں کو (اپنے پیٹ کے ساتھ) ملائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۳ مجلس علمی مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷-۲ دار الکتب العلمیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۰ دار الفکر القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: وہ اپنے اعضاء کو جمع کرے اور سمیٹے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۴ مجلس علمی بیروت ۱۴۲ھ مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸-۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

ابراہیم النخعی نے کہا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو ملائے اور اپنا پیٹ ان پر رکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۵ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۰-۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم نے کہا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے اور اپنے کولہوں کو اوپر نہ اٹھائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے دور نہ رکھے جس طرح مرد دور رکھتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۹۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴-۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

۸۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ، فَفَعَلْتُ
وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ، فَتَهَانَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ،
وَقَالَ إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى،
وَتُشْنِي الْيُسْرَى، فَقُلْتُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ؟ فَقَالَ إِنَّ
رَجُلِي لَا تَحْمِلَانِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے
حدیث بیان کی از امام مالک از عبد الرحمن بن القاسم از عبد اللہ بن
عبد اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں چارزانو (آلتی پالتی مار کر) بیٹھتے تھے سو میں
نے بھی اس طرح کیا اور اس وقت میں کم سن تھا تو حضرت عبد اللہ
بن عمر نے مجھے منع کیا اور بتایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ تم اپنا دایاں
پیر کھڑا کرو اور بائیں پیر موڑو میں نے کہا: آپ تو اس طرح کرتے
ہیں؟ انہوں نے کہا: میرے پیر میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۵۹-۹۵۸، صحیح ابن خزیمہ: ۶۷۸، سنن نسائی: ۱۱۵۶، السنن الکبریٰ: ۶۵۷، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۶، مکتبۃ الرشیدیہ)

(۱۳۲۷ھ مسند الطحاوی: ۳۹۵۹)

اس حدیث کے رجال کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نمازی اپنا دایاں پیر کھڑا کر لے اور بائیں پیر موڑنے
نمازی کے بیٹھنے کے طریقہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک یہ طریقہ ہے کہ دایاں پیر کھڑا کر لے اور بائیں پیر کو موڑ
لے اور پہلے اور دوسرے قعدہ میں زمین پر بیٹھ جائے امام مالک سے جو توارک منقول ہے اس کی یہی صفت ہے۔
علامہ ابن عبد البر مالکی نے لکھا ہے کہ اس میں امام مالک کے نزدیک مرد اور عورت برابر ہیں اور امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا
ہے کہ نمازی پہلے قعدہ میں اس طرح بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں بائیں پیر پر بیٹھے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام مالک، یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے ان کو دکھایا کہ تشہد میں کس طرح بیٹھتے ہیں انہوں نے اپنا
دایاں پیر کھڑا کیا اور بائیں پیر موڑ لیا اور وہ بائیں کو لہے پر بیٹھ گئے اور اپنے پیر پر نہیں بیٹھے پھر کہا: مجھے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر نے
اس طرح کر کے دکھایا تھا اور کہا تھا کہ ان کے والد اسی طرح کرتے تھے۔

(موطأ امام مالک: ۲۰۷، ج ۱ ص ۱۰۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ)

حافظ زین الدین ابوالفرج عبد الرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا ہے کہ عورت چارزانو بیٹھے یا دائیں جانب ٹانگیں نکال کر بیٹھے اور دائیں جانب ٹانگیں نکال کر بیٹھنا افضل ہے۔
ہمارے بعض اصحاب نے ام الدرداء کے فعل کو اسی طریقہ پر محمول کیا ہے اور امام احمد نے تصریح کی ہے کہ ام الدرداء کے فعل کی
طرف کوئی نہ جائے۔

سنن سعید بن منصور میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کولہوں پر بیٹھتی تھیں اور اپنی رانوں کو طاتی تھیں اور بعض اوقات چارزانو
بیٹھتی تھیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۱۵۳-۱۵۲، دار ابن الجوزی ۱۴۱۷ھ)

۸۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ.

وَحَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظُكُمْ لَصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ جِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمَّكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ هَضَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى، وَنَصَبَ الْيَمْنَى، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكَعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَنَصَبَ الْآخِرَى، وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ. وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ وَيَزِيدَ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ وَابْنَ حَلْحَلَةَ مِنْ ابْنِ عَطَاءٍ. قَالَ أَبُو صَالِحٍ عَنْ اللَّيْثِ كُلُّ فَقَارٍ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو حَدَّثَهُ كُلُّ فَقَارٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از خالد از سعید از محمد بن عمرو بن حلحله از محمد بن عمرو بن عطاء۔

اور ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب و یزید بن محمد از محمد بن عمرو بن حلحله از محمد بن عطاء انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی ﷺ کے اصحاب کی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، پس ہم نے نبی ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے آپ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ یاد ہے میں نے آپ کو دیکھا جب آپ اللہ اکبر کہتے تو آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے متوازی اٹھاتے اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر جما کر رکھتے پھر آپ اپنی کمر کو جھکاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جاتا پھر جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھتے نہ ان ہاتھوں کو بچھاتے نہ میٹھتے اور اپنے پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھتے پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر پر بیٹھتے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو آگے نکال لیتے اور دوسرے پیر کو کھڑا کر لیتے اور اپنی مقعد پر بیٹھتے۔ اس حدیث کو لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید بن محمد بن حلحله سے اور ابن عطاء سے سنا ہے اور ابو صالح نے لیث سے اس طرح سنا ہے کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جاتا اور ابن المبارک نے یحییٰ بن ایوب سے روایت کی ہے کہ مجھ کو یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی کہ محمد بن عمرو نے ان سے حدیث بیان کی اس میں ہر جوڑ کا ذکر ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۶۳-۹۶۴، سنن ترمذی: ۳۰۵-۳۰۶، سنن نسائی: ۱۱۰۰، سنن ابن ماجہ: ۸۶۲، مسند ابی داؤد: ۳۷۱، مسند ابی حذیفہ: ۵۸۷، صحیح

ابن حبان: ۱۸۶۵، شرح السنہ: ۵۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸۸-۲۸۹، سنن داری: ۱۳۵۶، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۳۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۴، شرح مشکل الآثار: ۶۰۷۱، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۵۹۹-۲۳۶۰۰، ج ۳ ص ۱۰-۷، مؤسسۃ المدینۃ العلمیۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر بن عبد اللہ بن بکیر ابو زکریا المصری (۲) الیث بن سعد (۳) خالد بن یزید الحجی المصری (۴) سعید بن ابی حلال الیثی المدنی (۵) محمد بن عمرو بن حلحله الدلی المدنی (۶) یزید بن ابی حبیب ابو رجاء المصری ابو حبیب کا نام سوید ہے (۷) یزید بن

محمد القرشی (۸) ابو حمید الساعدی الانصاری المدنی ان کا نام عبدالرحمن ہے ایک قول ہے: ان کا نام المنذر ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۳۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر جب آپ دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر پر بیٹھتے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو آگے نکال لیتے اور دوسرے پیر کو کھڑا کر لیتے اور اپنی مقعد پر بیٹھتے۔

دونوں تشہد میں بیٹھنے کا ایک طریقہ ہونے کا ثبوت

امام احمد بن محمد الطحاوی مصری حنفی متونی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو حمید الساعدی کی حدیث کے خلاف یہ حدیث ہے:

حضرت وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے (دل میں) کہا: میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز کے طریقہ کو محفوظ رکھوں گا پس جب رسول اللہ ﷺ تشہد کے لیے بیٹھے تو آپ نے بایاں پیر بچھا لیا پھر اس پر بیٹھ گئے اور اپنی بائیں ہتھیلی اپنی بائیں ران پر رکھی اور اپنی دائیں کہنی دائیں ران پر رکھی اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنایا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا پھر آپ نے دوسری رکعت میں دعا کرنی شروع کی۔

(سنن ابوداؤد: ۷۲۶، سنن نسائی: ۸۸۸، سنن ابن ماجہ: ۸۶۷، شرح معانی الآثار: ۱۵۰۳)

اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے پھر اپنا سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک کہ سیدھے نہیں بیٹھ جاتے تھے آپ اپنا بایاں پیر بچھا لیتے اور سیدھا پیر کھڑا کر لیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۳۱، مجلس علمی بیروت: ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۲۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابو وائل کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: پھر آپ اپنی انگلیوں کا عقد بنا کر دعا کرتے اس میں دلیل ہے کہ یہ نماز کا آخری قعدہ تھا۔

یہ ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ قعدہ اخیرہ تھا ہو سکتا ہے کہ یہ قعدہ اولیٰ ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اس تشہد میں دعا کی اور دعا قعدہ اخیرہ میں کی جاتی ہے اس سے واضح ہو گیا کہ دونوں قعدوں میں آپ کے بیٹھنے کا ایک ہی طریقہ تھا آپ بایاں پیر بچھا لیتے تھے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیتے تھے۔

(مختب الافکار فی تنقیح مہانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۹۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ قعدہ اولیٰ میں دایاں پیر کھڑا کیا جائے گا اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھا جائے گا اور قعدہ اخیرہ میں اختلاف ہے ہم کہتے ہیں کہ قعدہ اخیرہ سنت ہوگا یا فرض ہوگا اگر وہ سنت ہے تو اس کا حکم قعدہ اولیٰ کی مثل ہوگا اور اگر وہ فرض ہے تو اس کا حکم دو سجدہ کے درمیان والے قعدہ کی مثل ہوگا پس اس سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ثابت ہوگئی اور یہی امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۳۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث سے امام شافعی اور ان کے موافقین نے یہ استدلال کیا ہے کہ پہلے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ دوسرے تشہد میں بیٹھنے کے طریقہ سے مختلف ہے امام طحاوی نے کہا ہے کہ دونوں تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ واحد ہے اور اس کو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۴۶ - بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الْأَوَّلَ
وَأَجَبًا لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَامَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ

جن فقہاء کے نزدیک تشہد اول واجب نہیں ہے
کیونکہ نبی ﷺ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے
اور آپ نے رجوع نہیں کیا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی اسحاق لیث ابو ثور اور تمام شہروں کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پہلا تشہد واجب نہیں ہے سوا امام احمد کے کیونکہ انہوں نے پہلے تشہد کو واجب قرار دیا ہے ابن القصار اور ابن التیم نے اسی طرح نقل کیا ہے اور شرح الہدایۃ میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قعدہ اولیٰ میں پہلے تشہد کو پڑھنا واجب ہے اور یہی مختار اور صحیح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور یہی قیاس کے موافق ہے لیکن یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے امام احمد کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ دامنہ تشہد میں بیٹھے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے اور تشہد کی طرف رجوع نہیں کیا اگر یہ واجب ہوتا تو آپ اس کے ترک کا تذکرہ کرنے کے لیے مجاہدہ سہو کرتے علامہ طبری نے تشہد اول کے وجوب پر اس سے استدلال کیا ہے کہ پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی اور اس میں تشہد واجب تھا پھر جب نماز میں اضافہ کیا گیا تو اس اضافہ سے اس تشہد کا وجوب زائل نہیں ہوا۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۵۳-۱۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۸۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ
الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هُرْمَزٍ مَوْلَى
بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَقَالَ مَرَّةً مَوْلَى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ
أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَالِكٍ بْنَ بَحْنَةَ وَهُوَ مِنْ أَزْدِ شَنْوَاءَ
وَهُوَ خَلِيفٌ لِبَنِي عَبْدِ مَنَافٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ
الْأُولَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا
قَضَى الصَّلَاةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيمَهُ كَبَّرَ وَهُوَ
جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ

ایہ طرف الحدیث: ۸۳۰-۱۲۲۳-۱۲۲۵-۱۲۳۰-۶۶۷۰

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن ہرمز نے حدیث بیان کی جو بنو عبد المطلب کے آزاد شدہ غلام ہیں اور مرزہ نے کہا جو بنو ربیعہ بن الحارث کے آزاد شدہ غلام ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مالک ابن حنینہ جو از د شنوءۃ سے ہیں اور وہ بنو عبد مناف کے حلیف ہیں اور وہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے کہ نبی ﷺ نے نمازیوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر آپ پہلی دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوئے اور نہیں بیٹھے پس نمازی بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جب آپ نے نماز پوری کر لی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور آپ بیٹھے ہوئے تھے پھر آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے دو سہو کے سجدے کیے پھر آپ نے سلام پھیرا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲۶-۵۷۰ سنن ابوداؤد: ۱۰۳۵-۱۰۳۴ سنن ترمذی: ۳۹۱ سنن نسائی: ۱۲۱۸-۱۱۷۳ جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۹۳ مکتبۃ)

الرشذریاض ۱۳۲ھ مسند الطحاوی: (۴۹۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ ابو حمزہ کا نام دینار ہے (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عبد الرحمن بن ہرمزہ اعرج ہیں (۵) عبد اللہ بن مالک ابن یحسینہ یحسینہ عبد اللہ کی ماں کا نام ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۵۳)

تشہد اول کے فرض ہونے کی نفی اور نماز میں سجدہ سہو کرنے کا محل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے اور واپس لوٹ کر نہیں بیٹھے لیکن آپ نے سجدہ سہو کیا اس سے معلوم ہوا کہ دو رکعت کے بعد بیٹھنا فرض نہیں ہے البتہ واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا اور امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں جو لکھا ہے: جن فقہاء کے نزدیک تشہد اول واجب نہیں ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا تھا امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کرنے کی جگہ نماز کا سلام پھیرنے سے پہلے ہے اور جن فقہاء نے یہ فرق کیا ہے کہ اگر نماز میں کسی کی وجہ سے سجدہ سہو کیا جائے تو وہ نماز کے سلام سے پہلے کیا جائے اور اگر نماز میں کسی زیادتی کی وجہ سے سجدہ سہو کیا جائے تو وہ نماز کے سلام کے بعد کیا جائے انہوں نے اس فرق پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔

میں کہتا ہوں: یہ فرق کرنا امام مالک کا مذہب ہے کیونکہ کسی کی صورت میں آپ نے پہلے سجدہ کیا اور زیادتی کی صورت میں آپ نے بعد میں سجدہ کیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: سجدہ سہو کرنے کی جگہ نماز کے سلام سے پہلے ہے یہی امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ سجدہ سہو ہر صورت میں نماز کے سلام سے پہلے ہے الا یہ کہ جس صورت میں یہ تصریح ہو کہ سجدہ سہو نماز کے سلام کے بعد کیا گیا تھا۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بکر نے حدیث بیان کی از جعفر بن ابی ربیعہ از الاعرج از عبد اللہ بن مالک ابن یحسینہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی پس آپ کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ پر بیٹھنا تھا جب نماز کا آخر ہوا تو آپ نے بیٹھے ہوئے دو سجدے کیے۔

۱۴۷ - بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْأَوَّلَى

۸۳۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ قَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ فَلَمَّا كَانَ فِي آخِرِ صَلَوَتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۸۲۹ میں گزر چکی ہے۔

آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا

۱۴۸ - بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْآخِرَةِ

۸۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى جَبْرِئِلَ وَمِيكَائِيلَ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ قَالَتْفَتِ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا صَلَّي أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

[اطراف الحدیث: ۸۳۵-۱۲۰۲-۶۲۳۰-۶۲۲۵-۶۳۲۸-۷۳۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق بن سلمہ انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے تھے: "السلام علی جبریل و میکائیل" اور "السلام علی فلان و فلان" تو رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے پس فرمایا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے پس جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ کہے: تمام قولی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر پس جب تم یہ کہہ لو گے تو آسمان اور زمین میں اللہ کے ہر نیک بندہ پر یہ رحمت پہنچ جائے گی (اور یہ کہو:) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔

(صحیح مسلم: ۴۰۲، رقم المسلسل: ۸۷۲، سنن ابوداؤد: ۹۶۸، سنن نسائی: ۱۶۶۳، سنن ابی داؤد: ۱۲۹۷، سنن ابی حاتم: ۱۲۶۸، سنن ابن ماجہ: ۸۹۹، صحیح ابن خزیمہ: ۷۰۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۱، السنن الکبریٰ: ۱۲۰۲، المستدرک: ۲۰۵، مسند ابویعلیٰ: ۵۰۸۲، شرح مشکل الآثار ج ۳ ص ۷۶، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۵۰، صحیح ابن حبان: ۱۹۵۵، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۱۳، المعجم الکبیر: ۹۸۸۵، شرح السنۃ: ۶۷۸، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۲۲، ج ۶ ص ۱۲۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۱۱۶، مکتبۃ الرشید ریاض، ۱۳۲ھ، مسند الطحاوی: ۵۰۷۷)

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

تشہد کے الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے پس فرمایا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے دوران ہمارا سلام سن کر یہ فرمایا، لیکن دوسری حدیث میں ہے: آپ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پھر یہ فرمایا۔

”التحیات لله“ یہ ”تحیۃ“ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: عظمت، آفات اور نقائص سے سلامتی اور ملک۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ کلمات مخصوصہ ہیں جن سے عرب بادشاہوں کو تعظیم دیتے تھے اس کا معنی ہے: تعظیم کی تمام انواع اللہ کے لیے ہیں جن کا وہ مستحق ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ”السلام“ المومن، المہيمن، العزیز، الجبار، الاحد، الصمد“ ان کلمات کے ساتھ تعظیم دینا صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور کی ان کلمات کے ساتھ تعظیم کرنا جائز نہیں ہے۔

”والصلوات“ اس سے مراد پانچ نمازیں ہیں الازہری نے کہا: اس سے مراد ہے: عبادات نیز اس کا معنی رحمت بھی ہے یعنی

رحمت تامہ کاملہ کو عطا کرنا صرف اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔

”والطیبات“ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء صرف پاکیزہ کلمات سے ہوتی ہے نہ کہ ان کلمات کے ساتھ جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں، حافظ نسفی نے کہا ہے کہ ”التحیات“ سے مراد ہے: عبادات قولیہ ”الصلوات“ سے مراد ہے: عبادات بدنیہ اور ”الطیبات“ سے مراد ہے: عبادات مالیہ۔

”السلام علیک ایہا النبی“ اس کا معنی ہے: آپ ہر عیب آفت، نقص اور فساد سے سلامت رہیں اور ”سلام“ کا لفظ اس لیے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم ”سلام“ کی برکتیں آپ کو حاصل ہوں اور غائب کے صیغہ سے خطاب کے صیغہ کی طرف عدول کیا ہے اور یوں نہیں کہا: نبی پر سلام ہو بلکہ یوں کہا ہے: اے نبی! آپ پر سلام ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرفان نے کہا ہے: جب نمازیوں نے ”التحیات“ پیش کر کے ملکوت کا دروازہ کھلوا یا تو ان کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مل گئی اور اس مناجات کے واسطے سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں تب ان پر یہ منکشف ہوا کہ یہ نعمت نبی رحمت کے واسطے اور آپ کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوئی ہے پھر جب انہوں نے توجہ کی تو دیکھا کہ حبیب حرم حبیب میں حاضر ہیں پس انہوں نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر بے ساختہ کہا: ”السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ“۔

”السلام“ میں الف لام عہد کا ہے یعنی جو سلام انبیاء سابقین علیہم السلام پر پڑھا گیا تھا وہی سلام آپ پر پڑھا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَسَلِّمْ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ (النمل: ۵۹)

اور اللہ کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے پسند کر لیا

ہے۔

اور آپ پر جو سلام بھیجا ہے اس سے اسی سلام کی طرف اشارہ ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے شب معراج آپ پر جو سلام پڑھا تھا وہی سلام آپ پر نازل ہو۔

نبی ﷺ نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں ”السلام علیک ایہا النبی“ میں آپ کی نبوت کا ذکر ہے اور ”عبدہ ورسولہ“ میں آپ کی رسالت کا ذکر ہے۔

”ورحمة اللہ“ اس سے مراد ہے: آپ پر اللہ تعالیٰ کا انعام۔

”وبرکاتہ“ یہ ”برکۃ“ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: ہر چیز میں خیر کثیر الطبیعی نے کہا: کسی چیز میں اللہ کی طرف سے خیر ہو تو اس کو برکت کہتے ہیں۔

”وعلى عباد الله الصالحين“ صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اوپر اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کو ادا کرے اور ”صلاح“ کا معنی ہے: کسی چیز کا اپنی حالت کمال پر قائم رہنا اور فساد اس کی ضد ہے اور صلاح حقیقی صرف آخرت میں حاصل ہوگی کیونکہ دنیا میں اگرچہ بعض اوقات صلاح حاصل ہوتی ہے لیکن اس میں فساد اور خلل کا شائبہ ہوتا ہے اور صلاح کامل صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں ○

وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَوِنَ الصَّالِحِينَ ○ (البقرہ: ۱۳۰)

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

تَوَقَّنِي مُسْلِمًا وَالْحَقِّنِي بِالصَّالِحِينَ ○ (یوسف: ۱۰۱)

حالت اسلام میں میری روح قبض کرنا اور مجھے صالحین کے

ساتھ ملا دینا ○

نیز اس حدیث میں ہے: "اشہد ان محمداً عبده ورسوله"، "محمد" اور "محمود" اس شخص کو کہتے ہیں جس میں ایسے اوصات بہ کثرت ہوں جن کی تعریف اور تحسین کی جائے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام محمد رکھا۔ متعدد صحابہ سے تشہد کے الفاظ مروی ہیں لیکن ان سب میں تشہد کے وہ الفاظ افضل ہیں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، امام ترمذی نے کہا: تشہد میں سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے اور صحابہ اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ معمر نے خیف سے روایت کی ہے: میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا، میں نے عرض کیا: لوگوں کا تشہد میں اختلاف ہے آپ نے فرمایا: تم ابن مسعود کے تشہد کو لازم کرلو۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۶۳-۱۵۸، ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۰۱- ج ۱ ص ۱۱۶۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:

(۱) تشہد میں مذاہب ائمہ (۲) تشہد میں رسول اللہ ﷺ پر قصد اسلام عرض کرنے کی تحقیق۔

سلام سے پہلے دعا کرنا

۱۴۹ - بَابُ الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: ہمیں عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ نبی ﷺ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں، پھر کسی کہنے والے نے آپ سے عرض کیا: آپ قرض سے بہت زیادہ پناہ طلب کرتے ہیں! آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔

۸۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَآْثِمِ وَالْمَغْرَمِ. فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ، حَدَّثَ فَكَذَّبَ، وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ.

محمد بن یوسف نے کہا: میں نے خلف بن عامر سے سنا وہ کہتے تھے کہ "المسیح" اور "المسیح" مشدد میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں کا ایک معنی ہے ان میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرا دجال ہے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ سَمِعْتُ خَلْفَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ فِي الْمَسِيْحِ وَالْمَسِيْحِ مُشَدَّدٌ لَيْسَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ أَحَدُهُمَا عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْآخَرُ الدَّجَالُ.

[اطراف الحديث: ۸۴۳-۲۳۹۷-۶۳۷۵-۶۳۷۶-۶۳۷۷-۶۳۷۸-۶۳۷۹-۶۳۸۰-۶۳۸۱-۶۳۸۲-۶۳۸۳-۶۳۸۴-۶۳۸۵-۶۳۸۶-۶۳۸۷-۶۳۸۸-۶۳۸۹-۶۳۹۰-۶۳۹۱-۶۳۹۲-۶۳۹۳-۶۳۹۴-۶۳۹۵-۶۳۹۶-۶۳۹۷-۶۳۹۸-۶۳۹۹-۶۴۰۰-۶۴۰۱-۶۴۰۲-۶۴۰۳-۶۴۰۴-۶۴۰۵-۶۴۰۶-۶۴۰۷-۶۴۰۸-۶۴۰۹-۶۴۱۰-۶۴۱۱-۶۴۱۲-۶۴۱۳-۶۴۱۴-۶۴۱۵-۶۴۱۶-۶۴۱۷-۶۴۱۸-۶۴۱۹-۶۴۲۰-۶۴۲۱-۶۴۲۲-۶۴۲۳-۶۴۲۴-۶۴۲۵-۶۴۲۶-۶۴۲۷-۶۴۲۸-۶۴۲۹-۶۴۳۰-۶۴۳۱-۶۴۳۲-۶۴۳۳-۶۴۳۴-۶۴۳۵-۶۴۳۶-۶۴۳۷-۶۴۳۸-۶۴۳۹-۶۴۴۰-۶۴۴۱-۶۴۴۲-۶۴۴۳-۶۴۴۴-۶۴۴۵-۶۴۴۶-۶۴۴۷-۶۴۴۸-۶۴۴۹-۶۴۵۰-۶۴۵۱-۶۴۵۲-۶۴۵۳-۶۴۵۴-۶۴۵۵-۶۴۵۶-۶۴۵۷-۶۴۵۸-۶۴۵۹-۶۴۶۰-۶۴۶۱-۶۴۶۲-۶۴۶۳-۶۴۶۴-۶۴۶۵-۶۴۶۶-۶۴۶۷-۶۴۶۸-۶۴۶۹-۶۴۷۰-۶۴۷۱-۶۴۷۲-۶۴۷۳-۶۴۷۴-۶۴۷۵-۶۴۷۶-۶۴۷۷-۶۴۷۸-۶۴۷۹-۶۴۸۰-۶۴۸۱-۶۴۸۲-۶۴۸۳-۶۴۸۴-۶۴۸۵-۶۴۸۶-۶۴۸۷-۶۴۸۸-۶۴۸۹-۶۴۹۰-۶۴۹۱-۶۴۹۲-۶۴۹۳-۶۴۹۴-۶۴۹۵-۶۴۹۶-۶۴۹۷-۶۴۹۸-۶۴۹۹-۶۵۰۰-۶۵۰۱-۶۵۰۲-۶۵۰۳-۶۵۰۴-۶۵۰۵-۶۵۰۶-۶۵۰۷-۶۵۰۸-۶۵۰۹-۶۵۱۰-۶۵۱۱-۶۵۱۲-۶۵۱۳-۶۵۱۴-۶۵۱۵-۶۵۱۶-۶۵۱۷-۶۵۱۸-۶۵۱۹-۶۵۲۰-۶۵۲۱-۶۵۲۲-۶۵۲۳-۶۵۲۴-۶۵۲۵-۶۵۲۶-۶۵۲۷-۶۵۲۸-۶۵۲۹-۶۵۳۰-۶۵۳۱-۶۵۳۲-۶۵۳۳-۶۵۳۴-۶۵۳۵-۶۵۳۶-۶۵۳۷-۶۵۳۸-۶۵۳۹-۶۵۴۰-۶۵۴۱-۶۵۴۲-۶۵۴۳-۶۵۴۴-۶۵۴۵-۶۵۴۶-۶۵۴۷-۶۵۴۸-۶۵۴۹-۶۵۵۰-۶۵۵۱-۶۵۵۲-۶۵۵۳-۶۵۵۴-۶۵۵۵-۶۵۵۶-۶۵۵۷-۶۵۵۸-۶۵۵۹-۶۵۶۰-۶۵۶۱-۶۵۶۲-۶۵۶۳-۶۵۶۴-۶۵۶۵-۶۵۶۶-۶۵۶۷-۶۵۶۸-۶۵۶۹-۶۵۷۰-۶۵۷۱-۶۵۷۲-۶۵۷۳-۶۵۷۴-۶۵۷۵-۶۵۷۶-۶۵۷۷-۶۵۷۸-۶۵۷۹-۶۵۸۰-۶۵۸۱-۶۵۸۲-۶۵۸۳-۶۵۸۴-۶۵۸۵-۶۵۸۶-۶۵۸۷-۶۵۸۸-۶۵۸۹-۶۵۹۰-۶۵۹۱-۶۵۹۲-۶۵۹۳-۶۵۹۴-۶۵۹۵-۶۵۹۶-۶۵۹۷-۶۵۹۸-۶۵۹۹-۶۶۰۰-۶۶۰۱-۶۶۰۲-۶۶۰۳-۶۶۰۴-۶۶۰۵-۶۶۰۶-۶۶۰۷-۶۶۰۸-۶۶۰۹-۶۶۱۰-۶۶۱۱-۶۶۱۲-۶۶۱۳-۶۶۱۴-۶۶۱۵-۶۶۱۶-۶۶۱۷-۶۶۱۸-۶۶۱۹-۶۶۲۰-۶۶۲۱-۶۶۲۲-۶۶۲۳-۶۶۲۴-۶۶۲۵-۶۶۲۶-۶۶۲۷-۶۶۲۸-۶۶۲۹-۶۶۳۰-۶۶۳۱-۶۶۳۲-۶۶۳۳-۶۶۳۴-۶۶۳۵-۶۶۳۶-۶۶۳۷-۶۶۳۸-۶۶۳۹-۶۶۴۰-۶۶۴۱-۶۶۴۲-۶۶۴۳-۶۶۴۴-۶۶۴۵-۶۶۴۶-۶۶۴۷-۶۶۴۸-۶۶۴۹-۶۶۵۰-۶۶۵۱-۶۶۵۲-۶۶۵۳-۶۶۵۴-۶۶۵۵-۶۶۵۶-۶۶۵۷-۶۶۵۸-۶۶۵۹-۶۶۶۰-۶۶۶۱-۶۶۶۲-۶۶۶۳-۶۶۶۴-۶۶۶۵-۶۶۶۶-۶۶۶۷-۶۶۶۸-۶۶۶۹-۶۶۷۰-۶۶۷۱-۶۶۷۲-۶۶۷۳-۶۶۷۴-۶۶۷۵-۶۶۷۶-۶۶۷۷-۶۶۷۸-۶۶۷۹-۶۶۸۰-۶۶۸۱-۶۶۸۲-۶۶۸۳-۶۶۸۴-۶۶۸۵-۶۶۸۶-۶۶۸۷-۶۶۸۸-۶۶۸۹-۶۶۹۰-۶۶۹۱-۶۶۹۲-۶۶۹۳-۶۶۹۴-۶۶۹۵-۶۶۹۶-۶۶۹۷-۶۶۹۸-۶۶۹۹-۶۷۰۰-۶۷۰۱-۶۷۰۲-۶۷۰۳-۶۷۰۴-۶۷۰۵-۶۷۰۶-۶۷۰۷-۶۷۰۸-۶۷۰۹-۶۷۱۰-۶۷۱۱-۶۷۱۲-۶۷۱۳-۶۷۱۴-۶۷۱۵-۶۷۱۶-۶۷۱۷-۶۷۱۸-۶۷۱۹-۶۷۲۰-۶۷۲۱-۶۷۲۲-۶۷۲۳-۶۷۲۴-۶۷۲۵-۶۷۲۶-۶۷۲۷-۶۷۲۸-۶۷۲۹-۶۷۳۰-۶۷۳۱-۶۷۳۲-۶۷۳۳-۶۷۳۴-۶۷۳۵-۶۷۳۶-۶۷۳۷-۶۷۳۸-۶۷۳۹-۶۷۴۰-۶۷۴۱-۶۷۴۲-۶۷۴۳-۶۷۴۴-۶۷۴۵-۶۷۴۶-۶۷۴۷-۶۷۴۸-۶۷۴۹-۶۷۵۰-۶۷۵۱-۶۷۵۲-۶۷۵۳-۶۷۵۴-۶۷۵۵-۶۷۵۶-۶۷۵۷-۶۷۵۸-۶۷۵۹-۶۷۶۰-۶۷۶۱-۶۷۶۲-۶۷۶۳-۶۷۶۴-۶۷۶۵-۶۷۶۶-۶۷۶۷-۶۷۶۸-۶۷۶۹-۶۷۷۰-۶۷۷۱-۶۷۷۲-۶۷۷۳-۶۷۷۴-۶۷۷۵-۶۷۷۶-۶۷۷۷-۶۷۷۸-۶۷۷۹-۶۷۸۰-۶۷۸۱-۶۷۸۲-۶۷۸۳-۶۷۸۴-۶۷۸۵-۶۷۸۶-۶۷۸۷-۶۷۸۸-۶۷۸۹-۶۷۹۰-۶۷۹۱-۶۷۹۲-۶۷۹۳-۶۷۹۴-۶۷۹۵-۶۷۹۶-۶۷۹۷-۶۷۹۸-۶۷۹۹-۶۸۰۰-۶۸۰۱-۶۸۰۲-۶۸۰۳-۶۸۰۴-۶۸۰۵-۶۸۰۶-۶۸۰۷-۶۸۰۸-۶۸۰۹-۶۸۱۰-۶۸۱۱-۶۸۱۲-۶۸۱۳-۶۸۱۴-۶۸۱۵-۶۸۱۶-۶۸۱۷-۶۸۱۸-۶۸۱۹-۶۸۲۰-۶۸۲۱-۶۸۲۲-۶۸۲۳-۶۸۲۴-۶۸۲۵-۶۸۲۶-۶۸۲۷-۶۸۲۸-۶۸۲۹-۶۸۳۰-۶۸۳۱-۶۸۳۲-۶۸۳۳-۶۸۳۴-۶۸۳۵-۶۸۳۶-۶۸۳۷-۶۸۳۸-۶۸۳۹-۶۸۴۰-۶۸۴۱-۶۸۴۲-۶۸۴۳-۶۸۴۴-۶۸۴۵-۶۸۴۶-۶۸۴۷-۶۸۴۸-۶۸۴۹-۶۸۵۰-۶۸۵۱-۶۸۵۲-۶۸۵۳-۶۸۵۴-۶۸۵۵-۶۸۵۶-۶۸۵۷-۶۸۵۸-۶۸۵۹-۶۸۶۰-۶۸۶۱-۶۸۶۲-۶۸۶۳-۶۸۶۴-۶۸۶۵-۶۸۶۶-۶۸۶۷-۶۸۶۸-۶۸۶۹-۶۸۷۰-۶۸۷۱-۶۸۷۲-۶۸۷۳-۶۸۷۴-۶۸۷۵-۶۸۷۶-۶۸۷۷-۶۸۷۸-۶۸۷۹-۶۸۸۰-۶۸۸۱-۶۸۸۲-۶۸۸۳-۶۸۸۴-۶۸۸۵-۶۸۸۶-۶۸۸۷-۶۸۸۸-۶۸۸۹-۶۸۹۰-۶۸۹۱-۶۸۹۲-۶۸۹۳-۶۸۹۴-۶۸۹۵-۶۸۹۶-۶۸۹۷-۶۸۹۸-۶۸۹۹-۶۹۰۰-۶۹۰۱-۶۹۰۲-۶۹۰۳-۶۹۰۴-۶۹۰۵-۶۹۰۶-۶۹۰۷-۶۹۰۸-۶۹۰۹-۶۹۱۰-۶۹۱۱-۶۹۱۲-۶۹۱۳-۶۹۱۴-۶۹۱۵-۶۹۱۶-۶۹۱۷-۶۹۱۸-۶۹۱۹-۶۹۲۰-۶۹۲۱-۶۹۲۲-۶۹۲۳-۶۹۲۴-۶۹۲۵-۶۹۲۶-۶۹۲۷-۶۹۲۸-۶۹۲۹-۶۹۳۰-۶۹۳۱-۶۹۳۲-۶۹۳۳-۶۹۳۴-۶۹۳۵-۶۹۳۶-۶۹۳۷-۶۹۳۸-۶۹۳۹-۶۹۴۰-۶۹۴۱-۶۹۴۲-۶۹۴۳-۶۹۴۴-۶۹۴۵-۶۹۴۶-۶۹۴۷-۶۹۴۸-۶۹۴۹-۶۹۵۰-۶۹۵۱-۶۹۵۲-۶۹۵۳-۶۹۵۴-۶۹۵۵-۶۹۵۶-۶۹۵۷-۶۹۵۸-۶۹۵۹-۶۹۶۰-۶۹۶۱-۶۹۶۲-۶۹۶۳-۶۹۶۴-۶۹۶۵-۶۹۶۶-۶۹۶۷-۶۹۶۸-۶۹۶۹-۶۹۷۰-۶۹۷۱-۶۹۷۲-۶۹۷۳-۶۹۷۴-۶۹۷۵-۶۹۷۶-۶۹۷۷-۶۹۷۸-۶۹۷۹-۶۹۸۰-۶۹۸۱-۶۹۸۲-۶۹۸۳-۶۹۸۴-۶۹۸۵-۶۹۸۶-۶۹۸۷-۶۹۸۸-۶۹۸۹-۶۹۹۰-۶۹۹۱-۶۹۹۲-۶۹۹۳-۶۹۹۴-۶۹۹۵-۶۹۹۶-۶۹۹۷-۶۹۹۸-۶۹۹۹-۷۰۰۰-۷۰۰۱-۷۰۰۲-۷۰۰۳-۷۰۰۴-۷۰۰۵-۷۰۰۶-۷۰۰۷-۷۰۰۸-۷۰۰۹-۷۰۱۰-۷۰۱۱-۷۰۱۲-۷۰۱۳-۷۰۱۴-۷۰۱۵-۷۰۱۶-۷۰۱۷-۷۰۱۸-۷۰۱۹-۷۰۲۰-۷۰۲۱-۷۰۲۲-۷۰۲۳-۷۰۲۴-۷۰۲۵-۷۰۲۶-۷۰۲۷-۷۰۲۸-۷۰۲۹-۷۰۳۰-۷۰۳۱-۷۰۳۲-۷۰۳۳-۷۰۳۴-۷۰۳۵-۷۰۳۶-۷۰۳۷-۷۰۳۸-۷۰۳۹-۷۰۴۰-۷۰۴۱-۷۰۴۲-۷۰۴۳-۷۰۴۴-۷۰۴۵-۷۰۴۶-۷۰۴۷-۷۰۴۸-۷۰۴۹-۷۰۵۰-۷۰۵۱-۷۰۵۲-۷۰۵۳-۷۰۵۴-۷۰۵۵-۷۰۵۶-۷۰۵۷-۷۰۵۸-۷۰۵۹-۷۰۶۰-۷۰۶۱-۷۰۶۲-۷۰۶۳-۷۰۶۴-۷۰۶۵-۷۰۶۶-۷۰۶۷-۷۰۶۸-۷۰۶۹-۷۰۷۰-۷۰۷۱-۷۰۷۲-۷۰۷۳-۷۰۷۴-۷۰۷۵-۷۰۷۶-۷۰۷۷-۷۰۷۸-۷۰۷۹-۷۰۸۰-۷۰۸۱-۷۰۸۲-۷۰۸۳-۷۰۸۴-۷۰۸۵-۷۰۸۶-۷۰۸۷-۷۰۸۸-۷۰۸۹-۷۰۹۰-۷۰۹۱-۷۰۹۲-۷۰۹۳-۷۰۹۴-۷۰۹۵-۷۰۹۶-۷۰۹۷-۷۰۹۸-۷۰۹۹-۷۱۰۰-۷۱۰۱-۷۱۰۲-۷۱۰۳-۷۱۰۴-۷۱۰۵-۷۱۰۶-۷۱۰۷-۷۱۰۸-۷۱۰۹-۷۱۱۰-۷۱۱۱-۷۱۱۲-۷۱۱۳-۷۱۱۴-۷۱۱۵-۷۱۱۶-۷۱۱۷-۷۱۱۸-۷۱۱۹-۷۱۲۰-۷۱۲۱-۷۱۲۲-۷۱۲۳-۷۱۲۴-۷۱۲۵-۷۱۲۶-۷۱۲۷-۷۱۲۸-۷۱۲۹-۷۱۳۰-۷۱۳۱-۷۱۳۲-۷۱۳۳-۷۱۳۴-۷۱۳۵-۷۱۳۶-۷۱۳۷-۷۱۳۸-۷۱۳۹-۷۱۴۰-۷۱۴۱-۷۱۴۲-۷۱۴۳-۷۱۴۴-۷۱۴۵-۷۱۴۶-۷۱۴۷-۷۱۴۸-۷۱۴۹-۷۱۵۰-۷۱۵۱-۷۱۵۲-۷۱۵۳-۷۱۵۴-۷۱۵۵-۷۱۵۶-۷۱۵۷-۷۱۵۸-۷۱۵۹-۷۱۶۰-۷۱۶۱-۷۱۶۲-۷۱۶۳-۷۱۶۴-۷۱۶۵-۷۱۶۶-۷۱۶۷-۷۱۶۸-۷۱۶۹-۷۱۷۰-۷۱۷۱-۷۱۷۲-۷۱۷۳-۷۱۷۴-۷۱۷۵-۷۱۷۶-۷۱۷۷-۷۱۷۸-۷۱۷۹-۷۱۸۰-۷۱۸۱-۷۱۸۲-۷۱۸۳-۷۱۸۴-۷۱۸۵-۷۱۸۶-۷۱۸۷-۷۱۸۸-۷۱۸۹-۷۱۹۰-۷۱۹۱-۷۱۹۲-۷۱۹۳-۷۱۹۴-۷۱۹۵-۷۱۹۶-۷۱۹۷-۷۱۹۸-۷۱۹۹-۷۲۰۰-۷۲۰۱-۷۲۰۲-۷۲۰۳-۷۲۰۴-۷۲۰۵-۷۲۰۶-۷۲۰۷-۷۲۰۸-۷۲۰۹-۷۲۱۰-۷۲۱۱-۷۲۱۲-۷۲۱۳-۷۲۱۴-۷۲۱۵-۷۲۱۶-۷۲۱۷-۷۲۱۸-۷۲۱۹-۷۲۲۰-۷۲۲۱-۷۲۲۲-۷۲۲۳-۷۲۲۴-۷۲۲۵-۷۲۲۶-۷۲۲۷-۷۲۲۸-۷۲۲۹-۷۲۳۰-۷۲۳۱-۷۲۳۲-۷۲۳۳-۷۲۳۴-۷۲۳۵-۷۲۳۶-۷۲۳۷-۷۲۳۸-۷۲۳۹-۷۲۴۰-۷۲۴۱-۷۲۴۲-۷۲۴۳-۷۲۴۴-۷۲۴۵-۷۲۴۶-۷۲۴۷-۷۲۴۸-۷۲۴۹-۷۲۵۰-۷۲۵۱-۷۲۵۲-۷۲۵۳-۷۲۵۴-۷۲۵۵-۷۲۵۶-۷۲۵۷-۷۲۵۸-۷۲۵۹-۷۲۶۰-۷۲۶۱-۷۲۶۲-۷۲۶۳-۷۲۶۴-۷۲۶۵-۷۲۶۶-۷۲۶۷-۷۲۶۸-۷۲۶۹-۷۲۷۰-۷۲۷۱-۷۲۷۲-۷۲۷۳-۷۲۷۴-۷۲۷۵-۷۲۷۶-۷۲۷۷-۷۲۷۸-۷۲۷۹-۷۲۸۰-۷۲۸۱-۷۲۸۲-۷۲۸۳-۷۲۸۴-۷۲۸۵-۷۲۸۶-۷۲۸۷-۷۲۸۸-۷۲۸۹-۷۲۹۰-۷۲۹۱-۷۲۹۲-۷۲۹۳-۷۲۹۴-۷۲۹۵-۷۲۹۶-۷۲۹۷-۷۲۹۸-۷۲۹۹-۷۳۰۰-۷۳۰۱-۷۳۰۲-۷۳۰۳-۷۳۰۴-۷۳۰۵-۷۳۰۶-۷۳۰۷-۷۳۰۸-۷۳۰۹-۷۳۱۰-۷۳۱۱-۷۳۱۲-۷۳۱۳-۷۳۱۴-۷۳۱۵-۷۳۱۶-۷۳۱۷-۷۳۱۸-۷۳۱۹-۷۳۲۰-۷۳۲۱-۷۳۲۲-۷۳۲۳-۷۳۲۴-۷۳۲۵-۷۳۲۶-۷۳۲۷-۷۳۲۸-۷۳۲۹-۷۳۳۰-۷۳۳۱-۷۳۳۲-۷۳۳۳-۷۳۳۴-۷۳۳۵-۷۳۳۶-۷۳۳۷-۷۳۳۸-۷۳۳۹-۷۳۴۰-۷۳۴۱-۷۳۴۲-۷۳۴۳-۷۳۴۴-۷۳۴۵-۷۳۴۶-۷۳۴۷-۷۳۴۸-۷۳۴۹-۷۳۵۰-۷۳۵۱-۷۳۵۲-۷۳۵۳-۷۳۵۴-۷۳۵۵-۷۳۵۶-۷۳۵۷-۷۳۵۸-۷۳۵۹-۷۳۶۰-۷۳۶۱-۷۳۶۲-۷۳۶۳-۷۳۶۴-۷۳۶۵-۷۳۶۶-۷۳۶۷-۷۳۶۸-۷۳۶۹-۷۳۷۰-۷۳۷۱-۷۳۷۲-۷۳۷۳-۷۳۷۴-۷۳۷۵-۷۳۷۶-۷۳۷۷-۷۳۷۸-۷۳۷۹-۷۳۸۰-۷۳۸۱-۷۳۸۲-۷۳۸۳-۷۳۸۴-۷۳۸۵-۷۳۸۶-۷۳۸۷-۷۳۸۸-۷۳۸۹-۷۳۹۰-۷۳۹۱-۷۳۹۲-۷۳۹۳-۷۳۹۴-۷۳۹۵-۷۳۹۶-۷۳۹۷-۷۳۹۸-۷۳۹۹-۷۴۰۰-۷۴۰۱-۷۴۰۲-۷۴۰۳-۷۴۰۴-۷۴۰۵-۷۴۰۶-۷۴۰۷-۷۴۰۸-۷۴۰۹-۷۴۱۰-۷۴۱۱-۷۴۱۲-۷۴۱۳-۷۴۱۴-۷۴۱۵-۷۴۱۶-۷۴۱۷-۷۴۱۸-۷۴۱۹-۷۴۲۰-۷۴۲۱-۷۴۲۲-۷۴۲۳-۷۴۲۴-۷۴۲۵-۷۴۲۶-۷۴۲۷-۷۴۲۸-۷۴۲۹-۷۴۳۰-۷۴۳۱-۷۴۳۲-۷۴۳۳-۷۴۳۴-۷۴۳۵-۷۴۳۶-۷۴۳۷-۷۴۳۸-۷۴۳۹-۷۴۴۰-۷۴۴۱-۷۴۴۲-۷۴۴۳-۷۴۴۴-۷۴۴۵-۷۴۴۶-۷۴۴۷-۷۴۴۸-۷۴۴۹-۷۴۵۰-۷۴۵۱-۷۴۵۲-۷۴۵۳-۷۴۵۴-۷۴۵۵-۷۴۵۶-۷۴۵۷-۷۴۵۸-۷۴۵۹-۷۴۶۰-۷۴۶۱-۷۴۶۲-۷۴۶۳-۷۴۶۴-۷۴۶۵-۷۴۶۶-۷۴۶۷-۷۴۶۸-۷۴۶۹-۷۴۷۰-۷۴۷۱-۷۴۷۲-۷۴۷۳-۷۴۷۴-۷۴۷۵-۷۴۷۶-۷۴۷۷-۷۴۷۸-۷۴۷۹-۷۴۸۰-۷۴۸۱-۷۴۸۲-۷۴۸۳-۷۴۸۴-۷۴۸۵-۷۴۸۶-۷۴۸۷-۷۴۸۸-۷۴۸۹-۷۴۹۰-۷۴۹۱-۷۴۹۲-۷۴۹۳-۷۴۹۴-۷۴۹۵-۷۴۹۶-۷۴۹۷-۷۴۹۸-۷۴۹۹-۷۵۰۰-۷۵۰۱-۷۵۰۲-۷۵۰۳-۷۵۰۴-۷۵۰۵-۷۵۰۶-۷۵۰۷-۷۵۰۸-۷۵۰۹-۷۵۱۰-۷۵۱۱-۷۵۱۲-۷۵۱۳-۷۵۱۴-۷۵۱۵-۷۵۱۶-۷۵۱۷-۷۵۱۸-۷۵۱۹-۷۵۲۰-۷۵۲۱-۷۵۲۲-۷۵۲۳-۷۵۲۴-۷۵۲۵-۷۵۲۶-۷۵۲۷-۷۵۲۸-۷۵۲۹-۷۵۳۰-۷۵۳۱-۷۵۳۲-۷۵۳۳-۷۵۳۴-۷۵۳۵-۷۵۳۶-۷۵۳۷-۷۵۳۸-۷۵۳۹-۷۵۴۰-۷۵۴۱-۷۵۴۲-۷۵۴۳-۷۵۴۴-۷۵۴۵-۷۵۴۶-۷۵۴۷-۷۵۴۸-۷۵۴۹-۷۵۵۰-۷۵۵۱-۷۵۵۲-۷۵۵۳-۷۵۵۴-۷۵۵۵-۷۵۵۶-۷۵۵۷-۷۵۵۸-۷۵۵۹-۷۵۶۰-۷۵۶۱-۷۵۶۲-۷۵۶۳-۷۵۶۴-۷۵۶۵-۷۵۶۶-۷۵۶۷-۷۵۶۸-۷۵۶۹-۷۵۷۰-

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: سلام سے پہلے دعا کرنا اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نماز میں یہ امور ہیں: قیام اور رکوع اور سجود اور قعود پس قیام قرآن پڑھنے کا محل ہے اور رکوع اور سجود تسبیحات مخصوصہ کا محل ہیں اور قعود تشہد کا محل ہے لہذا دعا کے لیے جو محل بچا ہے وہ صرف تشہد کے بعد سلام سے پہلے ہے۔

فتنہ کا معنی اور حضرت مسیح ابن مریم اور مسیح الدجال کا معنوی فرق

اس حدیث میں مسیح دجال کے فتنہ کا ذکر ہے فتنہ کا معنی امتحان ابتلاء اور آزمائش ہے پھر اس کا اکثر استعمال گناہ اور کفر میں ہوتا ہے مسیح کا اطلاق حضرت عیسیٰ ابن مریم پر بھی ہوتا ہے اور مسیح الدجال پر بھی ہوتا ہے حضرت عیسیٰ پر مسیح کا اطلاق بہ معنی ماح ہوتا ہے یعنی وہ بیماروں پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ تندرست ہو جاتے تھے اور دجال پر جو مسیح کا اطلاق ہوتا ہے وہ بہ معنی ممسوح ہے یعنی اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی تھی۔

”فتنة الحيات“ سے مراد ہے: زندگی میں جہالت اور شہوت کا غلبہ اور ”فتنة المعات“ سے مراد ہے: قبر کا عذاب۔

قرض لینے کے جواز اور عدم جواز کے محامل

اس حدیث میں قرض کے فتنہ سے بھی پناہ کا ذکر ہے اس حدیث کے معارض درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ قرض لیا کرتی تھیں ان سے کہا گیا کہ آپ کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے مال تو ہے نہیں پھر آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کی بھی یہ نیت ہو کہ وہ قرض ادا کرے گا اس کی اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے پس میں اس مدد کو طلب کرتی ہوں۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اس کی سند میں ابن مجہر ہے اس کو امام نسائی نے متروک کہا ہے اور امام احمد نے اس کی توثیق کی ہے۔

(المستدرک: ۲۲۰۲، کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۱)

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرض لیتی تھیں ان سے کہا گیا کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس بندہ کی بھی نیت قرض کو ادا کرنا ہو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے سو میں اس مدد کو طلب کرتی ہوں۔ (المستدرک: ۲۲۰۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴، مسند احمد ج ۶ ص ۹۹-۷۲، کنز العمال: ۱۵۴۲۶)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بہ کثرت قرض لیتی تھیں ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں قرض لینا نہیں چھوڑوں گی کیونکہ مقروض کے لیے اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے سو میں اس مدد کو طلب کرتی ہوں۔

(المستدرک: ۲۲۰۴، مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۳۲۸، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴، سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۸، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۲)

حضرت عبداللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ مقروض کے ساتھ ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر دے جب تک کہ اس کا قرض کسی مکروہ کام کے لیے نہ ہو۔ (المستدرک: ۲۲۰۵، الترغیب ج ۳ ص ۳۶، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قرض لیا اور اس کی نیت اس قرض کو ادا کرنا تھی پھر وہ فوت ہو گیا تو اللہ اس سے درگزر فرمائے گا اور اس کے قرض خواہ کو جس طرح چاہے گارا ضی کر دے گا اور جس نے قرض لیا اور اس کی نیت ادا نیکی کی نہ تھی پھر وہ مر گیا تو اللہ قرض خواہ کی طرف سے اس کا بدلہ لے گا۔

(المستدرک: ۲۲۰۶، الترغیب ج ۳ ص ۳۳، کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۳)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ قرض لینا صرف اس وقت مذموم ہے جب کوئی شخص کوئی گناہ کرنے کے لیے قرض لے یا جس کا ارادہ قرض کو ادا کرنا نہ ہو۔

۸۳۳۔ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِينُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ.

اور از الزہری روایت ہے: انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ اپنی رات کی نماز میں دجال کے فتنہ سے پناہ طلب کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۸۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ. [اطراف الحديث: ۶۳۲۶-۷۳۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از عبد اللہ بن عمرو از حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: مجھے کوئی دعا سکھا دیجئے جسے میں اپنی نماز میں پڑھا کروں آپ نے فرمایا: یہ کہو: اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشے گا پس تو اپنے پاس سے میرے لیے مغفرت کر دے اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۰۵، رقم المسلسل: ۶۷۴۲، سنن ترمذی: ۳۵۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۵، سنن نسائی: ۱۲۹۸، مسند ابویعلیٰ: ۳۰، شرح السنۃ: ۶۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۶۹، مسند الزہار: ۲۹، صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۵، صحیح ابن حبان: ۱۹۷۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۸، ج ۱ ص ۱۸۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۲۹۷، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

نماز کی دعا کا طریقہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے نماز کی دعا کی تعلیم دیں اس سے معلوم ہوا کہ معلم کو عالم سے ہر اس چیز کو سیکھنا چاہیے جس میں خیر ہو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا میں اپنی تقصیر کا اعتراف کرنا چاہیے اور اپنی طرف ظلم کی نسبت کرنی چاہیے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا میں اپنے کسی عمل کا ذکر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی وجہ سے سوال کرنا چاہیے یہی زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ رہی وہ حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے غار میں پھنسے والے تین نوجوانوں کا تذکرہ فرمایا ہے جنہوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا نیک عمل پیش کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی تھی (صحیح بخاری: ۲۲۱۵، صحیح مسلم: ۲۷۴۳) تو وہ فقط بیان جواز کے لیے ہے۔ افضل یہی ہے کہ آدمی صرف اللہ کے فضل سے اپنی حاجت کا سوال کرے نیز زیر بحث حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں وہ دعا مانگنی چاہیے جو نبی ﷺ سے منقول ہو یا وہ دعا مانگنی چاہیے جو قرآن مجید کے الفاظ سے مشابہ ہو حدیث میں ہے:

حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہماری اس نماز میں لوگوں کے ساتھ کلام کی گنجائش نہیں ہے اس میں صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن مجید کا پڑھنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۶۷۴۲۔ ج ۷ ص ۸۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۰۔ بَابُ مَا يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ

بَعْدَ التَّشْهَدِ، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

تَشْهَدُ سَے فَرَاعْتَ کے بعد نمازی کون سی دعا

کو اختیار کرے اور یہ واجب نہیں ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش انہوں نے

کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ

انہوں نے بیان کیا: جب ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو

ہم کہتے تھے: اللہ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو فلاں پر

سلام ہو اور فلاں پر پس نبی ﷺ نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ اللہ پر سلام

ہو کیونکہ اللہ تو خود سلام ہے لیکن تم یہ کہو کہ تمام قوی عبادتیں اللہ کے

لیے ہیں اور تمام بدنی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اور تمام مالی

عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی

رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک

بندوں پر کیونکہ جب تم (یہ سلام پڑھو گے) تو یہ (سلام) آسمان میں

اور زمین میں ہر بندہ تک پہنچ جائے گا (اور یہ کہنا کہ) میں گواہی

دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی

دیتا ہوں کہ (سیدنا) محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں پھر

اس کے نزدیک جو اچھی دعا ہو اس کو اختیار کرے۔

اس حدیث کی مکمل شرح، صحیح البخاری: ۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۱۔ بَابُ مَنْ لَّمْ يَمْسَحْ

جَبْهَتَهُ وَأَنْفَهُ حَتَّى صَلَّى

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ رَأَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ بِهَذَا

الْحَدِيثِ، أَنْ لَا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلَاةِ.

جس نے اپنی پیشانی اور ناک سے مٹی نہیں

پونچھی حتیٰ کہ نماز پڑھی

امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: میں نے الحمیدی کو دیکھا وہ اس

حدیث یہ استدلال کرتے تھے کہ نماز میں پیشانی (سے مٹی) کو نہ

پونچھا جائے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از

۸۳۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ

عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ

امام مالک، امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب نمازی لفظ ”سلام“ کہے بغیر نماز سے فارغ ہو کر چلا جائے تو اس کی نماز باطل ہے حتیٰ کہ علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ اگر اس نے ”السلام علیکم“ کے بجائے کوئی اور لفظ کہا تب بھی اس کی نماز باطل ہو جائے گی ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کی چابی وضوء ہے اور نماز کی تحریم تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل تسلیم ہے یعنی سلام پھیرنا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۶)

علامہ عینی نے کہا: اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے امام محمد بن سعد نے کہا: وہ اہل مدینہ کے طبقہ رابعہ سے ہے اور وہ منکر الحدیث ہے محدثین اس کی حدیث سے استدلال نہیں کرتے ابن المدینی نے کہا: امام مالک اس سے روایت نہیں کرتے تھے امام ترمذی نے کہا: یہ صدوق ہے یحییٰ بن معین نے کہا: اس کی حدیث حجت نہیں ہے اور انہوں نے کہا: وہ ضعیف الحدیث ہے امام نسائی نے کہا: وہ ضعیف ہے اور بعض اہل علم نے اس کے حافظہ پر جرح کی ہے اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ سلام کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب آپ اس حدیث سے سلام پھیرنے کی فرضیت ثابت نہیں کرتے تو پھر اس حدیث سے تکبیرۃ تحریمہ کی فرضیت کیوں ثابت کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تکبیر تحریمہ کی فرضیت اس حدیث سے ثابت نہیں کرتے بلکہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے ثابت کرتے ہیں:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى (الاعلیٰ: ۱۵)

اور اس نے اپنے رب کے اسم کا ذکر کیا پھر نماز پڑھی

وَرَبُّكَ فَكَبِّرْ (المدثر: ۳)

اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے (اللہ اکبر کہیے)

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس حدیث میں ان آیتوں کی مراد بیان کی گئی ہے یعنی نماز کے افتتاح میں اللہ اکبر پڑھنے سے نماز میں غیر نماز کے افعال حرام ہو جاتے ہیں اور آخر میں سلام پڑھنے سے وہ افعال حلال ہو جاتے ہیں۔

عطاء بن ابی رباح، سعید بن المسیب، ابراہیم قتادہ، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام ابن جریر طبری کا یہی مذہب ہے کہ نماز میں سلام پھیرنا فرض نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے اس کو ترک کر دیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۷۳-۱۷۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی اس تقریر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے آخر میں سلام کے ساتھ نماز ختم کرنا فرض نہیں ہے اور یہ سلام کے واجب ہونے کے منافی نہیں ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب آخر میں سلام نہیں پڑھا تو سہو کے دو سجدے کیے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز میں سلام کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ سلام پھیرنا فرض ہے بغیر سلام پھیرے نماز سے نکلنا جائز نہیں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی چابی تکبیر ہے اور نماز کا اختتام سلام پھیرنا ہے اس کو الطبری نے ذکر کیا ہے اور عطاء اور الزہری کا بھی یہی قول ہے امام مالک اور امام شافعی وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابو حنیفہ ثوری اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ سلام پھیرنا سنت ہے اور بغیر سلام پھیرے نماز سے نکلنا صحیح ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ جب نبی ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد کی تعلیم دی تو فرمایا: جب تم نے یہ ذکر کر لیا تو

تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی یہ توجیہ ہے کہ جب تم تشهد پڑھ کر سلام پھیر لو تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی کیونکہ نبی ﷺ ہر نماز میں سلام پھیرتے تھے اور آپ نے امت کو اس کی تعلیم دی ہے۔ ثانیاً اس حدیث میں یہ اضافہ درج ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلام پھیرنا سنت ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلام پھیرنا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متونی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

پھر غلط سلام پڑھنا ہمارے نزدیک واجب ہے اور فرض نہیں ہے اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے وہ اس کو فرض کہتے ہیں ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: نماز کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل تسلیم ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن مسعود کو تشهد کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا: پھر اس کے بعد وہ دعا کرو جو تم کو اچھی لگے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۲۸) اور یہ اختیار دینا فرضیت اور وجوب کے منافی ہے تاہم ہم نے اس روایت کی بناء پر سلام پھیرنے کو احتیاطاً واجب کہا ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی ازہد بنت الحارث کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو خواتین اسی وقت کھڑی ہو جاتیں جب آپ سلام پھیرتے اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ ابن شہاب نے کہا: واللہ اعلم! میری رائے یہ ہے کہ آپ اس لیے ٹھہرتے تھے تاکہ نمازیوں کے واپس جانے سے پہلے خواتین گزر جائیں۔

۸۳۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَقْضِي تَسْلِيمَهُ وَمَكَثَ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَارِئُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّ مَكْنَاهُ لِكَيْ يَنْفِذَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُذَرِّكَهُنَّ مَنْ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ. [أطراف الحديث: ۸۳۰-۸۳۹]

(سنن ابوداؤد: ۱۰۴۰ سنن نسائی: ۱۳۳۲ سنن ابن ماجہ: ۹۳۲ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۰۳ مسند ابویعلیٰ: ۷۰۱۰ صحیح ابن خزیمرہ: ۱۷۱۹ حلیہ)

(الاولیاء ج ۹ ص ۱۳ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۲ شرح الزک: ۷۰۸ مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۶ طبع قدیم مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المقرئ التبوذکی (۲) ابراہیم بن عبد الرحمن بن سعد بن ابراہیم بن عوف (۳) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۴) ہند بنت الحارث (۵) حضرت ام سلمہ ہند بنت امیہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۷۲)

نماز ختم ہونے کے بعد امام اپنے مصلیٰ پر کھڑا رہے

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ خواتین مسجد میں نماز پڑھتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتی تھیں اور وہ مسجد سے نکلنے میں سبقت کرتی تھیں تاکہ ان کا مردوں سے اختلاط نہ ہو اور امام کو چاہیے کہ وہ اس حال میں اپنے مصلیٰ پر ٹھہرا رہے تاکہ عورتیں نکل جائیں اور اگر عورتیں نہ ہوں تو پھر نماز کے بعد امام اپنے مصلیٰ پر کھڑا ہو جائے۔

امام غزالی نے کہا: یہ نبی ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۷۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نمازی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو مستحب کہتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے تو اس کے پیچھے نمازی بھی سلام پھیریں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از محمود بن الربیع از عتبان، انہوں نے بیان کیا: ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے سلام پھیرا۔

۱۵۳ - بَابُ يُسَلِّمُ حِينَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ
وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
يُسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ.
۸۳۸ - حَدَّثَنَا حَبَانُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ
اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ
الرَّبِيعِ عَنْ عِتْبَانَ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے۔

جو نمازی نماز کے سلام پر اکتفاء کر کے
امام کو الگ سے سلام نہ کرے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع نے خبر دی، انہوں نے کہا: انہیں رسول اللہ ﷺ یاد ہیں اور یہ یاد ہے کہ آپ نے ان کے گھر میں ڈول سے پانی لے کر ان پر رکھی تھی۔

۱۵۴ - بَابُ مَنْ لَمْ يَرُدَّ السَّلَامَ عَلَى
الْإِمَامِ وَاکْتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ
۸۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ
الرَّبِيعِ وَزَعَمَ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَ فِي دَارِهِمْ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری ذکر کرتے ہیں کہ محمود بن الربیع نے کہا: میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، پھر بنو سالم کے ایک شخص سے حضرت عتبان نے کہا: میں اپنی قوم کو بنو سالم میں نماز پڑھاتا تھا، پس میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ میری بیوی کم زور ہو چکی ہے اور میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان ندی حائل ہے، پس میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں ایک جگہ نماز پڑھا دیں حتیٰ کہ میں اس جگہ کو مسجد بنالوں، آپ نے فرمایا: میں ان شاء اللہ ایسا کروں گا، پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے جب دن چڑھا تو

۸۴۰ - قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ ثُمَّ
أَخَذَ بَنِي سَالِمٍ قَالَ كُنْتُ أَصِلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ
فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي
أَنْكَرْتُ بَصْرِي وَإِنَّ الشُّيُورَ تَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ
مَسْجِدِ قَوْمِي فَلَوْ دِدْتُ أَنَّكَ جُنْتُ فَصَلَّيْتُ فِي
بَيْتِي مَكَانًا حَتَّى أَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا فَقَالَ أَفْعَلُ إِنْ
شَاءَ اللَّهُ. فَعَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَاذَنَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ

حَتَّىٰ قَالَ آيِنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَأَشَارَ إِلَيْهِ
مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ فَصَفَّفْنَا
خَلْفَهُ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ.

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے پس نبی ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی آپ اس وقت تک نہیں بیٹھے حتیٰ کہ آپ نے پوچھا: تم اپنی گھر میں کس جگہ مجھ سے نماز پڑھوانا چاہتے ہو؟ انہوں نے اس جگہ اشارہ کیا جہاں وہ نماز پڑھوانا چاہتے تھے پھر آپ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی پھر آپ نے سلام پھیرا اور جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۵ - بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

۸۴۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي مَعْبُدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفَعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ.

نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ ان کو ابو معبد حضرت ابن عباس کے آزاد شدہ غلام نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگوں کا معمول تھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے حضرت ابن عباس نے کہا: جب میں اس ذکر کو سنتا تو میں جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔

[طرف الحدیث: ۸۴۲]

(صحیح مسلم: ۵۸۳، الرقم السلسل: ۱۲۹۳، سنن ابوداؤد: ۱۰۰۳، صحیح ابن خزیمة: ۱۷۰، المعجم الکبیر: ۱۲۲۱۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۷ طبع قدیم مسند احمد:

۳۴۷۸ ج ۵ ص ۲۳۳ مؤسستہ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن نصر اور وہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر ہیں جو ابراہیم السعدی البخاری کے والد ہیں امام بخاری کبھی ان کو ان کے والد کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کبھی ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں (۲) عبد الرزاق بن ہمام (۳) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۴) عمرو بن دینار (۵) ابو معبد ان کا نام نافذ ہے (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۸۰)

نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار

صلہ بن زفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: "اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت يا ذا الجلال والاكرام" حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی یہ ذکر کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو لکھا: جب نبی ﷺ نماز کا سلام پھیرتے تھے تو کون سا ذکر کرتے

تھے؟ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نماز کا سلام پھیر کر یہ ذکر کرتے تھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا
أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ
الْجَدُّ
اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا
کوئی شریک نہیں ہے اے اللہ! جس کو تو عطا فرمائے اسے کوئی
روکنے والا نہیں ہے اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی دینے والا
نہیں ہے اور تیرے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش نفع
نہیں دے سکتی۔

(صحیح البخاری: ۸۴۴، صحیح مسلم: ۵۹۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۰۰، سنن نسائی: ۱۲۶۳، کتاب الدعاء للطبرانی: ۶۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۳، مجلس علمی
بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سلام پھیرنے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ“۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)
عمر بن عبدالعزیز یہ کہتے تھے کہ نماز کی تکمیل سے یہ ہے کہ تم نماز سے فارغ ہو کر تین بار یہ پڑھو: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)
نماز کے بعد ذکر کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو نماز کے بعد اللہ اکبر کہتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ امراء اور حکام فرض نماز کی جماعت کے بعد اللہ
اکبر کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازی بھی کہتے ہیں یہ ذکر جائز ہے۔

ابن حبیب نے کہا: صبح کی نماز کے بعد اور عشاء کی نماز کے بعد لشکر والے اور سرحد کے محافظین تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر
کہتے ہیں یہ ذکر قدیم زمانہ سے مستحب ہے۔

ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ دشمن کی سرزمین میں پانچ نمازوں کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا، المسورہ کی
نکالی ہوئی بدعت ہے۔

یعنی دشمن کے علاقہ میں ایسا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے دشمن کو مسلمانوں کی نقل و حرکت کا پتا چل جائے گا۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۵۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر جائز ہے علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام شافعی نے اس حدیث کو اس پر محمول
کیا ہے کہ صحابہ نے تھوڑا عرصہ ذکر بالجہر کیا تھا تا کہ لوگوں کو ذکر کا طریقہ معلوم ہو جائے نہ یہ کہ وہ ہمیشہ ذکر بالجہر کرتے تھے اور مختار یہ
ہے کہ امام اور مقتدی آہستہ آواز سے ذکر کریں سوا اس کے کہ انہیں تعلیم کی ضرورت ہو۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۹، دارالمرکز، بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث میں اور دیگر احادیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے کہ یہ ذکر بالجہر تھوڑے عرصہ کے لیے کیا گیا تھا یا تعلیم کے لیے کیا گیا تھا۔ نبی ﷺ نماز کے بعد جو ذکر کرتے تھے اس کو صحابہ نے سنا اور اس کی روایت کی اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آپ بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اللہ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ“ لہ الملک ولہ الحمد و هو علی کل شیء قدير الخ۔“

(صحیح البخاری: ۸۴۴، صحیح مسلم: ۵۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵) (المغنی ج ۲ ص ۱۱۲ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے بلند آواز سے ذکر کیا تھا تب ہی تو حضرت مغیرہ نے آپ سے اس ذکر کو سن کر اس کی روایت کی۔

علامہ شمس الدین عبد الرحمن بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۱۲ القاہرہ)

حافظ زین الدین عبد الرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

قاضی ابویعلیٰ نے ”الجامع الکبیر“ میں لکھا ہے کہ امام احمد کا ظاہر کلام یہ ہے کہ امام کے لیے نمازوں کے بعد اتنی بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعا کرنا سنت ہے جس کو مقتدی سن سکیں اور امام احمد کی تصریحات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ذکر بالجہر امام کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نمازی بھی ذکر بالجہر کرتے تھے۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ“ لہ الملک ولہ الحمد و هو علی کل شیء قدير الخ“ اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ ہے: رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے اور اس میں ”یہلل“ کا لفظ ہے اور ”اہلال“ کا معنی ہے: آواز بلند کرنا۔ (صحیح مسلم: ۵۹۳)

اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے حتیٰ کہ ان کے قریب والے سنتے تھے اور جس حدیث میں بلند آواز سے ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آواز بلند کرنے میں مبالغہ نہ کرو اور حد سے زیادہ نہ چلاؤ۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۲۳۷-۲۳۸ ملخصاً دار ابن جوزی بیروت ۱۴۱۷ھ)

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے بعض حنفیہ میں نے یہ استدلال کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا اور ذکر کرنا مستحب ہے (الی قولہ) ایسا نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ زندگی بھر یہ ذکر کرتے رہے ہوں اور اس سے آپ کے اصحاب نے یہ سمجھا کہ یہ ذکر لازم نہیں ہے اس لیے انہوں نے اس کو ترک کر دیا تا کہ بعد کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اسی وجہ سے بعض فقہاء

نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے: ”لا اِلهَ اِلاَ اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ“ له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير الخ“ (صحیح البخاری: ۸۳۳، صحیح مسلم: ۵۹۳)۔ اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے بلکہ بعض متقدمین نے اس کو مستحب لکھا ہے۔ (حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح ج ۱ ص ۳۲۲، المکتبۃ الغوثیہ کراچی)

۸۴۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مَعْبُدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ. قَالَ عَلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرُو قَالَ كَانَ أَبُو مَعْبُدٍ أَصْدَقَ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيُّ وَاسْمُهُ نَافِدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو معبد نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے اختتام کو تکبیر سے پہچانتا تھا۔ علی بن مدینی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے کہا: ابو معبد حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلاموں میں سب سے زیادہ صادق ہیں۔ علی نے کہا: ان کا نام نافذ ہے۔

* باب مذکور کی حدیثیں شرح صحیح مسلم: ۱۲۱۹-۱۲۱۸-۱۲۱۷ ج ۲ ص ۱۸۱ پر مذکور ہیں ان کی شرح کا عنوان ہے: ذکر بالجہر۔ ہم نے اس موضوع پر ”ذکر بالجہر“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے زیادہ تفصیل اور تحقیق کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ مِنَ الْأَمْوَالِ بِالذَّرَجَاتِ الْعُلَا وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنَ الْأَمْوَالِ يَحْجُونَ بِهَا وَيَعْتَمِرُونَ وَيُجَاهِدُونَ وَيَتَصَدَّقُونَ! قَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ إِنْ أَخَذْتُمْ أَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يَذَرِكُمْ أَحَدٌ بَعْدَكُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانِيهِ إِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ؟ تُسَبِّحُونَ وَتُحَمِّدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ. فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَنُحَمِّدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَنُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ تَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ حَتَّى يَكُونَ مِنْهُمْ كُلُّهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از ابی صالح از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس فقراء آئے انہوں نے کہا: مال دار لوگ اپنے مال کی وجہ سے بلند درجات کو اور دائمی جنت کو لے گئے وہ اس طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اور مال کی وجہ سے ان کی زائد عبادت یہ ہے کہ وہ حج کرتے ہیں اور عمرہ کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں آپ نے فرمایا: میں تم کو وہ عمل نہ بتاؤں کہ اگر تم نے وہ عمل کیا تو تم ان کا درجہ پالو گے جنہوں نے تم پر سبقت کی ہے اور تمہارے بعد تمہارے درجہ کو کوئی نہیں پاسکے گا اور تم اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہو گے مگر وہ لوگ جو تمہاری طرح وہ عمل کریں تم ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھو پھر ہمارے درمیان اختلاف ہوا ہم نے کہا: ہم تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہیں

ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ. [طرف الحدیث: ۶۳۲۹]

گے اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہیں گے پھر میں نے ان کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا: تم سبحان اللہ الحمد للہ اور اللہ اکبر ان میں سے ہر ایک کو تینتیس بار پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۵۹۵، الرقم المسلسل: ۱۳۲۲، سنن ابوداؤد: ۱۵۰۳، سنن ابن ماجہ: ۸۵۱، صحیح ابن حبان: ۲۰۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۷۴۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۶، شرح السنۃ: ۷۱، مسند الحمیدی: ۹۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۴، المستثنیٰ: ۱۹۰، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۷۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸، طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۳۳، ج ۱۲ ص ۱۸۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۳۶، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم ابو عبد اللہ المقدمی البصری (۲) معتمر بن سلیمان بن طرخان البصری (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب المدنی (۴) یحییٰ مولیٰ ابو بکر بن عبد الرحمن (۵) ابو صالح ذکوان الزیات المدنی (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۸۳)

اس حدیث میں ”اہل الدثور“ کا لفظ ہے۔ ”دثور“، ”دثر“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: مال کثیر۔
فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب غنی اور فقیر کے فرائض برابر ہوں تو غنی نے جو صدقات کیے مسافروں کی مدد کی اور قیدیوں کو چھڑایا اور جہاد کیا اور دیگر ایسے کام کیے جن پر فقراء کو قدرت نہیں تھی تو ان کاموں کی وجہ سے اغنیاء کو فقراء پر فضیلت حاصل ہو گئی۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۵۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ساتھ ایک مشہور مسئلہ متعلق ہے کہ غنی شاکر اور فقیر صابر ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ جمہور صوفیاء فقیر صابر کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ فقیر صابر اپنے نفس پر ایسی مشقت برداشت کرتا ہے جو غنی نہیں کرتا، لہذا وہ غنی شاکر سے افضل ہے اور اس مسئلہ میں احادیث متعارض ہیں اور میرے نزدیک وہ حال افضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے اختیار کیا ہے اور وہ ایسا فقیر ہے جس میں ذلت نہ ہو اور اس مسئلہ میں تمہارے لیے یہ حدیث کافی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک فقراء مہاجرین اغنیاء سے پانچ سو سال کی مقدار پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۵۸، سنن ابن ماجہ: ۴۱۲۳، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۹، کنز العمال: ۱۶۶۲۰)

اگر اس کی تفصیل ثواب کی زیادتی سے کی جائے کہ جو عبادات مالہ فقراء نہیں کر سکتے، اغنیاء وہ عبادات کر لیتے ہیں تو اس اعتبار سے اغنیاء افضل ہیں اور اگر اس کی تفصیل میں یہ کہا جائے کہ فقراء کو نفس کی ریاضت حاصل ہوتی ہے تو اس لحاظ سے فقراء افضل ہیں۔

نیز حدیث میں ہے: جب رسول اللہ ﷺ نے فقراء کو تسبیحات مذکورہ بتائیں تو پھر فقراء دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اغنیاء اور مال داروں کو جب یہ علم ہوا کہ ہم یہ تسبیحات پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے بھی یہ تسبیحات پڑھنی شروع کر دیں (اور وہ اپنی مالی عبادات کے ذریعہ پھر ہم سے بڑھ گئے) تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا کر دے۔ (صحیح مسلم: ۵۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ انسان ثواب کا مستحق نہ اذکار سے ہوتا ہے نہ مالی عبادات سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے انسان صرف اللہ

تعالیٰ کے فضل سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۹۰-۱۸۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: افضل صرف فقیر شاکر ہے۔ (ایضاً المصنف ج ۲ ص ۲۲۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۳۸۔ ج ۲ ص ۲۰۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے: غنی اور فقیر۔

۸۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ
الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَمَلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ
فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا
مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ
وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بِهَذَا عَنْ الْحَكَمِ عَنْ
الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيَّمَةَ عَنْ وَرَّادٍ بِهَذَا وَقَالَ الْحَسَنُ
الْجَدُّ غَنَى [أطراف الحديث: ۱۳۷۷-۲۴۰۸-۵۹۷۵-۶۳۳۰-۶۳۳۰-۶۳۳۰-۶۳۳۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن عمیر از وراذ کاتب المغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حضرت معاویہ کی طرف خط لکھوایا کہ نبی ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: (ترجمہ:) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کی سلطنت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ! جو چیز تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلہ میں نفع نہیں دے گئی اور شعبہ نے اس حدیث کو عبد الملک سے روایت کیا ہے الحسن نے کہا: ”جد“ کا معنی غنی ہے الحکم نے اس کو از القاسم بن مخیرہ از وراذ روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۹۳، الرقم المسلسل: ۱۳۱۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۰۵، سنن نسائی: ۱۳۴۰، مصنف عبد الرزاق: ۳۲۲۳، المعجم الکبیر: ۹۲۳، ج ۲۰، کتاب الدعاء: ۶۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۱۳۹، ج ۳ ص ۷۰، مؤسسة الرسالة بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۳۰۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الفریابی (۲) سفیان ثوری (۳) عبد الملک بن عمیر (۴) وراذ (۵) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۱۹۰)

نماز کے بعد اذکار پڑھنے کا مستحب ہونا

علامہ بدرالدین عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازوں کے بعد یہ ذکر کرنا مستحب ہے کیونکہ اس میں توحید کے الفاظ ہیں اور دینے روکنے اور تمام

قدرت کے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۹۳)

میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ میں مزید اذکار کا ذکر ہے:

کعب بن عجرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کے بعد پڑھے جانے والے کچھ اذکار ہیں ان کو پڑھنے والا

ناکام اور نامراد نہیں ہوتا ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہے اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہے اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہے۔

(صحیح مسلم: ۵۹۶، سنن ترمذی: ۳۴۱۲، سنن نسائی: ۱۳۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ سبحان اللہ کہا اور سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا، اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (سنن نسائی: ۱۳۵۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا، اس کو موت کے ہوا کوئی چیز جنت میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۰۰، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت: ۱۴۰۸ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۲۳۹، ج ۲ ص ۱۹۹ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

امام جب سلام پھیرے تو لوگوں

کی طرف منہ کر کے بیٹھے

۱۵۶۔ بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ

النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی، از سرہ بن جندب، انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف منہ کر کے بیٹھتے۔

۸۴۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ. [اطراف الحديث: ۱۱۳۳۔ ۱۳۸۶۔ ۲۰۸۵۔ ۲۷۹۱۔ ۳۳۳۶۔ ۳۳۵۲۔ ۳۶۷۳۔ ۶۰۹۶۔ ۷۰۴۷]

(صحیح مسلم: ۲۲۷۵، رقم المسلسل: ۵۸۲۷، سنن ترمذی: ۲۲۹۴)

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نبی ﷺ نماز پڑھ لیتے تو اپنے چہرے کو ہماری طرف متوجہ کرتے۔

نماز کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرنے کی حکمت

نبی ﷺ لوگوں کی طرف اس لیے منہ کرتے تھے کہ لوگوں کو آپ سے مسائل پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی، نیز آپ قبلہ سے منہ پھیر کر بیٹھ جاتے تاکہ کوئی نیا آنے والا یہ نہ گمان کرے کہ آپ نماز کے تشہد میں بیٹھے ہیں۔

علامہ ابن بطلان نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابراہیم الخثعمی بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(شرح ابن بطلان ج ۲ ص ۵۳۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۲۳ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۵۸۲۰، ج ۲ ص ۶۵ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از صالح بن کیسان از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از زید بن خالد جہنی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، اس وقت رات کی بارش کے آسمان پر آثار تھے نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ

۸۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةً الصُّبْحِ بِالْحَدَيْبِيَّةِ عَلَى إِبْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَذَرُونَ

مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنُوءٍ كَذَا وَكَذَا، فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ.

[اطراف الحديث: ٨٠٣-١٠٤-٢١٢-٤٥٠٣]

تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا: اللہ ارشاد فرماتا ہے: میرے کچھ بندے صبح کو ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ بندے کافر ہوئے، جنہوں نے کہا: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور ستاروں کا کفر کرنے والے ہیں اور جنہوں نے کہا: فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ میرا کفر کرنے والے ہیں اور ستاروں پر ایمان لانے والے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۷۱، الرقم المسلسل: ۲۲، سنن ابوداؤد: ۳۹۰۶، سنن نسائی: ۱۵۲۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۷۶۱، عمل الیوم واللیلۃ: ۹۲۵، صحیح ابن حبان: ۱۸۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۵۷، شرح السنۃ: ۱۱۶۹، مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۷، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۶۱، ج ۱، ج ۲۸ ص ۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۸۰۱، مکتبۃ الرشید، ریاض)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی مصلیٰ ﷺ نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ مملکت کا عوام سے سوال کرنا جائز ہے تاکہ وہ سوال کے جواب میں غور کریں، نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ظہور کے لیے اسباب بنائے اور ان اسباب کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرنی جائز ہے، لیکن حقیقت میں ہر چیز کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

محکمہ موسمیات کا بارش کی پیشگی اطلاع دینے کا حکم

محکمہ موسمیات والے برسانے والی ہواؤں کا رخ دیکھ کر پہلے سے بتا دیتے ہیں کہ فلاں دن فلاں علاقہ میں بارش ہوگی یا نہیں ہوگی یا فلاں دن مطلع ابر آلود ہوگا یا دھوپ نکلے گی، ان کے پاس ایسے آلات ہوتے ہیں جن سے وہ ہواؤں کا اور بادلوں کا رخ جان لیتے ہیں اور اکثر و بیشتر ان کی اطلاع صحیح ہوتی ہے، لیکن وہ صرف علامات سے پیشگی خبر دیتے ہیں اور ان علامات کو حقیقی سبب نہیں قرار دیتے، اس لیے ان کا خبر دینا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۳۹۔ ج ۱ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① ستاروں کے موثر ہونے کا قرآن مجید سے ابطال ② کوکب سیارگان اور بروج کا بیان ③ ستارہ پرستوں کا نظریہ ④ اسباب کی تاثیر کا بیان۔

۸۴۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ سَمِعَ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا
حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةُ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ
خَرَجَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَقَالَ

إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَرَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَوةٍ مَا أَنْتَظَرْتُمْ الصَّلَوةَ۔
پاس تشریف لائے پس جب نماز پڑھائی تو ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: بے شک لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تم اس وقت تک نماز میں رہے جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۷۲ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کی نماز کا وقت آدمی رات تک ہے۔

۱۵۷ - يَابُ مُكْثٍ الْإِمَامُ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا

۸۴۸ - وَقَالَ لَنَا 'أَدَمُ' حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْفَرِيضَةُ . وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ . وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِي مَكَانِهِ . وَلَمْ يَصِحَّ۔
امام بخاری ذکر کرتے ہیں: ہم سے آدم نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر اسی جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں انہوں نے فرض نماز پڑھائی تھی۔ قاسم نے بھی اسی طرح کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ امام اپنی جگہ میں نوافل نہ پڑھے اور اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے۔

سلام پھیرنے کے بعد امام کا اپنی جگہ بیٹھنے رہنے میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ امام نے جس جگہ فرض نماز پڑھائی ہے وہاں پر نفل نہ پڑھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: امام اس وقت تک نفل نہ پڑھے حتیٰ کہ اپنی جگہ سے منتقل ہو جائے یا فرض اور نفل کے درمیان کوئی کلام کر کے فصل کر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۷، مجلس علمی بیروت)

حضرت ابن عمر نے اس فعل کو امام کے لیے مکروہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ غیر امام کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۷، مجلس علمی بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امام کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اسی جگہ نفل پڑھے جہاں اس نے فرض پڑھے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۸، مجلس علمی بیروت)

بعض آثار میں اس کی رخصت بھی دی گئی ہے:

عبید اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم اور سالم کو دیکھا کہ وہ فرض نماز پڑھاتے پھر اسی جگہ نفل پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۷، مجلس علمی بیروت ۱۴۲ھ)

رہا امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنا تو اس کو اکثر علماء نے مکروہ کہا ہے یہ اس صورت میں ہے جب وہ امام مقرر ہو لیکن اگر کوئی سبب ہو تو پھر امام کا اپنے مصلیٰ پر ٹھہرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ نبی ﷺ اپنے مصلیٰ پر اس لیے ٹھہرے کہ مردوں سے پہلے عورتیں گزر جائیں۔

یہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے اور امام مالک نے کہا ہے: جب کہ وہ مسجد میں نماز باجماعت کا امام ہو تو وہ مصلیٰ پر کھڑا ہو جائے اور نماز کے لیے نہ بیٹھے اور اگر وہ سفر میں امام ہو تو چاہے تو کھڑا ہو اور چاہے تو بیٹھ جائے۔

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ ہر وہ نماز جس کے بعد نفل ہوں تو امام نفل پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جائے اور جس نماز کے بعد نفل نہ ہوں جیسے عصر اور فجر کی نماز ہے تو اگر وہ چاہے تو کھڑا ہو اور چاہے تو بیٹھ جائے۔

امام محمد نے کہا ہے کہ وہ تمام نمازوں میں اپنی جگہ سے منتقل ہو جائے تاکہ مقتدی کو یقین ہو جائے کہ اب امام کی نماز سے کوئی سجدہ ہو وغیرہ باقی نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب سلام پھیرتے تو صرف اتنی مقدار ٹھہرتے جتنی مقدار میں آپ اتنی دعا پڑھتے: ”اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والا کرام“۔

نیز حضرت ابن مسعود نے کہا: جب نبی ﷺ نماز پڑھ لیتے تو یا تو کھڑے رہتے یا مڑ جاتے۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: سلام پھیرنے کے بعد امام کا بیٹھا رہنا بدعت ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب امام سلام پھیر دے تو نمازیوں کو اس کے کھڑے ہونے سے پہلے کھڑا ہونا جائز ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک امام نماز سے فارغ ہو کر نہ کھڑا ہونہ مڑے اور تم کو جانے کی ضرورت ہو تو چلے جاؤ

اور امام کو اس کے حال پر چھوڑ دو تمہاری نماز پوری ہو چکی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۳۱-۵۳۰ دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۳ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی

انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ہند بنت الحارث

از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ سلام

پھیرتے تو اپنی جگہ پر تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ ابن شہاب نے کہا: ہماری

رائے یہ ہے واللہ اعلم (کہ رسول اللہ ﷺ ایسا اس لیے کرتے

تھے) تاکہ نماز سے فارغ ہونے والی عورتیں گزر جائیں۔

۸۴۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ

سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا

سَلَّمَ يَمْكُثُ فِي مَكَانِهِ يَسِيرًا. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرِى

وَاللَّهُ أَعْلَمُ لَكِنِّي يَنْفَذُ مَنْ يَنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ.

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۸۳۷ کا مطالعہ کریں۔

اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں نافع بن یزید نے خبر دی

انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے خبر دی کہ ابن شہاب نے ان

کی طرف لکھا: مجھے ہند بنت الحارث الفراسیہ نے خبر دی از حضرت

ام سلمہ نبی ﷺ کی زوجہ اور وہ ان کی سہیلیوں میں سے تھیں

انہوں نے بیان کیا کہ آپ سلام پھیرتے تو رسول اللہ ﷺ کے

مڑنے سے پہلے عورتیں نماز سے مڑ کر اپنے گھروں میں داخل ہو

جاتیں۔

اور ابن وہب نے کہا: از یونس از شہاب مجھے ہند الفراسیہ

نے خبر دی۔

۸۵۰۔ وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ

قَالَ أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ

إِلَيْهِ قَالَ حَدَّثَنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفَرَّاسِيَّةُ عَنْ

أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَكَاثَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا قَالَتْ كَانَ يُسَلِّمُ فَيَنْصَرِفُ

النِّسَاءُ فَيَدْخُلْنَ بُيُوتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْصَرِفَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

أَخْبَرَتْنِي هِنْدُ الْفَرَّاسِيَّةُ.

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عورتیں جب نماز کا سلام پھیرتیں تو کھڑی ہو جاتیں اور رسول اللہ ﷺ اور جو مرد آپ کے ساتھ نماز پڑھتے، جتنی دیر اللہ چاہتا ٹھہرے رہتے، پھر جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو وہ لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔ (سنن نسائی: ۱۳۲۹، سنن ابوداؤد: ۱۰۴۰، سنن ابن ماجہ: ۹۳۲)

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي هِنْدُ الْفَرَّاسِيَّةُ. اور عثمان بن عمر نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری کہ مجھے ہند الفراسیہ نے خبر دی۔

اس تعلق کی اصل عنقریب صحیح البخاری: ۸۶۳ میں آرہی ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْقُرَشِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ، وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبِدِ بْنِ الْمُقَدَّادِ، وَهُوَ خَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اور الزبیدی نے کہا: مجھے الزہری نے خبر دی کہ ہند بنت الحارث القرشیہ نے خبر دی اور وہ معبد بن المقداد کے نکاح میں تھیں اور وہ بنو الزہرہ کے خلیف تھے اور ہند نبی ﷺ کے پاس جاتی رہتی تھیں۔

اس تعلق کی اصل یہ ہے کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتی تھیں پس جب آپ سلام پھیرتے تو مردوں کے کھڑے ہونے سے پہلے عورتیں کھڑی ہو جاتیں اور اپنے گھروں کو چلی جاتیں۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے مسند الشامیین میں روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۰۲)

وَقَالَ شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدِ الْفَرَّاسِيَّةِ. اور شعیب نے کہا از الزہری: مجھے ہند القرشیہ نے حدیث بیان کی اور ابن ابی عتیق نے کہا از الزہری از ہند الفراسیہ۔

اس تعلق کا محمد بن یحییٰ نے الزہریات میں ذکر کیا ہے۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَهُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اور لیث نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی ان کو حدیث بیان کی از ابن شہاب از خاتون قریش انہوں نے ان کو نبی ﷺ سے حدیث روایت کی۔

یہ حدیث متصل نہیں ہے کیونکہ ہند بنت الحارث تابعیہ ہیں صحابیہ نہیں ہیں۔ اس میں خاتون قریش سے مراد ہند بنت الحارث ہیں۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۰۳)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸ - بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَذَكَرَ حَاجَةً فَتَخَطَّاهُمْ
جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر اسے کوئی کام یاد آیا تو وہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا چلا گیا

یعنی اس سے پہلے باب میں جو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نماز پڑھانے کے بعد اپنے مصلیٰ پر بیٹھے رہتے تھے وہ اس وقت تھا جب آپ کو کوئی کام درپیش نہ ہو اور جب آپ کو کوئی کام یاد آتا تو آپ اٹھ کر چلے جاتے۔

۸۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از

مَلِيكَةً عَنْ عُقْبَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزَعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ، فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ بَرٍّ عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

[اطراف الحديث: ۱۲۲۱-۱۳۲۰-۶۲۷۵] (سنن نسائي: ۱۳۶۴)

سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۹ الاحاد والثنائی: ۷۷۷۷ المعجم الکبیر: ۹۷۹-ج ۱۷

مسند احمد ج ۳ ص ۸- طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۱۵۱-ج ۲۶ ص ۷۳-۷۴

مؤسسة الرسالة بیروت

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبید بن میمون یہ محمد بن عباد قرشی کے نام سے مشہور ہیں (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق السبئی یہ ایک سال حج کرتے تھے اور ایک سال جہاد کرتے تھے۔ یہ ۱۸۷ھ میں شام کی سرحد کے قریب حدّث نامی شہر میں فوت ہوئے (۳) عمر بن سعید بن ابی حسین مکی (۴) عبد اللہ بن ابی ملیکہ (۵) حضرت عقبہ بن الحارث الثقفی رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ابوسر وعد ہے یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۰۳)

رسول اللہ ﷺ کی مالی دنیا سے بے رغبتی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی کام کی وجہ سے جلدی میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو نمازی لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جاسکتا ہے جیسے آدمی کی اچانک نکسیر پھوٹ جائے یا اس کو قضاء حاجت کی شدید ضرورت ہو۔

آپ کو نماز میں سونے کا ٹکڑا یاد آیا اور آپ نے اس کو لوگوں میں تقسیم کرنا چاہا اور یہ عبادت ہے پس معلوم ہوا کہ نماز میں کسی عبادت کے متعلق غور و فکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے ناپسند ہوا کہ وہ سونا مجھے روکے رکھے یعنی آخرت میں علامہ ابن بطلان نے کہا ہے کہ صدقہ کرنے میں تاخیر صدقہ کرنے والے کو آخرت میں روک لیتی ہے علامہ عینی نے کہا ہے: جو شخص زکوٰۃ ادا کرنے میں تاخیر کرے یا مسلمانوں کے صدقہ ادا کرنے میں تاخیر کرے یا وصیت پوری کرنے میں تاخیر کرے تو یہ خدشہ ہے کہ یہ تاخیر قیامت کے دن اس کو دخول جنت سے روک لے گی یعنی وہ جلدی جنت میں نہیں جاسکے گا۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے پاس کچھ مال نہیں رکھتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۰۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۹ - بَابُ الْإِنْفَتَالِ وَالْإِنْصِرَافِ

عَنِ الْيَمِينِ وَالشِّمَالِ

نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف

اور بائیں طرف مڑ کر بیٹھنا

یعنی نماز پڑھانے کے بعد امام پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ کسی ایک جانب مڑ کر بیٹھے وہ دائیں طرف بھی مڑ کر بیٹھ سکتا ہے اور بائیں طرف بھی۔

وَكَانَ أَنَسٌ يَنْفَعِلُ عَنْ يَمِينِهِ وَ عَنْ يَسَارِهِ
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ دائیں طرف بھی مڑ کر بیٹھتے تھے اور
وَيَعِيبُ عَلَى مَنْ يَتَوَخَّى أَوْ مَنْ يَعْمِدُ الْإِنْفِتَالِ عَنْ
بائیں طرف بھی اور اس کی مذمت کرتے تھے جو دائیں طرف مڑ کر
يَمِينِهِ۔
ہی بیٹھنے کا قصد کرے۔

(اس تعلیق کی اصل امام مسدد کی مسند کبیر میں ہے۔ عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۵)

تاہم اس تعلیق کی تائید میں درج ذیل احادیث اور آثار ہیں:

سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں جانب مڑ کر بیٹھنے کے متعلق احادیث اور آثار

اسود بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کوئی شخص شیطان کے لیے اپنی طرف سے حصہ نہ بنائے اور وہ یہ اعتقاد کرے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ صرف دائیں طرف مڑ کر بیٹھے کیونکہ میں نے اکثر مرتبہ دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بائیں طرف مڑ کر بیٹھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۵، مجلس علمی بیروت: ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

قبیصہ بن حلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے دیکھا کہ آپ دونوں طرف مڑ کر بیٹھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۰۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مڑ کر دائیں طرف بیٹھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: جب تم اپنی نماز ادا کر لو اور اپنی ضرورت پوری کرنا چاہو تو تمہاری حاجت دائیں جانب ہو یا بائیں جانب ہو اسی جانب مڑ جاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

غزدان بن جریر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سلام پھیرتے تو اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ دائیں طرف مڑیں یا بائیں طرف۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۲۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ناجیہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو بائیں طرف مڑ کر بیٹھا تو انہوں نے کہا: اس شخص نے سنت کو پالیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۳۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم النخعی نے کہا: تم جس طرف مڑ کر بیٹھنا چاہو مڑ کر بیٹھ جاؤ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۳۳، مجلس علمی بیروت: ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

۸۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث
سُلَيْمَانَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از
عَبْدُ اللَّهِ لَا يَجْعَلَنَّ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ حِينًا مِنْ صَلَاتِهِ
عمارہ بن عمیر از الاسود انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن
يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ لَقَدْ
مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا
رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا يَنْصَرِفُ
کوئی حصہ نہ بنائے کہ وہ یہ اعتقاد کرے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ

عَنْ يَسَارِهِ.

صرف دائیں طرف مڑ کر بیٹھے کیونکہ میں نے بہت دفعہ نبی ﷺ کو بائیں طرف مڑے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۷، الرقم المسلسل: ۱۶۰۹، سنن ابوداؤد: ۱۰۴۲، سنن نسائی: ۱۳۵۹، سنن ابن ماجہ: ۹۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۵-۳۰۴، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۲۸۳، مسند ابویعلیٰ: ۵۱۷۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۱۴، المعجم الکبیر: ۱۰۱۶۱، شرح السنۃ: ۷۰۲، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۳۱-ج ۶ ص ۱۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۱۳۲، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان الاعمش (۴) عمارہ بن عمیر (۵) الاسود بن یزید النخعی (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۰۶)

ایک تعارض کا جواب اور احکام شرعیہ میں ترمیم کرنے کی مذمت

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث کے معارض ایک حدیث ہے:

سُدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: جب میں نماز پڑھ کر مڑوں تو دائیں طرف مڑوں یا بائیں طرف مڑوں؟ حضرت انس نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو اکثر دائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۸، الرقم المسلسل: ۱۵۲۵)

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو اکثر بائیں طرف مڑتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور حضرت انس نے کہا: میں نے آپ کو اکثر دائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھا ہے اور اکثر تو ایک ہی فعل ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ دونوں طرف مڑتے تھے جس نے آپ کو جس طرف مڑتے ہوئے دیکھا اس نے اسی کی روایت کر دی۔

اس حدیث سے یہ ضابطہ معلوم ہوا کہ ہر حکم شرعی کو اپنے محل میں رکھنا چاہیے اور اپنی طرف سے کسی حکم شرعی میں ترمیم کرنا شیطان کی اتباع اور گم راہی ہے اس لیے کسی سنت یا مستحب کو اپنی طرف سے واجب نہیں کہنا چاہیے اور نہ کسی مکروہ کو حرام کہنا چاہیے ہم احکام شرعیہ کے مبلغ میں شارع نہیں ہیں، بعض لوگ اپنے تقویٰ کے اظہار کے لیے سنن اور مستحبات کو واجب کا درجہ دیتے ہیں اور مکروہات کو حرام کا درجہ دیتے ہیں ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۵۳۵-ج ۲ ص ۴۱۷ پر ہے اس کی شرح میں یہ عنوان ہیں: تطبیق، فرق مراتب قائم رکھنا۔

کچے لہسن، پیاز اور گندنا کے متعلق جو احادیث وارد ہیں اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ جس نے بھوک یا بغیر بھوک کے لہسن یا پیاز کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے

۱۶۰ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الثُّومِ النَّيِّءِ وَالْبَصْلِ وَالْكُرَّاثِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ الثُّومَ أَوْ الْبَصْلَ مِنَ الْجُوعِ أَوْ غَيْرِهِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا

اس عنوان میں "کراث" کا لفظ ہے اس سے مراد ہے ایسی سبزی جس میں بدبو ہو اس کا معنی گندنا ہے اس سلسلہ میں احادیث کا خلاصہ

یہ ہے کہ کوئی شخص بدبودار چیز کھا کر یا پی کر مسجد میں نہ آئے کیونکہ اس سے فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، بیڑی، سگریٹ، حقہ اور نسوار وغیرہ بھی اس ممانعت میں داخل ہیں، تاہم کچا لہسن اور پیاز کھانا ان اوقات میں جائز ہے جن اوقات میں مسجد میں نہ جانا ہو اور بیڑی، سگریٹ اور حقہ وغیرہ کا پینا صحت کے لیے مضر ہیں، اس لیے یہ ہر حال میں مکروہ ہیں، یہ ایسا زہر ہے جو بہ تدریج صحت کو نقصان پہنچاتا ہے۔

۸۵۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يَغْنَى الثَّوْمَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے غزوہ خیبر میں فرمایا: جس نے اس درخت سے کھایا یعنی لہسن سو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

اطراف الحدیث: ۳۲۱۵-۳۲۱۸-۵۵۲۱-۵۵۲۲ | (صحیح مسلم: ۵۶۱، الرقم المسلسل: ۱۲۲۶، سنن ابوداؤد: ۳۸۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۶۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۶۱، صحیح ابن حبان: ۲۰۸۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۶۳۱۹، ج ۸ ص ۲۳۶، مؤسسة الرسالة بیروت)

۸۵۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيدُ الثَّوْمَ فَلَا يَغْشَانَا فِي مَسَاجِدِنَا. قُلْتُ مَا يَعْنِي بِهِ؟ قَالَ مَا أَرَاهُ يَعْنِي إِلَّا نَيْسَهُ. وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ إِلَّا نَيْسَهُ. | اطراف الحدیث: ۸۵۵-۵۳۵۲-۷۳۵۹

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اس درخت سے کھایا آپ کی مراد لہسن تھا، وہ ہماری مساجد کو نہ ڈھانپے۔ عطاء نے کہا: میں نے پوچھا: اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟ حضرت جابر نے کہا: میرا صرف یہ گمان ہے کہ آپ کی مراد کچا لہسن تھی، اور مخلد بن یزید نے کہا: ابن جریج: صرف اس کی بدبو۔

(صحیح مسلم: ۵۶۳، الرقم المسلسل: ۱۲۳۲، سنن ترمذی: ۱۸۰۶، سنن نسائی: ۷۰۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۷۳۶، السنن الکبریٰ: ۷۸۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۶۵، صحیح ابن حبان: ۱۶۳۳، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۰، مسند ابویعلیٰ: ۱۸۸۹، مسند احمد ج ۳ ص ۸۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۰۶۹، ج ۲۳ ص ۳۰۲، مؤسسة الرسالة بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۳۰)

۸۵۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ رَعَمَ عَطَاءٌ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ ثَوْماً أَوْ بَصَلاً فَلْيَعْتَزِلْنَا. أَوْ قَالَ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا، وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ. وَأَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، عطاء نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے لہسن یا پیاز کھایا وہ ہم سے دور رہے یا فرمایا: وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِقَدْرٍ فِيْهِ خَضِرَاتٌ مِّنْ
بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا فَسَالَ فَاُخْبِرَ بِمَا فِيْهَا مِّنْ
الْبُقُولِ فَقَالَ قَرَّبُوْهَا اِلَى بَعْضِ اَصْحَابِهٖ كَانَ مَعَهُ
فَلَمَّا رَاَهُ كَرِهَ اَكْلَهَا قَالَ كُلْ فَاِنِّىْ اُنَاجِىُّ مَنْ لَا
تُنَاجِىُّ . وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ وَهْبٍ اُتِيَ
بِبَدْرٍ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِى طَبَقًا فِيْهِ خَضِرَاتٌ . وَلَمْ
يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَابُوُ صَفْوَانَ عَنْ يُّوْنُسَ قِصَّةَ الْقَدْرِ
فَلَا اَدْرِى هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ اَوْ فِي الْحَدِيثِ .
(مسند ابوداؤد: ۳۸۲۲ سنن ترمذی: ۱۸۰۶ سنن نسائی: ۷۰۶)

میں بیٹھے اور بے شک نبی ﷺ کے پاس ایک دیکھی لائی گئی جس
میں کچھ سبزیاں تھیں آپ کو ان سے بدبو آئی آپ نے ان کے
متعلق سوال کیا آپ کو بتایا گیا کہ ان میں فلاں فلاں سبزیاں ہیں
آپ نے فرمایا: ان کو ان بعض اصحاب کے قریب کر دو جو اس وقت
آپ کے ساتھ تھے جب آپ نے ان کو دیکھا تو ان کے کھانے کو
نا پسند کیا آپ نے فرمایا: تم کھاؤ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں
جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے اور احمد بن صالح نے کہا از ابن
وہب: آپ کے پاس طباق (تھال) لایا گیا ابن وہب نے کہا:
یعنی آپ کے پاس ایسا تھال لایا گیا جس میں سبزیاں تھیں اور لیث
نے اور ابو صفوان از یونس نے دیکھی کا قصہ ذکر نہیں کیا پس مجھے
معلوم نہیں کہ وہ الزہری کا قول ہے یا حدیث میں ہے۔

۸۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ
عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ اَنْسًا مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّوْمِ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ
فَلَا يَقْرَبْنَا . اَوْ لَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا . | طرف الحدیث: ۵۳۵۱ |

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز
انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا
آپ نے نبی ﷺ سے لہسن کے متعلق کیا سنا ہے؟ پس انہوں
نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اس درخت سے کھایا
وہ ہمارے قریب نہ آئے یا فرمایا: ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

بدبو کی وجہ سے لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت اور اس سلسلہ میں دیگر مسائل
علامہ ابن بطال مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث کی فقہ یہ ہے کہ لہسن کھانا مباح ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: جس نے (کچا) لہسن کھایا وہ ہماری مساجد میں نہ آئے
اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض نہیں ہے برخلاف اہل ظاہر کے وہ جماعت سے نماز پڑھنے کو فرض کہتے ہیں اور
لہسن کھانے کو حرام کہتے ہیں اور متقدمین کی ایک جماعت نے کچا لہسن کھایا ہے فقہاء کا اس حدیث کی توجیہ میں اختلاف ہے بعض
نے کہا: آپ نے صرف مسجد نبوی میں کچا لہسن کھا کر آنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہاں پر وحی لانے والے فرشتے آتے ہیں۔
جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حکم میں مسجد نبوی اور باقی مساجد برابر ہیں اور وحی لانے والے فرشتے اور دوسرے فرشتے برابر ہیں
کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اس سے بنو آدم کو ایذا ہوتی ہے اور فرمایا: کچے لہسن کی بو سے ہمیں ایذا ہوتی ہے اور جو شخص
مسلمان کے ساتھ بیٹھا ہو اس کو ایذا پہنچانا جائز نہیں ہے۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے: جس آدمی نے جمعہ کے دن (کچا) لہسن کھایا میری رائے ہے کہ وہ مسجد میں جمعہ
کے لیے حاضر نہ ہو اور جس شخص پر جمعہ فرض ہے اس نے (کچا) لہسن کھایا تو اس نے بہت بُرا کام کیا۔
اس میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص سے ایذا پہنچے جیسے جذامی یا جن کی ناک بہت بہتی ہو یا بہت زیادہ پھینکنے والے یا اس جیسے دیگر

لوگ وہ مسجد سے دور رہیں۔

اس حدیث میں بدبودار ہیزیوں کا ذکر ہے یہ ہزیریاں مدینہ میں ہوتی تھیں اور اس پر اہل مدینہ کا اجماع ہے کہ ان ہیزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ان ہیزیوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی اور اگر آپ نے ان ہیزیوں میں زکوٰۃ لی ہوتی تو یہ بات فقہاء سے مخفی نہ رہتی اور یہ بات منقول ہوتی 'امام مالک' امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے کسی کھانے کو اس لیے ترک کر دیا کہ وہ اس کو پسند نہیں تو اس کو ملامت نہیں کی جائے گی جیسے رسول اللہ ﷺ نے گوہ کو نہیں کھایا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں نہ اس کو کھاتا ہوں نہ اس کو حرام کہتا ہوں۔ (سنن ترمذی: ۱۷۹۰، سنن نسائی: ۳۳۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ کچا لہسن کھا سکتے ہو اور اپنے نہ کھانے کی وجہ بیان فرمائی: میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے۔ المہلب نے اس جملہ کی شرح میں کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے بنو آدم سے افضل ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ المہلب کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا اور مسجد میں جس طرح فرشتے ہوتے ہیں بنو آدم میں سے نمازی بھی ہوتے ہیں اور جس طرح فرشتوں کو بدبو سے ایذا پہنچتی ہے بنو آدم کو بھی ایذا پہنچتی ہے نیز جب بنو آدم کو اس سے ایذا پہنچے گی تو وہ اپنی مجلس میں اس شخص کی مذمت کریں گے اور غیبت میں مبتلا ہوں گے تو نبی ﷺ نے اس لیے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمادیا لہذا اس حکم سے فرشتوں کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ امام مالک نے کہا ہے کہ مسجد میں کچا لہسن کھا کر آنا ممنوع ہے اور بازاروں میں کچا لہسن کھا کر جانا ممنوع نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۳۶-۵۳۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

ہم نے ان احادیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ کچے لہسن کو کھا کر مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ لہسن کو پکا کر کھانے کے بعد مسجد میں آنا منع نہیں ہے اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

معدان بن ابی طلحہ البعری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم ان دو درختوں سے کھاتے ہو یعنی اس لہسن اور اس پیاز کو اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک شخص کو دیکھا جس کے منہ سے بدبو آ رہی تھی اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو (مسجد سے) بقیع کی طرف نکال دیا گیا پس جو شخص اس لہسن اور اس پیاز کو کھائے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کو پکا کر ان کی بدبو کو زائل کر دے۔

(صحیح مسلم: ۵۶۷، سنن نسائی: ۷۰۳، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲۶، مسند احمد ج ۱ ص ۱۵، مسند ابویعلیٰ: ۲۵۱، صحیح ابن حبان: ۲۰۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ:

۸۷۳۹، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۶۵۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

اگر کسی شخص نے کچا لہسن کھایا اس کے بعد اس کی بدبو زائل ہوگئی تو اب اس کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے اس کے ثبوت میں یہ

حدیث ہے:

ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے لہسن کھایا پھر میں نبی ﷺ کی مسجد میں گیا اس وقت نبی ﷺ ایک رکعت نماز پڑھ چکے تھے پھر جب میں بقیہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو میرے منہ سے بدبو آ رہی تھی پس آپ نے فرمایا: جس شخص نے اس ہزیر کو کھایا وہ ہماری مسجد میں نہ آئے حتیٰ کہ اس کی بدبو چلی جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲ صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۷۲ المعجم الکبیر: ۱۰۰۳۔ ج ۲۰ صحیح ابن حبان: ۲۰۹۵ مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۹ مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۳۷ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۶۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۱۵۰۔ ج ۲ ص ۱۲۹ پر مذکور ہے وہاں پر اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: بدبودار اشیاء کو کھا کر مسجد میں جانا۔

۱۶۱۔ بَابُ وُضُوءِ الصَّبِيَّانِ وَمَتَى

يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطَّهُّورُ

وَحُضُورُهُمُ الْجَمَاعَةَ وَالْعِيْدَيْنِ

وَالْجَنَائِزِ وَصُفُوفِهِمْ

بچوں کا وضوء کرنا اور ان پر غسل اور وضوء اور جماعت

اور عیدین اور جنازوں میں حاضر ہونا

کب واجب ہوتا ہے اور ان

کی صفوں کا بیان

اس باب میں بچوں کے وضوء کا بیان ہے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ واجب ہے یا مستحب ہے اگر امام بخاری کہتے: یہ واجب ہے تو اگر بچہ اس کو ترک کرتا تو وہ عذاب کا مستحق ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اگر وہ کہتے: یہ مستحب ہے تو اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اگر بچہ بغیر وضوء کے نماز پڑھے تو وہ نماز بھی صحیح ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لیے امام بخاری نے بچوں کے وضوء کرنے کا حکم نہیں بیان کیا۔ بچوں کو نماز سکھانے کے متعلق یہ حدیث ہے:

عبدالملک بن الربیع بن البرہہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا یعنی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچہ کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور ان کو دس سال کی عمر میں (نماز نہ پڑھنے پر) مارو۔

(سنن ترمذی: ۳۰۷۷ سنن ابوداؤد: ۳۹۳۳ سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۴ المسند رک ج ۱ ص ۲۵۸ صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۰۲ کنز العمال: ۳۵۳۲۷)

بچوں پر غسل کب واجب ہوتا ہے اس کے متعلق عنقریب یہ حدیث آئے گی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے (یعنی ثابت ہے)۔

(صحیح البخاری: ۸۵۸ سنن ابوداؤد: ۳۴۱۱ صحیح مسلم: ۸۴۶ سنن نسائی: ۱۳۷۶ سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۹)

۸۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي

عَنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ

الشَّيْبَانِيَّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرِ مَنبُودٍ

فَأَمَّهُمْ وَصَفُّوا عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو! مَنْ حَدَّثَكَ؟

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. | اطراف

الحدیث: ۱۲۳۷-۱۳۱۹-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۶-۱۳۳۶-۱۳۴۰ |

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عندر نے حدیث بیان کی انہوں نے

کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے سلیمان

الشیبانی سے سنا انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا انہوں نے کہا:

مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبی ﷺ کے ساتھ ایک مفرد قبر پر

سے گزرا آپ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی اور انہوں نے صف

بنائی میں نے کہا: اے ابو عمرو! آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟

انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے۔

(صحیح مسلم: ۹۵۳ الرقم المسلسل: ۲۱۷۶ سنن ابوداؤد: ۳۱۹۶ سنن ترمذی: ۱۰۳۷ سنن نسائی: ۲۰۲۲ سنن ابن ماجہ: ۱۵۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳

ص ۳۶۰-۳۵۹ صحیح ابن حبان: ۳۰۹۱ المعجم الکبیر: ۱۲۵۸۲ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۷۷-۷۶ سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶-۳۵ شرح الشیخ: ۱۳۹۸ مسند احمد

ج ۱ ص ۲۲۲ طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۶۳۔ ج ۳ ص ۳۳۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید لابن الجوزی: ۲۹۵۱ مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۷ھ

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ایشی اور وہ محمد بن عبد اللہ بن ایشی بن عبد اللہ بن مالک الانصاری البصری ہیں (۲) غندر اور یہ محمد بن جعفر البصری کا لقب ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سلیمان بن ابی سلیمان اور ان کا نام فیروز ابو اسحاق الشیبانی الکوفی ہے (۵) عامر الشعمی (۶) ایک صحابی ہیں جن کا نام نہیں لیا گیا۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۱۷)

دفن کیے جانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی مدت اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے قبر پر لوگوں کو نماز پڑھائی اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر نماز پڑھنا جائز ہے ہمارے اصحاب (احناف) نے کہا ہے کہ اگر میت کو دفن کر دیا جائے اور اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کو قبر سے نکالا نہیں جائے گا اس پر نماز اس وقت پڑھی جائے گی جب تک یہ یقین نہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہے اسی طرح المہسوط میں مذکور ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر اس میں شک ہے کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہو گا پھر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کی ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے۔

امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے حضرت ابن عمر حضرت ابو موسیٰ حضرت عائشہ ابن سیرین اور اوزاعی نے بھی اسی طرح کہا ہے جسم کے پھٹنے سے پہلے نماز پڑھنے کے جواز میں غلبہ ظن کا اعتبار ہے پس اگر ظن غالب یہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ چکا ہو گا تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی ورنہ پڑھی جائے گی اور امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ تین دن تک اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے دوسرا قول ہے: ایک ماہ تک اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی امام احمد کا بھی یہی قول ہے تیسرا قول ہے: جب تک اس کا جسم بوسیدہ نہ ہو جائے اور چوتھا قول ہے: ہمیشہ اس کی قبر پر نماز پڑھنا جائز ہے اس قول کی بناء پر صحابہ کی قبروں پر بھی ان کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے لیکن اس قول کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے امام مالک نے کہا: قبر پر نماز جنازہ پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے اس پر یہ رد کیا گیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو جن صحابہ نے آپ کے پیچھے صف باندھی تھی آپ انہیں منع فرمادیتے۔

تین دن کے بعد قبر پر نماز پڑھنے کے عدم جواز پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ سال بعد بھی قبر پر نماز پڑھی ہے حدیث میں ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ سال بعد شہداء احد کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۴۰۴۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ شہداء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے اسی طرح تروتازہ رہتے ہیں حدیث میں ہے:

امام مالک عبد الرحمن بن ابی صعصعہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن الجموح الانصاری اور حضرت عبد اللہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا تھا اور یہ دونوں صحابی جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک قبر میں مدفون تھے ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جاسکے جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور

اس کا ہاتھ اب بھی اس کے زخم پر تھا جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوہ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (موطأ امام مالک: ۱۰۳۳، دار المعرفۃ بیروت: ۱۴۲۰ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ شہداء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے لہذا شہداء احد کے دفن ہونے کے آٹھ سال بعد ان کی نماز جنازہ پڑھنے کی حدیث فقہاء کے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

۸۵۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ
مُحْتَلِمٍ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن سلیم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

[اطراف الحدیث: ۸۷۹-۸۸۰-۸۹۵-۲۶۶۵] (صحیح مسلم: ۸۴۶، الرقم المسلسل: ۱۹۲۵، سنن ابوداؤد: ۳۴۱، سنن نسائی: ۱۳۷۳، مصنف عبد الرزاق: ۵۳۰۷، مستدرک حمیدی: ۷۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۲، المصنف: ۳۸۳، مسند ابویعلیٰ: ۹۷۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۴۲، مسند احمد ج ۳ ص ۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۰۲-ج ۱ ص ۷۳، مؤسسة الرسالة بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۶۵، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر، ان کو ابوالحسن ابن المدینی البصری کہا جاتا ہے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) صفوان بن سلیم یہ بہت بڑے امام تھے ان کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی تھی یہ بادشاہ کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے سجدہ کی کثرت سے ان کی پیشانی متاثر ہو گئی تھی یہ ۱۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عطاء بن محمد یسار ابو محمد البھالی یہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے (۵) حضرت ابوسعید سعد بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۲۰)

آیا جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے کہا ہے: میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ اہل ظاہر کے سوا کسی نے جمعہ کے غسل کو واجب کہا ہو انہوں نے اس غسل کو واجب کہا ہے ابن وہب نے بیان کیا کہ امام مالک سے سوال کیا گیا: آیا جمعہ کا غسل واجب ہے؟ انہوں نے کہا: جمعہ کا غسل مستحب ہے واجب نہیں ہے نیز جمعہ کے غسل کا وجوب اس حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضوء کیا تو یہ اچھا اور عمدہ کام ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۳، سنن ترمذی: ۳۹۷، سنن نسائی: ۱۳۷۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۹۵، مسند احمد ج ۵ ص ۸)

نیز صحیح بخاری کی حدیث کا محل یہ ہے کہ اس میں واجب یہ معنی ثابت ہے اور تاکید کے لیے اس کو واجب فرمایا ہے۔

۸۵۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ
عَنْ عَمْرِو قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از عمرو انہوں نے کہا:

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً
فَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ فِي
بَعْضِ اللَّيْلِ، قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنْ مَعْلَقٍ وَضُوءٌ خَفِيفٌ، يُخَفِّفُهُ عَمْرُو
وَيُقَلِّلُهُ جَدًّا، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا
مِمَّا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَحَوَّلَنِي
فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ
اضْطَجَعَ، فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ، فَاتَاهُ الْمُنَادِي بِأَذْنِهِ
بِالصَّلَاةِ، فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ، فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ،
قُلْنَا لِعَمْرُو إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ؟ قَالَ عَمْرُو سَمِعْتُ
عُبَيْدَ بْنَ عَمْرِو يَقُولُ إِنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ، ثُمَّ قَرَأَ
﴿وَإِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ﴾ (الصف: ۱۰۲).

مجھے کرب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:
میں نے اپنی خالہ حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری پس
نبی ﷺ سو گئے پھر جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو رسول
اللہ ﷺ کھڑے ہوئے پس آپ نے ایک لنگی ہوئی مشک سے
خفیف وضوء کیا عمرو نے کہا: وہ بہت خفیف اور قلیل وضوء تھا پھر
آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پس میں بھی اٹھ کھڑا ہوا اور میں
نے بھی آپ کے وضوء کی مثل وضوء کیا پھر میں آیا اور آپ کی
بائیں جانب کھڑا ہو گیا پھر آپ نے مجھے پھیر کر اپنی دائیں جانب
کر دیا پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا آپ نے نماز پڑھی پھر آپ کروٹ
لے کر لیٹ گئے حتیٰ کہ خرائے لینے لگے پھر آپ کے پاس مؤذن
آیا اور اس نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی آپ اس کے ساتھ
نماز کی طرف کھڑے ہو گئے آپ نے نماز پڑھائی اور وضوء نہیں کیا
ہم نے عمرو سے کہا: لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی آنکھیں سوتی
ہیں اور آپ کا دل نہیں سوتا عمرو نے کہا: میں نے عبید بن عمرو کو یہ
کہتے ہوئے سنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے پھر
انہوں نے یہ آیت پڑھی: بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ
میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ (الصف: ۱۰۲)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۱۱ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو باتیں کرنا۔

۸۶۰۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ
إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ، فَقَالَ قَوْمُوا
فَلَا صَلَّيْ بِكُمْ، فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدْ اسْوَدَّ مِنْ
طُولِ مَا لَبْتُ، فَصَحَّتْهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَتِيمُ مَعِيَ، وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا،
فَصَلَّى بِنَا رَكَعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبد اللہ
بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کی دادی حضرت
ملیکہ نے نبی ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو کھانا انہوں نے
آپ کے لیے تیار کیا تھا آپ نے اس کو کھایا پھر فرمایا: اٹھو! میں تم
کو نماز پڑھاؤں پس میں ایک چٹائی کی طرف اٹھا جو کثرت
استعمال سے میلی ہو چکی تھی میں نے اس چٹائی کو پانی سے دھویا پس
رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور یتیم میرے ساتھ تھا اور بڑی بی
ہمارے پیچھے تھیں آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی۔

صحیح البخاری: ۸۵۹ میں حضرت ابن عباس کے وضوء کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں یتیم کے وضوء کرنے کا ذکر ہے اور یہ
دونوں نابالغ تھے اور یہ دونوں حدیثیں عنوان کے اس جز کے مطابق ہیں جس میں بچوں کے وضوء کرنے کا ذکر ہے اس حدیث کے

باقی مضامین کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۸۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْإِحْلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنَى إِلَى غَيْرِ جَدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيَّ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْإِتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكَرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں گدھے (بلکہ) گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں ان دنوں بلوغت کے قریب تھا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ بغیر دیوار کی اوٹ کے منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے میں صف کے بعض حصہ کے سامنے سے گزرا پس میں اتر اور میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا پھر کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا۔

اس حدیث میں عنوان کے تیسرے جز کے ساتھ مطابقت ہے یعنی بچوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اس حدیث کے دیگر امور کی شرح، صحیح البخاری: ۷۶ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: بچوں کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے۔

۸۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَقَالَ عِيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ . وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّي غَيْرُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اندھیرا کر دیا اور عیاش نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے عشاء کی نماز میں اندھیرا کر دیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو آواز دے کر کہا: عورتیں اور بچے سو گئے تب رسول اللہ ﷺ حجرے سے نکلے پھر آپ نے فرمایا: اس وقت روئے زمین پر تمہارے سوا کوئی بھی نماز نہیں پڑھ رہا اور اس وقت اہل مدینہ کے سوا کوئی بھی نماز نہیں پڑھتا تھا۔

اس حدیث میں حضرت عمر نے بچوں کا بھی ذکر کیا ہے امام بخاری کی اس سے مراد یہ ہے کہ بچے بھی مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہوتے تھے اور اس میں عنوان کے چوتھے جز کے ساتھ مطابقت ہے اس حدیث کی مکمل شرح، صحیح البخاری: ۵۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۸۶۳ - حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَهُ رَجُلٌ شَهِدْتُ الْخُرُوجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمن بن عابس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَغْنِي مِنْ صِفَرِهِ، أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَّظَهُنَّ، وَذَكَرَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُهَوِّى بِبَيْدِهَا إِلَى حَلْقِهَا، تَلْقَى فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلَالُ الْبَيْتِ.

عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ان سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ کبھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (حجرے سے) نکلے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اگر میری عمر اتنی نہ ہوتی یعنی میرا بچپن نہ ہوتا تو میں اس موقع پر حاضر نہ ہوتا، آپ اس پہاڑی پر آئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس ہے، پھر آپ نے خطبہ دیا، پھر آپ خواتین کے پاس گئے، پھر آپ نے ان کو نصیحت کی اور خطبہ دیا اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا، پس عورت اپنا ہاتھ اپنے حلق کی طرف لے جاتی اور اپنے زیور اتار کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں ڈال دیتی، اس کے بعد آپ اور حضرت بلال گھر چلے جاتے۔

اس حدیث میں جس خطبہ کا ذکر ہے یہ رسول اللہ ﷺ نے عید کی نماز کے بعد دیا تھا، اس نماز میں حضرت ابن عباس بھی موجود تھے اور انہوں نے خود تصریح کی ہے کہ میں اس وقت بچہ تھا اور اس حدیث میں عنوان کے پانچویں جز کے ساتھ مطابقت ہے کہ بچوں کا عید کی نماز میں جانا۔ اس حدیث کی مکمل شرح صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: امام کا خواتین کو نصیحت کرنا اور تعلیم دینا۔

رات کو اور اندھیرے میں خواتین کا مساجد کی طرف جانا

۱۶۲ - بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ

امام بخاری نے اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ خواتین نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں جاتی تھیں، امام بخاری نے یہ نہیں بیان کیا کہ شرعاً اس کا کیا حکم ہے کیونکہ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

۸۶۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصَّبِيَّانُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ غَيْرُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ. وَلَا يُصَلِّيُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ وَكَانُوا يُصَلُّونَ الْعَتَمَةَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں اندھیرا کر دیا، حتیٰ کہ حضرت عمر نے آپ کو آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے، تب رسول اللہ ﷺ حجرہ سے نکلے اور فرمایا: روئے زمین میں اس نماز کا تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا اور اس وقت مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور وہ عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے بعد سے تہائی رات کے اوّل حصہ تک پڑھتے تھے۔

(جامع المسانید ابن الجوزی: ۲۰۶، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۳۲۶ھ)

نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند یا سرپرست کی اجازت کے بغیر مسجد میں جائے اور خاوند کو چاہیے کہ وہ عورت

کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانے سے اور جس کام میں اس کی دینی منفعت ہو اس سے اس کو منع نہ کرنے یہ اس صورت پر محمول ہے جب عورت پر فتنہ کا خطرہ نہ ہو اور اس زمانہ کے حالات میں فتنہ اور فساد کا غلبہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب فتنہ اور فساد کا غلبہ ہو تو خواتین کو مسجد کی طرف نہیں جانا چاہیے۔

اس حدیث میں جو عورتوں کے مسجد میں جانے کا ذکر ہے، امام مالک کے نزدیک اس سے مراد بوڑھی عورتیں ہیں، اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ بوڑھی عورتیں مسجد میں جائیں، لیکن بہ کثرت آنا جانا نہ رکھیں اور جوان عورتیں ایک دو مرتبہ چلی جائیں اور وہ اپنے گھر والوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جاسکتی ہیں۔

امام ابو حنیفہ نے کہا: میں عورتوں کے نماز جمعہ اور فرض نمازوں کے لیے مسجد میں جانے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور بوڑھی عورتوں کے لیے فجر اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے کی اجازت دیتا ہوں اس کے علاوہ نہیں۔

امام ابو یوسف نے کہا: بوڑھی عورتوں کے لیے تمام نمازوں کے لیے مسجد میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جوان عورت کے نکلنے کو میں مکروہ قرار دیتا ہوں، الثوری نے کہا: عورت خواہ بوڑھی ہو اس کے گھر سے نکلنے میں کوئی خیر نہیں ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: عورت چھپائی جانے والی چیز ہے، اللہ کے نزدیک اس کی مقرب نماز گھر کی کوٹھڑی میں ہے، جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانک کر دیکھتا ہے۔

ابراہیم النخعی اپنے گھر کی خواتین کے جمعہ اور جماعت کے لیے مسجد میں جانے کو مکروہ کہتے تھے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۵۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ زین الدین بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

مردوں کے ساتھ جماعت میں خواتین کے مسجد میں نماز پڑھنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض فقہاء نے اس کو ہر حال میں مکروہ کہا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی موقف ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: میں اس زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کو مکروہ کہتا ہوں کیونکہ وہ فتنہ اور آزمائش ہیں۔

امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ عیدین کے سوا گھروں سے نہ نکلیں۔

بعض فقہاء نے بوڑھی عورتوں کو نکلنے کی اجازت دی ہے اور جوان عورتوں کو منع کیا ہے، یہ امام مالک کا قول ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور ہمارے اصحاب حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۳۰۹، دار ابن الجوزیہ ریاض ۱۴۱۷ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

عورتوں پر جماعت فرض نہیں ہے، فرض عین نہ فرض کفایہ لیکن ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے، پھر اس میں دو صورتیں ہیں، ان کے حق میں مردوں کی طرح جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کے حق میں مردوں کی طرح جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، اس لیے ان کا جماعت کو ترک کرنا مکروہ نہیں ہے اور مردوں کے حق میں جماعت کو ترک کرنا مکروہ ہے، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ان کے حق میں جماعت سے نماز پڑھنا سنت ہے اور گھروں میں ان کا جماعت سے نماز

پڑھنا افضل ہے اور اگر وہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کریں تو جو ان عورتوں کے لیے مکروہ ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے مکروہ نہیں ہے۔ (روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۲۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ عورتوں کے حق میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور شراحین نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے: جو ان عورتوں کا جانا مکروہ ہے اس سے تمام جماعات مراد ہیں خواہ جمعہ کی جماعت ہو عید کی جماعت ہو نماز کسوف کی جماعت ہو یا نماز استسقاء کی جماعت ہو۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا گھر سے نکلنا مباح ہے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ان کے گھر سے نکلنے میں فتنہ کا خوف ہے اور حرام کا سبب ہے اور جو حرام کا سبب ہو وہ حرام ہے اور خاص طور پر اس زمانہ میں جب کہ فساد اور بے راہ روی عام ہو چکی ہے صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ بوڑھی عورت فجر، مغرب اور عشاء میں گھر سے نکلے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس وقت امن ہوتا ہے یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ بوڑھی عورت تمام نمازوں کے لیے گھر سے نکلے کیونکہ اس کی طرف رغبت کم ہوتی ہے اور حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے ایک یہ روایت بیان کی ہے کہ خواتین نماز کے لیے گھر سے نکلیں اور آخری صفوں میں کھڑی ہوں اور مردوں کے ساتھ نماز پڑھیں کیونکہ وہ جماعت کی اہل ہیں اور مردوں کی تابع ہیں اور امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ خواتین نمازیوں کی تعداد میں اضافہ کے لیے مسجد میں آئیں اور مسجد کے ایک کونے میں کھڑی ہوں اور نماز نہ پڑھیں کیونکہ نبی ﷺ نے حائضہ عورتوں کو اسی طرح کا حکم دیا ہے (یعنی نماز نہ پڑھنے کا) کیونکہ وہ نماز کی اہل نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۸۶۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنُكُمْ نِسَاءُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَذْنُوا لَهُنَّ. تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از حنظلہ از سالم بن عبد اللہ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب تم سے تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کو اجازت دے دو۔ شعبہ نے اس حدیث کی متابعت کی ہے از الاعمش از مجاہد از ابن عمر از نبی ﷺ۔

[اطراف الحدیث: ۸۶۳-۸۹۹-۹۰۰-۵۲۳۸] (صحیح مسلم: ۴۴۲، رقم السلسل: ۹۷۱، سنن نسائی: ۷۰۶، مسند ابویعلیٰ: ۵۵۵۹، مسند ابو حنیفہ: ۱۳۳، المعجم الکبیر: ۱۳۲۵۵، مسند احمد ج ۲ ص ۷، طبع قدیم مسند احمد: ۴۵۲۲، ج ۸ ص ۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۲۲۸، مکتبۃ الرشیدیہ بیروت، مسند الطحاوی: ۳۸۹۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن موسیٰ العنسی الکوفی (۲) حنظلہ بن ابی سفیان الحنفی یہ اہل مکہ سے ہیں اور ابوسفیان کا نام اسود بن عبد الرحمان ہے (۳) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۴) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۵)

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ عورتوں کو اجازت دینا واجب نہیں ہے کیونکہ اگر مردوں پر اجازت دینا واجب ہوتا تو مردوں سے اجازت طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

عورتوں کے مسجد میں جانے کے متعلق حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

عورتوں کے مسجد میں جانے کی اجازت کے متعلق احادیث اور آثار

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی صبح اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتی تھیں۔ ان سے کہا گیا: آپ کیوں گھر سے نکلتی ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا نکلنا حضرت عمر کو ناپسند ہے اور ناگوار ہے انہوں نے کہا: پھر حضرت عمر کو مجھے منع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو لوگوں نے کہا: ان کو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مانع ہے آپ نے فرمایا ہے: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو۔

(صحیح البخاری: ۹۰۰، مسند احمد ج ۲ ص ۷، حضرت عمر کی اس زوجہ کا نام عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل ہے، مصنف عبدالرزاق: ۵۱۱۱، مصنف ابن ابی

شیبہ: ۷۶۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو، ان کو چاہیے کہ وہ بغیر بناؤ سنگھار کے گھر سے نکلیں۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۸، سنن ابوداؤد: ۵۶۶، سنن دارمی: ۱۳۷۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۷۹، صحیح ابن حبان: ۲۲۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم التخفی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی عشاء کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۳، مجلس علمی بیروت: ۷۱۳۲ھ)

عورتوں کے مسجد میں جانے کی کراہت کے متعلق احادیث اور آثار

ابو عمر شیبانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جس عورت نے اپنے گھر میں نماز پڑھی ہے اس سے افضل کسی عورت نے نماز نہیں پڑھی، ماسوا اس عورت کے جس نے مسجد حرام میں نماز پڑھی یا وہ بوڑھی عورت جس نے اپنے پرانے موزوں میں نماز پڑھی ہو۔ (المعجم الکبیر: ۷۱، ج ۹، مجلس علمی بیروت، المعجم الکبیر: ۷۱۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت نے مسجد میں جمعہ پڑھنے کے متعلق سوال کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہاری کوٹھڑی میں نماز پڑھنا تمہارے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا گھر میں نماز پڑھنا تمہارے حجرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا حجرہ میں نماز پڑھنا تمہارا محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابو عمرو شیبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان عورتوں کو کنکر مار رہے تھے جو جمعہ کے دن مسجد سے نکل رہی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۱۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ام حمید بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے خاوند ہمیں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے محبت کرتی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا گھروں میں نماز پڑھنا تمہارے حجروں میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور تمہارا حجروں میں نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۷۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۹، صحیح ابن حبان: ۲۲۱۷، المعجم الکبیر: ۳۵۶، ج ۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۰۲، مجلس علمی بیروت)

مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۲۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

۱۶۳ - بَابُ اِنْتِظَارِ النَّاسِ

قِيَامَ الْاِمَامِ الْعَالِمِ

۸۶۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْبَرَتْهَا أَنَّ النِّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ إِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ قُمْنَ وَتَبَتِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللَّهُ فَإِذَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ الرِّجَالُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ (ح) وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعَرَفْنَ مِنَ الْغُلَسِ.

حدیث مذکور کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۸۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْكِينٍ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ اخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا قَوْمَ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَطُولَ فِيهَا فَاسْمَعُ بَكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزْ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةً أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ.

نمازیوں کا امام عالم کے کھڑے

ہونے کا انتظار کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں ہند بنت الحارث نے خبر دی کہ حضرت ام سلمہؓ نبی ﷺ کی زوجہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جب عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرتیں تو کھڑی ہو جاتیں اور رسول اللہ ﷺ اور جو مرد نماز پڑھتے وہ جب تک اللہ چاہتا اپنی جگہ برقرار رہتے پھر جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک (ح) امام بخاری دوسری سند کی طرف متحول ہوئے اور ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھاتے پھر عورتیں اپنی چادروں میں لپیٹی ہوئی مڑتیں اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مسکین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ از والد خود انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نماز کی طرف قیام کا ارادہ کرتا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ میں نماز میں لمبا قیام کروں پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں اپنی نماز میں تخفیف کرتا ہوں اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں پر طویل قیام دشوار ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۰۷ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے یہ تین احادیث اس لیے روایت کی ہیں کہ ان سب

میں مذکور ہے کہ عورتیں مسجد میں نماز پڑھتی تھیں۔

۸۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ

كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ. قُلْتُ لِعُمَرَةَ أَوْ

مُنِعْنَ؟ قَالَتْ نَعَمْ. (صحیح مسلم: ۳۳۵، رقم السلسل: ۹۸۹، سنن

ابوداؤد: ۵۶۹، مسند الطحاوی: ۹۳۱۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن یوسف

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی اور

یحییٰ بن سعید از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: اگر رسول

اللہ ﷺ عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو انہوں نے

اب ایجاد کیا ہے تو ان کو (مسجد میں آنے سے) منع فرمادیتے جس

طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا میں نے عمرہ سے پوچھا:

کیا ان کو منع کر دیا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں!

عورتوں کے نت نئے فیشن کی وجہ سے حضرت عائشہ کا ان کو مسجد میں جانے سے منع کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتیں جو انہوں نے ہمارے زمانہ میں ایجاد کر لیا ہے اور اپنی زیبائش اور

نمائش میں غیر شرعی طریقے اور مذموم بدعات نکال لی ہیں خاص طور پر شہر کی عورتوں نے تو وہ عورتوں کی بہت زیادہ مذمت کرتیں۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۲۲۷)

میں کہتا ہوں: اگر علامہ یعنی ہمارے زمانہ کی فیشن زدہ عورتوں کو دیکھ لیتے تو حیران رہ جاتے اب اکثر عورتوں نے برقع لینا چھوڑ

دیا ہے سر کو دوپٹے سے نہیں ڈھانپتیں تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں بیوٹی پارلر میں جا کر جدید طریقوں سے میک اپ کراتی ہیں

مردوں کے ساتھ مخلوط اجتماعات میں شرکت کرتی ہیں مراٹھن دوڑ میں حصہ لیتی ہیں بسنت میں پتنگ اڑاتی ہیں ویلنٹائن ڈے مناتی

ہیں اس قسم کی آزاد روش میں عورتوں کے مسجد میں جانے کا تو خیر کوئی امکان ہی نہیں ہے البتہ چند اللہ سے ڈرنے والی خواتین ضرور

مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے یا رمضان کے مہینہ میں تراویح کی نماز پڑھنے جاتی ہیں جہاں ان کی نماز کے لیے باپردہ جگہ بنائی جاتی ہے

سو جو خواتین پردہ کی حدود و قیود سے مسجدوں میں جائیں تاکہ وہ درس قرآن و حدیث و عظ اور نصیحت سن سکیں تو میری رائے ہے کہ ان

کو منع نہیں کرنا چاہیے جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ایک قول میں اس کی گنجائش بھی ہے جس کو ہم صحیح البخاری: ۸۶۳ کی شرح

میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے

نہ روکا جائے کیونکہ اب عورتیں سینماؤں بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں مسجدوں میں آ کر کچھ دین کے احکام من لیں گی۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۵۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۹۰۳ - ج ۱ ص ۱۲۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل۔

۱۶۴ - بَابُ صَلَوةِ النِّسَاءِ خَلْفَ الرِّجَالِ

۸۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ

بْنُ سَعْدٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ

عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزاع نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی اور

اُمّ سلمۃ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِیْنَ یَقْضٰی تَسْلِیْمَہُ وَیَمُکُّتُ هُوَ فِی مَقَامِہِ یَسِیرًا قَبْلَ اَنْ یَقُومَ۔ قَالَ نَرٰی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اَنْ ذٰلِکَ كَانَ لِکِیْ یَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ اَنْ یُذْرِکَہُنَّ الرِّجَالُ۔

الزہری از ہند بنت الحارث از حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پھیرتے تھے تو آپ کے سلام پھیرنے کے وقت عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر کھڑے رہتے تھے الزہری نے کہا: اللہ زیادہ جانتا ہے! ہمارا گمان یہ ہے کہ آپ اس لیے کھڑے رہتے تھے کہ عورتیں مردوں کے اختلاط سے پہلے گزر جائیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۷۱، ۸۷۲ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِیمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ اِسْحَاقَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی بَیْتِ اُمِّ سُلَیْمٍ فَقُمْتُ وَبِیْتِیْ خَلْفَہُ وَامُّ سُلَیْمٍ خَلْفَنَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از اسحاق از حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ام سلیم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے گھر میں نماز پڑھی پھر میں اور بیتم آپ کے پیچھے نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۵ - بَابُ سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ مِنَ

الصُّبْحِ وَقِلَّةِ مَقَامِہُنَّ فِی الْمَسْجِدِ

۸۷۳، ۸۷۴ - حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ مُوسٰی قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَیْحٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَانَ یُصَلِّی الصُّبْحَ بَغْلَسٍ فِیَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا یُعَرَفْنَ مِنَ الْغُلَسِ اَوْ لَا یُعَرَفُ بَعْضُہُنَّ بَعْضًا۔

صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی مڑنا اور مسجد میں کم ٹھہرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن منصور نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از عبدالرحمن بن قاسم از والد خود از حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھاتے پس مومنات مڑ جاتیں اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا نہ وہ خود ایک دوسرے کو پہچانتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۶ - بَابُ اسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَہَا

بِالْخُرُوجِ اِلَى الْمَسْجِدِ

۸۷۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَزِیدُ بْنُ زُرَّیْعٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزُّہْرِیِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللہِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَاذَنْتَ اَمْرًا اَحَدِکُمْ فَلَا یَمْنَعُہَا۔

عورت کا اپنے خاوند سے مسجد کی طرف جانے کی اجازت طلب کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از معمر از الزہری از سالم بن عبد اللہ از والد خود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی بیوی اجازت

طلب کرے تو وہ اس کو منع نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶۵ میں گزر چکی ہے۔

یہ ”کتاب الاذان“ کی آخری حدیث ہے اس کے بعد کتاب الجمعہ شروع ہو رہی ہے۔





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۱ - کتاب الجمعة

جمعہ کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس دن کا نام جمعہ رکھنے میں کئی اقوال ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس دن کا نام جمعہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی بناوٹ کو مکمل کیا۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۳۱)

امام ابن خزیمہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: اے سلمان! تم کو جمعہ کے متعلق کیا علم ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے فرمایا: اس دن میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کی بناوٹ کو جمع کیا۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۳۲، مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ)

امام عبدالرزاق نے ابن سیرین سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں آنے سے پہلے لوگ مدینہ میں جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام جمعہ رکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ انصار نے کہا: یہودی ہر ہفتہ کے دن جمع ہوتے ہیں اور نصاریٰ ہر اتوار کے دن جمع ہوتے ہیں تو کیوں نہ ہم بھی ایک دن جمع ہوں اور اس دن اللہ کا ذکر کریں اور نماز پڑھیں اور اس کا شکر ادا کریں پس انہوں نے یوم عربہ کا نام جمعہ رکھ دیا پھر وہ حضرت اسعد کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور نصیحت کی پس انہوں نے اس دن کا نام جمعہ رکھا حضرت اسعد نے ان کے لیے بکری ذبح کی پس انہوں نے صبح اور شام اس بکری کا گوشت کھایا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ" (الجمعة: ۹) جب جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۱۵۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جمعہ کی نماز کی فرضیت

۱ - بَابُ فَرَضِ الْجُمُعَةِ

اس باب میں نماز جمعہ کی فرضیت کا بیان کیا گیا ہے امام بخاری نے اس پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (الجمعة: ۹)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب جمعہ کے دن (نماز) جمعہ کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

(الجمعة: ۹)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ اس اذان سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد خطبہ سے

پہلے دی جاتی ہے کیونکہ السائب بن یزید نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا صرف ایک مؤذن تھا اور جب رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھ جاتے تو وہ مسجد میں اذان دیتا اور جب منبر سے اتر جاتے تو وہ اقامت کہتا پھر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی اسی طرح ہوتا رہا حتیٰ کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے اور گھر دور دور ہو گئے تو حضرت عثمان نے ایک اذان کو زیادہ کر دیا اور یہ حکم دیا کہ پہلے الزوراء نامی بازار میں اذان دی جائے پھر وہاں اذان دی جاتی اور جب حضرت عثمان منبر پر بیٹھ جاتے تو دوسری اذان دی جاتی اور جب وہ منبر سے اتر جاتے تو پھر اقامت کہی جاتی۔

نماز جمعہ کی فرضیت کتاب سنت اور اجماع سے ثابت ہے کتاب اللہ سے اس کی فرضیت کا ثبوت الجمعہ: ۹ سے ہے اور سنت سے اس کی فرضیت کا ثبوت اس حدیث سے ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جس نے اذان کو سنا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۵۶)

اور اجماع سے اس کا ثبوت اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد سے لے کر آج تک امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ فرض ہے اور اس کے فرض ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی کہ بے شک عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج جو ربیعہ بن الحارث کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے کہ ہم (بعثت میں) آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے البتہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی پھر یہ وہ دن ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا تھا انہوں نے اس دن (کی تعمین) میں اختلاف کیا تو اللہ نے ہمیں اس دن کی ہدایت دے دی پس لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں یہود کل کے دن (ہفتہ) کی تعظیم کرتے ہیں اور نصاریٰ کل کے بعد کے دن (اتوار) کی۔

۸۷۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمَزٍ الْأَعْرَجَ مَوْلَى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَحْنُ الْأَخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيَدِ اللَّهِ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا ثُمَّ هَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَذَا اللَّهُ لَهُ قَالَتِ النَّاسُ لَنَا فِيهِ تَبَعُ الْيَهُودُ غَدًا وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۸ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: ٹھہرا ہوا پانی۔

یہود اور نصاریٰ کا ہفتہ اور اتوار کو معظم دن قرار دینا اور مسلمانوں کا جمعہ کو مقدس دن قرار دینا

امام عبد الرحمن بن ادريس ابن ابی حاتم متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ.

(نمل: ۱۲۳) میں اختلاف کیا تھا۔

سہی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اللہ تعالیٰ نے یہود پر جمعہ کا دن فرض کیا تھا انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا: اے موی اللہ

نے ہفتہ کے دن کوئی چیز پیدا نہیں کی سو ہمارے لیے (بہ طور تعظیم) ہفتہ کا دن مقرر کر دیں تو ان کے لیے ہفتہ کا دن مقرر کر دیا گیا پھر جب ان پر ہفتہ کا دن فرض کر دیا گیا تو انہوں نے اس میں حرام کام حلال کر لیے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۲۶۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

یہود نے ہفتہ کا دن اس لیے اختیار کیا تھا کہ یہ فراغت کا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہو گیا تھا سو انہوں نے کہا: ہم بھی اس دن دنیا کے کاموں سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اس لیے اختیار کیا تھا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کی ابتداء کی تھی سو یہی دن اللہ کی تعظیم اور اس کی عبادت کے لائق ہے ہم اس دن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کا شکر ادا کریں گے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی ہدایت دی جس کو اس نے فرض کیا تھا اور ہم کو اس دن کی ہدایت ہمیں اجتہاد میں صحیح دن تک پہنچنے کی توفیق سے دی جیسا کہ امام عبد الرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت السعد بن زرارہ نے مدینہ میں صحابہ کو اکٹھا کر کے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵۱۵۸)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ جمعہ کے دن اذان سنتے تو حضرت السعد بن زرارہ کے لیے رحمت کی دعا کرتے عبد الرحمن بن کعب کہتے ہیں: میں نے ان سے پوچھا: آپ جب بھی جمعہ کی اذان سنتے ہیں تو حضرت السعد بن زرارہ کے لیے دعا کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت کعب نے کہا: سب سے پہلے انہوں نے ہی ہم کو ہزم النیت میں تسبیح کے اندر بنویاضہ کی پتھریلی زمین میں جمعہ پڑھایا تھا میں نے پوچھا: آپ اس روز کتنے افراد تھے؟ انہوں نے بتایا: چالیس۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۶۹، سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۲)

جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت

اور آیا بچوں اور عورتوں پر بھی جمعہ

کے دن حاضر ہونا واجب ہے؟

۲۔ بَابُ فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُودُ يَوْمِ

الْجُمُعَةِ أَوْ عَلَى النِّسَاءِ؟

۸۷۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةُ فَلْيَغْتَسِلْ.

[اطراف اللہ: ۸۹۴-۹۱۹] کرے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع

از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن آئے تو وہ غسل

(سنن نسائی: ۱۳۷۵، سنن الکبریٰ: ۱۶۸۱، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۹۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۶۱، صحیح ابن حبان: ۱۳۳۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰، طبع قدیم)

مسند احمد: ۳۰۵۸، ج ۵ ص ۱۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید: ابن الجوزی: ۳۳۶۰، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶، مسند الطحاوی: ۳۹۷۴)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے غسل کرنے کا حکم دیا ہے اور مرد و عورتوں کے لیے آتا ہے اس سے غیر مقلدین نے یہ استدلال کیا

ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ امر استحباب کے لیے ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضوء کیا تو بہت اچھا کیا اور جس نے

غسل کیا تو وہ افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد بن اسماء

۸۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَسْمَاءَ قَالَ

أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَادَاهُ عُمَرُ آيَةً سَاعَةً هَذِهِ؟ قَالَ إِنِّي شُغِلْتُ فَلَمْ أَتُفِيقْ إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ النَّاذِينَ فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ وَالْوُضُوءُ أَيُّضًا؟ وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ؟

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے خبر دی از امام مالک از الزہری از سالم بن عبد اللہ بن عمر از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دن کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اس وقت نبی ﷺ کے اصحاب میں سے اور مہاجرین اولین میں سے ایک شخص مسجد میں داخل ہوئے پس حضرت عمر نے ان کو نداء کر کے فرمایا: یہ کون سا وقت ہے؟ انہوں نے کہا: میں مشغول تھا میں اس وقت اپنے گھر پہنچ سکا جب میں نے اذان سنی میں نے وضوء کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ حضرت عمر نے کہا: اور وضوء بھی (تو قابل ملامت ہے!) حالانکہ آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم دیتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۸۸۲]

(صحیح مسلم: ۸۴۵، الرقم المسلسل: ۱۹۲۳، السنن الکبریٰ: ۱۶۷۰، سنن ترمذی: ۳۹۵، صحیح ابن حبان: ۱۲۳۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۹، ج ۱ ص ۳۲۸، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۶۹۵، مکتبة الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۶۰۳۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن اسماء الضبعی البصری یہ جویریہ بن اسماء کے بھتیجے ہیں ۲۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) جویریہ بن اسماء بن عبید الضبعی البصری یہ ۱۹۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) امام مالک بن انس (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب (۶) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۳۹)

کھڑے ہو کر خطبہ دینا، سربراہ ملک کا عوام کی عبادات کی تفتیش کرنا، جمعہ کے دن کے غسل کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر خطبہ دینا سنت ہے۔

حضرت عمر نے آنے والے مہاجر صحابی (وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے) سے تفتیش کی کہ وہ دیر سے کیوں آئے اس سے معلوم ہوا کہ سربراہ ملک کو عوام کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے اور ان کے دینی کاموں سے باخبر رہنا چاہیے اور اگر وہ کسی افضل کام کو ترک کر دیں تو ان سے باز پرس کرنی چاہیے۔

حضرت عمر نے خطبہ کے دوران حضرت عثمان کو ٹوکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے دوران نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا جائز ہے۔

حضرت عثمان جمعہ کے دن اذان سے پہلے اپنے کاروبار میں مشغول رہے حتیٰ کہ اذان ہو گئی اور ان کو غسل کرنے کا وقت نہیں ملا اور وہ صرف وضوء کر کے مسجد میں آ گئے اور حضرت عمر نے ان سے یہ نہیں کہا کہ جائیں غسل کر کے آئیں اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا فرض نہیں ہے اور نہ ہی یہ حکم دیا کہ آپ اتنی دیر تک کاروبار میں مشغول نہ رہا کریں اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن

کاروبار میں مشغول رہنا مباح ہے خواہ انسان افضل وقت میں مسجد میں نہ پہنچ سکے۔

حضرت عمر کے ملامت کرنے پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عثمان نے افضل کام کو ترک کیا تھا اور ترک افضل پر ملامت نہیں کی جاتی اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کا منشاء یہ تھا کہ حضرت عثمان ان لوگوں میں سے ہیں جو لوگوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں تو ان ایسے لوگوں کو افضل اور مستحب کو ترک نہیں کرنا چاہیے ورنہ عام لوگ فرائض اور واجبات میں بھی تساہل کریں گے۔

فقہاء احناف کے نزدیک جمعہ کی طرف سعی اس اذان سے واجب ہوتی ہے جو خطیب اور منبر کے سامنے دی جاتی ہے اور اسی اذان کے بعد جمعہ کے دن بیچ اور شراء حرام ہوتی ہے کیونکہ یہی اذان اصل ہے امام شافعی، امام احمد اور شہروں کے اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے پھر اگر اس وقت خرید و فروخت کی جائے تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک وہ مکروہ تنزیہی ہے اور امام مالک، امام شافعی اور غیر مقلدین کے نزدیک وہ خرید و فروخت باطل ہے۔

۸۷۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

جمعہ کے دن خوشبو لگانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حزمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن المنکدر انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن سلیم الانصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے اور وہ مسواک کرے اور اگر اس کو خوشبو میسر ہو تو وہ خوشبو لگائے عمرو نے کہا: رہا غسل تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے اور رہی مسواک اور خوشبو تو اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ واجب ہے یا نہیں لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔ امام ابو عبد اللہ نے کہا: وہ محمد بن المنکدر کے بھائی ہیں اور ابو بکر کا نام نہیں لیا گیا اور اس حدیث کو ان سے بکیر بن الاشج اور سعید بن ابی ہلال و عدۃ۔ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنَى بِأَبِي بَكْرٍ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حزمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن المنکدر انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن سلیم الانصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے اور وہ مسواک کرے اور اگر اس کو خوشبو میسر ہو تو وہ خوشبو لگائے عمرو نے کہا: رہا غسل تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے اور رہی مسواک اور خوشبو تو اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ واجب ہے یا نہیں لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔ امام ابو عبد اللہ نے کہا: وہ محمد بن المنکدر کے بھائی ہیں اور ابو بکر کا نام نہیں لیا گیا اور اس حدیث کو ان سے بکیر بن الاشج اور سعید بن ابی ہلال و عدۃ۔ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنَى بِأَبِي بَكْرٍ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۴- بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کی فضیلت

۸۸۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَانَ مَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ ذِجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سُمی مولى ابوبکر بن عبد الرحمن از ابو صالح السمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے دن اس طرح غسل کیا، جس طرح وہ غسل جنابت کرتا ہے پھر وہ (جمعہ پڑھنے) چلا گیا تو گویا اس نے اونٹ کا صدقہ کیا اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گویا گائے کا صدقہ کیا اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے گویا سینگھ والے مینڈھے کا صدقہ کیا اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے گویا مرغی کا صدقہ کیا اور جو پانچویں ساعت میں گیا اس نے گویا انڈے کا صدقہ کیا پس جب امام نکل آئے تو فرشتے آ جاتے ہیں اور وعظ سنتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۸۵۰، الرقم المسلسل: ۱۹۳۲، سنن ابوداؤد: ۳۵۱، سنن ترمذی: ۳۹۹، سنن نسائی: ۱۳۸۲، صحیح ابن حبان: ۲۷۷۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲۶، شرح السنہ: ۱۰۶۳، مصنف عبد الرزاق: ۵۵۶۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۹۹۲۶، ج ۱۶ ص ۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، مسند الطحاوی: ۷۷۶۲)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ کی فضیلت اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جانے میں بدن کو بھی مشقت ہوتی ہے اور اس میں صاف کپڑے پہننے نہانے دھونے اور خوشبو وغیرہ لگانے میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور اس میں صدقہ کا بھی ثواب ہے تو اس میں بدنی عبادت اور مالی عبادت دونوں جمع ہیں اور یہ جمعہ کی فضیلت ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمعہ کے دن غسل کرنے اور نماز جمعہ کے لیے پہلی ساعت میں جانے کا ذکر ہے اور یہ دونوں امر مستحب ہیں۔ اس میں اونٹ، گائے، مینڈھے، مرغی اور انڈے کے صدقہ کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ قلیل اور کثیر دونوں کا مقبول ہوتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گائے اور مینڈھے کی بہ نسبت اونٹ کی قربانی کرنا افضل ہے کیونکہ اونٹ کا ذکر ان دونوں سے پہلے فرمایا ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نیز اس حدیث میں جانوروں کے ساتھ ساتھ انڈا صدقہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انڈا کھانا حلال ہے کیونکہ صدقہ حلال چیز کا کیا جاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۸۵۱، ج ۲ ص ۶۲۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۸۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ لِمَ تَحْتَسِبُونَ عَنِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ إِلَّا سَمِعْتُ النِّدَاءَ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ أَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَاحَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے ایک صحابی مسجد میں داخل ہوئے حضرت عمر نے فرمایا: آپ اپنی نماز میں کیوں تاخیر کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: بس اتنا وقت لگا ہے کہ میں نے اذان سنتے ہی وضوء کیا حضرت عمر نے فرمایا: کیا آپ لوگوں نے نبی ﷺ سے یہ نہیں سنا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے لیے جائے تو غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۷۸ میں گزر چکی ہے۔

۶۔ بَابُ الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ

۸۸۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُئْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ ابْنِ وَدِيعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ وَيَذْهَبُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبٍ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يَفْرُقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ يَنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْآخِرَى. [طرف الحدیث: ۹۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذؤب نے حدیث بیان کی از سعید المقبریٰ انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از ابن ودیعہ از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرے گا اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی حاصل کرے گا اور اپنا تیل لگائے گا یا اپنے گھر سے خوشبو لگائے گا پھر (جمعہ کے لیے) نکلے گا اور دو آدمیوں کے درمیان تفرقہ نہیں کرے گا پھر اتنی نماز پڑھے گا جتنی اس کے لیے مقدر کر دی گئی ہے پھر جب امام خطبہ دے گا تو وہ خاموش بیٹھا رہے گا تو اس شخص کے لیے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۲ سنن دارمی: ۱۵۳۱ صحیح ابن حبان: ۲۷۷۶ المعجم الکبیر: ۶۱۹۰ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۶۳ شرح السنن: ۱۰۵۸ سنن ابوداؤد الطیالسی: ۹۵۶ مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۸ طبع قدیم مسند احمد: ۷۱۰۷ ج ۲۳ ص ۳۹۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۲۹۳ مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۳۲۶ مسند الطحاوی: ۲۵۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) محمد بن عبد الرحمن بن المغیرہ بن الحارث بن ابی ذؤب ان کا نام ہشام القرشی العامری ابو الحارث المدنی ہے (۳) سعید بن ابی سعید ان کا نام کیسان المقبری ابو سعید المدنی ہے۔ المقبری میں مدینہ کے ایک مقبرہ کی طرف نسبت ہے اس کے یہ مجاور تھے (۴) ابوسعید المقبری (۵) عبد اللہ بن ودیعہ بن حرام ابودویعہ الانصاری المدنی ان کو حرہ میں شہید کر دیا گیا تھا (۶) حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۲۵۱)

جمعہ کے دن تیل لگانے اور خوشبو لگانے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن تیل لگانا خوشبو لگانے کی طرح مستحب ہے اور تمام علماء اس کے استحباب پر متفق ہیں۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جس ثواب کا نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ اس وقت ملے گا جب نمازی اس طرح جمعہ پڑھے جس طرح نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے اور خاموشی سے اپنے امام کا خطبہ اور نماز میں اس کی قراءت سنے اور جو شخص اس دوران خاموش نہیں رہا اس کو یہ ثواب نہیں ملے گا اگر امام کی آواز اس تک نہ پہنچ رہی ہو اور اس کا سننا ممکن نہ ہو لیکن وہ اس دوران خاموش رہا ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ اس کو یہ ثواب عطا فرمائے گا۔

اس حدیث میں جو نبی ﷺ نے غسل کرنے کا حکم دیا ہے یہ حکم بھی تیل لگانے اور خوشبو لگانے کی طرح استحباب کے لیے ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۵۵۹-۵۵۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

خطبہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت میں اختلاف فقہاء اور معصیت کے وقوع

سے پہلے اس کی مغفرت کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ خطبہ کے دوران کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے امام شافعی کے اس کے متعلق دو قول ہیں قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام مالک امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک خطبہ سننے کے لیے خاموش رہنا واجب ہے ابراہیم النخعی امام احمد اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کے نزدیک خطبہ کے دوران خاموش رہنا لازم نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ دوسرے جمعہ کے گناہوں کی جو مغفرت ہوگی اس سے مراد پچھلا جمعہ ہے یا آنے والا جمعہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس کے پچھلے جمعہ میں گناہ تھے تو ان کی مغفرت کر دی جائے گی اور اگر اس کے پچھلے جمعہ میں گناہ نہیں تھے یا گناہ تھے لیکن وہ کسی اور سبب سے معاف ہو چکے تھے مثلاً توبہ سے تو پھر آنے والے جمعہ کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ گزشتہ گناہوں کی معافی تو نیکیوں سے بھی ہو سکتی ہے اور توبہ سے بھی وہ سکتی ہے لیکن آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی کس طرح متصور ہوگی؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حدیث میں آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی کی بھی تصریح ہے:

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس روزہ کو پچھلے سال کے گناہوں کا بھی کفارہ بنادے گا اور اس کے بعد والے سال کے گناہوں کا بھی کفارہ بنادے گا اور یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے سے بھی مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کو اس کے گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنادے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۲۵، صحیح مسلم: ۱۱۶۲، سنن ترمذی: ۷۴۹، سنن نسائی: ۲۳۸۲، سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۳، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶)

اعتراض مذکور کا دوسرا جواب دیتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے: "لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" (التغ: ۲) اس میں "ماتأخرو" کے لفظ سے اعتراض باقظ ہو جاتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ) میں کہتا ہوں کہ گناہوں کی مغفرت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ گناہوں کے وقوع سے پہلے ان کو معاف فرمادے۔

۸۸۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ طَاوُسٌ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ذَكَرُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوا رُؤُوسَكُمْ، وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا جُنُبًا، وَأَصَبْتُمْ مِنَ الطِّيبِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ، وَأَمَّا الطِّيبُ فَلَا أَذْرَى. [طرف الحديث: ۸۸۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے بیان کیا کہ طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ لوگوں نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرو اور اپنے سروں کو دھوؤ خواہ تم جنبی نہ ہو اور خوشبو لگاؤ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: رہا غسل تو وہ آپ کا ارشاد ہے اور خوشبو کے متعلق مجھے علم نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جمعہ کے دن خوشبو لگانے کی حدیث مروی ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ (جمعہ) عید کا دن ہے اس کو اللہ نے مسلمانوں کے لیے (عید) بنا دیا ہے پس جو شخص جمعہ تک پہنچا وہ غسل کرے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ اس کو لگائے اور تم پر مسواک کرنا لازم ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ علامہ احمد بن ابی بکر البوصیری التوفی ۸۴۰ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی صالح بن ابی الاخضر ہے اس کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

(زوائد ابن ماجہ ص ۱۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۳ھ)

زیر بحث حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا وہ غسل اس کے جمعہ کے غسل کا بدل ہوگا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن میسرہ نے خبر دی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے جمعہ کے دن غسل کے متعلق نبی ﷺ کی حدیث کا ذکر کیا طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس سے کہا: اگر وہ اپنی بیوی کے پاس ہو تو کیا وہ خوشبو لگائے اور تیل لگائے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

۸۸۵۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَيْمَسَ طِيبًا أَوْ دُهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَ أَهْلِهِ؟ فَقَالَ لَا أَعْلَمُهُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۷۔ بَابُ يَلْبَسُ أَحْسَنَ مَا يَجِدُ

۸۸۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سِيرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ

جمعہ کے دن سب سے اچھا و ستیاب لباس پہنے امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن

يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ اشْتَرَيْتَ هَذِهِ فَلَبِستَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلْقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ. ثُمَّ جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَّةٌ فَأَعْطَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَسَوْنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عَطَارِدٍ مَا قُلْتَ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَلَهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا. [أطراف الحديث: ۹۳۸-۲۱۰۳]

[۲۶۱۲-۲۶۱۹-۳۰۵۴-۵۸۴۱-۵۹۸۱-۶۰۸۱]

الخطاب رضی اللہ عنہ نے ریشم کا سنہری دھاریوں والا حلقہ مسجد کے دروازے پر بکتے ہوئے دیکھا پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کاش! آپ اس کو خرید لیتے اور جمعہ کے دن اس کو پہنتے اور جس دن آپ سے کوئی وفد ملنے کے لیے آتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس چند حلقے آئے آپ نے ان میں سے ایک حلقہ حضرت عمر بن الخطاب کو عطا کر دیا تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے یہ حلقہ پہننے کے لیے دیا ہے حالانکہ آپ عطارد کے حلقہ کے متعلق مجھ سے وہ ارشاد فرما چکے ہیں تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو وہ حلقہ خود پہننے کے لیے نہیں دیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وہ حلقہ مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا۔

پہنا دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۶۸، رقم المسلسل: ۵۳۰۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۷۶، سنن نسائی: ۱۳۸۲، صحیح ابن حبان: ۵۱۱۳، مسند ابویعلیٰ: ۵۵۱۵، شرح مشکل الآثار: ۴۸۳۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰، طبع قدیم مسند احمد: ۴۹۷۸، ج ۹ ص ۳۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ کے دن سب سے اچھا لباس پہننے جو اسے میسر ہو اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جمعہ کے دن عمدہ اور حسین لباس پہننا چاہیے۔

جمعہ کے دن نبی ﷺ کا عمدہ لباس پہننا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا: آپ اس حلقہ کو خرید لیں اور جمعہ کے دن پہنیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ذہنوں میں یہ مقرر تھا کہ مرد کو جمعہ کے دن سب سے افضل اور سب سے احسن لباس پہننا چاہیے۔ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے کام کاج کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے تیار کر لے۔ اور اہل سیرت نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن سرخ چادر اوڑھتے تھے اور اچھے کپڑے پہنتے تھے اور خوشبو لگاتے تھے اور اسی طرح عیدین میں بھی۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا: میں نے سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب کو پایا، اصحاب بدر کو اور اصحاب شجرہ کو وہ سب جمعہ کے دن عمدہ اور حسین لباس پہنتے تھے اور اگر ان کے پاس خوشبو ہوتی تو خوشبو لگاتے تھے اور پھر جمعہ کے لیے روانہ ہوتے۔ اس حدیث میں ”بِسْرَاءَ“ کا لفظ ہے یہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس میں ریشم ملا ہوا ہو۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۵۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

کفار کا احکام فرعیہ کا مخاطب نہ ہونا اور جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے۔

حضرت عمرؓ نے ریشم کا وہ حلہ اپنے مشرک بھائی کو پہنا دیا تھا اس سے معلوم ہوا کفار احکامِ فرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں اور اس میں ان فقہاءِ احناف کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ کفار احکامِ شرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں۔

فقہاءِ شافعیہ نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لی تھی دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے مشرک بھائی کو اس حلہ کا ہدیہ کیا تھا اسے پہننے کے لیے نہیں کہا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے وہ حلے حضرت عمرؓ کی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجے تھے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے ان کے لیے ان حلوں کے پہننے کو مباح کر دیا ہو بلکہ نبی ﷺ نے یہ تصریح کی تھی کہ آپ نے ان کو وہ حلے پہننے کے علاوہ دیگر منافع کے حصول کے لیے عطا فرمائے تھے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جمعہ کے دن افضل اور احسن لباس پہننا چاہیے۔

محمد بن یحییٰ بن حبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا کہ اپنے کام کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو اور کپڑے بنا لے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۷۸، سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۵)

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب جمعہ کا دن ہو تو وہ مسواک کرے اور عمدہ لباس پہنے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ خوشبو لگائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۸۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۴۲، دارالکتب العلمیہ بیروت) (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۵۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جمعہ کے دن مسواک کرنا

اور حضرت ابوسعید نے نبی ﷺ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ مسواک کر رہے تھے۔

۸۔ بَابُ السَّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۸۸۰ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا یا فرمایا: لوگوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔

۸۸۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَا أَنَّ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتَهُمْ بِالسَّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۷۱ میں گزر چکی ہے۔

مسواک کی احادیث کو ”کتاب الجمعہ“ میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ ہر نماز میں مسواک کرنا سنت ہے اور جمعہ کی نماز ایک اہم نماز ہے لہذا اس میں مسواک کرنا اہم سنت ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن اس لیے غسل کیا جاتا ہے کہ کام کاج کرنے کی وجہ سے جسم پر پسینہ آتا ہے تو اس کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے اس لیے اس دن مسواک کر کے منہ کو بھی اچھی طرح صاف کیا جائے تاکہ منہ کی بدبو سے فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عمر نے حدیث بیان

۸۸۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبَابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السَّوَاكِ. (سنن ابوداؤد: ۳۴۰، سنن نسائی: ۶، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۰، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۲۲۶ھ)

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن الحباب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے سواک کرنے کے متعلق تم سے بہت زیادہ کہا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمرو بن ابی الحجاج، ان کا نام میسرہ التمیمی البصری ہے (۲) عبدالوارث بن سوید (۳) شعیب بن الحباب ابوصالح البصری (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۶۳)

اس حدیث کا معنی ہے: میں نے تم کو سواک کا حکم دینے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

سواک کے متعلق احکام

(۱) سواک کرنا واجب ہے یا سنت: اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ سواک کرنا واجب نہیں ہے بلکہ بعض کا دعویٰ یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے اسحاق بن راہویہ نے کہا: ہر نماز کے لیے سواک کرنا واجب ہے جس نے اس کو عمدہ ترک کیا اس کی نماز باطل ہے امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں سواک کرنے کا حکم دیتا یہ سواک کرنے کے مستحب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر سواک کرنا واجب ہوتا تو آپ لازماً سواک کرنے کا حکم دیتے خواہ امت پر دشوار ہو یا نہ ہو۔ صاحب ہدایہ پر تعجب ہے کہ انہوں نے کہا: سواک کرنا سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دائماً سواک کی ہے اور انہوں نے ایک حدیث بھی ایسی ذکر نہیں کی جو سواک کرنے کے دوام پر دلالت کرتی ہو۔

(۲) سواک کرنے کا وقت: ہمارے اکثر اصحاب نے یہ کہا ہے کہ سواک کرنے کا وقت کھلی کرنا ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ سواک نماز کی سنت ہے سواک اس وقت کی جائے جب نمازی نماز کے لیے کھڑا ہو۔

(۳) سواک کس طرح کی جائے: ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ سواک عرضا کی بجائے طولاً نہ کی جائے امام ابو نعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ عرضاً سواک کرتے تھے طولاً نہیں کرتے تھے۔

(۴) سواک کتنی بار یا کتنی دیر کی جائے: اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے لہذا اس وقت تک سواک کی جائے جب تک انسان کا دل مطمئن نہ ہو جائے۔

(۵) جس شخص کو سواک نہ ملے وہ انگلی سے دانتوں کو ملے: کیونکہ امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: انگلیاں سواک سے کفایت کرتی ہیں اور اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۰) اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک شخص اپنے منہ پر تیل لگاتا ہے تو کیا وہ سواک کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کس طرح؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی انگلی اپنے منہ میں داخل کرے۔ (حافظ عینی نے اس حدیث کو المعجم الاوسط کے حوالے سے لکھا ہے میرے پاس المعجم الاوسط کے دو نسخے ہیں ان دونوں میں یہ حدیث نہیں ہے۔)

(۶) کس چیز سے سواک کرے؟: مستحب یہ ہے کہ وہ پیلو کی جڑ سے سواک کرے۔ ابو خیرہ العبادی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک

وفد میں تھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو پیلو کی جڑ پیش کی آپ نے فرمایا: اس سے مسواک کیا کرو۔ (تاریخ کبیر: ۱۳۲۵)

(۷) مسواک کرنے کی حکمت: بندہ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے منہ سے بدبو نہ آئے۔ امام قشیری نے بغیر سند کے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے: انہوں نے کہا: مسواک کو لازم رکھو اس میں چوبیس خصلتیں ہیں ان میں سب سے افضل یہ ہے کہ رحمن راضی ہوتا ہے اور نماز کا ستر (۷) درجہ زیادہ ثواب ہوتا ہے اور اس سے خوش حالی آتی ہے اس سے خوشبو آتی ہے سر کے درد میں آرام آتا ہے ڈاڑھ کا درد دور ہوتا ہے اس کے چہرے کے نور اور دانتوں کی چمک کی وجہ سے فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔

(۸) مسواک کی فضیلت میں متعدد احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۷، مسند ابویعلیٰ: ۳۵۹۸، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۵۹، مسند انسیدی: ۱۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسواک کر کے جس نماز کو پڑھا گیا اس کی اس نماز پر ستر (۷۰) درجہ فضیلت ہے جس کو بغیر مسواک کے پڑھا گیا ہے۔

(المسند رک ج ۱ ص ۱۳۶-۱۳۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷، مسند ابویعلیٰ: ۳۷۸، مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۷)

(۹) یہ نبی ﷺ کی امت پر شفقت ہے کہ آپ نے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا۔

(۱۰) نبی ﷺ نے امت پر مشقت کے خطرہ سے مسواک کو امت پر واجب نہیں کیا اس میں نبی ﷺ کے اجتہاد کی دلیل ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۲۶۳-۲۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور و حصین از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رات کو اٹھتے تو اپنے منہ میں مسواک ملتے۔

۸۸۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَحُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاةً.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۵ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: "السواک" یعنی مسواک کرنا۔

جس شخص نے دوسرے کی مسواک کو استعمال کیا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر آئے اور ان کے پاس مسواک تھی جس سے وہ دانت صاف کر رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا میں نے کہا: اے عبدالرحمن! مجھے یہ مسواک دے دو سو انہوں نے مجھے وہ مسواک دے دی میں نے اس کا (اکلا حصہ) کاٹا پھر میں نے

۹ - بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكَ غَيْرِهِ

۸۹۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بَلَالٍ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكَ يَسْتَنْ بِهٖ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ أَعْطِنِي هَذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْطَانِيهِ فَقَضَمْتُهُ ثُمَّ مَضَعْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنْ بِهٖ وَهُوَ مُسْتَنْدٌ إِلَى صَدْرِي.

[اطراف الحدیث: ۱۳۸۹-۳۱۰۰-۳۷۷۳-۳۳۳۸-۳۳۳۶] اس کو چبایا پس میں نے وہ مسواک رسول اللہ ﷺ کو دے دی آپ نے اس مسواک کو استعمال کیا اس وقت آپ میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

(المستدرک ج ۳ ص ۷، صحیح ابن حبان: ۶۶۱۷، الکامل لابن عدی دلائل النبوة للبیہقی ج ۷ ص ۲۰۶، مسند ابویعلیٰ: ۳۶۰۳، المعجم الکبیر: ۷۸-ج ۲۳، شرح السنہ: ۳۸۲۶، مسند احمد ج ۶ ص ۴۸، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۲۱۶-ج ۴۰ ص ۲۶۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) سلیمان بن بلال (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۶۵)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بنو آدم کا لعاب پاک ہوتا ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ کوئی شخص اپنے محارم کے گھر میں داخل ہو سکتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص دوسرے کی مسواک کر سکتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسواک کا اگلا حصہ ادباً کاٹ دیا تھا پھر اس کو نرم کرنے کے لیے اپنے دانتوں سے چبایا۔

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں

کس سورت کو پڑھا جائے

۱۰۔ بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي صَلَاةِ

الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

۸۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ هُرْمَزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴿الْم تَنْزِيلٌ﴾ وَ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عبد الرحمن بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں "الم تنزیل السجدة" اور "هل اتى على الانسان" پڑھا کرتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۱۰۶۸]

(صحیح مسلم: ۸۸۰، الرقم المسلسل: ۲۰۰۱، سنن ترمذی: ۵۲۰، سنن نسائی: ۹۵۵، سنن ابن ماجہ: ۸۲۳، سنن ابوداؤد: ۱۰۷۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۷۵، المعجم الکبیر: ۱۲۳۷۵، صحیح ابن خزیمہ: ۵۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۵۲۴، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۶، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۹۳-ج ۳ ص ۴۵۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید لابن الجوزی: ۳۵۹۶، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: فقہاء نے اس حدیث کے مطابق عمل کیا ہے اور یہ اجازت دی ہے کہ فجر کی نماز میں اس سورت کو پڑھا جائے جس میں سجدہ ہو حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح منقول ہے ابراہیم النخعی ابن سیرین اور فقہاء احناف نے اس کو مستحب کہا ہے امام شافعی امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ یہ سنت ہے امام مالک کے اس میں اقوال مختلف ہیں ابن وہب نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ فرض میں اس سورت کو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں سجدہ ہو اور اہلبے نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ

مکروہ ہے ماسوا اس صورت کے جب لوگوں پر التباس کا خوف نہ ہو۔

المہلب نے کہا: تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنا اس آیت کے موافق ہونا چاہیے:

فَاقْرَءْ وَامَّا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (الزلزلہ: ۲۰) پس تم اتنا قرآن (نماز میں) پڑھو جس کو تم آسانی سے پڑھ سکو۔ امام مالک نے سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا اس لیے مکروہ کہا ہے کہ اس سے لوگوں میں التباس اور اشتباہ ہوگا اسی وجہ سے نبی ﷺ نے آخر حیات میں مفصل کی سجدہ والی سورتوں کو پڑھنا ترک کر دیا تھا کیونکہ مفصل کی سورتیں پانچوں نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۵۶۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ السجدۃ اور سورۃ الدھر کو پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھنا امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک کسی نماز میں کسی سورت کے پڑھنے کو معین کرنا مکروہ ہے کہ ہر

جمعہ کو فجر کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھے۔

امام طحاوی نے کہا: یہ اس صورت میں مکروہ ہے جب وہ یہ سمجھے کہ اس نماز میں اس سورت کو پڑھنا لازم اور واجب ہے اور کسی اور سورت کو پڑھنا جائز نہیں ہے یا مکروہ ہے لیکن اگر جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں کو نبی ﷺ کی اتباع کرنے کی نیت سے پڑھے یا اس وجہ سے کہ اس کو یہ سورتیں اچھی طرح یاد ہیں اور وہ ان کو سہولت سے پڑھ سکتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ محیط میں مذکور ہے: پھر بھی اس کو چاہیے کہ کبھی کبھی کوئی اور سورت پڑھ لے تاکہ ناواقف شخص یہ گمان نہ کرے کہ فجر کی نماز میں

ان ہی سورتوں کو پڑھنا لازم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان دو سورتوں کے پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ ان میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت اور قیامت کے احوال کا ذکر ہے یعنی انسان کی ابتداء اور انتہاء کا۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۶۸-۲۶۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۳۱۔ ج ۲ ص ۶۳۴ پر بیان کی گئی ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱۔ بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى وَالْمُدُنِ

بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز

”القری“، ”القریة“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: بستی گاؤں اور دیہات اور ”المدن“، ”المدينة“ کی جمع ہے اور اس کا

معنی شہر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الحنفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر العقدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از ابی جرہ الضبعی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں جمعہ کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین کے شہر جوئی کی مسجد عبد القیس میں پڑھا گیا تھا۔

۸۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ اَبِي جَمْرَةَ الضَّبْعِيِّ عَنْ اَبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَانِي مِنَ الْبَحْرَيْنِ [طرف الحديث: ۱۴۷۱]

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن اسمٰعیل ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) ابو عامر العقدی ان کا نام عبد الملک بن عمرو ہے العقدی العقد کی طرف منسوب ہے یہ قیس کی قوم ہے جواز کی قسم ہے (۳) ابراہیم بن طہمان ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ابو جمرہ نصر بن عمران الضبعی ضبیہ کی طرف نسبت ہے (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۶۹)

”بحرین“ اور ”جوائی“ کے معانی اور مصادیق

اس حدیث میں ”مسجد عبد القیس“ کا ذکر ہے عبد القیس ایک قبیلہ کا نام ہے جو بحرین چلے گئے تھے۔

”بحرین“ یہ القطیف اور الاحساء کے قرب میں عمان کے قریب ایک جگہ ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: بحرین خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کا رقبہ اندازاً سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی دو لاکھ کے قریب تھی۔ (معجم البلدان اردو ص ۶۱)

”جوائی“ یہ بحرین کی ایک بستی ہے زختری نے لکھا ہے: یہ بحرین کا قلعہ ہے ابو عبیدہ البکری نے کہا ہے: یہ بحرین کا شہر ہے۔

یہاں پر تجارتی سامان اور شکار بہت تھا اس لیے یہاں پر تاجر بہ کثرت آتے تھے اور تاجروں کا بہ کثرت آنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ جوائی شہر تھا کیونکہ گاؤں اور دیہات میں بہ کثرت تاجر نہیں جاتے اور اس پر ”قریہ“ کا اطلاق ہونا اس کے شہر ہونے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں مکہ اور طائف پر بھی ”قریہ“ کا اطلاق ہے کیونکہ ان کا شہر ہونا مسلم ہے اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کا قول نقل فرمایا ہے:

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ (الزخرف: ۳۱)
اور انہوں نے کہا: یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا

ان دو بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہیں اور اکثر مفسرین کے نزدیک بڑے آدمی سے مراد مکہ کا ولید بن مغیرہ اور طائف کا عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔

مکہ اور طائف شہر ہیں اور ان پر ”قریہ“ کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: ”جوائی“ بحرین میں ایک جگہ عبد القیس کا قلعہ۔ (معجم البلدان ص ۱۰۲)

گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

فقہاء شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس بستی میں چالیس آزاد مسلمان رہتے ہوں اس میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے حتیٰ کہ امام بیہقی نے بستی میں جمعہ قائم کرنے کے اوپر اس حدیث کو پیش کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ جوائی بستی یا گاؤں نہیں ہے بلکہ شہر ہے اور اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ بستی ہے تو اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی ﷺ اس پر مطلع ہو گئے تھے کہ جوائی گاؤں ہے اس کے باوجود آپ نے وہاں جمعہ قائم کرنے کو برقرار رکھا۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۷۰)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کس جگہ جمعہ قائم کرنا جائز ہے امام مالک نے کہا: ہر وہ جگہ جہاں مسجد ہو اور بازار ہو وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ قائم کرنا واجب ہے اور خانہ بدوشوں پر جمعہ قائم کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ وہ مسافروں کے حکم میں ہیں۔ امام

مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۶۸)
 علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:
 ابوالقاسم عمر بن حسین المزنی نے کہا:

جب کسی بستی میں چالیس عقل والے مرد نہ ہوں تو ان پر جمعہ واجب نہیں ہے۔
 علامہ ابن قدامہ حنبلی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمعہ سات شرائط سے واجب ہوتا ہے: (۱) وہ جگہ گاؤں یا دیہات ہو (۲) وہاں چالیس آدمی ہوں (۳) مرد ہوں (۴) بالغ ہوں (۵) صاحب عقل ہوں (۶) مسلمان ہوں (۷) وہ جگہ ان کا وطن ہو۔

گاؤں یا دیہات ایسے ہوں کہ ان کے مکان پتھروں، مٹی، اینٹوں، سرکنڈوں اور درختوں سے بنے ہوئے ہوں، خیموں میں رہنے والے خانہ بدوشوں پر جمعہ واجب نہیں ہے اسی وجہ سے مدینہ کے گرد جو قبائل عرب رہتے تھے وہ جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔

(المغنی ج ۳ ص ۳۸ دارالاندلسیہ قاہرہ ۱۳۲۵ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہے یا شہر کی عید گاہ میں اور مٹی میں بھی جائز ہے جب کہ امام حج کا امیر ہو یا خلیفہ مسافر ہو امام محمد نے کہا: مٹی میں جمعہ جائز نہیں ہے اور نہ عرفات میں۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

الحارث، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا: جمعہ اور تشریق صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۵۱۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابو عبد الرحمن سلمی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ اور تشریق صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہیں، حضرت علی بصرہ، کوفہ، مدینہ، بحرین، مصر، شام اور الجزائر کو شہروں میں شمار کرتے تھے۔ (المصنف: ۵۱۹۱)

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جامع بستی کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: جہاں جماعت ہو اور امیر ہو وہاں قصاص لیا جاتا ہو اور وہاں اکٹھے مکان ہوں اور انہوں نے کہا: جب تم جامع بستی میں ہو اور جمعہ کی اذان دی جائے تو تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم اذان سنو یا نہ سنو۔ (مصنف: ۵۱۹۳)

فقہاء احناف کے نزدیک شہر کی تعریفات

علامہ عینی حنفی نے کہا: ہمارے فقہاء نے شہر کی مختلف تعریفیں کی ہیں:

امام ابو یوسف سے یہ تعریف منقول ہے: ہر وہ جگہ جس میں ہر قسم کے پیشے ہوں اور لوگوں کے معاش کی ہر چیز وہاں میسر ہو اور وہاں پر قاضی ہو جو حدود کو قائم کرتا ہو وہ شہر ہے، ایک قول یہ ہے کہ جس جگہ کی آبادی دس ہزار نفوس پر مشتمل ہو وہ شہر ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ وہاں دس ہزار جنگ جو ہوں، تیسرا قول یہ ہے کہ وہاں کے رہنے والوں پر اگر کوئی حملہ کرے تو وہ اس کا دفاع کر سکیں وہ شہر ہے، چوتھا قول یہ ہے کہ وہاں امیر ہو اور حدود قائم کرنے کے لیے قاضی ہو، پانچواں قول یہ ہے کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کی آبادی نہ سما سکے۔

امام محمد سے یہ تعریف منقول ہے کہ جس جگہ امیر ہو جس کا نائب حدود اور قصاص قائم کر سکے۔

امام ابو حنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جمعہ تشریق عید الفطر کی نماز اور عید الاضحیٰ کی نماز شہر کی جامع مسجد کے سوا اور کہیں جائز نہیں۔

نیز امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جمعہ اور تشریق شہر کی جامع مسجد کے سوا اور کہیں جائز نہیں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت علی کی حدیث ضعیف ہے اور اس کے ضعف پر اتفاق ہے اور یہ سند ضعیف منقطع پر موقوف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ نووی اس اثر پر مطلع نہیں ہیں جس میں حجاج بن ارطاہ ہے اور نہ اس سند پر مطلع ہیں جو جریر از منصور ہے اور وہ سند صحیح ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۷۱)

علامہ علاء الدین سمرقندی متوفی ۵۲۹ھ شہر کی تعریف میں لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ وہ بڑا شہر جس میں گلیاں اور بازار ہوں اور اس کے مضافات ہوں اور وہاں حاکم ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے پر قادر ہو خواہ اپنے علم سے خواہ دوسرے کے علم سے اور لوگ اپنی پیش آمدہ مشکلات اور حوادث میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں یہ تعریف زیادہ صحیح ہے۔

(تحفۃ الفقہاء ج ۲ ص ۱۶۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ نے بھی اسی تعریف پر اعتماد کیا ہے بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۹۰ اسی طرح علامہ شامی نے بھی اسی تعریف پر اعتماد کیا ہے۔ رد المحتار ج ۳ ص ۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت)

گاؤں میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

جمعہ اہل دیہات پر لازم نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جمعہ تکبیرات تشریق عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز صرف جامع شہر یا بہت بڑے شہر میں ہی ہو سکتی ہیں۔ فتح القدیر میں ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: پس تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بھاگو۔ ائمہ کے ہاں بالاتفاق مطلق نہیں کیونکہ جمعہ کا قیام جنگلوں میں بالاتفاق جائز نہیں اور امام شافعی کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہو سکتا تو یہاں بالاتفاق جگہ کی تخصیص کرنا ہوگی۔ امام شافعی نے دیہات کی تحقیق کی اور ہم نے شہر کی اور شہر حدیث علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اولیٰ ہے اور اس کا معارضہ اگر دوسرے کے عمل سے ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر تقدیم ہوگی اور یہ تقدیم کیوں نہ ہو کہ ہمارے مذکور معنی کے خلاف معارضہ ثابت ہی نہیں اسی لیے صحابہ سے یہی منقول ہے کہ جب انہوں نے علاقے فتح کیے تو فقط شہروں میں جامع مسجد اور منبر بنائے نہ کہ دیہاتوں میں اور اگر وہ دیہاتوں میں بناتے تو ان کا یہ عمل منقول ہوتا خواہ کوئی ایک ہی روایت ہوتی اور یہ بھی مسلم ہے کہ جمعہ حضور علیہ السلام پر مکہ میں قبل از ہجرت فرض ہوا جیسا کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے لیکن وہاں کفار کی وجہ سے آپ نے جمعہ قائم نہ فرمایا جب آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی تو رسول اللہ ﷺ چودہ دن تک قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے رہے مگر آپ نے وہاں جمعہ قائم نہ فرمایا یہ دلیل ہے اس پر کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ رسول اللہ ﷺ وہاں جمعہ قائم فرماتے اور باوجودیکہ امام بخاری نے صحیح میں روایت کیا کہ لوگ جمعہ پاتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھر اور عوالی سے جمعہ کے لیے آتے پس وہ غبار میں آتے تو انہیں غبار پہنچتی اور پسینہ آتا اور قدوری میں ہے کہ جمعہ کے لیے شہر کی جامع مسجد یا شہر کی عید گاہ کا ہونا ضروری ہے دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں۔ مولانا بحر العلوم ارکان الاسلام میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کی نداء دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ آؤ اور بیچ ترک کر دو گے۔

تحت لکھتے ہیں: یعنی اذان کے بعد بیع حرام ہے اور جمعہ کی طرف سعی لازم ہے پھر بیع میں گفتگو طویل ہو جانے کی وجہ سے جمعہ اور خطبہ فوت ہو جاتا ہے کیونکہ اس دور کے تاجروں میں ایسی صفات متروک نہیں اور اسی لیے نداء اول کے وقت ہی سے اس سے منع کر دیا گیا پس بیع و شراء کا شہر میں ہونا ظاہر ہے اور وہاں یہ بھی فرمایا کہ مریض اور دیگر معذور لوگوں کے لیے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ ہے البتہ دیہاتی لوگوں کے لیے ظہر کی جماعت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شہر میں جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہوتا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وجوب جمعہ کے لیے شہر کا شرط ہونا مشروع ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک یہی متواتر ہے کہ اہل دیہات جمعہ نہیں پڑھتے تو صاحب قدوری کے قول پر مقلدین کے لیے عمل لازم ہے کیونکہ ان کا قول مذہب حنفی کے مطابق ہے اور جمہور فقہاء محققین نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے اسے ہی رائج قرار دیا ہے اور علماء احناف میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا جیسا کہ رد المحتار میں ہے تو ہم پر اس کی اتباع لازم ہے جسے انہوں نے رائج کہا اور اس کی تصحیح کی جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں اس پر ہمیں فتویٰ دیتے تو اسی کی اتباع کی جاتی اور حق ہی اتباع کےائق ہے اور وہ مقلد جو اس کی مخالفت کرے اس کا حکم جائز نہیں جیسا کہ در مختار میں ہے بہر حال اپنے مذہب کے خلاف مقلد کی قضا اصلاً نافذ نہ ہوگی صحت جمعہ کے لیے شہر کا شرط ہونا جمہور احناف کے ہاں ثابت ہے اور اس میں کسی کو انکار نہیں ہاں! تعریف شہر میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ بروہ جگہ جہاں نہ منتقل ہونے والی آبادی ہو اور وہاں چالیس مکلف آدمی مقیم ہوں تو وہاں جمعہ لازم ہو جاتا ہے ہمارے مذہب میں اس بارے میں روایات مختلف ہیں ظاہر الروایت میں ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں کوئی ایسا امام یا قاضی ہو جو اقامت حدود کی طاقت رکھتا ہو۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: شہر وہ ہو گا جس میں محلے اور بازار ہوں اور ایسا والی ہو جو مظلوم کی فریادرسی کر سکے اور ایسا عالم ہو جس کی طرف لوگ مختلف پیش آنے والے واقعات میں رجوع کر سکیں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شہر وہ جگہ ہے جہاں کے رہائشی اتنے ہوں کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان کے لیے ناکافی ہو۔ ہدایہ میں ہے: یہ امام بخاری کا مختار ہے اور فساد زمانہ اور امراء کا فتنہ دیکھتے ہوئے اکثر مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا اور امام ابو یوسف سے یہ روایت بھی ہے کہ بروہ جگہ شہر ہے جہاں دس ہزار مرد مقیم ہوں یہ بھی روایت ہے کہ بروہ مقام جہاں ایسا امیر یا قاضی ہو جو احکام کو نافذ اور اقامت حدود کا اختیار رکھتا ہو امام کرخی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ (ہدایہ) بعض کی رائے یہ ہے کہ وہاں ہر صاحب صنعت سالہا سال سے اس طرح رہتا ہو کہ اسے دوسری صنعت کی محتاجی نہ ہو بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر وہاں دشمن حملہ آور ہو تو ان سے دفاع ممکن ہو بعض نے کہا کہ وہاں بروہ کوئی نہ کوئی پیدا ہو اور کوئی نہ کوئی مرے بعض نے کہا کہ وہاں کے رہائشی لوگوں کی تعداد کا علم بغیر مشقت کے نہ ہو سکے۔ ہمارے زمانے کی ضرورت کے پیش نظر تعریف شہر میں اکثر فقہاء کا مختار اور متاخرین کا مفتی یہ قول وہی روایت ہے جو امام بخاری کی مختار ہے کہ وہ مقام شہر ہے جس کی سب سے بڑی مسجد وہاں کے مکلف لوگوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو۔ شیخ ابو شجاع کہتے ہیں کہ ان تعریفات میں یہی حسن ہے ولو البجیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ بحر وقایہ متن مختار اور اس کی شرح میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے اور متن درر میں اسے ہی دوسرے قول پر مقدم کیا اور ظاہر ترجیح اسی کو ہے صدر الشریعہ نے اپنے اس قول سے تائید کی ہے کیونکہ احکام شرع خصوصاً اقامت حدود میں سستی واقع ہو چکی ہے بروہ جگہ جس پر تعریف صادق آ رہی ہو وہ شہر ہے اور وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ لازم ہو گا اور اگر تعریف صادق نہ آئے تو وہاں جمعہ نہیں ہو گا خواہ وہ قریہ کے نام سے متعارف ہو یا کسی اور نام سے تو اب وہ مقام متاخرین کی تعریف کے مطابق حکم مصر میں شرعاً ہو گا نہ کہ عرفاً اور یہی احسن ہے اور جس پر تعریف مذکور صادق نہ ہو وہ نہ شرعاً شہر ہے نہ عرفاً لفظ قریہ میں شرعاً دو اعتبار ہیں: ایک وہ جس کی یہ تعریف کی گئی دوسرا وہ جس کی یہ تعریف نہ ہو سکے پس پہلے میں جمعہ صحیح ہے اور بڑا شہر یا قصبہ ہے

اور دوسرے میں جمعہ صحیح نہیں اور یہ دیہات ہے اور جنگل کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ اس پر قبستانی کی عبارت دال ہے کہ قصبات اور بڑے دیہاتوں جن میں بازار ہوں جمعہ فرض ہوتا ہے اور بحر میں ہے کہ قریہ اور جنگل میں جمعہ نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جمعہ تکبیرات تشریق نماز عید الفطر اور اضحیٰ مصر جامع یا بڑے شہر کے سوا نہیں ہو سکتیں پھر کہا: اہل شہر کے علاوہ یہ کسی پر لازم نہیں مخطاوی میں اسی طرح ہے تو ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص کی نسبت ہے تو دلائل مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ بالاتفاق فرضیت جمعہ مخصوص ہے تو اگر ایسے اہل دیہات جمعہ قائم کریں جسے شرعاً شہر نہیں کہا جاسکتا تو ان کے ذمے سے ظہر ساقط نہ ہوگی اور اگر وہ ظہر تھا ادا کریں گے تو انہوں نے کبیرہ کا ارتکاب کیا کیونکہ واجب کا ترک ہوا یعنی نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے ظہر کی جماعت ترک کر دی اور یہ عظیم قباحت ہے واضح رہے کہ جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہے ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کی جماعت کو متفرق اور کم کرنا ہے بہ خلاف اہل دیہات کے کہ وہاں جمعہ لازم نہیں تو وہاں ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کے لیے تفریق و تقلیل کا سبب نہیں ان کے لیے تو یہ دن جماعت کے ساتھ بلا کراہت ظہر ادا کرنے کے لحاظ سے دیگر دنوں کی طرح ہی ہے۔ (مجالس الامرار) تو وہ شخص جو کہتا ہے کہ جمعہ اور ظہر کے درمیان خطبوں کے علاوہ کوئی فرق نہیں جمعہ ہر جگہ ظہر کی طرح ادا ہو جاتا ہے خواہ شہر ہو یا دیہات یا اور کوئی مقام ہو اس کا تارک فاسق اور مردود ہے تو ایسے قول کا قائل گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے اور اس کا تعلق مقلدین سے نہیں اس کے اقوال و افعال اس کی محبت و مخالفت سے مقلدین کو احتراز کرنا لازم ہے اللہ تعالیٰ کا علم کامل و اکمل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۳۵-۳۳۸ رضاء فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۱۶ھ)

نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہ گاؤں اور دیہات میں جمعہ اور عید کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسئلہ: ہادی حسن خاں از کان پور نئی سڑک ۱۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچ سو کے ہے اور اس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پر نہ ہوگی اور اس کے قریب دو دو کوس پر کئی قصبے ہیں تو اس گاؤں میں از روئے مذہب حنفی نماز جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: باجماع جملہ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ و عیدین باطل ہیں اور پڑھنا گناہ۔ تمام متون و شروح و فتاویٰ میں ہے: ”شرط صحتھا المصر“ جمعہ کی صحت کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے۔ درمختار میں ہے:

صلوة العید فی القری تکرہ تحریمًا لانہ اشتغال
دیہاتوں میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل
میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں کیونکہ اس کی صحت کے لیے شہر کا
ہونا شرط ہے۔

خود نہ پڑھیں گے حکم پوچھا جائے گا تو فتویٰ یہ دیں گے جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے باایں ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں منع نہ کریں گے۔ درمختار:

کرہ تحریمًا صلوة مطلقًا او نفلا مع شروق الا
طلوع آفتاب کے بعد ہر نماز مکروہ تحریمی ہے خواہ نفل ہو لیکن
العوام فلا یمنعون من فعلها لانہم یتروکونها والاداء
عوام کو نماز پڑھنے سے روکا نہیں جائے گا کیونکہ وہ بالکل ترک کر
دیں گے اور جو بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے
الجانز عند البعض اولی من الترت (ملخصاً)۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۳۹ رضاء فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۱۶ھ) اولی ہوتا ہے۔

گاؤں اور دیہات میں جمعہ نہ ہونے کے متعلق احادیث اور آثار

ابو عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق (فرض) نہیں ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۹۸، مجلس علمی بیروت: ۱۴۲ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۹۸، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

حادث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد یا کسی بڑے شہر کے سوا جمعہ تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ فرض نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۹۹، مجلس علمی بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۵۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ گاؤں دیہات والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے جمعہ صرف شہر والوں پر فرض ہے جیسے اہل مدائن۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۰، مجلس علمی بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور محمد بن سیرین نے کہا: جمعہ شہروں میں فرض ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۱، مجلس علمی بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق فرض نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۵، مجلس علمی بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابو عبد الرحمن سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق فرض نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۰۶، مجلس علمی بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد المروزی نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے

کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن

عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے

ہر شخص تمہیں ہر شخص نے یہ اضافہ کیا کہ یونس نے کہا: رزق

بن حکیم نے ابن شہاب کی طرف لکھا اور اس دن میں ان کے ساتھ

واوی القریٰ میں تھا آپ کی کیا رائے ہے میں جمعہ قائم کروں؟ اور

رزق اس زمین پر عامل تھے اور اس میں عمل کرتے تھے اور اس میں

حبشیوں اور دوسرے لوگوں کی جماعت تھی اور رزق ان دنوں ایلہ

پر حاکم تھے پس ابن شہاب نے جواب لکھا اور میں سن رہا تھا انہوں

نے ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا اور ان کو یہ خبر دی کہ سالم نے ان

کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم

میں سے ہر شخص تمہیں ہر شخص نے یہ اضافہ کیا کہ یونس نے کہا: رزق

بن حکیم نے ابن شہاب کی طرف لکھا اور اس دن میں ان کے ساتھ

واوی القریٰ میں تھا آپ کی کیا رائے ہے میں جمعہ قائم کروں؟ اور

۸۹۳- حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ

أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ. وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُونُسُ

كَتَبَ رَزِيقُ بْنُ حَكِيمٍ إِلَى ابْنِ شَهَابٍ وَأَنَا مَعَهُ

يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرَى هَلْ تَرَى أَنْ أَجْمَعَ؟ وَرَزِيقُ

عَامِلٌ عَلَى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا، وَفِيهَا جَمَاعَةٌ مِنَ

السُّودَانِ وَغَيْرِهِمْ، وَرَزِيقُ يَوْمَئِذٍ عَلَى أَيْلَةٍ، فَكَتَبَ

إِبْنُ شَهَابٍ، وَأَنَا أَسْمَعُ يَأْمُرُهُ أَنْ يُجْمَعَ، يُخْبِرُهُ أَنَّ

سَالِمًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ،

وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ

عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ

رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ

عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ

عَنْ رَعِيَّتِهِ. قَالَ وَحَسِبْتُ أَنَّ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. [اطراف الحديث: ۲۴۰۹-۲۵۵۳-۲۵۵۸-۲۷۵۱-۵۱۸۸-۵۲۰۰-۷۱۳۸] (صحیح مسلم: ۱۸۲۹، الرقم السلسل: ۳۶۳۳، سنن ترمذی: ۱۷۰۵، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۶۳۹، صحیح ابن حبان: ۳۳۸۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۱، شعب الایمان: ۷۳۶۰، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۹۰۸۱، مسند احمد ج ۲ ص ۵، طبع قدیم مسند احمد: ۴۴۹۵-ج ۸ ص ۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۸، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۲ھ)

کی طرف سے جواب دہ ہے مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور نوکر اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور وہ اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور میراگمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اور اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد سجستانی المروزی یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) ابن یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۶) ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۷) رزیق بن حکیم الفراری یہ بنو فزارہ الیلی کے آزاد کردہ غلام تھے اور عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے ایلہ کے والی اور حاکم تھے ابن الخداء نے کہا: یہ مدینہ کے حاکم تھے امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ تھے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۷۴-۲۷۳)

اس باب کا عنوان ہے: بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ رزیق لوگوں پر حاکم تھے سوان کے فرائض میں سے جمعہ کو قائم کرنا تھا خواہ وہ کسی بستی کے حاکم ہوں یہ امام بخاری کا مقصود ہے لیکن اس حدیث میں یہ ثبوت نہیں ہے کہ گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔

”ایلہ“ کا معنی اور مصداق

اس حدیث میں ”ایلہ“ کا لفظ ہے ابو عبید نے کہا: یہ مصر مکہ اور تبوک کے درمیان سمندر کے کنارے ایک شہر ہے صاحب ایلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کو جز یہ ادا کیا۔

البکری نے کہا: مدین بن ابراہیم کی بیٹی کا نام ایلہ رکھا گیا تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایلہ سمندر کے کنارے ایک بستی تھی۔ البیہقی نے کہا: ایلہ بہت بڑا شہر ہے جو سمندر کے کنارے ہے یہاں شام مصر اور اندلس کے حجاج جمع ہوتے ہیں اور یہاں بہت زیادہ تجارت ہوتی ہے بحر قلزم سے لے کر ایلہ تک چھ مراحل کا فاصلہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۷۵-۲۷۴)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں: بحر شام کے ساحل پر یہود کا شہر انہیں ہفتہ (سبت) کے دن مچھلی کے شکار سے روکا گیا تھا لیکن نہر کے اور مسخ کر دیئے گئے۔ (مجم البلدان اردو ص ۵۳)

ہر شخص کی نگہبانی کا دائرہ کار

اس حدیث میں ”راعی“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چرواہا، نگہبان اور محافظ اس لفظ کے مفہوم میں امام مرد عورت خادم اور بیٹا مشترک ہیں لیکن ان کے معانی مختلف ہیں پس امام اور سربراہ کے لیے ملک کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ حدود قائم کرے اور حدود شرع کو نافذ کرے اور مرد کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے افراد خانہ کی کفالت کرے اور ان کی معاشی ضروریات کو پورا کرے ان کے حقوق ادا کرے

اور ان کے لباس اور علاج معالجہ کا انتظام کرے اور ان سے عبادت کرائے اور عورت کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر کے معاملات چلانے کے لیے اچھی تدبیر کرے اور خاوند کے مال اور اپنی عفت کی حفاظت کرے اور خادم کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے مال کی اچھی طرح خدمت کرے اور جو چیزیں اس کے تصرف میں ہیں ان کی دیکھ بھال کرے اور کسی شخص کی اپنے باپ کے مال کی نگہبانی یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے مال کو نقصان سے بچائے اور اس میں اضافے کی کوشش کرے۔

عامل اور والی خواہ سلطان کا مقرر کیا ہوا ہو یا عوام نے مقرر کیا ہو وہ جمعہ پڑھا سکتا ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رزق وادی القرئی کے عامل اور والی تھے اور ابن شہاب زہری نے ان کو خط لکھا کہ وہ وہاں پر جمعہ قائم کریں اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ شہر کا حاکم یا اس کا نائب جمعہ کو قائم کرے حدیث میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس مقام میں تم پر جمعہ فرض کیا ہے میرے آج کے دن میرے اس مہینہ میں اور میرے اس سال سے لے کر قیامت تک کے لیے جمعہ فرض کر دیا ہے پس جس نے جمعہ کو میری زندگی میں ترک کیا یا میرے بعد ترک کیا حالانکہ اس کے پاس امام تھا خواہ عادل خواہ ظالم جمعہ کو معمولی گردانتے ہوئے یا اس کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے تو اللہ اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع نہ کرے اور اس کے کاموں میں برکت نہ دے۔ الحدیث (سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۱)

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جمعہ کو امام قائم کرے گا خواہ وہ امام عادل ہو یا ظالم ہو فقہاء نے لکھا ہے کہ جمعہ کو سلطان یا اس کا نائب قائم کرے گا یا اس کے اذن سے علماء جمعہ کو قائم کریں گے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے لکھا ہے کہ اگر سلطان نہ ہو تو عوام جس عالم کو مقرر کر دیں وہ جمعہ قائم کر سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

فان نصب امام الجمعة لوالی الاسلام فان لم یکن فللعامة لا للخطیب وحده۔
امام جمعہ کا مقرر کرنا والی اسلام کا کام ہے اور اگر والی نہ ہو تو عوام خطیب تنہا نہیں کر سکتا۔

جمعہ اسی مسجد میں ہوگا اور وہاں دوسری جگہ بلا ضرورت جمعہ قائم نہ ہوگا "فان بقیة العامة مقید بالضرورة" کیونکہ باقی عوام کا تقرر ضرورت کے ساتھ مقید ہے۔ ہاں! اگر وہاں کوئی عالم دین فقیہ معتمد اہل بلد ہو تو وہ حسب مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۲۵۷ رضاء فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۱۶ھ)
نیز اعلیٰ حضرت اس مسئلہ پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثانیاً: جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں یہ امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔
ثالثاً: جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بہ مجبوری عام مسلمان جسے مقرر کر لیں بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و مقرر کردہ اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے اعلم علمائے بلد کہ اس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں ان کا امام عام ہے اور یہ حکم قرآن عظیم ان پر اس کی طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل فرض ہے جمعہ وعیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اس کے خلاف پر عوام بہ طور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بہ مجبوری اس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو اس کے

ہوتے ہوئے ان کی قرار کوئی چیز نہیں۔ تنویر الابصار ودر مختار باب الجمعہ میں ہے:

یشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصروف فناء والثاني السلطان او مأمورة باقامتها. (ج ۱ ص ۱۰۹ طبع ہند) ہو۔

فتاویٰ امام عتالی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۲۴۰ میں ہے:

اذا خلا الزمان من سلطان ذي كفاية فالامور موكلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم ويصيرون ولاية فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر باتباع علمائه فان كثروا فالمتبع اعلمهم فان استوا اقرع بينهم. (الحدیقة الندیة ج ۱ ص ۳۵)

جب کامل سلطان سے زمانہ خالی ہو تو معاملات علماء کے سپرد ہوں گے اور امت پر لازم ہے کہ وہ علماء کی طرف رجوع کرے اور اس وقت علماء ہی والی ہو جائیں گے اور جب ان کا کسی معاملہ پر جمع ہونا مشکل ہو جائے تو ہر علاقہ کے لوگ اپنی طرف کے علماء کی اتباع کر لیں اور اگر اس علاقہ میں علماء زیادہ ہوں تو ان میں زیادہ علم والے کی اتباع کریں اور اگر وہ برابر ہوں تو قرعہ ڈال لیا جائے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ. (النساء: ۵۹) جو صاحب امر ہیں۔

ائمہ دین فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں ”اولی الامر“ سے مراد علمائے دین ہیں۔ ”نص علیہ العلامة الزرقانی فی شرح المواہب وغیرہ فی غیرہ“ علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں اس پر تصریح کی ہے۔ در مختار میں ہے:

نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر امامه عدمهم فيجوز للضرورة. (در مختار ج ۱ ص ۱۱۰ طبع ہند) ہوگا۔

مذکور لوگ (سلطان وغیرہ) ہوں تو لوگوں کا خطیب کو مقرر کرنا درست نہ ہوگا اور ان کی عدم موجودگی میں ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خاں وردا مختار وغیرہا میں ہے:

خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم يجز الا ان يكون الامام امره بذلك. والله تعالى اعلم. (رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۴ مصر)

اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب امام نے اسے اجازت دی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۸۶-۳۸۵ رضاء فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۱۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۶۱۰ ج ۵ ص ۶۹ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۔ بَابُ هَلْ عَلَى مَنْ لَمْ يَشْهَدْ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ، مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ؟ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلَى مَنْ تَجِبُ

عورتیں اور بچے جن پر جمعہ میں حاضر ہونا

فرض نہیں ہے آیا ان پر غسل ہے یا نہیں؟

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غسل اس پر ہے جس پر

عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ.

جمعہ فرض ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں اور عورتوں میں سے جو جمعہ کے لیے آیا وہ غسل کرے اور مردوں اور عورتوں میں سے جو جمعہ پڑھنے نہیں آیا اس پر غسل نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۸، نشر النہداتان)

۸۹۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةُ فَلْيَغْتَسِلْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو شخص جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۸۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۹۶- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْأَخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأَوْتَيْنَاهُ مَنْ بَعْدَهُمْ فَهَذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَذَا اللَّهُ فَعَدَا لِلْيَهُودِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارَى. فَسَكَّتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاووس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم بعثت میں آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے (لیکن) ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہم کو ان کے بعد کتاب دی گئی پس یہ (جمعہ کا) دن وہ ہے جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا پس اللہ نے ہم کو ہدایت دی یہود نے (تعظیم کے لیے) کل کا دن (یعنی ہفتہ کا) مقرر کیا اور نصاریٰ نے کل کے بعد کا (یعنی اتوار کا) پھر آپ خاموش ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۸۹۷- ثُمَّ قَالَ حَتَّى عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ لِي

پھر آپ نے فرمایا: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ہر سات

کُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا، يَغْتَسِلُ فِيهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ. دن میں ایک دن غسل کرے اس میں اپنا سر اور جسم دھوئے۔

[اطراف الحدیث: ۸۹۸-۳۳۸۷]

اس حدیث میں سر کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ تمام جسم میں سر بھی داخل ہے اور جب تمام جسم کو دھویا جائے گا تو سر بھی دھل جائے گا اس کی وجہ سر کا تمام اعضاء میں مشرف ہونا ہے۔

۸۹۸- زَوَاهِدُ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّهِ تَعَالَى عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا. امام بخاری نے کہا: اس حدیث کو ابان بن صالح نے روایت کیا ہے از مجاہد از طاووس از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ سات دن میں ایک دن غسل کرے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابُ

بَابُ

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ ابواب سابقہ کا تتمہ ہے اور ان کے ساتھ لاحق ہے۔

۸۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ. امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: عورتوں کو رات میں مساجد کی طرف جانے کی اجازت دو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۹۰۰- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلَاةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِينَ وَقَدْ تَعْلَمِينَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذَلِكَ وَيَغَارُ؟ قَالَتْ وَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْهَانِي؟ قَالَ يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ. امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر کی بیوی صبح کی اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتی تھیں ان سے کہا گیا: آپ گھر سے کیوں نکلتی ہیں جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمر کو آپ کا نکلنا ناگوار ہے اور ان کو اس پر غیرت آتی ہے؟ انہوں نے کہا: پھر ان کو مجھے منع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ان کو منع کرنے سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مانع ہے کہ اللہ کی بند یوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۔ بَابُ الرُّخْصَةِ إِنْ لَمْ

يَحْضُرَ الْجُمُعَةُ فِي الْمَطَرِ

۹۰۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدُ صَاحِبُ الزِّيَادِي قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ ابْنُ عَمِّ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَلَا تَقُلْ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ أَقُلْ صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ فَكَانَ النَّاسُ اسْتَنْكَرُوا قَالَ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ فَنَمَشُونَ فِي الطِّينِ وَالْدَّخْصِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۱۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۔ بَابُ مَنْ آتَى تَوْتَى الْجُمُعَةِ وَعَلَى

مَنْ تَجِبُ لِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَإِذَا نُودِيَ

لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا

إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (الجمعة: ۹)

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَتُودَى بِالصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقُّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَهَا سَمِعْتَ الْبَدَاءَ أَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ.

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن جریر بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جامع بستی کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: جہاں جماعت ہو اور امیر ہو وہاں قصاص لیا جاتا ہو اور وہاں اکٹھے مکان ہوں اور انہوں نے کہا: جب تم جامع بستی میں ہو اور جمعہ کی اذان دی جائے تو تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم اذان سنو یا نہ سنو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۱۹۳۱، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

وَكَانَ أَنَسُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يُجْمَعُ وَأَحْيَانًا لَا يُجْمَعُ وَهُوَ بِالزَّوَايَةِ عَلَى قَرَسَخَيْنِ.

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

بارش میں جمعہ نہ پڑھنے

کی رخصت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد الحمید صاحب الزیادی نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن الحارث محمد بن سیرین کے عم زاد نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے کہا: جب تم "اشهد ان محمداً رسول الله" کہہ لو تو "حی علی الصلوة" نہ کہنا (بلکہ) کہنا: اپنے گھروں میں نماز پڑھو تو گویا لوگوں نے اس کو ناپسند کیا حضرت ابن عباس نے کہا: اس کام کو انہوں نے کیا ہے جو مجھ سے افضل تھے جمعہ پڑھنے کی تاکید ہے اور میں نے تمہیں حرج میں ڈالنا ناپسند کیا کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چلو گے۔

کہاں سے جمعہ پڑھنے کے لیے آنا چاہیے اور کس پر

جمعہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد

ہے: جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے

تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ (الجمعة: ۹)

اور عطاء نے کہا: جب تم کسی جامع بستی میں ہو پھر جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو پھر تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم نے اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو۔

ابن جریر بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جامع بستی کی کیا تعریف ہے؟ انہوں نے کہا: جہاں جماعت ہو اور امیر ہو وہاں قصاص لیا جاتا ہو اور وہاں اکٹھے مکان ہوں اور انہوں نے کہا: جب تم جامع بستی میں ہو اور جمعہ کی اذان دی جائے تو تم پر واجب ہے کہ تم جمعہ کی نماز میں حاضر ہو خواہ تم اذان سنو یا نہ سنو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۱۹۳۱، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے محل میں کبھی جمعہ کی نماز پڑھاتے اور کبھی نہ پڑھاتے اور ان کا محل زاویہ (ان کی زمین سے بھرہ تک تین میل کے فاصلہ پر ایک جگہ) کے مقام پر دو فرسخ کے فاصلے پر تھا۔

ابو البختری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کو دیکھا وہ زاویہ سے جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور وہ بصرہ سے دو فرسخ پر تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۱۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۷۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن الحارث نے خبر دی از عبید اللہ بن ابی جعفر کہ محمد بن جعفر بن الزبیر نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ زوجہ نبی ﷺ وہ بیان کرتی ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کے اطراف میں بلند آبادیوں سے باری باری نماز جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے وہ گردوغبار میں چل کر آتے تھے ان پر غبار اور پسینہ بہت آتا تھا پھر ان کے جسم سے پسینہ نکلتا تھا پس ان میں سے ایک انسان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس وقت آپ میرے پاس تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کاش! تم لوگ اس دن کے لیے غسل کر لیا کرتے۔

۹۰۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي فَيَأْتُونَ فِي الْغُبَارِ يُصِيبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمْ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لَيَوْمِكُمْ هَذَا.

(صحیح مسلم: ۸۳۷، الرقم السلسل: ۱۹۲۶، سنن ابوداؤد: ۱۰۵۵، مصنف عبدالرزاق: ۵۳۱۵، مسند الحمیدی: ۱۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۵)

سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۹، مسند احمد ج ۶ ص ۶۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۳۹، ج ۲ ص ۳۰۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۹۳۶۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن ابی صالح المصری (۲) عبداللہ بن وہب المصری (۳) عمرو بن الحارث (۴) عبید اللہ بن ابی جعفر الاموی القرشی ابو جعفر کا نام یسار ہے یہ مصر کے معززین میں سے ایک ہیں یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن جعفر بن الزبیر بن العوام القرشی (۶) عروہ بن الزبیر بن العوام (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۸۵)

اس حدیث کا عنوان ہے: جمعہ پڑھنے کے لیے کہاں سے آنا چاہیے اور اس کی مطابقت حدیث کے اس جملہ میں ہے: لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کے اطراف میں بلند آبادیوں سے باری باری نماز جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے۔

”العوالی“ کا معنی

اس حدیث میں ”العوالی“ کا لفظ ہے ”عالية“ کی جمع ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے قرب و جوار کی جگہیں ہیں یہ آبادیاں مشرق کی جانب میں دو میل سے آٹھ میل تک ہیں۔

گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ شہر سے باہر رہتے ہیں ان پر جمعہ کے وجوب میں اختلاف ہے حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت ابن عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کا یہ مسلک ہے کہ ان پر جمعہ واجب ہے۔ نافع، حسن، عکرمہ، حکم اور ابراہیم نخعی وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

اہل قباء میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہمیں نبی ﷺ نے قباء سے جمعہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔

(سنن ترمذی: ۵۰۱، سنن ابوداؤد: ۱۰۵۲، سنن نسائی: ۱۳۶۷، سنن ابن ماجہ: ۱۱۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص رات کو اپنے اہل میں پہنچ جائے اس پر جمعہ فرض ہے۔

(سنن ترمذی: ۵۰۲، امام ترمذی نے کہا: امام احمد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔)

اور ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ جو شخص اذان کو سنے اس پر جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہونا واجب ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جس نے اذان کو سنا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۵۶)

امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ گاؤں اور دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے جب تک کہ وہ شہر میں نہ ہوں، الینایع میں مذکور ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے باہر ہے تو اس پر جمعہ واجب نہیں ہے، امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے تین فرسخ (ایک فرسخ تقریباً آٹھ کلومیٹر کا ہوتا ہے) کے فاصلہ پر ہے اور وہ جمعہ پڑھ کر رات کو اپنے گھر پہنچ سکتا ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے اور امام محمد سے روایت ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے دو تین میل کے فاصلہ پر ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے اور یہی امام مالک اور لیث کا مذہب ہے۔ الذخیرہ میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کی ظاہر روایت یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر میں رہنے والوں پر فرض ہے اور شہر کے مضافات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۸۷-۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ زین الدین بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ شہر سے باہر ہوں اگر ان کے لیے جمعہ کی اذان کو سننا ممکن ہے تو پھر ان پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے ورنہ نہیں۔ یہ امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جمعہ اس پر واجب ہے جو اذان سنے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۵۶) اور ان کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

عبید اللہ بن کعب بن مالک اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ جمعہ کے دن اذان سنتے ہیں اور پھر جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے وہ باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غفلوں میں سے ہو جائیں گے یا اہل دوزخ میں سے ہو جائیں گے۔ (المعجم الکبیر: ۹۹-۱۹ ج ۱۹)

(فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۳۰۵-۳۰۴، ملخصاً، مطبوعہ دار ابن الجوزی، ریاض ۱۴۱۷ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ جو مدینہ سے دور آبادیوں میں رہتے تھے وہ باری باری نماز جمعہ پڑھنے مدینہ آتے تھے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں امام ابو حنیفہ پر رد ہے کیونکہ وہ شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ کو واجب نہیں کہتے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ علامہ قرطبی کا یہ رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ واجب ہوتا تو وہ سب کے سب جمعہ پڑھنے آتے باری باری نہ آتے، سو یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق ہے۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۳۴۷، دار المعرفۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۵۴- ج ۲ ص ۶۲۵ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

زوال شمس کے بعد جمعہ

کا وقت ہوتا ہے

۱۶ - بَابُ وَقْتُ الْجُمُعَةِ

إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ

وَكَذَلِكَ يُرَوَّى عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ وَالنُّعْمَانِ
 اور اسی طرح حضرت عمر، حضرت علی، حضرت نعمان بن بشیر
 بن بشیر، وَعُمَرُ بْنُ حَرْبٍ، رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
 اور حضرت عمرو بن حرث رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔
 عَنْهُمْ

امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ جمعہ کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہوتا ہے چار تعلیقات ذکر کی ہیں:
 حضرت عمر کی تعلیق یہ ہے:

حدیث السقیفہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب جمعہ کا دن تھا اور زوال آفتاب ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ
 نکلے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۸۷)

حضرت علی کی تعلیق یہ ہے:

عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب زوال آفتاب ہو جاتا تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز
 پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۱، مجلس علمی بیروت: ۱۳۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۱۶ھ)
 حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی یہ تعلیق ہے:

ساک بیان کرتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ میں سورج کے زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۷، مجلس علمی بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)
 الولید بن العیزار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن حرث سے بہتر کسی امام کو جمعہ کی نماز پڑھاتے ہوئے نہیں دیکھا وہ
 زوال آفتاب کے بعد نماز پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۹، مجلس علمی بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۹۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ
 امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان
 کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں
 یحییٰ بن سعید نے خبر دی انہوں نے عمرہ سے جمعہ کے دن غسل کرنے
 کے متعلق سوال کیا پس انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
 فرمایا: لوگ گھر کا کام کاج کرتے تھے اور جب وہ جمعہ پڑھنے کے
 لیے جاتے تو اسی بیت میں چلے جاتے تھے تو ان سے کہا گیا: کاش!
 [طرف الحدیث: ۲۰۷۱]
 تم غسل کر لیا کرو۔

(صحیح مسلم: ۸۴۷، الرقم السلسل: ۱۹۲۶، سنن ابوداؤد: ۳۵۲، اس حدیث کی بھی وہی تخریج ہے جو صحیح البخاری: ۹۰۲ میں بیان کی گئی ہے۔)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان ان کا نام عبد اللہ بن عثمان بن جبلة الازدی ابو عبد الرحمن المروزی ہے یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ
 بن المبارک (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) عمرہ بنت عبد الرحمن بن سعد الانصاری المدنیہ (۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
 (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۸۸)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہے اور یہی وقت ظہر ہے اور جمعہ کی نماز سے پہلے غسل کرنا مستحب
 ہے تاکہ جسم کی بدبو زائل ہو جائے اور فرشتوں اور نمازیوں کو ایذا نہ پہنچے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۵۵۔ ج ۲ ص ۶۲۵ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۹۰۴۔ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عُثْمَانَ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ۔
 امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سرج بن النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان سے حدیث بیان کی از عثمان بن عبد الرحمان بن عثمان التیمی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ زوال آفتاب کے وقت جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۸۳، سنن ترمذی: ۵۰۳-۵۰۴، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۸۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۹۰۳ کا مطالعہ کریں۔

۹۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ قَالَ كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ۔ [طرف الحدیث: ۹۴۰]
 امام بخاری نے کہا: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ انہوں نے کہا: ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور اس کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔
 (جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۴۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

نماز جمعہ کے وقت میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جمعہ کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہوتا ہے مگر مجاہد نے یہ کہا ہے کہ جمعہ کی نماز کو عید کی نماز کے وقت میں بھی پڑھنا جائز ہے کیونکہ جمعہ کی نماز بھی عید کی نماز ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ جمعہ کی نماز کو زوال سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے یہ قول حضرت انس کی اس حدیث سے مردود ہے جس کو امام بخاری نے اس باب میں روایت کیا ہے اور یہ قول خلفاء راشدین کے عمل سے بھی مردود ہے۔

ابن القصار نے کہا: جمعہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ ظہر ہے تو اس کا وقت وہی زوال آفتاب ہے اور یا وہ ظہر کا بدل ہے تو بھی اس کا وقت زوال آفتاب ہے کیونکہ ابدال مبدلات کے وقت کو تبدیل نہیں کرتا جیسے نماز کو قصر کرنے کی وجہ سے نماز کے اوقات تبدیل نہیں ہوتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ نے کہا: ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ آفتاب کے زوال کے فوراً بعد نماز جمعہ پڑھ لیتے تھے۔

نیز حضرت انس نے فرمایا: ہم نماز کے بعد قیلولہ کرتے تھے یعنی نماز جمعہ جلدی پڑھنے کی وجہ سے کیونکہ وہ اول وقت قیلولہ نہیں کر سکتے تھے اس لیے نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کر لیتے تھے۔ (قیلولہ کا معنی ہے: دوپہر کو سونا)

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۵۷۷-۵۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

زوال کے وقت جمعہ پڑھنے کے متعلق مزید احادیث اور آثار

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے پھر واپس آ کر اپنے پانی لانے والے اونٹوں کو آرام پہنچاتے حسن بیان کرتے ہیں: میں نے جعفر سے پوچھا: یہ کون سا وقت تھا؟ انہوں نے کہا: زوال آفتاب۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۷۹، مجلس علمی بیروت: ۱۳۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۳۷، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب زوال آفتاب ہو جاتا تو ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے پھر ہم واپس سائے میں لوٹتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۰، مجلس علمی بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۳۸، دارالکتب العلمیہ بیروت: صحیح مسلم: ۸۵۹، صحیح البخاری: ۳۱۶۸، سنن ابوداؤد: ۱۰۷۸، سنن نسائی: ۱۶۹۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۰۰)

منصور بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جمعہ کا وقت زوال آفتاب کے وقت ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۵، مجلس علمی بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۳۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم النخعی نے کہا: جمعہ کا وقت وہ ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۹، مجلس علمی بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۳۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

باب ۱۷ - إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب ۱۷ - إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حرمی بن عمارہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے حدیث بیان کی وہ خالد بن دینار ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب سخت سردی ہوتی تو نبی ﷺ جلدی نماز پڑھتے اور جب سخت گرمی ہوتی تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے یعنی جمعہ کو۔ یونس بن بکیر نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے خبر دی: انہوں نے نماز کا لفظ کہا اور جمعہ کا ذکر نہیں کیا اور بشر بن ثابت نے کہا: ہمیں ابوخلدہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امیر جمعہ نے نماز پڑھائی پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: نبی ﷺ کس طرح ظہر پڑھتے تھے؟

۹۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ هُوَ خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَرَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ . قَالَ يُونُسُ بْنُ بَكِيرٍ أَخْبَرَنَا أَبُو خَلْدَةَ فَقَالَ بِالصَّلَاةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ . وَقَالَ بَشَرُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا أَمِيرُ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَالَ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ؟

اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو حدیث سابق کی ہے۔

نیز اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

زوال سے پہلے جمعہ پڑھنے کا عدم جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب سے بھی وہی مقصود ہے جو پہلے باب سے مقصود تھا اور وہ یہ ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے اور یہ کہ جمعہ ظہر کے بعد پڑھا جائے گا اور سخت گرمی میں ٹھنڈا کر کے پڑھا جائے گا اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے تو پھر جمعہ کو زوال کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے جیسے مجاہد کا اور امام احمد بن حنبل کا زعم ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۵۷۷، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۳ھ)

جمعہ کی طرف چل کر جانا اور اللہ عزوجل کا

باب ۱۸ - بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ وَقَوْلِ اللَّهِ

جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ
اللَّهِ﴾ (الجمعة: ۹)

وَمَنْ قَالَ السَّعْيُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى
﴿وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا﴾ (اسراء: ۱۹)

ارشاد: پس دوڑو اللہ کے ذکر
کی طرف۔ (الجمعة: ۹)

اور جس نے کہا: اس آیت میں سعی کا معنی عمل کرنا اور جانا
ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور اس نے اس کے لیے اس کی
کوشش کی۔ (بنی اسرائیل: ۱۹)

الجمعة: ۹ میں سعی کے معنی کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرو۔ (الجمعة: ۹) لسان العرب میں سعی کا معنی ہے: جلدی جلدی چلنا اور دوڑنا
اور الحکم میں مذکور ہے کہ سعی کا معنی کسب کرنا ہے اور ہر عمل خواہ وہ خیر ہو یا شر ہو وہ سعی ہے۔ علامہ ابن التیمین نے لکھا ہے کہ امام مالک
نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: چلنا اور جانا یہ دونوں سعی ہیں کیونکہ یہ دونوں عمل ہیں۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۹۳)
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَحْرُمُ
الْبَيْعُ حِينَئِذٍ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس وقت (یعنی اذان
جمعہ کے وقت) بیع حرام ہو جاتی ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جمعہ کے دن جب نماز کی اذان دی جائے اس وقت خرید و فروخت جائز
نہیں ہے اور جب تم نماز پڑھ لو تو پھر خرید و فروخت کرو۔ (مخلف بالآثار ج ۳ ص ۲۹۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۵ھ)
وَقَالَ عَطَاءٌ تَحْرُمُ الصَّنَاعَاتُ كُلُّهَا۔ اور عطاء نے کہا: اس وقت ہر قسم کی کاریگری حرام ہے۔
یہ تعلیق عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے اور اس کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر کبیر میں روایت کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۲۹۵)

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِذَا أَدَّنَ
الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يَشْهَدَ۔ اور ابراہیم بن سعد نے کہا از الزہری: جب مؤذن جمعہ کی
اذان دے اور وہ مسافر ہو تو اس پر جمعہ میں حاضر ہونا لازم ہے۔

علامہ بیہقی نے کہا ہے کہ اس تعلیق کی اصل مراسل ابوداؤد میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۹۵)

۹۰۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ
بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبَّاسُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ أَدْرَكْنِي أَبُو عَبَّاسٍ وَأَنَا أَذْهَبُ
إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ اغْتَبَرَتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَرَمَهُ
اللَّهُ عَلَى النَّارِ [طرف اللہ ص ۲۸۱]۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں
نے کہا: ہمیں یزید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عباس بن رفاعہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:
ابو عبس نے مجھے پایا اور اس وقت میں جمعہ کی طرف جا رہا تھا پس
انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جس کے پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اللہ اس کو دوزخ پر حرام
کردے گا۔

السنۃ: ۲۶۱۸، مسند احمد ج ۳ ص ۷۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۹۳۶۔ ج ۲ ص ۲۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جو خوفِ خدا سے رویا ہو حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۳، سنن نسائی: ۳۱۰۸۔ ۳۱۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۷۷۳، المستدرک ج ۲ ص ۷۲۔ ج ۳ ص ۲۶۰، سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۱، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۶، صحیح ابن حبان: ۱۵۹۹، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۷۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۶ طبع قدیم)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں پڑنے والے غبار سے ناک پر کپڑا نہ رکھو کیونکہ منتشر غبار اہل جنت کی مشک ہے۔ (کنز العمال: ۱۰۶۹۹)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کے چہرے پر اللہ کی راہ میں غبار پڑا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ کے دھوئیں سے محفوظ رکھے گا اور ہر وہ شخص جس کے پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے اللہ اس کے پیروں کو قیامت کے دن دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ (المجم الکبیر: ۳۷۸۲، حافظ البیہقی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی متروک ہے، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۷، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۷۲، کنز العمال: ۱۰۷۰۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس شخص کے دونوں پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ (صحیح البخاری: ۹۰۷، المجم الکبیر: ۲۹۷۷۔ ج ۱۹، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۶، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶، صحیح ابن حبان: ۳۶۰۵)

۹۰۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید و ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ۔

وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتَوْهَا تَسْعُونَ وَاتَّوْهَا تَمْشُونَ عَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ فَمَا أَذْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا. ح اور ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم دوڑتے ہوئے نہ آؤ لیکن تم چلتے ہوئے آؤ اور تم اطمینان کو لازم رکھو پس جو نماز تم پالو اس کو پڑھو اور جو نماز تم سے فوت ہو جائے اس کو پورا کر لو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۹۰۹۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو قَتِيبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوقتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے

کَثِيرٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْرُمُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ

کہا: ہمیں علی بن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبد اللہ بن ابی قتادہ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: میں اس حدیث کو صرف ان کے والد کی روایت سے پہچانتا ہوں از نبی ﷺ تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم مجھے دیکھ لو اور تم اطمینان کو لازم رکھو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۹۔ بَابُ لَا يُفَرِّقُ بَيْنَ

اِثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دو آدمیوں کے

درمیان تفرقہ نہ کرے

۹۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذُئْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ وَدِيعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهَرٍ ثُمَّ أَذْهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يَفَرِّقْ بَيْنَ اِثْنَيْنِ فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ انْصَتْ غَيْرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْآخَرَى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذؤب نے خبر دی از سعید المقبری عن ابیہ عن ابن ودیعۃ عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی حاصل کی پھر تیل لگایا یا خوشبو لگائی پھر (جمعہ کے لیے) چلا پس دو آدمیوں کے درمیان فرق نہیں کیا پھر جتنی نماز اس کے لیے مقدر تھی اس نے اتنی نماز پڑھی پھر جب امام حجرے سے باہر نکل آیا تو وہ خاموش رہا تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان جو گناہ ہیں ان کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۰۔ بَابُ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ أَخَاهُ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ

جمعہ کے دن کوئی شخص اپنے بھائی

کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے

۹۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ . قُلْتُ لِنَافِعِ الْجُمُعَةُ ؟ قَالَ الْجُمُعَةُ وَغَيْرَهَا . [طرف اللہ: ۶۲۶۹ - ۶۲۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن یزید نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھ جائے۔ میں نے نافع سے پوچھا: جمعہ کے دن؟ انہوں نے کہا: جمعہ ہو یا کوئی اور دن ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۱۷۷، رقم المسلسل: ۵۵۷۹، مسند الحمیدی: ۶۶۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۲۲، صحیح ابن حبان: ۵۸۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۳۲، شرح السنن: ۳۳۳۲، مصنف عبدالرزاق: ۵۵۹۲، المعجم الکبیر: ۱۳۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷، طبع قدیم مسند احمد: ۳۶۵۹، ج ۸ ص ۲۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کا عنوان جمعہ کے دن کے ساتھ مقید ہے اور حدیث مطلق ہے یعنی کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے خواہ جمعہ کا دن ہو یا کوئی اور دن ہو اور عنوان اور حدیث میں وہ مناسبت ہے جو مقید اور مطلق میں ہوتی ہے۔

کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں خود بیٹھنے کی خرابیاں

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں بیٹھنا مکروہ ہے کراہت کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھے اس کا یہ فعل تکبر کی وجہ سے ہوگا یا دوسرے کو حقیر جاننے کی وجہ سے ہوگا اور قرآن مجید میں اس کی ممانعت ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو دوسرے سے برتر اور اس کو فروتر سمجھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ
عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فُسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (القصص: ۸۳)

آخرت کا یہ عمدہ گھر ہم صرف ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں تکبر کرنے اور فساد کرنے کا ارادہ نہیں کرتے اور نیک انجام صرف اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

اور کسی شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا تکبر بھی ہے اور فساد بھی ہے اس لیے عبادت کے کاموں میں خود پسندی اور اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دینا ممنوع ہے۔ جب کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھایا تو اگر وہ خاموشی سے اٹھ گیا تو یہ اس پر ظلم ہے اور اگر وہ نہیں اٹھا اور اس نے انکار کیا حتیٰ کہ ان دونوں کے درمیان ٹکرا اور جھگڑا ہوا تو یہ فساد ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۵۶۹، ج ۶ ص ۵۳۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

علم اور ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب اور احکام۔

۲۱۔ بَابُ الْأَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

۹۱۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ
الزُّهْرِيِّ عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانَ الْبَدَأُ يَوْمَ
الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلَى
عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ الْبَدَأُ الثَّالِثَ عَلَى الزُّورَاءِ
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الزُّورَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوقِ بِالْمَدِينَةِ

[اطراف الحدیث: ۹۱۳-۹۱۵-۹۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذنب نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن نبی ﷺ کے عہد میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو حضرت عثمان نے مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کر دیا۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: الزوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۵۱۶، سنن ابوداؤد: ۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰، سنن نسائی: ۱۳۹۳-۱۳۹۲، سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۷۳، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۲، شرح السنن: ۱۰۷۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۰، طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۷۳، السنن: ۲۹۰، صحیح ابن حبان: ۱۶۷۳، المعجم الکبیر: ۶۶۳، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۲، شرح السنن: ۱۰۷۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۰، طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۷۳)

۱۵۷۲۸۔ ج ۲ ص ۵۰۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

اس حدیث کے چار رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت عثمان کا مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن اذان کی صفت میں امام مالک کے اقوال مختلف ہیں ابن عبدالحکم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دے چکے تو لوگوں کو اس وقت خرید و فروخت سے منع کر دیا جائے گا اور ان کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک اذان واحد ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث مذکور میں ہے امام شافعی سے بھی اسی طرح منقول ہے اور المدونہ میں امام مالک نے کہا ہے: جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دینا شروع کر دے تو اس وقت خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے فقہاء کوفہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ابن شہاب زہری نے سائب سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو حضرت عثمان نے دوسری اذان دینے کا حکم دیا اس باب کی حدیث میں اس کو تیسری اذان جو کہا ہے وہ اقامت کے اعتبار سے ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۵۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مصنف کے نزدیک کون سی اذان پر سعی واجب ہوتی ہے

اس مسئلہ میں میرا مختار یہ ہے کہ جب خطیب منبر پر بیٹھ جاتا ہے اور اس کے سامنے جو اذان دی جاتی ہے جس کو آج کل کے حساب سے اذان ثانی کہا جاتا ہے اس اذان کے بعد سعی واجب ہوتی ہے یعنی مسجد کی طرف چل کر جانا واجب ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دورِ اوّل میں صرف یہی اذان ہوتی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ آج کل اس سے پہلے جو اذان ہوتی ہے اس اذان سے مسجد کی طرف چل کر جانا واجب ہوتا ہے تو یہ اذان تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانہ میں تھی ہی نہیں تو اس وقت گویا مسجد کی طرف جانے کے حکم پر عمل نہیں ہوتا تھا؟ اور جب اُس وقت اس اذان سے سعی واجب ہوتی تھی جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے دی جاتی ہے تو آج بھی اُسی اذان کے بعد سعی واجب ہونی چاہیے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آج کل جو پہلی اذان دی جاتی ہے اُس کے دس پندرہ منٹ بعد خطیب وعظ شروع کرتا ہے اور آدھے پون گھنٹے تک اس کی تقریر جاری رہتی ہے اور اس دوران لوگ آتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب خطیب کے سامنے دوسری اذان دی جاتی ہے اس وقت تک تقریباً تمام لوگ آچکے ہوتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ پہلی اذان سے سعی واجب ہو جاتی ہے تو یہ تمام بعد میں آنے والے لوگ واجب کے تارک قرار پائیں گے اور یہ بلا وجہ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد یہ ہے کہ ”بَسُّوْا وَلَا تَعْتَسِرُوْا“ آسان احکام بیان کر دو لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو۔ (صحیح البخاری: ۶۹) اس لیے نبی ﷺ اور شیخین کے عمل کے مطابق اور عوام مسلمین کی آسانی کے اعتبار سے صحیح یہ ہے کہ سعی اُس اذان کے بعد واجب ہوتی ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد خطبہ کے لیے دی جاتی ہے۔

جمعہ کے دن مؤذن واحد ہوگا

۲۲۔ بَابُ الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

امام بخاری نے اس عنوان سے ان علماء کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ جب نبی ﷺ منبر پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تو تین مؤذن باری باری اذان دیتے جب ایک مؤذن اذان دے چکے تو دوسرا اذان شروع کرتا اور اس کے بعد پھر

تیسرا مؤذن اذان شروع کرتا۔

۹۱۳ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجَشُونُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ الَّذِي زَادَ التَّائِذِينَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنٌ غَيْرَ وَاحِدٍ وَكَانَ التَّائِذِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَعْنِي عَلَى الْمِنْبَرِ.

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۹۱۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ يُجِيبُ الْإِمَامُ عَلَى

الْمِنْبَرِ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ

۹۱۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ مِقَاتٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنُ سَهْلٍ بْنُ حَنِيفٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ بْنِ حَنِيفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ مُعَاوِيَةُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا فَلَمَّا أَنْ قَضَى التَّائِذِينَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى هَذَا الْمَجْلِسِ حِينَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُولُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّي مِنْ مَقَالَتِي.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۱۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۴ - بَابُ الْجُلُوسِ عَلَى

الْمِنْبَرِ عِنْدَ التَّائِذِينَ

۹۱۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ الماجشون نے حدیث بیان کی از الزہری از السائب بن یزید انہوں نے کہا: جس شخص نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا اضافہ کیا وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے جب اہل مدینہ کی کثرت ہو گئی اور ایک کے سوا نبی ﷺ کا اور کوئی مؤذن نہیں تھا اور جمعہ کے دن اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔

جب امام منبر پر اذان سنے

تو اس کا جواب دے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی از ابی امامہ بن سہل بن حنیف انہوں نے کہا: میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے منبر پر سنا جب مؤذن کہتا: ”اللہ اکبر“ اللہ اکبر“ تو حضرت معاویہ کہتے: ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ جب وہ کہتا: ”اشہد ان لا اله الا الله“ تو حضرت معاویہ کہتے: اور میں (بھی کہتا ہوں) اور جب وہ کہتا: ”اشہد ان محمداً رسول الله“ تو حضرت معاویہ کہتے: اور میں (بھی کہتا ہوں) اور جب اس نے اذان ختم کر لی تو حضرت معاویہ نے کہا: اے لوگو! بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس مجلس میں سنا ہے: جب مؤذن اذان دے تو تم نے مجھ سے جو کلمات ابھی سنے ہیں وہ کہو۔

اذان کے وقت (خطیب کا)

منبر پر بیٹھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از

یزید أخبرہ أَنَّ التَّائِذِينَ الثَّانِي يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمَرَ بِهِ عُثْمَانُ حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ التَّائِذِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۱۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۔ بَابُ التَّائِذِينَ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

۹۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ إِنَّ الْأَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلَهُ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَثُرُوا أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّالِثِ فَأَذِنَ بِهِ عَلَى الزُّورَاءِ فَثَبَتَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۱۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۶۔ بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ

وَقَالَ أَنَسُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ خُطِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ۔

امام بخاری نے اس تعلق کی اصل ”کتاب الفتن“ کے ”باب الاعتصام“ میں ذکر کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ”باب الاستسقاء“ میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۹۱۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِي الْقُرَشِيُّ الْأَسْكَدَرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ بْنُ دِينَارٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَقَدْ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّا عُوذُوه؟ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا عَرِفْتُ مِمَّا هُوَ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَوَّلَ يَوْمٍ وَضِعَ وَأَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فُلَانَةٍ أَمْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلُ مَرِيٍّ

خطبہ کے وقت اذان دینا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: میں سنا حضرت السائب بن یزید یہ کہتے تھے کہ جمعہ کے دن اذان اول اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا اور لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو حضرت عثمان نے تیسری اذان دینے کا حکم دیا پس یہ اذان مقام الزوراء پر دی جاتی تھی پھر یہی معمول برقرار رہا۔

منبر پر خطبہ دینا

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے منبر پر خطبہ دیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ بن عبد القاری القرشی الاسکندرانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم بن دینار نے حدیث بیان کی کہ بعض لوگ حضرت سہل بن سعد الساعدی کے پاس آئے اور وہ اس میں میں بحث کر رہے تھے کہ منبر کون سی لکڑی کا تھا انہوں نے حضرت سہل سے اس کے متعلق سوال کیا حضرت سہل نے کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور پہچانتا ہوں وہ کس چیز کا بنا ہوا تھا اور بے شک میں نے اس کو دیکھا جب پہلے دن اس کو رکھا گیا اور اس پر رسول اللہ ﷺ

غُلَامُكَ النَّجَّارُ، أَنْ يَعْمَلَ لِيْ أَعْوَادًا، أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ، فَأَمَرْتُهُ فَعَمَلَهَا مِنْ طَرَفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَأَرْسَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هَاهُنَا، ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرَى، فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتُمُوا بِي وَلِتَعْلَمُوا صَلَوَتِي.

تشریف فرما ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فلاں عورت کے پاس کسی کو بھیجا، پہل نے اس عورت کا نام لیا تھا (آپ نے اس سے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو حکم دو جو بڑھئی ہے کہ وہ میرے لیے سیڑھیوں پر مشتمل منبر بنادے جس پر میں اس وقت بیٹھوں جب میں لوگوں سے کلام کروں اس عورت نے اپنے بیٹے کو حکم دیا پس اس نے طرفاء الغابہ (ساگوان) کی لکڑی سے وہ منبر بنادیا پس اس عورت نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا آپ نے حکم دیا تو اس کو اس جگہ رکھ دیا گیا پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس منبر پر نماز پڑھائی آپ نے تکبیر پڑھی اور آپ اس منبر پر تھے پھر آپ نے اس منبر پر رکوع کیا پھر آپ منبر سے اتر کر پچھلے پیروں پر لوٹے پھر آپ نے منبر کی جڑ میں سجدہ کیا پھر آپ نے اسی طرح (دوسری رکعت پڑھائی) پھر جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہو گئے تو آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ نماز اس لیے پڑھائی ہے تاکہ تم میری اقتداء کرو اور تم میرے نماز کے طریقہ کو جان لو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۷۳ میں گزر چکی ہے۔

۹۱۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ جَذَعٌ يَقُومُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا وَضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ، سَمِعْنَا لِلْجَذَعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ، حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوُضِعَ يَدُهُ عَلَيْهِ. قَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى أَخْبَرَنِي حَفْصُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن انس نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا: نبی ﷺ کھجور کے تنے کے سہارے کھڑے ہوتے تھے جب آپ کے لیے منبر رکھ دیا گیا تو ہم نے اس تنے سے ایسی آوازیں سنیں جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آوازیں ہوتی ہیں حتیٰ کہ نبی ﷺ منبر سے اترے پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس تنے کے اوپر رکھ دیا۔ سلیمان نے کہا از یحییٰ: مجھے حفص بن عبید اللہ بن انس نے خبر دی کہ انہوں نے اس کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۷۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۱۹ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے

أَبَى ذُنْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ.

خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذؤب نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ نے فرمایا: جو شخص جمعہ پڑھنے کے لیے آئے تو اس کو غسل کرنا چاہیے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۷۔ بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا

وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُطُبُ قَائِمًا.

اور حضرت انس نے کہا: جس وقت نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔

اس تعلیق کی اصل الاستقاء میں ہے اور ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

۹۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُومُ كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن عمر القواریری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ تم اب کرتے ہو۔ [طرف الحدیث: ۹۲۸]

(صحیح مسلم: ۸۶۱، رقم المسلسل: ۱۹۶۱، سنن ترمذی: ۵۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۰۳، السنن الکبریٰ: ۱۷۲۱، المستقی: ۲۹۵، المعجم الکبیر: ۱۳۲۹۶، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۰، شرح السنن: ۱۰۷۲، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵، مسند احمد: ۴۹۱۹، ج ۸ ص ۵۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید: ابن الجوزی: ۳۳۶۸، مکتبۃ الرشیدیہ: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید اللہ بن عمر بن میسرہ البصری ابوسعید القواریری القواریری کا معنی ہے: جو شیشہ کا کام کرتا ہو یا ان کو فروخت کرتا ہو (۲) خالد بن الحارث بن سلیم الجبلی البصری یہ ۱۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب القرشی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱۵)

سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر خطبہ دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا جائے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ چاہے کھڑا ہو کر خطبہ دے چاہے بیٹھ کر یہ ابن القصار نے ان سے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن بطل کہتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور امام مالک کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھ جاتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے یہ خطبہ دینے کے فعل کے تکرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے اور نبی ﷺ نے اس فعل کے خلاف نہیں کیا اور بیٹھ کر خطبہ نہیں دیا امام ابن ابی شیبہ نے طاؤس

سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ منجم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور سب سے پہلے جس نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۸۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

شعسی نے کہا: حضرت معاویہ نے بیٹھ کر اس وقت خطبہ دیا جب ان کے پیٹ پر بہت زیادہ گوشت چڑھ گیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۳۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۹۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام شافعی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص بیٹھ کر خطبہ دے اور اس کے بیمار ہونے کا علم نہ ہو تو اس کے فعل کو عذر پر محمول کیا جائے گا اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر خطبہ دیا ہے تو ان سب کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَتَرْكُوكَ قَائِمًا" (الجمعة: ۱۱) اور یہ آپ کو (خطبہ میں) کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ جو چیز میرے دل میں ہے وہ یہ ہے کہ خطبہ میں قیام واجب ہے اور یہ سنت سے وجوب کا ثبوت ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اگر خطبہ میں قیام کو ترک کر دیا تو خطبہ فاسد ہو جائے گا اور نہ یہ اس کی دلیل ہے کہ خطبہ میں قیام مباح ہے اگر چاہے تو قیام کرے اور اگر چاہے تو قیام نہ کرے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۵۸۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

عذر کی صورت میں منبر پر بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے ہمارے شیخ نے شرح ترمذی میں یہ لکھا ہے کہ جمعہ کے دنوں خطبوں میں قیام شرط ہے سوا اس کے کہ کسی کو عذر ہو امام شافعی کا اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: احادیث اس پر دلالت نہیں کرتیں کہ خطبہ میں قیام شرط ہے زیادہ سے زیادہ قیام کے سنت ہونے پر دلالت کرتی ہیں توضیح میں مذکور ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کے لیے خطبہ میں کھڑا ہونا شرط ہے اسی طرح امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا بھی شرط ہے اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ دیا تو یہ بھی جائز ہے جس طرح نماز میں ہوتا ہے اور اس کی اقتداء صحیح ہے اور ہمارے نزدیک اس طرح ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کا بھی بیٹھ کر خطبہ دینا جائز ہے اور یہ شافعی ہے ہاں! یہ امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے جیسا کہ علامہ نووی نے نقل کیا ہے اور اس کا قیاس اذان پر کیا ہے اور علامہ ابن بطلال نے امام مالک کا مذہب امام شافعی کی طرح نقل کیا ہے اور ابن القصار سے امام ابو حنیفہ کی طرح نقل کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس باب کی حدیث خطبہ میں قیام کے شرط ہونے پر دلالت نہیں کرتی، بعض علماء نے خطبہ میں قیام کے شرط ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: حضرت کعب بن عجرہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس وقت عبدالرحمن بن ابی الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے انہوں نے کہا: اس خطیب کو دیکھو یہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے حالانکہ قرآن مجید میں ہے: "وَتَرْكُوكَ قَائِمًا" (الجمعة: ۱۱)۔ (صحیح مسلم: ۸۶۳، رقم المسلسل: ۱۹۶۸، سنن نسائی: ۱۳۹۳) نیز حضرت کعب نے کہا: میں نے آج کے سوا کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ مسلمانوں کا امام ہو اور بیٹھ کر خطبہ دے۔ (صحیح ابن خزیمہ) اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر

خطبہ دیتے، سو جو شخص تم کو یہ حدیث بیان کرے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ بولا پس بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۸۶۲، رقم المسلسل: ۱۹۶۳، سنن ابوداؤد: ۱۰۹۳)

علامہ یعنی فرماتے ہیں: حضرت کعب بن عجرہ اور حضرت جابر بن سمرہ کے یہ اقوال مبالغہ پر محمول ہیں اور نبی ﷺ کے منبر پر بیٹھنے کے ثبوت میں ہمارے اصحاب کی سب سے قوی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے گرد بیٹھ گئے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۶۵)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کے پاس پیغام بھیجا، تم اپنے بیٹے کو حکم دو کہ وہ میرے لیے سیڑھوں پر مشتمل منبر بنادے جس پر میں اس وقت بیٹھوں جب میں لوگوں سے کلام کروں۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۹۱۷-۹۱۸)

ان حدیثوں میں نبی ﷺ کے منبر پر بیٹھنے کی تصریح ہے اور یہ حدیثیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق ہیں۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱۶-۳۱۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ یعنی کا ان احادیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ منبر پر مطلقاً بیٹھنے کے جواز میں کلام نہیں ہے بلکہ کلام اس میں ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر بیٹھ کر دینا جائز ہے یا نہیں ہے، سو امام ابوحنیفہ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے اور اگر خطیب کسی عذر کی وجہ سے جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر دے تو یہ بھی جائز ہے جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب پرگوشت ہو گئے تو بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اور امام مالک اور امام شافعی کا مذہب بھی اسی طرح ہے۔

۲۸ - بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ الْقَوْمَ وَاسْتَقْبَالَ النَّاسَ الْإِمَامَ إِذَا خَطَبَ وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَسُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ الْإِمَامَ

امام جب خطبہ دے تو نمازیوں کی طرف منہ کرے اور نمازی امام کی طرف منہ کریں، حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے امام کی طرف منہ کیا

علامہ یعنی لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے نافع سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن امام کے نکلنے سے پہلے اپنے نوافل سے فارغ ہو جاتے پھر جب وہ مسجد سے نکلتے تو امام اس وقت تک نہیں نکلتا تھا جب تک کہ اس کا منہ ان کی طرف نہ ہوتا۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱۷)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے امام کی طرف منہ کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

المستمر بن الریان بیان کرتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن حضرت انس رضی اللہ عنہ کو باب اول کے پاس دیکھا، انہوں نے منبر کی

طرف منہ کیا ہوا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۷۶، مجلس علمی بیروت: ۱۴۲۷ھ)

۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، [الطراف الحديث: ۱۳۶۵-۲۸۳۲-۶۳۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ہلال بن ابی میمونہ، انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے گرد

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۴۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۳۲۶ھ) بیٹھ گئے۔

جمعہ کے دن دوران خطبہ امام کی طرف منہ کرنے کی حکمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا سنت ہے جو اس کے بالمقابل بیٹھے ہوں اور جو اس کے بالمقابل نہ ہوں وہ اپنا منہ امام کی طرف کر لیں اس کی دلیل حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: ہم آپ کے گرد بیٹھے تھے اور ان کا آپ کے گرد بیٹھنا اسی وقت ہوگا جب وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہوں اور جو آپ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوں وہ آپ کا کلام سن رہے ہوں گے نہ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے اور صحابہ کے آپ کی طرف منہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ کے کلام کو اچھی طرح سن سکیں اور اس پر غور کر سکیں۔

الشعمی نے کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ جمعہ کے دن امام کی طرف منہ کیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۷۲) اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ جب امام خطبہ دے تو لوگ امام کی طرف منہ کریں امام مالک، فقہاء کوفہ، امام اوزاعی، امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے اور یہ اجماع کی مثل ہے۔ عدی بن ثابت نے کہا ہے کہ جب نبی ﷺ خطبہ دیتے تو آپ کے اصحاب آپ کی طرف متوجہ ہوتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۶۹، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ) (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۵۸۹-۵۸۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

جس نے خطبہ میں حمد و ثناء کے بعد

اما بعد (یعنی حمد و ثناء کے بعد) کہا

۲۹ - بَابُ مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ

بَعْدَ الثَّنَاءِ أَمَّا بَعْدُ

زَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کی ہے۔

اس باب کے آخر میں امام بخاری نے اس تعلق کو موصولاً روایت کیا ہے۔

۹۲۲ - وَقَالَ مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

هَشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ قُلْتُ مَا شَأْنُ

النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ آيَةٌ؟

فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَأَطَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدًّا حَتَّى تَجَلَّيَ الْغَشِيُّ

وَالِي جَنْبِي قَرَبَةً فِيهَا مَاءٌ فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلْتُ أَصْبُ

مِنْهَا عَلَى رَأْسِي فَأَنْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ

وَحَمِدَ اللَّهُ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ قَالَتْ وَلَقَطُ

بِسُوءَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَنْكَفَأْتُ إِلَيْهِمْ لَا سَكْتَهُنَّ

لَقُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ؟ قَالَتْ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: محمود نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی از حضرت

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ

کے پاس گئی اس وقت لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے پوچھا: لوگ

کیوں نماز پڑھ رہے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر سے

آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج کو گہن لگ گیا ہے) میں

نے پوچھا: کیا یہ کوئی علامت ہے؟ حضرت عائشہ نے اپنے سر سے

اشارہ کیا یعنی ہاں۔ حضرت اسماء نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے

بہت لمبی نماز پڑھی حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی اور

میرے پہلو میں پانی کی ایک مشک تھی جس میں پانی تھا میں نے

اس کو کھولا اور اس میں سے پانی نکال کر اپنے سر پر ڈالنے لگی پھر

رسول اللہ ﷺ نماز سے مڑے اور اس وقت سورج کا گہن دور ہو

اَكُنْ اُرِيْتَهُ اِلَّا قَدْ رَاَيْتَهُ فِي مَقَامِيْ هَذَا، حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَاِنَّهُ قَدْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ، مِثْلَ اَوْ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ، يُوْنِيْ اَحَدُكُمْ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلِمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ، اَوْ قَالَ الْمُؤْمِنُ شَكَ هَشَامٌ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى، فَاَمَنَّا وَاجْبَنَّا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا، فَيَقَالُ لَهُ نَمَّ صَالِحًا، قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اِنْ كُنْتَ لَتُوْمِنُ بِهِ، وَاَمَّا الْمُنَافِقُ، اَوْ قَالَ الْمُرْتَابُ شَكَ هَشَامٌ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلِمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرٰى، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُ، قَالَ هَشَامٌ فَلَقَدْ قَالَتْ لِيْ فَاطِمَةُ فَاَوْعَيْتُهُ، غَيْرَ اَنَّهَا ذَكَرْتُ مَا يَغْلَظُ عَلَيْهِ.

گیا تھا پھر آپ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کی جس کے وہ لائق ہے پھر آپ نے فرمایا: اما بعد (بعد حمد و ثناء کے) اور انصار کی عورتوں کا شور تھا میں ان کی طرف مڑی تا کہ میں ان کو چپ کراؤں پس میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے فرمایا ہے کہ جو چیز بھی پہلے مجھے نہیں دکھائی گئی تھی اس چیز کو میں نے اس مقام میں دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے اور بے شک میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ بے شک تم قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیے جاؤ گے جو مسیح دجال کے فتنہ کی مثل یا اس کے قریب ہوگی تم میں سے ہر ایک کے پاس کسی کو لایا جائے گا پھر کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ پس جو مومن ہوگا یا یقین کرنے والا ہوگا (ہشام کو شک ہے حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) وہ کہے گا: یہ رسول اللہ ہیں یہ محمد ﷺ ہیں یہ ہمارے پاس معجزات اور ہدایت کے ساتھ آئے تھے سو ہم ان پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور ہم نے ان کی پیروی کی اور ان کی تصدیق کی پس اس سے کہا جائے گا: تم اپنے اعمال کے نفع کے ساتھ سو جاؤ بے شک ہم جانتے تھے کہ تم ان پر ایمان لانے والے ہو اور رہا منافق یا کہا: شک کرنے والا (اس میں ہشام کو شک ہے) اس سے کہا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے کہہ دیا۔ ہشام نے کہا: مجھ سے فاطمہ نے یہ حدیث بیان کی پس میں نے اس حدیث کو محفوظ رکھا سو اس کے جس میں شدت کی گئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۹۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى بِمَالٍ اَوْ سَبِيٍّ فَقَسَمَهُ، فَاَعْطٰى رَجُلًا وَتَرَكَ رَجُلًا، فَبَلَغَهُ اَنَّ الدِّينَ تَرَكَ عَتَبُوْا، فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اَتٰنِيْ عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَوَاللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از جریر بن حازم انہوں نے کہا: میں نے حسن سے سنا وہ کہتے ہیں: ہمیں حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مال آیا یا قیدی آئے آپ نے اس مال کو تقسیم فرمایا آپ نے چند لوگوں کو عطا کیا اور چند کو چھوڑ دیا پھر آپ کو یہ خبر پہنچی کہ جن

لوگوں کو آپ نے چھوڑ دیا ہے وہ ناراض ہیں تو آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی پھر فرمایا: اما بعد (حمد و ثناء کے بعد) پس اللہ کی قسم! میں ایک شخص کو عطا کرتا ہوں اور دوسرے شخص کو چھوڑ دیتا ہوں اور جس شخص کو میں چھوڑ دیتا ہوں وہ مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں عطا کرتا ہوں لیکن میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کے دلوں میں سخت حرص اور بے صبری دیکھتا ہوں اور جن کے دلوں میں اللہ نے استغناء اور خیر کو رکھا ہے ان لوگوں کو میں ان کے استغناء کے سپرد کر دیتا ہوں ان ہی میں عمرو بن تغلب ہیں حضرت عمرو بن تغلب نے کہا: پس اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے بدلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو وہ مجھے پسند نہیں ہیں۔ اس حدیث کی یونس نے متابعت کی ہے۔

إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَأَدْعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِي أَدْعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِيَ، وَلَكِنْ أُعْطِيَ أَقْوَامًا لِمَا أَرَى فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ، وَأَكِلُ أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْغِنَى وَالْخَيْرِ، فِيهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ. فَوَاللَّهِ مَا أَحَبُّ أَنْ لِي بِكَلِمَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرُ النَّعَمِ. تَابَعَهُ يُونُسُ. [اطراف الحديث: ۳۱۳۵-۴۵۳۵]

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن معمر ابو عبد اللہ البصری العسبی (۲) ابو عاصم النبیل، ان کا نام الضحاک بن مخلد ہے (۳) جریر بن حازم (۴) الحسن البصری (۵) حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ العبدی التمیمی البصری ان سے نبی ﷺ کی دو حدیثیں مروی ہیں جن کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ ایک رات کو آدھی رات کے وقت رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف نکلے پھر چند لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی پھر انہوں نے صبح (لوگوں کے سامنے) یہ بات کی (پھر دوسری رات کو) ان میں سے بہت لوگ جمع ہو گئے پس انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر صبح کو لوگوں نے یہ بات کی پھر تیسری رات کو مسجد والے لوگ جمع ہو گئے پھر رسول اللہ ﷺ نکلے تو لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی جب چوتھی رات آئی تو مسجد اہل مسجد کو سامنے سے عاجز ہو گئی تھی حتیٰ کہ نبی ﷺ صبح کی نماز کے لیے نکلے جب آپ نے فجر کی نماز ادا فرمائی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا: اما بعد (یعنی توحید و رسالت کی گواہی کے بعد) مجھ پر تمہاری جگہ مخفی نہیں ہے (یعنی تمہارا نماز کا

۹۲۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ، فَصَلَّى رَجُلًا بِصَلَاتِهِ، فَاصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلُّوا مَعَهُ، فَاصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلُّوا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ، عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ، حَتَّى خَرَجَ لِمُصَلَّةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَخَفْ عَلَى مَكَانِكُمْ، لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَفْرَضَ عَلَيْكُمْ، فَتَعْجِزُوا عَنْهَا. تَابَعَهُ يُونُسُ.

شوق) لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم پر یہ نماز فرض کر دی جائے گی پھر تم اس کو پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے۔ اس حدیث کی یونس نے متابعت کی ہے۔ یحییٰ بن بکیر کی متابعت یونس نے کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۲۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ هُوَ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَشِيَّةَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَتَشَهَّدَ وَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ الْعَدَنِيُّ عَنْ سُفْيَانَ فِي أَمَّا بَعْدُ. [اطراف الحديث: ۱۵۰۰-۲۵۹۷-۶۶۳۶-۶۹۷۹-۷۱۷۳-۷۱۹۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از ابی حمید جو الساعدی ہیں انہوں نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ پچھلے پہر نماز کے بعد کھڑے ہوئے پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کی ایسی حمد کی جس کا وہ اہل ہے پھر فرمایا: اما بعد (حمد و ثناء کے بعد)۔ ابو معاویہ اور ابواسامہ نے عروہ کی متابعت کی ہے از ہشام از والد خود از ابومید از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اما بعد العدنی نے عروہ کی متابعت کی ہے از سفیان آپ کے ارشاد اما بعد میں۔

۹۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ الْمُسَوِّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ يَقُولُ أَمَّا بَعْدُ. تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنْ الزُّهْرِيِّ. [اطراف الحديث: ۳۱۱۰-۳۷۱۳-۳۷۲۹-۳۷۶۷-۵۲۳۰-۵۲۷۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے حدیث بیان کی از المسور بن مخرمہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے پس جب آپ نے کلمہ شہادت پڑھا تو میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اما بعد (شہادت کے بعد)۔ زبیدی نے شعیب کی متابعت کی ہے از الزہری۔

۹۲۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَيْثِ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ وَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَةً عَلَى مَنْكِبَيْهِ قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعَصَابَةٍ دَسِمَةٍ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِلَيَّ فَثَابَرُوا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ يَقُولُونَ وَيَكْثُرُ النَّاسُ فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَضُرَّ فِيهِ أَحَدًا أَوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن الغثیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: نبی ﷺ منبر پر چڑھے اور یہ آخری مجلس تھی جس میں آپ بیٹھے اس وقت آپ نے ایک بڑی چادر اپنے کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی اور اپنے سر پر عمامہ باندھا ہوا تھا جو تیل سے چکنا ہو چکا تھا آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! میرے قریب آ جاؤ سو لوگ آپ کی طرف آ گئے پھر آپ نے فرمایا: اما بعد (حمد و ثناء کے بعد) انصار کا

يَنْفَعُ فِيهِ أَحَدًا، فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ۔ | اطراف الحدیث: ۳۶۲۸-۳۸۰۰ | (شمائل ترمذی: ۱۱۱)

یہ قبیلہ کم ہوتا جائے گا اور (دوسرے) لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے پس (سیدنا) محمد ﷺ کی امت میں سے جو شخص کسی منصب کا والی ہو اور وہ کسی کو ضرر پہنچانے یا کسی کو نفع دینے کا اختیار رکھتا ہو تو وہ انصار میں سے نیکوں کی نیکی کو قبول کرے اور ان میں سے خطا کاروں کی خطا سے درگزر کرے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابان ابو اسحاق الوراق الکوئی (۲) عبد الرحمن بن الغنیل، وہ عبد الرحمان بن سلیمان بن عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الراہب ہیں جو ابن الغنیل الانصاری المدنی کے نام سے معروف ہیں اور حضرت حنظلہ وہ ہیں جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا یہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے ان کی بیوی سے صحابہ نے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے دشمن کی آواز سنی اس وقت وہ جنبی تھے تو انہوں نے غسل کرنے کی تاخیر نہیں کی اور جہاد کے لیے چلے گئے اور جاتے ہی شہید ہو گئے ان کے بیٹے عبد الرحمان بن الغنیل ۱۷۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عکرمہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۲۸)

مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ”متعطفاً“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چادر کو موڑ کر اوڑھے ہوئے اور ”ملحقة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بڑی چادر اور ”عصابة دسمة“ کا لفظ ہے اس میں ”عصابة“ کا معنی ہے: پٹی یہاں اس سے مراد عمامہ ہے عمامہ کو ”عصابة“ سے اس لیے تعبیر فرمایا کیونکہ عمامہ کو بھی پٹی کی طرح سر کے گرد لپیٹ لیا جاتا ہے اور ”دسمة“ کا معنی ہے: سیاہ یعنی سر پر لگے ہوئے زیتون کے تیل سے اس عمامہ پر کثرت استعمال کی وجہ سے سیاہی کے آثار ظاہر ہو گئے تھے اور اس حدیث میں ہے: ”فشابوا الیہ“ یعنی وہ سب آپ کی طرف جمع ہو گئے ”شاب يشوب“ کا معنی ہے: کسی کام کی طرف لوٹنے میں سبقت کرنا نیز اس حدیث میں ہے آپ نے فرمایا: یہ انصاری دن بہ دن کم ہوتے رہیں گے یہ آپ کا معجزہ ہے کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نصیحت کرنے میں مبالغہ کرنا چاہیے کیونکہ آپ نے منبر پر چڑھ کر نصیحت کی اور وعظ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آنے والے حکمرانوں کو انصار کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کی اس میں انصار کی فضیلت ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انصار میں سے کوئی خلیفہ نہیں ہوگا کیونکہ آپ نے انصار کے متعلق وصیت کی اور نہ انصار کو وصیت فرماتے۔

اس میں نبی ﷺ کے جامع ارشاد کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: انصار میں جو نیک ہوں ان کی نیکی کو قبول کرنا اور جو بُرے کام کرنے والے ہوں ان سے درگزر کرنا کیونکہ انسان کا صرف ان ہی دو خصلتوں میں حصر ہے یا وہ نیکو کار ہوتا ہے یا بدکار ہوتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۲۹-۳۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن سیدھے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد کے دروازہ پر تھے انہوں نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو اسی وقت وہیں مسجد کے دروازہ پر بیٹھ گئے! پس ان کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: اے عبد اللہ بن مسعود! آؤ۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۹۱)

اس حدیث سے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی اطاعت شعاری معلوم ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دو خطبے دیتے تھے جب آپ منبر پر چڑھتے تو بیٹھ جاتے تھے حتیٰ کہ مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا پھر آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے پھر کوئی بات نہیں کرتے تھے پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۹۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر آپ کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیتے! پس جس نے تم سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے بیٹھ کر خطبہ دیا اس نے جھوٹ بولا! پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۸۶۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۹۳، سنن نسائی: ۱۳۱۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۰۵)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے دو خطبے تھے ان دونوں کے درمیان آپ بیٹھ کر قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۸۶۲، سنن نسائی: ۱۳۱۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۰۶)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر آپ بیٹھتے تھے (اور ان کے درمیان) کلام نہیں کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۹۵، سنن نسائی: ۱۵۸۲)

سنن ابوداؤد کی ان احادیث میں بعض میں یہ ذکر ہے کہ آپ دو خطبوں کے درمیان کلام نہیں کرتے تھے اور بعض میں یہ ذکر ہے کہ آپ ان خطبوں کے درمیان قرآن مجید پڑھتے تھے اور بعض میں ہے کہ آپ ان میں نصیحت کرتے تھے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ کا عام معمول یہ تھا کہ آپ ان دو خطبوں کے درمیان کلام نہیں کرتے تھے اور بعض اوقات ان کے درمیان آپ قرآن مجید پڑھتے تھے اور اگر کبھی وعظ اور نصیحت کی ضرورت ہوتی تو وعظ و نصیحت فرماتے تھے غرض آپ نے دین میں آسانی رکھی ہے اور امت کے لیے گنجائش ہے کہ وہ جیسا موقع ہو دیا عمل کرے۔

جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں یہ ثبوت ہے کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا مشروع ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ بیٹھنا واجب ہے یا مستحب ہے! امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ یہ بیٹھنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا یہ مذہب کہ یہ بیٹھنا سنت ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے یہ کہا ہے کہ امام مالک فقہاء عراق اور تمام شہروں کے فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے سوائے امام شافعی کے انہوں نے اس کو واجب کہا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ اتباع سنت کی وجہ سے یہ بیٹھنا مستحب ہے اور اکثر اہل علم کے قول کے موافق یہ بیٹھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں بیٹھنے کے وقت کوئی مخصوص ذکر مشروع نہیں ہے لہذا یہ بیٹھنا واجب نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

خطبہ کو یہ غور سننا

۳۱۔ بَابُ الْإِسْتِمَاعِ إِلَى الْخُطْبَةِ

۹۲۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرَبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ قَالًا وَالثَّانِي مَهْجَرًا كَمَثَلِ الَّذِي يَهْدِي بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِي يَهْدِي بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَّرُوا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ. [طرف الحديث: ۳۲۱۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عبد اللہ الاغری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر ٹھہر جاتے ہیں اور (آنے والوں کو) لکھتے ہیں جو پہلے آئے اس کو پہلے لکھتے ہیں جو جلدی آئے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی اونٹ کی قربانی کرے پھر جو اس کے بعد آئے وہ گائے کی قربانی کرنے والے کی مثل ہے پھر مینڈھے کی مثل ہے پھر مرغی کی پھر انڈے کی پھر جب امام (حجرہ سے) نکل آئے تو فرشتے اپنے صحائف کو لپیٹ دیتے ہیں اور وعظ کو سنتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۸۵۰، الرقم المسلسل: ۱۹۵۱، سنن نسائی: ۱۳۸۵، سنن ابوداؤد: ۳۵۱، سنن ترمذی: ۳۹۹، صحیح ابن حبان: ۲۳۷۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۲۶، شرح السنن: ۱۰۶۳، مصنف عبدالرزاق: ۵۵۶۵، مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۰، طبع قدیم مسند احمد: ۹۹۲۶، ج ۱۶ ص ۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۸۵۲، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) محمد بن عبد الرحمن ابن ابی ذئب (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) ابو عبد اللہ ان کا نام سلمان الجہنی ہے ان کے مولیٰ کا شمار اہل مدینہ میں ہے اور یہ اصل میں اصفہان کے ہیں ان کا لقب الاغری ہے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔
(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۲۰)

خطبہ سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمعہ کے خطبہ کا سننا واجب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک اس کا وجوب سنت ہے اور بعض علماء نے اس کو فرض کہا ہے مجاہد سے مروی ہے کہ قرآن کا سینا صرف دو جگہوں پر واجب ہے نماز میں اور جمعہ کے خطبہ میں۔
اس حدیث میں ذکر ہے کہ فرشتے خطبہ کو سنتے ہیں یہ خطبہ سننے کی ترغیب کے لیے فرمایا ہے اور خطبہ کے وقت خاموش رہنے کے لیے امام مالک نے کہا ہے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا واجب ہے خواہ اس کو خطبہ سنائی دے یا نہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے خواہ اس کی آواز نہ سنائی دے اس کو بھی اتنا اجر ملتا ہے جتنا خطبہ سننے والے کو اجر ملتا ہے۔ عروہ بن الزہیر یہ کہتے تھے کہ جس کو خطبہ نہ سنائی دے اس کے باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ابراہیم النخعی نے کہا: جب مجھے خطبہ سنائی نہیں دیتا تو میں اپنا وظیفہ پڑھتا رہتا ہوں امام احمد نے کہا: جس شخص کو خطبہ سنائی نہیں دیتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اللہ کا ذکر کرتا رہے اور قرآن پڑھتا رہے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ نمازی کس وقت خاموش رہے امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جب امام حجرہ سے نکل آئے تو نمازی اس وقت باتیں کرنا بند کر دیں اور اس وقت نماز بھی منقطع کر دیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر جب امام (حجرہ سے) نکل

آئے تو فرشتے اپنے صحائف کو لپیٹ دیتے ہیں اور وعظ کو سنتے ہیں اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ خاموش ہونا صرف خطبہ کی ابتداء میں واجب ہے اور اس سے پہلے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یہ امام مالک، الثوری، امام ابو یوسف، امام محمد، الاوزاعی اور امام شافعی کا قول ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام کلام کرے تو نمازی خاموش ہو جائیں۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۵۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے جو اپنے موقف پر حدیث ذکر کی ہے اس کی سند ضعیف ہے اور فقہاء احناف نے جو کہا ہے کہ جب امام حجرہ سے نکل آئے تو پھر خاموش ہونا واجب ہے اس کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث مذکور ہے۔

دوران خطبہ کلام کرنے یا سلام کا اور چھینک کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

خطبہ کے دوران کلام نہ کرنے کے مسئلہ میں فقہاء تابعین کا اختلاف ہے، شععی، سعید بن جبیر، النخعی اور ابن بردہ خطبہ کے دوران کلام کرتے تھے اور علامہ ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر، ابراہیم بن مہاجر، ابو بردہ النخعی اور شععی حجاج کے خطبہ کے دوران باتیں کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک ان کا یہ فعل قابل رد ہے اور ان کی طرف سے یہ توجیہ ہے کہ ان کو اس مسئلہ میں یہ حدیث نہیں پہنچی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جمعہ کے دن تم نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو اور امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا تو تم نے لغو کام کیا۔ (صحیح البخاری: ۹۳۴، صحیح مسلم: ۸۵۱، سنن ترمذی: ۵۱۲، سنن نسائی: ۱۲۰۱)

اور جب اس طرح ہے تو خطبہ سننے والے کے لیے سلام کا جواب دینا اور چھینک کے جواب میں ”یرحمک اللہ“ کہنا بھی مکروہ ہے البتہ امام شافعی نے اپنے قول جدید میں کہا ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دے گا اور چھینک کا جواب بھی دے گا۔

امام ابو حنیفہ سے یہ روایت ہے کہ جب خطبہ سننے والے کو سلام کیا جائے تو وہ دل میں اس کے سلام کا جواب دے گا اور امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دے گا اور چھینک کا جواب بھی دے گا اور امام محمد سے یہ روایت ہے کہ وہ سلام کا جواب تو اسی وقت دے گا اور چھینک کا جواب خطبہ کے بعد دے گا اور نبی ﷺ پر درود دل میں پڑھے گا۔

نصر بن یحییٰ نے کہا: وہ تسبیح بھی پڑھے گا اور قرآن مجید بھی امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ خطبہ کے دوران باتیں نہیں کرے گا ایک قول یہ ہے کہ ذکر میں اور قرآن مجید پڑھنے میں مشغول رہنا خاموش رہنے سے افضل ہے رہا فقہ کا تکرار کرنا اور کتب فقہ کا مطالعہ کرنا اور لکھنا اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۳۲-۳۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۲ - بَابُ إِذَا رَأَى الْإِمَامُ رَجُلًا جَاءَ وَهُوَ يَخْطُبُ، أَمْرُهُ أَنْ يُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ

۹۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْ رَكَعَتَيْنِ | اطراف الحديث: ۹۳۱-۱۱۶۶

جب امام خطبہ دینے کے دوران یہ دیکھے کہ ایک شخص آیا ہے تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دے امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص اس وقت آیا جب نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے آپ نے اس سے فرمایا: اے فلاں! کیا تم نے نماز پڑھ

لی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۸۷۵، الرقم المسلسل: ۱۹۸۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۱۵، سنن ترمذی: ۵۱۰، سنن نسائی: ۱۳۱۰، سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۲، مسند الحمیدی: ۱۲۲۳، مسند ابویعلیٰ: ۱۹۷۰، صحیح ابن خزمہ: ۱۸۳۲، المعجم الکبیر: ۶۷۰۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۳، السنن الکبریٰ: ۱۹۰۵، مسند احمد ج ۳ ص ۶۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۹۰ ج ۲۳ ص ۱۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی ۹۰۴، مکتبۃ الرشذریاض ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۱۰۵۷)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

خطبہ جمعہ کے دوران نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے موقف پر دلائل -----

اور باب مذکور کی حدیث کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے معنی میں فقہاء کا اختلاف ہے، ایک قوم نے اس کے ظاہر کے اعتبار سے اس کا معنی کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو خفیف رکعتیں پڑھے یہ وہ سنت ہے جس پر عمل کیا گیا ہے یہ قول حسن بصری اور مکحول سے مروی ہے، امام شافعی، امام احمد، اسحاق ابوثور اور غیر مقلدین کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔

اوزاعی نے کہا ہے: جس شخص نے اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھ لی ہے، پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا وہ بیٹھ جائے اور اگر اس نے اپنے گھر میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی ہے تو وہ مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ لے کیونکہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا کہ اس نے گھر میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی اس کو آپ نے یہ حکم دیا کہ وہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔

اس سلسلہ میں تیسرا قول ابوجلز کا ہے کہ اگر تم چاہو تو دو رکعت نماز پڑھ لو اور اگر چاہو تو بیٹھ جاؤ۔

اور چوتھا قول جمہور کا ہے کہ اگر تم مسجد میں اس وقت آؤ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو آکر بیٹھ جاؤ اور دو رکعت نماز نہ پڑھو صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے عطاء اللجنی، ابن سیرین، شریح، عروہ اور سعید بن المسیب کا یہی موقف ہے اور امام مالک، امام ابو حنیفہ اور لیث کا یہی مذہب ہے اور ان کا استدلال درج ذیل آثار سے ہے:

الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سفیان، ابن جریج اور عطاء یہ کہتے تھے کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱۰، مجلس علمی بیروت: ۱۳۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

ثعلبہ بن ابی مالک القرظی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان کو پایا وہ کہتے تھے: جب امام (حجرہ سے) نکل آئے تو ہم نماز کو ترک کر دیتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۱۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۷۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

خطبہ کے وقت نماز پڑھنا منع ہے پھر نبی ﷺ نے اس شخص کو نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کی توجیہ میں جمہور یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو نبی ﷺ نے یہ ارادہ کیا کہ نمازی اس کی اس ہیئت کو دیکھ لیں اور اس پر صدقہ کریں۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۵۹۶-۵۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۳ھ)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، جمہور کی اس توجیہ کی تائید میں یہ حدیث روایت کرتے ہیں:

عیاض بن عبداللہؓ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں: ایک شخص (سلیک الغطفانی) مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ اس وقت منبر پر تھے رسول اللہ ﷺ نے اس کو نداء کی اور فرمایا: قریب آؤ اور اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا، اس شخص نے مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور اس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ شخص دوسرے جمعہ پھر دوران خطبہ آیا، آپ نے پھر اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا، وہ شخص تیسرے جمعہ پھر دوران خطبہ آیا، آپ نے پھر اس کو اسی طرح حکم دیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے نمازیوں سے فرمایا: اس پر صدقہ کرو نمازیوں نے کپڑے پھیلا دیئے، آپ نے اس شخص کو کپڑے اٹھانے کا حکم دیا، اس کے بعد پھر آپ نے نمازیوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اس شخص نے بھی ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا ڈال دیا، پس رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور اس کو حکم دیا کہ وہ اس کپڑے کو لے لے۔

(سنن ترمذی: ۵۱۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۱۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۳، شرح معانی الآثار: ۲۱۱۳)

امام ابو جعفر طحاوی نے کہا: بعض فقہاء نے ان آثار کی وجہ سے یہ کہا ہے کہ جو شخص مسجد میں اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جب کوئی شخص جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آئے تو وہ آکر مسجد میں بیٹھ جائے اور نماز نہ پڑھے، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جب حضرت سلیک کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا تو آپ نے اس کے نماز پڑھنے کے دوران خطبہ کو منقطع کر دیا تھا اور اس سے آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوں تو ان کو کیا کرنا چاہیے پھر آپ نے دوبارہ خطبہ پڑھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسی خطبہ پر بناء کی ہو اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام کرنا منسوخ نہیں ہوا تھا، پھر نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا اور خطبہ میں بھی کلام کرنا منسوخ ہو گیا۔ اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

خطبہ جمعہ کے دوران نماز نہ پڑھنے کے متعلق امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل

ابو الزاہریہ بیان کرتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا، پھر ایک شخص لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: بیٹھ جاؤ، تم نے (نمازیوں کو) ایذا پہنچائی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۱۸، سنن نسائی: ۱۳۹۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۵، مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۸-۱۹۰، شرح معانی الآثار: ۲۱۱۵) ابو الزاہریہ نے کہا: ہم باتیں کرتے رہتے حتیٰ کہ امام نکل آتا۔ (امام طحاوی کہتے ہیں: کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بیٹھنے کا حکم دیا اور اس کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا، لہذا یہ حدیث حضرت سلیک کی حدیث کے خلاف ہے اور حضرت ابوسعید کی حدیث جس کو ہم نے اس سے پہلے روایت کیا ہے کہ پہلے خطبہ کے دوران اس قسم کے افعال مباح تھے اور بعد میں ان افعال سے منع کیا گیا تھا، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ لوگوں نے اپنے کپڑے لا کر ڈالے حالانکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت کپڑے اتارنا اور کنکریوں کو چھونا اور اپنے صاحب کو کہنا: چپ کرو، یہ تمام کام مکروہ ہیں اور یہ اس پر دلیل ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلیک کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا، اس وقت خطبہ کے دوران بات کرنا مباح تھا، بعد میں اس سے منع کر دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے صاحب سے کہو: چپ کرو تو تم نے لغو کام کیا۔ (صحیح البخاری: ۹۳۳، صحیح مسلم: ۸۵۱، سنن ترمذی: ۵۱۲، سنن نسائی: ۱۳۰۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۰-۲۷۲-۲۷۳)

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے سورہ تبارک پڑھی اور ہم کو اللہ کے ایام سے نصیحت کی، حضرت ابوالدرداء یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مجھے اشارہ کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے: یہ سورت کب نازل ہوئی ہے؟ میں نے اس کو اب تک نہیں سنا، میں نے ان کو اشارہ کیا کہ چپ کریں، جب لوگ جمعہ سے چلے گئے تو انہوں نے مجھ سے کہا: میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے تو آپ نے مجھے نہیں بتایا، حضرت ابی نے کہا: آپ نے جو آج نماز پڑھی ہے اس سے آپ کو صرف یہی لغو کام حاصل ہوا ہے، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ کو یہ واقعہ بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابی نے سچ کہا یعنی خطبہ کے دوران بات کرنا لغو کام ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۱، شرح معانی الآثار: ۲۱۱۹)

خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کی ممانعت میں یہ آثار بھی وارد ہیں:

خالد الخذاء بیان کرتے ہیں کہ ابوقلابہ جمعہ کے دن اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا تھا وہ آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے

نماز نہیں پڑھی۔ (شرح معانی الآثار: ۲۱۳۱)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت امام منبر پر ہوا اس وقت نماز پڑھنا معصیت ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۱۳۲)

ثعلبہ بن مالک قرظی بیان کرتے ہیں: امام کا منبر پر بیٹھنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے اور اس کا خطبہ دینا کلام کو منقطع کر دیتا ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۱۳۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ہم نے جو آثار روایت کیے ہیں ان میں یہ تصریح ہے کہ امام کا نکلنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے، عبد اللہ بن صفوان آئے اس وقت حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے پس وہ آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی، حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ان پر انکار نہیں کیا اور نہ دیگر صحابہ اور فقہاء تابعین میں سے کسی نے ان پر اعتراض کیا، اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوقلابہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو

چاہیے کہ وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۴، صحیح مسلم: ۷۱۴)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو جب مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہو اور جب کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو جب مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے تو اس وقت اس کو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت اس کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو جب سورج طلوع ہو یا سورج غروب ہو یا سورج بالکل اس کے سر پر ہو تو اس وقت اس کا اس نماز کو پڑھنا جائز نہیں ہے، بس اسی طرح جب وہ مسجد میں داخل ہو اور اس وقت امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کا بھی اس وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

اور یہ جو میں نے ذکر کیا ہے یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۸۱-۴۸۳، ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۹۱۵-ج ۲ ص ۶۴۰ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے: خطبہ جمعہ کے دوران تحیۃ

المساجد پڑھنے میں مذاہب۔ یہ بحث ص ۶۵۳-۶۵۱ پر مذکور ہے۔

۳۳۔ بَابُ مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ

صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

۹۳۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو سَمِعَ جَابِرًا قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ أَصَلَّيْتُ؟ قَالَ لَا قَالَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۹۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۔ بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

۹۳۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ. وَعَنْ يُونُسَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْكَ الْكُرَاعُ وَهَلْكَ الشَّاءُ فَأَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَسْقِينَا. فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا.

[اطراف الحدیث: ۹۳۳-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷]

[۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۱-۱۰۲۹-۱۰۳۳-۳۵۸۲-۶۰۹۳-۶۳۴۲]

کی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۷۴، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۹، المستدرک: ۲۵۶، دلائل النبوة لابی نعیم: ۳۷۰، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۳۵۳، دلائل النبوة للہیثمی ج ۶ ص ۱۳۹)

شرح السنہ: ۱۱۶۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۶۹۳، ج ۲ ص ۲۵۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں رفع یدین سے وہ مراد نہیں ہے جو نماز میں رفع یدین ہے بلکہ اس سے مراد ہاتھوں کو لمبا کرنا اور بڑھانا ہے۔

”کتاب الدعوات“ میں ان شاء اللہ دعا میں رفع یدین کی صفت کا ذکر آئے گا۔

جمعہ کے دن خطبہ میں بارش

کے نزول کی دعا کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن عبد اللہ بن طلحہ نے حدیث بیان کی از حضرت

۳۵۔ بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ فِي

الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

۹۳۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتْ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي يَوْمٍ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ قَادَعُ اللَّهِ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً قَوْلَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهُمَا حَتَّى تَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ قَبْرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَطَرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْآخَرَى وَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ قَالَ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهْتَمُّ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ قَادَعُ اللَّهِ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتْ الْمَدِينَةُ مِثْلَ الْجُوبَةِ وَسَالَ الْوَادِي قَنَاقَةً شَهْرًا وَلَمْ يَجِءْ أَحَدٌ مِّنْ نَّاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجُودِ.

(صحیح مسلم: ۸۹۷، الرقم السلسل: ۲۰۳۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۱۵۔)

۱۵۱۳۔ ۱۵۱۲۔ ۱۱۷۵ اس حدیث کی باقی تخریج وہی ہے جو صحیح البخاری:

(۹۳۲ میں بیان کی۔)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے عہد میں لوگوں پر قحط آ گیا پس جس وقت نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بچے بھوکے ہیں سو آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے ہم اس وقت آسمان میں کوئی بادل کا ٹکڑا بھی نہیں دیکھ رہے تھے پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! ابھی آپ نے اپنے ہاتھوں کو نیچے نہیں کیا تھا حتیٰ کہ پہاڑوں کی مثل بادل اُٹ آئے پھر ابھی آپ منبر سے نہیں اترے تھے حتیٰ کہ میں نے دیکھا بارش آئی آپ ﷺ کی ڈاڑھی پر ٹپک رہی ہے پھر اس دن ہم پر بارش ہوئی اور اس کے اگلے دن بارش ہوئی اور اس کے بعد والے دن بارش ہوئی اور اس کے قریب والے دن بارش ہوئی حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی اور وہ دیہاتی کھڑا ہوا کوئی اور پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکان گر گئے اور مال غرق ہو گیا سو آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش برسا ہم پر نہ برسا پھر آپ بادل کی جس سمت بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے تو بادل ہٹ جاتے تھے اور پورا مدینہ حوض کی طرح ہو گیا اور وادی قنّاقہ کا نالہ ایک ماہ تک بہتا رہا اور جس طرف سے کوئی شخص آتا تھا وہ بارش کی کثرت کی خبر دیتا تھا۔

امام مالک کا خطبہ میں ہاتھ بلند کرنے کا انکار کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

خطبہ میں دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو پھیلاتا اور بلند کرنا اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے اور تذلل کا اظہار کرنے کے لیے ہے اور نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان ہاتھوں کو ناکام اور نامراد نہیں لوٹاتا اسی وجہ سے نبی ﷺ نے دعا میں اپنے ہاتھوں کو پھیلا یا۔

بعض لوگوں نے جمعہ کے خطبہ میں ہاتھوں کے بلند کرنے کا انکار کیا ہے مسروق نے بیان کیا کہ امام نے جمعہ کے دن ہاتھوں کو منبر پر بلند کیا تو لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو بلند کیا پس مسروق نے کہا: ان لوگوں کو کیا ہوا ہے اللہ ان لوگوں کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالے الزہری نے کہا: جمعہ کے دن ہاتھوں کو بلند کرنا بدعت ہے ابن سیرین نے کہا: سب سے پہلے جس نے جمعہ کے دن اپنے ہاتھوں کو بلند کیا وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن معمر تھے۔

امام مالک نماز استسقاء کے خطبہ کے سوا ہاتھوں کو بلند کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اس کی پوری تفسیر ان شاء اللہ تعالیٰ "کتاب الاستسقاء" میں آئے گی۔

اس حدیث میں "قناة" کا لفظ ہے یہ وادی کا نام ہے اور غیر منصرف ہے اور "جودة" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بہت زیادہ بارش۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۰-۵۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

دعا میں ہاتھ بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور بارش کی دعا کے لیے نماز استسقاء ----- کے پڑھنے کا لازم نہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے بارش کے نزول کی دعا کی تو فوراً بارش ہو گئی پھر ایک ہفتہ بعد آپ نے یہ دعا کی کہ مدینہ سے دور دور بارش ہو تو فوراً بادل چھٹ گئے اور مدینہ سے باہر بارش ہونے لگی اس میں نبی ﷺ کا معجزہ ہے کیونکہ آپ کی دونوں دعائیں فوراً قبول ہو گئیں۔

اس حدیث میں دعا کے اندر ہاتھوں کو بلند کرنے کا ثبوت ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک نے ایک روایت میں اس کو مکروہ کہا ہے اور دوسرے فقہاء نے تمام دعاؤں میں ہاتھوں کے بلند کرنے کو جائز کہا ہے اور بعض علماء نے صرف نماز استسقاء کی دعا میں ہاتھوں کے بلند کرنے کو جائز کہا ہے اور علماء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب کسی آفت اور مصیبت کو دور کرنے کی دعا کی جائے تو ہاتھوں کو بلند کیا جائے اور ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف رکھا جائے اور جب کسی چیز کے حصول کی دعا کی جائے تو ہاتھوں کے بطن کو آسمان کی طرف رکھا جائے۔

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اللہ سے کسی چیز کا سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے بطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۸۶ المستدرک ج ۱ ص ۵۳۶ مشکوٰۃ: ۲۲۴۲۵ کنز العمال: ۳۲۵۳-۳۲۳۲ المطالب العالیہ: ۳۳۴۶ شرح السنہ ج ۱ ص ۵۸۱) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ حیا فرمانے والا کریم ہے جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸ المستدرک ج ۱ ص ۴۹۷ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۳۶ ج ۸ ص ۳۱۸ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹ کنز العمال: ۳۱۳۵ کمال ابن عدی ج ۷ ص ۲۶۱۳)

صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بغیر نماز استسقاء پڑھے بارش کی دعا کی اور اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تائید ہے کہ بارش کی دعا کے لیے نماز استسقاء پڑھنا مشروع اور سنت تو ہے لیکن سنت لازمہ نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو خاموش رہنا اور جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو کام کیا

۳۶ - بَابُ الْإِنْصَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ وَإِذَا قَالَ لِصَاحِبِهِ
أَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا

اس باب میں خطبہ کے دوران چپ رہنے کا حکم بیان کیا گیا ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کسی شخص سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو اور بے فائدہ کام کیا لغو کا معنی ہے: صحیح کام کے خلاف جس کام پر کوئی اجر اور ثواب نہ ہو بعض نے کہا: اس

کا معنی ہے: باطل یا ناجائز کام۔

وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُنَصُّ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ
حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: جب امام
کلام کرے تو خاموش رہا جائے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح بخاری: ۸۸۳ اور ۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

۹۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ
عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ
الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن کبیر نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از
عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر
دی انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا: جب تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو
اور امام خطبہ دے رہا ہو تو تم نے لغو کام کیا۔

(صحیح مسلم: ۸۵۱، رقم المسلسل: ۱۹۳۳، سنن ترمذی: ۵۱۲، سنن نسائی: ۱۳۰۱، مسند الحمیدی: ۹۶۶، المستمعی: ۲۹۹، صحیح ابن خزیر: ۱۸۰۶، سنن بیہقی ج ۳
ص ۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۵۳۱۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳، طبع قدیم مسند احمد: ۴۳۳۳، ج ۱۲ ص ۲۸۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۷۷۷۲)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے پوچھا کہ جمعہ کے دن باتیں کرنا کس وقت مکروہ ہے؟ انہوں نے کہا: جب امام
خطبہ دے اور امام کلام کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۳۶، مجلس علمی بیروت: ۱۳۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۳، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۱۶ھ)
ثعلبہ بن ابی مالک القرظی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا، جب جمعہ کے دن امام نکل آتا
تو ہم نماز کو ترک کر دیتے اور جب وہ کلام کرتا تو ہم کلام کو ترک کر دیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۳۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)
زہری نے بیان کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ امام کا ٹکنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے اور امام کا کلام کرنا کلام کو منقطع کر دیتا
ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۳۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علقمہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن مدینہ آئے، میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ اب روانہ ہوں، پھر میں مسجد
میں آیا پس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قریب بیٹھا، پھر میرے اصحاب میں سے ایک شخص آیا وہ مجھ سے باتیں کر رہا تھا اور امام خطبہ
دے رہا تھا، ہم اس طرح اور اس طرح کرتے رہے جب اس نے بہت باتیں کیں تو میں نے اس سے کہا: چپ کر، جب ہم نے نماز
پڑھ لی تو میں نے حضرت ابن عمر سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: رہے تم تو تمہارا جمعہ نہیں ہوا اور رہا تمہارا ساتھی تو وہ گدھا

ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۳۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

شععی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ذر یا حضرت الزبیر بن العوام ان دونوں میں سے کسی ایک نے نبی ﷺ سے سنا آپ
جمعہ کے دن منبر پر ایک آیت تلاوت کر رہے تھے ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے صاحب سے کہا: یہ آیت کب نازل ہوئی

تھی؟ جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تمہارا جمعہ نہیں ہوا انہوں نے نبی ﷺ کے پاس جا کر اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: عمر نے سچ کہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اس وقت باتیں کیں جب امام خطبہ دے رہا تھا تو وہ اس گدھے کی طرح ہے جس نے کتابوں کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے اور جس نے اس سے یہ کہا: چپ کرو اس کا جمعہ نہیں ہوا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۱، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۸-۱۴۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۰۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک شخص سے کہا: تمہاری نماز نہیں ہوئی، اس شخص نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا، پس کہا: یا رسول اللہ! سعد کہتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے سعد! کس وجہ سے؟ انہوں نے کہا: جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو یہ باتیں کر رہا تھا، تب آپ نے فرمایا: سعد نے سچ کہا۔

(مسند ابی ہریرہ: ۶۴۲، مسند ابویعلیٰ: ۷۰۸-۷۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)
ابراہیم السکسکی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جو شخص تین چیزوں سے محفوظ رہا، اس کے اس جمعہ اور آنے والے جمعہ کے درمیان گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے: (۱) وہ جمعہ کے دوران وضوء نہ توڑے (۲) خطبہ کے دوران باتیں نہ کرے (۳) خطبہ کے دوران کسی سے یہ نہ کہے کہ چپ کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۵۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت اور رخصت کے محال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ائمہ فتویٰ کی جماعت نے یہ کہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب ہے اور اس کی دلیل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں ہے، اس کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی مذکور ہیں۔ حدیث میں ہے: جو جمعہ کے درمیان باتیں کرتا رہا، اس کا جمعہ نہیں ہوا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا جمعہ کامل نہیں ہوا، جس طرح اس شخص کا جمعہ ہوتا ہے جو جمعہ کے خطبہ کے دوران خاموش رہا اور فقہاء کی جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کا جمعہ ادا ہو جائے گا اور وہ ظہر نہ پڑھے۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلائیں یا خطبہ کے دوران کلام کیا تو آیا اس پر ظہر پڑھنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے کہ جب ظالم حکام جمعہ کا خطبہ دیں یا خطبہ میں ناجائز امور بیان کریں تو ان کے خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب نہیں ہے۔

ابراہیم النخعی، شعبی، ابو بردہ اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ حجاج بن یوسف کے خطبہ کے دوران باتیں کرتے رہتے تھے اور بعض نے کہا: ہم کو ان کا خطبہ سننے کا حکم نہیں دیا گیا، لیث نے کہا: جب امام خطبہ میں اللہ کا ذکر اور نصیحت نہ کرے تو اس کے خطبہ کے دوران باتیں کرنا اور اس کا خطبہ نہ سننا جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۲۰، مجلس علمی بیروت)

ابن وہب مالکی نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ جب امام خطبہ میں لغو باتیں کرے اور لوگوں کو برا کہے، تب بھی لوگوں پر

واجب ہے کہ وہ خاموش رہیں اور باتیں نہ کریں اور امام مالک سے یہ بھی روایت ہے کہ جب امام خطبہ میں ایسے امور ذکر کرے جن کا خطبہ سے تعلق نہیں ہے نہ نماز سے اور نہ کتاب اللہ سے تو پھر لوگوں پر دوران خطبہ خاموش رہنا واجب نہیں ہے۔

خطبہ کے دوران اگر کوئی سلام کرے یا کسی کو چھینک آئے تو اس کا جواب دینا واجب نہیں ہے ابراہیم نخعی، شعبی اور حسن بصری نے اس کی اجازت دی ہے اور یہی ثوری، اوزاعی اور امام احمد کا قول ہے امام مالک، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۰۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اسی کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۳۷-۳۳۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۶۴۔ ج ۲ ص ۶۲ پر مذکور ہے اس کی شرح میں اختصار کے ساتھ مذاہب فقہاء بیان کیے گئے ہیں۔

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا پس فرمایا: اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو مسلمان بندہ اس ساعت کو پالے اور وہ اس ساعت میں کھڑا ہو نماز پڑھ رہا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ اس کو وہ چیز عطا فرمادیتا ہے اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی ہے۔

۳۷- بَابُ السَّاعَةِ الَّتِي فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ

۹۳۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي، يَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ يَقِلُّهَا. [الطواف الحديث: ۵۲۹۳-۶۳۰۰]

(صحیح مسلم: ۸۵۲، رقم المسلسل: ۱۹۳۶، سنن نسائی: ۱۳۴۰، السنن الکبریٰ: ۱۷۵۱، صحیح ابن حبان: ۲۷۹۵، مصنف عبدالرزاق: ۵۴۱۶، سنن داری:

۱۵۴۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۰، طبع قدیم مسند احمد: ۷۷۶۳۔ ج ۱۳ ص ۱۸۴، مؤسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

معتقد میں اس ساعت میں اختلاف ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہوتی ہے (یہ وقت تقریباً ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ تک رہتا ہے) اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک رہتا ہے۔

حسن بصری اور ابو العالیہ نے کہا: یہ ساعت زوال آفتاب کے وقت ہوتی ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت زوال آفتاب سے لے کر ایک ہاتھ سائے تک ہوتی ہے حضرت عائشہ نے کہا: اس ساعت کا وقت وہ ہے جب مؤذن نماز کی اذان دیتا ہے حضرت ابن عمر نے کہا: اس ساعت کا وہ وقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے اختیار کر لیا ہے حضرت ابو بردہ اور ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے حضرت ابوامامہ نے کہا: مجھے امید ہے کہ یہ وہ ساعات ہیں جب مؤذن اذان دیتا ہے یا جب امام منبر پر

بیٹھتا ہے یا جب اقامت ہوتی ہے۔

شعبی نے کہا: یہ وقت خرید و فروخت حرام ہونے سے لے کر حلال ہونے تک ہے اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ جمعہ کی ساعت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے تھے انہوں نے کہا: ہاں! میں نے سنا ہے وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام تک ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت عصر سے لے کر غروب آفتاب تک ہے حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اور مجاہد اور طاؤس سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ ساعت عصر کے بعد ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری ہے وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں یہ عروج کا وقت ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کرنے کا وقت ہے سو اس وقت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے نمازیوں کی مغفرت واجب کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ جس شخص نے سودا بیچنے کے لیے یہ قسم کھائی کہ اس کو یہ چیز اتنے کی ملی ہے اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا تو اس کو نبی ﷺ نے شدید وعید سنائی ہے اور یہ اس ساعت کی تعظیم کی وجہ سے وعید ہے۔

حضرت عبداللہ بن السلام نے حضرت ابو ہریرہ سے اس حدیث کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں! یہ وضاحت اس لیے کی کہ عصر کے بعد تو نوافل پڑھنا منع ہیں اور حدیث میں یہ ہے کہ یہ ساعت اس وقت ہوتی ہے جب بندہ نماز پڑھ رہا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بندہ عصر کی نماز پڑھ کر مغرب کی نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو تو اس کا شمار نماز میں ہی ہوتا ہے اس لیے اس ساعت کا عصر کے بعد ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے وہ عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۶-۶۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق احادیث اور آثار

عوف بن حصیرہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جس قبولیت کی ساعت کی امید کی جاتی ہے وہ امام کے نکلنے سے لے کر اختتام نماز تک ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ساعت عصر اور غروب آفتاب کے درمیان ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن جس ساعت کا ذکر کیا جاتا ہے وہ عصر سے غروب

آفتاب کے درمیان ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے پاس تھا ان سے جمعہ کی ساعت کے متعلق سوال کیا گیا میں نے کہا: یہ وہ

ساعت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا ہے یا جس وقت میں نماز ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور

مجھے برکت کی دعا دی ان کو میرا جواب پسند آیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے امید ہے کہ جمعہ کے دن یہ ساعت ان اوقات میں ہوگی: جب مؤذن اذان دے جب امام منبر پر ہو یا اقامت کے وقت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۸، مجلس علمی بیروت)

حسن بصری نے کہا: یہ ساعت زوال آفتاب کے وقت نماز کے وقت میں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۹، مجلس علمی بیروت)

شعی نے کہا: یہ خرید و فروخت حرام ہونے کے وقت سے لے کر اس کے حلال ہونے کے درمیان ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۱۰، مجلس علمی بیروت)

سلامہ بنت افعی بیان کرتی ہیں: میں عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی میں نے سنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماری تھیں: جمعہ کا دن یوم عرفہ کی مثل ہے اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ہم نے پوچھا: وہ کون سی ساعت ہے؟ انہوں نے فرمایا: جب مؤذن اذان دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۱۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۷۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسری روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب مؤذن فجر کی اذان دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۵۱۳، مجلس علمی بیروت)

جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے اس کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ساعت کا حقیقی معنی ہے: ایک گھنٹہ یعنی دن اور رات کا چوبیس واں جز اور کبھی ساعت کا اطلاق زمانہ کے ایک جز پر ہوتا ہے جس کی مقدار غیر معین ہے اور کبھی ساعت کا اطلاق آن حاضر پر ہوتا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ وہ ساعت اب بھی باقی ہے یا اٹھالی گئی صحیح یہ ہے کہ وہ ساعت اب بھی باقی ہے اور ہر جمعہ میں آتی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے غلام صالح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ شب قدر کو اٹھالیا گیا ہے حضرت ابو ہریرہ نے کہا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا میں نے پوچھا: پس یہ ہر رمضان میں آئے گی؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: لوگوں کا یہ زعم ہے کہ جمعہ کی وہ ساعت جس میں ہر مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے وہ ساعت اٹھالی گئی ہے حضرت ابو ہریرہ نے کہا: جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا میں نے پوچھا: یہ ساعت ہر آنے والے جمعہ میں آئے گی؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف عبد الرزاق: ۵۶۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ساعت جمعہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں ایک قول ہے کہ اس کو لیلۃ القدر کی طرح مخفی رکھا گیا ہے اور اس کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کو تلاش کرنے کے لیے محنت اور جدوجہد کریں اور جمعہ کے روز سارا دن اس ساعت کو تلاش کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔

ساعت جمعہ کے متعلق چالیس اقوال ہیں محبت طبری نے کہا ہے کہ ان میں سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی

ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ساعت امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام

تک ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۵۳، رقم المسلسل: ۱۹۴۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۴۹)

ان میں سب سے زیادہ مشہور حدیث حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن السلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ہم کتاب اللہ (تورات) میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں ایک ساعت ہے جو بندہ مومن اس ساعت میں نماز پڑھے اور اس ساعت میں اللہ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے حضرت عبداللہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے اشارہ سے بتایا کہ وہ ساعت تھوڑی سی ہے میں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا میں نے پوچھا: وہ کون سی ساعت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ دن کی آخری ساعت ہے میں نے عرض کیا: وہ نماز کا وقت تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! بے شک جب بندہ مومن نماز پڑھتا ہے پھر بیٹھ جاتا ہے اور وہ صرف نماز ہی کے انتظار میں ہوتا ہے تو وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۹، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں۔)

علامہ عینی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے اور وہ درج ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر فرمایا پس فرمایا: اس میں ایک ساعت ہے جو بندہ مومن اس ساعت میں نماز پڑھتا ہے وہ اللہ سے جس چیز کا سوال کرتا ہے اللہ اس کو وہ چیز عطا فرمادیتا ہے آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۹۳۵، صحیح مسلم: ۸۵۲، سنن نسائی: ۱۳۳۰)

میں کہتا ہوں کہ اس ساعت کا مصداق عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کو قرار دیا جائے تو اس صورت میں یہ تینوں حدیثیں جمع ہو جاتی ہیں لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اس وقت میں ضرور دعا کریں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۶۵۔ ج ۲ ص ۷۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: ساعت جمعہ۔

۳۸۔ بَابُ إِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْإِمَامِ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ، فَصَلَاةُ الْإِمَامِ وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ

جب جمعہ کی نماز میں بعض لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں اور بعض امام کے ساتھ باقی رہیں تو امام اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز جائز ہے

۹۳۶۔ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَتْ عِثْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا بِأَنْفُسِهِمْ فَلْيَأْذُوا بِغُلُوبِهِمْ لَسَوْفَ أَنْتُمْ عَاظِمُونَ﴾

(الجمعة: ۱۱) | اطراف الحديث: ۲۰۵۸-۲۰۶۳-۲۸۹۹ |

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از حصین از سالم بن ابی الجعد انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: جس وقت ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اس وقت غلہ لے کر ایک قافلہ آیا سب نمازی اس کی طرف متوجہ ہو گئے حتیٰ کہ نبی ﷺ کے ساتھ صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا کوئی کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف

دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ (الجمعة: ۱۱)

(صحیح مسلم: ۸۶۳، رقم المسلسل: ۱۹۶۴، سنن ترمذی: ۳۳۱۱، السنن الکبریٰ: ۱۱۵۹۳، معنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۳، السنن: ۲۹۴، مسند ابی یوسف: ۱۵۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت کو پلایا اس نے نماز کو پلایا۔ (صحیح البخاری: ۸۵۰، صحیح مسلم: ۶۰۷، سنن ابوداؤد: ۱۱۲۱، سنن نسائی: ۱۳۲۲، سنن ابن ماجہ: ۱۱۱۹) اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں اور امام کا اشتراک جس کم از کم مقدار میں ہے وہ ایک رکعت ہے، پس اگر امام نے تکبیرۃ تحریمہ پڑھی اور نمازیوں نے اس کے ساتھ تکبیرۃ تحریمہ نہیں پڑھی تو پھر امام کا جمعہ پر بناء کرنا صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر وہ امام کے تکبیرۃ تحریمہ پڑھنے کے بعد امام کو چھوڑ کر چلے گئے پھر بھی امام کا جمعہ پر بناء کرنا صحیح نہیں ہے۔

امام طحاوی نے اپنے اصحاب کے لیے اس سے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کی صحت کے لیے امام اور مقتدی دونوں شرط ہیں، پس جب مقتدی امام کے ساتھ نماز کا بعض حصہ پالے تو اس کا جمعہ صحیح ہوتا ہے خواہ وہ امام کے ساتھ تمام نماز نہ پالے اسی طرح جب مقتدیوں کی نماز کے بعض حصہ میں امام کی مشارکت ہو جائے تو اس کا بھی جمعہ صحیح ہونا چاہیے۔

جمعہ کے دن نبی ﷺ کو چھوڑ کر نہ جانے والے صحابہ کے اسماء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۷۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ قنادہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے باقی رہ جانے والے نمازیوں سے پوچھا: تم کتنے ہو؟ تو انہوں نے گن کر بتایا: بارہ مرد اور ایک عورت ہے۔

(جامع البیان جز ۲۸ ص ۱۱۸، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

عقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی ہے کہ ان میں خلفاء اربعہ تھے، حضرت ابن مسعود تھے اور کچھ انصار تھے اور سہیلی نے سند منقطع کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ ان میں عشرہ مبشرہ تھے اور حضرت بلال اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما تھے۔

خطبہ چھوڑ کر چلے جانے والے صحابہ کی طرف سے توجیہ

مقاتل بن حیان بیان کرتے ہیں کہ ابتداء میں رسول اللہ ﷺ عیدین کی طرح پہلے نماز جمعہ پڑھاتے تھے پھر خطبہ دیتے تھے حتیٰ کہ ایک جمعہ کو نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے اس وقت آپ نماز جمعہ پڑھا چکے تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا: حضرت وحیہ رضی اللہ عنہا مال تجارت لے کر آگئے ہیں اور جب حضرت وحیہ آتے تھے تو ان کے گھر والے دف بجا کر ان کا استقبال کرتے تھے پس نمازی قافلہ کی طرف نکلے ان کا یہ گمان تھا کہ خطبہ کو ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا بِانْفِصَوْا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَانِمًا. (الجمعة: ۱۱)

اور جب یہ لوگ کوئی تجارتی قافلہ یا کوئی تماشہ دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

(مراسل ابوداؤد ص ۷، 'اصح المطابع' کراچی)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اگرچہ سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں ہے لیکن صحابہ کے ساتھ حسن ظن یہ واجب کرتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

الانقادات جمعہ کے لیے کم از کم نمازیوں کی تعداد میں مذاہب ائمہ

جمعہ کے انعقاد کے لیے کتنے آدمیوں کا ہونا ضروری ہے اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) امام ابو حنیفہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمی ضروری ہیں (۲) صاحبین کے نزدیک دو آدمی ضروری ہیں (۳) اشعری اور طاہریہ کے نزدیک ایک آدمی ضروری ہے (۴) عکرمہ کے نزدیک سات آدمی ضروری ہیں (۵) ربیعہ کے نزدیک نو یا بارہ آدمی ضروری

ہیں (۶) امام مالک کے نزدیک تیرہ یا بیس یا تیس آدمی ضروری ہیں (۷) عمر بن عبدالعزیز کے نزدیک چالیس آدمی ضروری ہیں (۸) امام شافعی کے نزدیک چالیس آزاد عاقل بالغ، مقیم آدمی ضروری ہیں (۹) امام احمد کے نزدیک پچاس آدمی ضروری ہیں تاہم راجح قول امام اعظم کا ہے۔ (ہدایہ) (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۶۰-۳۵۶ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث: ۱۸۹۶۔ ج ۲ ص ۶۳۵ پر مذکور ہے اس کی شرح میں دوران خطبہ بعض صحابہ کے چلے جانے کی توجیہ بیان کی گئی ہے۔

۳۹۔ بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلَهَا
۹۳۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ، فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ
جموعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی نماز کی مقدار
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اور مغرب کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں پڑھتے تھے اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اور آپ جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ (اپنے گھر) لوٹ آتے پھر آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ [اطراف الحدیث: ۱۱۶۵-۱۱۷۲-۱۱۸۰]

(سنن ابوداؤد: ۱۲۵۲، سنن نسائی: ۱۳۲۶-۸۷۲، السنن الکبریٰ: ۳۴۴، مصنف عبد الرزاق: ۳۸۱۰، صحیح ابن خزییمہ: ۱۸۷۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۴۰، شرح السنہ: ۸۶۸، مسند احمد ج ۲ ص ۶۳ طبع قدیم مسند احمد: ۵۲۹۶۔ ج ۹ ص ۲۲۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)
اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ جمعہ کے بعد گھر آ کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

جموعہ کی سنتوں کی تفصیل

قنادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھتے تھے ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵۵۴۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)
ابو عبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھیں اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعت پڑھیں حتیٰ کہ ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پڑھیں اس کے بعد چار رکعت پڑھیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵۵۴۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۰۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ

الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾ (الجمعة: ۱۰)

اس آیت کی تفسیر حسب ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جب نماز ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ (الجمعة: ۱۰)

نماز جمعہ پڑھنے کے بعد کاروبار کرنا واجب نہیں، مباح ہے

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ نماز جمعہ پڑھنے کے بعد خرید و فروخت کرنا واجب ہے، کیونکہ اس سے پہلی آیت میں نماز جمعہ کے بعد خرید و فروخت سے منع فرمایا تھا اور کسی کام کی ممانعت کے بعد جب اس کا امر کیا جائے تو وہ امر وجوب کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اباحت کے لیے ہوتا ہے، جیسے حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا، پھر شکار کرنے کا امر فرمایا تو یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے، اباحت کے لیے ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

أَحَلَّتْ لَكُمْ بِهِيْمَةَ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ
غَيْرَ مُجَلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ (المائدہ: ۱)

تمہارے لیے مویشی چوپائے حلال کیے گئے ہیں ماسوا ان کے جن کی تلاوت کی جائے گی مگر حالت احرام میں شکار کرنے والے نہ بننا۔

اس آیت میں حالت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا اور دوسری آیت میں احرام کھولنے کے بعد شکار کرنے کا حکم دیا ہے:

وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (المائدہ: ۲)

اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کرو۔ اس آیت میں بھی چونکہ شکار کرنے کا حکم ممانعت کے بعد ہے اس لیے یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ اجازت اور اباحت کے لیے ہے۔

اللہ کا فضل طلب کرنے کے محامل

عراک بن مالک جب جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں نے تیرے حکم پر عمل کیا اور تیرے فرض کو پڑھا اور تیرے حکم کے مطابق زمین میں پھیل گیا، اب تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔

جعفر بن محمد نے ”وابتغوا من فضل اللہ“ کی تفسیر میں کہا: اس سے مراد ہفتہ کے دن کام کرنا ہے۔

حسن بصری اور سعید بن مسیب نے کہا: اس سے مراد علم کو طلب کرنا اور نفل نماز پڑھنا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں دنیا کو طلب کرنے کا حکم نہیں دیا، اس سے مراد بیماروں کی عیادت کرنا ہے، جنازوں پر حاضر ہونا ہے اور مسلمان بھائیوں کی زیارت کرنا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۹۷-۹۶ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

مقاتل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نماز کے بعد رزق کے طلب کرنے کو مباح کر دیا ہے جو چاہے رزق کو طلب کرے اور جو چاہے نہ طلب کرے۔

ضحاک نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے وہ چاہے تو نماز کے بعد مسجد سے چلا جائے اور چاہے تو بیٹھا رہے اور اللہ کے فضل کی طلب میں افضل یہ ہے کہ وہ رزق کو طلب کرے یا نیک اولاد کو یا علم نافع کو یا دوسرے عمدہ کاموں کو۔

اور اس آیت میں بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ مجاہد نے کہا: بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا تب ہوگا جب چلتے ہوئے کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۳۳-۵۳۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

مصنف کے نزدیک فضل اللہ کے طلب کرنے کے تین محمل ہیں: (۱) فضل کے معنی ہیں: زیادتی، لہذا نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد مزید نماز پڑھنے کی توفیق کو طلب کرے (۲) رزق حلال میں زیادتی کو طلب کرے (۳) اللہ تعالیٰ سے کسی عبادت کی وجہ سے

نہیں بلکہ اس کے فضل کی وجہ سے جنت اور اللہ کی رضا کو طلب کرے۔

اس آیت کے مزید مباحث بیان القرآن ج ۱۱، الجمعہ: ۱۰ میں مطالعہ فرمائیں۔

۹۳۸۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبَعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أَصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِّنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُونُ أَصُولُ السِّلْقِ عَرْقَةً وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَتُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتَقْرُبُ ذَلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَتَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لَطْعَامِهَا ذَلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو غسان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم میں ایک خاتون رہتی تھیں انہوں نے نہر کے کنارے ایک کیاری بنائی ہوئی تھی جس میں چقدر بوئے ہوئے تھے جمعہ کے دن وہ چقدر کی جزیں نکال کر ایک دیگی میں ڈالتیں اور اس میں ایک مٹھی جو پیس کر ڈال دیتیں اور وہ چقدر کی جزیں گوشت کے قائم مقام ہو جاتیں ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آتے تو ان کو سلام کرتے وہ خاتون ہم کو وہ طعام پیش کرتیں ہم اس کو چاٹ چاٹ کر کھاتے ہم اس طعام کی وجہ سے جمعہ کے دن کی تمنا کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۹۳۹-۹۴۱-۲۳۳۹-۵۲۰۳-۶۲۳۸-۶۲۷۹]

(صحیح مسلم: ۸۵۹، الرقم المسلسل: ۱۹۵۸، سنن ترمذی: ۵۲۵، سنن ابو داؤد: ۱۰۸۶، سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۸۷۵، المعجم الکبیر: ۵۷۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۵۶۱، ج ۲۳ ص ۳۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم یہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الحنفی ہیں (۲) ابو غسان یہ محمد بن مطرف المدنی ہیں (۳) ابو حازم وہ سلمہ بن دینار ہیں (۴) سہیل بن سعید بن مالک الانصاری الساعدی۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۶۳)

بڑی عمر کی اجنبی عورت سے سلام اور کلام کرنے اور اس کی دعوت کھانے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ جا کر اس خاتون کو سلام کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اجنبی عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ خاتون معمر ہوں گی ورنہ جوان اجنبی عورت کے گھر جانا اور اس کو سلام کرنا اور اس سے باتیں کرنا اور اس کی دعوت طعام کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بہر حال کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نماز پڑھ کر اس خاتون کے گھر جاتے تھے اس حدیث میں عبادت کو مقدم کرنے کا بیان ہے۔

۹۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ یہی حدیث بیان کی اور انہوں نے کہا: ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے اور کھانا کھاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، گزشتہ حدیث: ۹۳۸ میں بیان کی جا چکی ہے۔

۴۱۔ بَابُ الْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

۹۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كُنَّا نَبْكَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيلُ.

جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عقبہ الشیبانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الفزاری نے حدیث بیان کی ازحمید انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم جمعہ کے لیے جلدی جاتے تھے پھر ہم قیلولہ کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۹۴۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ تَكُونُ الْقَائِلَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے پھر اس کے بعد قیلولہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۳۸ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۸۷۔ ج ۲ ص ۶۳۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

اختتامی کلمات

الحمد لله رب العالمين! آج ۱۶ صفر ۱۴۲۸ھ / ۶ مارچ ۲۰۰۷ء بروز منگل قبل العصر ”نعمۃ الباری فی شرح البخاری“ کی جلد ثانی کی تکمیل ہو گئی یہ جلد ”کتاب الجمعة“ کے اختتام پر ختم ہوئی ہے اور اس کی آخری حدیث کا نمبر ۹۴۱ ہے اس کے بعد ”نعمۃ الباری“ کی تیسری جلد ان شاء اللہ ”کتاب صلوة الخوف“ سے شروع ہوگی۔

فالحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه مباركاً عليه كما يحب ربنا ويرضى. اللہ العظیم! جس طرح آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے ”نعمۃ الباری“ کی باقی جلدیں بھی مکمل کرا دے اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرما، میری والدین کی میرے اساتذہ اور میرے احباب کی اور میرے تلامذہ کی اور اس کتاب کے قارئین کی اس کتاب کے صحیح کی اور ناشر کی اور جملہ اہل اسلام کی مغفرت فرما اور ہمیں دارین کی سعادتیں اور کامرانیاں عطا فرما، ہمیں ناگہانی آفتوں اور مصائب سے محفوظ اور مامون رکھ ایمان پر ہمارا خاتمہ فرما، ہماری لغزشوں اور گناہوں کو معاف فرما، قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب فرما اور محض اپنے فضل سے جنت الفردوس عطا فرما۔ (آمین)

غلام رسول سعیدی غفرلہ

موبائل: ۰۳۰۰۔۲۱۵۶۳۰۹

۰۳۲۱۔۲۰۲۱۷۴۴

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد ثانی کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعداد حدیث
۱۱ اگست ۲۰۰۶ء	۱۶ رجب ۱۴۲۷ھ	جمعہ			۳۴۹
یکم ستمبر ۲۰۰۶ء	۷ شعبان ۱۴۲۷ھ	جمعہ	۸۶	۸۶	۴۰۱
یکم اکتوبر ۲۰۰۶ء	۸ رمضان ۱۴۲۷ھ	پیر	۱۴۴	۲۳۰	۴۸۳
یکم نومبر ۲۰۰۶ء	۸ شوال ۱۴۲۷ھ	بدھ	۱۰۹	۳۳۹	۵۹۵
یکم دسمبر ۲۰۰۶ء	۹ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ	جمعہ	۱۰۰	۴۳۹	۶۶۱
یکم جنوری ۲۰۰۷ء	۱۰ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ	پیر	۹۳	۵۳۲	۷۳۵
یکم فروری ۲۰۰۷ء	۱۲ محرم ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۸۸	۶۲۰	۸۰۲
یکم مارچ ۲۰۰۷ء	۱۱ صفر ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۰۶	۷۲۶	۹۲۴
اختتام ۶ مارچ ۲۰۰۷ء	۱۶ صفر ۱۴۲۸ھ	منگل	۲۰	۷۴۶	۹۴۱



ماخذ و مراجع

کتب الہیہ

۱- قرآن مجید

۲- تورات

۳- انجیل

کتب احادیث

- ۴- امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
- ۵- امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ موطا امام مالک، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۹ھ
- ۶- امام عبد اللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ کتاب الزہد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
- ۸- امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی
- ۹- امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۰۷ھ
- ۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ المسند، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۰ھ
- ۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود المتوفی ۲۰۴ھ مسند ابوداؤد الطیالسی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
- ۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت ۱۴۰۴ھ
- ۱۳- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ مصنف عبد الرزاق، مطبوعہ کتب اسلامی، بیروت ۱۳۹۰ھ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
- ۱۴- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ المسند، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت
- ۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی، مکی متوفی ۲۲۷ھ سنن سعید بن منصور، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۶- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف، مطبوعہ ادارہ القرآن، کراچی ۱۴۰۶ھ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ
- ۱۷- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ دار الوطن، بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۱۸- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ مجلس علمی، بیروت ۱۴۲۷ھ
- ۱۹- امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ المسند، مطبوعہ کتب اسلامی، بیروت ۱۳۹۸ھ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۵ھ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۲۰ھ عالم الکتب، بیروت ۱۴۱۹ھ
- ۲۰- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی، مطبوعہ دار الکتب العربی، ۱۴۰۷ھ دار المعرفۃ، بیروت

۱۲۲۰ھ

۲- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ دار ارقم، بیروت

۲۲- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
 ۲۳- امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ
 ۲۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ دار الجلیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۵- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
 ۲۶- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسل ابو داؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
 ۲۷- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ دار الجلیل، بیروت، ۱۹۹۸ء
 ۲۸- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ
 ۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
 ۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثنائی، مطبوعہ دار الراۃ، ریاض، ۱۴۱۱ھ
 ۳۱- امام احمد عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت
 ۳۲- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
 ۳۳- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
 ۳۴- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ
 ۳۵- امام ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
 ۳۶- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی، مطبوعہ دار المامون التراث، بیروت، ۱۴۰۴ھ
 ۳۷- امام عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
 ۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ
 ۳۹- امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابو عوانہ، مطبوعہ دار الباز، مکہ مکرمہ
 ۴۰- امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ دار بلنسیہ، ریاض، ۱۴۲۰ھ
 ۴۱- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتہائی، پاکستان، لاہور، ۱۴۰۴ھ
 ۴۲- امام ابو جعفر محمد بن احمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبی، ۱۴۲۶ھ
 ۴۳- امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقلمی، متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
 ۴۴- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ

۴۵- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی

- بیروت ۱۴۰۵ھ
- ۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم اوسط، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۰۵ھ دارالفکر
- بیروت ۱۴۲۰ھ
- ۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۴۸- امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی، المتوفی ۳۶۵ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۴۱۲ھ
- ۴۹- امام ابو حفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاپین، المتوفی ۳۸۵ھ، النسخ والمسنوخ من الحدیث، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۲ھ
- ۵۰- امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ، متوفی ۳۹۶ھ، کتاب العظمت، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۵۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک، مطبوعہ دار الباز، مکہ مکرمہ، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
- ۱۴۱۸ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
- ۵۲- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی، متوفی ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۵۳- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی، متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة، مطبوعہ دار النفاکس، بیروت
- ۵۴- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان
- ۵۵- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۵۶- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، معرفة السفن والآثار، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۵۷- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ
- ۵۸- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الآداب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
- ۵۹- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ مکتبۃ المنارة، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ھ
- ۶۰- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ
- ۶۱- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۲۳ھ
- ۶۲- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، البعث والنشور، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۳ھ
- ۶۳- امام ابو عمر یوسف ابن عبد البر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ، جامع بیان العلم وفضله، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۶۴- امام ابو شجاع شیرویه بن شہر دار بن شیرویه الدیلمی، المتوفی ۵۰۹ھ، الفردوس بما ثور الخطاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۴۰۶ھ
- ۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۲ھ
- ۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
- ۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۱۴۰۷ھ
- ۶۸- امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، جامع المسانید، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۲۶ھ

- ۶۹- امام محمد بن المبارک بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ جامع الاصول مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۸ھ
- ۷۰- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ الترغیب والترہیب مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ ۱۳۰۷ھ دار ابن کثیر بیروت ۱۳۱۳ھ
- ۷۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ التذکرۃ فی امور الآخرة مطبوعہ دار البخاری مدینہ منورہ
- ۷۲- امام ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ مطبوعہ اصح المطابع دہلی دار ارقم بیروت
- ۷۳- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زلیعی متوفی ۷۶۲ھ نصب الراية مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند ۱۳۵۷ھ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۶ھ
- ۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی المتوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۳۰۲ھ
- ۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی المتوفی ۸۰۷ھ کشف الاستار مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳۰۴ھ
- ۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر بصری شافعی متوفی ۸۴۰ھ اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۳۲ھ
- ۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان مارذینی ترکمان متوفی ۸۴۵ھ الجواہر النقی مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
- ۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ تلخیص المستدرک مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ
- ۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ المطالب العالیہ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ
- ۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الجامع الصغیر مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۳۲۰ھ
- ۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ جامع الاحادیث الکبیر مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۱۳ھ
- ۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ البدور السافرة مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۶ھ دار ابن حزم بیروت ۱۳۱۳ھ
- ۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ جمع الجوامع مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۱ھ
- ۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الخصائص الکبریٰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۰۵ھ
- ۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت

کتاب تفاسیر

- ۸۶- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ جامع البیان مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۰۹ھ دارالفکر بیروت
- ۸۷- امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۳۱۷ھ
- ۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ تاویلات اہل السنۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۶ھ
- ۸۹- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی خیشا پوری متوفی ۴۶۸ھ الوسیط مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۵ھ

- ۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، 'تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۱۵ھ
- ۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، 'الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۱۵ھ
- ۹۲- قاضی ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، 'انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، مصر
- ۹۳- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، 'مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ، پشاور
- ۹۴- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، 'روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر، بیروت

۱۳۱۷ھ

- ۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ، 'بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی، لاہور
- ۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ، 'شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ، 'حاشیہ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

کتاب شروح حدیث

- ۹۷- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطل مالکی اندلسی، متوفی ۴۴۹ھ، 'شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبہ الرشید، ریاض

۱۳۲۰ھ

- ۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، 'الاستذکار' مطبوعہ مؤسسة الرسالة، بیروت ۱۳۱۳ھ
- ۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، 'تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ، لاہور ۱۳۰۴ھ، 'دار الکتب العلمیہ'، بیروت ۱۳۱۹ھ
- ۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، 'اکمال المعلم بہ فوائد مسلم' مطبوعہ دار الوفا، بیروت ۱۳۱۹ھ
- ۱۰۱- علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، 'کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

بیروت ۱۳۴۴ھ

- ۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، 'مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
- ۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی، متوفی ۶۶۱ھ، 'کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ' مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۳۲۲ھ
- ۱۰۴- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، 'المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت ۱۳۱۷ھ
- ۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، 'شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد، صحیح الطابع، کراچی ۱۳۷۵ھ
- ۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ، 'شرح الطیبی' مطبوعہ ادارة القرآن، ۱۳۱۳ھ
- ۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ، 'فتح الباری' دار ابن الجوزی، ریاض ۱۳۱۷ھ
- ۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، 'اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۱۵ھ
- ۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، 'فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، دار الفکر

بیروت ۱۳۲۰ھ

- ۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، 'نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر

بیروت

- ۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، 'عمدة القاری' مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ، مصر ۱۳۴۸ھ، دار الکتب

العلمیہ ۱۲۲۱ھ

- ۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۳۲۰ھ
- ۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۵ھ
- ۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر ۱۳۰۶ھ
- ۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۰ھ
- ۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباچ علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۳۱۲ھ
- ۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحوائک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۸ھ
- ۱۱۸- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۵ھ
- ۱۱۹- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدر مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۳۱۸ھ

- ۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشماک مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- ۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- ۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
- ۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور
- ۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ الاسرار المرفوعہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
- ۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی
- ۱۲۶- شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تاج کمار لکھنؤ
- ۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ
- ۱۲۸- شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الانواری مطبوعہ نشر السنہ ملتان داراحیاء التراث العربی بیروت

۱۳۱۹ھ

- ۱۲۹- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۷۵ھ
- ۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
- ۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی موطامناک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۰ھ
- ۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبہ الحراء
- ۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

کتب اسماء الرجال

- ۱۳۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاريخ الکبیر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۲ھ
- ۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منہج الانام النسائی فی البحر والتحدیل دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۲۳ھ

- ۱۳۶- امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ تاریخ بغداد دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
 ۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی ۴۲۲ھ تہذیب الکمال مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
 ۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۴۴۸ھ میزان الاعتدال مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
 ۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۴۴۸ھ الکاشف مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
 ۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
 ۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ تقریب التہذیب مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
 ۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اللآلی المصنوعہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
 ۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ طبقات الحفاظ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
 ۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ الشذرة فی الاحادیث المشہرة مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ
 ۱۴۵- علامہ محمد طاہر ثنی متوفی ۹۸۶ھ تذکرۃ الموضوعات مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ
 ۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۳ھ موضوعات کبیر مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی
 ۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۳ھ کشف الخفاء ومزیل الالباس مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق

کتاب لغت

- ۱۴۸- امام اللغة خلیل احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ کتاب العین مطبوعہ انتشارات اسوۃ ایران ۱۴۱۳ھ
 ۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوزی متوفی ۳۹۸ھ الصحاح مطبوعہ دارالعلم بیروت ۱۴۰۳ھ
 ۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ المفردات مطبوعہ مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ
 ۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زرخشوی متوفی ۵۸۳ھ الفائق مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
 ۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ نہایہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
 ۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ مختار الصحاح مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ
 ۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ تہذیب الاسماء واللغات مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
 ۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لسان العرب مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران
 ۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ القاموس المحیط مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
 ۱۵۷- علامہ محمد طاہر ثنی متوفی ۹۸۶ھ مجمع بحار الانوار مطبوعہ مکتبۃ دارالایمان المدینۃ المنورہ ۱۴۱۵ھ
 ۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر
 ۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوی متوفی ۱۸۶۷ھ النجد مطبوعہ المطبعۃ الفاثولیکہ بیروت ۱۹۲۷ء
 ۱۶۰- ابو نعیم عبدالحکیم خان نثر جالندھری قائد اللغات مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور
 ۱۶۱- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری دستور العلماء مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ

کتاب تاریخ سیرت و فضائل

- ۱۶۲- امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ الطبقات الکبریٰ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۱۶۳- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ شرف المصطفیٰ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ مکہ مکرمہ ۱۴۲۳ھ
- ۱۶۴- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ تاریخ الامم والملوک مطبوعہ دار القلم بیروت
- ۱۶۵- حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ الاستیعاب مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ الشفاء مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
- ۱۶۷- علامہ عبد الرحمن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ الوفاء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- ۱۶۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ اسد الغابہ مطبوعہ دار الفکر بیروت دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۱۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ اکامل فی التاریخ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ وفيات الاعیان مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایران
- ۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
- ۱۷۲- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزی المتوفی ۷۵۱ھ زاد المعاد مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ
- ۱۷۳- علامہ تاج الدین ابونصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
- ۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ البدایہ والنہایہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ الاصابہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ وفاء الوفاء مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ
- ۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ المواہب اللدنیہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
- ۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۴۲ھ سبل الہدیٰ والرشاد مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
- ۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح الشفاء مطبوعہ دار الفکر بیروت دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
- ۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض مطبوعہ دار الفکر بیروت دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
- ۱۸۱- علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۴ھ شرح المواہب اللدنیہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

کتاب فقہ حنفی

- ۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۸ھ دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۱۴۲۱ھ

- ۱۸۳- شمس الامام محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ الشوریۃ الاسلامیۃ افغانستان ۱۴۰۵ھ
 ۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، دارالکتب العلمیۃ

بیروت ۱۴۱۸ھ

- ۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر ۱۳۱۰ھ
 ۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۶ھ
 ۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان
 ۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی

۱۴۲۳ھ

- ۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید کمپنی، کراچی ۱۴۲۱ھ
 ۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابر، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۵ھ
 ۱۹۱- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۱۱ھ
 ۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۵ھ
 ۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور ۱۴۱۲ھ
 ۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر ۱۳۱۱ھ
 ۱۹۵- ملا ابن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۶ھ
 ۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
 ۱۹۷- ملا نظام الدین، متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر ۱۳۱۰ھ
 ۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحاوی، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۸ھ
 ۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منہج الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر ۱۳۱۱ھ
 ۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دارالاشاعت العربی، کوئٹہ
 ۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور ۱۳۹۶ھ
 ۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

- ۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
 ۲۰۴- علامہ ابوالحسن علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۳۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۱۳ھ
 ۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت ۱۳۹۳ھ
 ۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف لودی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

- ۲۰۷- امام سخون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ بدلیۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر، بیروت
- ۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد درردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت
- ۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

کتاب فقہ حنبلی

- ۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ المغنی، مطبوعہ دار الحدیث، قاہرہ ۱۳۲۵ھ
- ۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ الکاافی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۱۳ھ
- ۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض، مطبوعہ دار الجلیل، بیروت ۱۳۱۸ھ
- ۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی ۷۶۳ھ کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت
- ۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی ۹۶۰ھ کشاف القناع، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۱۸ھ





پنجاب حکومت